Presented by
Hkm. M. Ajmal Khan.

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ کلکته : جمعه ٢٢ - محرم ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون کی حروف کی چھپائی اختیار کر لی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وه هین جن مین الہلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بہترین حروف یہی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

ازمنهٔ وسطی مین عربی طبابة

عربی طبابة اور اطباء یورپ مین

روم کے کتب خانہ ویٹیکن کے بعض مسیحی آثار

دنیا کے اکثر علوم وفنون کی طرح فن طب کے بھی عربی تمدن کے هاتھوں نشو و نما حاصل کی ہے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کی طرح اسے بھی پیدا کیا ' مدون کیا ' اور اُس درجہ تک پہنچا کر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کی تاسیس در و دیوار کا ابتدائی درجہ هوتا ہے - چھٹی صدی عیسوی میں اسلام کا ظہور ہوا اور ریگستان عرب میں انسانوں کی ایک جماعت طلوع ہوئی ' مشرق و مغرب میں پھیلا دی گئی ' اور اس نے علم و تمدن کے ہر گوشے پر نظر ڈالی ' بنیادیں ہر جگہ تھیں ' اور دیواریں بھی اکثر جگہوں میں اُٹھنے لگی تھیں ' لیکن تکمیل کہیں بھی نہیں ہوئی تھی - اس کے ذوق علم و تمدن کی وسعت نے ہر گوشے کو هاتھ لگایا اور ہر دیوار پر اینٹیں رکھیں - نتیجہ یہ نکلا کہ آج علم و فن کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جسکے سلسلہ وسعت و تکمیل کی ایک سب سے بڑی کڑی عربی و اسلامی تمدن کی علمی جد و جہد نہو - یہی سبب ہے کہ مورخین علوم نے عربی تمدن کو عہد قدیم و حاضر کیلیے " واسطة العقد " قرار دیا ہے - یعنی درمیان کی کڑی - یہی کڑی ہے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا ہوا ہے - یہ عہد قدیم کو جدید سے ملاتی ہے ' اور عہد جدید کی سب سے قریب تر کڑی ہے !

ازمنهٔ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کی تمام درس گاهوں میں عربی حکما کا فلسفہ هی نہیں بلکہ طب بھی پڑھا جاتا تھا - ذکریا رازی ' ابن رومیہ ' بوعلی سینا ' ابن رشد ' ابن زهر ' ابن طفیل ' ابن مسکویہ ' کی تالیفین فن کا اصلی سرمایہ تھیں - جدید طب کی تاریخ میں آج تک ییدس Canon یعنی قانون شیخ کا ذکر موجود ہے جو سولہویں صدی تک پیرس اور روم کے طبی مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا - فلسفہ کی طرح طب کی تاریخ میں بھی ایوی سینا Avicenna ' ایویرس دی گریٹ Averroes ' اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے ہیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلی سینا ' ابن رشد ' اور ابن باجہ کے عربی ناموں کے یوروپین مخارج ہیں ' اور اس سے پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان ناموں نے اس عہد کے یورپ میں کس درجہ شہرت اور قبولیت حاصل کرلی تھی ؟ روم اور اطالیہ کی بعض قدیم خانقاهوں کی محرابوں پر شیشے کے رنگین جوکھٹوں میں جہاں ارسطو ' بقراط ' اور جالینوس کی تصویریں بنائی گئی نہیں ' وهاں بوعلی سینا ' ابن رشد ' فارابی ' اور زکریا رازی کی تصویریں بھی منقش ہیں - یہ شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود ہیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپنی مصنفات میں شائع کیے ہیں -

عرب اطباء اٹلی کے شاهی محل میں

عربی فن طب کے اس عروج و احاطہ کا سب سے بڑا زندہ ثبوت اسکی بے شمار مصطلحات ہیں جو اسوقت تک یورپ کی زبانوں میں مستعمل ہیں - اگر انہیں الگ کر دیا جائے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئی ذریعۂ بیان باقی نہیں رهیگا - انگریزی زبان یورپ کی دوسری زبانوں کے مقابلہ میں اصلاً کم علمی ہے ' تاهم انگریزی طب میں بھی سیکڑوں الفاظ ملینگے جو دراصل عربی اسماء و مصطلحات هی سے وجود میں آئے ہیں - مثلاً :

Tamarind	تمر هندي (اِملي)
Jasmine	یاسمین
Jasper	یشب
Theriac	تریاق
Candy	قند
Balsam	روغن بلسان
Amber	عنبر
Camphar	کافور
Blawer	بلور

انسانی عمر کی درازی اور اعادۃ شباب

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کا مکالمہ

ڈاکٹر وورو نوف

ذیل کے مضمون میں مشہور فرانسیسي اهل قلم ایم - لوئي مارست نے ڈاکٹر وورونوف سے اپني ایک ملاقات کا حال بیان کیا ہے - ڈاکٹر وورو نوف اور اُنکے عملیه تقلیم کا حال هم گذشته اشاعت کے اسي باب میں بیان کرچکے هیں - یه اس سلسله کا تیسرا ٹکڑہ ہے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وورونوف ' اور میں' ربوئرا کے قریب ایک خوبصورت گاؤں ایز میں' مسیو ایم بالسن کے مہمان تھے - سہ پہر کے ناشتہ کے وقت ڈاکٹر وورو نوف کے نئے انکشافات پر بہت هي دلچسپ گفتگو هونے لگي - اس گفتگو سے معلوم هوا که ان کے عملیه کے ذریعه صرف حیات انساني هي نہیں بڑہ جاسکتي ' بلکه دنیا کي اقتصادي ترقي میں بھي غیر معمولي انقلابات رو نما هونے والے هیں -

(دنیا کا آیندہ اقتصادي انقلاب)

ڈاکٹر وورونوف همیں یه بتلا رہے تھے که اُنہوں نے اطالیه کے سرحد پر گریمالڈي کے قلعه میں کیوں بود باش اختیار کي ہے ؟ اور ایسے نظر فریب مناظر کے درمیان جیسے که اس مقام میں هیں' اپنے بندروں کي قیام گاہ اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانه کیوں بنایا ہے ؟

ڈاکٹر موصوف نے بیان کیا که حیواني غدود کے افعال و خواص کي تحقیقات نے مجھے نئے نئے نتائج پر پہنچا دیا ہے - میں نه صرف هر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا هوں' بلکه قریب ہے که جانوروں کي ایک نئي نسل بھي پیدا کردوں - خصوصاً غیر معمولي قوت رکھنے والي بھیڑ جس کے گوشت ' اور اُون کا وزن اتنا زیادہ هوجائیگا' جتنا آج تک کسي کے وهم و گمان میں بھي نہیں آیا !

مسٹر ونسٹن چرچل یه گفتگو انتہائي دلچسپي سے سن رہے تھے - دونوں میں نہایت دلچسپ گفتگو هوئی - میں لفظ به لفظ تو اُسے لکھہ نہیں سکتا مگر حسب ذیل روئداد لکھتے هوئے اُس کي معنوي صحت کا ذمه دار هوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچھا " کیا یه سچ ہے که آپ اپنے grafting (پیوند) کے عمل سے هر اُس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑھا دے سکتے هیں جو انسان کي غذا اور دیگر ضروریات کے لئے کام میں لائے جاتے هیں ؟ "

" قطعاً - میں نے یه بھي کیا ہے اور اس سے بھي بڑھکر" - ڈاکٹر وورونوف نے بغیر کسي تامل کے جواب دیا -

" کیا آپ هر انگریزي بھیڑ کے اُون کے وزن میں ایک پاؤ کا اضافه کر دے سکتے هیں ؟ " مسٹر چرچل نے مزید تشریح کي -

" بہت آساني سے - میں نے اس سے بھي زیادہ کامیابي حاصل کي ہے " ڈاکٹر کا قطعي جواب تھا !

" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربه کیا ہے ؟ "

" سیکڑوں جانوروں پر - بھیڑ کے تو گله کے گله پر "

" کیا میں برطانوي وفد بھیج سکتا هوں تاکه وہ اِن عملي نتایج کي جانچ پڑتال کرے ؟ "

" به خوشي - جس وقت آپ کا جي چاہے "

وہ جانور جن پر ڈاکٹر وورونوف نے اپنے تجربے کئے هیں ' الجزائر میں هیں ' اور آئندہ اکتوبر میں برطانوي ماهرین حیوانات اُن معائنه کرنے کے لئے جانے والے هیں - اب یه معلوم کرنا آسان ہے که اقتصادي نقطۂ نظر سے یه انکشاف کیسي عظیم الشان اهمیت رکھتا ہے ؟

مسٹر چرچل

الانبيق	Alembic

اسکا مادہ یوناني ھے لیکن یورپ میں عربي سے آیا کیونکہ الف لام موجود ھے -

الکیمیا	Alchemy
الکحل	Alcohol
البق (داغ چشم)	Albuge
لبان	Olibanum
روغن نفط	Naphtha
الاکسیر	Elixir
قرنیۃ العین	Carnea
شجر البان	Ben
سمسم	Sesame
جرثومہ	Germ
مسک	Musk
عرق	Arrack
نرجس (نرگس)	Nareissus
زعفران	Saffran
شقائق النعمان	Aneman
فلفل	Pepper
فاد زھر	Bezaar
لیمون	Lemon
سنا مکي	Senna
مروارید	Margaret
صابون	Soape
رب	Rab
لوز	Lozenge
فرزجہ	Pessary
شربت	Syrupus
لعوق	Linctus
ریوند	Rhie
قرنفل	Caryophylli
بورق	Borice
صندل	Santali
کرویہ (زیرہ)	Carui
کباب چیني	Cubebae
قنب (بھنگ)	Cannb
طرطیر	Tartaratum
زنجبیل	Zingiber
سنبل	Sumbul
مرح	Myrrhae
جلابۃ	Jalap
شیاف	Suppo
مر	Myrrha

اسي طرح بے شمار الفاظ ھیں -

(عربي عملیات طبیہ کے آثار)

پندرھویں صدي تک یورپ میں امراض کے علاج کا تمام دارو مدار عربي طب اور عرب اطباء پر تھا - یورپ کے بادشاہ جب کبھي کسي پیچیدہ مرض میں مبتلا ھوتے ' تو مصر و شام سے عرب اطباء اسي طرح بلائے جاتے تھے ' جس طرح موجودہ زمانے میں یورپ کے اطباء مشرقي ممالک میں بلائے جاتے ھیں - اس عہد کے بعض قیمتي آثار اس وقت تک یورپ میں موجود ھیں - ان سے عربي اطباء کے وھاں قیام کرنے اور بعض حیرت انگیز معالجات انجام دینے کا ثبوت ملتا ھے - مشھور فرانسیسي مستشرق پروفیسر ریبو Reinaud نے اپني تحریر "حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کے علمي اتصال" میں اس طرح کي پانچ تصویریں نقل کی ھیں جن میں سے تین تصویریں شاھان یورپ کے معالجات سے تعلق رکھتي ھیں - ان میں سے ایک تصویر ھم آج الھلال میں شائع کرتے ھیں -

یہ مرقع یورپ کے محل میں صقلیہ (سیسلي) کے قدیم اوراق و کتب کے ساتھہ آیا تھا - جن اھل نظر نے اس کي جانچ کي ھے وہ متفق ھیں کہ :

(۱) یہ تصویر تیرھویں یا چودھویں صدي کي ھے - اور سیسلي میں طیار کی گئي ھے -

(۲) شاھان سیسلي میں سے ایک بادشاہ کو اس حالت میں دکھلایا گیا ھے کہ عرب اطباء اس کا معالجہ کر رھے ھیں -

(۳) یہ معالجہ ' داغ دینے کا عملیہ تھا - یہ اس کي حالت ' اس کے طریقے ' اور اس کے اوزار کي شکل و قطع واضح کرتي ھے - عربي میں اس طرح داغ دینے کو "کي" کہتے ھیں - اب بھي بعض ممالک میں داغنے کا طریقہ رائج ھے - لیکن جدید طب نے اسے غیر ضروري قرار دیدیا ھے -

(۴) شاھان سیسلي میں سے یہ کس کي تصویر ھے ؟ اس بارے میں اھل نظر نے مختلف رائیں قایم کي ھیں - بعض کا خیال ھے کہ یہ فریڈریک دوم کي تصویر ھے جو عربي علوم و تمدن کا بہت بڑا قدر دان تھا' اور جس نے ھر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار میں جمع کیے تھے - یہ سنہ ۱۲۲۰ ع - میں تخت نشین ھوا تھا -

لیکن بعض خیال کرتے ھیں یہ اس قدر پراني نہیں ھے - غالباً یہ اس وقت کي [illegible] جب نیپلس اور سیسلي کي حکومتیں مل کر "دو سیسلیوں کي حکومت" سمجھي جاتي تھیں' اور چارلس دوم حکمران تھا - اس چارلس کے متعلق بھي تاریخي تصریحات موجود ھیں کہ [illegible] اپنے علاج کے لیے مصر اور مراکش سے عرب اطباء طلب کیے [illegible] اگر یہ خیال صحیح ھو تو اس صورت میں یہ چودھویں [illegible] کي تصویر [illegible] - کیونکہ چارلس دوم آف نیپلس نے سنہ ۱۳۰۹ع میں انتقال [illegible]

[illegible] شک نہیں یہ قدیم عہد کي ایک قیمتي یادگار ھے [illegible] کے عرب اطباء کي شکل و صورت' وضع و لباس ' اور [illegible] عملیات [illegible] روشني پڑتي ھے ' اس کي تاریخي قدر و قیمت [illegible] نے اعتراف کیا ھے -

مکتوب لندن

(الهـــلال کے مقاله نگار لندن کے قلم سے)

اِس هفته یہاں کا سب سے زیاده اهم واقعه شاه فواد سلطان مصر کا پہلي مرتبه برطانیه کے دارالحکومت میں ورود ہے - لندن کے لیے مشرقي فرماں رواؤں کي آمد میں اب کوئي ندرت نہیں رهي ہے - ایک زمانه وه تها جب سلطان عبدالعزیز اور شاه ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تها ' اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کي ساري توجه اُن کي مہمان نوازي اور پذیرائي میں مرکوز هوگئي تهي - ایک زمانه آج کل کا ہے جبکه لندن کے ریجنٹ اسٹریٹ کے لیے "مشرقي بادشاهوں" کا وجود روز مره کا نظاره هوگیا ہے - اب لندن اُن کے استقبال کا نہیں بلکه ان کي دوڑ دهوپ کا تماشا دیکها کرتا ہے !

تا ہم همه مختلف قسم کے حالات ایسے جمع هوگئے هیں که سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولي اهمیت اور دلچسپي پیدا کردي ہے - سب سے پہلي بات تو وه حالات هیں جن میں اس میہماني و میزباني کا اهتمام هوا ہے -

سیاسي تاریخ میں یه پہلي مثال ہے که دو ملکوں کے تعلقات اِس درجه کشیده هوں جیسے که اس وقت مصر و انگلستان کے هیں ' اور پهر ایک کا پادشاه دوسرے کا میہمان بنا هو - ایک طرف انگریزي مصري جهگڑا جاري تها - انگریزي بیڑا مصري سمندروں میں تخویف و تہدید کے مظاهرے کررها تها - دوسري طرف شاه انگلستان اور شاه مصر کے مابین پیام و سلام بهي هورہے تهے !

کچهه مدت هوئي شاه انگلستان نے شاه مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تها - لیکن اِس تازه جهگڑے کي وجه سے عام طور پر خیال کیا جاتا تها که اِس دعوت کے قبول کرنے کا یه موزوں وقت نہیں ہے - مگر خلاف توقع دعوت منظور کرلي گئي ' اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بهي هوگیا !

جن غیر معمولي حالات میں یه دعوت قبول کي گئي تهي ' ویسا هي ایک غیر معمولي حادثه بهي پیش آتے آتے ره گیا - لندن کے لیبر اخبارات کي اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلي جائیں ' تو معلوم هوتا ہے عین سفر کے وقت ایک سخت جهگڑا پیدا هونے والا تها - عام طور پر قاعده ہے که جب کسي ملک کا پادشاه سفر کرتا ہے ' تو کم از کم وزیر اعظم ضرور ساتهه هوتا ہے - حکومت برطانیه مصر کي موجوده وزارت کو پسند نہیں کرتي کیونکه اُس نے قوم پروروں کا ساتهه دیا ہے - اِس لیے کوشش کي گئي که وزیراعظم سلطان کے ساتهه سفر نه کریں - لیکن جب یه خبر باهر نکلي ' تو راے عامه میں سخت اضطراب پیدا هوگیا - بالاخر یہي طے هوا که وزیر اعظم ضرور ساتهه جائیں - چنانچه وه بهي سلطان کے ساتهه آئے هیں - معلوم هوا ہے که مصري پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس هزار پاونڈ کي منظوري دیدي ہے -

مصر اور انگلستان ' دونوں ملکوں میں سوال کیا جارها ہے که شاه مصر کي سیاحت کا مقصد کیا ہے ؟ شاه جارج نے کیوں اُنہیں دعوت دي ؟ کیوں اُنہوں نے منظور کرلي ؟ سرکاري جواب تو دونوں جگه یه دیا جاتا ہے که سیاحت محض "سیاحت" ہے - سیاست سے اُسے کوئي تعلق نہیں - لیکن یہاں کے جو حلقے اندروني حالت پر نظر رکهتے هیں ' وه اچهي طرح جانتے هیں که اس طرح کي سیاحتیں بغیر اهم سیاسي مقاصد کے نہیں هوا کرتیں -

فواد اول سلطان مصر

اِدهر کئي سال سے برطانیه دیکهه رها ہے که مصر سے اُس کے موجوده تعلقات برقرار نہیں ره سکتے - مصري قوم میں سیاسي بیداري پیدا هوگئي ہے - وه عدم مساویانه علائق برداشت نہیں کر سکتي - اب اُسے خوشنما الفاظ سے نہیں بہلایا جا سکتا - مصنوعي آزادي اُسے مطمئن نہیں کرسکتي - لہذا طوعاً و کرهاً اُسے یه حقیقت تسلیم کر لیني پڑي ہے که "تبدیلي کے بغیر چاره نہیں" جیسا که سنه ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تها -

مصر بهي دیکهتا ہے که اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کي قوت نہیں - برطاني عداوت اُسے کوئي فائده نہیں پہنچا سکتي - انگریز نہر سوئز کسي حال میں بهي چهوڑ نہیں سکتے - لہذا اسي میں بہتري ہے که انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا هوجائیں جو هر طرح دوستانه هوں ' مگر ساتهه هي جن سے مصر کي خودمختاري کو کوئي نمایاں گزند بهي نه پہنچے -

ایسے تعلقات کي بنیاد کیا هوسکتي ہے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمه دار حلقوں کا خیال ہے که یه بنیاد ایک نئے حلف نامه سے رکهي جا سکتي ہے - دونوں ملک باهم ایک حلف نامه ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کي کامل آزادي تسلیم کرلے اور اندروني مداخلت سے باز آجاے - مصر برطانیا کو نہر سوئز کي طرف سے پورا یقین دلادے که همیشه برطانیا کے لیے محفوظ رهیگي اور اس کے خلاف کبهي اُس کا قدم نہیں اُٹهیگا -

(بندروں کي پرورش گاہ)

جسطرح ایک مالي درختوں میں قلم لگاتا ھے ' اسي طرح علم نے جراح کے نشتر نے ذریعہ علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے ھیں - انکے سمجھنے کیلئے ڈاکٹر وورونوف کي تحقیقات کا مطالعہ انکے آغاز عمل سے کرنا چاھئے - یعني اس روز سے مطالعہ کرنا چاھیے ' جس روز سے انہوں نے بندر کے غدود کي قلم آدمي میں لگا کے ' بوڑھوں کو جوان بنانا شروع کر دیا ھے -

ایسے لوگ بہت ھي کم ھیں جنھوں نے گریمالدي کے قلعہ میں ڈاکٹر وورونوف کے بندروں کي قیام گاہ اچھي طرح دیکھي بھالي ھو - یہ مقام آدھے فرانسیسي اور آدھے اطالوي سرحد کے اندر واقع ھے - البتہ اسکا دروازہ فرانس ھي میں ھے -

یہ قلعہ نسبتاً جدید طرز کي ایک عمارت ھے ' مگر اسکے پہلو میں اسلامي حکومت کي ایک قدیم یادگار بھي موجود ھے - یہ ایک برج ھے جو دس صدیوں سے زیادہ پرانا ھے ' اور شاید اُس اعادۂ شباب کا نشان ھے جو اُسکے سایہ میں پرورش پا رھا ھے - یہ قیام گاہ بجائے خود دنیا میں ایک نمونۂ بہشت ھے - ھرے بھرے نباتات ' لہلہاتے سبزہ زار ' صاف اور خوشگوار ھوا ' اسپر نیلگوں بحر متوسط کا دلفریب منظر ! یہ مقام ملکہ وکٹوریا کو اسقدر پسند تھا کہ وہ یہاں ایک پتھر کے بنچ پر بیٹھکر دیر تک سمندر کو دیکھا کرتي تھیں - آج ھملوگ اُسي بنچ پر بیٹھکر ڈاکٹر وورو نوف سے اُنکے انکشافات پر گفتگو کرتے رھے !

" ڈاکٹر وورو نوف - تمہارے والد کا کیا حال ھے ؟ " میں نے ایک دن پوچھا -

ڈاکٹر وورو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد ھوں - اُنھیں بہت سخت زکام ھوگیا ھے - تم جانتے ھو انکي عمر سو برس کے قریب ھے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا - جواب ملا کہ وہ مرگئي -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف ھے - " نورا " ایک بندریا تھي مگر انسانوں سے زیادہ انسانیت رکھتي تھي - وہ بلا کي ذھین تھي - ڈاکٹر وورو نوف آسے اسلیے عزیز رکھتے تھے کہ وہ بہت دلیري اور خوشي سے ھر طرح کے عمل جراحي کیلیے مستعد ھو جاتي تھي - وہ شاید نسل انساني کے مفاد کیلیے اپني قرباني کي ضرورت محسوس کرتي تھي !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کي زندگي میں بڑا اضافہ کردیا ھے - اب وہ اپني عمر سے بہت زیادہ کمسن ھوگئي ھے - اس کے بعد نورا میں بھي دوسري کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تھا ' اور وہ پھر سے جوان ھوگئي تھي - لیکن افسوس ھے کہ کچھہ دنوں کے بعد وضع حمل کرتے ھوے مرگئي ' اور موجودہ دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دے گئي !

(اسوقت تک کي عملي کامیابي)

ھر شخص یہ جاننا چاھتا ھے کہ ڈاکٹر وورو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے ھیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بوڑھوں کو جوان بنا دیا ھے ؟ اس کا جواب اُنھي کي زباني حسب ذیل ھے -

" میں ایک ھزار سے زیادہ قلم لگانے کا عمل کر چکا ھوں - اس تعداد میں باستھہ طبیب بھي شامل ھیں - آپ سمجھہ سکتے ھیں کہ یہ لوگ بغیر اس عمل کو سمجھے ھوئے ھرگز عمل جراحي کے لیے راضي نہ ھوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وھي لوگ انکار کرسکتے ھیں جو بغیر سمجھے بوجھے ھر بات سے انکار کردینے کے عادي ھیں - ان کا یہ طرز عمل علم کے اصول کے قطعاً خلاف ھے "

" آپ پر یہ بات بھي واضح ھوني چاھیے کہ اگر مجھے میرے ھزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجہ حاصل نہ ھوتا ' تو میں ساري دنیا میں قوي اور تندرست بندروںکي اس درجہ تلاش نہ کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتھہ بندروں کي یہ قیام گاہ نہ بناتا جس کا وسیع کارخانہ آپ دیکھہ رھے ھیں "

" میں امید کرتا ھوں کہ عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کي بے شمار قیام گاھیں تعمیر ھوجائیں گي - یہ مقام ان کي نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب ھے - یہ جانور بھي نسل انساني کے لیے اسي طرح کارآمد ھے جس طرح بیل یا بھیڑ "

" میں نے قلعہ گریمالدي میں بندروں کي قیام گاہ اس لیے بنائي کہ غیر ملکي بندر اس آب و ھوا کے عادي ھوجائیں - یہ گویا ان کي مرکزي قیام گاہ ھوگي جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بھیجے جائیں گے - اس وقت ھمارے پاس ایک علحدہ اور منتخب جانور خانہ بھي ھے جس میں بندروں کي خاص طور پر پرورش اور دیکھہ بھال کي جاتي ھے - سرد راتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُنھیں مصنوعي گرمي پہنچائي جاتي ھے اور اس وقت تک قایم رکھي جاتي ھے جب تک اس میں تدریجي کمي کرکے بندروں کو یہاں کي آب و ھوا کا عادي نہیں کر دیا جاتا "

" مختصر یہ کہ میرا مقصد اس جانور کو بھي اسي طرح پالتو اور مانوس بنا لینا ھے - جس طرح انسان نے رفتہ رفتہ گھوڑے ' بھیڑ ' اور بکریوں کو بنا لیا ھے "

(عارضہ سرطان کي تحقیقات)

" في الحال دنیا میں بندروں کي تعداد بہت زیادہ نہیں ھے - بندروں کو نا موافق آب و ھوا سے اور مناسب غذا کي کمي سے سخت جنگ کرني پڑتي ھے - میں نے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھا ھے کہ جس طرح انسان قحط سالي میں موت کا شکار ھو جاتے ھیں ' اسي طرح ایک ایک دن میں ھزاروں بندر بھي غذا نہ ملنے سے مر جاتے ھیں -

" دنیا میں سب سے زیادہ تعداد اُن جانوروں کي ھے ' جنھیں انسان کے ذریعہ غذا ملتي ھے - بندروں کي جان بچانے کیلیے بھي یہي طریقہ اختیار کرنا چاھیے - انھیں بھي موقع دینا چاھیے کہ انسان کے تہذیب و تمدن سے مستفید ھوں اور بھوکے نہ مریں - اگر ایسا ھوا تو وہ عجائب خانوں کي محض زینت ھونے کي جگہ نوع انساني کو عظیم الشان فوائد پہنچائینگے "

" بندروں کي ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچھہ ملتي جلتي ھے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت ھي قریبي رشتہ دار ھے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقي کي ' مگر افسوس ھے کہ یہ تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انساني ساخت و طبیعت سے بہت دور ھیں "

" سرطان کي تحقیقات سفید چوھوں اور سوروں پر کي جا رھي ھے - میرے خیال میں یہ تحقیقات کبھي مکمل اور مفید نہیں ھو سکتي جب تک کہ اعلی قسم کے بندروں پر تجربے نہ کیے جائیں "

زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا اور سخت تکلیفیں اٹھا رہا تھا - فیلپ نے اسے اِس حالت میں دیکھا تو رو دیا - ایک دن اُسے خیال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمہ ہو جانا چاہئے - چنانچہ وہ اسکے پاس گیا اور روتے ہوے کہا :

" میرے عزیز بھائي ! مجھے تمھاری ذات پر پورا بھروسہ ھے - تم ایک عقلمند ' دیانت دار ' اور بردبار آدمي ھو - میري مدد کرو - آؤ ' ھم دونوں ملکر ان پاگلوں کی خدمت کریں اور انھیں اِس موذي مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلادیں - تمام ملک میں تمھاري نیکي اور دانشمندي کے چرچے ھو رہے ھیں - کہو تم طیار ھو ؟ "

سچي محبت کی یہ دلنواز صدا سنتے ھي اچانک مجنون کا دماغ صحیح ھوگیا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھایا - فیلپ نے اسکي بیڑیاں فوراً کٹوادیں ' اور وہ زندگي بھر اسکے ساتھہ وفاداري اور سلامت روي کے ساتھہ کام کرتا رہا "

اِس قسم کے اور بھي بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلي امراض کے دور کرنے کے لیے بہت سے نئے طریقے ایجاد کیے - فیلپ درحقیقت اِس فن کا امام ھے - ابتک اِس راہ میں اُسي کي پیروي کي جا رھي ھے -

اگر غور کیجیے تو اس مختصر سے واقعہ میں اقوام مشرق کیلیے کیسي عظیم عبرت و موعظت پوشیدہ ھے ؟ ایک قومیں وہ ھیں جو اپنے اُن مشاھیر کی یاد بھي نہیں بھلا سکتیں ' جنھوں نے اُنکے پاگلوں کیلیے زندگي اور تندرستي کي راہ نکالي تھي - ایک ھم ھیں کہ اپنے اُن مصلحوں اور پیشواؤں کي بھي عزت کرنے کیلیے آمادہ نہیں جو صرف پاگلوں کی زندگي ھي کیلیے نہیں بلکہ تمام ذي ھوش افراد قوم کي زندگي و سعادت کے لیے قربانیاں کر رھے ھیں ! کسي آبادي میں مریضان جنون کي تعداد زیادہ سے زیادہ اِتني ھوسکتي ھے کہ ھر دس ھزار میں ایک انسان مجنون تصور کرلیا جاہے - اس اعتبار سے کہنا چاھئے کہ ڈاکٹر فلپ پینیل نے ایک لاکھہ انسانوں میں سے دس انسانوں کي خدمت کي ' مگر فرانس اسے فراموش نہ کر سکا - لیکن مشرق میں تو ایسے جاں نثاران قوم موجود ھیں جو لاکھہ میں سے دس کے لیے نہیں بلکہ پورے لاکھہ کے لیے زندگي اور سعادت کے دروازے کھولنا چاھتے ھیں ' مگر لوگوں کا کیا حال ھے ؟ یہ حال ھے کہ کوئي موڑ کر اُنھیں دیکھنے کے لیے بھي طیار نہیں !

فرانس نے صرف یہي ایک صد سالہ یادگار نہیں منائي ھے - یورپ میں اب عام دستور ھوگیا ھے کہ تمام مشاھیر قوم کي یادگاریں ھر پچیس ' پچاس ' اور سو سال کے بعد منائي جاتي ھیں - غالباً اس قسم کي صد سالہ یادگار سب سے پہلے سنہ ۱۸۸۷ ع میں منائي گئي تھي جب کہ " والٹیر " کي وفات پر سو سال گزرے تھے - اُسي موقعہ پر وکٹر ھیوگو نے وہ تاریخي تقریر کي تھي جو دنیا کے موجودہ علم ادب کي اول درجہ کي چیزوں میں سے تسلیم کي جاتي ھے -

(اسمٰعیل کرومپٹن کی صد سالہ برسي)

لیکن جب فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کي صد سالہ برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان بھي تذکار مشاھیر کي مشغولیت سے فارغ نہ تھا - فرانس ذھن و جذبات کا گھر ھے اور انگلستان عملیات و صنائع کا - یہ فرق اس معاملہ میں بھي نمایاں تھا - فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے طبیب کي برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان انساني ضروریات کے سب سے بڑے صناع کي یاد میں مشغول تھا !

یہ صناع اسموئیل کرومپٹن ھے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کي ایسي مشین ایجاد کي تھي جس کي وجہ سے کپڑا بننے کي صنعت دست انساني کي احتیاج سے بے نیاز ھوگئي - اور کپڑے کي ساخت کا سب سے بڑا اقتصادي انقلاب ظہور میں آگیا -

میں جس وقت پیرس کے نیم سرکاري اخبار طان میں اس برسي کي روئداد پڑہ رہا تھا ' تو میرا ذھن بے اختیار ھندوستان کي اُس عظیم شخصیت کي طرف منتقل ھوگیا جو دنیا کو " کرومپٹن " کي جگہ اُس غیر معلوم مگر بلا نزاع " عظیم الشان انسان " کي طرف متوجہ کرنا چاھتي ھے ' جس نے اب سے ھزاروں برس پہلے ھاتھہ سے چلانے کا سہل اور سادہ چرخہ ایجاد کیا تھا - میں نے اپنے دل میں کہا " افکار و اصول کے یہ کیسے دو مختلف نقطے ھیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں نمودار ھوگئے ھیں ؟ انیسویں صدي کے مغرب کا کرومپٹن ' اور بیسویں صدي کے مشرق کا گاندھي ! " معاملہ اتنا عظیم ھے کہ مجھے رائے زني کي جرأت سے احتراز کرنا چاھیے - اس قسم کے اختلافات کا ھمیشہ حال نے نہیں بلکہ مستقبل نے فیصلہ کیا ھے - کرومپٹن پر ایک صدي گزر چکي ھے - گاندھي پر کم از کم ایک چوتھائي صدي گزر جانے دو !

صد سالہ برسي کا یہ عظیم اجتماع بولٹن میں ھوا تھا - اس موقعہ پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشینوں کي نمائش بھي کي گئي تھي - تمام قدیم ترین آلات حتی کہ چار ھزار برس پہلے کے مصري چرخے بھي جمع کیے گئے تھے - اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ بات واضح کرکے دکھلا دي جائے کہ سموئیل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقي کي تھي ' اور اُن کے مقابلہ میں موجد کي ایجاد نے کیسي حیرت انگیز مشین ایجاد کردي ؟ سر ٹامس فلنڈر نے جو بولٹن کے میر ھیں ' نمائش کا افتتاح کیا - اُنھوں نے موجد کي تاریخ بیان کرتے ھوئے کہا :

" ھمیں اِس پاک دل اور بے ریا دیہاتي کي اولوالعزمي کے سامنے جھک جانا چاھیے جس نے دنیا کو ایسي عجیب ایجاد بغیر کسي ذاتي طمع یا نفع کے بلا معاوضہ دیدي ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھہ نہایت غربت کي زندگي بسر کرتا رہا "

بولٹن کے سب سے بڑے میدان میں موجد کا اسٹیچو کھڑا ھے - اور اپنے خط و خال سے اُس کي اولوالعزمي ' ثابت قدمي ' اور فراخ

خيال کيا جاتا هے که اِس شاهي سياحت کے اثناء ميں بے ضابطه طور پر اسي " حلف نامه " پر تبادلهٔ خيال هوگا - يه نهيں کها جاسکتا که ايسي محالفة جس ميں ايک طرف مسلح گهمنڈ اور دوسري طرف بے سروسامان قوميت هے' حقيقت و صداقت کے ساتهه وجود ميں آ بهي سکتي هے يا نهيں ؟

انگلستان کا پريس جس زور و شور سے سلطان فواد کي پذيرائي کر رها هے ' اور آج کے سرکاري اهتمامات بهي جس درجه کے کيے گئے تهے ' وه يقيناً غير معمولي هيں - يهاں کے تمام مشرقي اور مشرق دوست حلقے محسوس کررهے هيں که اس کي تهه ميں کوئي خاص جذبه کام کر رها هے -

انگلستان کے وهي سرکاري اور نيم سرکاري اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامه فرسائي کر رهے تهے' اب سلطان مصر کي تعريفوں کے پل باندھ رهے هيں - سلطان کے اعزاز و تکريم کا جذبه يهاں تک بڑهگيا هے که اب اُن کي " مشرقيت " بهي مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رهي هے - کوشش کي جارهي هے که اُنهيں " مغربي " بنا ديا جائے - ڈيلي نيوز کے مقاله نگار خارجيه کو پهلي مرتبه اس حقيقت کا انکشاف هوا هے که سلطان فواد محمد علي خديو اول کے خاندان سے هيں' اور محمد علي يوروپين ترکي کا باشنده تها - ايشيائي ترکي کا نه تها - وه لکهتا هے :

" اس موقعه پر هم يه حقيقت فراموش نهيں کرسکتے که همارا مهمان عزيز اگرچه اس اعتبار سے همارا مهمان هے که وه باهر سے انگلستان ميں آيا هے ' ليکن اس اعتبار سے اُسے مهمان نهيں کهه سکتے که وه مغرب ميں مشرق کا مهمان هے - وه مشرق کا نهيں بلکه خود مغرب کا ايک فرمانروا هے جيسے اتفاقات نے مشرق کے ايک تاج و تخت کا مالک بناديا هے - همارے قارئين ميں سے هر شخص تاريخ مصر کي اس ابتدائي حقيقت سے با خبر هوگا که وهاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلى محمد علي اعظم تها جو البانيا کے ايک قصبه قواله کا باشنده تها ' اور البانيا يورپ هي کا ايک ٹکڑا هے - مشرق اور ايشيا ميں نهيں هے - في الحقيقت سلطان فواد کي شخصيت ميں آج هم ايک يوروپين نژاد فرمانروا کي پذيرائي کر رهے هيں ! "

محمد علي کے خاندان کي مغربيت سو برس تک انگلستان کو ياد نه آئي ' ليکن اب اچانک اس کا انکشاف هوگيا هے !

آپ کے دوست انريبل مسٹر پٹيل يهاں سے واپس روانه هوگئے جهاں تک ميں اندازه کر سکا هوں ' کهه سکتا هوں که ايک خاص معيار عمل کے اندر رهکر' انهوں نے يهاں کے سرکاري حلقوں پر اچها اثر ڈالا هے - انجمس ليڈو اسمبلي کي رياست کے ساتهه کانگرسي هونے کي روايات ملحوظ رکهنا ' اور کهدر کي دهوتي اور ٹوپي بهي سنبهالے رکهنا ' آسان نه تها ' ليکن انهوں نے کسي نه کسي طرح بات بنائے رکهي - يهاں کے هندوستاني حلقوں ميں خيال کيا جاتا هے که غالباً آئنده کمشن ميں هندوستاني ممبر کي جگه انهي کو دي جائيگي -

اس هفته ميں آپ کے اس ارشاد کي تعميل نه کر سکا که جو کچهه لکهوں هندوستان کے متعلق لکهوں - آئنده ڈاک سے اس کا سلسله شروع کروں گا - مجهے اميد هے ' سلطان فواد اور مصر کا معامله بهي آپ کے صفحات کے ليے غير ضروري اور غير دلچسپ نه هوگا -

مکتوب فرانس

(الهلال کے مقاله نگار پيرس کے قلم سے)

فيلپ پينيل کي صد ساله برسي

اس موسم کا ايک شاندار واقعه يه تها که فرانس ميں بڑے دهوم دهام سے فيلپ پينيل کي صد ساله برسي منائي گئي -

فيلپ پينيل سنه ۱۷۴۵ - ميں پيدا هوا ' اور سنه ۱۸۲۶ - ميں فوت هوا - يه عقلي امراض کا سب سے بڑا طبيب تسليم کيا گيا هے - اِس سے پهلے پاگلوں کو بهت تکليف دي جاتي تهي - زنجيروں ميں باندھ ديا جاتا تها - غليظ مکانوں ميں رکها جاتا تها - بدترين غذا کهلائي جاتي تهي - چوپايوں سے بهي بدتر سلوک کيا جاتا تها - اِس طبيب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پهلے آواز بلند کي ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبه پيدا کرديا - پهلے جنون لا علاج مرض سمجها جاتا تها - اسي نے سب سے پهلے بتايا که لا علاج نهيں هے -

فرانس کے مشهور پاگل خانه " بيسيتر " کے اعلى افسر ڈاکٹر روبينو فيچ نے فيلپ کي برسي پر ايک مضمون لکها هے اور اخبار " ماتان " کے افتتاحي کالموں ميں شايع هوا هے - مضمون نگار لکهتا هے :

" فيلپ اِسي پاگل خانه ميں معالج تها جس ميں اس وقت ميں خدمت کر رها هوں - فيلپ کا درجه خواص کي نظر ميں " مسيح جديد " کا درجه هے - اِسنے عقلي بيماريوں کے علاج ميں رحم اور شفقت کو عام کيا - اسنے ظلم اور سختي کے خلاف اُس وقت صدا بلند کي جب پورے فرانس ميں هولناکي پهيلي هوئي تهي ' اور هر طرف خون بهه رها تها !

" بيسيتر پاگل خانه سے فيلپ کا تعلق ستمبر سنه ۱۷۹۳ - ميں هوا - اُسوقت يهاں پچاس پاگل موجود تهے - يه زنجيروں ميں بندھے رهتے تهے - ان ميں سب سے زياده مشهور اور تاريخي پاگل شاهي باڈي گارڈ کا ايک پرانا سپاهي تها - يه نهايت هي قوي هيکل تها اور غير معمولي جسماني قوت رکهتا تها - شراب کي عادت پڑگئي اور هميشه مدهوش رهنے لگا - نتيجه يه نکلا که دماغ خراب هوگيا - فوج سے نکال ديا گيا - جوش جنون ميں اُسے يه سوجها که ميں فرانس کا سپه سالار اعظم هوں - جو کوئي يه بات تسليم نه کرتا ' اُسے بري طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانه بهيج ديا گيا - يهاں وه دس برس سے

" بنابریں مصري حکومت نے فیصله کیا هے که فوج اور سرحدوں کا موجوده نظام بر قرار رهے ' لیکن ساتهه هي مصري وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئي ٹهیس بهي نه لگے - وه بدستور مصري پارلیمنٹ کے سامنے جوابده رهیگا "

" اِس طریقه پر ' جو مصلحت اور نظام کے هر طرح مطابق هے ' مصري حکومت نے اِس مشکل کا معقول حل ڈهونڈه نکالا هے - حکومت کو پورا یقین هے که ابتک جو دوستانه رویه برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکها هے ' وه برابر قایم رهے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کر سکے گا جو موجوده مشکل اور دوسري مشکلات کا موجب هیں "

اِس بیان سے صاف معلوم هوتا هے که برطانیا کے ابتدائي مطالبات مصري سیادت و حکمراني کے منافي تهے ' اس لیے مصري حکومت نے اُنهیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تها - پهر اُنمیں کچهه ترمیم و تبدیلي هوئي ' اور ایسي شکل میں پیش کیے گئے جو مصري حکومت کي نظر میں ایک حد تک لائق قبول تهے ' لهذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جهگڑا ختم هو گیا -

(حج براه مصر)

اِس سال موسم حج کي کامیابي کا اندازه اُس سرکاري رپورٹ سے کیا جا سکتا هے جو صرف آٹهه روز کی هے - اِس سے معلوم هوتا هے که ۲۲ - مئي سے ۳۰ - مئي تک سوئز کي بندر گاه سے سفر کرنے والے حاجیوں کي تعداد حسب ذیل تهي :

۱۵۰۷ مصري ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائري ۹۸ تیونسي
۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسي ۱ روسي ۲ رومانی ۱۴۷ ایراني
۱۴ عربي ۲۷ سرویں ۵۲ افغاني ۲۳ افریقي ۱۷ اسپیني
۵۹۸ فلسطیني ۲۶ سنگالي ۴۳۲ شامي ۱۵۷ هندوستاني
۲۴ جاوي ۱۷۱ عراقي - یعني کل ۳۷۸۵ حاجي تهے -

جون کے پہلے هفته کي رپورٹ سے ظاهر هوتا هے که :

۳۱۵ منگولي ۲۶۲ ترک ۲۷۶ جزائري ۱۲۰۵ تیونسي
۲۰۲ مراکشي ۳۰۷ طرابلسي ۲ روسي ۵۸۲ ایراني ۱۸۱۹ شامي
۵ سرویں ۲ بلغاري ۵۸۱ عراقي ۱۹ نیجیریائي ۴۳ حجازي -
یعني کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کي راه سے سفر کیا -

مجموعي تعداد تقریباً ساڑهے دس هزار هوئي - صرف دو هفته کے اندر اِتنے حاجیوں کا نهر سویز سے گزرنا اِس سال کے موسم حج کي شاندار کامیابي کا ایک بین ثبوت هے -

---

مکتوبِ شام

(الهــلال کے مقاله نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچهلے مکتوب میں شام کي مضطرب سیاسي حالت پر روشني ڈال چکا هوں - آج بهي وهي حالت هے جو اُس وقت تهي - نه تو کوئي تبدیلي هوئي هے - نه کسي قریبي تبدیلي کے آثار نظر آتے هیں - البته ایک اهم واقعه ضرور پیش آیا هے اور تمام ملک کي دلچسپي کا مرکز بن گیا هے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسي هائي کمشنر موسیو پونسو شام سے غائب تها اور پیرس میں مقیم تها - بیان کیا گیا تها که وه شام کے آئنده نظام حکومت پر مرکزي حکومت سے گفت و شنید کر رها هے - اُس کي طویل غیر حاضري نے ظاهر بینوں کو طرح طرح کي امیدوں میں مبتلا کردیا تها - لوگ کهتے تهے - هائي کمشنر کي پیرس میں موجودگي ضرور نتیجه خیز ثابت هوگي - یهي وجه هے که اِن سب کو واپسي کا بڑي بے چیني سے انتظار تها -

لیکن اب انتظار کي مدت ختم هوگئي - هائي کمشنر واپس آ گیا هے - لیکن امیدوں کے یه تمام خوش آئند خواب اِس وقت تک تعبیر سے محروم هیں - اس وقت تک هائي کمشنر نے نه تو کوئي اعلان کیا هے ' نه بظاهر آثار نظر آتے هیں - مگر طرح طرح کي افواهیں ضرور پهیل رهي هیں -

مجهے با خبر حلقوں سے جو کچهه معلوم هوا هے ' یه هے که پیرس میں هائي کمشنر اور شامي وفد کے مابین بهت سي ملاقاتیں هوئیں اور عرصه تک بحث و مذاکره جاري رها - شامي وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کي تهیں - لیکن هائي کمشنر نے صرف چند منظور کرلیں - باقي تمام رد کر دیں - مثلاً وفد کا مطالبه تها که تمام سیاسي مجرموں کو عام معافي دیدي جاے - مگر حکومت نے سیاسي قائدین کو معافي دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک هي نظام حکومت کے ماتحت رکهنے کا مطالبه کیا تها - لیکن حکومت نے اِسے صرف اِس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا که نظام حکومت ریاست هاے متحده کا نظام هو - یعنے چهوٹے چهوٹے صوبے الگ الگ قائم رهیں اور اپني جگه خود مختار هوں - مگر انهیں کسي مرکزي نظم میں متحد کر دیا جاے - اِس سے مقصود یه هے که ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نه هو سکے - ایک قوم بهت سے ٹکڑوں میں منقسم هوکر اپني وطني قوت ضائع کر دے -

اصل یه هے که همیشه اجنبي اقتدار ملک کي قومي وحدت کا مخالف هوتا هے - وه هر طرح کي صورت حال گوارا کرلے سکتا هے لیکن یه بات گوارا نهیں کرسکتا که ملک میں قومي وحدت کي روح پیدا هوجاے - شام میں یه روح پہلے سے موجود هے - زبان ' وطن ' رسم و رواج ' اور اجتماعي خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشته میں منسلک کردیا هے - لیکن فرانس چاهتا هے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کردے - وه ایک رشتۂ قومیت قائم نه رکهه سکیں - بهر حال دیکهئے - فرانس کا آینده طرز عمل اس بارے میں کیا هوتا هے ؟

شام و عراق کي سرحدوں پر قبائل عرب کي خانه جنگي صدیوں سے جاري هے - اب دونوں ملکوں کي حکومتیں اسکا قطعي سدباب کردینا چاهتي هیں - چنانچه حال میں طرفین کے دستخط سے عربي ' انگریزي ' اور فرانسیسي زبانوں میں ایک اعلان هوائي جهاز کے ذریعه ' سرحدي قبائل میں تقسیم کیا گیا هے - اسکا ترجمه حسب ذیل هے :

" شام و عراق کي سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاه کیا جاتا هے که شام اور عراق ' دونوں ملکوں کي حکومتوں نے متفق هوکر طے کرلیا هے که تمهاري آپس کي خانه جنگي ' دشت و خون ' اور چوري و قزاقي قطعاً نا جائز اور ممنوع هے - نیز هتیار بند هوکر سرحد کے اُس پار جانا بهي ممنوع هے - آئنده جو کوئي اِس طرح کي کوئي بات کریگا ' اُسے نهایت سخت سزا دیجائیگي "

دلي ثابت کر رها هے - انگلستان کے تمام سوت کے کارخانوں میں اس کي تصویریں آویزاں هیں اور بڑي عزت و احترام کي نظروں سے دیکھي جاتي هیں -

یه صناع سنه ۱۷۵۳ ع میں پیدا هوا اور سنه ۱۸۲۷ ع میں انتقال کر گیا -

(عثماني شهزاده کي وفات)

اس هفته کا ایک افسوس ناک واقعه پرنس برهان الدین کي وفات هے جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے سب سے چهوٹے لڑکے تهے -

آپ کو معلوم هے که سنه ۱۹۰۸ ع میں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کردیے گئے ' تو حسب معمول ان کے خاندان سے کوئي تعرض نهیں کیا گیا تها - سلطاني خاندان کے دوسرے شهزادوں کي طرح اُن کي بهي تنخواهیں مقرر کردي گئي تهیں - سنه ۱۹۱۶ ع میں جب سلطان عبدالحمید کا انتقال هوگیا ' تو اُن کے لڑکوں نے سلطان کي ذاتي جائداد اور اموال و متاع کے ورثه کا دعوی کیا - سلطان عبدالحمید کي ذاتي جائداد کا فیصله اس قدر مشکل تها ' جتنا شاید هي دنیا کے کسي فرمانروا کي جائداد کا هوا هو - ترکي میں جو کچهه تها سب اُنهي کا تها ' اور اُن کا جو کچهه تها ' اس میں سے کچهه بهي اُن کا نه تها - بهر حال ایک کمیشن کا تقرر هوا ' اور اُس نے دعوے کي سماعت کے بعد فیصله کر دیا - اس فیصله میں دعوے کا بهت قلیل حصه تسلیم کیا گیا تها - اکثر مطالبات رد هوگئے تهے - سلطان کي اولاد اس فیصله پر راضي نه هوئي ' لیکن چونکه اس کے بعد هي جنگ نے انقلاب انگیز صورت اختیار کرلي تهي ' اس لیے مزید کار روائي کا موقعه نه تها -

جنگ کے بعد جب دوباره امن و امان کا وقت آیا ' تو قومي مجلس نے جمهوري حکومت کا اعلان کر دیا ' اور پهر کچهه عرصے بعد خاندان سلطاني کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے - ان میں سلطان عبدالحمید کا خاندان بهي تها - اس خاندان کے بعض افراد بیروت چلے گئے - بعض نے یورپ کي راه لي - انهي میں پرنس برهان الدین بهي تهے - انهوں نے جلا وطني کے بعد ترکي حکومت پر سلطان عبدالحمید کے ورثه کا از سر نو دعوی کیا تها - انهیں پوري اُمید تهي که اس میں کامیاب هونگے یه زیاده تر سوئٹزر لینڈ میں بعض ترک امرا کے ساتهه رها کرتے تهے - خود ان کي مالي حالت عثماني خاندان کے دوسرے ارکان سے بهتر نه تهي - پچهلے مهینے پیرس آئے تاکه ترکي سفیر سے ملاقات کریں - شهر کے ایک سب سے ادنی درجه کے هوٹل میں ٹهرے جو انکي مفلسانه حالت کا لازمي نتیجه تها - وهیں اچانک بیمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنیا کے انقلابات صرف تاریخ هي میں نهیں ڈهونڈهنے چاهئیں - خود همارا عهد بهي اپني تاریخ مرتب کر رها هے - زار ' قیصر ' اور عبدالحمید ' موجوده صدي کے سب سے بڑے شخصي اور مستبد فرمانروا تهے - اُن کے جاه و جلال اور سطوت و جبروت کے هیبت انگیز واقعات دیکهنے والے هزاروں لاکهوں کي تعداد میں ابهي زنده موجود هیں - لیکن انقلاب کي ایک هي گردش نے انهیں کتني بلندي سے کتني پستي تک پهنچا دیا ؟ آج ان میں سے ایک کا لڑکا پیرس کے سب سے زیاده ادنی هوٹل میں دم توڑ چکا هے ' اور اُس کے سرهانے ایک آنکهه بهي ایسي موجود نهیں جو اُس پر آنسو بها رهي هو - و تلک الایام نداولها بین الناس !

مکتوب مصر

(الهــلال کے مقاله نگار مقیم قاهره کے قلم سے)

(انگریزي مصري نزاع)

پچهلے هفتے انگریزي مصري نزاع پر گفتگو کرتے هوے وه بنیادیں بتا چکا هوں جو مصري حکومت نے تصفیه کے لیے پیش کي تهیں - آج ایک هفته گزرنے کے بعد بهي دنیا کي معلومات اِس جهگڑے کے متعلق آگے نه بڑهسکیں ' کیونکه تمام گفتگو پردهٔ راز میں هے - طرفین کي پارلیمنٹوں میں مطالبه کیا گیا که گفت و شنید شایع کردي جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ایک هي جواب دیا - یعني ابهي تک فریق ثاني نے اسکي اشاعت کي اجازت نهیں دي هے - اس سے صاف ظاهر هوتا هے که دونوں اُسے شائع کرنا سردست مناسب نهیں سمجهتیں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں میں سخت انتشار پیدا کردیا هے - برطاني اخبارات دعوی کر رهے هیں که مصر دب گیا اور انگریزي مطالبات منظور کرلیے - مصري اخبارات مدعي هیں که برطانیا سختي سے باز آگیا ' اسلیے مصر نے بهي مصالحت کے لیے آمادگي ظاهر کردي - مگر کیونکر ؟ کهانتک ؟ اسکا کوئي جواب نهیں ملتا !

لیکن یه یقیني هے که تصفیه هوگیا هے - باقي رها یه سوال که کس کي ضد پوري هوي ؟ تو اس بارے میں کوئي قطعي بات نهیں کهي جا سکتي - البته عبد الخالق ثروت پاشا مصري وزیر اعظم کي ایک تصریح ضرور موجود هے - یه تصریح انهوں نے مصري پارلیمنٹ میں کي هے - اگرچه یه بهي مبهم هے ' تاهم معامله پر کچهه نه کچهه روشني ضرور ڈالتي هے - اُنهوں نے کها :

" یه بات سخت افسوسناک هے که پچهلے دنوں مصري اور برطانوي حکومتوں میں غلط فهمي پیدا هوگئي تهي - اس غلط فهمي نے برطانیا کو آماده کیا که اپنے هائي کمشنر کے ذریعه مصري حکومت کے پاس ایک نوٹ بهیجے - اس نوٹ میں مصري فوج اور محکمهٔ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تهے - ساتهه هي یه بهي درج تها که برطانیا متمني هے که نزاع دوستانه طور پر ختم کردي جائے - مصري حکومت نے برطانوي نوٹ پر اچهي طرح غور و خوض کرنے کے بعد فیصله کیا که اسکے مطالبے اپني مجموعي هیئت میں مصري حکمراني ' مصري پارلیمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسي کو نقصان پهنچانے والے هیں "

" چونکه ایسے معاملات میں حکومت کو اپني مرضي سے فیصله کرنے کا اختیار نهیں - قانون کي رو سے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے پر مجبور هے - لهذا اُسنے بغیر کسي تامل کے کهدیا که یه مطالبات انکي مجموعي هیئت میں منظور نهیں کئے جا سکتے "

" مگر چونکه مصري حکومت هر غلط فهمي کے دور کرنے کے لیے مستعد رهتي هے ' اس لیے اُسنے معامله کو ایک اور طریقه پر سلجها دینا چاها جس کا اُسے قانوناً اختیار تها اور جو مصر کے بنیادي حقوق کے منافي نهیں هے - چنانچه اُسنے فوج کے مسئله میں غور و بحث کے بعد طے کیا که برطانیا کے کون کون مطالبے قابل قبول هیں اور کون نا قابل قبول - جو امور فوج کیلیے مفید تهے ' یا جنسے کوئي مضرت پیدا نهیں هوتي تهي ' انهیں اُسنے بطور خود منظور کرلیا "

سیر فی الارض

أولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہوچکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سُست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جاسکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یوروپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض بُرے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی بُرائی سے بھی بھلائی پیدا ہوجاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگزار ہوجاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزلِ مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہرحال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تختِ شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہوجائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرجکر اُسے بیدار کردیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیامِ ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شرِ محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلادے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہوجائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نعش محفوظ رکھتا اور قوم کو اُس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو، مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کے لیے اعتدال یا اعتدال کی حالت پیدا کرلیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو، مگر ہے تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہوگئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہوجائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحلوں پر بھی رُکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ راگیزا سے سوار ہوا اور البانی ساحل دیرازو میں اتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا مقدونین تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو، البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمھارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمھارا کام تمام ہوجائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رُکا۔ پھر خوبصورت خلیج انٹیفاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پایۂ تخت ہے۔

یہ شہر، ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اُسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُنکے آبا و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہورہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جارہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا وہ شور و ہنگامہ کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہوکر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنادیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹرکاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتیٰ کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

علم الآثار مصر

(روح کے متعلق قدیم مصریوں کا عقیدہ)

مصر کي قدیم تہذیب دنیائے قدیم کي تاریخ کا ایک نہایت اهم باب هے - اگر یه باب الگ کر دیا جاے تو نوع انساني کي عقلي ترقیات کي ایک نہایت اهم کڑي مفقود هو جائیگي -

اب سے سو برس پہلے مصر کے اهرام اور حیرت انگیز آثار دنیا کیلیے معما تھے - آج وہ معما نہیں هیں' مدرسه کا کام دے رهے هیں- قدیم مصري خط "هیرو گلیفي" پڑہ لیا گیا هے - قدیم مصري زبان کے ضخیم لغت طیار هوگئے هیں - قدیم مصري تحریریں دستیاب هوگئي هیں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثریه کا ایک مرتب ذخیرہ مدون هو گیا هے جسے مصریات (اجپٹیا لوجیا) سے تعبیر کیا جاتا هے اور روز بروز اسکي وسعت بڑھتي جاتي هے - حال میں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کي بے نظیر کتاب آثار مصر پر شائع هوي هے - یه قاهرہ کے دار الآثار کے ناظر تھے - انھوں نے تمام عمر اثریات مصر کي تحقیقات میں بسر کر دي - یه کتاب اس موضوع پر علمي دنیا کي آخرین تحقیقات پیش کرتي هے - هم چاهتے هیں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اهم مباحث الهلال میں شائع کرتے رهیں -

(بقاء روح کا مصري اعتقاد)

" قدیم مصري تمدن کے سب سے زیادہ عجیب آثار جو هم تک پہنچے هیں' انکے مقبرے اور انکي ممي کي هوي نعشیں هیں - اهرام بھي دراصل اسي غرض سے بنائے گئے تھے که مقبرہ کا کام دیں - اس سے اُنکے مذهبي عقائد پر جو موت' بعد الموت' اور روح کے خلود و ابدیت سے تعلق رکھتے تھے' غیر معمولي روشني پڑتي هے -

(مقبروں کي تاسیس)

قدیم مصر میں مقبروں کا آغاز اِس طرح هوا که پہلے مردے کو زمین کھود کر ننگے گڑھے میں گاڑ دیتے تھے - نعش لٹانے کا بھي رواج نه تھا - سر سینه پر جھکا دیا جاتا تھا اور گھٹنے پیٹ سے ملا کر زمین برابر کر دیتے تھے - اِسکے بعد قبر یاد رکھنے کیلیے زمین اونچي کرنے لگے - قبر پر مٹي کا ڈھیر لگا دیا جاتا تھا - پھر مردے کو اوپر کي مٹي سے بچانے کے لیے قبر کے اندر چھت بنانے لگے - پھر چھت کے گرد مٹي کي دیواریں بنادینے کا رواج پڑا - اِس کے بعد تابوت کا خیال پیدا هوا' اور پتھر کے تابوتوں میں مردے رکھے جانے لگے - پھر قبر کو بیروني صدموں سے بچانے کیلیے اُس پر عمارتیں بنانے لگے - اِنھي عمارتوں نے ترقي کرتے کرتے اهرام کا عظیم و مہیب درجه حاصل کر لیا - اِس وقت بھي دریاے نیل کے مصب اور فیوم کے مابین تقریباً سو هرم موجود هیں' اگرچه انمیں سے اکثر منہدم هو جانے کے قریب هیں -

اب یه بات محقق هوگئي هے که مصر کے اهرام در حقیقت مقبرے هي تھے - قدیم مورخین کا یه خیال بالکل بے بنیاد هے که یه قلعے هیں' یا طوفان سے بچنے کے لیے بنائے گئے تھے' یا اِن میں خزانے مدفون هیں - قدیم مصري زبان میں اهرام کے نام هي سے اُن کا مقصد اور موضوع معلوم هو جاتا هے - مثلاً " مسکن ابدي " " مقام کمال " " مکان خلود " " مقر روح " وغیرہ -

مقبروں کے باب میں یه تدریجي ترقي کیوں هوئي ؟ اس لیے که روح کي ابدیت کا اعتقاد بھي مصریوں میں به تدریج ترقي پذیر هوا تھا - جس زمانه میں وہ روح کي بقاء کے قائل نه تھے' قبروں کے معامله کو کوئي اهمیت نہیں دیتے تھے - پھر جوں جوں یه عقیدہ بڑھتا گیا' مقبروں کي اهمیت بھي بڑھتي گئي - مقبروں کو اِس عقیدہ سے کیا تعلق هے ؟ بہت قریبي تعلق هے - مصریوں کا یه عقیدہ اِس شکل میں تھا که جب تک جسم محفوظ رهتا هے' روح بھي قائم رهتي هے - کیونکه جسم سے علحدہ روح کا وجود نہیں هو سکتا - اِس عقیدہ کا لازمي نتیجه یه تھا که وہ مردے کا جسم زیادہ سے زیادہ مدت تک محفوظ رکھنے کي کوشش کرتے تھے - اِتنے مستحکم مقبرے بنانا' اور لاشوں کو ممي کرنا' اِسي غرض سے تھا -

(زندگي کا مصري تخیل)

یه عقیدہ کیونکر موجود هوا ؟ مصریوں کا خیال تھا که زندگي ایک آدمي سے دوسرے آدمي میں ناک اور منهه کي راہ منتقل هوتي هے - اور یه که انساني جسم کے بعض اعضاء زندگي کي حفاظت کرتے هیں' مگر صرف اسي حالت میں جب که خود اُن کي بھي حفاظت کي جائے - چنانچه هاتهه کي نبض زندگي کي محافظ هے' اس لیے هاتهه میں جوڑي پہنکر نبض کي حفاظت کي جاتي تھي - گردن کو بھي ایسا هي عضو سمجھتے تھے اور اس کي حفاظت کے لیے هار پہنتے تھے - کان کے لیے بالیاں' سینه کے لیے چاندي سونے کي لوحیں' بازو کے لیے بازو بند' اسي لیے اُن میں رائج هوگئے - بہت ممکن هے که دنیا میں زیور کا استعمال اِسي عقیدہ سے شروع هوا هو -

(موت)

اُن کا اعتقاد تھا که زندگي همیشه رهتي هے - لیکن نیند کي حالت میں اور کبھي کبھي غشي کے حالت میں آدمي سے جدا هو جاتي هے - وہ کہتے تھے جب جسم بگڑ جاتا هے تو زندگي کا علاقه بھي اُس سے همیشه کے لیے منقطع هو جاتا هے - اسي خیال سے نعش کي حفاظت کا خیال پیدا هوا - اور بالآخر ممي کرنے کا طریقه رائج هو گیا - یه طریقه اتنا عجیب' اتنا صحیح' اور اتنا بے خطا تھا' که چار چار هزار برس گزر جانے پر بھي آج اصلي حالت میں ان کي نعشیں موجود هیں ! "

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اُتارنا چاہی۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُنھوں نے مجھے گھونسے دکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کر دیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ پوری آبادی معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آئی۔ امراء سڑکوں دو قارسے چلتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں۔ اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

تو ما ایک سطح ہے۔ ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بظاہر امن امان قائم ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ میں تیرانا میں قدتھے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں، چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی۔ مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں۔ قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے۔ ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت سخت مشکل ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں۔ آدمی جب تک ان تمام سکوں سے واقف نہ ہو، بے شمار قسم کے سکوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ مگر تم بے کھٹکے بازار میں جاسکتے ہو۔ جو چاہو خریدو۔ دکاندار سکے بھی تمہارے لئے گن دے گا۔ ناممکن ہے تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے۔ ایک دن میں نے نوٹ خرید دکاندار نے میرے نوٹ کی ریز گاری دے دی۔ (جس میں ترکی، روسی، امریکی اور مصری (سرپین) سکے سب ملے تھے۔ میں لے کر تیز گئے جیب میں رکھی اور روانہ ہو گیا۔ ابھی ۵۰ ساٹھ قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔ مڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشہ دوڑے چلے آ رہے ہیں، چلا رہے ہیں، ہاتھ ہلا رہے ہیں۔ میں رک گیا۔ کیا دیکھتا ہوں وہی دکاندار ہانپ رہا ہے:

"جناب!" اُس نے ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہا "مجھ سے سخت قصور ہوا۔ میں بڑا ہی بدقسمت ہوں۔ بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ آپ کو کم رقم دی ہے۔ لیجئے آپکے دام ہیں بقیہ لیجئے!"

لیکن پُر امن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے۔ تیرانا اس وقت فوج سے لبریز ہے۔ شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پُر ہیں حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دی گئی ہیں۔

"یہ جنگی تیاریاں کیوں ہیں؟" "یوگو سلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے" یہ جواب دیا جاتا ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے۔ پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہے۔ ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پریمو ڈی ریورا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈکٹیٹر ہے۔ مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں۔ وہ البانیہ کا نپولین بننا چاہتا ہے۔ تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے۔ وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اُٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے۔ تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں۔ اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے۔ روزانہ اسکا

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں۔ رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی، اور ہمیں سننے والے کان، دیکھنے والی آنکھیں، بصیرت پکڑنے والے دلوں سے سرفراز کیا۔ اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل و بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد و غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ لو اور تاریکی میں ادھر اُدھر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔ حضرت عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اجازت دی" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار لگائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: "کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!"

سعد بن عبد اللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اُسوقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی۔ اور ایک مرتبہ نہیں ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینب کی بےچینی اور آپکا توصیہ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حوی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اُف لک من خلیل ۔ کم لک بالاشراق والاصیل!

اے زمانہ! تیرا بُرا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں

من صاحب او طالب قتیل ۔ والدہر لا یقنع بالبدیل!

کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ کسی سے عوض قبول نہیں کرتا۔

وانما الامر الی الجلیل ۔ وکل حی سالک السبیل!

اور سارا معاملہ، اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دُہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے، وہ بے قابو ہو گئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آجائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

"کیونکر اس حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں"؟ آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اسیران کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہوگئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلّی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے، آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے، اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (الیعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسین بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما و لھم عذاب مھین۔ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب [۱]"، دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی، ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں ان کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہوسکے۔

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تونے آگ قبول کرلی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے"، حضرت نے منع کیا "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہوگیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تونے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کردو، تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کرلو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکو کاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تأثر سے بے اختیار ہوگئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبد اللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اس پر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبد اللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپنے ازسر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آجتک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیئے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پک گئے، زمین سرسبز ہوگئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آئیے" اس پر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ، تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کردیں؟ وہ وہی برتاؤ کرینگے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں! واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی ان کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کردی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہوجائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑینگے، تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو یہ کام کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں، یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کردیں" یہ ان کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیّہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم ازکم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ اسے اس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کرلیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ، شانوں سے اڑ جائیں گے" حر نے کہا "کیا ان تین شرطوں

---

[۱] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل ان کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف انھیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کا جرم اور زیادہ ہوجائے۔ خدا مومنین کو اسی حالت میں چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کرے گا۔

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین — اذودہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے انھیں حسین سے دور کر دونگا

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا — فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھ، خدانے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا

وحسنا والمرتضی علیا — وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسن سے اور علی مرتضی سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے چنانچہ انھوں نے طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہو جائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار — وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے

لنضربن معشر الفجار — بکل عضب صارم بتار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اڑا دیں گے

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار — بالمشرفی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آوازمیں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہو جاؤ! اے قوم! حسین کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کر دے!" بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہو گئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی — نحن ورب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کریگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا آئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لا کر رکھ دی۔ (ایضاً)

ایک جوان رعنا

ان کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اُس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہو گئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اِس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ عین اُس وقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کر گئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چلّو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الہی! اگر تونے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے!" (یعقوبی وابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہو گئے۔ ان میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبد اللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبد اللہ بن عقیل (۴) عبد الرحمن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبد اللہ بن جعفر (۷) عون بن عبد اللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبد اللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبد اللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبد اللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

ان سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر پڑے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہو گیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ ایسا ہی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسین نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اُٹھائی لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذراسی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالی تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے زغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اکھاڑ دئے۔ عبد اللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُس وقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں انکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسین سے بالکل قریب ہو گیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر! کیا ابو عبد اللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہو گیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلّو خون سے بھر گئے آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو اُسنے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں" میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں"، یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگاکر لشکر حسین میں پہنچ گیا!

حضرت حسین کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسول اللہ میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کرینگے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اُسنے کہا "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا "اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کرسکتا"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش وخروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا "گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام لیسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارز طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہم گر پیکار کرتے لشکر حسین سے حبیب بن مظاہر اور بُریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسین نے اُنھیں منع کیا۔ عبداللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے"، یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہے" اور اجازت دی۔ عبداللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کر ڈالے اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسین یہ دیکھ کر بہت متأثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کردئیے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کردئیے۔ نیزوں کے مُنہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کرڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جوان مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسین کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان لو کن سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسین دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! فمنھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ اُنھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئیے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کرڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر — اشجع من ذی لبد ہزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلا دئیے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کردئیے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے۔ حسینی فوج کے صرف ۴۔۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسین نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے"، اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئیے۔ مگر کبتک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بےبسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتیٰ کہ عبداللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزر چکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کررہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو"، شمر نے اسے دیکھا اور قتل کروا ڈالا۔ (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے اپنی بےبسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا "دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُسوقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے، جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے"، یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مُہلت دیں"، مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پُوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اُقتل حتیٰ اَقتلا — ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو اسی حالت میں دیگا کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربہم بالسیف ضربا مقصلا — لا ناکلاعنہم ولا مہللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا، نہ بھاگوں گا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہورہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپکے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

حکم دیتا ہو کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہو۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہو، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہو، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کرسکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہوجاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف"، اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہو اِسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہو انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہو اور خود ہی سزا بھی دیتا ہو۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہو۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہو!

***

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہو۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادیوں میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

***

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی زندگی و درویشی کی شہرت ہو، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہو۔ پہلی شہرت نیکی کی ہو۔ دوسری بدی کی۔ دُنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کرسکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہو۔ اُس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہوگئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی لرزا دینے والی چوری کا حال سُنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں" یہ دوسرا ابن ساباط ہو"، اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہوگئے مگر پرانے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کرسکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ "جرائم کا شیطان اور بُرائیوں کا عفریت" تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق التجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہو۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آرہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد کو پہونچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہو۔ یہ مدبرس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اس کا حال کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر پندرہ سولہ برس کی

تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کم سن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر اور بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہوگئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُسپر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہوکر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہوکر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی، لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرۃ کس فیاضی سے بخشتی ہو، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہو!

***

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کرلیا گیا۔ اب یہ ایک کم سن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اسکا پہنچا الگ کردیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہو، دُنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کردیئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کرکے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنالیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کردی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچادیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا، اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُسپر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچکر نکلجاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سُنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہجاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہو جرم کی ایک خبیث روح ہو۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہو مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

***

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ آخر وہ وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہوجائے۔ ایک موقعہ پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود نکل بھاگنے کی طیاری کررہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کرلیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہو تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیا۔ وہ طیار ہوگیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کردے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرادے گا۔ عدالت نے منظور کرلیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے سو سے زیادہ ساتھی اُس کی نشاندہی پر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے! ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسنے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہو جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کردیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

***

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کررہا ہو۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزرچکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہو کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلا دی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جاسکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہو۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہو۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہو۔ اُنہیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہو!

***

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہو؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہو، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہو؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہو تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہو۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہوجاتا ہو۔ وہ گھنٹوں اسپر رائے زنی کرتا ہو اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہو جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہو؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہو اُس کے لئے کیسی مصیبت ہو؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہو۔ سارا شہر امنڈ آتا ہو۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہو لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہوجائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہو، تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہوکر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہو؟ اور جان و مال کی کیسی اتلاف

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دُنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو"۔ شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہیگا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہوچکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا بُرا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے پھر رغنہ ہوا آپنے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو اُبھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اُتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زُرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑ کھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ پھر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے"۔ وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اُترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر تن سے جُدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُسپر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضۃ وذہبا　　انا قتلت الملک المحجبا
مجھے چاندی سونے سے لاددو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!
قتلت خیر الناس اماوابا　　وخیرہم اذ ینسبون نسبا
میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بُلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "واللہ تو مجنون ہے!" پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اُتار لئے پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر آپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہنچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالوگے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کردے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیمار آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچالیا"

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہے؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگزرد نظری خونین کفن بہ حشر ⁂ خلقے فغاں کنند کہ این داد خواہ کیست؟

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی)　(باقی)

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرہ کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہوگیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ممفس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

⁂

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے، اُتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اُتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دُور ہونے لگتی ہے۔ اُس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے چھپر ڈالکر رہتا ہے، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؟ محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہوجاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت وحرفت کارخانے کھولتی ہے، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے، حکومت دامارت شان وشکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہوجاتی ہے، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن وراحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دَور شروع ہوجاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی ومحبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس ومصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت وفیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری وخودغرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش ونعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہے، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش وراحت کے ایوانوں میں حسن وجمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہوجاتی ہیں!۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خودغرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہوکر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اُٹھاتا ہے، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اُن کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے "انصاف کا گھر"۔ انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جسنے اپنی بے رحمی وتغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بداطوار بنجانے پر مجبور کردیا تھا، قانون کا پُرہیبت جُبّہ پہنکر آتا ہے، اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

سخت محنت؛ افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ ہے میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا "بس ٹھیک ہے۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں میں تمھارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن ساباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن ساباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن ساباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر وہ تھان کھولکر بچھا دئے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھریاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُسنے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اس کیلئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھری کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن ساباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمھارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہو گا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پرشکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلآویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!

قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ لوٹا، اور باہر نکل گیا۔

***

اب ابن ساباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن ساباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں حالات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آجتک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہجاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اِس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔ ...... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟ ......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفر اللہ میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہو گا۔ اُسے معلوم ہو گا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور بہ اطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بنجائے ..... "

***

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا۔

"یہ لو، میں تمھارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہو گا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا۔ ابن ساباط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تأمل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمھارا کوئی حق نہیں، لیکن تمھاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تأمل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کام تھا"، اُسنے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تأثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اُس میں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن ساباط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہو؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لو گے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اسپر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ....."

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو، میں نے دو گٹھریاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمھارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھری تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں بھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو۔"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھری کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابن ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے، اتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا۔ اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن ساباط نے اپنی گٹھری اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جسمیں پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن ساباط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تأمل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر دجلہ آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بیحد بھاری؛ اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن ساباط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا: "کتے کے بیٹے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرے پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھری اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

***

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن ساباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچکر رُک گیا

بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو دنیا میں آسکی ہو اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابنا جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سُولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھتا رہتا ہے مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھیرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جارہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑکر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مُہلت ملی ہے۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہے کہ جس طرف رُخ کیا، ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پُوری رات اسی طرح ختم ہو جائے گی؟"

یہ خوفناک ابن سآباط ہے جو دس برس کی طول طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کر کے اب کسی طرح نکل بھاگا ہے، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سرنو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دُور دُور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دُور چلکر دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی ہے اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر اُمراء کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن سآباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے، اور وسط میں ایک نسبتہً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا، چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہو سکتی ہے، اندر چلا گیا۔ اندر جاکر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پُرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیے ہیں اور اُن کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پُورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہے!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن سآباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کرسکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہے۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن سآباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چوری کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہے جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اس میں گدہوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمایش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہے؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے کم از کم دس گدہے ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جا سکتے ہیں اُٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بیکار ہے۔ زیادہ لیتا ہے تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کش مکش میں گرفتار تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اُسے مڑوڑ کر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا، چہ جائے کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ وہ تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندھنے کے لئے سود مند نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے دانتوں سے کام لیا۔ لٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن سآباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت؛ اُس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

***

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ ابن سآباط گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کرسکے، دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے اور اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

***

اس شخص کی وضع و قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسّی لپیٹ کر جسم پر چُست کر لیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسمیں کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہے۔ خصوصاً اُس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن سآباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسے جو کچھ سمجھنا تھا، سمجھ چکا ہے۔ اُس کے چہرہ پر ہلکا سا زیرلب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دُور کر دے سکتی ہے۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی ادا میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن سآباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو، یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہے اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہے۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسی

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پرانا سرداب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرداب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلادے۔

* * *

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی، یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اس لئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسم، ایک پُراسرار اندازِ نگاہ کی دلاویزی سامنے ہے!

"میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو بیخود کر چکی تھی کہنا شروع کیا "میں نے اپنی خدمت پوری کرلی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اُس کی وجہ سے بار بار تمھیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں مجھے اُمید ہے تم معاف کردوگے۔ اس دُنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کردیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمھیں بتلادینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں، جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کرلی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمھاری تواضع اور خدمت نہ کرسکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آیندہ جب کبھی تمھیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

* * *

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہا ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب و غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھادی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سُنا تھا، وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پُتلہ اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے مُنہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے؛ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہوسکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سُنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا وعقوبت کی مقدار بھی بڑہاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دُور ہوجاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور وہ بیک دفعہ تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت و گمرہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنی پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کررہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور "انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی:

"یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا لیکن اُس نے چور کو پکڑنے اور سزا دلانے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اس "کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سوچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہوجاتی، تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کردیتا، اور آخر تک پہونچ کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ "میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی..... مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دُہرانے لگتا۔

* * *

سُورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غیر آباد گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجھک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

"یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

"تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے عجیب "اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس بہ آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" "تاجر" نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی تھے!

اتنے میں عشا کی اذاں ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جاچکے تو شیخ بھی اُٹھے جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھیں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں جلد کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک رُکی رہیں مگر اب نہیں رُک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو مُنہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

* * *

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گذر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے اُن فقراء میں ہے جو سب میں پیش

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR MAULANA ABU AL KALAM AZAD.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۷ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ ـ محرم ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ـ

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ـ

پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ـ

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابله کر رهی هی ـ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الہلال چھپتا هی ـ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین ـ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

همارى راى مین بہترین حروف یہی هین ـ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی راى سی همین اطلاع دیجیي ـ یاد رکھیي ـ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی ـ ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - مالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت فی پرچه	- - -	پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلا رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر عدم معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

علم الآثار مصر

(قديم مصری عقائد ـ معاد اور حشر و نشر)

مقتبس از تحقيقات ڈاکٹر احمد کمال بک مرحوم

(۲)

(ممي کرنا)

لاش کے ممي کرنے کا طريقه يه تها که پہلے ناک کے راستے سے دماغ نکال ليتے تھے - پھر معده اور آنتيں نکال کر پيٹ صاف کرتے تھے - قسم قسم کے خوشبوئيں اندر بھرتے تھے - پھر جسم کو نمک دیکر ستر دن تک نول تار ميں رکھتے تھے - اس کے بعد دھوتے تھے اور کپڑے کی پٹيوں ميں ملفوف کر ديتے تھے - جسم کي حفاظت کيليے تورے اور ٹوٹکے بھي کرتے ' اور قسم قسم کے تعويذ لٹکاتے - يه دستور عام تها که چہرے اور انگليوں پر سونے کا ملمع کر ديتے تھے - خيال تها که جس طرح سونا بگڑتا نہيں ' اِسي طرح اِس عمل سے جسم بھي نہيں بگڑے گا - قبر کے اندر مردے کے کئي بت بھي رکھديتے تھے - تاکه اگر جسم ميں کچھه بگاڑ پيدا هو تو اِن بتوں کي وجه سے روح برابر آتي جاتي رہے - ممي کرنے کا جو طريقه مصريوں نے ايجاد کيا تها ' وه علم کي اتني ترقي پر بھي جو بيسويں صدي تک هو چکي هے ' موجوده دنيا ايجاد نه کر سکي - حتی که اس کا مصالحه بھي همیں معلوم نہيں -

(سحر)

ليکن روح کي واپسي کے ليے صرف اسي قدر کافي نہيں تها - سحر کي بھي ضرورت سمجھي جاتي تھي - اِس موقعه پر جو سحر کيا جاتا تها ' وه " اوزيس " کے افسانه سے اخذ کيا گيا تها - افسانه يه هے که " اوزي ريس " کو اُس کے بھائي " ست " نے قتل کر کے اُس کي بوٹياں کاٹيں اور هر بوٹي دوسري بوٹي سے بہت دور پھينک دي - اُن کا خيال تها که اوزي ريس پہلا آدمي تها جسے موت آئي - اِس سے پہلے آدمي مرتے نہيں تھے - اس کے قتل کے بعد اُس کي بيوي " ايزيس " بہن " نفتيس " ' بيٹے " هوريس " ' دوست " انوبس " اور " توت " نے سحر کے زور سے اُس کي منتشر بوٹياں جمع کرليں - اُنھيں باهم جوڑا ' اور جب پورا جسم جمع هوگيا تو اُسے برهنه ' ريگ پر کھڑا کرديا - پھر " هوريس " اور " توت " نے جادو کا اوزار اُس کے منهه ' آنکهه ' کان ' بازو ' اور پيروں پر رکھا - اوزار رکھنا تها که فوراً پورا جسم اِسطرح جڑ گيا ' گويا کبھي کٹا هي نه تها - ليکن روح اب بھي واپس نه آئي - وه تو قاتل " ست " کے قبضه ميں تھي - يه ديکھکر " هوريس " ' " توت " اور اُن کے ساتھيوں نے روح کي جستجو شروع کي - آخر معلوم هوا که روح تين جانوروں : بلبل ' هرن ' اور بط ميں سما گئي هے - انھوں نے کوشش جاري رکھي ' اور اِن جانوروں کے جسم سے روح نکالنے ميں کامياب هو گئے - اُس وقت " هوريس " خوشي خوشي روح لايا ' اور اپنے باپ " اوزي ريس " کے منهه پر بوسه ديکر اُس کے جسم ميں اتار دي - " اوزي ريس " زنده هو گيا - شايد اُسي وقت سے بوسه ' محبت کي علامت قرار پا گيا هے !

اس واقعه کے بعد سے " اوزي ريس " دائمي زندگي کا ديوتا تسليم کرليا گيا - کيونکه موت اُسے مغلوب نه کرسکی - اس ديوتا سے دوسرے ديوتاؤں ' فرعونوں ' اور تمام مصريوں کو زندگي حاصل هوئي - سقاره ميں چھٹے خاندان کے ايک هرم پر " کتاب ابديت " کا يه باب کنده هے اور پڑهه ليا گيا هے -

(آخرت کي زندگي)

مصريوں کا ابتدا ميں عقيده يه تها که آخرت ميں بھي انسان بالکل ويسي هي زندگي بسر کرتا هے ' جيسي دنيا ميں اسکي زندگي هوتي هے - فرق صرف اسقدر هے که يہاں کے مصائب و آلام وهاں نہيں هيں - يہي سبب هے که وه مردے کي قبر ميں وه تمام چيزيں رکھديا کرتے تھے جو دنياوي زندگي ميں اُسے مرغوب تھيں - چنانچه قسم قسم کے کھانے ' کپڑے ' زيور ' ساتھه دفن کر ديتے تھے اور سمجھتے تھے ' وه مرنے کے بعد بھي اِنسے متمتع هوگا - يہي نہيں بلکه قبر کي ديواروں پر ان چيزوں کي تصويريں بھي بنا ديتے تھے - نيز اُسکي دلچسپي کي چيزوں مثلاً شکار ' دريا ' ميدان جنگ وغيره کے مناظر بھي کنده کر ديتے - اُنھيں يقين تها که سحر کے ذريعه يه تمام تصويريں اور نقوش اصلي هوجائينگے ' اور اُن سے مردے کو وهي لطف حاصل هوگا جو زندگي ميں حاصل هوتا تها !

ليکن بتدريج اِن خيالات ميں وسعت هوئي - اُنھوں نے محسوس کيا که دنياوي زندگي آخري زندگي کا کوئی اعلی نمونه نہيں هے - چنانچه اسي کا نتيجه هے که " جنت " کا خيال پيدا هوا -

(جنت)

ليکن جنت کے تخيل نے بھي بتدريج ترقي کي - شروع ميں اُنکي جنت ' سر زمين مصر هي جيسا ايک خيالي خطه تها جسميں نہريں جاري تھيں ' سبزه لہلهاتا تها ' زندگی کي جمله دلفريبياں جمع تھيں - ليکن اس جنت ميں باوجود هر قسم کے آرام و راحت کے ' آدمي کو محنت کرنے پر بھي مجبور هونا پڑتا تها - اُسے اپنا باغ خود درست کرنا پڑتا اور کھانے کے ليے خود هي کھيتي کرني پڑتي تھي - بعد ميں محنت کا خيال جاتا رها ' اور بلا کسي تکليف کے کھانا پاني حاصل هونے لگا - اِس کے بعد جنت سر زمين مصر سے اٹھکر ملاء اعلی ميں پہنچ گئي جہاں کي رونق اور دلفريبی حد تصور سے باهر هے !

يه معاد کے مصري عقيدے کي ابتدائي ترقي تھي -

ان تمام اصحاب کیلیي

جو

قديم تمدن و صنعت كى قيمتى اشيا كا شوق ركهتى هين

دنيا مين عظيم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

مغرب و مشرق کے قدیم آثار' پرانی قلمي اور مطبوعه کتابیں' پرانی تصویریں' پرانے سکے اور نقوش' پرانے زیور' آرائش و تزیئن کا هر قسم کا سامان' اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر' اگر آپ کو مطلوب هیں' تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت' دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر' شام' فلسطین' هندوستان' ایران' ترکستان' چین' وغیره ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل ' کتب خانے ' اور عجائب خانے ' هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

والٹیر
سنے کلیسائي اور شاهي استبداد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا !

مہذب ' سنجیدہ ' با اصول ' فیاض ' اور دوستوں کا وفادار دکھائي دیتا هے - کبھي اپنے دوستوں پر جان و مال قربان کرنے پر تلا هے - کبھي دشمنوں کو پاؤں سے روند ڈالنے پر اڑا هے - والٹیر ایسي هي متناقص صفات و اخلاق کا مجموعہ هے !

لیکن یہ صفتیں اسکي شخصیت کي اصلي بنیادیں نہیں هیں - اسکي شخصیت کے ستون جس چٹان پر قائم تھے ' وہ اسکي اعلی دماغي قابلیت اور حیرت انگیز ذهانت تھي - ثبوت کے لیے کسي تاریخي شہادت کي ضرورت نہیں - اسکي کتابیں خود سب سے بڑي شہادت هیں - سارے ضخیم جلدیں اسکي یادگار هیں - انکا هر صفحہ روشني کے حرفوں میں لکھا هے - هر سطر اپني جگہہ پر ایک کامل سحر هے - اتني بڑي ' اتني کثیر ' اتني متنوع کتابیں ' کم لوگوں نے چھوڑي هیں - وہ معلومات و مباحث کي وسعت و تنوع کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کا حکم رکھتي هیں - تاهم حشو و زوائد بہت کم هیں -

خود والٹیر کا قول هے " میرا پیشہ یہ هے کہ جو کچھہ میرے ذهن میں آئے اُسے کہدالوں " زندگي بھر اسنے اسي پر عمل کیا - لیکن اسکے ذهن میں همیشہ وهي آتا تھا جو کہنے کے لائق هوتا تھا - لغو افکار سے اسکا دماغ بالا تر تھا ' اسکي سب سے بڑي مہارت یہ تھي وہ هر خیال کو ایسے پیرایہ میں ادا کردیتا تھا کہ سامعین وجد کرنے لگتے تھے !

والٹیر کي سب سے زیادہ موثر ' دلچسپ ' اور عجیب تحریریں وہ هیں ' جو اُس نے مسیحي کلیسا کے خلاف لکھي هیں - معلوم هے کہ اُس نے کلیسا کے جمود اور تعصب کے خلاف (خود اُسي کے لفظوں میں) جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا - ان تحریروں میں اُس نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لفظ اور سطریں نہیں هیں ' جرار فوجیں هیں جو حملہ آور هو رهي هیں - در حقیقت مسیحي کلیسا کے هزار سالہ تخت حکومت کے پائے اسي کے نوک قلم سے ٹوٹے ' اور اس طرح ٹوٹے کہ پھر کسي طرح بھي استوار نہ هوسکے !

والٹیر کي شہرت صرف اسکي کتابوں اور قصیدوں هي سے نہیں هوئي بلکہ وہ بہت بڑا مقرر اور لسان بھي تھا - انھیں مختلف قابلیتوں کے مجموعہ نے اُسے اپنے زمانہ کا سب سے بڑا آدمي بنا دیا !

والٹیر غضب کا محنتي تھا - کام سے کبھي نہیں تھکتا - یهي سبب هے کہ وہ اتنا بڑا علمي ذخیرہ چھوڑ گیا ' جتنا اسکے کسي هم عصر کے امکان میں نہ تھا - اُسکي غیر معمولي چستي کے ثبوت میں خود اُسي کے بہت سے اقوال پیش کیے جاسکتے هیں - وہ کہتا هے :

" سستي اور عدم ایک چیز هے "

ایک اور جگہہ لکھتا هے :

" تمام آدمي اچھے هیں ' بجز اُنکے ' جنکے پاس کرنے کے لیے کوئي کام نہیں ! "

اُسکے سکرٹري کا بیان هے :

" والٹیر بڑا سخي تھا - صرف اپنے وقت میں بخل کرتا تھا "

اُسکا مشہور مقولہ هے :

" زندگي کے مصائب کم کرنے کے لئے نفس کو همیشہ زیادہ سے زیادہ کام میں مشغول رکھنا چاهئے ... میري عمر جتني زیادہ هوتي جاتي هے ' محنت کي ضرورت کا اتنا هي زیادہ یقین هوتا جاتا هے - جو شخص محنت کا عادي هوجاتا هے ' اُسے محنت میں اتني مسرت حاصل هوتي هے کہ زندگي کي تمام کلفتیں بھول جاتا هے "

اُسکا یہ قول ضرب المثل هوگیا هے :

" اگر خود کشي مطلوب نہیں هے تو اپنے لیے کوئي کام پیدا کرلو "
اِسي جملہ سے لوگوں نے خیال کیا هے کہ اسکے دل میں خود کشي کا خیال پیدا هوا کرتا تھا - اسي لیے وہ همیشہ کام میں منہمک رهتا تھا -

(اٹھارھویں صدي کي روح)

ویکٹر هیوگو کا قول هے :

" والٹیر اور اُس کي روح کا سمجھہ لینا پوري اٹھارھوي صدي کي روح کا سمجھہ لینا هے "

" اٹلي ایک بڑي تہذیب کا منبع تھا - جرمني سے اصلاح دیني کا سرچشمہ پھوٹا - لیکن فرانس ؟ تو فرانس میں والٹیر تھا - والٹیر ایک پوري قوم تھا - انقلاب عظیم کي دعوت تھا - نہیں ' سرتاپا انقلاب تھا - فرانس کا مشہور انقلاب ' جس نے خون کي موجوں سے ایک نئي دنیا پیدا کردي ' والٹیر هي کا ایک افسون حیات تھا - یہ شخص اپنے اندر سب کچھہ رکھتا تھا - اُس میں " مونٹین " کا شک تھا - " رابیلہ " کا تمسخر تھا - " لوتھر " کي حملہ آورانہ قوت تھي - اُسي نے میراو ' مرات ' ڈانٹن ' روبسپیرو ' پیدا کیے تھے ' اور وہ بارود بنائي تھي جس سے اُنہوں نے دنیا کے تمام نظام هاے قدیم کي عمارتیں بہ یک دفعہ هوا میں اُڑادیں ! "

لامارتین کہتا هے :

" اگر انسان کا عمل اُس کي عظمت کا میزان هے تو بلا شک والٹیر موجودہ یورپ کا سب سے بڑا کاتب تھا - قدرت نے اُس کي عمر میں برکت دي - ۸۳ سال زندہ رها - قدیم نظام کے مصائب معلوم کیے ' اس کے خلاف جہاد کیا ' اور جب مرا تو وهي فتحمند تھا - "

کسي مصنف کو بھي اپنے عہد میں اتنا اقتدار حاصل نہیں هوا ' جتنا والٹیر نے حاصل کیا تھا - تمام جہان اُس کا مخالف تھا - کلیسا ' جو اُس وقت تک سب سے بڑي قوت تھي ' دشمن تھا - حکومت خون کي پیاسي تھي - اُسے قید کیا گیا - جلا وطن کیا گیا - ذلیل کیا گیا - اُس کي کتابیں ردي گئیں ' جلائي گئیں '

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

والٹیر

FRANCOIS DE VOLTAIRE.

اردو علم ادب کي بے مايگي هر گوشهٔ علم و فن ميں نمايان ھے - ليکن سب سے زياده افسوس ناک کمي يه ھے که اس وقت تک علوم و ادبيات کي وه اُمہات و اصول بهي اردو ميں منتقل نه هوسکيں جن کے بغير موجوده عہد کي کوئي زبان ' ترقي پذير زبان تسليم نہيں کي جا سکتي - " اُمہات و اصول " کا لفظ جب کبهي علوم و کتب کے ليے بولا جاتا ھے تو اُس سے مقصود يه هوتا ھے که هر علم و فن کي وه بنيادي چيزيں ' جو بمنزلهٔ اصل و اساس هيں ' اور جنهوں نے اپنے اپنے دائرهٔ بحث و نظر ميں مبادیات و قواعد کا درجه حاصل کرليا ھے - مثلاً منطق ميں ارسطو کا مقاله ' رياضي ميں اقليدس کے مقالات ' قانون ميں سولن کے مباحث ' طب ميں جالينوس کے رسائل خمسه ' نظام حکومت ميں افلاطون کي جمہوريت ' تاريخ ميں هيرو ڈوٹس کي کتاب ' فن بلاغت ميں جاحظ کے مقدمات ' قصص ميں الف ليله ' منطق استقرائي ميں بيکن کا مقاله ' وغيره ذالک - علوم و ادب کا کتنا هي وسيع و وقيع ذخيره فراهم هوجائے ' مگر وه سب برگ و بار هيں - سب سے پہلے اُن کي جڑيں زمين ميں اُستوار هوني چاهئيں - لطف يه ھے که يه کام کچهه ايسا دشوار بهي نہيں - اهل علم کي اگر ايک مختصر جماعت مستعد هوجائے ' تو دو تين سال کے اندر اُمہات علوم و ادب کا بڑا حصه اردو ميں منتقل هو جا سکتا ھے - ليکن مشکل يه ھے که نه تو اس وقت تک هم ميں ايسے اهل علم پيدا هوئے هيں جنهيں خدمت علم کا اس درجه شوق هو ' نه ملک ميں علمي طلب ھے جو اهل علم کو اِس طرف متوجه کرے - بنياد ان تمام کار و بار علم کي قومي تعليم ھے ' اور وهي اس وقت تک مفقود ھے -

اِس سلسله کا ايک اهم گوشه يورپ کي جديد تاريخ اجتماع و تمدن کي اُمہات و اصول اور اُنکے رجال علم و نظر هيں - موجوده دور کي تاريخ ' انقلاب فرانس سے شروع کي جاتي ھے - انقلاب فرانس کي تخم ريزي جس عہد ميں هوئي ' وه اٹھارهويں صدي کا ابتدائي حصه ھے - اِس عہد ميں چند شخصيتيں ايسي پيدا هوگئی تهيں ' جنکي دماغي سيرت ميں وقت کي تمام انقلابی قوتيں سمٹ آئي تهيں - وه سرتا پا پيکر انقلاب تهيں - اُنهي کے دماغ و قلم نے انقلاب فرانس کي تخم ريزي کي ' اور اُنهي کے مبادیات و اصول هيں جن سے يورپ کے نئے دور کي تاريخ کا آغاز هوا - مورخين نے انهيں " انقلاب کے ارکان ثلاثه " سے تعبير کيا ھے - اگرچه تعداد ميں تين سے زياده هيں ' ليکن قلم و کتابت کي تقسيم ميں اُنکے حلقے تين هي هيں :

(۱) والٹير Valtaire -

(۲) روسو Rausseou -

(۳) اور انسائيکلو پيڈيا کے اهل قلم The Encyclopedie -

آخري جماعت اس لقب سے اسليے موسوم هوئي که اس نے سب سے پہلے فرانسيسي زبان ميں انسائيکلو پيڈيا مرتب کي ' اور علم اور حريت فکر کے مباحث کي اشاعت اُس کے اوراق و مجلدات کے ذريعه هوئي - اس ميں سب سے زياده نامور اهل قلم دو تهے : ڈيڈرو diderot اور ڈلامبرٹ D' Alembert -

ايک مدت سے مجهے خيال تها که ان ارکان ثلاثه کي وه تحريريں جن کا شمار اُمہات و مبادیات ميں سے کيا جاتا ھے ' اردو ميں منتقل کردي جائيں ' تاکه علاوه اردو علم ادب کي تکميل کے ' غير انگريزي داں طبقه کے مطالعه کيليے تاريخ جديد کے ذهني مبادیات مہيا هوجائيں ' اور وه اسکے محاسن و نقائص ' دونوں سے با خبر هوسکيں - کئي سال هوئے ' ميں نے روسو کا " لا کنٹرکٹ سوشيل " Le Contrat Social اور ايميل Emilius ترجمه کيليے بعض دوستوں کو ديا تها - کچهه حصه کا ترجمه هوا بهي ' ليکن افسوس ھے که انکي بے ذوقي تکميل سے مانع هوئي اور اُسکے بعد مجهے بهي توجه کرنے کي مہلت نه ملي - ميرے کرنے کے کام دوسرے هيں جن کي تکميل و اشاعت سے ايک عہده برا نه هوسکا - ان کاموں کے ليے وقت کہاں سے لاؤں ؟

اب جبکه الهلال شائع هوا ھے تو اسکے صفحات کے تنوع ميں هر طرح کے بحث و نظر کي گنجائش ھے - خيال هوا ' کم از کم ايک سلسله مضامين اس موضوع پر ايسا مرتب کرديا جائے ' جس سے ايک حد تک کتابوں کے فقدان کي تلافی هوسکے - چنانچه آج " والٹير " سے يه سلسله شروع کيا جاتا ھے - اس کے تين حصے هيں - پہلا حصه جو آج شائع کيا جاتا ھے اُسکي دماغي سيرة پر اجمالي نظر ھے اور اُسکے مختصر حالات زندگي پر مشتمل ھے - دوسرے ميں اُسکے اصول و تعليمات کا خلاصه ھے - تيسرے ميں اسپر نقد و تبصره ھے - اور وهي اس سلسله کي سب سے زياده اهم چيز هوگي -

(والٹير)

ايک دن والٹير ' مشہور رقاصه رومانيل کے ساتهه اُسکي گاڑي ميں بيٹها تها - رقاصه تهيٹر جا رهي تهي جہاں اُسے والٹير کے شهرهٔ آفاق ڈراما " ميروپ " کي مشق کرنا تهي - وه بہت پريشان تهي - کہنے لگي " کاميابي کے ساتهه يه ڈراما اور اُسکے دقيق جذبات دکهانے کيليے ضروري ھے که ميرے جسم ميں شيطان حلول کر جائے "

" سچ ھے بيگم ! هر فن ميں کاميابي اِسي پر موقوف ھے که شيطان جسم ميں حلول کر جائے " والٹير کا جواب تها !

والٹير کے تمام دشمنوں نے خصوصاً کليسائی حريفوں نے بيک زبان کہا ھے که شيطان اسکے اندر حلول کيے تها - چنانچه سينٹ بوف کا قول ھے " ابليس اُسکے جسم ميں تها " رومبسٹر کہتا ھے " يهه شخص ' جہنم کي تمام قوتوں اور هولناکيوں کا مالک تها " !

دراصل والٹير اپنے وقت کا پورا آدمي تها - يورپ کي اٹهارويں صدي کي ادبيات کي سچي تصوير اِس فلسفي شاعر ميں هم ديکهه سکتے هيں - اُسکي تصانيف ميں اُس عصر کي جمله بهلائياں اور برائياں ' دونوں جمع هوگئي هيں - کبهي وه نہايت مذموم ' کج خلق ' بد اطوار ' فحاش ' بے اصول ' مفرط ' اور کمينه نظر آتا ھے - کبهي از حد لطيف '

پڑا - یہ اُس کا پہلا عشق تھا - اسلیے عمر بھر اسکي چبھن دل میں باقي رھي !

سنه ۱۷۱۵ - میں والٹیر اپنے والد سے علحدہ هوکر پیرس پہونچا - اِسي زمانه میں لوئي چہاردھم نے انتقال کیا اور لوئي پانزدھم تخت نشین هوا - بادشاہ کمسن تھا ' اسلئے سلطنت کي باگیں اُسکے مربي فلیپ ڈورلین کے ھاتھوں میں آگئیں - یہ شخص کم همت اور ضعیف الاراده تھا - ملک میں بد امني پھیل گئي - پیرس اِسکا مرکز تھا - والٹیر شورش پسندوں میں داخل هوگیا ' اور اپني بے باکي اور رأت کي وجہه سے بہت جلد ممتاز جگه حاصل کرلي -

اُسکي جرأت کا اندازہ صرف اس ایک واقعه سے کیا جا سکتا ھے که نائب سلطنت نے کفایت شعاري کے خیال سے شاھي اصطبل کے آدھے گھوڑے بیچ ڈالنے کا حکم دیا تھا - اِس پر والٹیر نے ایک مضمون میں لکھا " کاش نائب سلطنت آدھے گدھوں کي فروخت کا بھي حکم صادر کردیتے جو حکومت کي اونچي کرسیوں پر بیٹھے ھیں ! "

حکام کي نظر سے یہ مضمون گذرا تو سخت برھم هوے - پھر نائب سلطنت کي ھجو میں دو قصیدے شایع هوئے اور خیال کیا گیا که والٹیر نے ھي لکھے ھیں - اب پوري حکومت اسکي دشمن هوگئي - ایک دن کسي تفریح گاہ میں نائب سلطنت نے والٹیر کو دیکھا اور بلاکر کہا " میں تم سے شرط باندھتا ھوں که عنقریب تمھیں ایک ایسي جگہه دیکھاؤنگا جسے تمھاري ان آنکھوں نے ابھي نہیں دیکھا ھے ! " والٹیر نے تمسخر سے سوال کیا " وہ کون جگہه هوسکتي ھے ؟ " نائب نے کہا " باسٹل کي تاریک کوٹھریاں ! "

اِس گفتگو پر پورے چوبیس گھنٹے بھي نہیں گذرے تھے که والٹیر باسٹل کے خوفناک قید خانه میں بند تھا - یہ واقعه سنه ۱۷۱۷ - ۵ ھے - کاش اُس وقت حکومت کو معلوم ھوتا که ایک دن یہي باسٹل والٹیر کے پیدا کردہ انقلاب کے ھاتھوں منہدم هوکر رھیگا !

اِس وقت تک والٹیر اپنے اصلي نام " فرانسوا ماري آروئه " سے مشہور تھا - لیکن قید هونے کے بعد آیندہ حکومت کے ستمگر سے بچنے کے لیے ' ایک فرضي نام اختیار کرلیا جو والٹیر تھا - یہ فرضي نام اس درجه مشہور هوا که آج تاریخ کے سوا کہیں بھي اس کا اصلي نام نہیں ملسکتا -

قید خانه میں اُسنے بڑي همت و جرأت سے کام لیا ' اور اپني شہرۂ آفاق کتاب " ھنریاڈ " تصنیف کي - یہ در اصل ھنري چہارم کا قصه ھے جو پہلے پروٹسٹنٹ هوا تھا - پھر دوبارہ کیتھولک هوگیا ' اور آخرکار قتل کیا گیا -

قید خانه میں وہ گیارہ مہینے رھا - اِس اثنا میں اُسے سخت جسماني تکلیفیں دي گئیں - لیکن بعد میں خود نائب سلطنت کو رحم آگیا - عزت کے ساتھه رھا کردیا گیا اور سالانه وظیفه بھي مقرر هوگیا - والٹیر کي شوخ طبعي کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که اُس نے نائب سلطنت کو شکریه کا خط اِن الفاظ میں لکھا تھا :

" اعلی حضرت نے میرے رزق کا جو اھتمام کیا ھے ' اس کے لیے شکرگزار ھوں - مگر میري دست بسته درخواست ھے که میري سکونت کے انتظام کرنے کي حضور کبھي زحمت گوارا نه کریں !

اُسکا اشارہ قید خانه کي طرف تھا -

باسٹل سے نجات پانے کے بعد والٹیر نے اپنا مشہور ڈراما " اوڈیپ " لکھا - یہ ایک نہایت ھي درد انگیز قصه ھے - بہت مقبول هوا اور مسلسل ۴۵ دن تک پیرس کے تھیٹروں میں دکھایا گیا - والٹیر کے والد کو اِسکا حال معلوم هوا تو خاص اُسکے دیکھنے کے لیے پیرس آیا - تماشه دیکھتے وقت اپني مسرت بار بار یہ کہکر ظاھر کرتا " آہ شیطان آہ شیطان ! "

اسي ڈراما میں اُسنے اپنے یہ انقلاب انگیز خیالات ظاھر کیے تھے :

" ھمارے کاھن ویسے نہیں ھیں جیسا سادہ لوح عوام اُنھیں سمجھتے ھیں "

" اِن کاھنوں کے علوم و معارف کیا ھیں ؟ در اصل ھماري سادہ لوحي اور زود اعتقادي ھي اُن کے علوم و معارف ھیں ! "

" ھمیں اپني قوت پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاھیے - ھر چیز خود اپني آنکھوں سے دیکھني چاھیے - در حقیقت ھماري عقل ھي ھمارا معبود ' ھمارا عبادت خانه ' اور ھمارا کاھن ھے "

اِس ڈراما سے والٹیر نے چار هزار فرنک حاصل کیے - اُس نے یہ رقم ضایع نہیں کي - بلکه اُسے اپنا رأس المال قرار دیا اور بڑي هوشیاري سے اُسے بڑھاتا رھا - اُسکا اصول تھا که آدمي کو اپني روزي اپني محنت سے کمائي چاھیے اور اپني کمائي سے کچھه نه کچھه پس انداز ضرور کرنا چاھیے - وہ کہا کرتا تھا " فلسفه چھانٹنے سے پہلے آدمي کو زندہ رھنے کي حکمت سیکھني چاھیے " !

الهلال

کا

یہ ۷ - وان نمبر ھے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي ھے - کیا آپ کو خود اس طرف توجه نه ھوني ؟

اس میں شک نہیں که اصحاب ذوق نے جس طرح الہلال کا استقبال کیا ' شاید ھي ایسي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ھے که پرچه کي ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ھے ' اور قیمت اُسکے مقابله میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھاني چاھیے - یا اتني وسیع اشاعت ھوني چاھیے که اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي ھوجاے -

حتی کہ جھانکنے ' بیچنے ' اور پڑھنے والوں تک کو سزا دی گئی - مگر والٹیر کے عزم و همت میں فرق نہ آیا - وہ تمام دشمنوں پر غالب آیا - تمام مشکلات پر فتحمند هوا - اُس نے همیشه حق و حقیقت کا اظہار کیا اور بالآخر دنیا کی گردنیں اُس کے علمی و عقلی جبروت کے آگے جھک گئیں - یا تو اُسے ذلیل سمجھا جاتا تھا - یا پھر یہ هوا کہ پادشاہ ' شہنشاہ ' اور روم کے پوپ تک ' اُس کی خوشامدیں کرنے لگے - سب اُس کی هیبت سے لرز اٹھے - پاپاؤں کی روحانی گدی اور بادشاهوں کے زریں تخت هلنے لگے - آدھی دنیا نے اِس ساحر کے لیے اپنے کان کھول دئے' اور اُس کی زبان و قلم کا هر لفظ باشندگانِ یورپ کے دلوں میں اُتر گیا !

والٹیر ایک ایسے زمانہ میں پیدا هوا تھا جس کی سب سے بڑی ضرورت تخریب اور شکست و ریخت تھی - جرمنی کا نیتشے کہتا ہے " ھنسنے والے شیروں کے نمودار هونے کی ضرورت ہے " والٹیر نے یہ نہیں کہا' مگر وہ سچ مچ کو شیر کی طرح گرجتا اور ھنستا هوا اٹھا ' اور قدیم نظام کی کہنہ عمارت ڈھا دی - درحقیقت یورپ کی موجودہ بیداری اور تہذیب کا سہرا دو هی آدمیوں کے سر ہے - والٹیر اور روسو - اِنہی دونوں نے انقلاب فرانس کی تخم ریزی کی' اور وہ سب کچھ مہیا کر دیا جس کی اِس انقلاب کو ضرورت تھی - بدنصیب لوئی شانزدهم نے قتل هونے سے چند دن پہلے قید خانہ میں والٹیر اور روسو کی کتابیں دیکھی تھیں - وہ بے اختیار چلا اٹھا " اِنہی دو آدمیوں نے فرانس کو برباد کیا ہے ! " ظاهر ہے کہ فرانس کی بربادی سے بدنصیب بادشاہ کا مقصود اپنے خاندان کی بربادی تھی - نپولین اعظم کہا کرتا تھا " بوربون (فرانس کا خاندان شاهی) اپنا تخت و تاج محفوظ رکھ سکتا تھا اگر والٹیر اور روسو کا عمدہ بند کر دیتا " خود والٹیر کہتا ہے " کتابیں هی قوموں پر حکومت کرتی هیں " اسی کا مقولہ ہے " دماغی تربیت سے بڑھکر کوئی ذریعہ آزادی کا نہیں " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " جب قوم سوچنے لگ جائے تو پھر منزل مقصود سے اُسے روکنا نا ممکن هو جاتا ہے " والٹیر کے ظہور کے ساتھ فرانس نے سوچنا شروع کیا ' اور دنیا کی کوئی قوت بھی اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکی -

(مختصر سوانح حیات)

والٹیر کا اصلی نام " فرانسو ماری اوربہ " ہے - سنہ ۱۶۹۴ ع میں پیرس میں پیدا هوا - اُس کا باپ رجسٹرار تھا اور ماں ایک شریف گھرانے کی خاتون تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ والٹیر نے اپنی غصہ ور طبیعت اپنے باپ سے ورثہ میں پائی تھی ' اور ذهانت ماں سے - والٹیر کے پیدا هونے میں اُس کی ماں کو اتنی تکلیف هوئی کہ جانبر نہ هو سکی - وہ خود بھی از حد کمزور تھا - حتی کہ اُس کی دائی کے گود میں لیتے هی کہہ دیا " کہ ایک دن سے زیادہ نہیں جیئیگا " لیکن اُس کا اندازہ غلط تھا - وہ ۸۴ سال تک زندہ رہا - البتہ بیماریوں اور جسمانی تکلیفوں میں همیشہ مبتلا رہا -

والٹیر کا ایک بڑا بھائی بھی تھا - اسکا نام " ارمان " تھا لیکن وہ اِسی خبط کے جرم میں کلیسا کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا - اُسکا ایک واقعہ بہت مشہور ہے - وہ جب قید تھا اور پھانسی کا حکم صادر هو چکا تھا ' تو بعض دوستوں نے رائے دی - توبہ کرکے جان بچالے - لیکن یہ سنکر وہ بہت غضبناک هو گیا - اُس نے کہا " دوستو ! شکریہ - اگر تم خود پھانسی پر لٹکنا پسند نہیں کرتے تو اُن لوگوں کی راہ کیوں روکتے هو جو پھانسی پانا پسند کرتے هیں ؟ "

والٹیر کا باپ اپنے دونوں لڑکوں کی شکایت کیا کرتا تھا " خدا نے مجھے دو پاگل بیٹے دیے هیں : ایک کو نثر کا جنون ہے ' دوسرے کو نظم کا " والٹیر نے شعر کہنا اُس وقت سے شروع کیا جبکہ وہ اپنا نام بھی صحیح طور پر نہیں لکھ سکتا تھا - اُسکا باپ عملی زندگی کا عادی تھا - اُسنے اپنے لڑکے کی یہ حالت دیکھکر افسوس کے ساتھ یقین کر لیا کہ یہ بالکل ناکارہ نکلیگا - اُسے کیا معلوم تھا' ایک دن اُسکا یہی " ناکارہ " تمام یورپ کا سب سے بڑا اهل قلم تسلیم کیا جائیگا !

والٹیر کی ماں کے انتقال کے بعد اُسکا خاندان پیرس چھوڑ کر دیہات میں جا بسا - یہاں ایک دولتمند فاحشہ نے والٹیر کو دیکھا اور اُسمیں آثار ذهانت و نجابت پائے - چنانچہ مرنے سے پہلے وہ یہ نیک کام کر گئی کہ دو هزار فرنک والٹیر کو هبہ کر دیے - تا کہ " اس روپیہ سے اُسے کتابیں خرید دی جائیں "

والٹیر کو اِن کتابوں سے بڑا نفع هوا - وہ عمر بھر اِس آبرو باختہ عورت کا احسان مند رہا - اِسکے بعد ایک راهب کو اُس سے محبت هو گئی - لیکن یہ راهب دراصل ملحد تھا - اِس نے اُسے شک و الحاد کی تلقین کی ' اور کلیسا کی طرف سے نفرت و انکار دلنشین کر دیا -

اِسکے بعد وہ پادریوں کے مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلیے داخل کیا گیا - یہاں اُسنے فن مناظرہ اور علم کلام سیکھا - اُس وقت بڑا علمی کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک هی مسئلہ کو بہ زور جدل دو متناقض پہلوؤں سے ثابت کردیا جائے - والٹیر نے اِس فن میں کمال حاصل کر لیا - نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مسئلہ پر بھی اُسے یقین باقی نہ رہا - مدرسہ میں وہ بڑا محنتی طالب علم مشہور تھا - حتی کہ فرصت کے اوقات میں بھی جبکہ اور لڑکے کھیل کود میں مصروف هوتے ' وہ اساتذہ سے لاهوتی مسائل پر بحث کیا کرتا - اپنی طالب علمانہ زندگی کے متعلق وہ کہا کرتا تھا " پادریوں نے مجھے لاطینی زبان اور بہت سی بیہودہ بدحواس سکھائی ہے ! "

تعلیم ختم کرنے کے بعد اُسے عملی دنیا کی طرف توجہ هوئی ' اور اپنے لیے کوئی پیشہ منتخب کرنا چاھا - اُسنے اپنے باپ سے بلا پس و پیش کہدیا " میں شعر و ادب کو اپنا پیشہ بناؤنگا " باپ بہت خفا هوا اور بہت سمجھایا - مگر اُسنے ایک نہ سنی اور اپنی هٹ پر قائم رہا - لطف یہ ہے کہ اِس پیشہ کے متعلق خود اُسکی رائے یہ تھی : " شعر و ادب اُن لوگوں کا مشغلہ ہے جو اجتماعی زندگی میں بے فائدہ بنکر اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سر پر بوجھ هونا چاهتے هیں - یہ اُن لوگوں کا پیشہ ہے جو بھوکوں مر جانا پسند کرتے هیں "

۲۱ - برس کی عمر تک والٹیر نے اپنے نفس زندگی و عیاشی کیلیے وقف کر رکھا تھا - راتیں بادہ گساری اور دن کھیل پر :

همہ شب شراب خوردن همہ روز خواب کردن !

اُسکے والد کو اِس تہتک سے بڑی تکلیف تھی - اُسنے لاکھ کوشش کی مگر اصلاح کی کوئی صورت نہ نکلی - آخر اپنے ایک سخت گیر رشتہ دار کے هاں بھیجدیا - شروع میں تو اِس نئے مربی نے بڑی سختی کی - لیکن پھر اُسکی غیر معمولی قابلیت و ذهانت دیکھکر آزاد چھوڑ دیا - والد کو معلوم هوا تو اُسے واپس بلا لیا اور هالینڈ میں فرانسیسی سفیر کے حوالہ کر دیا کہ اپنی نگرانی میں رکھے - یہیں هالینڈ کے پائے تخت لاهائی میں والٹیر نے ایک دوشیزہ سے عشق کیا ' مگر راز جلد کھل گیا ' اور حضرت کو هزاروں حسرتوں کے ساتھ وطن بھاگنا

پر جوش نو مسلم هي کا استقبال کر سکتے تھے - بونا پارتي (بونا پارٹ کو اسکي فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے "بونا پارتي" کہتے تھے) اسکے لیے بھي بے دریغ طیار ھو گیا "

نپولین کے مورخوں میں قین سب سے زیادہ جوش مخالفت رکھتا ھے - اس نے اپني تاریخ صرف اسلیے لکھي ھے تا که وہ تمام مواد جمع کردے جو نپولین کي مخالف جماعتوں نے اسکے خلاف راے عامه پیدا کرنے کیلیے طیار کیا تھا - وہ اس معامله میں اسکي " انتہا درجه کي شیطنت " محسوس کرتا ھے ' اور واقعه کے نا گوار پہلوؤں کي تکمیل کیلیے اتنا حصه اور بڑھا دیتا ھے که " اس نے بار بار مسلمان مشایخ کو خوش کرنے کیلیے مسیحي مذھب کي ھنسي اڑائي اور عیسائیوں کو گالیاں دیں "

بوربون خاندان اور اسکے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغه قائم کر رکھا تھا - ھر مہینه کوئي نه کوئي رساله انگلستان سے چھپکر نکلتا اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا - اس کام کیلیے تنخواہ دار اھل قلم مہیا کیے گئے تھے - انھي میں ایک شخص تیبر نامي تھا - اسنے ایک رساله اس موضوع پر لکھا تھا که " کیا بونا پارٹ ترک (مسلمان) ھو گیا ھے ؟ " تھیرس اس رساله کا ذکر کرتے ھوے لکھتا ھے " اس میں نپولین کي کئي تصویریں اس طرح کي بنائي گئي تھیں ' جیسي از منۂ وسطی (مدل ایجز) میں پیغمبر اسلام کي بنائي گئي تھیں - نہایت خونخوار قیافه - چشم و ابرو سے قتل و خونریزي کے جذبات ٹپک رھے ھیں - ایک ھاتھه میں برھنه تلوار ھے - دوسرے میں قرآن "

چند سالوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا تاکه اُس کي تاج پوشي کي رسم ادا کرے ' تو لندن کے ایک اخبار کا کارٹون بہت مشہور ھوا تھا - اس میں نپولین کے ایک ھي دھڑ پر دو رو پشت چہرے بنائے تھے - ایک پر پگڑي تھي - ایک برھنه تھا - پگڑي والے سر کے منھه سے یه الفاظ نکل رھے تھے " میں مشرق میں اس لیے آیا ھوں تا که دین محمدي زنده کردوں " مگر برھنه سر کہه رھا تھا " میں مشرق سے واپس آگیا تاکه نوٹر دم کے گھنٹوں کا مقدس بلاوا سنوں ! " پہلا جمله نپولین کے اعلان مصر سے ماخوذ تھا - دوسرا اُس کي ایک پر جوش تقریر سے ' جس میں اُس نے مذھب کي ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے ھوئے کہا تھا " میرے حافظه میں کسي چیز کي یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نہیں کرتي ' جس قدر گرجے کے گھنٹے کي مسلسل صدائیں "

لیکن جب که مخالفین نے اس معامله کو اس درجه اھمیت دي ' تو موافقین نے بھي اُس کي اھمیت گھٹانے میں کوئي کمي نہیں کي - نپولین کے اکثر ثنا خواں اس بارے میں ساکت رھے ھیں - بعضوں نے ذکر کیا بھي ھے تو اس سے زیاده نہیں که اُس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاھر کیا تھا - بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بھي کام لیا ھے اور لکھه دیا ھے که " یه واقعه ھي سرے سے غلط ھے " فوشے اور کلیپر مورخانه سنجیدگي کے ساتھه لکھتے ھیں " منجمله اُن تہمتوں کے جو شہنشاہ کے دشمنوں نے تراشي تھیں ایک تہمت یه بھي تھي " گین تہیوم اور لیس کیس نے (اور آخرالذکر اُن لوگوں میں سے ھے جو سینٹ ھلینا میں نپولین کے رفیق رھے تھے) اس معامله کا کوئي ذکر نہیں کیا ھے - بیورین نپولین کا سکریٹري اور مصر و شام میں اُس کے ساتھه تھا - وہ نپولین کے واقعات مصر بہت تفصیل سے بیان کرتا ھے ' لیکن اس معامله کا کوئي ذکر نہیں کرتا - خود نپولین نے سینٹ ھلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تھے جو دو جلدوں میں مرتب ھوکر شائع ھوئے - اس میں وہ مصر کے واقعات کا به تفصیل ذکر کرتا ھے - اسلام کا بھي ذکر کرتا ھے - یه بھي کہتا ھے که اگر ضرورت ھوتي تو اسلام قبول کرکے تمام اسلامي ممالک زیر نگیں کر لیتے اور ایک عظیم مشرقي مملکت کي بنیاد رکھدینے میں مجھے تامل نه ھوتا - لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتا که اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا -

(مصر کے مسلمان مورخ)

نپولین کے حملۂ مصر کا زمانه اگرچه مشرق کے دماغي و علمي تنزل کے بلوغ کا زمانه تھا ' اور مصر و شام کے عہد وسطی کي رھي سہي علمي قوتیں نویں صدي ھجري میں تقریباً ختم ھو چکي تھیں ' تا ھم جامع ازھر کے وسیع حلقۂ درس و تدریس کي بدولت علم کي تمدت بدستور قائم تھي - اگرچه کیفیت مفقود ھوچکي تھي - شہاب الدین خفاجي صاحب درة الغواص - سید مرتضی زبیدي صاحب تاج العروس - شمس الدین الشامي صاحب سیرة الشامیه و عقود الجمان - ابو بکر مرعي صاحب کواکب الدریه - نور الدین الحلبي صاحب سیرة حلبیه - ابن فضل الله المحبي صاحب خلاصة الاثر - ابو الفتح اسحاقي صاحب لطائف الاخبار - ابو العباس مقري صاحب نفح الطیب - شمس الدین بکري صاحب تحفة البهیه - ابن یوسف الحلاق صاحب تحفة الاحباب - شمس الدین تمرتاشي صاحب تنویر الابصار - شرنبلالي شارح متون حنفیه - شیخ اسماعیل زرقاني شارح موطا و مواھب - وغیرہ علماء مصر کا زمانه تقریباً گیارھویں اور بارھویں صدي ھجري کا زمانه ھے ' اور اُس عہد سے متصل ھے جب نپولین مصر میں داخل ھوا ھے - ھجري سنه کے حساب سے حملۂ مصر سنه ۱۲۱۳ - میں ھوا ھے - یعنے تیرھویں صدي کے بالکل اوائل میں -

چنانچه ھم دیکھتے ھیں که اس زمانے میں بھي علماء مصر و شام ' خصوصاً علماء ازھر کي ایک بہت بڑي تعداد موجود تھي جو درس و تدریس کے ساتھه تصنیف و تالیف کا مشغله بھي رکھتي تھي - ان میں سب سے زیاده نمایاں اشخاص جنکا نپولین اور فرانسیسي حکام سے زیاده سابقه رھا ' یا انھوں نے اُس عہد کے حالات قلمبند کیے ' حسب ذیل ھیں :

(۱) شیخ عبد الله الشرقاوي : جامع ازھر کے مشاھیر اساتذہ میں سے تھے - نپولین نے مصر کے شہري انتظام کے لیے چوده ارکان کي ایک مجلس شوری بنائي تھي جو " دیوان " کے نام سے پکاري جاتي تھي - شیخ شرقاوي کو اسکا رئیس منتخب کیا تھا - انھوں نے ۲۰ - سے زیاده کتابیں یادگار چھوڑي ھیں - ان میں ایک قیمتي کتاب تحفة الناظرین ھے جس میں فرانسیسیوں کے حمله سے لیکر انکي واپسي تک کے چشم دید حالات بالاختصار بیان کیے ھیں - سنه ۱۱۵۰ میں پیدا ھوے ' اور ۱۲۲۷ مطابق سنه ۱۸۱۲ میں انتقال کیا - تحفة الناظرین مصر میں چھپ گئي ھے -

(۲) شیخ سلیمان فیومي : یه بھي اساتذۂ ازھر میں سے تھے ' اور مشیخت کے درجه تک پہونچ چکے تھے - نپولین نے انھیں بھي " دیوان " کا رکن منتخب کیا تھا - نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبي نے قتل کرڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجي عدالت میں تحقیقات کي ' تو یه بڑے مخمصه میں پھنس گئے - لیکن بالآخر نجات پائي - انھوں نے بھي ایک مختصر رساله

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام

کیا نپولین مسلمان ہوگیا تھا ؟

اٹھارھوں صدي کے اوائل کا ایک تاریخي مبحث

نپولین کا حملۂ مصر اس کي فاتحانہ اولعزمیوں کا ایک غیر معمولي واقعہ ہے - اُس کي زندگي کے تمام مورخوں نے یہ واقعہ بڑي شرح و تفصیل سے لکھا ہے - یکم جولائي سنہ ۱۷۹۸ ع کو فرانسیسي فوج نے سرزمین مصر پر قدم رکھا تھا ' اور سنہ ۱۸۰۱ ع میں واپسي پر مجبور ہوئي تھي -

لیکن اس حملہ کي داستان کا ایک واقعہ ایسا ہے جس میں نہ تو تمام مورخ متفق ہوسکے - نہ کوئي ایک رائے مضبوطي کے ساتھہ ظاہر کي جاسکي - بعضوں نے اُسے اِس درجہ غیر وقیع تصور کیا کہ یکقلم نظر انداز کر دیا - بعضوں نے اس قدر اہمیت دي کہ خاص خاص عنوان اور ابواب اُس کے لیے ترتیب دیے - نپولین کے عہد میں' اور اُس کے کچھہ عرصہ بعد تک اُس کي مخالفت اور موافقت کے جذبات نہایت شدید تھے - اس لیے یہ واقعہ مخالفوں کے لیے بہت زیادہ اہم ' مگر موافقوں کے لیے نظر انداز کر دینے کے قابل تھا -

یہ نپولین کے مسلمان ہونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرنے کا واقعہ ہے -

تمام تاریخدان متفق ہیں کہ نپولین نے مصر پہنچنے سے پہلے ہي ایسے اعلانات طیار کر لیے تھے جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تھا اور مملوکوں کے خلاف (جو وہاں عملاً حکمراني کر رہے تھے اگرچہ حکماً سیادت دولۃ عثمانیہ کو حاصل تھي) اُبھارا تھا - ان اعلانات میں نپولین نے یہ بھي لکھا تھا " میں اسلام و قرآن کا مخالف نہیں ہوں - بلکہ سچا حامي ہوں - میں چاہتا ہوں ' اصلي اسلام تازہ ہوجائے ' اُس کي عظمت و شوکت برقرار رہے ' اور اُس کے دشمن ناکام و نامراد ہوں " اس میں بھي سب کا اتفاق ہے کہ اس نے مصر جاتے ہوئے راستہ میں اسلام اور قرآن کي نسبت غیر معمولي واقفیت حاصل کرلي تھي - وہ مصر کے علما و مشائخ کو اپني واقفیت سے متعجب کردینے کي کوشش کرتا ' اور انہیں بار بار یقین دلاتا کہ اسلام کي بہت بڑي عزت اُس کے دل میں ہے - اس سے بھي کسي نے انکار نہیں کیا ہے اور خود اُس نے بھي اپنے سینٹ ھلینا کے خود نوشتہ تذکرہ میں اعتراف کیا ہے ' کہ اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر اُس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کي تھي ' اور وہ کم سے کم شرطیں معلوم کرني چاہتا تھا جو مسلمان ہونے کے لیے ضروري ہیں - یہ واقعہ بھي مسلم ہے کہ اُس کے بعض فوجي افسر مسلمان ہوگئے تھے اور مسلمان خاندانوں میں رشتہ داریاں کرلي تھیں - چنانچہ ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجي حاکم منتخب ہوا تھا ' علانیہ مسلمان ہوگیا تھا' اور " عبداللہ جاک " کے نام سے مشہور تھا - اُس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بھي کر لیا تھا -

لیکن ان تمام متفقہ امور کے ساتھہ جس بات میں اختلاف ہے ' وہ یہ ہے کہ نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بھي ظاہر کیا تھا یا نہیں ؟

اُس کے مخالفین کہتے ہیں - وہ مسلمان ہوگیا تھا - یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا - اُنہوں نے نپولین کے جرائم کي فہرست میں یہ واقعہ بھي شامل کیا ہے' اور اس سے اُسکي طبعي منافقت ' بے دیني ' اور ابن الوقتي پر استدلال کیا ہے -

نپولین نے جب شام پر حملہ کیا ' تو سر سڈني اسمتھہ نے جو انگریزي بیڑہ کا امیر البحر تھا شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بھیجا تھا - اسمیں لکھا تھا : " وہ انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحي بہادر ہے پوري طرح بھروسہ کریں' اور نپولین کي کچھہ پروا نہ کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تھا ' اور اب مصر کے شیخوں کے ہاتھہ پر مسلمان ہو چکا ہے ! "

نپولین کے مشہور بحري حریف لارڈ نیلسن نے اپني مشہور اور تاریخي آشنا ' لیڈي ھملٹن کو لکھا تھا :

" یہ کوئي تعجب کي بات نہیں کہ وہ (نپولین) مصر میں دین محمدي کا غازي بن گیا ہے اور اِسکي خبریں ہندوستان کے تباہ شدہ مسلمان نبابوں (نوابوں) تک پہنچ گئي ہیں - مجھے یقین ہے - اگر اُسے اسٹریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کي ضرورت ہوتي تو وہ بلا تامل اپنے تمام فوجي افسروں کے ساتھہ اُس درخت کے تنہ کي پوجا شروع کر دیتا جسپر وہ مردوں کي کھوپڑیاں رکھا کرتے ہیں ! "

انقلاب فرانس کا مشہور ابن الوقت تیلراند ' Talleyrand نپولین کے تذکرہ میں لکھتا ہے " اُس نے کبھي اس بات پر ندامت ظاہر نہیں کي کہ وہ مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کي پگڑي اور جبہ پہنکر گیا تھا ' اور کہا تھا ' میں دین محمدي زندہ کرنے اور اسکے لیے جنگ مقدس کرنے آیا ہوں ! "

نپولین کا مشہور انگریز سوانح نویس ایلي سن کہتا ہے " یہ اُس کي زمانہ ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیادہ مکمل مظہر تھا - اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباہ نہ کر دیا ہوتا اور قسمت اس سے موافق ہوتي ' تو یقیناً وہ ہندوستان کے ساحل پر قرآن حمایل کیے ہوے اترتا ' اور حیدر علي سے کہتا : میں دین محمدي کے دشمنوں کو ہندوستان سے نکالنے کیلیے آگیا ہوں - اُسکے بعد اگر وہ دیکھتا کہ ہندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے اور انگریزوں کے بر خلاف اُبھارنے کیلیے اِسکي ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو مقدس دیوتاؤں کا پرستار ظاہر کرے ' تو اس میں بھي اُسے اتنا ہي تامل ہوتا ' جتنا تامل مسلمان ہونے میں ہوا تھا ! " -

سر والٹر اسکاٹ کا قلم اُن تمام انگریز اہل قلم میں جنھوں نے اُس عہد میں نپولین پر قلم اُٹھایا ہے ' زیادہ مستند تسلیم کیا گیا ہے - وہ بھي اس واقعہ میں نپولین کي " منافقانہ طبیعت " کا پورا ظہور دیکھتا ہے اور لکھتا ہے " مصر کے متعصب شیخ صرف ایک

شیخ خلیل بکری

جو نپولین کے زمانہ میں نقیب السادات مصر تھے -

درج کیے جاتے تھے - یہ گویا مصر میں عربی زبان کا سب سے پہلا اخبار تھا - اس کی تحریر سید عبدالرحمن کے سپرد تھی - اس طرح واقعات و حوادث کی کتابت و تدوین کا انہیں ایسا مستند موقعہ مل گیا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا - سنہ وفات ۱۲۳۰ ھ ہے -

(دو شامی مورخ)

لیکن مصر سے باہر دو مسیحی نام اور بھی ہیں جو اس عہد کے حوادث و سوانح ضبط تحریر میں لا رہے تھے : نقولا ترک ' اور امیر حیدر شہاب -

پہلا مصنف لبنان کے ایک مسیحی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قسطنطنیہ سے آکر شام میں مقیم ہوگیا تھا - اس نے نپولین کی زندگی ہی میں نپولین کی تاریخ عربی زبان میں لکھی تھی جس کا پہلا حصہ مع فرانسیسی ترجمہ کے سنہ ۱۸۳۹ ع میں پیرس سے شائع ہوا - اس حصہ میں فرانسیسیوں کے مصر سے اخراج تک کے واقعات درج ہیں - اس کتاب کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے جب خیال کیا جائے کہ یہ مشرق کی سب سے پہلی کتاب ہے جو نپولین کے حالات میں لکھی گئی ' اور اس وقت لکھی گئی جب خود یورپ میں بھی اس کی کوئی بڑی تاریخ نہیں لکھی گئی تھی - نپولین کے حملۂ شام کے واقعات کا بڑا حصہ مصنف کے چشم دید واقعات میں سے ہے - اس نے سنہ ۱۲۴۴ - مطابق سنہ ۱۸۲۸ - میں انتقال کیا -

امیر حیدر لبنان کے خاندان " شہاب " کا ایک صاحب علم و قلم امیر تھا - اس نے کئی کتابیں شام و لبنان کی تاریخ میں لکھی ہیں جن میں نپولین کے حملۂ مصر و شام کے حوادث بھی آگئے ہیں - ان میں سے غرر الحسان اور نزہۃ الزمان خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں - امیر موصوف کا سال وفات سنہ ۱۲۵۱ - مطابق ۱۸۳۵ ع ہے -

(علماء مصر کی تصویریں)

فرانسیسیوں نے مصری دیوان کے تمام ارکان کی تصویریں کھینچ لی تھیں - اور بطور عجائب شرق کے اپنے ساتھ فرانس لے گئے تھے - جبرتی نے یہ تصویریں دیکھی ہیں ' اور ان کی صناعیوں پر تعجب ظاہر کیا ہے - مستشرق مارسل نے جسے نپولین عربی طباعت کے اهتمام کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا ' اپنی کتاب " معلومات مصر " میں یہ تمام تصویریں درج کردی ہیں - ہم ان میں سے شیخ شرقاوی ' شیخ بکری ' اور شیخ سلیمان فیومی کی تصویریں اس تحریر کے ساتھ شائع کردیتے ہیں - ان سے اس عہد کے علماء و مشائخ مصر کی وضع و قطع اور شکل و شمائل نظروں کے سامنے آجائیگی - مصر و شام میں تاریخ اسلام کے ازمنۂ وسطی سے لیکر بارھویں صدی تک ' معاشرتی زندگی تقریباً یکساں رہی ہے - اس لیے یہ تصویریں اگرچہ صرف ڈیڑھ سو برس پیشتر کی ہیں ' لیکن ان کی وضع و قطع سے تقریباً چار سو برس پیشتر تک کی وضع و قطع کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - ساتویں ' آٹھویں ' اور نویں صدی ہجری کے علماء مصر و شام ' مثلاً امام ذہبی ' امام عزی ابن دقیق العید ' تقی الدین سبکی ' حافظ برزالی ' حافظ ابن حجر عسقلانی ' حافظ سخاوی ' جلال الدین سیوطی ' وغیرہم کا لباس اور وضع و قطع تقریباً ایسی ہی ہوگی ' جیسی شرقاوی اور فیومی کی ہے - شیخ بکری کی زندگی چونکہ امراء کی سی زندگی تھی ' اس لیے وہ سمور کا جبہ پہنے ہیں اور ہاتھ میں مصری سنقہ یعنی تمباکو کا پائپ ہے -

(عربی مورخین کی شہادت)

اب دیکھنا چاہیے کہ نپولین کے اظہار و عدم اظہار اسلام کے بارے میں ان مورخین کی شہادت کیا ہے ؟ اس بارے میں سب سے زیادہ معتبر شہادت انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے - ان میں سے چند مورخ تو خود ان لوگوں میں سے تھیں ' جن کے سامنے نپولین کے اظہارات ہوتے ہوتے - مثلاً شیخ مہدی شیخ الازہر ' اور شیخ شرقاوی شیخ الدیوان - اور بعض ایسے ہیں جو اپنے چشم دید حالات قلمبند کر رہے ہیں اور اس بارے میں کوئی خاص مورخانہ تعصب نہیں رکھتے - مثلاً شیخ جبرتی اور سید اسماعیل خشاب -

ان کی شہادت یہ ہے کہ نپولین نے نہ صرف اپنے تئیں اسلام کا دوست ظاہر کیا تھا ' بلکہ مسلمان ہونے کا بھی دعوی کیا تھا ! وہ اسلامی لباس پہنکر علماء و مشائخ سے ملتا ' مسجد میں جاتا ' اور نماز جمعہ میں شریک ہوتا - چنانچہ اس نے اپنی تصویر بھی اس لباس میں اتروائی تھی جو آجتک موجود ہے ' اور جسے پروفیسر مارسل نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے - مزید تفصیل آئندہ نمبر میں ملیگی -

شیخ سلیمان فیومی

جو اس عہد کے مشاهیر علماء مصر میں سے تھے

حوادث مصر پر لکھا ہے : " الوقائع و النوازل " سنه ۱۲۳۲ ھ مطابق سنه ۱۸۱۶ میں انتقال کیا -

(۳) شیخ خلیل البکري - مصر میں عرصه سے خاندان وفائیه کا سجادهٔ طریقت قائم ہے - جونکه نسلاً حضرة " ابوبکر " کي اولاد میں ہیں - اسلیے " بکري " کہلاتے ہیں - جو شخص سجاده نشین ہوتا ہے اسے " نقیب السادات " کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے جو سرکاري لقب ہے - نپولین کے زمانه میں سجاده نشین شیخ خلیل تھے - نپولین نے انہیں بھي دیوان کا رکن چنا دیا - ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسي افسروں میں بہت زیاده رسم و راه پیدا ہوگئی تھي - نپولین اکثر انکے مکان پر آتا - یه اسکي دعوتوں میں شریک ہوتے - انہي نے نپولین کو ایک حبشي غلام بطور ہدیه کے دیا تھا جسے نپولین اپنے ہمراه فرانس لے گیا تھا - یه شاعر اور ادیب تھے - اسوقت کے حوادث مصر پر متعدد قصائد لکھے

نپولین مصري اسلامی لباس میں

جب اس نے جامع ازہر و جامع حسیني میں نماز جمعه ادا کی تھی

ہیں - بعض فرانسیسي مستشرقین اپنے ساتھ لیگئے اور پیرس میں ترجمه کے ساتھه شائع کیا - سنه ۱۲۳۵ ھ مطابق سنه ۱۸۲۰ میں انتقال کیا -

(۴) شیخ محمد مہدي - یه اسوقت جامع ازہر کے شیخ تھے - اصلاً قبطي تھے - بچپنے میں مسلمان ہوگئے اور ازہر میں تحصیل علوم کرکے علم و فضل کا درجه حاصل کرلیا - یہانتک که مشیخت کے درجه تک پہونچ گئے - یه بھي نپولین کے دیوان کے رکن تھے انہوں نے ایک کتاب الف لیله کي روش پر تحفة المستیقظ لکھی تھی جسے فرانسیسي اپنے ساتھه لیگئے اور فرنچ ترجمه کے ساتھه پیرس میں چھاپ کر شائع کیا - انہوں نے سنه ۱۲۳۰ – مطابق ۱۸۱۵ ع میں انتقال کیا -

(۵) عبدالرحمن جبرتي - یه اس عہد کا سب سے بڑا مورخ ہے - " جبرت " حبش کے قریب ایک موضع کا نام ہے - اس کے مورث

مرادبک مملوک

جو مصر کے دفاع میں نپولین سے لڑا مگر ناکام رہا

اعلی زہین سے مصر آئے تھے - جب نپولین مصر آیا اور دیوان شوری مقرر کیا ' تو اس کے لیے ایک نائب کي ضرورت ہوئي - اس کام پر اسي کا تقرر ہوا - اسطرح اسے موقعه مل گیا که بہت زیاده قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعه کرے -

اس نے اپنے زمانه کے حوادث مصر پر ایک ضخیم کتاب عجائب الآثار لکھي ہے جو تاریخ جبرتي کے نام سے مشہور ہے - اسمیں پہلے ابن ایاس کي تاریخ مصر کي آخري تاریخ سے لیکر اپنے وقت تک کے مختصر حالات دیے ہیں تاکه ابن ایاس کي تاریخ کے لیے یه تاریخ ذیل اور تکمله کا کام دیے - پھر سنه ۱۱۴۲ - ہجري سے لیکر سنه ۱۲۳۶ - تک کے تمام اہم حوادث مصر تاریخ وار روز نامچه کي طرح لکھے ہیں اور کوئي ضروري بات نظر انداز نہیں کي ہے - غالباً سنه ۱۲۴۰ - مطابق سنه ۱۸۲۵ ع میں انتقال کیا -

افسوس ہے ' اس تاریخ کي قدر و قیمت سے مشرقي دنیا برابر غافل رہي - حالانکه یه اٹھارھویں صدي کے اواخر اور انیسویں صدي کے اوائل کے حوادث مصر کي سب سے زیاده مستند تاریخ ہے - نپولین کا حملهٔ مصر اور محمد علي خدیو اول کا ظہور ' تاریخ مشرق کے اہم ترین واقعات ہیں - جبرتي نے اپني چشم دید سرگزشت ایک روزنامچه کي طرح مرتب کرکے پیش کردي ہے -

(۲) سید اسماعیل خشاب - نپولین اپنے ساتھه عربي حروف اور مطبع بھي لے گیا تھا ' اور اس سے ایک سرکاري اخبار بھي جاري کیا تھا - اس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاري اعلانات

شیخ عبداللہ شرقاوي

صاحب تحفة الناظرین و رئیس دیوان مصر

ادبیات

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہے۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم و حکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہو چکی ہے حال ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح و سالم جثہ برآمد ہوا ہے۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتپ" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بہنوئی تھا، اور ۱۳۷۵ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہان مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کر گئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہے کہ اس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا پینا رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اس کے کفن میں بطور تعویذوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کر دیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہو کر مُردے میں از سر نو روح پھونک دیتا ہے۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہے۔ اُن کا یہی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صرف موت اُسے جدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مذکورۂ بالا چیزیں قبر میں مہیا کر دی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مُردے سے باقی رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی اُس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہے۔

"آمی نوتپ چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اُس کی بنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبود اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اُسے منسوخ کر کے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہے "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا پس "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورۂ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہے وہ بادشاہ اور ملکہ کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی روز مرہ کی زندگی کے مرقع ہیں۔ علمائے مصریات کا خیال ہے کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اُس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اُسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے شعر کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ درحقیقت معبود اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف و ستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس مصری شعر کے اندر موجودہ انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہے۔ ذیل میں اُس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہے تیرا ظہور افق آسمان میں!
اے روز پہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، [illegible] پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے [illegible] لئے ہوئے ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے جنھیں [illegible] نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہے۔
ہاں، انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا،
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے [illegible] سے جکڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دُور ہے، بہت دُور ہے!
مگر تو دُور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو [illegible] پہنچی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی [illegible] نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں [illegible] جاتا ہے
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
منہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتی ہے!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
اُن کے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر اُنھیں خبر نہیں!
شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ ڈسنا شروع کرتے ہیں!
کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی ہے؟
کیا دُنیا رعب سنّاٹے میں نہیں ہے؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محو خواب ہے!

دن اور انسان

یہ کیسی دھوم ہے؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہے؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہو گئی!
تو نے کائنات روشن کر دی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پر مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب ہاتھ دھو کر گئے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اُٹھ گئے۔
ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دُنیا کے کام شروع ہوئے!

دن اور حیوان ونبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے لہلہانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اُڑ گئیں۔
پر اٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرندہ اُڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!

دن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اُڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر بچھ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے
رحم مادر میں پڑا سوتا ہے!
تیرا دست شفقت اُس پر دھرا ہے!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے!
تو اُس کا معصوم منہ کھول دیتا ہے!
تب وہ بولتا ہے!
پھر تو ہی اُس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہے!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اُس کے اندر بچہ!
یہ تیری ہی قدرت ہے!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی!۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!

پان یوروپین تحریک اور امن عالم

ایک جرمن مدبر کی تجویزیں

اسوقت جبکہ جنیوا میں اسلحہ کی تخفیف و تحدید کے مسئلہ پر بحثیں ہو رہی ہیں، ایک نئی کتاب کے مضامین یقیناً دلچسپی کے ساتھہ پڑھے جائینگے جو حال میں شائع ہوئی ہے، اور "پان یوروپین تحریک" یعنی وحدۂ اقوام یورپ کی تحریک کے ایک جرمن داعی کاونٹ رچرڈ کوڈنہو کیلرگی Richard Coudenhove Kalergi کے قلم سے نکلی ہے -

اس کتاب میں مصنف نے پہلے امن عالم کی ضرورت پر بہت موثر پیرایہ میں نظر ڈالی ہے - پھر ثابت کیا ہے کہ اسکا تنہا ذریعہ یہی ہے کہ "یوروپین طاقتوں کی روز افزوں هتیار بندی موقوف کردی جائے" لیکن "هتیار بندی" سے مقصود کیا ہے؟ صرف لوہے اور آگ کے هتیار؟ مصنف اس سے انکار کرتا ہے - وہ کہتا ہے "صرف لوہے کے هتیاروں سے نہتا کردینا کچھہ مفید نہ ہوگا - یورپ کو اس کے سیاسی، اخلاقی، اور اقتصادی حربوں سے بھی نہتا کردینا چاہئے - اسکے بغیر هتیار بندی کی مخالف تحریک بے فائدہ ہے - جبتک بغض و حسد کے چھالے قوموں کے دلوں میں موجود رہینگے، اس وقت تک دنیا میں امن و امان قائم نہیں ہوسکتا"

اسکے بعد مصنف لکھتا ہے: "یورپ کی سلامتی کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں: مختلف قوموں کے ما بین عدل قائم ہو جائے، اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے لیے سلطنتیں اپنی قوت استعمال کرنے پر متفق ہو جائیں"

آگے چلکر مصنف نے مختلف مغربی طاقتوں کی موجودہ جنگ جویانہ حالت پر نظر ڈالی ہے:

"وارسلیز کے معاہدہ نے جرمنی کو نہتا کردینے کا فیصلہ کردیا ہے - لیکن یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ جرمنی کو اسکے مسلح پڑوسیوں کے درمیان نہتا کرکے چھوڑ دیا جائے؟ یورپ کے امن و امان کے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام سلطنتیں ایک ساتھہ اور ایک ہی قسم کا قدم اٹھائیں - یا تو سب مسلح ہوجائیں، یا سب هتیار رکھدیں - بعض کا هتیار بند رهنا اور بعض کا هتیار رکھدینا، امن کا نہیں جنگ کا موجب ہے"

"یوروپین سواحل کی سلامتی کی سب سے زیادہ آسان اور عملی صورت یہ ہے کہ برطانیا اپنے جنگی بیڑے کے ذریعہ حفاظت کی ذمہ داری لے لے - یہ نہ ہو کہ ہر سلطنت اپنی بحری قوت بڑھا کر جنگ کا ایک اور خطرہ پیدا کردے - اگر برطانیا اس پر راضی ہو جائے کہ اپنا جنگی بیڑا یورپ کی ضرورتوں کیلیے وقف کردیگی تو بلا شک دنیا کا امن و امان یقینی ہو جائیگا - لیکن برطانیا یہ اسی وقت منظور کرسکتی ہے جب تمام دول یورپ طے کرلیں کہ اپنی مجموعی بحری قوت، برطانیا کی بحری قوت سے کم کردینگی"

"ترکی کو مستثنی کردینے کے بعد روس ہی ایک ایسی سلطنت ہے جسکی سرحدیں خشکی میں یورپ سے ملتی ہیں - روسی سرحدیں بہت وسیع ہیں اور بے شمار مشکلات کا سبب بنی ہوئی ہیں - روس کا اپنے تمام پڑوسیوں سے جھگڑا ہے - سب سے زیادہ اهم اسکے سیاسی اور اجتماعی جھگڑے ہیں - پھر روس کی آبادی بھی بہت بڑی ہے - جنگی طیاریاں بھی عظیم ہیں - اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اس کی اصلی غرض تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے - روسی مدبر حیرت انگیز مستعدی سے انقلاب کی تخم ریزی کررہے ہیں - جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ روس اپنے مقاصد کی اشاعت امن و آشتی سے کرنی چاہتا ہے، وہ سخت فریب خوردہ ہے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کی کامیابی کا ایک ہی ذریعہ سمجھتا ہے"

"روس سے معاهمت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ یورپ اس کی سرحدوں کا احترام کرے اور وہ یورپ کی سرحدوں کا"

"یورپ کو کسی حال میں بھی روس پر حملہ کا ارادہ نہیں کرنا چاهیے - نہ اس کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنی چاهیے"

"یورپ کی داخلی سلامتی اس وقت تک نا ممکن ہے جب تک اس کے موجودہ سیاسی نظام میں کامل تبدیلی نہ ہوجائے - یورپ کی حفاظت کے لیے کوئی نہ کوئی نظام ضرور مرتب ہونا چاهیے"

"یورپ سے اچانک هتیار رکھا لینا نا ممکن ہے - اس معاملہ میں پیش قدمی ان سلطنتوں کو کرنی چاهیے جو اس کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہیں - جب یہ سلطنتیں باهم ایک رائے پر متفق ہو جائیں گی، تو دوسری سلطنتیں بھی ان کی پیروی پر مجبور ہو جائیں گی - جنگی قوت کے اعتبار سے یورپ کی جو سلطنتیں زیادہ اهم ہیں - اگر یہ آپس میں متحد الخیال ہو جائیں تو تمام دول یورپ کو سر جھکا دینا پڑیگا جن کی تعداد اس وقت ۲۵ - ہے - مجلس اقوام کی دول عظمی میں سے کسی ایک کو اس مقصد کے لیے کانفرنس بلانی چاهیے - کانفرنس میں حسب ذیل امور طے کرنے چاهئیں:

(۱) تمام دول یورپ پختہ عہد کرلیں کہ ان میں سے کوئی کسی پر اعلان جنگ نہ کرے گی -

(۲) ہر باهمی نزاع مابین الاقوامی پنچایت کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کیا جایگا -

(۳) غیر یوروپین حملوں کے مقابلہ میں تمام یورپ متحد ہو جائیگا -

(۴) اگر اس معاهدہ پر دستخط کرنے والی ایک سلطنت، دوسری پر حملہ کرے گی، تو تمام دول مل کر اسے سزا دیں گی -

(۵) غیر یوروپین سلطنتوں سے دول یورپ نے جتنے معاهدے کر رکھے ہیں، سب منسوخ کردیے جائیں"

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

پوری قوت سے چیتا ہو،
خالق کی ستائش کرتا ہو!
اپنے بچوں پر دودھ ٹپکاتا ہو!

دنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے دیوتا!
تیری جیسی قوت کس میں ہو؟
تو نے زمین، دنیا کو جس طرح پیدا کرنا چاہا،
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تو نے آدمی، اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کیے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اڑنے والی!
تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اس کی جگہ پر بسایا!
اس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!

اسے دولت دی،
اسے عمر عطا کی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جدا جدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،
اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے!

دنیا کے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اسے جاری کیا،
سب نے اس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلادھار مینہ برساتا ہے،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہے!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہے!
تیری شعاعیں اسے پرورش کرتی ہیں!
سبزہ لہلہا اٹھتا ہے!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہے!
تجھی سے کائنات باقی ہے!

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاشیں دیکھیں

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہے) روایت کرتا ہے کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کرسکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر انکے قریب پہنچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک و خون سے آلودہ ہے! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہے! ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے!" راوی کہتا ہے دوست دشمن کوئی نہ تھا جو انکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

(ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہے کہ حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے۔ قسم خدا کی! میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہوگیا "خدا تیری آنکھوں کو رلائے! واللہ اگر تو بڈھا ہوکر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا انھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!" (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہے مگر صحیح یہی ہے کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہے جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ان کی کنیزیں انھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہے؟" انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر ان کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اس خدا کی ستائش جسنے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش، اس خدا کے لئے جسنے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہے۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہے!" ابن زیاد نے کہا "تونے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "ان کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اس کے حضور سوال و جواب کرلوگے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہے۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہئے"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کردیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ انھوں نے کہا: "واللہ تونے میرے سردار کو قتل کرڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہوسکتا ہے تو ٹھنڈا ہوجائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہے! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کردیا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہے!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہوکر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ انھوں

ف بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت انس نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کرڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مارڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدانے مارا ہی!" اسیر زین العابدین نے یہ آیت پڑہی "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ[1]!" پھر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنہی میں سے ہی" پھر اُسکے قتل کا ابن زیاد نے چاہا، انہیں بھی قتل کرڈالے لیکن زینب بیقرار ہوکر چیخ اٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مؤمن ہی اور اس لڑکے کو ضرور قتل کرنا چاہتا ہی تو مجھے اسی کے ساتھ مارڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو ان عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہی تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر ان سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہی؟ واللہ مجھے یقین ہی کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہی۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑدو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جسنے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو فتحیاب کیا، امیرالمؤمنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کرڈالا ...!" یہ سنکر عبداللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل وصفین میں زخمی ہوکر اپنی دونوں آنکھیں کھوچکے تھے) کھڑے ہوگئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تو ہی نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر انھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کرکے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہی جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہی؟" قاصد نے جواب دیا "فتح ونصرت کی بشارت لایا ہوں! حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حمایتیوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے اُنھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالہ کردیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہمنے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر، باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہمنے اُن سب کا قلع قمع کردیا۔ اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تربتر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے میلے ہورہے ہیں، اُن کے جسم دہوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہورہے ہیں۔ گِدوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہی یزید نے یہ سُنا تو اُس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہوسکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور درگذر کرجاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر۔ کامل

[1] خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہی۔ کوئی بھی بغیر اس کی اذن کے مر نہیں سکتا۔

تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تأثر

یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن سے روایت ہی کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑھا:

یفلقن ہاما من رجال اعزۃ   علینا وہم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسوں کی سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ دراصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کردیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محفر بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محفر بن ثعلبہ چلایا "میں امیرالمؤمنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محفر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی اسپر خدانے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑہی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور[1]" یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر[2]"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بلاکر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہورہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا بُرا کرے! اگر تم سے اُس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہی کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہمپر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیرالمؤمنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کردیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑلی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں، زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے چلّا کر کہا "تو کمینہ ہی۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہی نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہی!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہی واللہ مجھے یہ حق حاصل ہی۔ اگر چاہوں تو ابھی کرسکتا ہوں" زینب

[1] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہی۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہی۔ [2] جو مصیبت بھی آتی ہی خود تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہی۔ اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کردیتا ہی۔

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

آمریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کے افراط کا ردِ فعل - آمریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی نسوانی مسرتیں ناپید ہوگئی ہیں!

آمریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہے، تجارت، صنعت و حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہے کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہے کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہوجائے تو دنیوی زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں - پھر کیا آمریکہ میں ...... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا آمریکن مسرتِ حیات کی جستجو سے فارغ ہوگئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تأمل کے جواب دینا ہے کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہے۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں - عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہے - قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہوجاتا ہے - عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہے!

آمریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے "آمریکن عورت کی دماغی سیرۃ پر نظر ڈالنی چاہئے۔

چند دن ہوئے مڈل ویسٹ میں ایک کمیٹی گئی تھی - اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنھوں نے تیس سال سے ۴۵ سال کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہے اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۹۳ صفحوں میں شائع کی ہے - تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ "آمریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہے!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسبِ ذیل ہے:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہے کہ آمریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہے تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہے، اچھی طرح اُن علمی و صناعی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہے جن سے اُسے اپنا گھر چلانا ہے آمریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہوگئی ہیں - بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے - تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن میں ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہے دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے - گھر میں روز کے مشکل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں - لیکن اِن کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہے، مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں - عورت جلد ان سے فارغ ہوجاتی ہے - اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔

وہ سوچتی ہے "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہے اخبار پڑھنے لگتی ہے، پھر رسالے دیکھتی ہے - پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہے۔ مگر کب تک؟ تھک جاتی ہے - اب سوچتی ہے "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا - جماہیاں لیتی ہے - اونگھنے لگتی ہے - سو جاتی ہے - مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آموجود ہوتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہے "میری شادی تو ہوگئی، مگر میری مسرت کہاں ہے؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے - شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہے؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہے! عورت سوچتی ہے "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت تھی؟" ممکن ہے کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہے؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہے - اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہے - ہفتہ کے ۶ دن تجارت میں منہمک رہتا ہے - گھر میں آتا ضرور ہے - مگر اس قدر متفکر، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاطفت کا خیال بھی نہیں ہوتا - اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہے، دماغ دفتر میں - باتیں بیوی سے کرتا ہے، خیال حساب میں ہوتا ہے - بیوی ضبط کرتی ہے اور ضبط کرتی ہے - بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہے - لو اتوار بھی آگیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا "آج اتوار ہے، وہ میدان میں "گولف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہے - ہفتہ کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہے - آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہے!" مگر اس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر" "تجارت" اور "صحت" کی چکی میں پڑ کر پس گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہوجاتا ہے - میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہے - مگر بالکل عبث - گھر میں تسلی نہیں ملی - دوسری جگہ کب مل سکتی ہے؟

علم حقائق اشیاء

آمریکہ کی سب سے زیادہ قابلِ فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ مردانہ یونیورسٹیاں ہیں - لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں ملتی ہیں - یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہے - وہ کیا سیکھتی ہے؟ اعلیٰ دقیق علوم: فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ جو اُسکی جنسی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے - ایک دن میں نے ایک خوبصورت دوشیزہ سے سوال کیا "تم یہ علوم کیوں پڑھتی ہو؟" اُسنے فوراً جواب دیا "حقائق اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" لیکن اب "حقائق اشیاء" کا یہ قیمتی علم بلائے جان ہوگیا ہے!

آمریکہ کے تمام جوان مرد اور عورتیں اسی حقائق اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں - پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ محل بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، محبت خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں - علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو! یہی سبب ہے کہ آمریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں - آمریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہے، جسمیں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو - آمریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہے - ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اُٹھا "اُف، ناقابل تصور سنگدلی ہے!"

زندگی کے قدرتی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سراپا صناعی اور آلاتی زندگی ہے جسمیں آمریکہ کا ہر فرد مبتلا ہوگیا ہے!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونیورسٹیوں کے کتب خانوں کی سیر کی۔ مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے تقریباً خالی ہیں - اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات غرضکہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں - آمریکن نوجوان زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ رقیق جذبات اُن میں بہت کم ہوگئے ہیں - مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں روح اور قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارت فنی کا غلو

پھر آمریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اور بھی ہے مرد کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن ہی کی ہوتی ہے تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہوجائے - نتیجہ یہ ہے کہ اگر اُس کی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جسمیں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہے، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہوجاتی ہے - شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان باہم مختلف ہوجاتا ہے - دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوع بحث نہیں پاتے - رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہوجاتے ہیں - اُس وقت عورت کو محسوس ہوتا ہے کہ اُسنے جو تعلیم یونیورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ نکلی - وہ افسوس سے ہاتھ ملتی ہے - مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہوسکتی!

قبل از وقت شادی

ان مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مضرت بھی پیدا کردی ہے - نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں بتدریج دوستی پیدا ہوجاتی ہے - دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہے - اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہے - یہ کچھ بُرا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہے - لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہوجاتی ہیں، اور اس لئے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بنجاتی ہیں - مرد اور عورت دونوں عملی زندگی کی ازدواجی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں - بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں - گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورت حال سے جو پریشانیاں پیدا ہوسکتی ہیں، محتاج بیان نہیں - لیکن تعجب ہے آمریکہ کے عقلاء اس کا سدباب نہیں کرتے بلکہ

نے کہا" ہرگز نہیں! خدا نے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلو"۔ یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا " دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہو!" زینب نے بلاتأمل جواب دیا " اللہ کے دین ہی، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تونے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہو!" یزید چلایا " اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہو!" زینب بولیں" تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہو۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہو۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہو!"

حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اب یزید نے غضبناک آواز میں اسے ڈانٹ بتائی " دور ہو کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی سرداروں اور امراء کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا " ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا " انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اس حال میں دیکھ کر کرتے"۔ حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا " اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہوگئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کردیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ ہند بنت عبداللہ یزید کی بیوی نے منھ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا " امیرالمومنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہو؟" یزید نے کہا " ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی قتل کرڈالا، خدا اسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی"!

اس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا " تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہو؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہو۔ انھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہو۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا کہ ان کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہو۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا، میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدا کی، کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے" اللھم مالک الملک، توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شیئ قدیر" (ایضاً)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسین نے اس سے کہا " اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہوگئیں؟" یزید نے جواب دیا " اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا " بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی"۔ یزید نے کہا " تم لوگوں کا جتنا گیا ہو، اس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا"۔ چنانچہ جسنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اس سے دوگنا تگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کمسن بچے عمرو کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا " تو اس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا " یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا " سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہو!"

یزید کی "زود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا " کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کرلیتا۔ حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ ان کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑجاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی توحفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جاکر جہاد میں مصروف ہوجائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے ان کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کرڈالا۔ ان کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا " ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کرلیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہوچکا۔ دیکھو، مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا"۔ لبعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں " میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کردیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اسے بھیجکر کہا " یہ تمھاری نیکی کا بدلہ ہو۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہو کہ تمھیں دیں" اس شخص نے زیور واپس کردئے اور کہلایا " واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ۔۔۔ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟

کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو

بعترتی وباہلی بعد مفتقدی ۔۔۔ منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد ۔۔۔ فلم ارہا کعہدہا یوم حلت

میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا مگر وہ کبھی ویسے نہ تھے جیسے اس دن جب ان کی حرمت توڑی گئی!

فلا یبعد اللہ الدیار واہلہا ۔۔۔ وان اصبحت من اہلہا قد تخلت

خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!

وان قتیل الطف من آل ہاشم ۔۔۔ اذل رقاب المسلمین فذلت!

کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کرڈالیں!

وکانوا رجاء ثم صاروا رزیۃ ۔۔۔ فقد عظمت تلک الرزایا وجلت!

ان مقتولوں سے دنیا کی امیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کتنی سخت ہو!

الم تران الارض اضحت مریضۃ ۔۔۔ لفقد حسین والبلاد اقشعرت

کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہو اور دنیا کانپ رہی ہو؟

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ ۔۔۔ وانجمہا ناحت علیہ وصلت

آسمان بھی اس کی جدائی پر روتا ہو۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیجرہے ہیں!

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو ابھی یہ منزل دُور ہو۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اِس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کردیا ہو کہ عورتوں کو حقِ انتخاب بالفعل نہیں دیا جاسکتا وجہ یہ تبائی ہو کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہو۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اِس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کردیا ہو کہ "برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہو کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ٹرکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ٹرکی کے لئے ایک مبارزت ہو۔ انگورہ کا سربرآوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یوں اظہارِ خیال کرتا ہو:

"اگر یہ خبر صحیح ہو تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ٹرکی کی مخالفت پر بھی تلا ہوا ہو۔ اگر اِس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہو کہ ٹرکی کو دھمکا کر روس سے الگ کرلے، تو ہم صاف لفظوں میں اسکی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانے گئے جب ٹرکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہوجایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھا دیا ہو کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہو جو ہمیں ہر شکل سے بچا سکتی ہو۔ روس سے ہماری دوستی، زندگی اور موت کا معاملہ ہو۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہو۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہو۔ ہم روس سے ہرگز علحدہ نہیں ہوسکتے"

ٹرکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہو کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کردیا ہو۔ وہ دیکھتا ہو روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہو، لہذا روسی افغانی دوستی، ہندوستان کے لئے خطرناک ہو۔ اور چونکہ اِس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہو اِس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہئے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے طیار ہو جانا چاہئے۔

یہ ہو برطانیہ کا نقطۂ نظر، اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہو۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ٹرکی کے معاملہ میں ہوچکی ہو۔ افغانستان، روس سے علحدہ نہیں ہوسکتا۔ اُسے خوب معلوم ہو کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہونچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہونچا رہا ہو۔

یہی باعث ہو کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے مدبر ماسکو اور انگورہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود خاں طرزی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے تبائی گئی ہو۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملت" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہو۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں "افغانستان کی دلی آرزو ہو کہ ٹرکی سے اُسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہوجائیں"

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام

۲

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہوچکی ہو کہ حضرۃ عمر اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اِس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کردیا تھا، اُس کا مقتضی یہی تھا کہ اِس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اِس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہو۔ سوال یہ ہو کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہوسکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بہ ظاہر اِس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آگئی، اور اُسپر سب کا اتفاق ہوگیا۔ آخر اس کی علت کیا ہو؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن اِن تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہو، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہو، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہو جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اِس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہوگیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہوسکے اور اُنھوں بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہو۔ اِس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دَور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سرِ نو شروع ہوتا ہو، اور اِس طرح سالِ نو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بُنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہو جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہو۔ چونکہ اِس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہو، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اِس لئے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہو۔ بیرونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہو، اور اِس درجہ کی لکھی ہو کہ آج بھی اِس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصا کرکے لکھتا ہو "قوموں کا طریقہ اِس بارے میں یہ رہا ہو کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادث عظیمۂ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں، اِن سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوئی ہو۔ بابلی سنہ کی بنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بُنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دَور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہوگئی تو حضرت سلیمان کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا، تو چونکہ اِس سے یہودیوں کے اجتماع و توطن کا نیا دَور شروع ہوتا تھا اِس لئے اِس کی یادآوری کے جذبہ نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کرلی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہو جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہو۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جسکی فتحمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دَور شروع کردیا تھا۔ مسیحی

اسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بوڑھوں میں یہ مقولہ عام ہے" نوجوانوں کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں پلیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرّہ کی زندگی

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہے۔ بازاروں میں کپڑے کی اکثر بڑی دوکانوں پر تھیں جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی "یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دیجاتی ہے" جا بجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ پڑھو گے "یہاں علم تدبیر منزل (خانہ داری) پر لیکچر مفت سُنائے جاتے ہیں"، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ امریکن عورت بالکل بے کار نہیں رہتی وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہے، مگر برابر علمی و صنعتی ترقی کر رہی ہے۔ لیکن دراصل اسی ترقی نے اُسے مسرّت سے محروم بھی کر رکھا ہے۔

آمریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب بھی عورتوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں مردوں کو خرید فروخت کی مہلت نہیں۔ مرد روپیہ کمانا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اتنی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دس سال کے اندر منھ پر ملنے والے روغنوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے!

زنانہ کلب

آمریکہ کے زنانہ کلب، دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہے، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہے۔ عام دستور یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اُس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہے اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہے۔ شام کو پھر موٹر میں جاتی ہے اور شوہر کو دفتر سے لے آتی ہے۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ زنانہ کلب مڈل ویسٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی دلچسپ اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا یہ عیب بھی بہت بڑا ہے کہ عورت سے غور و فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ انھیں ہضم نہیں کر سکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دن بھر کلب گھروں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شیکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمونوں پر لیکچر سُنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں

(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر

(۳) موجودہ ادبیات اور خوارق عادات

(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لیکچر سُنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا: میں نے کیا سُنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہو چکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہے۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن اُن

م عورتوں کا کیا حال ہوگا جن کی ساری زندگی انہی کلب گھروں اور اُن کے لیکچروں میں گزرتی ہے؟

بچّہ نہیں، ماں

آمریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لئے مفت مشورے مہیا کریں۔ ان میں ہمیشہ لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماؤں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سوچیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آمریکہ میں جس طرح سب معاملات اصول و قواعد کے ماتحت رکھے گئے ہیں، اُسی طرح نسوانیت بھی علمی اصول پر "منطبق" کی جا رہی ہے۔ یہی حد سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور مرد و عورت کی جنسیت کی فطرۃ کا خاتمہ ہے!

دنیا میں آمریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ الھڑ نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کسی نہ کسی علم یا ہنر میں ماہر ہوتی ہے۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہے۔ امریکن عورت انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منتظم اور سلیقہ مند ہوتی ہے۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہے۔ ہندوستان کی طرح آمریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں بچّوں کے لئے علحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوتا ہے اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہے۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچّوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہے۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہے جو کلب گھروں میں سُنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہے!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرّت سے خالی ہوتی ہے، کیونکہ، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزائش نے اُسے ازدواجی مسرّتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔ آمریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب نالاں ہو رہی ہے چونکہ*

بریدِ شرق

مکتوبِ انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دولت۔ ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات۔ وزیر خارجیہ کی تصریحات۔ ترکی پارلیمنٹ۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ برطانیہ کی سازشیں۔ ٹرکی اور افغانستان۔

شورائے دولت

"مجلس شورائے دولت" کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کر لیا ہے۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانوندان نصرت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہوگا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

مشہور ترکی ڈاکٹر حسن رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شایع کی ہے کہ اُنھوں نے آتشک کا حکمی علاج دریافت کر لیا ہے۔ اُن کا دعوےٰ ہے کہ اُن کی دوا کا صرف ایک انجکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہے تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیر خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیر خارجیہ نے اس ہفتہ اخباری نمائندوں کے سامنے حسب ذیل تصریحیں کی ہیں:

"اس وقت ٹرکی کے تعلقات متمدن دنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اسوقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ دنیا کا امن امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم حکومتوں کے درمیان لڑائی ڈالکر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہے

"بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم اُنھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور اسوقت بھی دوست ہے۔

"چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہے۔ اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ مصر سے ہمیں جو دلی تعلق ہے وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں"۔

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مدت ختم ہو گئی۔ اب نئے انتخاب کا وقت ہے۔ قانون کی رُو سے اس مجلس کی عمر ماہ اپریل تک تھی۔ مگر اُسنے دو مہینے اور بڑھا لئے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ماہ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تمام ملک کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہے۔ لہذا آئندہ مجلس میں بھی تقریباً انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہئے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حق انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہے۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہی

* آمریکہ کی عورت خوش نہیں ہے۔ اس لئے باوجود بیشمار دولت رکھنے کے آمریکہ بھی خوش نہیں ہے۔ وہ تمدن کی شدت سے اُکتا گیا ہے۔ وہ پیچھے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ صورت حال کا آئندہ ردعمل (ری ایکشن) کیا ہوگا؟

کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، اُن میں سے ہر چیز موجود ہے، اور اُس کی موجودگی صرف اس لئے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈھے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالا مال کر دے۔ سورج آسمان پر چلتا ہے۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں سرگرمی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہے۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی مقصد اور حکمت سے باہر نہیں۔ یہ، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت اور بے حد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۱۴ : ۳۴) اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخششیں شمار کرنی چاہو

تو اتنی ہیں کہ کبھی تمھارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

قوتوں کا خزانہ اور بخشایشوں اور ربوبیتوں کا فیضانِ عام ہیں، اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہے جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی اشیاء فائدہ اُٹھا سکتی اور اپنے حصہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آگئی ہے۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بہ منزلۂ انفعال ہے۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جواب فیضان، حرکت میں نہیں آسکتا!

دہقان ایک بیج اُٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بار آور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دیں۔ زمین مستعد ہے کہ اپنی آغوش اُس کے لئے وا کر دے؛ لیکن اس تمام کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جبکہ خود اُسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار ہوگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور رکھ کر بھی اُسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتا ہے۔ اُس وقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتی کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشو و نما پاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہے۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے، تو وقت آجاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہے، اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُس وقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سرو قد کھڑا ہے، اور کارخانۂ فطرۃ کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لئے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہے یہ در اصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، در اصل یہ وہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دَور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دَور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادّہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بہ تدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں، پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنھوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بن گئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب کے ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا، کہ شکل و ہیئت کی تمام زیبائیاں اور خال و خط کی ساری دلآویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمھارے سامنے ہے: ثم انشأناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳: ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو۔ اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دَور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لے گی، دوسرے دَور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشو و نما کے لئے داخل کا نشو و نما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ یہ افراد و اشیاء کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ اشیاء و افراد کی طرح "جماعت" بھی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی تخلیق، نشو و نما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہ وہی قوانین ہیں، جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشو و نما کے لئے اپنی بخشایشوں کے بادل زمین پر پھیلا دئیے ہیں۔ ہر شئے زندگی دینے والی، ہر شے پرورش کرنے والی، اور ہر شئے وجود و کمال تک لیجانے والی ہے، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "اُمت" کے ظہور و نشو و نما کے لئے بھی ہر طرح کی بخشایشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشایش فطرۃ اُس کے قدم اُٹھانے کی راہ تکتی ہے۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرۃ کا تمام سامان فیض صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قومی و مرزبومی ماحول کی بخشایشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے، جبکہ خود اُس کے اندر اکتساب انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے۔ دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت، کوئی قوم، انسان کی کوئی ہیئت اجتماعیہ، کش کش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے، تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے۔ اُس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُس پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیا و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار اُن کے اندر ہی اندر نشو و نما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے، اُسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "تزکیۂ اخلاق و نفس" سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر اِن میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشو و نما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشو و نما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہے۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کرے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں اپنی رائے میں، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرۃ کی فضیلت کا معیار ہیں، اس طرح یکساں اور ایک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہے، سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہے اور سب کے

سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے۔ یعنے اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پا گئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے، مگر ان سب کی بُنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آجتک مستعمل ہے، بکرماجیتی سنہ ہے، اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا ر پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بُنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے، تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرۃ عمر کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہو چکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آنحضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپنے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ بات آپکے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ مبدء تاریخ کے بارے میں حسب معمول صحابہ نے مشورہ کیا تھا۔ مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اسپر متفق ہو گئے کہ واقعۂ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الہجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں۔ چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بُنیاد ہے، اس لئے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اسمیں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اسپر انشراح نہیں ہوتا تھا۔ متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلمیں بیٹھتی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی، کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اسپر متفق ہو گئے۔ گویا ایک بھُولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہو گئی۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ واقعۂ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جسنے حضرت علی کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنت رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دُور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً در آئی، اور اس طرح تسلیم کر لی گئی، جیسے ایک مسلّم اور طے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح، دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابۂ کرام کے لئے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اُس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور اس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی، اور پھر جمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی جیسا کہ خود اُنہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولٰئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ہذہ الامۃ: ابرھا قلوباً، واعمقھا علماً، واقلھا تکلفا، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بُنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہیے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کر لی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ صریح اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سر و سامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُسوقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُسنے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن ان کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی؛ اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی طاقت و شوکت کی بُنیاد اُسوقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُسدن کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلاشبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُنکے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

مصیبت یہ ہے کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارہ و محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہے، لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابۂ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کرکے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہور، فتح و اقبال، اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بُنیاد اُن واقعات میں نہیں ہے جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہیے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ در اصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہے۔ ایک عہد، مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہے۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا غار حراء کے اعتکاف سے ہوئی ہے اور تکمیل غار ثور کے انزواء پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دَور، دوسرا دَور تھا۔ کیونکہ اسی دَور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سر و سامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دَور، دوسرا نہیں، پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بُنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دَور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کُن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہے کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دَور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دَور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہو گیا ہو، لیکن اُس کی رُوح پہلے ہی دَور میں ڈھونڈھنی چاہیے!

پہلا دَور تخم تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دَور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشو و نما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اولین بُنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشہ کے لئے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہے۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا ہے؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہے۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہے، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دَوروں سے گزرے۔ پہلا دَور "استعداد داخلی" کا ہے۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہے کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہے کہ

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اُسکا ہر باب اپنی مخصوص خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصویروں کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم و ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اُس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اِس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

اندر ایک ہی رُوح بول رہی ہو!

یہ موقعہ نہیں ہو کہ اطناب سے کام لیا جائے، وَرنہ ضرورت تھی کہ اُنْ اخلاق وخصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح وتفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن وسنتہ نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان ومبانی کیا کیا ہیں؟

بہرحال اشیاءُ افراد کی طرح جماعات واقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہو۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج وثمرات ہیں۔

پہلا دَور داخلی استعداد کا دَور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دَور جو بعثت سے شروع ہوکر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دَور تھا۔ اور اس لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دَور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دَور بلاشبہ دُنیا کی ظاہر بیں نگاہوں میں یہ دَور مصیبتوں کا دَور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن بہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو "جماعت" کے ذہن واخلاق کے لئے تعلیم وتربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس وارواح کا امتحان گاہ تھیں۔ بدر کی فتحمند اسی کے اندر سبق لے رہے تھے۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمائشوں اور خود فروشیوں میں ہورہی تھی۔ یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس واخلاق کے تزکیۂ وتربیت کا جو جہاد اس پہلے دَور میں ہورہا تھا، اسے "جہاد کبیر" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدھم بہ جہاداً کبیرا (۲۵: ۵۲)

بالاتفاق سورۂ فرقان مکی ہو۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر واستقامت اور عزم وثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دَور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہوسکتے تھے جبکہ اُن کی دماغی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال سامنے آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو اُنھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام واقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرۃ کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا، لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا وتکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح واقبال کی بُنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بُنیاد کے نتائج وثمرات تھے۔ یہ تمام ... واقعات نظر سامنے آئے، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہوسکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آگیا، تو سب کے دلوں نے قبول کرلیا، کیونکہ اُنھیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور وعروج کا مبدأ حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہو، اور اس لئے یہی واقعہ ہو جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہیئے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہوجاتی ہو جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی تھی۔ مدینہ کے ساتھ "فتح" کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اُسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہو۔ لیکن تھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیو اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہو، اور اسی فتح سے میدان جنگ جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہوگیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہو، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہوکر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہو۔ اُسوقت دنیوی جاہ وجلال کا نام ونشان نہیں ہوتا سیف وسنان کی ہیبت وجبروت کا وہم وگمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سرتاسر غربت اولی کی بے سروسامانیاں اور عہد مصائب ومحن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہو، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق واطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے طیار ہوجاتی ہو جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش وخروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہو؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ہذہ الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ	یذکر لو یلقی حبیباً مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ	فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما آتانا واستقرت بہ النوی	واصبح مسروراً بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم	بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا	وانفسنا عند الوغی والتاسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلھم	جمیعاً، وان کان الحبیب مصافیا
ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ	وان کتاب اللہ اصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح وتسخیر سے بڑھکر بھی اور کوئی فتح ہوسکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ دورِ ہجرۃ کے آلام ومحن میں اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کردی!

یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہو، جس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ بے سروسامانی وغربت کے اس عمل ہی میں فتح ونصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار، اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا، وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ و کلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم (۹: ۴۰)	غار کے دو ساتھیوں میں سے جب ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم ورنج نہ کرو یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہو، اور اُسکی مشیت وحکمت ہمارے لئے فتح ونصرت کی راہ باز کرنے والی ہو پھر ایسا ہوا کہ خدانے اپنی تسکین وطمانیت اُسپر اُتار دی اور فتح ونصرت کے ایسے

لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بیں اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرتے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہوگئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ ۴

۴ یہ آیت سورۂ براءۃ کی ہو۔ سورۂ براءۃ بالاتفاق اُس وقت نازل ہوئی ہو جب اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل تک پہنچ گئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کے بعد بھی اُسکی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جائے۔

فہرست

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما :

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معیار نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي مسائل پر بھی هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے دریافت کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ، تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher.

Printing House Square

London, E. C 4.

سے صاف منگا سکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ، نفع بخش ایجنسیاں لیں ، هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ، نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ، تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لگاکر ایک وسیع کاروبار شروع کردیں ، تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سمجھنے چاهئیں ، هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں باقاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ، تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708,

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور بہ طور محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ، اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مفید حالات کیلئے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ، ترکاریوں ، اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (القرآن الکریم)

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۸ — کلکته : جمعه ٦ ـ صفر ١٣٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ـ

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ـ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ـ

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ـ کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ـ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین ـ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین ـ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یه نا موزون نهین تو اردو کیلیی کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ـ یاد رکهیی ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	- -	سات روپیه
قیمت فی پرچه	-	- -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے
هي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں
آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور
خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو
وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ
اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر
بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جایگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے
هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع
دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے
تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیں.
پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته
ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق معمولي دفتري فرائض
(مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے
ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت
کے مصارف کا بار پڑیگا -

(۲) روڈسیا کا انکشاف : سنہ ۱۹۲۱ ع میں ایک سیلح کو جنوبی افریقہ میں ایک کھوپڑی ملی - یہ بھی پہلی کھوپڑی کی طرح ایک تیسری تشریحی حالت رکھتی ہے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کی تحقیق میں یہ غالباً ابتدائی قسم کے وحشی انسان کی کھوپڑی ہے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کی ایک غار سے بھی ایک قیمتی کھوپڑی ملی ہے جسکی نسبت دو مختلف رائیں قائم کی گئی ہیں - ایک جماعت کا خیال ہے ' یہ گم شدہ حلقہ کی خبر دیتی ہے - دوسری جماعت کا خیال ہے ' یہ بندروں کی کوئی زیادہ ارتقائی قسم ہے - وہ کہتے ہیں ' اس کھوپڑی میں پیشانی کا بیحد ابھار اور رخسار کی ہڈیوں کی نوعیت ' گم شدہ حلقہ کی نوعیت سے مختلف ہے -

(۴) سب سے زیادہ قیمتی انکشاف " وحشی انسان " کا انکشاف ہے جسکے جسم کی ہڈیاں اور سر کی کھوپڑیاں بکثرت جمع ہوگئی ہیں - اسکا جسم اور چہرہ بالکل موجودہ انسانوں کا سا تھا - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تھے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر ہوتے ہیں - بعض قدیم سیاحوں نے اسٹریلیا ' امریکہ ' اور جزائر جنوب میں ایسے زندہ انسان دیکھے بھی ہیں -

(۵) آخری انکشاف پروفیسر ڈارٹ کا مشہور انکشاف ہے جو سنہ ۱۹۲۵ - میں ہوا - پروفیسر موصوف کو ٹانگس میں ایک بالکل نئی قسم کی کھوپڑی ملی ہے جو پچاس قدم سے زیادہ زمین کے اندر مدفون تھی - یہ کھوپڑی تمام پچھلے آثار سے کہیں زیادہ گم شدہ حلقہ کا اذعان پیدا کرتی ہے - اسکے تمام حصے موجودہ انسان کی کھوپڑی جیسے ہیں - البتہ منھہ کا نچلا حصہ بہت زیادہ ابھر نکلا ہوا ہے ' اور یہ بات علم وظائف اعضاء میں طے پاچکی ہے کہ انسانی چہرے کا نچلا حصہ ابتدا میں ایسا ہی ابھرا ہوا تھا - پھر بہ تدریج گھٹتے گھٹتے موجودہ تناسب تک پہنچ گیا -

ٹانگس سے جو کھوپڑی ملی ہے ' زندگی میں وہ ایسا چہرہ رکھتی ہوگی ' جیسا اس تصویر میں دکھلایا گیا ہے -

ریڈیم

خزانۂ فطرۃ کا سب سے زیادہ کمیاب جوہر !

حال میں اخبارات نے یہ خبر شائع کی تھی کہ " ریڈیم کا بازار گر گیا ہے اور ایک اونس ریڈیم کی قیمت ۳۳٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر کی جگہ اچانک ۲۵٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر ہوگئی ہے - اِس کمی کی وجہ یہ ہے کہ بلجیم کانگو (افریقہ) کے علاقہ " کاتنگا " میں ریڈیم کی ایک بہت بڑی مقدار نظر آئی ہے - زیکوسلاویا کی تانبے کی بعض قدیم کانوں میں بھی ریڈیم پایا گیا ہے - اگر یہ تمام ریڈیم حاصل کر لیا گیا تو قیمت میں اور بھی کمی ہوجائے گی "

لیکن اِس خبر سے لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے - ممکن ہے کوئی خیال کر بیٹھے کہ جب ریڈیم کے بھاؤ میں اس طرح اتار چڑھاؤ ہو رہا ہے تو ہر دولت مند آدمی کیلیے اسکی زیادہ سے زیادہ مقدار خرید لینا ممکن ہے - مثلاً امریکہ کا ھنری فورڈ جیسا کروڑ پتی اگر چاہے ' تو بآسانی آدہ سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبائے ' اور بازار جائے جب چاہے ریڈیم لے آئے -

لیکن یہ صحیح نہیں ہے - ھنری فورڈ کی تمام دولت بھی آدہ سیر ریڈیم خرید نہیں سکتی - امریکا کے دوسرے قارون راکفلر اور ملّو بھی اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس ' انگلستان ' بلکہ سارے عالم کی سلطنتیں بھی اپنے جملہ خزانے پیش کر دیں ' جب بھی آدہ سیر ریڈیم حاصل نہیں کیا جاسکتا !

یہ عجیب بات ہے - مگر واقعہ ہے - کیوں ؟ اس لیے کہ گزشتہ اٹھائیس برس میں ' یعنی جب سے ریڈیم دریافت ہوا ہے ' دنیا اُس کی اِتنی مقدار حاصل ہی نہیں کر سکی ہے ' جسے ترازو میں آدہ سیر کے باٹ سے تول سکیں - اِس وقت تک وہ صرف آدہ پاؤ کی مقدار میں حاصل ہو سکا ہے !

جن خوش نصیبوں کے قبضہ میں ریڈیم ہے ' یا جنھیں اُس کی ضرورت پڑتی ہے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وہ اُس کے ایک ایک ذرہ کی قدر کرتے اور زیادہ سے زیادہ قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں - ریڈیم کی خرید و فروخت اونس کے حساب سے نہیں ہوتی ' ٹن کے حساب کا تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا - کیونکہ ریڈیم سونے سے بھی کہیں زیادہ قیمتی ہے - اُس کی قیمت سونے سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے - ریڈیم کی خرید و فروخت گراموں کے حساب سے ہوتی ہے - اِس وقت تک ریڈیم کی سب سے بڑی مقدار جو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ منتقل ہوئی ہے ' صرف دو گرام ہے - اور معلوم ہے کہ ایک گرام ' اونس کا تیسواں حصہ ہوتا ہے - یہ مقدار بھی فروخت نہیں ہوئی ہے بلکہ حکومت زیکوسلاویا نے انگلستان کو علمی تحقیقات کے لیے عاریتاً دیدی ہے -

اس کی کوئی امید نہیں کہ کانگو میں ریڈیم کی کان اُس کی موجودہ مقدار میں غیر معمولی اضافہ کردے گی - خیال کیا جاتا ہے کہ اِس وقت اُس کی جو کچھ مقدار دنیا کے ھاتھہ میں موجود ہے ' اُس سے صرف ۲۵ گنا زیادہ ریڈیم کانگو کی کان سے حاصل کیا جاسکتا ہے - لیکن اُس کا نکالنا بجائے خود ایک نہایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام ہے - اِس کان کی ہر ۵۰۰ ٹن وزنی چٹان میں سے زیادہ سے زیادہ ایک گرام ریڈیم نکلے گا - وہ بھی خالص نہیں بلکہ " کلورل " اور دوسرے مواد سے ملا ہوا - اِن مواد سے اُسے علحدہ کرنے

نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ہے ؟

انسان کا دماغ — گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ درمیانی حیوان ہے ، جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کی موجودہ نسل اور ہیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تھا - وہ انسان میں جو سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہے ، اور ترقی یافتہ جانوروں میں جو ہئیت انسانی سے بہت زیادہ قرب رکھتے ہیں ، درمیانی برزخ تھا -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال ہے کہ بندر کی ترقی یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا ، اس قسم کی مخلوق ہیں جنکی ظاہری ہیئات ، جسمانی بناوٹ ، تشریحی نظام ، اور اعضاء معدوی کے وظائف و خواص انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے ہیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں ہے کہ اسکے بعد ہی انسان کا وجود آجائے - ضروری ہے کہ درمیان میں کوئی ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رہی ہوں اور وہاں "جانور" کی سرحد ختم ہوئی ہو اور "انسان" کی حدود کا آغاز ہوا ہو - چونکہ علم الحیوانات کی موجودہ اور مدون معلومات میں کوئی ایسا مخلوق موجود نہیں ہے ، اسلیے انہیں اسکی جستجو ہوئی ، اور اسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعنی گم شدہ حلقہ قرار دیا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدی سے اس گم شدہ حلقہ کی جستجو میں ہیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے سلسلہ میں بارہا اس طرح کی چیزیں دستیاب ہوئیں کہ خیال ہوا ، گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا ہے ، لیکن پھر مطالعہ و تفحص سے اس خیال کی تصدیق نہو سکی -

لیکن سنہ ۱۹۲۰ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے ہو رہے ہیں ، اور انہوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا ہے - اگرچہ ان میں بھی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے علمی وثوق کے ساتھ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاہم علماء حیوانات و تشریح کا خیال ہے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفی بخش ہیں ، اور بہت ممکن ہے کہ انکی بحث و فحص سے گم شدہ حلقہ کا مسئلہ حل ہو جاے -

حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یک جا کرکے اُن کی نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالی ہے - ہم اُس کا مختصر خلاصہ قارئین الہلال کی معلومات کے لیے درج کردیتے ہیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر وھائٹ ہے) لکھتا ہے :

"گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات ہوئے ہیں ، وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتی سرمایہ ہیں - علم کی احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ اظہار وثوق میں جلدی نہ کی جائے - لیکن اگر ایسا نہ ہوتا ، تو یہ انکشافات اپنی موجودہ حالت میں بھی اتنے واضح ہیں ، کہ کہا جا سکتا تھا ، گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا ہے -

اس وقت سب سے زیادہ قوی قرائن رکھنے والے آثار پانچ ہیں :

(۱) انسان ہڈل برگ : یہ ایک کھوپڑی ہے جو جرمنی کے مندرجۂ بالا مقام میں ملی تھی - تشریحی تحقیقات کے بعد ثابت ہوگیا ہے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کی کھوپڑی ہوسکتی ہے ، نہ کسی جانور کی - یہ ضرور ایک تیسری اور درمیانی قسم ہے -

وہ کھوپڑی جو ٹونگس میں ملی ہے ، اور جسکی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ گم شدہ حلقہ کی کھوپڑی ہے

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوی اجزاء درکار ہونگے - ۱۰۰۰ ٹن پتھر کا کوئلہ خرچ ہوگا - ۱۰۰۰۰ ٹن مقطر پانی لگے گا - ایک مہینہ تک ۱۵۰ - مزدور کام کرینگے - پانچ ہفتے ماہرین کیمیا کی ایک بڑی جماعت کو صرف کرنا ہونگے - پھر اِس کے بعد مزید چار مہینے اُسے کار آمد بنانے میں لگیں گے - ان تمام کوششوں ' محنتوں اور کثیر مصارف کے بعد ' شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ہو سکے - اگر کانگو کی بوری کان سے فایدہ اٹھایا جائے ' تو بھی زیادہ سے زیادہ نصف اونس ریڈیم ملنے کی امید ہے - اِس کے معنی یہ ہوے کہ اِس سخت درد سری کے بعد ریڈیم کی موجودہ مقدار میں یعنی تقریباً دو چھٹانک میں صرف نصف گرام کا اور اضافہ ہو جائیگا !

(ریڈیم کی نوعیت)

آخر ریڈیم ہے کیا چیز جس کی جستجو میں سارا عالم سرگرداں ہو رہا ہے ' اور جس کی مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ہیں ؟

ماہر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا " ریڈیم اگرچہ لوہے ' تانبے ' ٹین کی طرح ایک دھات ہے ' مگر سب دھاتوں سے زیادہ وزنی ہے ' حتی کہ سیسے سے بھی زیادہ - سب دھاتوں سے زیادہ قیمتی ہے ' حتی کہ سونے چاندی اعلی اور الماس سے بھی زیادہ - ریڈیم ' فطرت کے خزانے کا سب سے زیادہ بیش قیمت جواہر ہے - یہی وہ پارس ہے جس کے عشق میں قدیم فلاسفہ اور حکماء دیوانے ہو رہے تھے ' اور سمجھتے تھے ' اس کے ذریعہ ہر دھات سونا بن جا سکتی ہے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - آپ بھی قصیدہ خوانی کرینگے - وہ کہے گا " یہی وہ اکسیر حیات ہے جس کی مدتوں سے تلاش تھی - یہ عنقریب دنیا کی جملہ بیماریوں کا نام و نشان بھی مٹا دے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اٹھے " یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے جو دنیا نے دیکھی ہے - یہ اسی کے خواص کی برکت ہے کہ ایک نیا نظریہ (ایٹم) کا نظریہ قائم ہو سکا ہے ' جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیگا "

عالم طبقات الارض (جیالوجی) سے مخاطب ہو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم ' آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کی اندرونی حرارت کا بہترین مفسر ہے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہے گا " ریڈیم ' آفتاب اور ستاروں کے نور حرارت کا سرچشمہ اور اُن کی قوت کا راز ہے "

عالم الحیاۃ (بیالوجی) کا ماہر تو یہاں تک کہے گا " شاید ریڈیم ہی زندگی کا اصلی منبع ہے "

علم ہندسہ کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کی کافی مقدار حاصل ہو جائے تو اِتنی عظیم الشان قوت انسان کے قبضہ میں آ جائے جس کا اسوقت تصور بھی مشکل ہے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ہو جائیں جنکے مقابلہ میں موجودہ آلات بالکل ہیچ ہیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کر سکینگے جن کا عشر عشیر بھی حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھی بالکل کایا پلٹ ہو جائیگی - ابھی ریڈیم کی جتنی قلیل مقدار موجود ہے ' وہی بے شمار فوائد پہنچا رہی ہے ' اُسکا ایک ادنی کرشمہ یہ ہے کہ اُس سے ایک ایسا روغن ایجاد ہو گیا ہے جو گھڑی کی سوئیاں ' بجلی اور ہوائی جہازوں کے آلات ' اور برقی بتیاں ' اندھیری راتوں میں روشن رکھتا ہے - قیمتی جواہرات اُس سے تیار ہو جاتے ہیں - اگر کچھ مدت کے لیے سفید

(بے رنگ) یاقوت ' ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے ' تو ہمیشہ کے لیے زمرد بن جاتا ہے - نقلی اور مصنوعی نہیں - حقیقی ' بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصہ کیا ہے ؟ مختصر جواب یہ ہے کہ " شعاعی قوت " - شعاعی قوت کے کیا معنی ہیں ؟ ٹھیک وہی جو اِن دو لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں - یعنی شعاعوں کی شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتی ہے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا انکشاف اِس طرح ہوا کہ سنہ ۱۸۹۵ ع میں مشہور فرنچ سائنس داں ہنری بکریل اپنی علمی تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسی روشنی کے تجربے کر رہا تھا - اچانک اُسنے دیکھا ' ایک خاص عنصر " اور انیم " کے اجزاء فوٹو گرافی کی تختی پر تاریکی میں اثر ڈال رہے ہیں - حتی کہ اگر سیاہ کاغذ سے چھپا دیا جائے ' جب بھی اُنکا اثر پہنچ جاتا ہے - اِس پر اُسے بڑی حیرت ہوئی مگر ریڈیم کی طرف رہنمائی نہ ہوسکی - البتہ علمی دنیا نے یہ تسلیم کر لیا کہ اورانیم میں شعاعی قوت موجود ہے ' اور اُس سے کام لیا جانے لگا - چنانچہ اُسوقت سے شیشہ اور چینی کے ظروف رنگنے میں آکسائڈ اورانیم برابر استعمال ہونے لگا ہے -

اِسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون مدام کیوری نے اورانیم کے مخفی خواص کی پیرس میں تحقیقات شروع کی - اُسنے بہت جلد معلوم کر لیا کہ یہ شعاعی قوت والا مادہ ' خود اورانیم نہیں ہے ' بلکہ کوئی اور عنصر ہے اور آکسائڈ اورانیم سے ملا ہوا ہے - یہ دیکھکر اُسنے یہ مادہ تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اُسکی حیرت و مسرت بے حساب تھی - کیونکہ تحلیل کے بعد جو مادہ باقی رہگیا تھا ' اُسکی شعاعی قوت برابر بڑھتی چلی جا رہی تھی - اِسکے بعد وہ الکٹروسکوپ کی مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کر لینے میں کامیاب ہوگئی - یہ عنصر اورانیم سے بھی سات سو گنا زیادہ سخت تھا - فورا اِس مادہ کے چند عجیب خواص بھی دریافت ہوگئے - اُسنے بڑے فخر و مباہات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کر دیا ' اور اپنے وطن کے نام پر اُسکا نام " پولونیم " رکھا - یہ " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کی طرف عملی قدم تھا - تین سال کی مزید تحقیقات کے بعد اِسی خاتون نے اعلان کیا کہ آکسائڈ اورانیم میں شعاعی قوت کا اصلی سرچشمہ اُسنے دریافت کر لیا ہے - اِسی سرچشمہ کا نام بالآخر " ریڈیم " پڑا - اور آہستہ آہستہ اُسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اسکے بعد سر ارنسٹ ردرفورڈ نے دریافت کیا کہ ریڈیم کی شعاعیں تین قسم کی ہیں - چنانچہ یونانی ابجد کے تین ابتدائی حرفوں پر اُنکے نام رکھے گئے - پہلی شعاع کا نام " الفا " دوسری کا " بیٹا " تیسری کا " گاما "

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ہوا کہ پہلی شعاع " الفا " مثبت بجلی کی لہروں کا مجموعہ ہے - وہ اِس قدر تیز رفتار ہے کہ ہر سکنڈ میں ۲۰۰۰۰ میل حرکت کرتی ہے - یعنی توپ کے گولے سے بھی ۴۰۰۰۰ مرتبہ زیادہ تیز رفتار ہے - لیکن یہ شعاع ' نفوذ و سریان کی زیادہ قوت نہیں رکھتی - شیشے کی نہایت رقیق تختی حائل کر کے اُسے روک دیا جا سکتا ہے -

ري عهد مصائب كي يادگار هيں - اُنميں سب سے بلند درجه اُسكے مكالمات " اور " اعترافات " كو حاصل هے - اِن سے بهي بڑهكر اُسكي تحريريں هيں ' جو اُسنے پيرس كے اُسقف (لاٹ پادري) اور جنيوا حكومت كے جواب ميں لكهي تهيں -

(روسو اور كليسا كا معركه)

اِس جنگ ميں كون فتحمند رها : روسو يا اُسكے دشمن ؟

اِسكا جواب مدت هوئي خود زمانه دے چكا هے ! زندگي ميں لبے دنيا چار بالشت زمين كا گوشه بهي مهيا نه كر سكي ' اسكے مرنے كے بعد يورپ كا تمام براعظم اپنے ذهن و فكر كا صرف ي حكمراں ركهتا تها ' اور وه يهي معتوب عالم " روسو " تها !

ليكن آج هميں روسو كي زندگي پر تبصره كرنا نهيں هے - روسو زندگي پر تبصره رسائل كے مقالات ميں نهيں ' ضخيم كتابوں هو سكتا هے - آج هم صرف اُسكي فكري اور قلمي معركه آرائيوں سے ايک خاص معركه دكهانا چاهتے هيں - يهي اسكے قلم كے كے هيں جو تهوڑے عرصے كے اندر انقلاب فرانس كے خونيں ريوں كي شكل ميں مبدل هوگئے - يه معركه اُس ميں اور س كے اُسقف كے درميان واقع هوا تها - بلكه يوں كهنا چاهيے ' علم قل كے نئے ظهور اور مسيحي كليسا كے قديم جهل و جمود ميں تها - هم اختصار پر مجبور هيں -

(اُسقف كا بيان)

اُسقف نے اپنا بيان اِس افسوس كے ساتهه شروع كيا هے كه س ميں كفر اور الحاد پهيلتا جاتا هے - پهر يه ثابت كيا هے كه سورت حال ' قرب قيامت كي علامت هے جيسا كه پولس رسول نے ش گوئي كي هے - پهر اس مقدس مگر هولناك تمهيد كے بعد روسو پر پے در پے حملے شروع كر ديتا هے :

" يهي وه الحاد هے جسے ايک شخص (يعني روسو) نے اپني " اميل " Emilius ميں پيش كيا هے - اِس شخص نے ميں نشو و نما پائي هے - يه ايک ايسي زبان بولتا هے جو فه كي زبان هے - مگر وه خود فلسفه سے تهي دست هے - يه ايک دهن هے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے تهونس ديے گئے - مگر وه هنوز تاريک هے ' اور صرف اپني تاريكي هي پر قانع نهيں بلكه دوسرے دلوں ميں بهي تاريكي اتار رها هے - يه ايک ايسي ت هے جو عجيب و غريب افكار كي دلداده اور مجهول راستوں كي ند هے - اِس ميں اخلاق كا افلاس اور فكر كي ثروت ' دونوں يک جمع هوگئي هيں - ايک طرف آج متقدمين كے اصول سے هے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں كي ايجاد كا جنون هے - خلوت پسند بهي هے اور شهرت پسند بهي - علم كي محبت كا دعوي ركهتا هے اور علم كي عداوت كا بهي علم اٹهائے هے - بل كے كمال كا بهي اعتراف كرتا هے اور اُسے جڑ سے اكهاڑ پهينكنے بهي كوشش كرتا هے - فضيلت كي ايسي خوبصورت تصويريں ا هے كه بے اختيار تحسين و آفرين كا نعره بلند هوجاتا هے - مگر فوراً هي فسق و فجور كے پهاوڑوں سے اپني بنائي هوئي شاندار عمارت بهي ديتا هے - يه نوع انساني كا معلم بنكر سامنے آيا هے ' مگر الحاد گمراهي كے سوا كچهه نهيں ركهتا - يه ضلالت كا امام هے - فساد رشد هے - شيطان كا پيغمبر هے - تاريكي كا رهبر هے - اور اس سے كچهه زياده هے - وه اپني كتاب ميں انسان كو حيوان كے درجه ميں هے - ايک اور رساله ميں نفس پرستي كي تبليغ كرتا هے - پهر تربيت كي كتاب لكهتا هے - مگر سراسر الحاد كي دعوت ديتا هے ! "

آگے چلكر اُسقف نے روسو كي كتاب " تربيت " پر اعتراض كيے هيں اور اس پر زور ديا هے كه يه " دعوت الحاد " هے - يه كتاب آج همارے هاتهوں ميں موجود هے - اسميں جس " الحاد " كي دعوت دي گئي هے وه صرف يه هے ' كه وه كهتا هے : " بچه كي دماغي تربيت و تعليم ايسي هوني چاهيے كه وه خود اِس قابل هوجاے كه دين حق كي معرفت پيدا كرسكے ' اور اسے تقليد و رسوم كي بنا پر نهيں بلكه فهم و بصيرت كے ساتهه منتخب كرے - هميں اس بات سے احتراز كرنا چاهيے كه اُسے كوئي ايسي دماغي جكڑ بندي كي تعليم ديں جس سے اُس ميں دماغي بصيرت اور مجتهدانه فكر كي قوت پيدا نه هوسكے اور دل و دماغ كسي جابرانه تاثير سے منفعل هوجائيں - هميں اس سے بهي احتراز كرنا چاهيے كه اسكے دماغ ميں كوئي ايسي بات اُتارديں ' جسے وه خود اپني عقل سے معلوم نهيں كرسكتا "

اِس پر اسقف نے اعتراض كرتے هوئے لكها هے : " هميں اِس نظريه پر كوئي اعتراض نهيں هے - ليكن سوال يه هے كه كيا بچه كو گمراه هوجانے كيليے چهوڑ دينا چاهيے ؟ اگر ايسا نهيں كرنا چاهيے بلكه اُسے هميشه فطرة كي سچي راه پر ركهنا چاهيے ' تو وه سچا طريقه كيا هے ؟ كتاب تربيت كا مولف بلند بلند لفظوں ميں الحاد كي طرف دعوت ديتا هے - ليكن هم فطرت كے سچے طريقے يعني مسيحيت كو پيش كرتے هيں - درحقيقت دين مسيحي فطرتي دين هے - فطرت هميشه اسي كي طرف رهنمائي كرتي هے - عقل انساني بجز انجيل كے راسته كے كوئي دوسري راه قبول هي نهيں كرسكتي - يه اس ليے كه انجيل كا دين ' فطرت اور عقل كا دين هے ! "

روسو اُسقف كي تمام تشريحات برداشت كرليے سكتا تها ' ليكن يقيناً اس بات كي برداشت اُسكي طاقت سے باهر هوگئي كه " مسيحيت فطرة كي سچائي هے " اور وه " فطرة اور عقل كے دين كي طرف رهنمائي كرتي هے " اس رنگ چاهيے كه يه پرجوش اُسقف اور اسكے تمام هم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تهے اور اُسكي دعوت دے رهے تهے ' وه " كليسا " اور " پوپ " كي " مسيحيت " تهي - نه كه مسيحيت كي پہلے عهد كي ساده اور بے ميل مسيحيت - امريكن مصنف ڈريپر كے لفظوں ميں " اٹهارويں صدي كے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري هوجاتے ' اگر كليسا اور پوپ كي نمايندگي كي جگه مسيحيت اور مذهب كي كوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سكتي "

دراصل ازمنهٔ وسطى سے مسيحيت كا جو جهل پرور اور مستبد مزاج پيدا هوگيا تها ' اسكا قدرتي رد فعل والٹير اور روسو كا انكار اور كفر تها !

اسكے بعد اسقف كهتا هے " اگر دين مسيحي هي وه سچا طريقه هے جسكے سوا فطرت انساني كوئي دوسري راه تصور هي نهيں كرسكتي - تو پهر روسو كا ديني تعليم و تربيت پر نكته چيني كرنا بجز اسكے كوئي معني نهيں ركهتا كه وه مخلوق كو هدايت سے هٹا كر ضلالت كي طرف بلا رها هے ! "

روسو نے كها تها " هر بچه جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان ركهتا هے ' ايک طرح كا بت پرست هے ' اور خدا كو انسان كي

یہ ہے یورپ کی اٹھارھویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت جان جاک رسو - اور یہ ہے اُس کی انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا ساحرانہ نفوذ ' جس کی طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشارہ کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھ نہ تھا مگر رسو " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " رسو ہی انقلاب کا باپ تھا " بلاشبہ روسو انقلاب فرانس کا باپ تھا ' لیکن وہ اس سے بھی بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس ہی میں نہیں بلکہ اپنے پورے عہد کی عقلی و اجتماعی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا - اس کے معتقدات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط ' لیکن عملی دنیا کا فیصلہ یہی ہوا کہ وہ آئندہ نسلیں اُس کی رہنمائی پر چل پڑیں ' اور اُس کے سوا دوسروں کی رہنمائی قبول کرنے سے انکار کر دیا - اٹھارھویں صدی سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کی حکومتوں میں ' ان کی سوسائٹی اور معاشرت میں ' اُن کے عقلی اعمال و عقائد میں ' ان کے علم و فن کے کار و بار میں ' ایک بہت بڑی زندہ حقیقت روسو اور روسو کے اصول و مبادی ہیں !

(مختصر حالات زندگی)

سنہ ۱۷۱۲ ع میں روسو جنیوا میں پیدا ہوا تھا - اُس کا باپ آیزک روسو ایک غریب آدمی تھا ' مگر سست ' آوارہ ' اور بد اخلاق - گھڑیوں کی مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر بسر اوقات کرتا - لیکن اُس کی ماں بہت ہی شریف عورت تھی - اُس کی سمجھ بوجھ اور شریفانہ نسوانی جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا ہے - روسو میں اپنے ماں اور باپ دونوں کے اخلاق جمع ہوگئے تھے - البتہ بعد میں اُس نے بہت کچھ اصلاح کر لی تھی -

روسو کی ابتدائی تعلیم نہایت ناقص تھی - اُسے بچپن ہی سے افسانے اور خیالی قصے پڑھنے کا شوق ہوگیا تھا - لیکن اس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے ہیں کہ اس مطالعہ اُس کے عجیب دماغ کے لیے مضر نہیں بلکہ مفید ثابت ہوا -

روسو ابھی پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا تھا کہ اپنی روزی کمانے پر مجبور ہوگیا - اُس کے والد نے اُسے مسگاری کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی - مختلف مقامات میں اُس نے نوکری کی مگر اپنی تلون مزاجی اور خاص قسم کی طبیعت کی وجہ سے کہیں جم نہ سکا - نہ وہ اپنے کسی آقا کو خوش کر سکتا تھا - نہ اُس کا کوئی آقا اُسے مطمئن کرنے کی قابلیت رکھتا تھا !

اپنی زندگی کا یہ زمانہ اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستی ہمیشہ اُس کی رفیق رہی - بے اطمینانی نے کبھی ساتھ نہ چھوڑا - صحت بہت خراب تھی - سوسائٹی کا سب سے زیادہ بدتر طبقہ اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقی و شہرت کا پہلا موقعہ)

۳۷ - سال اس طرح گزر گئے - اب تک وہ بالکل گمنام تھا - لیکن قدرت کی نظر عنایت اُس پر شروع ہی سے تھی - وہ اُسے اپنے مدرسۂ مصائب میں طیار کر رہی تھی -

سنہ ۱۷۴۹ ع میں یکایک اُس کے اقبال کا ستارا طلوع ہوا - فرانس کے ایک علمی مجمع (اکاڈمی) نے ایک موضوع مقرر کیا ' اور اہل علم کو اُس پر بحث کی دعوت دی - مقابلہ سخت تھا - سب علماء میدان میں اتر پڑے تھے - مگر روسو نے ہمت کی ' اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت ہوا - مجمع علمی نے اِس گمنام " عالم " کی قابلیت کا اعتراف کیا - اور اُسے مقابلہ کا انعام دیکر ہمت افزائی کی - اِس طرح دنیا نے پہلی مرتبہ سنا کہ روسو ' فرانس میں ایک بڑا عالم ہے !

(حکومت اور کلیسا کا متحدہ حملہ)

اب روسو پر شہرت کا دروازہ کھل گیا - بڑی تیز گامی سے وہ آگے بڑھا ' اور تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کر لیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کی زندگی کی مصائب دور ہوگئیں ؟ نہیں ' اور زیادہ ہوگئیں - پہلے وہ صرف تنگ دستی کا شکار تھا ' اب وہ حکومت اور کلیسا کی دشمنی کا بھی شکار ہوگیا - جوں ہی اُس کی تصانیف سوشل کنٹریکٹ ' ہلواز ' اور ایمیل نامی شائع ہوئیں ' حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کر دی ' اور انتقام کے لیے اپنے تمام ہتھیار سنبھال لیے !

(مصائب و محن اور خاتمہ)

" ایمیل " کے شائع ہوتے ہی ' ۹ جون سنہ ۱۷۶۲ ع میں حکومت فرانس نے روسو کی گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا - مجبوراً اُسے فرار ہی میں سلامتی نظر آئی - فرانس سے بھاگ کر جنیوا پہنچا مگر یہاں کی حکومت بھی اُس کے لیے فرانس سے بہتر ثابت نہ ہوئی - اُس نے بھی اس کی گرفتاری ضروری سمجھی - یہ حال دیکھکر اُس نے ہالینڈ کا رخ کیا - مگر ہالینڈ بھی ایک ایسے شخص کے استقبال کے لیے طیار نہ تھا - اُس نے بھی دار و رسن سے استقبال کرنا چاہا - اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اٹلی میں پناہ لے - وہ اٹلی پہنچا - مگر اٹلی پوپ کا پایۂ تخت تھا - وہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کے کفر و انکار پر گرفتاری و قتل کا فتوی صادر کرچکا تھا - بے بس ہوکر وہاں سے بھی نکلا - اور انگلستان کی راہ لی - اُسے امید تھی کہ انگلستان کے ایک گوشہ میں پناہ حاصل کر سکیگا - لیکن افسوس ہے کہ وہ بھی بے رحم نکلا - اب اُس کی مصیبت کا جام چھلک گیا تھا -

اب یورپ میں اُسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی - جہاں چھپتا تھا - وہیں دشمن کا ہاتھ دراز ہوجاتا تھا : ضاقت علیہم الارض بما رحبت و ضاقت علیہم انفسہم کے عالم میں مبتلا تھا - یہی نہ مصیبت بڑھتی ہی جاتی تھی کہ ایک دوسری مصیبت بھی شروع ہوگئی - یعنی طرح طرح کے جسمانی امراض و آلام نے آگھیرا - آخر یہی حالت تھی ' کہ دنیا اپنی ساری وسعت کے ساتھ اس پر تنگ ہوچکی تھی ' سنہ ۱۷۷۸ ع میں انتقال کیا ' اور گوشہ قبر میں پناہ لی !

ان مصائب نے روسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وہ ان سے مرعوب ہوگیا تھا ؟ کیا اُسے عقائد و افکار سے دست بردار ہوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً عیش کی زندگی بسر کرتا - مگر صرف زندگی ہی بسر کرتا - زندگی کی عظمت حاصل نہ کر سکتا - اپنی موت کے ساتھ ہی مرجاتا - اُسکی ساری عظمت ' اُسکی دماغی قابلیتوں سے زیادہ ' اُسکے دل کی مضبوطی میں ہے - بلا شبہ وہ اپنا جسم کونے کونے میں چھپاتا پھرا ' مگر اُسکا قلم بے پناہ شمشیر بنکر ہمیشہ دشمن کا قلع قمع کرتا رہا - اُسکی بلیغ ترین کتابیں ' اسی

معرکوں کے بعد اُنکی ہیبت فرانسیسی فوجوں پر اِس قدر بیٹھ گئی تھی کہ اُنکا نام سنتے ہی میدان سے بھاگ جاتی تھیں - پچھلے دو سال برابر دروزیوں کا پلہ بھاری رہا ' واقعات ثابت کر رہے تھے کہ فرانس کو بہت جلد سر جھکانا پڑیگا - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دو مرتبہ فرانس نے اندر ہی اندر سر جھکا دینے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا -

مگر افسوس ' نتیجہ بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ایسے موقعہ پر ہمیشہ طاقتور حریف اختیار کیا کرتا ہے - اُس نے جنگ کو طول دینا شروع کر دیا - یہ طوالت بے سر و سامان دروزیوں کیلیے نا قابل تحمل تھی - وہ دنیا کی اول درجہ کی سلطنت کے مقابلہ میں تنہا تھے - خود انکے وطن کی دوسری جماعتیں بھی انکے ساتھ شریک نہ تھیں - جنگ نے زراعت ' تجارت ' اور ہر طرح کے وسائل معیشت سے انہیں محروم کر دیا تھا - بہت دنوں تک جمے رہے - لیکن آخر کب تک قدرتی موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس ہو کر ترک جنگ پر آمادہ ہو گئے - اب پورا ملک پھر فرانس کے رحم پر ہے ' اُس وقت تک کیلیے کہ مجاہدین وطن تازہ دم ہو کر کوئی دوسرا قدم اٹھا سکیں -

یہ واقعہ تمام مشرق کیلیے ایک نیا تازیانۂ عبرت ہے - اسنے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت ظاہر کر دی ہے کہ یورپ کس طرح مشرق کے علاقے [illegible] اور ظلم پر متفق ہوگئی ہیں [illegible] رقابت [illegible] قومیں [illegible] دوسری کی اعانت [illegible] آمادہ ہو جاتی ہیں - شامی جہاد آزادی ' اس کی تازہ مثال ہے - سب جانتے اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ فرانس نہیں ہے جسنے آج وطن پرستان شام کو نیچا دکھایا ہے - بلکہ وہ برطانیا ہے جسنے اخلاقی و مادی امداد و اعانت سے فرانس کو فتحمند کیا ہے - فرانس کو پہلا بڑا دھکا اُس وقت لگا تھا - وہ دمشق کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا تھا - روز دروز آتے تھے اور پوری آزادی سے دمشق کی سڑکوں پر حملے کرتے تھے - حالانکہ یہاں فرانس کا جنگی مرکز قائم تھا - یعنی یہ اُس وقت کی بات ہے ' جب فرانس اس جہاد کے مقابلہ میں اکیلا تھا - برطانیا کی اعانت اُسے حاصل نہ تھی - یہ واقعہ ہے کہ اُس نے تنہا کر دو مرتبہ ارادہ کر لیا تھا کہ شامیوں کے مطالبات منظور کرلے ' اور اپنے ظالمانہ مطامع سے باز آجاے -

برطانیہ اس معاملہ میں کیونکر شریک ہوا ؟ مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب دروزیوں کو فرانس کے مقابلہ میں نمایاں کامیابیاں ہونے لگیں تو فلسطین ' شرق اردن ' اور عراق میں بھی اُس کی صداے بازگشت بلند ہونے لگی - شرق اردن کے تیور سب سے زیادہ خراب تھے - بلکہ جابجا شورش بھی شروع ہوگئی تھی - برطانیا نے دیکھا کہ اگر اس علاقہ میں آگ لگ گئی تو فلسطین اور عراق تک اس کے شرارے پہنچ جائینگے ' اور پوری عربی قوم میں حریت طلبی کی نئی سرگرمی پیدا ہوجائیگی - برطانیا نے خیال کیا ' یہ تمام بے چینی صرف اِس وجہ سے ہے کہ دروزیوں کی کامیابیوں نے عربوں کے دل بڑھا دیے ہیں اور فرانس کی پیہم شکستوں سے خود برطانیا کا رعب و داب بھی بے اثر ہوتا جاتا ہے - وہ فرانس کی پیٹھ ٹھوکنے کیلیے تیار ہوگئی - فلسطین کے برطانوی حکام نے علانیہ فرانس کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا ' اور اپنی جنگی قوت سے دروزیوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتی سے جغرافیائی اور جنگی حالات نے دروزیوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا دیا تھا - اُن پر تمام دروازے بند تھے - صرف شرق اردن کا دروازہ کھلا تھا - یہیں وہ پناہ لیتے تھے - یہیں تازہ دم ہوتے تھے - اور اسی راستہ سے انہیں باہر کی مدد بھی مل جاتی تھی - برطانیہ کے مخالف ہوتے ہی یہ دروازہ بھی اُنپر بند ہوگیا - اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں سرحدی دروبست [illegible] پریشان بھی کیا جانے لگا - اب دروزیوں کو دو سلطنتوں سے بیک وقت مقابلہ کرنا پڑا : فرانس اور برطانیا - یہ بھی انہوں نے کیا - اور پورے بارہ مہینے تک میدان میں جمے رہے - مگر کب تک جمے رہتے ؟ سامان جنگ ختم ہوگیا - رسد بند ہوگئی - اب بجز بیٹھ جانے کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا - چنانچہ اِس ہفتہ بے بس ہو کر بیٹھ جانے کا فیصلہ کرنا پڑا - انا للہ و انا الیہ راجعون !

شام کے پایۂ تخت دمشق کا ایک منظر

بقیہ تاریخ عرب و اسلام [illegible] سلطان حسین اور اُسکے بیٹوں کو [illegible] معلوم نہیں [illegible] جنگی بدولت یہ تمام مصائب بلاد عربیہ پر نازل ہوے - شام ' فلسطین ' شرق اردن ' عراق ' یہ تمام ممالک برطانیا اور فرانس کے قبضہ میں صرف اِسی خاندان کی حماقت اور طمع کی [illegible] سے گئے - اس سال جہاد آزادی کی ناکامی میں بھی شریف حسین کے بیٹے امیر عبداللہ کا بہت بڑا حصہ ہے - یہ بے حمیت برطانیا کے تنخواہ پر شرق اردن میں پڑا ہے - اور برطانی ملک گیری کی ایجنٹی کی عزت فروشی سے مضبوط ہو رہا ہے - اس نے دروزیوں ہی کے ساتھ بے دردی اور بے حمیتی کا سلوک کیا - وہ جب پناہ کی امید میں اسکی سرزمین میں پہنچے ' تو اس نے انہیں فورا نکل جانے کا حکم دیا - انہوں نے پہاڑوں اور ریگستانوں میں جا کے پناہ لی - مگر اسنے وہاں بھی انکا تعاقب کیا ' اور ایک ایک کرکے سب کو فرانس کے حوالہ کر دیا !

اُنکی سب سے آخری جماعت ' علاقۂ ازرق میں پناہ گزیں تھی - اِسکی تعداد دو ہزار تھی - امیر عبداللہ کو معلوم ہوا تو اُسنے وہاں ایک طاقتور فوج بھیجدی - جنگی قانون کا اعلان کردیا ' اور انہیں مجبور کردیا کہ اپنے آپ کو فرانس کے حوالہ کردیں - چنانچہ تمام لوگوں نے مجبور ہوکر اپنے تئیں فرانس کے حوالہ کر دیا - حوالہ کرنے والوں میں خود خاندان اطرش کے لوگ بھی ہیں - مثلاً متعب بک اطرش ' علی بک اطرش ' عبدالغفار اطرش وغیرہم -

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رض) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اُموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدہر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی اُمید باقی نہ رہی، تو اُسنے اپنی فوج خاصکہ افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دُور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبداللہ!" دیر کے بعد اُنھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں" اُنھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش میں نے تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کرکے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبداللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دَور

"میرے پاس سب سے افضل دولت " لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دلمیں اسلام ڈال دیا میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھایئے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہوجائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے؟ حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُسوقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری اُمید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہمنے بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہوکر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کرکے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہوجائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا۔ نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید و ابن سعد)

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسکی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھ کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبداللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اَسی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الٰہی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے! الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دُور ہو جائے اور تیری رضامندی لَوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبداللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہو گئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے"۔ لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" "اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا، اور میں

(سلطان پاشا اطرش)

لیکن جہاد آزادي کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے هتیار ڈالنے سے انکار کر دیا - دمشق میں اُنکے بعض دوستوں کے پاس میں نے اُنکا ایک تار پڑھا ہے - اُسمیں وہ لکھتے هیں :

" میں نے هتیار رکھنے سے انکار کر دیا ہے - کیونکہ مرد هتیار نہیں رکھا کرتے - میں صحرا کی طرف اپنے خاندان کے ساتھہ جا رہا ہوں کیونکہ برطانی حکام اور امیر عبداللہ نے مجھے علاقۂ اردن میں رہنے نہیں دیا ! "

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ انگریزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کہا تھا کہ " فلسطین چلے آئیں ' هم امن دینگے " اِس سے اُنکی غرض یہ تھی کہ فرانس پر دباؤ رکھدے اور اپنی مطلب براریوں کے لیے اُنھیں نظر بند کرکے رکھہ چھوڑیں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر دیا :

" میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی ایسے ملک میں ہرگز نہیں رہونگا جس پر اجنبی علم لہراتا ہو ! "

یہہ اُنکا قطعی جواب تھا !

پھر آخر سلطان پاشا کہاں پناہ لینگے ؟ یہ سوال تھا جو برطانی ' فرانسیسی ' اور عربی حلقوں میں گشت لگا رہا تھا - مگر اسکا جواب بہت جلد مل گیا اور ایسا ملا کہ سب کو حیرت ہوگئی - لوگوں کو اچانک معلوم ہوا کہ سلطان پاشا اطرش اور اُنکے ۴۵ رفیق' سلطان ابن سعود کے مہمان ہوکر حجاز جا رہے ہیں' اور پانچ سو سے زیادہ دروزي جو ابتک مسلح ہیں اور ہتیار نہ رکھنے کا فیصلہ کرچکے ہیں ' وہ بھی عنقریب اسی طرف روانہ ہونے والے ہیں -

لوگوں کو حیرت اِس وجہ سے ہوئی کہ نجدی از حد متعصب مشہور ہیں - اس صورت میں وہ دروزیوں کے سردار کا کیونکر استقبال کرسکتے ہیں جو اسلام کے تمام فرقوں میں سب سے زیادہ عام اسلامی رسوم و عوائد سے دور ہیں ؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سلطان ابن سعود نے ایک مرتبہ پھر اپنی اور اپنی قوم کی بے تعصبی اور عربی حمیت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کردیا - اُنھوں نے جونہی سنا کہ دروزي مجاہدین پر عرصۂ زمین تنگ ہے ' فوراً دعوت دی اور اپنے جوار حمایت میں پناہ دینے کا اعلان کردیا - اُن کے طرز عمل نے صرف یہی ثابت نہیں کردیا کہ وہ اپنے عقائد میں حد درجہ بے تعصب هیں ' حتی کہ دروز جیسے عقائد رکھنے والوں کو بھی اپنا مہمان بنا لیتے ہیں' بلکہ یہ بھی ثابت کردیا کہ وہ فرانس اور برطانیا ' دونوں سے بے خوف ہیں اور اداء فرض اسلامی و عربی کی راہ میں ان کی کوئی پروا نہیں کرتے - میں یہ بات بھی آپ کے علم میں لانی چاہتا ہوں کہ مجاہدین شام اور سلطان ابن سعود کے درمیان راہ و رسم پیدا کرنے کے لیے بعض ہندوستانی زعماء نے جو سعی مشکور کی تھی ' اس کا یہاں ہر شخص کو اعتراف ہے - غالباً آپ کے لیے اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ مزید تشریح کی جائے -

سب سے زیادہ تعجب لوگوں کو اِس پر ہوا کہ سلطان پاشا اطرش ' دومۃ الجندل میں قیام کریں گے - " دومۃ الجندل " کے لفظ میں عربی تاریخ و روایت کے جو جذبات پوشیدہ هیں ' ان سے آپ بے خبر نہ ہونگے - جغرافیائی حیثیت سے اس مقام کی جو اہمیت ہے ' وہ بھی آپسے پوشیدہ نہ ہوگی - یہ وہی مقام ہے جسے آج کل " جوف " کہتے ہیں - یہ نجد ' حجاز ' اور شرق اردن کی سرحدوں پر واقع ہے ' اور جنگی نقطۂ نظر سے تینوں ملکوں کے لیے اہم ترین مقام ہے - سلطان پاشا کا یہاں قیام یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ شام کی سیاست سے بالکل الگ نہیں ہوگئے ہیں' اور اُن کے دلوں کی امیدیں اب تک زندگی کی آرزوئیں رکھتی ہیں !

(امن کے مظاہرے)

دروزیوں کے ہتیار رکھدینے کے بعد ہی ہر طرف حکومت نے امن کے مظاہرے کرنا شروع کردیے ہیں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگی چوکیاں تھیں ' سب اُٹھا لی گئی ہیں - فوجی قانون کی عدالت بھی اُٹھہ گئی ہے - جنگی قوانین بھی امروز فردا میں اُٹھا دیے جائینگے - حکومت کی طرف سے کئی نئی سڑکیں جاری کرنے کا اعلان ہوا ہے - کئی نئی عمارتوں کی تعمیر بھی شروع ہوگئی ہے - اِن تمام باتوں سے حکومت کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ اب ملک حالت امن میں ہے' اور اُس کی قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئی ہے -

ہاں' ان کے جسموں پر تو غالب آگئی ہے' لیکن دلوں پر جو زخم لگ چکے ہیں ' وہ ایسے نہیں ہیں جو صدیوں سے پہلے مندمل ہو سکیں !

(ہائی کمشنر کی مہر سکوت)

اب تک ہائی کمشنر موسیو بونسو' بالکل خاموش تھے ' اور اپنا انداز کچھہ اس طرح کا بنا رکھا تھا ' گویا وہ ملک کو کچھہ دینے اور اُس کے مطالبات منظور کرنے والے ہیں - مگر دروزیوں کے ہتیار رکھتے ہی اُن کی مہر سکوت بھی ٹوٹ گئی - اُنھوں نے ایک اخبار کے نامہ نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق یہ عجیب تصریح کی ہے :

" اخبارات مجھے ملامت کر رہے ہیں کہ میں خاموش ہوں - مجھسے بولنے کا اصرار کیوں ہے ؟ کیا یہ چاہا جاتا ہے کہ میں کوئی ایسا وعدہ کرلوں جسے بعد میں پورا نہ کروں ؟ میں عمل پسند کرتا ہوں - قول پسند نہیں کرتا "

اخبار کے نمائندے نے بہت اصرار سے پوچھا " آخر شام کے مطالبات کب منظور کیے جائینگے ؟ کچھہ تو کہیے ؟ " ہائی کمشنر نے جواب دیا " آپ مجھسے یہ خواہش کیوں کرتے ہیں کہ دو دن کے اندر آسمان طیار کردوں ؟ "

ہمیں اس جواب کی معقولیت سے انکار نہیں - دو دن کے اندر موسیو بونسو کا آسمان کیسے بن سکتا ہے ' جب بنانے والے نوک شمشیر سے بنا ڈالنے کا عزم کرچکے - اگر ایسا نہیں ہے تو یقیناً دو صدیاں بھی اس کے لیے کافی نہیں - شام نے مجبور ہوکر تلوار اٹھائی اور اپنا آسمان سیاست تعمیر کرنا شروع کردیا ' مگر افسوس ہے کہ یہ مرحلہ پہلے قدم میں طے ہونے والا نہ تھا - ان کی شمشیریں جن سے وہ آلۂ تعمیر کا کام لے رہے تھے ' ٹوٹ گئیں - اب دنیا کو انتظار کرنا چاہیے کہ یہ ٹوٹی ہوئی شمشیریں پھر ڈھالی جائیں ' اور از سر نو شام کی قسمت کا آسمان تعمیر کیا جا سکے !

نہیں کہا جاسکتا یہ وقت کب آئیگا ؟ مگر یقین رکھیے اِس وقت کی آمد میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے - اگر شام کی تمام آبادی سے قطع نظر بھی کرلی جائے ' جب بھی صرف دروزي قبائل ہی کا گروہ ایک ایسا گروہ ہے جو اس طرح کی ہزار ناکامیابیوں اور بربادیوں کے بعد بھی جنگ آزادي سے باز نہیں آسکتا - آج وہ تھک کر بیٹھہ گئے ہیں ' تو کسی دوسرے دن اُٹھہ بھی سکتے ہیں - اس سفر میں وقفۂ و سکون کے بغیر چارہ نہیں - یہ ضروری ہے کہ جونہی اُنہیں دوسرا موقعہ ملا ان میں سے ہر متنفس کا سر اُس کی ہتھیلیوں پر آ جائیگا - اور وہ پھر دنیا کو اپنے جہاد آزادي سے متعجب کردیں گے !

ن ۱۹۲۵ء میں تعداد اموات ۵۹،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آتشک
رلیریا بھی بہت عام ہو اور بُری طرح مخلوق کو برباد کر رہا ہو۔

شراب

"میں شراب نوشی کے بارے میں آپ سے کچھ کہوں گا۔ میں محسوس
ہوں کہ ہم اٹالین شراب نوشی میں افراط کرنے لگے ہیں۔ پروفیسر موتارا
پنی کتاب "اصول اقتصاد" میں لکھا ہو کہ اٹلی میں ۳۰ لاکھ ایکٹر زمین
انگور کے باغ نصب ہیں۔ یعنی اٹلی کے انگوری باغوں کا رقبہ فرانس
اسپین کے انگوری باغوں کے رقبہ سے ۱۰ لاکھ ایکٹر زیادہ ہو۔ اور یہ
وم ہو کہ دنیا میں سب سے زیادہ شراب انہی دو ملکوں میں بنتی ہو"۔
ین یہ امر قابل اطمینان ہو کہ شراب خواری سے موتیں برابر کم
تی جاتی ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں ۱۸۶۴ موتیں ہوئی تھیں لیکن ۱۹۲۵ء
گھٹ کر ۱۳۱۵ ہوگئیں۔ پہلے ملک میں ۱،۸۷،۰۰۰ شراب خانے تھے۔
۲۵ ہزار بند کر دئیے۔ آئندہ ہم اور بھی بہت سے شرابخانے بند کرنے
لے ہیں۔ ہم بڑی آسانی سے یہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم فیسشزم والے
ابیوں کے ووٹوں کے محتاج نہیں ہیں، جیسا کہ جمہوری عہد میں لوگ
تاج ہوا کرتے تھے۔ اب وہ عہد، ایک افسانہ بن چکا ہو"

آبادی

"ہمیں اُمید ہو کہ ناکتخدائی کے محصول سے حکومت کو سالانہ ۴ کرو
۵ کرور پونڈ تک آمدنی ہوگی۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں یہ محصول میں نے
زانہ بھرنے کے لئے لگایا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسکی کیا وجہ ہو؟ میں
ہی جواب دیتا ہوں۔
"بعض "عقلمند" کہتے ہیں ہم بہت ہیں، ہماری آبادی بہت زیادہ ہو۔
کن واقعہ یہ ہو کہ ہم بہت ہی کم ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، اور معنوی
ت کے حصول کے لئے قوم کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہئے۔
ں صاف لفظوں میں سوال کرتا ہوں کہ ۴۰ ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ
ہوتا ہو) اٹالین، نوے ملین جرمن، اور دو سو ملین سلاویوں کا کیونکر
قابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ مٹھی بھر اٹالین، ۴۰ ملین فرانسیسیوں اور ۹۰
ن اُن کے مفتوحہ ممالک کی آبادی کے سامنے کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں؟
ں سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴۶ ملین انگریزوں اور ساڑھے چار سو ملین
ن کی مفتوحہ آبادیوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہو؟ اگر
لی چاہتا ہو کہ آفتاب کے نیچے اپنی ہستی برقرار رکھے، تو بجز اس کے
ئی چارہ نہیں کہ آئندہ ۵۰ سال میں اُسے اپنی آبادی کم سے کم ۶ کرو
ک پہونچا دینی چاہئے!"
"نسل کی کمی، قوموں کی تباہی کا سب سے پہلا سبب ہوتی ہو۔
وم کی تاریخ ہماری عبرت کے لئے کافی ہو۔ شہنشاہ اگسٹس کے عہد
ں روم کی کیا حالت تھی؟ ظاہر میں تو بڑی شان و شوکت تھی، مگر باطن
سلطنت، نمک کے پہاڑ کی طرح پگھل رہی تھی۔ رومن جمہوریت کی
ری صدی، یعنی جولیس سیزر کے وقت سے اگسٹس تک وہ زمانہ تھا
میں رومن ارباب حل و عقد روم کی نسل کی کمی سے لرزہ براندام تھے۔
ی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اگسٹس نے جبری نکاح کا قانون جاری کر
۔ مورخوں میں اختلاف ہو کہ یہ قانون مفید ہوا یا مُضر؟ میرے خیال
ں قانون کی مثال دوا کی سی ہو۔ دوا وقت ہی پر مفید ہو سکتی ہو۔ اد
ستعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قانون بھی جب ضرورت کے
ت نافذ ہوتا ہو تو نفع پہونچاتا ہو، ورنہ بیکار یا نقصان رساں ثابت
تا ہو۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ قانون مفید ہوا یا مُضر لیکن میرے
ل میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہو کہ قوموں کی قسمت، نسل کی
بیشی سے وابستہ ہو"
"تاریخ پر ایک نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ فرانس
س زمانہ میں دُنیا کا حاکم تھا؟ صرف اُس زمانہ میں، جبکہ اُس کے پاس
خاص اپنے فرزندوں کی ایک جرار فوج موجود تھی۔ اُس زمانہ میں جبکہ
۴۵ ملین فرانسیسیوں کے مقابلہ میں صرف چند ملین جرمن اور چند ملین
اسپینی تھے۔ مگر بعد میں فرانس کمزور ہوگیا، کیونکہ اُس کی نسل گھٹنے لگی۔
۱۸۰۱ء سے اب تک فرانس کی آبادی میں صرف ۲۰ لاکھ کا اضافہ ہوا
ہو، حالانکہ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی میں ۴۰ ملین، اور اٹلی کی
آبادی میں ۱۶ ملین کا اضافہ ہو چکا ہو"
"اسوقت یورپ کے بعض ملکوں میں شرح پیدائش یہ ہو:
سویڈن میں فی ہزار ۱۷
فرانس میں فی ہزار ۱۸
ناروے میں ۱۹
جرمنی میں ۲۰
ڈنمارک میں ۲۱
اٹلی میں ۳۹
بلغاریہ میں فی ہزار ۴۰
بلغاریہ سے زیادہ آبادی یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں بڑھ رہی ہو"
یہ تمام اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد مقرر نے کہا:
"پس اگر ہماری آبادی ترقی نہیں کرے گی، تو ہم ہرگز اپنی عظیم
الشان سلطنت قائم نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ ہم عنقریب مفتوح و محکوم
ہو جائیں گے۔ اب وقت آگیا ہو کہ حقائق کا اعلان کر دیا جائے۔ ورنہ
ہم ہمیشہ یوں ہی اوہام اور دل خوش کُن مگر بے نتیجہ خیالات میں زندگی
بسر کرتے رہیں گے"

انتظامی حالت

اس کے بعد مسولینی نے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرتے ہوئے
بتایا کہ اسوقت حکومت کے ہاتھ میں ایک لاکھ کی تعداد میں پولیس موجود
ہو اور وہ جدید ترین اسلحہ سے مسلح اور بہترین ذرائع نقل و حرکت کی
مالک ہو۔ چنانچہ فی الحال اٹالین پولیس کے پاس ۴۷، نئی قسم کی ٹریں
۲۹۰ لاریاں، ۱۹۸ موٹر سائیکلیں، ۹۸ اسٹیمر اور ۱۲ ہزار بائیسکلیں
ہیں۔
پھر اتنی کثیر مقدار میں پولیس رکھنے کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے
مسولینی نے اعداد و شمار پیش کئے اور بتلایا کہ ملک میں جرائم کی کس قدر
کثرت ہو؟ چنانچہ صرف ایک علاقہ "بونتین" میں ایک سال کے اندر
حسب ذیل بڑے بڑے جرم واقع ہوئے:
پولیس سے لڑائیاں ۱۷۱ مرتبہ۔
عمداً آگ لگانے کے واقعات ۲۷۸
قتل ۱۶۹
چوریاں ۲۰۸۲
لوٹ ۴۰۴

فیسشسٹ حکومت کے مقاصد

اٹالین ڈکٹیٹر کی تقریر کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہو۔ اس لئے ہم
اُس کا بڑا حصہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں:
"آپ سب اُن حالات سے باخبر ہیں جن میں میں نے وزارت داخلیہ
کا قلمدان لیا تھا۔ نیز آپ کو ۱۳ نومبر کا وہ تاریخی دن بھی یاد ہو جسکی
نظیر اس ملک میں مدتوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ساتھ ہی وہ معمولی واقعہ
بھی آپکے ذہن میں ہوگا جو میرے قتل کے اقدام سے تعلق رکھتا ہو۔ ٹھیک
اُسی تاریخی دن، میں نے میز پر سے ایک کاغذ اُٹھایا تھا اور پنسل سے
اُس پر وہ نظام عمل لکھ دیا تھا جس پر ملک کی حکومت کو چلنا چاہئے۔ اس
نظام عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ فیسشزم کے مخالف مٹا دئیے جائیں۔ یہ نظام
عمل پوری طرح کامیاب ہوا، اور آج اس سرزمین پر ہمارا کوئی مخالف
باقی نہیں رہا ہو!
"بیرونی دنیا میں مشہور کر دیا گیا ہو کہ میں نے ۲ لاکھ سیاسیوں کو
نظر بند کر رکھا ہو۔ یہ سفید جھوٹ ہو۔ حقیقت صرف اس قدر ہو کہ
ہم نے ۱۵۴ سیاسیوں کو تنبیہ کی، ۱۹۵۹ کو ملامت کی، اور صرف
۶۹۸ کو جلاوطن کر دیا"!
قارئین الہلال شاید ان دو لفظوں "تنبیہ" اور "ملامت" کے
موجودہ اٹالین معانی نہ سمجھے ہونگے۔ مسولینی کی لغت میں "تنبیہ"
کے معنی یہ ہیں کہ مخالف کو زبردستی کسٹرائل (رینڈی کے تیل) کی
ایک پوری بوتل پلا دینا۔ اور "ملامت" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے
پیٹ میں پٹرول کا ایک پورا ٹین اُتار دینا! یہ کسٹرائل اور پٹرول
مسولینی کے بہت ہی خوفناک ہتیار ہیں۔ ان کے نام سے مخالف
تھراتے ہیں۔ ادنیٰ سی مخالفت پر یہ عجیب و غریب مگر خوفناک سزائیں
بے تامل دیدیجاتی ہیں!
اس کے بعد مقرر نے کہا
"بعض لوگ سمجھتے ہیں، سیاسی مجرموں کو جلد معافی ملنے والی ہو
میں اس کی تغلیط کرتا ہوں۔ ۱۹۳۲ء سے پہلے معافی کا سوال پیش
ہی نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہو یہ بہت سختی ہو۔ کیا یہ سختی ہو؟ ہرگز
نہیں۔ یہ ایک قسم کا جلاب ہو اور اس سے مقصود بجز اس کے اور
کچھ نہیں ہو کہ وہ عناصر دُور کر دئیے جائیں جو ہماری ہیئت اجتماعیہ
میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ کیا طبیب کا مریض کو مسہل دینا سختی ہو؟
میں نہیں سمجھتا دُنیا کا کوئی دانش مند انسان اس کا جواب اثبات
میں دے سکتا ہو"

اٹالین انقلاب

"ہمارے انقلاب کو کون خونخوار قرار دے سکتا ہو؟ ہمارا انقلاب
درحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ قدرتی انقلاب ہو۔ جو ہمیں سفاک کہتا
ہو، وہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم سے رُو در رُو باتیں کرلے۔ کیا دُنیا
اس قدر جلد انقلاب فرانس کو بھول گئی؟ انقلاب فرانس، صحیح
معنوں میں خونریز تھا۔ تقریباً ۲۰ آدمی روزانہ گلوٹین (انقلاب فرانس
کے آلۂ قتل) کی نذر ہوتے تھے۔ یہ اُن ہزاروں مقتولوں کے علاوہ
ہیں جنھیں قید خانوں میں مارا گیا، آگ میں جلایا گیا، پانی میں غرق
کیا گیا۔ صرف مرد ہی قتل نہیں کئے جاتے تھے بچے اور عورتیں بھی
قتل ہوتی تھیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے یقیناً
وہ کتاب پڑھی ہوگی جس کا نام "عہد ہولناکی میں مقتول عورتیں"
ہو۔ اس کتاب میں لکھا ہو کہ دو ہزار عورتیں بے دردی سے مار
ڈالی گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں صرف اس جرم میں ماری گئیں کہ
اُنھوں نے صلیب کو بوسہ دیا تھا۔ اور انقلاب فرانس کے حکمراں
سمجھتے تھے، یہ مذہبی عقیدت، رجعت پسندی کی علامت ہو۔ فرانس کے
انقلابیوں کا عقیدہ تھا کہ "انقلاب کی کامیابی کے لئے خونریزی ضروری
ہو" پھر ہم پر کیوں ملامت کی بوچھاڑ ہو؟ ہم تو صرف اپنی "مدافعت"
کر رہے ہیں۔ نہ کہ انقلاب فرانس کی طرح حملہ!"
"بعض لوگ کہتے ہیں، ہر مجلس (پارلیمنٹ) میں مخالف جماعتوں
کا وجود ضروری ہو۔ میں حقارت کے ساتھ یہ اصول ماننے سے انکار
کرتا ہوں۔ میں کوئی مخالف جماعت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اٹلی میں
فیسشسٹوں کے علاوہ کسی جماعت کے لئے گنجائش نہیں ہو۔ ہاں، میں
نہ تو کوئی مخالف اخبار جاری ہونے دوں گا، نہ کسی مخالف جماعت
کا قائم ہونا گوارا کروں گا۔ آج پورا اٹلی صرف ایک جماعت رکھتا ہو، اور
وہ میری جماعت ہو!"
"بعض لوگ خیال کرتے ہیں، مجھے حکومت کرنے کا شوق ہو۔
لیکن یہ غلط ہو۔ میرا سخت سے سخت دشمن بھی مجھے خود غرض اور حکومت
کا بھوکا پیاسا نہیں بتا سکتا۔ میں حکومت کے سر پر صرف اس لئے ہوں

برید فرنگ

اٹلی کے نئے اصول حکمرانی

مسولینی کی عجیب و غریب تقریر

موجودہ دُنیا میں جمہوریت کے رّدِ فعل نے شخصیت اور شخصی استبداد کے جو مظاہر پیدا کر دئیے ہیں، شاید ان میں سب سے زیادہ عجیب منظر اٹلی کا مسولینی ہو۔ ضرورت ہے کہ دقّتِ نظر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

پچھلے دنوں اٹلی کی مجلس (پارلیمنٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے مسولینی نے جو تقریر کی تھی، وہ اپنی نوعیت کی پہلی تقریر ہے جو کسی موجودہ زمانے کی مجلس حکومت کے سامنے کی گئی ہے۔ اسمیں مسولینی نے وہ تمام پارلیمنٹری روایات پس پُشت ڈالدیں جن پر آجتک عمل درآمد چلا آتا تھا۔ یورپ نے یہ تقریر دہشت اور استغراب کے ساتھ سُنی، لیکن اپنے سیاسی حلقوں کے پیچ در پیچ معاملات کی وجہ سے نکتہ چینی کی جرأت نہ کرسکا۔ البتہ امریکہ کے اخبارات نے اسپر سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ اُن کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "مسولینی مجنون ہوگیا ہے"!

مسولینی مجنون ہویا نہ ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاست کا دماغ کوئی مجنونانہ قدم ضرور اُٹھانے والا ہے!

اس تقریر کا بہت مختصر خلاصہ ریوٹر ایجنسی نے ہندوستان کے اخبارات میں بھیجا تھا۔ اب یورپ کی تازہ ڈاک میں پُوری تقریر آگئی ہے۔ ہم اُس کے بعض حصّوں کا ترجمہ شایع کر دیتے ہیں تاکہ قارئین الہلال یورپ کے موجودہ سیاسی مزاج کی ایک اہم حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسولینی نے مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس سے اعلان کرنا پڑتا ہے کہ آج میری تقریر مختصر نہیں ہوگی جیسی میری پچھلی تقریریں ہوا کی ہیں۔ آج مجھے بہت سے معاملات پر بحث کرنی ہے۔ آج میں اٹالین قوم کے سامنے اُسکی اصلی تصویر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آج میری تقریر میں بہت سے اعداد و شمار بھی ہوں گے، اس لئے نہیں کہ اعداد و شمار، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اعداد و شمار قوموں پر صحیح حکومت کرنے کے لئے ضروری ہیں، خصوصًا موجودہ زمانہ میں، جبکہ حکومتوں کے فرائض از حد پیچیدہ ہورہے ہیں۔

"بنابریں میری یہ تقریر بہت ضروری بھی ہوگی، اور شاید بہت تکلیف دہ بھی ثابت ہو۔ ضروری اس لئے کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کہوں گا۔ تکلیف دہ اس لئے کہ میں ایسی تصریحیں کروں گا جو شاید تلخ ہوں اور دُنیا کے بعض مسلّم مبادیات کا خاتمہ کردیں البتہ وہ دلچسپ بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ میں اسمیں وہ خاص منطق استعمال کروں گا جو خود میں نے ایجاد کی ہے، جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے (قہقہہ)

"میں اپنی تقریر کے اس حصہ میں ہنسوں گا، ہنساؤں گا، اور فیسیتزم کے داخلی اور خارجی دشمنوں پر طعنہ زنی کروں گا۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ حکومت کے وزیر اعظم کو ہمیشہ غیر دلچسپ تقریر کرنی چاہئے اور اُس میں صرف پیچیدہ اور مغلق الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

"میری تقریر تین حصوں پر منقسم ہوگی:

(۱) نسل اور صحت کے لحاظ سے اٹالین قوم کی حالت

(۲) ملک کی انتظامی حالت

(۳) حکومت کی حکمت عملی کے نتائج حال و مستقبل میں۔

تندرستی

"ہر متمدن ملک میں تندرستی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہماری تندرستی فی الحال کیسی ہے؟ قوم کی جسمانی قوت بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ یہ سوال صرف ڈاکٹروں ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اسپر حکومت کو، بلکہ پورے ملک کو، نہیں، ملک کے ایک ایک فرد کو غور کرنا چاہئے"

اس کے بعد مقرر نے بتایا کہ گذشتہ ۴۰ برس کے اندر جلد موٹی ہوجانے کی بیماری اٹلی میں سب سے زیادہ عام رہی، مگر اب حکومت کی کوششوں نے ملک کو اس سے نجات دیدی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں پُورے ملک میں اس بیماری کے صرف ۱۸۰ مریض باقی رہ گئے تھے۔

تپ دق کے متعلق وزیر اعظم نے بتایا کہ اسوقت بھی یہ مرض بہت عام ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس سے ۵۲،۲۹۳ موتیں ہوئیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۳)

دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (الکامل جلد۱) گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہے۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے!" (ابن سعد)

دولت سے بیزاری

اسی حال میں اُنھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا "اسے لے لے"، آپکے بیٹے عبد اللہ کا زہد مشہور ہے۔ اُنھوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" عمرو نے کہا "اسمیں دولت ہے" عبد اللہ نے پھر انکار کیا۔ اسپر ہاتھ ملکر کہنے لگے "کاش اسمیں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں!" (الکامل ج۱)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا تو اُنھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے مٹھیاں کس لیں۔ اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے:

"الٰہی! تونے حکم دیا اور ہمنے عدول حکمی کی۔ الٰہی! تونے منع کیا اور ہمنے نافرمانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہوجاؤں گا

ے؟" میں نے سوال کیا۔
سب لاجواب ہوکر میرا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے
ہ؟" میں نے کہا:
"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہو!"
"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیر داخلیہ
آہستہ سے کہا۔
"تم وہاں چلے آنا جہاں میں جارہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔
اب میں سلطان وحید الدین سے رخصت ہونے کے لئے قصر "یلدز"
ں پہونچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی
ڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ بطانی بیڑے
ر انداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف
ے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں
ریڈناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں
ندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر
لطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کرلیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفی! یہ
یکھتے ہوا میرا دل خون ہوتا ہو! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت
پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہو! اُس کی زندگی
ی توپوں کے رحم پر ہو! تم اناطولیہ جارہے ہو۔ میری دعا ہو خدا تمھارا
ق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"
ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا، "تمھارے کارنامے اب
ں کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی
ی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے
رنامے تاریخ کے حوالے ہوگئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھولجاؤ اور نئے
رنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"
اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جاکر اتحادیوں
مخالف خیالات کا خاتمہ کرڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:
"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی
تاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"
میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہوگئی۔ دونوں کی زبانوں پر
ت ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟
قصر سے میں نہایت متاثر نکلا اور "شیشلی" میں اپنے مکان
ہنچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے
ازش کی ہو کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہوجائے تاکہ اُنکے جہا
ی سفر کے لئے طیار ہوجائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کردیں!"
یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہوگیا
یونکہ اب ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی
پتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے
وال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہازرانی کے ماہر اسوقت جہاز
ے کل پُرزے معائنہ کررہے ہیں۔ اُن کا حکم ہو، جبتک وہ اجازت نہ
یں جہاز نہ چلے"۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی سازش کی گئی ہو۔
یں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "ان ماہروں سے کہدو۔ فوراً
ہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا
نگر اُٹھا دو"
کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دُور آگے چلکر میں نے کپتان
و حقیقت حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا
ہاز بہت پرانا اور سست رفتار ہو۔ جنگی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا"
میں نے کہا "کوئی پروا نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو، اگر
ہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچاکر جا سکوں گا"
چنانچہ میری حسب ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ
میں منزل مقصود تک پہنچگیا۔
بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔
مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان
شروع ہوگیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل
یہ ہو کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب
ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہرحال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم
شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پُرجوش باشندوں کا شور
تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی نقطوں سے توپوں کی سلامی
داغی جارہی تھی!
"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں
کو ملاقات کے لئے طلب کرلیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں
پہنچے۔ یہاں شہر کے ۸۰۰ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔
میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔
یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پُرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے
گرد مزرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء
و اُمراء کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہوگیا
تھا!
آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک
دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں
آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے
تھے۔ اور مساویانہ رُوح میں اپنے رئیس حکومت سے مصافحہ کررہے
تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہوگئی ہو لیکن سادگی اور
حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیر عظمت پیدا کردی ہو!
یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا سپاس نامہ پیش ہوا۔
غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسب عادت
بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ پورا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا
خلاصہ حسب ذیل ہو:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطہ سے آستانہ، اُسکے،
باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کررہا ہوں
سچ یہ ہو کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے ازحد متاثر ہوا ہوں جن کے
ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہو۔ آپ میری
جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔
"آج پورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہو۔
اگر یہ صحیح ہو کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ
ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی
جدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گذارے ہونگے؟"
"آستانہ، جو دو عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہو، ترکی وطن
کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہو۔ تمام
ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہو۔ ایک
مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیر لیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے
بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہوگئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور
اپنے پہلو میں خونچکاں دل لئے پھرتا تھا"
"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی
شعاعیں پیدا کردیں۔ رات کب کی ختم ہوچکی ہو، اور ہماری تاریخ کا نیا
دن طلوع ہوچکا ہو!"
"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو میں نے ۸ سال پہلے اس
حال میں چھوڑا تھا، کہ میرا دل زخموں سے چور تھا، اور ایک متنفس بھی
مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا
ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور قہقہۂ انبساط میرے سامنے ہو۔ اسکا
حسن اب دوبالا ہوگیا ہو۔ میرا دل بھی مطمئن ہو، میں اسوقت اپنے
آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔
"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کا عہد جدید،
بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہو۔ ہماری قوم نے
سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر
کی ہو، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہو۔ ہمپر فرض ہو کہ پوری ہوشیاری
اور پورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن
کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا
مطالبہ کرتی ہو۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہو کہ مفید اور ضروری
علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ جلد
سے جلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے"
"میں آپسے اے عزیزان آستانہ! یہ کلمے اس محل میں کہہ رہا
ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی
شخصیت رہتی ہو جسے، دلیوں کی قوت حاصل ہو! آج یہ محل اُس
شخص سے خالی ہو جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ)
کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہو، جو سایہ نہیں بلکہ محسوس حقیقت
ہو۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہو کہ میں بھی قوم
کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں ..."
اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کرکے تمام حاضرین سے
مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں فوجی قواعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات
ہوگئی۔
خیال کیا جاتا ہو کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں
گے۔ یہ افواہ بھی گشت کررہی ہو کہ صوفیا اور بلگراڈ بھی جائیں گے تاکہ
بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہدنامے سرانجام دیں۔

کہ حکومت کو میری ضرورت ہو۔ اٹلی کا فیصلہ یہی ہو کہ موسولینی حکومت کرے۔ لہٰذا موسولینی برابر حکومت کرتا رہیگا!"

دُنیا کا امن

"حضرات! دُنیا کا امن ہنوز خطرے میں ہو۔ ابھی کل کی بات ہو کہ برلن میں ۱ لاکھ ۲۰ ہزار آدمیوں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ اُن کے جھنڈوں پر یہ عبارت کندہ تھی "ٹرلیسٹے سے ریگا تک!" لہٰذا ابھی امن و امان کی گفتگو قبل از وقت ہو۔ ہمیں پوری مستعدی سے اپنی برّی، بحری اور ہوائی قوتوں کو ترقی دینی چاہیئے۔ ہمارے پاس کم سے کم ۵۰ لاکھ برّی فوج ہر وقت طیار رہنی چاہیے۔ میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہوائی قوت کی ہو۔ ہمارا ہوائی بیڑا زیادہ سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہوائی جہازوں کو اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ اُن کی آواز، دُنیا کی تمام آوازوں کو دبا دے، اور اُن کے پَر سُورج کی کرنیں زمین تک پہنچنے سے روک دیں۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک کا درمیانی زمانہ یورپ کی قسمت کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اُس وقت ہمارے پاس اتنی قوت ہونی چاہیئے کہ ہم دُنیا کو اپنی آواز سُننے اور اپنے حقوق منوانے پر مجبور کر سکیں"....!

اس تقریر کا ایک قابل لحاظ پہلو یہ بھی ہو کہ اس میں بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں ہو۔ امریکن اخبارات اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عنقریب شاہ معزول ہو جائے گا اور اٹلی کے تخت شاہی پر بھی موسولینی ہی کے قدم چڑھتے نظر آئیں گے۔

تصحیح

الہلال نمبر ۳-۴ کے مذاکرۂ علمیہ میں ایک مضمون بہ عنوان "عمالیق" درج ہوا تھا۔ اسمیں درازی قد کے طبی اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی سُرکی گلٹی کا ذکر کیا گیا ہو۔ اسمیں ایک غلطی ہو گئی ہو۔ براہ عنایت قارئین الہلال اس کی تصحیح کر لیں۔ انگریزی میں اس گلٹی کا نام Paraliad gland چھپ گیا ہو۔ حالانکہ صحیح نام Pituitary gland ہو۔ میں عبد الرحیم صاحب میڈیکل اسکول امرتسر کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اسپر توجہ دلائی۔ انگریزی کی غلطی کی وجہ سے اس کے ترجمہ میں بھی غلطی ہو گئی۔ چونکہ مضمون کے مسودہ ہی میں یہ غلطی ہو گئی تھی، اس لئے جب اُس کے لئے عربی اصطلاح دیکھی گئی تو قدرتی طور پر وہ لفظ اختیار کیا گیا جو Paraliad gland کے لئے ہو اور وہ "الغدۃ النکفیۃ" ہی ہو۔ لیکن چونکہ یہ وہ گلٹی ہی نہیں ہو۔ اس لئے یہ "غدۃ النکفیۃ" بھی نہیں ہو Pituitary gland کے لئے عربی تشریح میں دماغی اور مخاطی غدہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہو۔

ان دونوں گلٹیوں کے محل اور خواص میں فرق یہ ہو کہ "غدہ نکفیہ" کان اور کنپٹی کے درمیان ہوتی ہو، اور اس کا فعل یہ ہو کہ ایک خاص طرح کی رطوبت خارج کرتی ہو۔ لیکن غدۂ دماغی کا محل دوسرا ہو۔ وہ سر کے نیچے اور ناک کے عقب میں واقع ہو، اور اس کے خواص وہیں جو مضمون مذکور میں بیان کئے گئے ہیں۔ صاحب "توضیح فی اصول التشریح" نے (جو جدید فن تشریح میں لکھی گئی ہو) اس کے لئے صرف دماغی گلٹی کا لفظ استعمال کیا ہو۔ (ابو الکلام)

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد۔ تاریخ کی یاد۔ غازی کی تقریر

غازی کی آمد

بالآخر غازی مصطفیٰ کمال پاشا، قسطنطنیہ پہنچگئے۔ کئی ہفتے سے پورا شہر استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح سُورج نکلا تو شہر عروس نو کی طرح آراستہ تھا۔ پہلے سے معلوم تھا کہ بندرگاہ "ازمیت" سے غازی، یخت (جہاز) "ارطغرل" پر بیٹھیں گے اور اُسی پر آستانہ پہنچیں گے۔ چنانچہ مقامی حکام اور شہر کے نمائندے پہلے ہی سے ازمیت کی طرف استقبال کو روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں کے سمندر میں جتنے بھی جہاز، اسٹیمر اور کشتیاں موجود تھیں، باشندوں سے لبریز ہو گئی تھیں، اور سب "جزائر امراء" کی طرف استقبال کے لئے روانہ تھیں۔ باقی جتنی مخلوق تھی، ساحلوں پر سمٹ آئی تھی۔ سویرے میں نے مکان کی بالائی منزل سے مُنہ نکالکر دیکھا، تو سمندر کے کنارے کنارے انسانی سروں کا ایک صحرا بے کنار نظر آتا تھا!

غازی کا یخت، جوں ہی "جزیرۃ الامراء" کے سامنے پہونچا، بیک وقت لاکھ منہ کھل گئے، اور اتنا بڑا نعرہ بلند ہوا، کہ سواحل ایشیا اور سواحل یورپ کے پہاڑ تک گونج اٹھے!

یہ منظر دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب سے ۸ سال پہلے کا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ زمانہ ترکی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریک زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگ عظیم نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا ڈالی تھیں، تمام شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خود پایۂ تخت پر اتحادیوں کا قبضہ تھا۔ اور سلطان اُنکے ہاتھ میں قیدی تھا۔ مجھے یاد آیا، اُس وقت اس شہر پر کیسا سناٹا چھایا ہوا تھا؟ موت کا سا سناٹا! تمام زبانیں گنگ تھیں۔ اتحادی بیڑے اپنی بے پناہ توپوں کے دہانے محل سلطانی کی طرف کئے صف آرا تھے، اور سلطان کا دل خوف سے تھرا رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی مصطفےٰ کمال جن کے سامنے آج لاکھوں نظریں فرش راہ ہو رہی ہیں، اب سے ۸ برس پہلے اسی قسطنطنیہ میں سر نیچا کئے، غمگین صورت بنائے، بازاروں میں جا رہے تھے، اور خود میں نے اپنی انھیں آنکھوں سے اُن کا پژمُردہ چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اُس وقت بھی گمنام نہ تھے۔ درۂ دانیال کے ہیرو تھے۔ مگر جنگ، شکست پر ختم ہوئی تھی، اس لئے جنگ کے تمام ہیرو سرنگوں ہو رہے تھے۔ کوئی اُن کی بات تک نہ پوچھتا تھا، بلکہ اُن سے نفرت کیجاتی تھی، کیونکہ عام اعتقاد یہی تھا کہ ملک پر تمام مصیبتیں انہی کے ہاتھوں نازل ہوئی ہیں!

مصطفےٰ کمال پاشا کی آمد نے تمام پچھلے ہولناک واقعات کی یاد دلوں میں تازہ کر دی۔ جنھیں معلوم ہو اُنھیں معلوم ہو، جنھیں معلوم نہیں، وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، ۸ سال پہلے غازی مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ سے کیونکر گئے تھے؟ یقیناً یہ سوال اب تاریخ کا عنوان بن گیا ہو۔ ضروری ہو، ہم اُسپر چند کلمے کہیں۔ لیکن ہماری تشریح سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ خود غازی موصوف کی زبان سے یہ کہانی سُنا دی جائے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا تھا:

اب سے ۸ برس پہلے!

"جب آستانہ میں اتحادیوں کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے، اور علانیہ زیادتیاں ہونے لگیں، تو میرے لئے یہاں قیام ناممکن ہو گیا۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اناطولیہ چلا جاؤں۔ وہاں ترکی قوم کو تمام حالات سے مطلع کر دوں، اور اگر ممکن ہو، تو اس راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دوں۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے بعض دوستوں کو آگاہ کیا۔ اُن کی سعی و اعانت سے مجھے کامیابی ہوئی۔ تقریب یہ ہوئی کہ علاقہ صامسون اور اناطولیہ کے بعض حصوں میں اتحادیوں کے خلاف شورش پیدا ہونے لگی۔ داماد فرید پاشا وزیر اعظم ڈرے، کہیں یہ شورش خطرناک صورت اختیار نہ کرے۔ اُنھوں نے ایک ایسا شخص اناطولیہ بھیجنا چاہا جو ہر طرح کی بےچینی کا قلع قمع کر دے سکتا ہو۔ اُن کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور مجھے مشرقی صوبوں کا جنگی انسپکٹر مقرر کر دیا گیا۔ مگر اُنکے دلمیں کچھ کھٹک ضرور تھی۔ وہ بار بار اپنا فیصلہ منسوخ کر دیتے تھے۔ خود وہی نہیں، وزیر جنگ کو بھی میرے انتخاب پر اعتراض تھا حتیٰ کہ وزیر جنگ نے حکم پر دستخط ثبت کرنے سے انکار بھی کر دیا تھا۔ اُسنے کہا تھا میں مُہر کئے دیتا ہوں۔ اگر اس انتخاب سے کوئی خرابی پیدا ہوئی تو میں انگریزوں سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لوں گا کہ مجھے اس شخص کے انتخاب کا کوئی علم نہیں تھا۔ میری مُہر چوری سے لگا دی گئی ہو!"

لیکن بالآخر میری باضابطہ تقرری ہو گئی۔ ۱۶ رمئی ۱۹۱۹ء کو مجھے جہاز "باندرمہ" سے روانہ ہونا تھا۔ روانگی کے وقت میں وزیروں سے رخصت ہونے کے لئے باب عالی گیا۔ وزراء نہایت بدحواس ہو رہے تھے۔ وزیر داخلیہ نے دوڑ کر مجھ سے کہا:

"تم نے کچھ سُنا؟ شرارت کی حد ہو گئی! یونانیوں نے سمرنا پر فوجیں اُتار دیں!"

وزیر بحریہ نے بھی یہی کہا۔ میں نے کہا:

"پھر اب کیا کرو گے؟"

"ہم احتجاج کرینگے" اُنھوں نے دیر تک سوچنے کے بعد افسردگی سے کہا۔

"یہ ٹھیک ہو۔ مگر کیا تمھارے احتجاج سے یونانی سمرنا خالی کر دیں

ہ علاقہ ہو جس میں قدرت اپنی تمام رعنائیوں اور نعمتوں کے ساتھ خود
آئی ہو۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کرتا ہوں میر
ت موسیو ڈلکاسا برطانیہ سے گفت و شنید کر رہے ہیں کہ فرانس انگریزوں
لئے مصر چھوڑدے، اور انگریز مراکش میں ہماری کوئی مخالفت نہ
ں گا"

"میرے دوستو! ایک لمحہ کے لئے دولت و ثروت کے اُن خزانوں
تصور کرو جو مراکش میں تمھیں حاصل ہونگے۔ پوری سرزمین زرخیز ہو
ں قیمت کانوں سے لبریز ہو۔ تم وہاں کی کانیں کھولوگے۔ بیحیاب
پیدا کروگے۔ روئی اتنی حاصل ہوگی، جس کا اسوقت تصور بھی
ں کیا جا سکتا"

"کیا اس کے بعد بھی تم باہمی منافست میں مبتلا رہوگے؟
انکہ تم ہی دونوں گروہ اس نئی سرزمین کے مالک ہو۔ تم دونوں کو تمام
نشینوں پر خاص امتیاز حاصل ہو۔ سب سے پہلے تم ہی نے اس
زمین میں اسلام کا جھنڈا اونچا کیا۔ اسلام کے ملک پر مسیحیت کا سکہ بٹھا
، اور اسلام اور مسلمانوں سے واقفیت بہم پہونچائی۔ لہذا تم ہی ذریعہ
تمام اسلامی ملکوں کے مالک بنوگے۔ راس قابس سے بحر اٹلانٹک
، اور بحر متوسط سے صحرا اعظم تک، تمام علاقے تمھارے ہی ہیں پس
متحد ہو جاؤ، اور پھوٹ ڈالکر فرانس کی مجتمعہ قوت پارہ پارہ نہ کرو"

اس تقریر پر ہر طرف سے مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔
نوں طرف سے حریف اُٹھے اور باہم مصافحہ کرنے لگے۔ شراب کے
جام بھرے گئے، اور مسرت کے نعروں میں خالی ہوگئے!

یہ واقعہ اور اس واقعہ کا پورا منظر اب تک میری آنکھوں میں ہو
ن میں سمجھا کہ فرانس کی مشرقی حکمت عملی کیا ہو اور اُس کی بنیاد کس
پر ہو؟ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارا ملکی اتحاد صرف اس بنیاد پر
ہو کہ اہل ملک کے لئے ہمیشہ مشرق میں نئے شکار مہیا کرتے رہیں
ی سوسائٹی کے مختلف طبقوں کا باہمی اتحاد اس لئے نہیں ہو کہ
ات میں وہ متفق ہیں۔ صرف اس لئے ہو کہ ظلم میں کوئی اختلاف نہیں!

اٹلی اور یمن

ن پر اٹلی کا دانت مدت سے ہو لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اُسکا
روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہوگیا ہو۔ اور اٹلی یمن کی طرف بے
بڑھ رہا ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ پچھلے چند ماہ کے اندر اٹلی نے صنعا میں
ثر پیدا کرلیا۔ ایک زمانہ میں امام یحییٰ اٹلی کا نام بھی سننا نہیں چاہتے
مگر اب وہ اُس سے معاہدہ کر رہے ہیں، سامان جنگ لے رہے ہیں
ن فوجکی تربیت کے لئے اٹالین افسروں کے طلبگار رہیں!

گزشتہ ہفتہ اِن "دوستانہ علائق" نے ایک نیا قدم اُٹھایا ہو۔ یمن
یخ میں پہلی مرتبہ اُس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہو۔ سرکاری طور پر اعلان
ا ہو کہ "یمنی وفد، یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کرے گا
رپین تمدن کا مطالعہ کرے، پھر قسطنطنیہ اور انگورہ جائے گا"
اعلان میں اٹلی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض اٹلی
۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہو۔ امام یحییٰ کے منجھلے بیٹے "امیر محمد" اُس
ئیں ہیں، اور سید عبد اللہ ابراہیم، سید عباس علی، قاضی علی عمری،
راغب رکن ہیں۔ قاضی راغب، حکومت صنعا کے وزیر خارجہ
ور یمن میں تنہا شخص ہیں جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے
۔ اس وفد نے آتے ہی موسولینی اور شاہ اٹلی سے طویل ملاقاتیں
ہم نہیں چاہتے اپنے سوء ظن کا اسے نشانہ بنائیں لیکن اٹلی
سرکاری اخبار "کوریرا دلی لاسیرا" کا ایک جملہ نقل کرنے پر مجبور
ہمارے خیال میں یہ جملہ اٹلی اور یمن کی دوستی کی بہترین شرح ہو:٭

باب التفسیر

تفسیر سُورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

صفاتِ الٰہی کے انسانی تصور کی تکمیل

اور

اُس کا سلسلۂ ارتقا

الحمد للہ رب العالمین

قرآن حکیم نے انسان کو خدا کے اعتقاد اور تصوّر کی دعوت دیتے ہوئے، سب سے پہلے جن صفات کا حسن و جمال بے نقاب کیا ہو، وہ تین صفتیں ہیں: ربوبیت، رحمت، عدالت!

الحمد للہ رب العلمین: — ساری تعریفیں، ہر قسم اور ہر
الرحمن الرحیم، — طرح کی ثنائیں، حسن و جمال
مالک یوم الدین! — کی شیفتگی اور خوبیوں کمال
(فاتحہ) — کے اعتقاد کے ساتھ جو کچھ بھی

کہا جا سکتا ہو، وہ سب کچھ؛ اللہ کے لئے ہو! وہ اللہ، جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہو۔ جس کی ربوبیت کائنات ہستی کی ہر مخلوق کو اس کی زندگی اور بقا کا تمام سامان بخشتی، اور اُس کی پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہو! جو رحمت والا ہو، اور جس کی رحمت کی بخشائشیں تمام عالم خلقت کو اپنے نوالِ محبت سے مالامال کر رہی ہیں! جس کے قبضہ و تصرف میں جزاؤ سزا اور مکافات کا ...ن ہو، اور جس کی عدالت نے ہر کام کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ کا قانون جاری و نافذ کر دیا ہو!

سورۂ فاتحہ قرآن کی ابتدا ہو، اور فاتحہ کی ابتدا تصورِ الٰہی کی اسی بنیادی جلوہ نمائی سے ہوتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کے تصور و اعتقاد کا جو نقشہ کھینچا ہو، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا نقشہ ہو۔ انہی تین صفتوں کے تفکر سے ہم قرآن کے تصورِ الٰہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

تصورِ الٰہی کا تدریجی ارتقا

دُنیا کی ہر چیز کی طرح انسان کا فکر و عمل، اور انسانی فکر و عمل کی ہر بات کی طرح اُس کے روحانی تصورات نے بھی بہ تدریج پستی سے بلندی کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کی ہو۔ روحانی تصورات کی پہلی بنیاد ایک خالق کائنات ہستی کا تصور ہو جس وقت سے انسان کی تاریخ روشنی میں آئی ہو، اُس کے اس تصور کی تاریخ بھی شروع ہو جاتی ہو۔ اگر پُرانے سے پُرانے عہد کے تصور سے لیکر، موجودہ ادیانِ عالم کے عہد تک کے تمام تصورات سامنے رکھے جائیں، اور یکے بعد دیگرے اُن کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آجائے گا کہ ایک تدریجی ارتقا کا سلسلہ ہو جو اشیاء و اجسام کے ارتقاء کی طرح انسان کے تصور و اعتقاد میں بھی جاری ہو، اور جوں جوں انسان کی فکری اور معنوی استعداد ترقی کرتی جاتی ہو، اُس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا جاتا ہو۔ یہاں تک کہ ارتقا کے ہر سلسلے کی طرح اس سلسلہ کی بھی تکمیل کی آخری کڑی نمایاں ہو جاتی ہو!

فطرۃ کا ولولہ اور ذہن کا تصور!

لیکن یاد رہے کہ یہاں خدا کے تصور سے مقصود اُس کی صفات کا تصور ہو۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد نہیں ہو۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد ذہن و فکر کی پیداوار نہ تھی جو اُس کی استعدادی تبدیلیوں سے متأثر ہوتی۔ یہ اُس کی فطرۃ کی آواز تھی، جو خود اُس کے اندر سے اُٹھتی تھی، اور ایک بالاتر ہستی کے یقین کے جوش سے اُسے معمور کر دیتی تھی۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ تھا، اور فطری جذبات و میلان کی نوعیت ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں رہتی ہو، اس لئے انسان کا اعتقاد الٰہی بھی ہمیشہ یکساں رہا۔ اُس میں ذہن و فکر کے تغیرات مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن خدا کی ہستی کا تصور، اُس کی صفات کے تصور سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ انسانی عقل ذاتِ مجرد کے تصور سے عاجز ہو۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا تصور کرتی ہو تو گو اُس کی ذات کا تصور کرنا چاہے، لیکن تصور میں اُس کی صفتیں ہی آتی ہیں، اور صفتوں ہی کے جمع و تفرقہ سے ذات کے تصور کا نقشہ وجود میں آتا ہو۔ یہیں سے اس فطری جذبہ میں انسانی عقل کی مداخلت شروع ہوئی، اور یہی اُس کی درماندگیوں اور غلط اندیشیوں کی سب سے پہلی ابتدا ہو۔ فطرۃ کے جذبۂ یقین نے ایک بالاتر ہستی کے اعتراف

٭ "اٹلی کی یمن اور امام یمن سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہو۔ موسولینی نے یمن سے جو "حلف نامہ" کیا ہو، اُس کا مقصد صرف یہ ہو کہ جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان برقرار رہے۔ اٹلی بحر احمر میں وسعت حاصل کرنے پر مجبور ہو، اس توسع کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اٹالین نوآبادی اریتیریا کے تعلقات، عرب کی قوموں اور مشرقی افریقہ کے قبیلوں سے قائم ہو جائینگے!" (السیاسہ)

خواطر و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس ڈیلیزی کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہونگے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جسمیں فرانس کے تیس بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس ڈیلیزی نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفتر مستعمرات سے کر دیا جائے یا اسے قائم و جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ غاصبانہ تسلط دونوں حالتوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنا میں پیرس کی ایک مقتدر سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا انتظام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کیے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے ہے اور اُس کی سرگزشت حوالۂ قلم کرتا ہے۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہے، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اُتنی وضاحت نہ ہو سکے۔ طرزِ بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہے:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ ۱۹۰۴ء میں مجھے اُس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن فتوحات" ہر ماہ ملک کے مدبروں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۱۵۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہازراں کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینٹ) کے سربرآوردہ ممبر، ماوراء البحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب معطر شیمپین اونڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مار کر اُبھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، حد جنون تک پہنچ گیا۔ ہم بیچین تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندر پار کے تمام ملکوں پر لہراتا دیکھیں!

کھانے کے بعد رئیس مجلس مسیو اٹین نے اعلان کیا "ہم ایک اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کر دیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی سخت بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بد دلی کے ساتھ ہمنے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اُٹھا اور تقریر شروع:

"ٹیونس، اب تک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹیکشن) ہے اس لئے قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہے۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہے۔ اُس کا دستور حکومت الگ ہے۔ اُس کا جنگی خانہ مستقل ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسری قسم کا۔ یہ صورت اُسوقت جائز ہو سکتی تھی جب فرانسیسی نوجوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کر لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہو جائے"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہو گئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہو گیا:

"مجھے اس گمراہ کن تجویز سے قطعی اختلاف ہے" اُسنے شانے ہلا کر کہا "فرانس نے بورڈو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہے کہ ٹیونس کے بائی (بادشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دول سے بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہو جائیگی، اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہے۔ دونوں تقریروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت اقوام کا فرض" اور اس قسم کے تمام پامال جملے آتے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تکان تالیاں بجانے لگتے!

اب گرم مباحثہ شروع ہو گیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کر دیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں تباہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو!" ایک تاجر جوش میں بیخود ہو کر چلایا۔

"لیکن تم ڈاکو ہو! بے حیا بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریرو!" ایک تاجر نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کپوتو! تمھاری چوری، کھلا ہوا راز ہے۔ تم مارسیلز میں روسی گیہوں منگاتے ہو مگر چنگی سے بچنے کے لئے اُسے پہلے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اُٹھا سکو!"

"یہ کون گدھا بول رہا ہے؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جدامجد ہو" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہے نہ تہذیب و تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داری کا سوال ہے۔ الجزائر کے فرانسیسی اور اُنکے حمایتی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کر دینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھا کے پھول گئے ہو!" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمھیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہو گیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام نہ تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تن رہے تھے۔ خطرناک ارادوں نے ہر چہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "مسیو اٹین! مسیو اٹین!"

مسیو اٹین اپنی کرسی سے اُٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے سیاسی مدبر کی تصویر پھر رہی ہے۔ اُسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے از حد مکار معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف منہ کر کے کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کر سکتے۔ آج سے تیس برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جسنے فرانس کو ٹیونس کی فتح پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اُس "نیم وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے ..."

جملہ حاضرین نے پُرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رُخ کر کے کہا "تم بھی میری خیر خواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر بھی میرا وطن ہے۔ کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دلمیں باقی رہیگی"

بائیں رُخ سے پُرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ دونوں فریق خوش ہو گئے اور اس فرانس کے سب سے بڑے مکار انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو حد درجہ موثر بنا کر کہا "جب میں تمھیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل سینہ میں بیٹھنے لگتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس بغیر ایک دوسرے پر حسد کئے ترقی کریں؟ میں آپ سے اُمید کرتا ہوں کہ یہ پست خیالات دُور کر دیں۔ ذرا اپنی آنکھیں اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھئے!

"یہ دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمینیں آپکے سامنے موجود ہیں!

میں حسن و جمال کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن تعمیر و ایجاب کا عمل بغیر تخریب و سلب کے انجام نہیں پا سکتا۔ ہر بناؤ کے لئے ایک بگاڑ اور ہر نظم کے لئے ایک برہمی ناگزیر ہے۔ اس لئے اُس کے جمال تعمیر کی دلاویزیوں پر تخریب کی ہولناکیوں کا پردہ پڑ گیا۔ بارش کا عمل زمین کے لئے پیام روح ہے۔ اُس کے ایک ایک قطرہ کے اندر، نہیں معلوم زندگی کی کتنی تعمیریں اور وجود کی کتنی بخششیں پنہاں ہوتی ہیں؟ لیکن تعمیر حیات کا یہ پُرسکون عمل جبھی ظہور میں آ سکتا ہے جب پہلے سلب و تخریب کی ایک ہیبت انگیز ہولناکی پھیل جاتی ہے۔ بادل گرجنے لگتے ہیں۔ بجلی کڑکنے لگتی ہے۔ اضطراب و تصادم سے فضا ء کائنات لرز اُٹھتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے کوئی بڑی ہی سخت بربادی و خوفناکی ظہور میں آنے والی ہے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ حالت منقلب ہو جاتی ہے، اور اچانک دکھائی دیتا ہے کہ فطرۃ نے قہر و جلال کا جامہ اُتار کر رحمت و جمال کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ رعد و برق کی خوفناکیوں کی جگہ باران رحمت کی ربوبیتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے جا بجا قدرت الٰہی کی اس بظاہر قہر نمائی اور بہ باطن رحمت فرمائی کی طرف اشارات کئے ہیں:

ومن آیاتہ یریکم البرق خوفاً و طمعا، وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتہا، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون! (۳۰ : ۲۳)

اور اُس کی حکمت و قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بجلی کڑکتی ہے اور تمھارے اندر خوف اور امید، دونوں طرح کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں پھر وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو اُس کی موت کے بعد از سر نو زندگی بخشد یتا ہے۔ بلاشبہ اسمیں قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ مگر اُن کے لئے جو عقل رکھتے ہیں!

سورۂ بقرہ کی تمثیل میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: اوکصیب من السماء فیہ رعدٌ و برق۔ تخریب کے عمل میں شورش اور ظہور ہے۔ اس لئے رعد و برق کی ہولناکی بارش کی حیات پرور دلاویزی سے زیادہ نمایاں اور بے پردہ ہوتی ہے۔ انسان کا ذہن طفولیت و طبیعت حیوانی کے مقتضیٰ کے مطابق، بارش کی دلاویزی تو جلد نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن رعد و برق کی ہولناکی سے فوراً ڈر گیا تھا۔ بجلی کی کڑک میں اس کے لئے پہلے خوف تھا۔ طمع پیچھے تھی!

بہرحال زندگی اور فطرۃ کائنات کے مظاہر کی پہلی تاثیر خوف و دہشت ہی کی تاثیر تھی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا بھونچال، آسمان کی ژالہ باری۔ دریاؤں کا سیلاب، سمندروں کا تلاطم؛ اِن سب میں اُس کی عقل کے لئے رعب اور ہیبت تھی، اور اسی ہیبت کے اندر وہ ایک غضبناک خدا کی ڈراؤنی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ بجلی کی کڑک اور ہلاکت سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بادلوں کی گرج پر شیفتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی آتش افشانی اور آسمان کی سنگ باری سے پیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُس کا ذہن و ادراک خدا کے صرف انہی کاموں سے آشنا ہوا تھا!

ایک اور قریبی سبب بھی اس تصور کا باعث ہوا۔ خود اُس کی زندگی بھی امن و راحت سے زیادہ اضطراب و ہلاکت سے دوچار تھی۔ وہ اپنی حقیقی اور فطری حیات بہشتی سے محروم ہو چکا تھا، اور اب زندگی اور آبادی کی ایک نئی تعمیر درپیش تھی۔ وہ کمزور اور نہتا تھا، اور زمین کی ہر چیز اُس کی دشمن تھی۔ دلدل کے مچھروں کے جھنڈ اُسکے چاروں طرف منڈلاتے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگتے تھے۔ طرح طرح کے بے پناہ درندوں کا پے در پے حملہ تھا۔ اُس کی زندگی سرتاسر جنگ اور کشمکش تھی۔ جس طرف دیکھتا تھا، ہلاکت ہی کا سامان نظر آتا تھا۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خالق کائنات کا تصور کرتے ہوئے اُس کا ذہن اُس کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف جاتا۔ وجود اور زندگی بخشنے والی صفتوں کی طرف نہ جاتا۔ وہ صرف صفات سلبیہ کا تماشائی ہو سکتا تھا۔ ایجاب و تعمیر کی حقیقت شناسی ابھی اُس پر نہیں کھلی تھی!

تصور الٰہی کا یہ دَور سرتاسر قہر و غضب کے تصور کا دَور تھا۔ اِس کی ابتدا ایک مبہم اور غیر معین خوف سے ہوئی اور پھر بہ تدریج ایک معین شکل و شباہت کی صورت اختیار کر لی۔ پھر اس صورت کی وضع و قطع میں ترقی شروع ہوئی اور ایک ناتراشیدہ حالت سے ایک مکمل خال و خد تک پہنچ گئی۔ امریکہ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں عہد قدیم کے جو آثار ایسے ملے ہیں جن سے نوع انسانی کی ابتدائی پرستشوں کا پتہ چلتا ہے، اُن سے اس ابتدائی تصور کی کڑی طیار کی جا سکتی ہے۔ پرستش کی ناتراشیدہ، بے ڈھنگی، اور ناقص، مگر خوفناک صورتیں انسان کے عہد طفولیت کی یادگار ہیں۔ انسان کے دَور حجری (یعنی وہ زمانہ جب آلات و ظروف کے لئے صرف پتھر استعمال کیا جاتا تھا) کے آثار میں بھی اس تصور کا سراغ لگتا ہے۔ اس طرح کے بکثرت پتھر ملے ہیں جن پر انسان کے ابتدائی ذہن کی مصوری نے اپنے معبود کی صورت کا نقشہ کھینچنا چاہا تھا، اور کوشش کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہولناک صورت بنا دے۔ اُس میں عجیب طرح کا دھڑ ہے۔ غیر متعلق و مربوط چہرہ ہے، مختلف قسم کے خوفناک جانوروں کی صورتوں کے غیر متناسب اجزاء جمع کر دئیے ہیں، اور مصوری کے نقص اور تصور کی ناتمامی نے ہیئت کی بدصورتی اور ہولناکی کا اثر اور زیادہ کر دیا ہے۔ خوفناک جانوروں کی پرستش بھی اسی عہد میں شروع ہوئی۔ سانپ، اژدہا، مگرمچھ، اور اسی طرح کے جانور جن پر انسان بہ آسانی قبضہ نہیں کر سکتا تھا، اُس کے تصور میں ایک طرح کی الوہیت پیدا کر لیتے تھے۔

اس دَور کے ابتدائی عہد سے جب انسان آگے بڑھا۔ تو خدا کے تصور میں زیادہ نظم و اُسلوب پیدا ہوا۔ اب ایسی ایسی طاقتوں کا تصور کیا گیا جن کی الگ الگ صورتیں، الگ الگ دائرے، اور الگ الگ اعمال تھے۔ لیکن جہاں تک صفات کا تعلق ہے، سب قہر و غضب ہی کی صفات رکھتے تھے۔ ہندوستان، مصر، بابل، یونان، وغیرہ ممالک جہاں نوع انسان کو مختلف مرز بومی اسباب سے ترقی و مدنیت کا زیادہ موقعہ ملا تھا، اس دَور میں نمایاں ہوتے ہیں، اور آثار قدیمہ ہمیں سراغ رسانی میں مدد دیتے ہیں۔ اِن تمام ممالک میں علم الاصنام کی سب سے ابتدائی کڑیاں وہی ہیں، جو خالص قہر و غضب کی تصویرات تھیں۔ ہیروڈوٹس نے مصریوں کے جو حالات بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا سب سے زیادہ قدیمی معبود ہورس تھا جو ہلاکت اور بربادی کی طاقت تھی۔ یونان کا علم الاصنام اپنی لطافت تخیل اور بلندی نوعیت کے لحاظ سے تمام دُنیا کے اصنامی تخیلات پر فوقیت رکھتا ہے، لیکن اُن کے یہاں بھی غضب و قہر کے دیوتاؤں کے تصورات، باقی دیوتاؤں سے زیادہ قدیم تھے۔ آریس جو آگے چلکر جنگ کا خدا ہو گیا، دراصل غضب و انتقام کا خدا تھا۔ آذیس جسے آگے چلکر جہنم کی داروغگی ملی، شروع شروع میں ہلاکت اور انتقام کا دیوتا تھا۔ بابل اور آشور کے آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بابل تصور الٰہی کے اُس عہد کا سب سے بڑا مرکز ہے، جو مظاہر فطرۃ کی پرستش کے سلسلے میں کواکب پرستی کا عہد تھا۔ لیکن یہاں بھی پرستش کی تمام ابتدائی صورتیں غضب و قہر ہی کی مظاہر تھیں۔ بابل کے آثار اصنام میں سب سے زیادہ قدیم اثر ایک عجیب الخلقت

عالم مطبوعات و صحائف

پروفیسر ہیوار کی یادداشت کتب

یورپ کے مستشرقین (اورینٹلسٹ) نے قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کے جو مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، اُن میں ایک نہایت قیمتی طریقہ نوادر کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنے کا ہے۔

"یادداشتوں" سے مقصود یہ ہے کہ پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہیں اُن کا کوئی حصہ ہے، کہیں کوئی حصہ۔ کہیں ایک حصہ مسلّم ہے اور باقی ناقص ہے۔ کہیں دوسرا حصہ محفوظ اور پہلا حصہ ناقص ہو گیا ہے۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہے لیکن ضخامت پوری ہے۔ کسی کی ضخامت ناقص مگر کتابت اچھی ہے۔ اب اس منتشر اور مختلف الاوصاف ذخیرہ سے ایک مکمل نسخہ کیونکر فراہم کیا جائے؟ اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے، اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اگر ایک کتاب کی ۵ جلدیں ہیں اور دس جگہ ۱۰ نسخے موجود ہیں، تو بہت ممکن ہے کہ ایک جگہ جو جلد گم ہو، وہ دوسری جگہ موجود ہو، یا ایک جگہ کے نسخے میں جو ورق ناقص ہو گیا ہو، وہی دوسری جگہ کے نسخے میں صحیح و سالم مل جائے۔ مستشرقین یورپ نے متعدد اہم اور نادر کتابوں کے متعلق اس طرح کی معلومات فراہم کی ہیں اور انھیں یادداشت کی صورت میں قلمبند کر لیا ہے۔

یہ یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں ان سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں کتاب کا مکمل نسخہ دُنیا کے فلاں فلاں کتب خانوں کے فلاں فلاں نسخوں، جلدوں، صفحوں، صفحوں کی سطروں، سطروں کے صحیح و سالم لفظوں کے باہمدگر جمع ہو جانے سے وجود میں آ جا سکتا ہے!

یہ یادداشتیں مستشرقین یورپ کے ذوق علم اور محنت جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہیں۔ بعض حالتوں میں صرف ایک چھوٹی سی کتاب کے مکمل اور صحیح نسخہ کی معلومات جمع کرنے کے لئے تمام دُنیا کا سفر کیا گیا ہے، اور ۵۰۔ ۵۰۔ ۶۰۔ ۶۰ جگہوں کے نسخوں سے اُس کا ایک ایک ورق، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ، جمع کیا گیا ہے! ہمدانی کا جغرافیہ عرب سنہ ۱۸۹۱ میں پروفیسر ڈیوڈ مولیر Muller نے تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کر دیا۔ شائع کرنے سے پہلے جو یادداشت انھوں نے اور لیڈن یونیورسٹی کے دیگر مستشرقین نے مرتب کی تھی، وہ ہمارے پاس موجود ہے، اور اسے دیکھ کر ان پرستاران علم کی محنتوں کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ ہمدانی کے جغرافیہ کے سترہ نسخوں کا انھوں نے پتہ لگایا تھا جو کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی بھی نقص سے خالی نہ تھا۔ انھوں نے ان سب کے ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ پر نظر ڈالی، اور نسخوں اور انکے اوراق و سطور کے حوالوں کے ساتھ ایسی یادداشت مرتب کر لی جس سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سترہ جگہوں سے ایک ایک ٹکڑہ چُن کر، کس طرح ایک صحیح و مکمل نسخہ مرتب کر لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یادداشت بتلاتی ہے کہ کتاب کے صفحہ ۴ کی سطر ۱ کا پہلا لفظ برلین کے نسخہ میں کرم خوردہ ہے لیکن روم کے نسخہ میں صحیح و سالم

کا ولولہ پیدا کیا، تو ذہن و فکر نے چاہا، اُس کا تصور کرے۔ لیکن جب تصور کیا، تو یہ اُس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ اُس کی صفات کا تصور تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے صفات الٰہی کے نقشے کھینچتا گیا، اور اپنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و معبود کی شکل و شباہت بھی بدلتا گیا۔ وہ ہر تبدیلی کے بعد ایک نئی صورت کا خدا اپنے سامنے دیکھتا، مگر نہیں سمجھتا کہ یہ صورت اُسکے خدا کی صورت نہیں ہے۔ خود اُسی کے ذہن و ادراک کی صورت ہے۔ خدا کی صورت ایک ہی تھی، لیکن اس کی نظر ہمیشہ یکساں نہ تھی۔ نظر و مشاہدہ میں جیسی جیسی تبدیلیاں ہوتی گئیں، منظور و مشہود بھی بدلتا گیا۔ اس راہ میں عقل انسانی کی پہلی اور بنیادی درماندگی یہی ہے:

اے بروں از وہم و قال و قیل من!
خاک بر فرقِ من و تمثیل من!

عقل انسانی کا ادراک محدود تھا۔ اُس کے تصور کے سامنے محسوسات کی دیوار کھنچ گئی تھی۔ وہ حواس کے دائرہ میں محصور اور حدود و امکان کی جبلی بندشوں میں اسیر تھا۔ وہ صرف محسوسات ہی کا تعقل کر سکتا تھا، اور اُنہی کی شکل و شباہت میں ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر اُس کے عقل و ادراک کی یہ جتنی بھی رسائی تھی، یہ یک دفعہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ نشو و نما اور ارتقار کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی فطرۃ کے مجرد اور بے میل جذبہ سے ذہن و فکر کی صورت آرائیاں اور شباہت آفرینیاں ملیں، خدا کے تصور کی جگہ ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو گیا، جو خالق کا تصور نہ تھا۔ خود انسان کے ذہنی تصورات کی مخلوق تھا۔ وہ اپنے ادراک کے آئینہ میں خود اپنے چہرہ کا عکس دیکھتا، اور اُسی کو اپنا معبود سمجھ کر سربسجود ہو جاتا۔ اُس کا دل ہمیشہ خدا کی صورت دیکھنی چاہتا۔ مگر اُس کا دماغ ہمیشہ اپنی ہی صورت کی پرستش کرتا۔ مولٰنا نے ایک چرواہے کی حکایت میں جس کے لئے حضرت موسیٰ کا زمانہ فرض کیا گیا ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اے کہ اندر چشمۂ شور ست جات — تو چہ دانی شط و جیحون و فرات؟
چوں قدم آمد، حدث گرد و عبث — پس کجا داند قدیمی را حدث؟
چوں تو ہم میکنی تو نور ذات — ذات نبود، وصف ہا و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدست — حق نزائیدست او لم یولدست!

بہر حال خدا کی ہستی کے اعتراف و یقین کے فطری جذبہ نے جب تصور کی شکل اختیار کی، تو یہ ذہن و فکر کا عمل تھا، اور ضروری تھا کہ اُس کی حالت اور استعداد کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسمیں بھی ترقی ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر آج انسان کے تمام الٰہی تصورات یکے بعد دیگرے سامنے لائے جائیں، تو وہ انسانی ذہن کے سلسلۂ ارتقا کی سب سے زیادہ واضح تاریخ ہوگی۔ وہ اگرچہ بظاہر خدا کے تصور کا ارتقا ہوگا، لیکن بہ باطن خود ذہن انسانی کے ارتقا کے تمام حلقے ایک ایک کر کے سامنے آجائیں گے۔ کانٹ کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ "ذہن انسانی کی استعداد و فکر کا سب سے بڑا معیار، اُس کا تصور الٰہی ہے۔ جب کبھی اُسنے ایک نچلا درجہ چھوڑ کر بلند تر درجے پر قدم رکھا ہے، تو سب سے پہلے خدا ہی کی طرف نظر اُٹھائی ہے" اسی مطلب کی طرف اخوان الصفا کے مصنفوں نے زیادہ صاف لفظوں میں اشارہ کیا تھا: "انسان کی کسی جماعت اور اُس کے کسی عہد کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اُسکے تصور الٰہی پر نظر ڈالی جائے۔ جس درجہ یہ تصور شائستہ اور بلند ہوگا، اُتنی ہی اُس جماعت اور اُس عہد کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی"! ہیگل نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہے: "تاریخ میں کسی قوم کی عقلی اور تمدنی استعداد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اُسنے اپنی پرستش کے لئے کیسا خدا انتخاب کیا تھا؟"

انسانی ذہن و فکر کی اس درماندگی میں وحی و نبوت کی دستگیری ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ لیکن وہ اس راہ میں عقل انسانی کی اُسی حد تک رہنمائی کر سکتی تھی، جس حد تک اُس کی استعداد ساتھ دینے کے لئے طیار تھی۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات کا پیرایۂ و اسلوب بھی دراصل اُن کے زمان و مکان کی عقلی استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے وہ مجمع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ اس لئے اُسی درجہ کا سبق دے سکتے تھے، جس درجہ کی فہم و تحمل کی استعداد مخاطبین میں پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس سلسلۂ ارتقا سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے نشو و ترقی کی مختلف کڑیاں ہیں۔

تصور الٰہی کے دو بنیادی اصول

نوع انسانی کے تصور الٰہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو اگرچہ اُس کی نوعیت کی بے شمار صورتیں اور قسمیں سامنے آئیں گی، لیکن بڑی اور اصولی تقسیم دو بنیادی نوعیتوں کی بنا پر کی جا سکتی ہے:

(۱) تجسم اور تنزہ

(۲) صفات جلالیہ اور جمالیہ

ذہن انسانی نے جب فطرۃ کی آواز سنی اور خدا کا تصور کرنا چاہا، تو وہ بغیر شکل و شباہت کے اُس کا تصور نہ کر سکا۔ یہی تجسیم اور تمثیل کی بنیاد ہے۔ یعنے خدا کے لئے ایسی صفات تجویز کرنا جیسی صفات مخلوقات و موجودات کے ہم محسوس کر رہے ہیں۔

پھر چونکہ اُس کا ذہن و فکر عہد طفولیت میں تھا اور نشو و ترقی کے لئے ایک طولانی عمر کا محتاج تھا، اس لئے اس شکل و شباہت کا نقشہ بھی زیادہ شائستہ اور بلند نہ کھینچ سکا۔ وہ دراصل اپنے ہی صفات کا عکس طیار کر رہا تھا، اُس کی صفات ابتدائی عہد کے ناقص اور ادنیٰ درجہ میں تھیں اس لئے ویسے ہی صفات سے اُسنے اپنے خدا کا خال و خد بھی آراستہ کیا!

یہ صفات ابتدا میں سرتاسر قہر و جلال کی صفات تھیں۔ پھر ان میں رحم و جلال کی بھی آمیزش ہوئی، لیکن غلبہ قہر و جلال ہی کو رہا۔ اُس کے تصور میں پہلے دہشت آئی۔ پھر اُمید نے ظہور کیا۔ وہ پہلے خدا سے صرف ڈرتا تھا۔ پھر اُمید کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ محبت بھی کرنے لگا!

چنانچہ اس سلسلہ کے ارتقائی تغیرات میں یہی دو باتیں سب سے زیادہ نمایاں اور بمنزلہ اصل و معیار ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا تجسم اور قہر و جلال سے ہوتی ہے، اور تکمیل تنزہ اور رحمت و جمال پر۔ درمیان کی تمام کڑیاں، ارتقائی کڑیاں ہیں۔ جوں جوں انسان کی معنوی استعداد ترقی کرتی گئی، وہ تجسم سے تنزہ کی طرف اور صفات قہر و جلال سے رحمت و جمال کی طرف ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تکمیل کی آخری منزل نمودار ہو گئی۔

تجسم اور تنزہ پر دوسری جگہ مستقلاً بحث کی گئی ہے۔ یہاں اس کا ذکر تبعاً آگیا ہے۔ یہاں کا اصلی موضوع صرف صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے ارتقائی تغیرات ہیں۔

(یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں "ابتدا" اور "ابتدائی عہد" کے الفاظ سے نوع انسان کی حقیقی ابتدا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریحات کے مطابق نوع انسانی کی ابتدائی زندگی، اُس کی فطری اور بے آمیز زندگی تھی، اور چونکہ وہ فطرۃ حالت ہدایت میں پیدا کیا گیا ہے نہ کہ ضلالت میں، اس لئے اُس کے تمام عقائد و تصورات بھی اپنی فطری ہدایت پر قائم تھے۔ منحرف اور کج اندیش نہ تھے۔ لیکن اُس کے بعد مختلف اسباب سے وہ حالت باقی نہ رہی فطرۃ کی سادہ ہدایت کی جگہ اکتساب کی گمراہیاں پیدا ہو گئیں، اور بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں، کہ پہلی حالت بالکل منقلب ہو گئی۔ اسی عہد سے انسان کی معنوی زندگی کی ایک دوسری نشئہ شروع ہوتی ہے، اور اُس کی "ابتدائی" زندگی اور "عہد طفولیت" سے اسی دوسرے عہد کی ابتدا مقصود ہے۔ شرح اس حقیقت کی اشارات میں ممکن نہیں اور یہ محل تفصیل نہیں)

دَور قہر و جلال

یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں انسان کا قدیم سے قدیم تصور الٰہی جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ سرتاسر خوف اور دہشت کا تصور ہے۔ رحم، محبت، اور جمال کا اسمیں کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ خدا کا تصور اُسکے لئے صرف ڈرنے کی چیز تھی۔ امید، اُنس، اور محبت کی چیز نہ تھی۔ وہ اُس کے قہر و غضب کی ہولناکیوں سے ڈرتا تھا، اس لئے اُس سے بچنے کے لئے اُس کی پرستش کرتا تھا۔

انسان کی پرستش خدا سے بچنے کے لئے تھی۔ خدا کی طرف بڑھنے اور اُس سے محبت کرنے کے لئے نہ تھی۔ وہ ایک ڈراؤنی اور ہولناک طاقت سے محبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ انسان خدا کی صفات کو کائنات عالم کے فطری مظاہر میں دیکھتا تھا۔ یہی مظاہر اُس کے تصور میں خدا کے اعمال کا تصور پیدا کرتے تھے۔ فطرۃ کائنات میں کون و فساد ہے۔ یعنے وہ کائنات کی زندگی اور بقا کے لئے بہ یک وقت بناؤ اور بگاڑ، دونوں کا عمل جاری رکھتی ہے۔ انسان نے جب اپنی ابتدائی عقل و ادراک سے مظاہر فطرۃ پر نظر ڈالی، تو اُس کی نظر فطرۃ کے بناؤ کا حسن نہ دیکھ سکی۔ اُسکے بگاڑ کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ فطرۃ کا جمال ایجاب و تعمیر، سلب و تخریب کے نقاب میں پوشیدہ ہے۔ اُس تک پہنچنے کے لئے عقل و ادراک کی زیادہ تیز اور دُور رس نگاہ کی ضرورت تھی۔ یہ ابھی اُسے میسر نہیں آئی تھی۔ پس صورت کائنات کا پہلا اثر جو اُس کے ذہن و ادراک کی نارسائی نے قبول کیا، جمال و رحمت کی دلآویزی نہ تھی۔ جلال و قہر کی ہولناکی تھی۔ اسی ہولناکی سے اُسنے خدا کی شکل و شباہت کا نقشہ بھی کھینچ لیا۔ قدرتی طور پر یہ نقشہ ڈراؤنا تھا۔ محبوب و دلآویز نہ تھا۔

اس عالم اثر و تاثر میں ہر چیز کی طرح ہر فعل بھی ایک قدرتی طبیعت اور مزاج رکھتا ہے۔ تخریب کے مزاج میں شورش اور ہولناکی ہے، اور تعمیر سرتاسر سکون اور خاموشی ہے۔ تعمیر جمع، نظم، ترتیب، اور ایجاب ہے۔ تخریب تفرقہ، برہمی، اضطراب، اور سلب و نفی ہے۔ جمع و نظم کی حالت ہی سکون ہے۔ اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی شورش و اضطراب کی حالت ہے۔ دیوار جب بنتی ہے تو کوئی ہولناکی محسوس نہیں ہوتی لیکن اُس کے گرنے میں دہماکا ہوتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر تخریب کا عمل تعمیر سے زیادہ نمایاں اور پُرشور ہے۔ تخریب کی ہیبت فوراً ڈرا دیتی ہے، لیکن تعمیر کی دلآویزی آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی ہے۔ تخریب کا دھماکا دُور سے بھی سُن لیا جا سکتا ہے، لیکن تعمیر کا خاموش عمل دیکھنے کے لئے نزدیک آنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانی طبیعت تعمیری اور ایجابی افعال سے اُنس پکڑنے میں دیر لگاتی ہے لیکن تخریبی اور سلبی افعال سے فوراً ڈر جاتی ہے۔ جانور ڈرتے زیادہ ہیں۔ اُنس کم پکڑتے ہیں۔ انسان کا بچہ بھی ابتدا میں ہر چیز سے سہمتا اور ڈرتا ہے۔ پھر جب جوں اُس کی ذہنی استعداد بڑھتی جاتی ہے، ڈر کم ہوتا جاتا ہے اور موانست بڑھتی جاتی ہے۔

نوع انسانی کا اُسکے عہد طفولیت میں یہی حال تھا۔ کائنات فطرۃ فی الحقیقت سرتاسر وجود، تعمیر، اور ایجاب ہے، اور اس لئے

السحر الحلال في مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف ساحوں میں اجتہادِ نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ذوق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اسکا ہر باب ادبی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے جلد سوم کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ سابقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنھی درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی دیدی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

منیجر "البلاغ پریس"

ہے۔ وہاں سے لے لیا جا سکتا ہے۔ روم کے نسخہ میں پانچویں سطر پڑھی نہیں جاتی لیکن سلوسٹر دے ساسی کے نسخہ میں موجود ہے۔ وہاں سے لے لی جائے۔ اسی طرح پوری کتاب کا ایک ایک لفظ بذریعۂ یادداشت مرتب کر لیا ہے۔ ساتھ ہی تمام نسخوں کے چھوٹے چھوٹے لفظی اختلافات کے بھی حوالے دیدیئے ہیں۔ بعد کو یہ اختلافات کتاب کے ساتھ شائع کر دیئے گئے۔ ان کی ضخامت اصل کتاب سے بھی دوگنی ہے۔ ایک پوری جلد صرف فہرست اور اختلافات پر مشتمل ہے!

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یادداشت دو جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کے لئے بار بار دنیا کا سفر کیا گیا تھا۔ اس کی ایک ایک سطر، دس دس، بیس بیس جگہوں کے نسخوں کو باہم گر ملانے کے بعد حاصل ہو سکی۔ بعد کو یہ کتاب چھپ گئی، لیکن اس کی یادداشت اب بھی علم و جستجو کا ایک قیمتی خزانہ ہے۔

یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا نتیجہ ہیں۔ انیسویں صدی کے مستشرقین میں پروفیسر رینوڈ Reinaud، اتین کاٹرمیر Etienne Quatremere، ڈیرنبرگ Derenbourg، گستاؤ فلوگل Flügel، فلایشر Fleischer، اور دی گویہ De Goeje، کی یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیک Theodar Nöldeke، اور پروفیسر گولڈزیہر Goldziher کی یادداشتیں شائع ہو چکی ہیں اور نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔

حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوار Huart نے شائع کی ہے جو ہمیں گزشتہ مہینے پیرس سے وصول ہوئی ہے۔ اس یادداشت میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کئے ہیں بلکہ گزشتہ دور کے دو بہت بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان De Slane اور پروفیسر ڈیرن برگ Derenbourg کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے ہیں۔

پروفیسر دی۔ سلان کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے مشاہیر مستشرقین میں تھے۔ مقدمۂ ابن خلدون، تاریخ بربر ابن خلدون، اور ابن خلکان کا فرانسیسی ترجمہ انہی کے قلم کا رہین منت ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کے ترجمہ و اشاعت کا کام در اصل ایٹن کواترمیر نے شروع کیا تھا۔ مگر تکمیل انہی کے قلم و سعی سے ہوئی۔ قومی کتب خانہ پیرس کے مشرقی مخطوطات کی فہرست بھی انہی نے مرتب کی تھی۔

پروفیسر ڈیرن برگ کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یہ اپنے نامور مستشرق باپ کا مستشرق بیٹا ہے۔ سیبویہ کی الکتاب (جو کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی چھاپ چکی ہے) یورپ میں اسی کے اہتمام سے چھپی تھی۔ کتاب الفخری، دیوان نابغہ، کتاب الاعتبار ابن منقذ وغیرہ بھی اسی کی سعی و محنت سے مرتب و شائع ہوئی۔ بعد کو الفخری کی نقل مصر میں شرکت احیاء کتب عربیہ نے بھی چھاپ دی۔

پروفیسر ہیوار موجودہ عہد کے مستند فرانسیسی مستشرق ہیں۔ یہ پہلے مصر کے فرانسیسی قنصل خانہ میں کاتب تھے۔ پھر ترقی کرتے کرتے قنصل جنرل ہو گئے۔ اب ایک عرصہ سے پیرس کے مدرسہ لغات حیۂ عالم کے معلم ہیں۔ اسلامی و عربی علوم و ادب پر ان کی مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عرب، تاریخ ادبیات عرب، تاریخ بغداد جدید، وغیرہ کتابیں مشہور و مقبول ہیں۔ ابو زید بلخی کی کتاب الخلیقہ انہی کے سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کای فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی، دونوں زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہے۔ ہم آئندہ اس کے بعض اہم فوائد ہدیۂ قارئین کریں گے۔

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء

امام ابن قیم کی مصنفات کا بڑا ذخیرہ شائع ہو چکا ہے، لیکن روز بروز نئی کتابیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ حافظ ابن رجب نے طبقات میں ان کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلم والعلماء" لکھا ہے اب تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ جس پر اُن کے شاگرد فیروزآبادی (صاحب قاموس) کا دستخط ثبت ہے، دمشق میں نکل آیا ہے اور اسکی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

العبر فی اخبار البشر

الہلال نمبر۲ میں ہم نے امام شمس الدین ذہبی، کی تاریخ کبیر کی نسبت اطلاع دی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان کی ایک دوسری تاریخ "العبر فی اخبار البشر" بھی زیر تصحیح و طباعت ہے۔

امام موصوف نے اپنے تذکرہ میں خود تصریح کی ہے کہ انھوں نے پہلے مطول و مبسوط تاریخ الاسلام (تاریخ کبیر) لکھی۔ پھر اس سے مختصر اور منتخب کر کے چار چھوٹی چھوٹی کتابیں الگ کر لیں:

(۱) الدول الاسلامیہ: یہ تاریخ کبیر کا اختصار ہے، اور بعض کتابتوں میں چار جلدیں ہیں بعض میں دو۔ اس کا سب سے زیادہ بہتر اور مکمل نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ کوپرلی میں ہے۔

(۲) طبقات الحفاظ: اسمیں صرف اُن حفاظ حدیث کے حالات لے لئے ہیں جن کے تراجم بہ سلسلۂ تاریخ، تاریخ کبیر میں آئے تھے حافظ جلال الدین سیوطی کی طبقات اسی کا اختصار و تکملہ ہے ۱۸۳۳ء میں پروفیسر وسٹنفیلڈ نے اسے تین جلدوں میں چھاپ کر شائع کیا۔

(۳) طبقات القراء: اسمیں قراء کے تراجم تاریخ کبیر سے اخذ کر کے بہ ترتیب طبقات جمع کئے ہیں۔ اسکے نسخے پیرس کے قومی کتبخانہ اور قسطنطنیہ کے کتبخانۂ کوپرلی اور ینی جامع میں موجود ہیں۔ متعدد علماء نے اس کے ذیل بھی لکھے تھے۔ حافظ سیوطی کا ذیل چھپ گیا ہے۔

(۴) العبر فی اخبار البشر یہ ایک مختصر تاریخ عام دو جلدوں میں ہے۔ اسمیں اور دول الاسلامیہ میں یہ فرق ہے کہ اسکی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب ہے۔ اس کی ترتیب سنین کی ترتیب ہے۔ سنہ ہجری کی ابتدا سے لے کر ۷۴۰ھ کے تمام حوادث و وفیات اسمیں مل جاتے ہیں۔ ابن شماع (متوفی ۹۳۶ھ) نے اس کا ذیل لکھا تھا۔ اسکے نسخے برٹش میوزیم اور ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی آخری کتاب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بعض اہل علم کی سعی سے قاہرہ میں چھپنا شروع ہو گئی ہے۔ عنقریب پہلی جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

فہرست

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ — کلکتہ : جمعہ ۱۳ - صفر ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی ۔ ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٦١ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٥٦	اردو حروف کی حق مین	١٨٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١٠٥	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	١٧٨	نستعلیق هون	٤٠

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

نوجوان چونک اٹھا - اِدھر اُدھر گھبراھٹ سے دیکھنے لگا - سمجھا ' [illegible]سکے هم مدرسه پکار رهے هیں - مگر وهاں کوئي انساں بھي نظر [illegible]ه آیا -

" دیوکلس !" — " دیوکلس !" نوجوان تمنائي نے نگاه اٹھا کر [illegible]ت کو دیکھا - کیا دیکھتا هے که سچ مچ کو اُسکے هونٹ هل رهے هیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے هاتهه میں جنبش هوئي ..... [d]یوي نے اپنا هاتهه دیوکلس کے کندھے پر رکهه دیا ...... بجلي کي [ا]یک طاقتور لهر اُسکے بدن میں دوڑ گئي - بید کي طرح تهر تهرانے [ل]گا - خوف کي شدت سے اُسکے حواس معطل هوگئے ......

بکن آواز ابتک آ رهي تهي " دیوکلس ! " " دیوکلس !"

" دیوکلس ! تونے مجهے پکارا - لے ' میں آگئي - تیري مناجات میں نے سن لي - بول ' کیا مانگتا هے ؟"

دهشت سے نوجوان کي سانس رک گئي - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تها ' بیهوش هو جائے - جب کچهه عرصه کے بعد اُسکے هوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزده نظروں سے دیوي کو دیکها :

" هاں مقدس دیوي !" اُسنے کانپتي هوئي آواز سے کہا " میں هي تیرے حضور زار نالي کر رها تها - مجهے " حقیقت " کي جستجو هے - میں " حقیقت " کو دیکهنا چاهتا هوں - میں اُسے بے نقاب [د]یکهنا چاهتا هوں ... "

" تو حقیقت کي کهوج میں هے !" دیوي نے اپني پر رعب آواز میں کہا " حقیقت خود یهي " وجود " هے - حقیقت کهاں نهیں هے ؟ لیکن هاں ' بے پرده ' بے نقاب حقیقت ' کبهي کوئي کائناتي نگاه نه دیکهه سکي - کسي نے اسکے دیکهنے کي جرأت بهي نهیں کي - بے نقاب حقیقت انسان کي حد نگاه سے باهر هے - تاهم اگر تیري یهي ضد هے تو سمجهه لے ' تجهے بڑي قیمت ادا کرني پڑیگي ' ایسي بڑي ' جسکي شاید تجهے قدرت نهیں - تجهے دولت ' عظمت ' حسن — سب سے دست بردار هوجانا پڑیگا - تجهے زندگي کا بهي آرزومند نه هونا چاهیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑهکر کوئي دولت کائنات کي اولاد کو نهیں دي هے "

" میں اِن سب سے همیشه کیلیے بخوشي دست بردار هوتا هوں " دیوکلس نے خوش هوکر کہا " میں سورج بهي چهوڑنے پر طیار هوں "

دیوي نے اپنا سر جهکا لیا - هر طرف خاموشي پهیل گئي - درخت " زفس " کي اِس باعظمت لڑکي کي تعظیم میں جهک گئے !

دیوي نے پهر سر اٹهایا :

" بهتر " اُسنے آدمیوں کي طرح لفظوں میں کہا " تجهے حقیقت دکهادي جائیگي - لیکن ایک هي مرتبه میں تو اُسے نهیں دیکهه سکتا - میں هر سال ایک دفعه تجهے وهاں لیجایا کرونگي - تو اُسکے چهپانے والے پردوں میں سے ' هر مرتبه ' ایک پرده چاک کرسکے گا ... تو زندگي کے لباس میں رهے گا ' یهاںتک که حقیقت عریاں اپني آنکهوں سے دیکهه لے "

***

نوجوان کا چهره مسرت امید سے دمکنے لگا - وه خاموش رها که دیکهے اب دیوي کیا کرتي هے - اچانک وه حیرت سے دم بخود هوگیا - دیوي نے اپني سنگ مرمر کي چادر اتار دي - دیوکلس کي آنکهیں دختر زفس کے حسن وجلال سے چکا چوند هوگئیں - چشم زدن میں بت [ا]یک نور کا پتلا بن گیا - ... اب اُس میں حرکت هوئي - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اٹها لیا - لامتناهي فضا میں پرواز شروع کردي - ایک نامعلوم خطه میں جا پهنچي - دیوکلس نے دیکها ' ایک سر بفلک پهاڑ پر وه کهڑا هے ...

یهاں ' پهاڑ پر ' نوجوان نے کالي بدلیوں کے اندر ایک پر چهائیں سي دیکهي - جوش شناخت میں اسکي روح اُسکے حلقه هاے چشم میں سمٹ آئي مگر وه اسکے خال و خط نه دیکهه سکا !

" یهي حقیقت هے " دیوي نے اپني انگلي سے اشاره کرکے کہا " یهي اپني دهندلي شعاعیں زمین پر ڈالتي هے اور فلسفي اور حکیم اُن میں نور حق کا سایه ڈهونڈهتے هیں - اگر یه شعاعیں نه هوتیں تو دنیا تاریک رات کي طرح اندهیري هوجاتي - انسان کي نگاه حقیقت کو اِنهي شعاعوں میں دیکهه سکتي هے - تم دیکهه رهے هو ' وه کس قدر هلکي ' کیسي دهندلي شعاعیں هیں ؟ حقیقت بے حد روشن هے - اتني روشن که سورج کي روشني سے بهي تم اسکا قیاس نهیں کرسکتے - مگر وه اِن پردوں کے اندر چهپي هوئي هے - صرف اُسکا سایه هي نظر آسکتا هے - آگے بڑه ' اور اُسکا ایک پرده چاک کر ڈال "

دیوکلس نے دیوي کے حکم کي تعمیل کي -

هاتهه لگتے هي پرده سفید پرند بن گیا - تهوڑي دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پهر سیدها آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکها - حقیقت کی شعاعیں پہلے سے زیاده صاف اور روشن هیں !

دیوي اُسے پهر زمین پر اُڑا لائي - وه اپني اکاڈیمي میں گیا ' اور دیوي اپنا مرمري جامه پهنکر پهر بت بن گئي !

***

دیوکلس نے دیوي سے اپنا وعده پورا کیا - آرام و راحت سے منهه موڑ لیا ' خلوت میں بیٹها ' اور غور و فکر میں یکقلم مستغرق هوگیا -

اب وه انسانوں کے کسي مجمع میں نظر نهیں آتا تها - ایتهنس کے تمام میلے اس سے خالي هو گئے تهے -

دوسرے سال اپنے مقرره وقت پر ' وه پهر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تها - دیوي نے حرکت کي ' اور پهلي مرتبه کي طرح اُسے غیر معلوم پهاڑ پر اُڑا لے گئي - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پرده چاک کردیا - اس مرتبه روشني اور بهي زیاده تیز هو گئي - پهر وه زمین پر واپس آ گیا - اُسکي زهد و خلوت پسندي اب اور زیاده گهري هوگئي تهي -

***

اُسکے رفیق اِس تبدیلي پر متعجب تهے - اُنهوں نے اُسے بهت بهت پهسلایا ' مگر وه اپنے گوشهٔ انزوا سے باهر نه نکلا -

ایتهنس کي بعض حسین دوشیزه لڑکیوں سے اُسکي ملاقات تهي - ایک فتنه گر حسن اُس سے محبت بهي کرتي تهي - اُسکي یه حالت دیکهکر ایک دن اُسکے پاس گئي :

" دیوکلس ' کیا بات هے ؟" دوشیزه نے مسکرا کر کہا " تم مجهه سے بیزار کیوں هوگئے ؟ یه دیکهو ' میري آنکهیں ستاروں کي طرح چمکتي هیں - میرے بال شعاعوں سے بهي زیاده چمکیلے هیں - میرا جسم کیسا دلفریب هے ؟ میں نے تمهارے سوال محبت کا جواب دیا تها ' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کي سائل هوں - مجهے دیکهو ' میري محبت کي تحقیر نه کرو - خود دیوتا بهي محبت سے انکار نهیں کرتے "

افسانــه

حقیقت کہاں هی ؟

یونانی علم الاصنام کا ایک افسانۂ حکمت

قدیم یونان کے مرکز ایتھنس ' فلسفه کے گہوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ' رات کي خاموشي چھا گئي تھي -

رات نے اپني سیاه قناتیں تان دیں - محو خواب شہر کي لمبي سانسوں کے سوا کوئي آواز سنائي نہیں دیتي - اتنے میں چاند نکل آیا - روپہلي چاندني کوه و دشت پر پھیل گئي - مندروں کي سنہري برجیاں چمک اٹھیں - زیتون اور خرمے کے درخت بے ساخته کھلکھلا اٹھے !

شہروں کي ملکه ایتھنس سو رهي هے - دروازوں پر چوکیدار اونگھ رهے هیں - لیکن ' صرف ایک نوجوان هے جو اب تک جاگ رها هے !

دیوکلس حسن ' دهانت ' دولت کے خزانوں کا مالک هے - اکاڈیمي میں حکمت کا طالب علم هے - اپنا پورا دن' اور رات کے بھي بہت سے گھنٹے ' علم و حکمت کے پہلو میں گزارتا هے - صحبت و معاشرت سے بیزار هے - ایک پورے حکیم کي طرح پورا خلوت پسند هے - تفکرات کے سمندر میں شب و روز غواصي : بس یہي اُس کا مشغله هے -

ایتھنس ' یعني حکمت کي دیوي کا مرمري خوبصورت بت اکاڈیمي کے صحن میں نصب تھا - دیوکلس سب طالب علموں سے زیاده ' حکمت کے اس خاموش مجسمه کے پاس جاتا اور همیشه اُس کے تصور میں غرق رهتا - اُس کي دل کي مناجاتوں کا قبله یہي تھا - اُس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اِسي میں تھا - وه اس کي دلفریب صورت پر غور کرتا - وه اُس کے جمال معني و حقیقت کي جستجو میں محو هوجاتا - وه اُس سے حکمت کي وحي اور علم کا پیام رباني طلب کرتا - وه حکمت کي جستجو میں حکمت کے مجسمه کا عاشق تھا !

***

آج رات دیوکلس پھر دیوي کے سامنے دست بسته کھڑا هے -

رات ڈهل گئي ' مگر وه بے حس و حرکت کھڑا هے - اچانک اُس نے سر اٹھایا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - بوسوں پر بوسے لیے - آنسوؤں سے اُس کے پاؤں دھونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظہر محبوب ! رحم ' رحم ' مجھے ایک نظر دیکھ لے ! ایک مرتبه کے لیے میري التجائیں سن لے ! "

وه دیر تک آنکھوں کے آنسوؤں اور زبان کي دعاؤں سے مناجات کرتا رها - پھر اُس نے نظر اُٹھائي - چاند نے اپني شعاعیں جمع کرکے دیوي کے چہرے کي رعنائي بے حساب کردي تھي !

هوا چلتے چلتے رک گئي - پتوں کا شور تھم گیا - پہلے سے زیاده سکون طاري هوگیا - نوجوان کا دل تنگ هوا - اُس نے لمبي آه بھري ' اور آه کے ساتھ هي آنسوؤں کي لڑیاں رخساروں پر پھیل گئیں :

" مقدس دیوي ! " دیوکلس نے جوش سے چلا کر کہا " تیرے هي قدموں پر میرا سر دھرا هے - تیري هي عبادت پر میري روح جھکي هے - تو نے میرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر دیا - تو نے کمال کا لازوال شوق پیدا کر دیا - تو نے حقیقت کي جستجو کي آگ سلگا دي - یه آگ اب جلائے ڈالتي هے - یا تو همیشه کے لیے اِسے ٹھنڈا کردے ' یا حقیقت کا جمال پنہاں ایک مرتبه دکھا دے - هاں ' حقیقت ' مقدس ' عظیم حقیقت ' اِس مہیب کائنات کي حقیقت ' اس هولناک ازلیت و ابدیت کي حقیقت ' هر وجود کي روح ' مجرد حقیقت ' عریاں حقیقت - وه حقیقت ' جس کي جستجو میں تمام فلاسفه سرگرداں رهے ' اور حکیموں کو بستر خواب پر کبھي نیند نه آئي - حکمت کي پاک دیوي ! حقیقت کا چہره میري آنکھوں کے سامنے بے نقاب کردے - میں اسے جاننا اور دیکھنا چاهتا هوں - میں اُسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے دیکھنا چاهتا هوں - میں اس کي پرستش پر دل بد چکا هوں - میں اُس کي راه میں اپني زندگي اور زندگي کي تمام مسرتیں' اپني دولت ' عزت ' حسن ' شباب ' محبت ' سب کچھه قربان کردونگا "

دیوکلس نے یه کہا اور گردن اٹھا کر دیوي کا منھه دیکھا - وه بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تھي - نوجوان نے اپني پیشاني پھر اُس کے مرمري قدموں پر رکھدي اور گڑگڑانے لگا - اُس کي روح ' اُس کي آنکھیں ' اُس کي زبان ' تینوں دیوي کے قدموں پر تھے - روح آتش شوق سے جل رهي تھي - آنکھیں جوشش عشق میں بہه رهي تھیں - زبان ولولۂ مناجات سے وارفته تھي !

***

اچانک درختوں کے پتے هلے ' ڈالیوں میں جنبش هوئي ' نسیم کے جھونکے چلے - هوا میں ایک آواز گونجي : " دیوکلس ! " " دیوکلس ! "

زمین پر کائنات حیات کا آغاز

علم و نظر کي درماندگیاں

روئے زمین پر ذي روح مخلوقات بہت مدت سے موجود هیں - ماهرین طبقات الارض کا تخمینه دس کروڑ سال کا ہے - بلا شبه یه تخمینه ظني ہے - لیکن یه یقیني ہے که بہت هي قدیم زمانوں میں زمین پر زندگي موجود ہے - زمین کي زیادہ سے زیادہ گہري اور پراني پرتوں اور تہوں میں بھي زندہ کائنات کے نشان ملے هیں -

(نظام شمسي)

زمین پر زندگي کا آغاز کب هوا اور کس طرح هوا ؟ اِس سوال سے پہلے یه بحث سامنے آتي ہے که موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے خود زمین کي حالت کیا تھي اور اُس پر کتنے دور انقلاب کے گذر چکے هیں ؟

زمین، نظام شمسي میں داخل ہے - اِس نظام میں آفتاب مرکزي حیثیت رکھتا ہے - اور سیارہ (گردش کرنے والے ستارے) اسکے گرد گھوم رہے هیں - یه ستارے سورج سے بہت دور هیں - مرکز سے جتني دوري بڑھتي ہے، اُتنا هي فاصله بھي زیادہ هو جاتا ہے - ذیل میں تخمیني فاصله ملاحظه هو:—

عطارد	—	۱،۴۰،۰۰،۰۰۰	میل
زهرہ	—	۲،۶۰،۰۰،۰۰۰	"
زمین	—	۳،۷۰،۰۰،۰۰۰	"
مریخ	—	۵،۶۰،۰۰،۰۰۰	"
مشتري	—	۱۹،۲۰،۰۰،۰۰۰	"
زحل	—	۵۵،۵۰،۰۰،۰۰۰	"
اورانوس	—	۷۳،۰۰،۰۰،۰۰۰	"
نبتون	—	۱،۱۵،۰۰،۰۰،۰۰۰	"

مریخ اور مشتري کے مابین ایک عظیم دائرہ موجود ہے - اِس میں سو سے زیادہ چھوٹے چھوٹے سیارات، آفتاب کے گرد گردش کرتے هیں - اور اُس سے تقریباً دس کروڑ میل دور هیں -

هر بڑے ستارے کے ساتھ ایک یا کئي چاند هیں - اور اسکے گرد چکر لگاتے رهتے هیں - چنانچه زمین کے ساتھ ایک، مشتري کے ساتھ چار، زحل کے ساتھ دس، اورانوس کے ساتھ چار، اور نبتون کے ساتھ ایک ہے -

آفتاب اپنے مرکز میں رہ کر تمام کواکب کو اپني طرف جذب کرتا اور کھینچتا ہے - یه تمام کواکب اور آفتاب مختلف قسم کي دھاتوں چٹانوں، اور مشتعل گیسوں سے مرکب هیں - یه دھاتیں اُسي قسم کي هیں، جیسي زمین میں هم دیکھتے هیں - آفتاب اِن تمام کواکب سے بہت بڑا ہے - زمین کا قطر اسکے مقابله میں صرف ۱/۱۰۸ ہے - زمین کا حجم آفتاب کے حجم کے سامنے صرف ۱/۱۲۸۰۰۰۰ ہے - مشتري سب سے بڑے ستاروں میں ہے - مگر اسکا قطر بھي آفتاب سے ۱/۱۵ کي نسبت رکھتا ہے - فلکیوں نے تمام کواکب اور آفتاب کے وزن کا بھي تخمینه لگایا ہے - انکے اندازہ میں آفتاب اپنے تمام کواکب کے مجموعي وزن سے بھي سات سوگنا زیادہ وزني ہے - زمین تو اسکے مقابله میں بالکل هي بے حقیقت ہے - وہ زمین سے ۳۲۴۰۰۰ گنا زیادہ وزني ہے !

آسمان پر آفتاب کے علاوہ اور نظام شمسي سے باهر، بعض اور کرے بھي موجود هیں - ان میں سے بعض نظام شمسي سے بھي زیادہ بڑے هیں - یه اثیر (ایتھر) اور گیسي مواد سے مرکب هیں - اور خود اپنے گرد گردش کرتے رهتے هیں -

اِس مشاهدہ کے بعد اگر هم نظام شمسي کو دیکھیں، اس کے انداز پر غور کریں، اور اپنے مرکزي آفتاب، اور اسکے حلقه کے کواکب کي گردش پر نظر ڈالیں، پھر اسکے بعد اثیر کے کروں پر غور کریں، تو باهمي مشابہت کي وجه سے فوراً ذهن میں یه خیال پیدا هو جایگا که شاید آفتاب کي تاریخ اثیر هي سے وابسته ہے -

اِس خیال کي تائید اِس امر واقع سے بھي هوتي ہے که اگر هم کسي سیال مادہ میں گردشي حرکت پیدا کردیں، تو فوراً دیکھینگے که وہ کئي حلقوں میں منقسم هوگیا ہے - سب حلقے مرکز کے گرد گھوم رہے هیں اور خود هر حلقه اپنے اندر ایک گردشي حرکت رکھتا ہے - یه حرکت بہت بڑي علمي اهمیت رکھتي ہے - جیسا که ابھي معلوم هوگا -

(زمین میں حرارت)

اگر هم زمین کے اندر اُتریں (جیسا که کانوں میں یا کنویں کھودتے وقت دیکھا گیا ہے) تو هر ۳۳ میٹر گہرائي میں حرارت، سنٹي گریڈ کا ایک درجه بڑھتي جائیگي - اِس حساب سے ایک لاکھ کیلو میٹر نیچے، حرارت کا درجه تقریباً تین هزار هوگا - معلوم ہے که اتني حرارت جمله معدنیات کے پگھلا ڈالنے اور اکثر معلومه مرکبات کو گیس بنادینے کیلیے بالکل کافي ہے - پھر همیں یه بھي معلوم ہے که زمین کا نصف قطر تقریباً چھ هزار کیلومیٹر (۶۰،۰۰،۰۰۰ متر) ہے - بنابریں زمین کے مرکزي حصه کا حجم، جو مشتعل معدني مواد سے مرکب ہے، اُسکي اِس سطح یا چھلکے کے حجم سے بہت زیادہ ہے جسپر هم آباد هیں -

زمین کا مرکزي حصه سیال ہے یا ٹھوس ؟ اِس بارے میں علماء میں اختلاف ہے - بڑا گروہ اُسے ٹھوس بتاتا ہے، کیونکه زمین کي

دیوکلس نے دوشیزہ پر ایک سرد نظر ڈالی اور کہا :

" محبت میرے دل سے اسی طرح اڑ گئی ہے جس طرح دوسرا پردہ اڑ گیا تھا " اسنے یہ کہا اور ایک طرف کو چلدیا !

دوشیزہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی - بھلا یہ رمزوہ کیونکر سمجھہ سکتی تھی ؟ اسنے خیال کیا ' دیوکلس دیوانہ ہوگیا ہے -

***

ایک سال بعد دیوکلس نے تیسرا پردہ چاک کیا - اسکی نظر اور بھی زیادہ تیز ہوگئی - اسکا نفس ناطقہ زیادہ شائستہ اور بلند مرتبت ہوگیا !

اب فلسفہ کے حلقوں سے بھی وہ الگ ہوگیا - اگر کبھی اتفاق سے وہ عوام کے سامنے بولتا تو لوگوں کے کان اسکے لیے وقف ہو جاتے - انسانی دلوں کے لیے اسکی آواز میں ایک ایسی تاثیر تھی کہ یونان کے صحنہاے حکمت میں کسی بڑے سے بڑے حکیم کی آواز کو بھی نہ ملی ہوگی - پورے ایتھنس نے جمع ہوکر فیصلہ کردیا کہ دیوکلس ' استاد عظیم افلاطون اور دوسرے تمام حکیموں سے بازی لیگیا - اس سے منتیں کی گئیں کہ فلسفہ کی امامت قبول کرلے مگر اسنے بےپروائی سے انکار کردیا -

اسی زمانہ میں ایسا ہوا کہ ایتھنس پر دشمنوں نے حملہ کردیا - دیوکلس وطن کی مدافعت میں پیش پیش تھا - بے نظیر شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ایتھنس کو فتح ہوئی - بہادروں کو فورم میں پھولوں کے تاج تقسیم کیے گیے - سب سے بڑا تاج دیوکلس کے واسطے طیار ہوا تھا - مگر عین وقت پر جب اسے پکارا گیا ' تو وہ موجود نہ تھا !

***

برسوں پر برس گذرتے چلے گیے - ہر برس دیوکلس حقیقت کا ایک پردہ چاک کر آتا تھا - ابھی وہ جوان تھا مگر اسکا سر سفید ہوگیا - کمر جھک گئی - آنکھیں دھنس گئیں - قوی کمزور پڑ گیے - اسپر بھی وہ خوش تھا ' کیونکہ وہ عنقریب " حقیقت " کا مشاہدہ کرنے والا تھا ' اس حقیقت کا بے پردہ بے نقاب مشاہدہ ' جسے کبھی کسی بشر نے نہیں دیکھا !

***

آخر فیصلہ کی رات آگئی - آج " حقیقت " پر سے آخری پردہ بھی اٹھہ جایگا - آج بے نقاب حقیقت اسکے سامنے ہوگی !

دیوی ' دیوکلس کو حسب عادت اڑا لے گئی - اور حسب معمول حقیقت ' کے سایہ کے سامنے کھڑا کردیا :

" دیکھہ ' حقیقت کس قدر تاباں ہے ! پچھلے برسوں میں جتنے پردے تونے چاک کیے ' وہ اسکے چہرے کے پردے نہ تھے - تیری ہی غفلت کے پردے تھے جو تونے اپنی آنکھوں پر ڈال لیے تھے - تونے ایک ایک کرکے تمام غفلتیں دور کردیں - آج آخری پردے کی باری ہے - اسکے بعد تو روبرو حقیقت کا جلوہ دیکھہ لیگا - اگر تو اپنے کیے پر پشیمان ہے ' یا تیرے دل میں ذرا بھی خوف موجود ہے ' تو اب بھی وقت ہے - لوٹ جا ' اور باقی زندگی چین سے گزار "

دیوکلس ' جوش طلب سے دیوانہ ہوکر چلایا :

" اسی منزل کی طلب میں تو میں نے ساری عمر گزاردی - اب میں " حقیقت " سے کس طرح منھہ موڑ سکتا ہوں ؟ میں آخری پردہ بھی چاک کردونگا - میں حقیقت کو ضرور بے نقاب دیکھونگا "

اسنے یہ کہا اور آگے بڑھا - اسکا دل دھڑکنے لگا - ہاتھہ کانپنے لگا - وہ اپنی بزدلی پر شرمندہ ہو رہا تھا مگر عمل کی ہیبت و دہشت سے بے بس تھا - اس نے دانت بھینچے ' آنکھیں بند کیں ' دل کڑا کے آگے بڑھا ' ہاتھہ بڑھایا ' اور آخری پردہ بھی کھینچ لیا ......

اف ' ہولناکی !

پردہ ہٹتے ہی روشنی غائب ہوگئی —— گھٹا ٹوپ اندھیری چھا گئی ... کچھہ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا !

دیوکلس نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ قریب تھا ' اسکا سینہ شق ہوجاے :

" حقیقت کہاں ہے ؟ حقیقت کہاں ہے ؟ اے دیوی ! حقیقت کہاں ہے ؟ مجھے تو کچھہ سوجھائی نہیں دیتا - وہ ' جو آخری پردے کے پیچھے تھی ' کہاں چلی گئی ؟ ساری دنیا تاریک ہو رہی ہے ... "

" تیری آنکھیں پھوٹ گئیں ! " حکمت کی دیوی نے وقار سے کہا " اے کائنات کے بیٹے ' تیری آخری غفلت بھی اڑ گئی ! بے نقاب حقیقت کوئی بھی نہیں دیکھہ سکتا - اگر دیکھہ سکتا ہے تو اسے پردوں ہی میں لپٹا دیکھہ سکتا ہے - کوئی دس پردوں کے اندر سے دیکھتا ہے - کوئی اس سے کم میں دیکھتا ہے - کوئی اس سے بھی زیادہ میں - مگر حقیقت عریاں کا مشاہدہ ناممکن ہے ... تونے دیکھنا چاہا ' تو تونے دیکھہ لیا کہ تو کیا دیکھہ سکتا ہے ! ... "

دیوکلس نے یہ سنا اور منھہ کے بھل زمین پر گر پڑا - اب اسکے جسم میں روح موجود نہ تھی ... شاید " حقیقت " کی جستجو میں اسنے دوسری دنیا کی راہ لی تھی ... "

پیدا ہوتے ہیں، اور ایک جان سے دوسرے وجود کی جان متولد ہوتی ہے - چنانچہ اس نے تجربہ کرکے دکھا دیا کہ انجیکشن کا قوام، گوشت کا ست، اور آلو جیسی ترکاریاں جو انکی مزعومہ پیدایش کا سب سے بہتر اور اصلح محل ہیں، جب ہوا سے بالکل محفوظ کردی جاتی ہیں یا بہت اچھی طرح اُبالدی جاتی ہیں، تو ان میں جراثیم کی پیدایش بالکل نہیں ہوتی - موجودہ علماء مادیئین کا خیال ہے کہ پاسٹیور نے اپنے تجارب سے مذہب تولد ذاتی کی دلیلیں کمزور کردی ہیں -

عہد آخر کے حکما میں ارنسٹ ہیگل مذہب تولد ذاتی کا سب سے بڑا عالم ہے - وہ کہتا ہے " اگر فی الحال تولد ذاتی کا وقوع ناممکن نظر آتا ہے تو اِس سے بطلان لازم نہیں آجاتا - کیونکہ جس زمانہ میں یہ واقع ہوا تھا، اُس وقت سمندروں کا پانی ایک خاص طبعی حالت اور کیمیاوی خاصیت رکھتا تھا - حرارت کا درجہ، نمک کی وسعت، اور پگھلے ہوئے گیسوں کی کیفیت کچھہ اور ہی طرحنی تھی - ایک محدود زمانہ تک یہی حالت رہی - پھر اُس کے بعد کبھی پیش نہیں آئی - لہذا تولد ذاتی کے اِس وقت محال نظر آنے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اُس عہد میں بھی محال تھا - اب زمین کی وہ حالت باقی نہیں رہی ہے جو اُس وقت تھی جب تولد ذاتی شروع ہوا تھا -

لیکن اس مذہب کے مخالف کہتے ہیں، مشاہدہ اس خیال کی تصدیق نہیں کرتا - علماء علم الحیات نے سخت کوششیں کیں - طرح طرح کے تجربے کیے، قسم قسم کے ماحول طیار کیے، مختلف مواد میں کمی بیشی کی، حرارت اور تمام معلوم شعاعوں کی روشنی مہیا کی، لیکن پھر بھی زندگی بے جان مواد سے پیدا نہ ہوسکی - وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زندگی کے آغاز کے وقت سمندروں کی حالت کیسی ہی خاص اور زندگی پیدا کرنے کے لیے صالح کیوں نہ ہو، ممکن اس حالت سے بہتر نہیں ہوسکتی جو مختلف سوائل جمع کرکے علماء حیات نے اب مہیا کردی ہے - تاہم کوئی کامیابی نہیں ہوئی -

(مختلف نظریے)

پھر آخر زمین پر زندگی کا آغاز کیوں کر ہوا؟ اوپر کی بحث سے یہ گتھی ذرا بھی نہ سلجھی -

ایک بہت بڑا ماہر علم الحیات کہتا ہے " زمین پر زندگی ننھے ننھے کیڑوں اور سوکھے جراثیم کی شکل میں آئی، مگر یہ اُن چھوٹے بڑے معدنی ٹکڑوں کے ذریعہ پہنچی تھی جو دوسرے ستاروں سے ٹوٹ کر ہماری زمین پر گرے تھے - اس وقت وہ اُس زندگی کے لیے مناسب ماحول رکھتی تھی " اِس عالم کا خیال ہے کہ کواکب میں زندگی ازل سے موجود ہے - اِنھی کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر دوسرے کواکب میں زندگی کے جراثیم پہنچاتے رہے ہیں -

مشہور عالم علم الحیات ہل مہتز اور تامسن کی بھی یہی رائے ہے - پروفیسر ارہنیس نے یہ نظریہ اور زیادہ وضاحت و اضافہ کے ساتھہ بیان کیا ہے - وہ کہتا ہے " زندگی بھی اُسی طرح ازلی ہے جس طرح خود مادہ ازلی ہے - زندگی کے تخم یا جراثیم کواکب سے ہمیشہ جدا ہوتے رہتے ہیں - آفتاب کے نور میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ اِن حقیر جراثیم کو پھیلاتا اور فضا میں بہاتا ہے - آفتاب کے نور کی یہ خاصیت میکسویل کے تجربوں سے یقینی طور پر ثابت ہوچکی ہے - بنابریں فضا اِن جراثیم سے لبریز ہے - یہ جراثیم پانی اور ہوا سے محروم ہونے پر بھی زندہ رہتے ہیں - نیز بالائی فضا کی سخت سردی بھی برداشت کرلیتے ہیں - علماء کا خیال ہے کہ وہاں برودت صفر سے ۲۲۰ - درجہ نیچے ہے - یہ جراثیم ہر لمحہ بہت بڑی مقدار میں آسمانی اجزاء کے ساتھہ ایک ستارہ سے دوسرے ستارے میں گرتے رہتے ہیں - آفتاب کی قوت دافعہ اس نقل و حرکت میں اُنہیں مدد دیتی ہے "

لیکن تولد ذاتی کا مذہب بھی اس وقت تک سپر انداز نہیں ہوا ہے - ارنسٹ ہیگل کے بعد بفلوگر نے اس کی از سر نو صدائیں بلند کیں - اُس کا نظریہ بھی ہیگل کے نظریہ سے مشابہ ہے - وہ کہتا ہے " قابل حیات مادۂ زلالیہ (Albumen) بلا کسی واسطے کے اُس وقت خود بخود موجود ہوگیا تھا جب زمین کے پانی میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی - اِس مادہ کی تکوین، سیانوجن (نٹروجن اور کاربون کا مرکب) آکسیجن، اور دوسرے پگھلے ہوئے معدنی مواد کے اتحاد کا نتیجہ تھی - جوں ہی اِن اشیاء کا باہم اجتماع ہوا، قابل حیات مادۂ زلالیہ وجود میں آگیا - پھر تدریجی ترقی کے بعد ادنی جانداروں کی شکل میں تبدیل ہوگیا - یہی ابتدائی جاندار، جملہ حیوانات و نباتات کی اصل ہیں " اِس عالم کا خیال ہے کہ شروع میں صرف ایک جاندار نے ظہور کیا تھا - پھر اُس سے دو جاندار پیدا ہوگئے - یہی دونوں جملہ ذی روح کائنات کے مورث اعلی ہیں - ایک سے نبات کا سلسلہ شروع ہوا - دوسرے سے حیوان کا -

سنہ ۱۸۸۰ - میں ایک عالم پریبیر نے تمام علماء سے مختلف مذہب اختیار کیا - وہ کہتا ہے "عالم کون میں زندگی ازلی و قدیم ہے - زمین پر زندگی اسوقت بھی موجود تھی جب وہ ایک آتشی کرہ تھی" وہ یہ بھی تسلیم نہیں کرتا کہ جمادات سے زندگی کا آغاز ہوا - اُسکا دعوی ہے کہ خود جمادات کسی ازلی زندگی سے پیدا ہوتے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ قول شاذ اور کمزور ہے - مشاہدے کے بھی خلاف ہے - ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ زندہ کائنات ایک خاص درجہ تک ہی حرارت برداشت کرسکتی ہیں - زیادہ سے زیادہ حرارت برداشت کرنے والے جراثیم کے تخم بھی سنٹی گریڈ کے ۱۲۰ - درجہ میں ۲۰ - منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے - ایسی حالت میں زندگی کا اسوقت موجود ہونا جب یہ کرہ ایک آتشی کرہ تھا، کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے ؟

(وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

غرضکہ زندگی کی گتھی باوجود علم کی اِس تمام جد و جہد کے، ابتک سلجھہ نہیں سکی ہے - یہ ایک معما ہے جس کا حل عقل انسانی کی دسترس سے باہر تھا اور اب تک باہر ہے - جس قدر بھی نظریے قائم کیے گئے ہیں، اول تو وہ نظریہ سے زیادہ نہیں، پھر ان میں بھی اس قدر فکر کا اضطراب اور آراء کا اختلاف ہے کہ ظلمات بعضہا فوق بعض کے مصداق ہیں - اب سے تیرہ سو برس پہلے اس بارے میں ادعاء علم نے نہیں بلکہ زبان وحی نے ایک اعلان کیا تھا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی دنیا آج بھی اس سے زیادہ کچھہ نہیں جانتی - اور اس لیے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا حکم بدستور عقل انسانی پر حکمراں ہے !

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کي فضا اپنا بوجهه اُس پر ڈالے هوئے هے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش فشاں پہاڑ نظر آتے هیں ایسے هي پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بهي موجود تهے جو زمین کي عمر کا ابتدائي زمانه تها - اصطلاح طبقات الارض میں یه دور " عهد ارضي " کہلاتا هے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کي قطعي دلیل هے که زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کره هے - چونکه جزء همیشه کل کے مانند هوتا هے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا هے که زمین کي یه پتلي پپڑي یا چهلکا بهي ایک زمانه میں اپنے کل کي طرح مشتعل هوگا - زمین اپني تاریخ کے کسي قدیم دور میں آتشي کره تهي -

چاند کو بهي اگر دوربین سے هم دیکهیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت هوتا هے که چاند پر بهي تقریباً ویسے هي تاریخي انقلاب طاري هوچکے هیں جیسے زمین پر گزر چکے هیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریه)

اِس طرح کے مشاهدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانت اور اس کے بعد فرنچ ریاضي دان لاپلاس نے یه نظریه قائم کیا که شروع میں پورا نظام شمسي نهایت هي گرم گیس کا ٹکڑا تها - یه ٹکڑا کسي نا معلوم محرک کے ذریعه خود اپنے گرد گهومنے لگا - اِس حرکت نے حلقے پیدا کیے - پهر ان کے مرکز میں کثافت و انجماد پیدا هوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یهي مرکز آفتاب بن گیا - پهر گردشي حرکت کي وجه سے اُن حلقوں کے اندر بهي حلقے پیدا هوتے گئے - اِن ثانوي حلقوں میں سے هر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کي کیفیت پیدا هوئي اور ایک نیا کوکب ناري بن گیا - پهر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بهي کثافت و انجماد کا عمل شروع هوا اور بتدریج ایک یا کئي چاند پیدا هوگئے - مگر یه بهي اُس وقت آتشیں تهے - بتدریج ٹهنڈے هوکر موجوده شکل میں آئے هیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخي عهد کے حلقے موجود هیں - چنانچه دوربین میں زحل کے گرد علاوه اُس کے دس چاندوں کے ' تین سهیں رکهنے والا گیسي حلقه بهي دکهائي دیتا هے -

خاص زمین کے متعلق مذکوره بالا علماء کا نظریه یه هے که وه بتدریج ٹهنڈي هونا شروع هوئي ' یهانتک که اُس کي سطح جم گئي - جب زمین کي حرارت ٣٥٠ درجه پر پهنچي تو اُس پر پارے کي موسلا دهار بارش هوئي - جب حرارت اور کم هوئي اور ١٠٠ درجه پر آئي ' تو کهولتے هوئے پاني کي بارش شروع هوگئي - مگر چونکه زمین اور اُس کي فضا کي حرارت هنوز بهت زیاده تهي ' اِس لیے پاني جمع نه هوسکا اور بهاپ بنکر اڑ گیا - پهر جب حرارت ١٠٠ درجه سے بهي کم هوگئي ' تو اُس وقت بارش کا پاني جمع هوا اور سمندروں کي تکوین هوئي - اُس زمانه کے سمندروں کا رقبه موجوده سمندروں سے بهت زیاده تها - کیونکه اُس وقت زمین کا داخلي حصه به سبب شدت حرارت کے پاني سے خالي تها - اور اُسکي موجوده سلوٹیں وجود میں نهیں آئي تهیں جنهوں نے بعد میں پهاڑ اور سمندر کي گهرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یه خیال محض نظریه نهیں هے بلکه علماء طبقات الارض کا مشاهده هے -

(بدات حیات)

اب زنده کائنات کي بحث سامنے آتي هے - ظاهر هے بهت شدید حرارت میں زندگي موجود نهیں هوسکتي - اس لیے لازمي طور پر تسلیم کرنا پڑتا هے که زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگي سے خالي تهي - یه تسلیم کرنے کے معني یه هوئے که هم یه بهي تسلیم کرتے هیں که زمین پر زندگي همیشه سے موجود نهیں تهي - بعد میں اُسکا آغاز هوا -

اب یه سوال پیدا هوتا هے که زندگي یا اولین ذي روح کائنات آغاز کن مواد سے هوا ؟ کیا اُن جمے هوے معدني مواد سے جو شدت حرارت کي وجه سے اولین سمندروں میں پاني کي طرح بهه رهے تهے اور گرمي کے کم هونے پر جم گئے ؟ اگر یه مان لیا جائے تو بحث ختم هوجاتي هے -

(دو مذهب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود هیں که اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نهیں - اس کا فیصله اِس مسئله کے فیصله پر موقوف هے که غیر ذي روح اشیا سے ذي روح اشیا پیدا هوسکتي هیں یا نهیں اس بارے میں جمهور اهل علم کا مذهب یه هے که نهیں هوسکتیں یا کم از کم نهیں هوتي هیں ' لیکن تولد ذاتي کے قائل اسکے خلاف هیں -

مذهب جمهور کي بنیاد واضح هے - وه کهتے هیں اس طرح کي کوئي تخلیق علمي طریقه پر ثابت نهیں هوئي هے - ایک زمانه میں عوام کا یه خیال خواص میں بهي پهیلا هوا تها که بهت سے جاندار مٹي ' پاني ' اور مختلف غیر ذي روح مواد سے پیدا هو جاتے هیں مثلاً وه سمجهتے تهے ' حشرات الارض مٹي اور پاني سے پیدا هو جاتے هیں - مکهیاں اور مچهر گندگي اور کیچڑ سے پیدا هوکر اڑنے لگتے هیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتهه هي زمین سے اُٹهنے لگتے هیں - یا پنیر اور اسي طرح کي چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے هیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت هوگیا که یه تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نهیں هوتے - بلکه جاندار مخلوق هي سے جان حاصل کرتے هیں - ان سب کي پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکهیوں کے انڈے سے هوتي هے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکهے جاسکتے هیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانه میں بهت زور دیا جاتا تها - مگر ثابت هوگیا که وه خاص قسم کي مکهي کے انڈوں سے پیدا هوتے هیں ' اور اگر انکي حفاظت کي جائے تو وه بڑے هوکر مکهي کي شکل اختیار کرلینگے - یه بات سترهویں صدي کے وسط هي میں پایهٔ تحقیق تک پهنچ گئي تهي که مٹي وغیره سے جانداروں کي پیدایش کا خیال غلط هے -

لیکن دوسرا مذهب اُن لوگوں کا هے جو " تولد ذاتي " کے قائل هیں - خوردبین کي ایجاد نے اِنهیں تقویت دي - اُنهوں نے اعلان کیا که ایک خاص طرح کے جاندار ' مرده پتیوں کے رس جیسے سیال مادوں میں پیدا هو جاتے هیں - لیکن میلن اڈورز اور شوان وغیره علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وه کهتے هیں اگر هم ان سیال مادوں کو آگ پر رکهکر کهولائیں اور اُن جراثیم سے آلوده نه هونے دیں جو هوا میں موجود هیں ' تو ان میں کبهي یه جاندار پیدا نه هونگے یه بهي در اصل هوا کے جراثیم کي پیداوار هیں -

مذهب " تولد ذاتي " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبیني کیڑوں) کي نسبت بهي دعوا کیا تها که یه اُن قابل حیات اور معدني مواد سے پیدا هوتے هیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود هیں - لیکن پاسٹیور نے اسکي تغلیط کي - اس نے ثابت کیا که اس میں بهي وهي غلطي هے جو بڑے جانوروں کي پیدایش کے سطحي معائنه میں هوئي تهي - یه جراثیم بهي هوا کے جراثیم سے

دارا شاہ ایران کے نقوش خط میخي میں جن سے ارلن سن نے خط میخي کے پڑھنے کي کنجي معلوم کي -

رشید (مصر) کا مشہور پتھر جس سے شمپولین نے هیرو گلیفي خطوط کا راز حل کیا -

ہوا ہے - خیال کیا جاتا ہے ' دسویں صدي میں یہہ دفن ہوگیا تھا - اِسمیں تبتي ' چیني ' اور ترکي زبانوں کي ۵۰۰ فٹ مکعب تحریریں موجود ھیں -

شمالي ایشیا اور جنوب روس میں ایک اسکیتھي بادشاہ کي قبر ملي ہے - یہ قبر دریائے ڈینیپر کے کنارے علاقہ ملیٹو پول کے قریب واقع ہے - اِس کي تاریخ چوتھي صدي قبل مسیح تک پہنچتي ہے - بادشاہ کے ساتھ اُس کي تلواریں ' کمانیں ' ذرع ' خود ' قسم قسم کے زیور ' طلائي کنگھا ' اور دوسري بہت سي چیزیں دفن تھیں - اِتنا ھي نہیں بلکہ اِس سامان کے پہلو میں بادشاہ کا سائیس ' خادم خاص ' شمشیر بردار ' اور پانچ گھوڑے بھي مدفون ملے ھیں -

آثار قدیمہ کے انکشاف کا میدان ابھي بہت وسیع ہے - کیونکہ ابھي مصر میں بکثرت ایسے قبرستان موجود ھیں جنھیں ہاتھہ بھي نہیں لگایا گیا ہے - عرب ' چین ' اور وسط ایشیا میں تو اب تک کچھہ کام ھوا ھي نہیں ہے - یمن میں بے شمار آثار بتوں کي شکل میں نمایاں ھیں ' اِس وقت تک اِن کي تحقیق نہیں ہوئي ہے - زمین کے اندر جو کچھہ دفن ہے ' وہ اِس کے علاوہ ہے -

امید کي جاتي ہے کہ جس وقت آثار قدیمہ کا علم ترقي کرجائیگا تو انسان کي تدریجي ترقي کي پوري تاریخ معلوم ھوجائیگي -

ذیل کي فہرست سے معلوم ھوگا کہ اِس وقت کن کن ملکوں میں آثار قدیمہ کي تحقیقات ھو رھي ہے اور کون کون جماعتیں یہ کام کر رھي ھیں :

(۱) امریکہ کا عجائب خانۂ تاریخ طبیعي - اِسکي جماعتیں مکسیکو اور منگولیا میں کام کر رھي ھیں - اِنکا موضوع بحث علم الحیوان ' طبقات الارض ' اور تنقیب ہے -

(۲) امریکن مٹروپولیٹ عجائب خانۂ فنون - اِسکي جانب سے قدیم مصري تمدن کي تحقیقات ھو رھي ہے -

(۳) پنسلفانیا کي یونیورسٹي ' بابل ' فلسطین ' اور مصر میں تحقیقات کر رھي ہے -

(۴) ھارورڈ یونیورسٹي اور عجائب خانۂ فنون جمیلہ کي جماعتیں مصر میں ایتھوپیا کي شہنشاھي کے عہد کي تحقیقات میں مصروف ھیں -

(۵) ھارورڈ یونیورسٹي ' ھونڈوراس میں تحقیقات کر رھي ہے -

(۶) کارنیگي انسٹیٹیوٹ ' بوسٹن (امریکا) میں تحقیقات کر رھا ہے -

(۷) امریکن سوسائٹي ایشیائے کوچک میں -

(۸) امریکن انڈین میوزیم ' میکسیکو اور کوہ ازراک میں - اِس کا موضوع بحث امریکا کے سرخ فام انسانوں کي اصلیت معلوم کرنا ہے -

(۹) برٹش فرنچ امریکن کمیٹي - بیت المقدس میں -

(۱۰) کارنافون (کاؤنٹ کمیٹي) مصر میں -

(۱۱) وِلي ز (برطانیا) کي کمیٹي - بابل اور اُور میں -

(۱۲) محکمۂ آثار قدیمہ اور کونٹ پرورک - تیونس میں قرطاجنہ کي تحقیقات کر رہے ھیں -

(۱۳) سر جوزف ڈولین - قسطنطنیہ میں عہد بیزنطیني کي تحقیقات کر رہے ھیں -

توت آنخ آمون کا تابوت اور اُس کي نعش کا نظارہ

علم الآثار

(Archaeology)

مصر کي ايک سب سے زياده محفوظ ممي

جديد علم الآثار کي بنا غالباً سب سے پہلے شمپولين نے ڈالي - اِسنے علاقه " رشيد " (مصر) ميں ايک سنگي لاٹ ديکھي - اِس لاٹ پر ايک هي تحرير تين قسم کے رسم الخط ميں لکھي تھي : هيرو گليفي (قديم مصري کاهنوں کا خط)' ديموٹيکي (قديم مصري عوام کا خط)' خط قبطي (يه خط در اصل يوناني هے - مصر کے فرمانروا خاندان بطليموس نے اِسے جاري کيا تھا) در حقيقت يهي تحرير بعد ميں علم الآثار کي بنياد بن گئي - اُس سے هيروگليفي اور ديموٹيکي ' دونوں رسم الخط معلوم هو گئے - اِتنا هي نهيں بلکه قديم مصري زبان بھي اسکے ذريعه مدون کر لي گئي -

آثار قديمه کے انکشاف ميں اتفاقات زمانه کو بهت دخل هوتا هے ' اگرچه صحيح قياس و اندازه سے بھي بڑي مدد ملتي هے -

چنانچه يورپ کا ايک قديم ترين اثر اِس طرح دريافت هوا که اسپين ميں بعض آدميوں نے محض اتفاق سے ايک غار ميں جھانکا ,تو اُسکي ديواروں پر اُنهيں تصويريں نظر آئيں - يه تصويريں اُن حيوانات کي هيں جو اب روئے زمين پر موجود نهيں هيں - ليکن قديم ترين زمانوں ميں موجود تھے - دور حجري کے انسانوں نے يه تصويريں بنائي تھيں - ان سے ايک طرف يه معلوم هوگيا که اِس قسم کے حيوان ايک وقت ميں موجود تھے' دوسري طرف يه پته چل گيا که انسان کي فني ترقي کے ابتدائي نمونے کيسے تھے ؟

اِسي طرح يونان کے ايک علاقه ميں ايک مرتبه ريل گاڑي ٹوٹ گئي - بعض مسافر ٹهلتے هوئے اتفاق سے ايک ٹيلے پر چڑھ گئے - وهاں اُنهيں ايک قديم آبادي کے نشان ملے - تحقيقات سے ثابت هوا که يه آبادي' سن عيسوي سے ايک هزار برس پہلے يهاں قائم تھي -

اِسي طرح يونان ميں ايک شخص کو اتفاق سے ٹوٹے هوئے ظرف کا ايک ٹکڑه ملا - اِس پر يه پهيلي کنده تھي " ديو جانس فلسفي سے پوچھا گيا : وه کون حبشي هے جو سفيد روٹي کھاتا هے ؟ حکيم نے جواب ديا : وه رات هے جو دن کو نگل ليتي هے "

آثار قديمه کے انکشاف ميں افواهوں اور افسانوں سے بھي بڑي مدد ملتي هے - چنانچه شهر تدمر کا پته اِسي طرح چلا که اُن اطراف کے بدؤں ميں ايک ٹيله کے متعلق مشهور تھا که اسکے نيچے شهر تدمر مدفون هے -

اسي طرح شهر ٹراوڈه کا پته اس طرح چلا که ايک جرمن لڑکا هومر کي اليڈ پڑھ رها تھا - پڑھتے پڑھتے اُسے شوق هوا که اس عجيب مقام کي سير کرے جسکي توصيف ميں هومر نے فصاحت و بلاغت کے دريا بها ديے هيں - لڑکے پر بڑي بڑي مصيبتيں پڑيں مگر يه شوق اُسکے دل سے نه گيا - علماء تاريخ کهتے تھے که ٹراوڈه کا کوئي وجود نهيں هے ' محض هومر کا تخيل هے - ليکن نوجوان نے اُنکي بات نه سني اور ۳۵ سال کي عمر ميں اُس مقام پر جا پهنچا جهاں ٹراوڈه کي موجودگي بتائي گئي تھي - چند سال زمين کھودتا رها - يهانتک که ٹراوڈه کے نشان مل گئے !

ايک دوسري نعش مکمل حالت ميں

سب سے بڑا قديم اثر جو اس وقت تک دريافت هوا هے ' وه مشهور اٹالين شهر " پامپي " هے - پهلي صدي عيسوي ميں آتش فشاں پهاڑ نے اسے اپني راکھ سے توپ ديا تھا - اب يه کھود کر نکال ليا گيا هے - اسکي سڑکوں پر ابتک گاڑي کے پهيوں کے نشان موجود هيں - ديواروں پر سرکاري اعلان چسپاں هيں - دکانيں بدستور موجود هيں - ايک شراب خانه ميں مرمري ميز اپني اصلي حالت پر رکھا هوا هے - اسکے کنارے کثرت استعمال سے گھسے هوئے هيں - گھروں ميں پاني کے نل لگے هوئے هيں - کمروں ميں تصويريں آويزاں هيں - محلوں ميں بدستور باغيچے اور چمن هيں - اگرچه سب تقريباً پتھرا گئے هيں -

اسي طرح تيونس کے سمندر ميں ايک کشتي ملي هے - يه دو هزار برس پہلے غرق هوئي تھي - اِس ميں سنگ مر مر کے ۱۵ ستون رکھے گئے تھے -

مغربي چين ميں ايک مدفون کتب خانه دستياب

دنيا کي سب سے پراني کتاب طب : مسٹر اڈوين اسمتھ نے اس منقش پتھر پر طبي مسائل پڑھے جو مصر سے برامد هوا تھا - اس پر هيرٹيک حروف کنده هيں جو هيرو گليفي خط کي ايک شاخ هے -

(پادریوں کا چنگل)

" مر مر کے اسکے جلادوں کے پنجه سے رهائي حاصل کي تهي - کر وائے بدنصیبي ' فوراً فسبسوں کے چنگل نے اُسے آ دبوچا ! میں اس لیے نہیں کہتا که مجھے اِس پر کوئی تعجب ہے - لیکن شبہه یه عجیب ہے که ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا مقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکه شریف النفس ي ہے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک هوگیا ؟ الانکه اُسے ایسی دنائت سے بلند هونا چاهیے تها - ایک مذهبي شوا هونے کي حیثیت سے اُسکا فرض تها که مظلوم پر ترس کهائے ' یه که اُلٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربسته هو جائے - وہ مظلوم ' جو پہلے ي سے زمانه کے هاتهوں کچلا جاچکا ہے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیه بردار اِس ناکردہ گناہ کے مٹادالنے ر تل گئے هیں - وہ یقین کرتے هیں که هم اُسے ضرور بالضرور مٹادینگے - قیر سے حقیر واعظ اور ادنی سے ادنی مجاور بهي کوشش کر رها ہے اِس خود ساخته دشمن کے گلا گهونٹنے کا فخر صرف اُسي کو حاصل و ' اور اِسکے سر پر فیصله کن ضرب اُسي کے پاؤں کي ٹهوکر سے لگے !

(اُسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا ہے که اگر پیرس کي جلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نه کیا هوتا ' تو آپکو یري کتاب سے بغض کم هوتا ؟ بلاشبه بعض لوگ یہي خیال ظاهر رتے هیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے هرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکه یه خلاف واقعه ہے - اے میرے آقا ! مجھے بتائیے آپنے ایسے پہلے یرا رد کرنے کي رحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے نصب کے خلاف رساله شائع کیا ' میں نے دي لامبرٹ کے نام خطوط چهاپے ' کئي کتابیں لکهیں ' مگر آپکے قلم کو کبهي جنبش نه هوئي ! حالانکه میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود ہے ' جیسے کتاب التربیت میں ظاهر کیے گئے هیں - کیا آپنے میري یه کتابیں نہیں پڑهي تهیں ؟ حالانکه اگر نه پڑهي هوتیں تو اپنے اِس رد میں اُن پر بحث نه کرسکتے - کیا آپ کي یه خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نه تهي ؟ حالانکه بقول آپکے اِن کتابوں میں بهي الحاد کي دعوت دي گئي ہے - کیا یه حقیر مؤلف اُس وقت کم خطا کار تها ' اور اب زیادہ هوگیا ہے ؟ حالانکه آپ اُسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے هیں - آخر کیا بات تهي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نه هلي ؟ یه وجه تو نه تهي که اُس وقت آپکے دشمن کم تهے ' اور میں بهي خائنوں سے گهرا هوا نه تها ؟ اُس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول هوچکي تهیں اور آپ عوام کے غصے سے ڈرتے تهے ؟ لیکن اب ' جبکه حالات میں تبدیلي پیدا هوئي - میرے دشمنوں نے ایکا کرکے مجهه پر یورش کردي ' مجھے ملحد اور باغي مشهور کیا ' حکومت نے بهي هتهیار سنبهال لیے ' اور آپکے دشمنوں نے بهي کہنا شروع کردیا که پیشوائے اعظم هوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچهه نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے اُسکي حمایت کر رهے هیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے اُٹهے ' اور اپنے دشمنوں کا مونهه بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف برانگیخته کیا ؟ اگر ایسا هي ہے تو بلاشبه میرے دماغ کو شدت تحیر سے سکته هو جانا چاهیے ! "

اِس تمہید کے بعد روسو ' اُسقف کے بیان کا رد شروع کرتا ہے -

(صفات الهي)

اُسقف نے لکها تها :

" روسو کہتا ہے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر هوں ' لیکن ساتهه هي یه دعوی بهي کرتا ہے که یه موجود حقیقي علم ' قدرت ' اراده ' اور حکمت رکهتا ہے ! "

روسو جواب دیتا ہے : " خدا کي صفت ' علم ہے - لیکن اسکا علم کیا ہے ؟ انسان کا علم تو اُسکي قوت تفکر میں ہے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تأمل کا محتاج نہیں - اُسکي تفکیر کے لیے نه تو مقدمات هیں ' نه نتائج هیں ' نه فرض و قیاسات هیں - اُسکا علم ازلي ہے - جو تها ' جو ہے ' جو هوگا ' سب اُس پر آشکارا ہے - تمام حقائق اُسکے سامنے ذرۂ ریگ سے بهي چهوٹے هیں - تمام دنیا اُسکي نظر میں قطرۂ آب سے بهي محدود ہے ' تمام اگلے پچهلے زمانے اُسکے نزدیک لمح بصر سے بهي مختصر هیں "

" باقي رهي قدرت الهي ' تو قدرت الهي کا یه حال ہے که انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت هوتي ہے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الهي خود اپني قوت سے عمل کرتي ہے - خدا قادر ہے ' کیونکه وہ اراده رکهتا ہے - اور اُسکا اراده هي اُسکي قدرت ہے ! "

" خدا ' لاریب خیر ہے - انسان کا خیر یه ہے که که اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر اُسکا وہ نظام ہے جس سے وہ کائنات کو سنبهالے اور تمام اجزاء کو باهم جوڑے هوئے ہے -

" خدا لاریب عادل ہے - عدل الهي بهي اُسکے خیر هي کا ایک نتیجه ہے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل ہے ' خدا کا عمل نہیں ہے - روح کا اضطراب ' جس کي وجه سے فلاسفه قدرت الهي کے منکر هو جاتے هیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیادہ واضح کرنے والا ہے - انسان کا عدل یه ہے که هر حقدار کو اُسکا حق دیدے - خدا کا عدل یه ہے که هر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے ! "

(حقیقت الهي)

" یه صفات میں نے عقل کي منطق کي راہ سے معلوم کي هیں - لیکن میرے دماغ میں اُنکا مفهوم مرتب و مفصل نہیں ہے - میں اُنهیں تسلیم کرتا اور انپر اصرار کرتا هوں ' مگر اُنکي پوري حقیقت کا احاطه نہیں کر سکتا - عقل اِسکا احاطه کر هي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یه هوے که میں حقیقت سے لا علم هوں - اور اسلیے میري حیثیت یه نہیں ہے که میں جانتا هوں اور اصرار کرتا هوں - میں اپنے دل سے بے فائده کہتا هوں " یہي خدا ہے " میں بے فائده اُسکا شعور کرنا چاهتا هوں - میں بے فائده اپنے ذهن میں اُسکا تصور کرتا هوں - " بے فائده " اس لیے که اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بهي روشني نہیں پڑتي - میں هرگز معلوم نہیں کر سکتا ' خدا ایسا کیوں ہے ؟ اُس میں یه صفات کیونکر قائم و موجود هیں ؟

" میں اُسکي حقیقت جاننے کي جتني زیاده کوشش کرتا هوں اُتني هي اُسکي حقیقت پوشیده هوتي جاتي ہے - میري یه عقل کي بے بسي مجهه میں اُسکا اعتقاد و ایمان اور بهي زیاده مستحکم کر دیتي ہے - میں جس قدر اُس کا تصور کم کر سکتا هوں ' اُسي قدر اُس سے زیاده وابسته هوتا اور اُتنا هي اُسکي عبادت پر جهکتا جاتا هوں - بالاخر اُس کے رو برو گر پڑتا هوں اور کہتا هوں " میرا وجود تجهي سے ہے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیاده تجهه میں غور کرتا هوں ' تو اتنا هي زیاده میرا نفس بلند کرتا جاتا ہے ' مگر تیري حقیقت برابر مجهه سے مستور هي رهتي ہے ! تجهه میں میرا فنا هو جانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامه ہے ! تیري عظمت نے میري عقل مبهوت کردي ہے ' مگر میري نا تواني کو بهي قوت سے بدل دیا ہے ! "

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جـــان جـــاک روسو

اسقف کا جواب

(۲)

پچھلے نمبر میں قاریین الہلال پیرس کے اسقف اعظم کے اعتراضات روسو پر سن چکے ہیں - آج روسو کا جواب پیش کیا جاتا ہے - یہ جواب پورے دو سو صفحے کی باریک حروف کی کتاب میں پھیلا ہوا ہے - اس لیے اختصار کے سوا چارہ نہ تھا - تاہم اہم اور مفید پہلو ایک حد تک واضح کردیے گئے ہیں -

(معذرت)

روسو نے اپنا جواب معذرت سے شروع کیا ہے :

" اگر آپ صرف میری کتاب ہی پر اعتراض کرتے تو میں ہرگز آپ سے کوئی تعرض نہ کرتا - آپکو چھوڑ دیتا کہ جتنی چاہیں نکتہ چینی کرتے رہیں - لیکن آپنے صرف کتاب ہی پر نہیں بلکہ میری ذات پر بھی بحث کی ہے - آپ کو دنیا میں جتنی عزت اور قوت حاصل ہے ' اسی مناسبت سے آپ میں یہ بات بھی ہونی تھی کہ اُن تہمتوں سے بلند تر ہوتے جن سے آپ نے مجھے آلودہ کرنا چاہا ہے "

(داستان مظلومی)

اسکے بعد روسو نہایت بلاغت و مہارت سے اپنے قارئین کی ہمدردی حاصل کرنی چاہتا ہے - وہ اپنی مسکینی و مظلومی ظاہر کرتا ہے ' تمام یورپ کا اسکے خلاف متحد ہو جانا اور عرصۂ زمین تنگ کر دینا یاد دلاتا ہے ' پھر لکھتا ہے :

" جنیوا کے علام ' روسو کے مقابلہ میں کوئی قوت نہیں کہ اُن ظالم اور سرکش ججوں سے جواب طلب کرسکے ' جنکے سامنے اس پر تہمت لگائی گئی ' اور جنھوں نے اسے طلب کیے بغیر اسکے خلاف فیصلہ صادر کردیا ہے - اتنا ہی نہیں بلکہ اسے قید کرنے کے بھی درپے ہو گئے ہیں - یہ " علام " اگر عدالت میں طلب کیا جاتا ' تو اپنی برأت ظاہر کرنے ضرور حاضر ہوتا ' مگر چونکہ اسے بلایا نہیں گیا ' اس لیے اسے از خود حاضر ہونے کی ضرورت بھی نہ تھی - چنانچہ وہ حاضر نہیں ہوا - اس پر اسکے خلاف جنگی قوت جمع کی گئی - اسنے قوت کے مقابلہ سے گریز کیا ' اور اس سرزمین سے بھاگ نکلا جہاں کمزوروں پر ظلم کیا جاتا ہے ' بغیر جرم کے سزا دیدی جاتی ہے ' اور بغیر جواب سنے بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں "

" اسنے مجبوراً اپنا محبوب خلوت خانہ چھوڑا - اُن دوستوں کی جدائی سہی جنسے بڑھ کر اسکے لیے کوئی عیش نہ تھا - اپنا ناتواں جسم لیکر ہزاروں امیدوں کے ساتھ سرزمین حریت میں پہنچا - آہ میرا وطن جنیوا ! میں نے تیری آزادی کے کیسے کیسے گیت گائے ؟ تیرے حسن و جمال کی کیسی کیسی تصویریں بنائیں ؟ دنیا میں تیرا نام کس درجہ روشن کیا ؟ آہ میں کیا کہوں ؟ میرا دل سینے میں بیٹھا جاتا ہے ' میرا ہاتھ کانپ رہا ہے ' میرا قلم گرا پڑتا ہے . . .

لیکن مجھے خاموش ہی رہنا چاہئے - مجھے جرم کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے . . . کاش میں خفیہ طور پر ہی اپنی ناقابل برداشت مصائب کہہ سکتا ! کاش میں اپنی دل کی گہرائی ہی میں اپنے وطن کی شکایت کا خیال کر سکتا ! . . . . . "

" یہ سب کچھہ کیوں ہے ؟ میں اسکا حقیقی سبب نہیں پوچھتا - میں صرف اسکا قریبی موجب معلوم کرنا چاہتا ہوں - مجھہ پر الحاد کی تہمت لگانے کی جرأت کی گئی ہے - مگر تہمت لگانے والے بالکل بھول گیے کہ جس کتاب پر انہیں اعتراض ہے ' وہ سب کے ہاتھوں میں موجود اور سب کی آنکھوں کے سامنے کھلی ہوئی ہے - مجھہ پر تہمت لگانے والے افسوس سے ہاتھہ ملتے ہیں : " کاش یہ کتاب کسی طرح مفقود ہو جائے تا کہ ہم پیٹ بھرکے تہمتیں تراش کرسکیں ! " لیکن اُنکی یہ امید کبھی پوری نہیں ہوگی - کتاب اُنکی حسرت کے لیے ہمیشہ باقی رہے گی ' اور آئندہ آنے والی نسلیں فیصلہ کرینگی - وہ اعلان کرینگی کہ یہ تمام گناہ ' اسکے مؤلف کی بد عملیاں نہیں ہیں ' لیکن فضیلت کے ایک دوست کی ٹھوکریں ہیں ! "

(ایک ملحد کا ذکر)

" میں معاصرین پر اظہار رائے نہیں کرونگا - میں کسی کو بھی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا - لیکن کیا تم نے سپنوزا کا نام نہیں سنا ؟ اسکے الحاد میں کسے شک ہو سکتا ہے ؟ وہ خود الحاد کا مدعی تھا - علانیہ الحاد کی تعلیم دیتا تھا - مگر نہ کوئی اسکے اطمینان میں خلل ڈالتا تھا - نہ اسکی کتابیں چھپنے سے روکی جاتی تھیں - اور نہ ہی تاجروں کو اُنکی اشاعت کی ممانعت کی گئی - وہ فرانس آیا تو اسکے لیے ایک پر جلال استقبال طیار تھا - تمام ملکوں کے دروازے اُس پر کھلے تھے - وہ ہر جگہہ امن کی بلکہ حکومتوں کی حمایت پاتا تھا - پادشاہ اُسکا خیر مقدم کرتے تھے ' اور وعظ و درس کے ممبر اُسکے لیے نصب کراتے تھے - یہ ملحد زندگی بھر مسرت و آرام بلکہ عزت و احترام پاتا رہا "

(عہد حکمت و انسانیت !)

" لیکن آج ' جبکہ ببانگ دہل دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ فلسفۂ و حکمت اور انسانیت کا زمانہ ہے ' دنیا کا حال کیا ہے ؟ یہ ہے کہ ایک شخص انسانی محبت کے جذبہ سے مجبور ہوکر آتا ہے ' اور پوری احتیاط و احترام سے اپنے بعض خیالات پیش کرتا ہے - کیسے خیالات ؟ وہ خیالات جو اُس موجود اعظم کی عظمت نے اسکے دماغ پر نازل کیے ہیں - لیکن دین الہی و حقیقت کے اِس حامی و ناصر کی زندگی تلخ کردی جاتی ہے - یورپ بھر میں اسے کہیں پناہ نہیں ملتی - اسے خدا کا پیدا کیا ہوا پانی پینے سے اور اسکے اگائے ہوے درختوں کی لکڑی جلانے سے بھی روک دیا جاتا ہے - وہ ذلیل و خوار پھرتا ہے - جس گوشہ میں جاکر پناہ ڈھونڈھتا ہے ' وہیں سے نکالدیا جاتا ہے - نہ اسکی غربت پر کسی کو ترس آتا ہے - نہ اسکی بیماریوں پر کسی کا دل کڑھتا ہے - شریر سے شریر مجرموں اور خونی سے خونی ڈاکوؤں کا بھی اِس بے دردی سے کبھی تعاقب نہیں کیا گیا ہوگا ' جیسا اِس بیکس و مظلوم کا کیا گیا ہے - اگر وہ ایک لمحہ کیلیے بھی کسی حکومت کے رحم پر بھروسہ کرلیتا ' تو آج یقیناً تاریک قیدخانے میں پڑا سڑتا ہوتا ' یا پھانسی کے تختے پر اسکی لاش سوکھہ رہی ہوتی ! "

حکمت اور شعر کے مختارات

حکما و شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کی مخلوق پر اُس کا مہر ہے — بیتشر '

حسن بغیر نزاکت کے ایسا ہے' جیسے بے نمک کھانا — امرسن -

ارسطو سے پوچھا گیا " حسن کیا ہے ؟ " اُس نے جواب دیا " یہ سوال اندھوں سے کرنا چاہیے " — بیکن

حسن ' جہاں بھی ہوتا ہے ' سراھا جاتا ہے — گوئٹے

حسن ' ایک جال ہے ' جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتی ہے — لیگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اُس کی طرف سے اقرار ہے کہ اُس کے پاس حسن کے سوا کوئی چیز قابل فخر نہیں — میڈ موزیل دی لسپیناس

خوبصورت عورت آنکھ کے لیے جنت ہے ' قلب کے لیے دوزخ ہے ' جیب کے لیے ویرانی ہے -

خوبصورت ' بد صورت سے اُسی طرح بچے' جس طرح ذھین غبی سے بچتا ہے — پوپ

تمھاری یہی کیا کم فتحمندی ہے کہ تم خوبصورت ہو ؟ — ہوگز

جب ہم میں اِس قدر صلاحیت پیدا ہو جائیگی کہ ہم خدا کے ہر عمل میں حسن و جمال محسوس کرنے لگیں گے' تو اُس وقت ہم دعوی کرسکیں گے کہ ہم اُس کی حقیقت سے واقف ہوگئے ہیں — رسکن

حسن ' تمام نوع انسانی کے لیے سعادت ہے - ہر مخلوق اُس کے زیر اثر آکر بھول جاتی ہے کہ وہ محدود ہے — شیلر

حسن سے محروم عورت ' زندگی کی نصف لذت سے محروم ہوتی ہے — مدیم دی مونتارین

حسن بہت ہی کم عمر چیز ہے — دی لمار

اِس یقین سے زیادہ عورت کے لیے کسی بات کا یقین مشکل نہیں کہ وہ اپنے حسن سے محروم ہوگئی ہے — روشبراون

کبھی عورت خوبصورت ہوتی ہے ' مگر اُس کا حسن اُس وقت تک نہیں کھلتا ' جب تک اُس کا دل محبت کے لیے نہیں کھل جاتا — لا برویر -

حسن ' قدرت کا عورت کو سب سے پہلا عطیہ ہے ' اور یہی سب سے پہلے اُس سے چھن بھی جاتا ہے — میرے -

عورت اپنے محبوب کی جدائی گوارا کرسکتی ہے مگر اپنے حسن کی جدائی گوارا نہیں کرسکتی — روشبراون

مرد کو شادی کے معاملہ میں اعلی حسن سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ حسن قبضہ میں آتے ہی گھٹ جاتا ہے' مگر اُس کی مصیبتیں زندگی بھر باقی رہتی ہیں — روسو

جس عورت میں بجز حسن کے اور کوئی جوہر نہیں ہوتا ' اُس کی مثال روغنی روٹی کی سی ہے- یہ گرم اچھی معلوم ہوتی ہے اور سرد ہوتے ہی اپنا سارا ذائقہ کھودیتی ہے — سیجور

(عورت)

تمدن اچھی عورتوں کے اقتدار کا نام ہے — امرسن

عورت کی شیرینی گلاب کی طرح جلد ختم ہو جاتی ہے — گوئٹے

زندگی کی سب سے لذیذ شیرینی ' بیوی کا اپنے شوہر کو مخلصانہ سلام ہے — ولز

عورت کی انانیت اپنے اندر دو انانیتیں رکھتی ہے — مدیم دی استائل

خدا کی انسان پر سب سے قیمتی بخشش ' عورت ہے - گوبلز

کاش ' عورت تنہا میرا ہی حصہ ہوتی ! — اربیدس

عورت انسان اور فرشتہ کے بین بین ایک مخلوق ہے — بلزاک

عورت اُس شخص کو حقیر سمجھتی ہے جو اُس سے محبت نہیں کرتا ہے' مگر وہ خود اُس سے محبت نہیں کرتی — ایلزبیتھ ' استودرت

***

انسان اپنے نفس کو اُسی وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ مصیبت میں پڑتا ہے — الفرڈ دی موسیہ

شک ' ہمیشہ امید کے پیچھے لگا رہتا ہے — بلزاک -

ترقی لنگڑی چال چلتی ہے — سانت بو

نا مکمل تعزیت سے رنج زیادہ ہوجاتا ہے — روسو

عظمت ' طمع ' فوج ' جنگی جہاز ' تاج ' تخت ! یہ انسان کے کھلونے ہیں جب وہ بڑا ہوجاتا ہے — وکٹر ہیوگو

میری تمام مصائب کی علت یہ ہے کہ میں لوگوں سے حسن ظن رکھتا تھا — روسو

(ذہانت)

ذہانت کیا ہے ؟ یہ محض سمجھنے کی صلاحیت ہی کا نام نہیں ہے - کیونکہ حیوان بھی سمجھ رکھتا ہے مگر ہم اُسے ذھین نہیں کہہ سکتے - سپاہی اپنی ڈیوٹی سمجھتا اور پوری کرتا ہے مگر ذھین نہیں کہلاتا - بندر کی ذہانت ' محض ایک بے نتیجہ عقلی اضطراب ہے - جو بچہ اپنی حرکتوں سے نہیں ہنستا ہے ' ذھین نہیں ہے - کیونکہ اُس میں بندر کی جبلت آگئی ہے - جو عورت بہت سی اشیاء کا علم رکھتی ہے ' ذھین نہیں ہے - کیونکہ معمولی باتیں اُس کے دماغ کو پراگندہ کر ڈالتی ہیں - کیا حساب داں ذھین ہوتا ہے ؟ شاعر کی نظر میں حساب داں مالیخولیا کا مریض ہے ! کیا شاعر ذھین ہوتا ہے ؟ ریاضی داں شاعر کو سراسر بیوقوف سمجھتا ہے ! ماہر مالیات کی نظر میں ناول نویس ' دو پاؤں کا احمق حیوان ہے ! جو آدمی ' دور از کار نظریے بناتا ہے ' کیا ذھین ہے ؟ کیا ہمیشہ خاموش رہنے والا ذھین ہے ؟ کیا اپنی عینک کے شیشوں سے' سرد اور بے اثر نظروں سے تمھیں دیکھنے والا ذھین ہے ؟ نہیں !

ذہانت کی تعریف ناممکن ہے — لا مارتین

برید فرنگ

رُوس کا نفس پرست شاہی راہب

راسپوٹین

خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بُت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ روس
خاندان شاہی کی بُربادی ہے۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام
شہزادے، تقریبًا پُورا خاندان گولی مار کر قتل کر ڈالا گیا! یہ واقعہ فرانس
لوئی شانزدہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی دہشتناک ہے!
اس کے خاندان شاہی کی بربادی اور انقلاب سلطنت پر بکثرت
کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث
ہوچکی ہے جو ان عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ ان اسباب
میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہے، جو بیسویں صدی کی
متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہے۔ یعنی روس کے حکمران
اور اُس کی ملکہ کی مذہبی توہم پرستی، زود اعتقادی، اور علم و عقل سے
محرومی ہے! یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان تمام تباہیوں کی اصلی علت
ایک راہب تھا، جسکے دام تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔

مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوپوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں
شائع ہوا ہے۔ اس سے اس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی
پڑتی ہے۔ اس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام
واقعات کا شاہد عینی تھا۔ صرف شاہد عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسپوٹین
کا قاتل بھی وہی ہے۔

اس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پُوری طرح رائے زنی نہیں کی تھی،
کہ اس سلسلہ کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہوگیا۔ یعنے یکایک
دنیا کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی
ماریا کے قلم سے نکلی ہے اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ اس
بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کردیا، اور دنیا اس نئے
انکشاف سے انگشت بدنداں ہوکر رہ گئی!

پچھلے دنوں ان دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے
انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ
تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں۔ خصوصًا پرنس کی بیان
کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملکہ کے اصلی خطوط بھی شائع کردیئے
ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم پہلے پرنس کے روز
نامچہ کی ایک پُوری فصل درج کرتے ہیں، جس سے اس عجیب و غریب
راہب کے حالات و اعمال پر پُوری روشنی پڑے گی:

راسپوٹین کون تھا؟

راسپوٹین، جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی
تھی، سائبریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ اپنے عہد
کا مشہور قزاق تھا، راسپوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار
کرلیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا
ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چُرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار
ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس
نے بُری طرح زد و کوب بھی کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے زخم کا نشان
عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پُرانی خانقاہ میں ہوا۔
یہ خانقاہ دراصل خطاکار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ راسپو
ٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا
اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی
ہے۔ قزاقانہ طرز معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے
کا خوگر بنا دیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب
بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر ان راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے
انجیل پڑھی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت
جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کردیں۔ تھوڑے
ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اس
قزاق کو "ولی اللہ" سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرز برگ (لینن
گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اس کے زہد و تقشف اور
مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متاثر ہوا۔ اپنے ساتھ پایۂ تخت لے
گیا اور محل شاہی میں داخل کردیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکۂ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہوگئی۔ راسپوٹین
نے بھی یہ بات محسوس کرلی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے
لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی
خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے آگے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے،

نے بھی یہ بات محسوس کرلی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا
سکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرۂ عقیدت سے نکل جائے۔
ہر ممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور دوشیزہ کو اپنے سے زیادہ سے زیادہ
کرتا جاتا تھا"

"مس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات
دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس
یروں کے بارے میں کی جاتی ہو۔ لیکن مجھے اُس سے طبعاً نفرت
سے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے
تھا۔ یہی وجہ ہو کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا احسا
نے کے لئے جد و جہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب
لیا حتیٰ کہ مس م... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا
لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہو کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا
ہیں) میں نے دیکھا کہ مس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر
طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری
م کر رہی ہو۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظر غائر ڈالی۔ درمیانہ قد تھا۔
ط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ
سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے
میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا اوور کوٹ
ت ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی
نوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم
یقیناً نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا
تے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ شان رکھتی تھیں
رف اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ
سے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی اُن کو تحقیر
ستانہ نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش
ں تھا۔ لیکن مس م... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں
اسے پُر ہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لحظہ میری نفرت بڑھتی جاتی
ی اور صاف نظر آتا تھا کہ ولیوں کے اس لباس میں ایک خبیث
س ملفوف ہو"۔

"چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور زا
رانہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مس م... کس قدر حسین ہو!
شش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ
ح سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہو۔ وہ
ھاری طرف بہت مائل ہو۔ مجھے یقین ہو، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی
سرت و سعادت پاؤ گے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مس م... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین
سے از حد حسن ظن رکھتا ہو اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہو"

راہب اور زار کی والدہ

"اُسوقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روس
شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہو گیا
ا۔ یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی
ی۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشامد
یں لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔
محسوس کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں
ز بد دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا
ور اس جال کے دور کر دینے پر زور دیا۔ خاندان شاہی کے چند
ور لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق
کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر
زارینہ کچھ اس طرح اس "مقدس مرشد" کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس
کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگ عظیم

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اُٹھے
کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہو سکتے
ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے اعتنائی
برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے
خلاف منت التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا:
"میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی
اجازت نہ دوں گی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے
واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹیزم" والوں کے ایک جلسہ کا
مرقع حاصل کیا۔ اس مرقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ فسق و فجور کی حالت
میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھدی۔ مگر
زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔
تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل بنانے
کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں"!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان،
بہت ہی دردناک ہو۔ لیکن یہ واقعہ ہو کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت
راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ دراصل، جرمن
جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور
آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک
چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکار کی حقیقت سے
واقف ہو گیا، اور محل شاہی سے اُس کی علحدگی پر زور دینے لگا
مگر جوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی
گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل
و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے
ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے
وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرا دینا چاہیے
فلاں مقام ہمارے لئے مُضر ہو۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہیے۔
یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کر دیتا، اور زار اسکی فوراً
تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ
روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رُخ
کرتیں، دیکھتیں جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار
کئے موجود ہو۔

بایں ہمہ زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ
کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور
برکت سے فتح پائیں گے"!

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا
بیان سُنئے۔ وصاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ اس لڑکی کا نام
صوفیہ راسپوٹین، ہو۔ ابتک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن
حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں
جمع کرکے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک
بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہو۔ اُس کے بیان نے یورپ کے
اخبارات میں ہلکہ مچا دیا ہو۔ وہ لکھتی ہو:

عقیدت نہیں عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں
شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کرلی اور
بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد
سے کہا "میں، زار سے بیزار ہو گئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت
سے وابستہ ہو۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے
شادی کرلو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے
ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے
ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہو

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہو۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے
روزنامچے میں موجود ہو، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں
ہو۔ زارینہ، خود مجھسے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی
تھی "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں
تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہو جاؤ گی!"

صوفیہ نے اپنے روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہو۔
وہ کہتی ہو

"جب میرا باپ قتل ہو گیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل
(روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دے
دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرۃ، ملکہ کی اُس سے بعید و غایت وابستگی
اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور
دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہو۔ البتہ
یہ ضروری نہیں ہو کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی
مذہبی عقیدت سے خالی تصور کر لیا جائے۔ اس دنیا میں مذہبی
عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے لجاتی ہے تو اُس کے عجائب
و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہو کہ لوگ
مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے
بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس سے مذہبی عقیدت متاثر
نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا
پردہ پڑ جاتا ہو۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہو جائے
کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار تھی
اور اسپر بھی اُسے اپنا مرشد اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔
جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہو جاتی ہو،
تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہو سکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری
کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہو اور
اب تک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہو۔

اور اُسے "مسیح ثانی" تصوّر کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہو جاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کر لیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ راسپوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کو از حد غلو تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اِس دجّال کے حوالہ کر دیا تھا"

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہے جو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کر دئیے ہیں۔ ان سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطور نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "بردٹوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بنا کر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہے:

"بردٹوف کو وزیر بنا دو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو، ورنہ وہ جری ہو جائیں گے اور برابر یونہی دباتے رہیں گے وہ سمجھیں گے کہ تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے صدر کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بردٹوف کو میری خاطر وزیر بنا دو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر، اور روس پر جان دیتا ہے۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہے" وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہو سکتی، جس کی حفاظت پر ولی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہے، لہذا ہمیں چاہئیے کہ اپنے ولی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اُس کی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے ولی کی یہی نصیحت ہے کہ بردٹوف وزیر بنا دیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تامل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے ولی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہے۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھا دیا ہے۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہے، پوری ہو جاتی ہے۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہے، اچھی ہو جاتی ہے۔ جسے بُرا کہدیتا ہے، وہ بُرا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہو جاتی ہیں، مگر ہمارے اِس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی...!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے:

"ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہے کہ اِس وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہو جائیں وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دہوکا دیا ہے کہ اگر ڈوما توڑ دی جائے گی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھلا دہوکا ہے۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہے: اگر یہ لوگ رعایا سے جا کر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی اِن کا یقین نہ کرے گا۔ اِن کی ساری قوت، اِن کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہے۔ لہذا ڈوما توڑ کر اِن شریروں کو منتشر کر دو"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:

"معاملہ خوب سوچ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہے... پیارے! میری دلی آرزو ہے کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کر رہے ہیں اور تم سے آکر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہدیا ہے، وہی ٹھیک ہے۔ اُسکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں..."

ایک اور خط میں حسب ذیل پرجوش الفاظ ملتے ہیں:

"یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں تم اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ اِن بدمعاشوں کو لات مار کر گرا دو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے ہمت باندہو اور ڈوما کو توڑ دو۔ اِن تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کر کے سائبریا جلا وطن کر دو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ مہلک ہوگی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہے جو میرا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہے؟ بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و ضمیر رکھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہے جو ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر مسیو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا: روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کر ڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہر سچے روسی کا بھی خیال ہے۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اِس سخت کلامی سے تکلیف ہوگی۔ مگر میں اسپر مجبور ہو گئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور ولی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں...!"

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر پورا زور دیا گیا ہے:

"میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ تمھیں دشمن کے سامنے اِس طرح سربلند دیکھوں، جس طرح شیر، لومڑیوں کے سامنے ہوتا ہے تم اِن جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں جھکتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤگے تو یہ سب بزدل سر جھکا دینگے۔ یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسیں ہے کہ اِس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو...!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اِس راہب کی نجی زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُسوقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اِس "مذہب" کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ قوائے شہوانی، خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اِس بخشش کا شکریہ اسی طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ اُن سے انسان دل کھولکر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں بخل نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اِس درجہ بے روک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہو جاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہے:

"راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات ۱۹۰۹ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج... کی لڑکی مس م... روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے معصوم حسن و جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہو جاتا تھا۔ میرے بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقوی کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ، ولی اللہ اور قدیس ہے

ستام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا پرانا صدر دوبارہ صدر ہو سکتا ہو بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں اب ہو جائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال بھی برخواست نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال ہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد ہوتے ہ۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہو کہ جب چاہے اپنے آپکو منتشر کر ۔ اس صورت میں انتخابات ازسرنو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت س وکلاء (وزراء) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی بلا کسی عوت یا حکم کے جمع بھی ہو جاتی ہو۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ ئے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی ین جاری کر سکتی ہو نہ کوئی اور نئی کارروائی کر سکتی ہو۔ حالانکہ دیگر ں میں طریقہ یہ ہو کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری یا کرتی ہو اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کر لیتی ہو۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہو جس پر مجلس وطنی کو کوئی یار نہیں ہو۔ وہ شعبہ دینیات کا ہو۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست دین کو بالکل الگ کر دیا گیا ہو۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہو۔ اس شعبہ کے صدر کا رتبہ، وکیل یا وزیر رتبہ ہو۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہو۔ رئیس الوکلاء یر اعظم اُس سے جواب طلب کر سکتا ہو۔ اور وہی مجلس وطنی کو اس کے حالات سے مطلع کرتا ہو۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہو ں میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ۔ مجلس وکلاء ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہو اور براہ راست اُس پر بحث کرتی ہو۔

"محاکم استقلال"

ٹرکی کے "محاکم استقلال" کا نام تمام عالم میں مشہور ہو چکا ہو۔ ی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہو۔ محاکم استقلال مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع ختیارات کے ساتھ قائم کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالت جا سکتی ہو۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہو۔ لیکن اُس کے فیصلہ کی تنفیذ مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہو جاتی ں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک حالت امن و سلامتی میں ں ہو۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اُسمیں صرف یہی پارٹی ہو اور وہ جمہوریت یا مصطفےٰ کمال پاشا کی پارٹی ہو س وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۲۸۸ ہو۔ اسمیں کمالی پارٹی کے ی ۲۷۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۸ ممبر اس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہو ی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب کامیابی کے دن پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یک مشت ملجاتا ۔ ہر ممبر کو ۵ سو ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے ۵ سو انگریزی پونڈ لاؤنس ملتا ہو۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہو۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہو اور دو، اُس کے وزراء کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو سالانہ ۷ سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۹۶،۱۴۴ پونڈ ترکی تھا۔

"تورک اوجاغی"

"تورک اوجاغی" کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کر رہا ہو۔ مگر کم آدمی اس کی حقیقت سے واقف ہیں "تورک اوجاغی" کے معنی ہیں ترکی وطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہو۔ ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ عام طور پر نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اسے عارضی طور پر گرد کر دیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُسنے قوت حاصل کر لی اور پچھلے جہاد آزادی میں ...... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئیے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہو گیا۔ اس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا...... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔

(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔

(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اس انجمن کا صدر دفتر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہو گیا ہو۔ ۱۹۲۶ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا تھا۔ اسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہو گئی ہو۔

اس انجمن کی ۲۷۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہو۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں سے ۷ رکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو پوری آزادی ہو کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنالے چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جد و جہد کرتی ہو۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُسنے اپنے ذمہ لے لی ہو۔ بعض میں عورتونکی ترقی اُس کا مقصد ہو۔

اس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہو۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور معزز ہو۔ اس کا نام نقیہ خانم ہو۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہو۔

ٹرکی میں "خلق فرقہ سی" کے بعد سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہو اور بہت مفید کام کر رہی ہو۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سفر آستانہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں۔ لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقعہ پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہو، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہو۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ ان میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہو۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ جو کچھ میں نے اس موقعہ پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بروسہ میں

پرسوں غازی ممدوح شہر بروسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی اُسی دن رات کو واپس چلے گئے۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خاں وزیر خارجیہ افغانستان ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آمد کی غرض غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہو گئی اور ممدوح یورپ روانہ ہو گئے۔

سیاسی حلقوں میں اس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کر چکا ہوں، اسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہو اور وہ برطانیہ کی تعدی سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی عظمت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کر لیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہو گیا تھا۔

پھر یہ بھی معلوم ہو کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھوڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُنکی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ ان میں کامیابی حاصل کرنے والونکی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی؟ اُس عہد میں یہ چیز اس قدر اہمیت رکھتی تھی کہ ہومر کو بھی اس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ ان کا نام "ہبڈ روم" تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک "ہبڈ روم" تھا اور از حد وسیع اور شاندار تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دُنیا بھر میں مشہور ہو گیا تھا اور دُور دُور سے سیاح اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ "ہبڈ روم" ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا، جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہو اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہو۔ حکومت عثمانیہ نے اس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کر دیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہو۔ اسوقت تک جتنے آثار برآمد ہو چکے ہیں اور آئندہ جتنے نکلیں گے، وہ سب ترکی حکومت کی ملک ہونگے۔

بریدِ شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصہ سے بعض متاجرائد مصر نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہو تاکہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بکثرت تحریریں مصر کے اخبارات میں شایع ہو رہی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی "انگورہ" ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، یک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں معیشت بہت گراں ہو۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لئے ۲½ پونڈ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہو۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہو کہ انگورہ بڑے شہروں سے دُور ہو اور ضروریات زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کیجا سکتیں

سوال ہو سکتا ہو کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر یہی گاؤں اپنا پایۂ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک مدبر بار بار دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اناطولیہ، اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہو۔ سلاطین آل عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہو گئی۔ ترکی قومیت کی بربادی خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اسی میں مرکوز ہیں، لہذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہو تاکہ یہیں سے نئی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دوڑا دیں" علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ "اب ہم یورپ کے اثر سے دُور رہنا چاہتے ہیں یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دُور اُفتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے"

سوال ہو سکتا ہو کہ اگر یہی بات ہو تو پایۂ تخت کو شہر کی صورت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہو کہ "ہمارا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہو۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جمود سے تباہ ہو چکا ہو۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی، حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہیے"!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہو کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دُور رہنا اور شب و روز محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جبتک حکومت کا مرکز رہا، کبھی اس مستعدی سے کام نہیں ہوا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہو۔

لیکن یہ بات نہیں ہو کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی سابق حالت ہی میں چھوڑ دیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ اپنے وقت پر وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی پانچ سے زیادہ ۵۰ ہزار ہو۔

انگورہ کے مناظر پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہو۔ لیکن جس منظر نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب اُنھیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا میں سوچتا تھا "یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خونریز جنگیں سر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سر نو بلند کر دیا!" ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہو۔ وہ رعب و جلال ہو کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی فوج میں نہیں ملتی۔

مجلس وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلس وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہو۔ یہ دو منزلہ عمارت ہو۔ اوپر کے طبقہ میں صدر مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہو۔ ۲۵ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہو۔ اسمیں ترکی قالینوں کا فرش ہو۔ صدر میں ½ میٹر بلند چبوترہ ہو۔ چبوترے کے وسط میں صدر مجلس کی جگہ ہو۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہو اس سے ذرا اور نیچے ایک اور چبوترہ ہو۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہو جسمیں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں، کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہو۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہو۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مذہب و مطلا نشست ہو جس کے لئے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہو۔ یہ نشست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہو۔ وہ جب چاہتے ہیں، اسمیں بیٹھ کر جلسے کی کارروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے دائیں بائیں سفرار دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلس وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہو۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفویض اور جمہوری روح۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جن کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہو:

موجودہ مجلس وطنی کا نام ترکی زبان میں "بویوک ملت مجلسی" ہو۔ یہ اُس مجلس قومی کی پیداوار ہو جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی نے قدیم نظام سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ اکتوبر میں) اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ اسی نے دستور اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴) یہی وہ دستور ہو جسپر موجودہ مجلس وطنی قائم ہوئی ہو۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلس وطنی ہی کو ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے یہ ہیں کہ ترکی دستور حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہو۔ حا دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں مجلس عوام اور مجلس خواص۔

ترکی مجلس وطنی کو دنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز حاصل ہو کہ وہ تقسیم اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی با ہو کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں یعنی تشریعی (قانون تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورت حا قدرتی نتیجہ یہ ہو کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہو سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجو نہیں ہو، جس معنی میں دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں ا کا وجود تسلیم کیا جاتا ہو۔ یہ اس لئے کہ تنفیذی قوت، خود مجلس ہی ہو۔ ہاں یہ ضرور ہو کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صد یا صدر مجلس منتخب کرتا ہو اور معلوم ہو، صدر جمہوریت اور صدر مجلس کا انتخاب خود مجلس کرتی ہو۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی یہ بھی ہو کہ مجلس اُنھیں منظور کر لے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدر جم یا صدر مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزرا ہیں جنھیں ترکی اصطلاح "وکیل" کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجرا میں مجلس وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلا کی مجلس، حکومت کی مجلس کیبنہ

اس صورت حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ قانون اسا کی رُو سے مجلس وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی اگر کبھی مجلس وکلا اور مجلس وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلس وطن ہی کے ہاتھ میں ہو۔ استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہو۔ گویا عدالتیں بذات خود کوئی نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلس وطنی کے محض "وکیل" ہیں۔

مجلس وطنی اور صدر جمہوریت

صدر جمہوریت ہی مجلس وطنی کا صدر ہوتا ہو۔ وہ جب چاہے کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا صدارت کرتا ہو۔ صدر جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلس کا انتخاب وہی کرتا ہو (جس کی تصدیق کے لئے مجلس وطنی کی ضروری ہو) سفرا کے کاغذات وہی قبول کرتا ہو۔ مجلس وطنی جملہ قوانین اُسی کے نام سے شایع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سا افتتاح کے موقعہ پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہو، مگر بہت محدود۔ لیکن صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلس وطنی کے ہیں۔ صدر جمہوریت مجلس کے سامنے جوابدہ نہیں ہو۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت پُرس کر سکتی ہو جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدا کی مدت ۴ سال ہو۔ یہی مدت، مجلس وطنی کی طبیعی عمر ہو۔ اس

ملت ترک کردي تهي - راه حق سے کٹ گیا تھا - صالحین کے طور طریقه سے دور هوگیا تها - تونے نیک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کرڈالي - تابعین کي جڑیں کاٹ کر اُن کا پاک درخت اکھاڑ پھینکا - افسوس تو نے خالق کي نافرماني میں مخلوق کي اطاعت کي - تو نے خون کي ندیاں بهادیں - جانیں لیں - آبروئیں برباد کیں - کبر و جبر کي روش اختیار کي - تونے نه اپنا دین هي بچایا ' نه دنیا هي پائي - تو نے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذلیل کیا - اُن کا گھر آباد کیا ' مگر اپنا گھر ویران کرلیا - آج تیرے لیے نه نجات هے نه داد فریاد - کیونکه تو آج کے دن اور اِس کے بعد سے غافل تھا - تو اِس امت کے لیے مصیبت اور قهر تها - الله کا هزار هزار شکر که اُسنے تیري موت سے امت کو راحت بخشي' اور تجھے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجیب رحمت طلبي !)

راوي کهتا هے - حجاج یه سن کر مبهوت هوگیا - دیر تک سناٹے میں رها - پهر اُس نے ٹھنڈي سانس لي ' آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اُٹھاکر کها :

" الهي ! مجھے بخش دے ' کیونکه لوگ کهتے هیں نه تو مجھے نهیں بخشے گا ! " پھر یه شعر پڑھا :

رب ان العباد قد أيأسوني و رجائي لک الغداة عظیم !

الهي ! بندوں نے مجھے نا امید کرڈالا ' حالانکه میں تجھه سے بڑي هي امید رکھتا هوں !

یه کهکر اُسنے آنکھیں بند کرلیں -

اسمیں شک نهیں ' رحمت الهي کي بے کنار وسعت دیکھتے هوئے اُسکا یه انداز طلب ایک عجیب تاثیر رکھتا هے اور اِس باب میں بے نظیر مقوله هے - یهي وجه هے که جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا یه قول بیان کیا گیا تو وه پہلے تو متعجب هوے " کیا واقعي اُسنے یه کها ؟ " کها گیا " هاں اُسنے ایسا هي کها هے " فرمایا " تو شاید ! " (یعني شاید اب بخشش هو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طیار هوچکے تھے - صرف آخري چو صفحه باقي تھا که ایک حادثه کي وجه سے خوشنویس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگه جس خوشنویس سے کتابت کا انتظام کیا گیا ' وه بھي بروقت کام نه کر سکے - نتیجه یه نکلا که اُن تمام مضامین کي کتابت رهگئي جو آخري چو صفحه میں دیے جاتے هیں - ممکن تھا که یه تمام حصه کمپوز کراکے شامل کردیا جاتا ' لیکن اسکي وجه سے ایک دن کي تاخیر هوجاتي - چونکه اب هم سب سے زیاده ضروري بات رساله کي بروقت اشاعت سمجھتے هیں - اسلیے یهي مناسب نظر آیا که یه نمبر ۳۲ صفحه هي کا شائع کردیا جاے ' مگر اشاعت میں تاخیر نهو - انشاء الله اسکي تلافي آینده اشاعت میں هوجائیگي - اب خوشنویسوں کا بھي ایسا انتظام کر لیا گیا هے که آینده رکاوٹ پیش نه آے - منیجر

مراسلہ

لکھنو سے ایک انگریزي روزانه کا اجراء

لیمیٹڈ کمپني

هندوستان میں صوبه جات متحده آگره و اوده کا جو اهم مرتبه هے وه محتاج تشریح نهیں - مگر صوبۂ هذا کے مسلمانوں کي انتهائي بد نصیبي هے که اس زمانه میں جب که اُن کو قدم قدم پر ایک حقیقي رهنما و همدرد وکیل کي ضرورت هے ' اُن کے پاس ایک بھي روزانه انگریزي اخبار نهیں هے -

اله آباد اور علي گڑه سے دو انگریزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش هوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض لیکر دنیا میں آیا تها اور مؤخر الذکر اگرچه اسلام کے تعلیمي مرکز سے جاري هوا ' مگر اس میں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجه غالب تها که وه ترقي نه کرسکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت میں آئے تھے اُسي طرح رخصت هوگئے - اُن کي موت نے افسوس ناک نتائج پیدا کردیے - یعني مسلمانوں کو اپنے روزانه انگریزي اخبارات سے بد ظني پیدا هوگئي - جس کے باعث معقول انگریزي روزانه اخبار اب تک نهیں نکل سکا - چنانچه اس وجه سے اور کچھه اس سبب سے که جناب آنریبل سید رضا علي صاحب پبلک سروس کمیشن کے ممبر هوگئے تھے - انگریزي روزانه اخبار کي وه اسکیم جو وسط سنه ۱۹۲۶ع میں لکھنو میں طیار هوئي تھي عملي جامه نه پہن سکي - لیکن اس ایک برس کي مدت سیاسي نقطۂ نظر سے نهایت اهم ثابت هوئي - اور موجوده اور آنے والي پیچیدگیوں نے قوم کے رهنماؤں کو مجبور کیا که وه آنریبل سر مهاراجه صاحب بهادر محمودآباد کي سرکردگي میں معقول سرمایه اور بهترین اسٹاف کے ساتھه مسلمانوں کا انگریزي روزانه اخبار لکھنؤ سے جاري کریں - یه اسکیم نهایت شاندار هے جو نه صرف مسلمانوں کو ایک زبردست روزانه انگریزي اخبار اور بهترین پریس هي حاصل هوگي ' بلکه مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بھي معقول ذریعه ثابت هوگي -

ایک کمپني قائم کي گئي هے جس کے ڈائرکٹر حسب ذیل هیں :

سر مهاراجه صاحب بهادر والي محمود آباد - سر سید علي امام صاحب بیرسٹرایٹ لا - پٹنه - راجه صاحب نانپاره ضلع بهرائچ - آنریبل راجه نواب علي خاں صاحب تعلقه دار - ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوي محمد نسیم صاحب - بی - اے - ایڈوکیٹ لکھنؤ -

کمپني مذکور کي اسکیم نهایت تجربه کار اور واقف کار اصحاب نے تیار کي هے ' اور ایک اعلی درجه کے پریس اور انگریزي اخبار کے اجراء کا مشوره دیا هے - پریس انگریزي اور اردو هر قسم کا بهترین کام کریگا - پریس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزموده کار هاتھوں میں رهینگے - چنانچه ایڈیٹوریل اور انتظامي خدمات کے لیے بهترین اشخاص منتخب کیے گئے هیں - اور اسکیم میں کثیر منافع کا پهلو رکھا گیا هے تاکه جو لوگ کمپني کے حصص خریدیں اُن کو منافع کي شکل میں معقول مالي فائده پهونچتا رهے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگریزي اور اُردو میں چھپ رهے هیں - حصوں کے خریداري کے فارم بھي تیار هیں - مسٹر حسن عابد جعفري بار ایٹ لا سے محمود آباد هاؤس قیصر باغ لکھنو کے پته پر ملسکتے هیں - اور اُنهي سے تمام مزید حالات بھي معلوم هو سکتے هیں -

خاکساران

آل نبي - محمد یعقوب - تصدق احمد خاں - وغیره

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حجاج بن یوسف ثقفی

خلافت اموی کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست و قہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہوگیا ہے! یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جسنے اپنی بے پناہ تلوار اور بے روک سفاکی سے از سر نو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کر دی۔

بنی امیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ میں تھا اور اُس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دُور کر دیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگا دیں، اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

عراق شروع سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کر ڈالی۔ خود اُس عہد کے لوگوں کو اسپر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہوگئی؟ انھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا۔ مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کر دیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے! کوفہ میں لاکھ عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سوار لے کر آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ، ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا: أما والله، انی لاحمل الشر بحمله، وأحذوه بنعله، وأجزيه بمثله، وانی لأرى ابصاراً طامحه، وأعناقاً متطاوله، ورؤساً قد اینعت وحان قطافها، وكأنی انظر الى الدماء بين العمائم واللحى تترقرق! حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی، اُتنی ہی اُس کی زبان بھی بلیغ تھی۔ اُس کا یہ خطبہ خطیبانہ بلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اُٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہے، اور کٹائی کا وقت آگیا ہے! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کر دکھایا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اُسنے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار و ابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مُہریں لگا دیں، حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور حضرت عبد اللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے" اور "حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفاء و صلحاء، حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اُسنے فرمایا ہے "ولقد اخذناہم بالعذاب فما استکانوا لربہم وما یتضرعون"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سُنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مر گیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہیے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اُتار چکا تھا، خود اسمیں کیسے اُترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اُس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہو گئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھدی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے نا اُمیدی ہوگئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا "مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو"۔ لوگ آئے تو اُسنے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اُسکی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اُس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اُس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اُسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا پھر یہ شعر اُس کی زبان پر جاری ہوگئے:

ان ذنبی وزن السموات والار ... ض وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے اُمید ہے کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضاء فہو ظنی ... ولئن مر بالکتاب عذابی

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھپر کرے تو یہی میری امید ہے۔ لیکن اگر وہ عدل کر کے میرے عذاب کا حکم دے۔

لم یکن ذاک منہ ظلما ... وہل یظلم رب یرجی لحسن آب؟

تو یہ اُس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اُسنے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"اما بعد، میں تمھاری بکریاں چرایا تھا۔ ایک خیر خواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کر ڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے اُمید ہے کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہے!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقیت اللہ عنی راضیا ... فان شفاء النفس فیما ہنالک

اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مراد پوری ہوگئی

فحسبی بقاء اللہ من کل میت ... وحسبی حیاة اللہ من کل ہالک

سب مر جائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے! سب ہلاک ہو جائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے!

لقد ذاق ہذا الموت من کان قبلنا ... ونحن نذوق الموت من بعد ذلک

ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی اُنکے بعد موت چکھیں گے!

فان مت فاذکرنی بذکر محبب ... فقد کان جمافی رضاک مسالکی

اگر میں مر جاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمھاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔

والا ففی دبر الصلوة بدعوة ... یلقی بہا المسجون فی نار مالک

یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہونچے۔

علیک سلام اللہ حیا ومیتا ... ومن بعد ما تحیا عتیقا لمالک

تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، مرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تو نے نہیں سُنا" حجاج نے خفا ہو کر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دُور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کر لے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثناء میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔ "حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!"، حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت! اگر اُس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے اُنھیں بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اُس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون و ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تو

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الکریم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۰ | کلکتہ : جمعہ ۲۰ - صفر ۱۳۴۶ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجییی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۸۳ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۶۰	اردو حروف کی حق مین	۱۹۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۱۱۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۷۹	نستعلیق ھون	۴۳

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مؤلانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ **الھلال**

ي موقعه پر بهي اُنهوں نے ميري زبان سے كوئي ايسا لفظ سنا جو
ں سے مختلف تها، جسكا ميں اپني كتابوں ميں اعلان و اشتهار كرتا
ا هوں ؟ وہ صاف صاف كهيں، اُنكي دليليں، اُنكي نكته چينياں، اُنكا
مسخر، كبهي ميرے عقيدے ميں كوئي تزلزل پيدا كر سكا هے ؟
ہٹائيں ، كبهي ، ايک لمحه كيليے، اُنهوں نے محسوس كيا كه ميں
ی ايسا عقيده يا خيال ركهتا هوں جو علي الاعلان دنيا كے سامنے ظاهر
يں كرتا ؟ هاں، ميں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں كو ايک
اتهه دعوت ديتا هوں - دوستوں كو دوستي كا واسطه ديتا هوں -
شمنوں كو دشمني كي قسم ديتا هوں - بے رو رعايت، بے خوف و خطر،
دانه وار ميدان ميں آئيں، اور جو كچهه بهي ميري نسبت كهه سكتے
يں، بے كهتكے كهه ڈاليں ! ميں اپنے دوستوں اور دشمنوں، دونوں كي
رافت و ديانت پر بغير كسي پس و پيش كے بهروسه كرتا هوں -
يں اپني پوري شرافت اُنكے سامنے ركهه ديتا هوں - ميں هرگز كسي سے
حث اور حجت نهيں كرونگا - جو كچهه بهي وہ كهه دينگے، بے چون
چرا تسليم كر لونگا !"

(انبياء كرام كي عظمت)

" ميں اُن تمام انسانوں كي عزت كرتا هوں جنهوں نے مذاهب
ديان قائم كيے هيں - وہ سب عظيم كمال اور اعلى فضائل كے مالک
ے - اُنكي عظمت وفضيلت هميشه محترم و مسلم رهے گي - سب كا
عوى تها كه وہ خدا كے پيغام بر هيں - ممكن هے وہ حقيقت
يں پيغمبر هوں يا نه هوں - سب لوگ كوئي ايک دعوى تسليم
هيں كرا سكتے - دلائل يكساں طور پر سب كي دسترس ميں نهيں
يں - ليكن اگر وہ في الواقع پيغمبر نه بهي هوں، جب بهي اِس
ے يه لازم نهيں آتا كه وہ كذاب اور دجال هوں - كون كهه سكتا هے كه
لهيات ميں مسلسل تفكر اور فضائل كا عدم منقطع عشق انساني روح
و كس حد تک پهنچا دے سكتا هے ؟ منطق كو كيا حق هے كه مداخلت
ركے ؟ يه معامله عاميانه سطح پر اسے آئے ؟ عدم متناهي بلندي
ر پهنچنے كے بعد همارا سر چكرا جاتا هے اور هماري نظريں اشياء كو
نكي حقيقي شكل ميں ديكهنے سے قاصر هو جاتي هيں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لكها تها " يا للعجب ! هميشه آدميوں هي
ي گواهياں ! آدمي، ايسے هي جيسے آدميوں سے سنتے هيں اور
دوسرے آدميوں كو سناتے هيں ! ميرے اور خدا كے درميان آدميوں
كے كتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هيں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض كيا تها " اگر آدميوں كي گواهي
معتبر نهيں تو هم پوچهتے هيں - مؤلف نے اسپارٹا ، ايتهنز، اور روم
كو كيونكر جانا ... ؟ "

روسو جواب ديتا هے :

" اگر معامله اِس درجه اهم نه هوتا ، يا ميں اے آقا ! آپكا اِس
درجه احترام نه كرتا هوتا ، تو آپ ديكهتے ، آپ كے اِس طريق استدلال
نے ميرے ليے اپنے ناظرين كو هنسانے كي كيسي عمده فرصت
مهيا كردي تهي - ليكن حاشا و كلا ! ميں هرگز اُس لهجه سے دست
بردار نهيں هونگا جو اِس موضوع بحث كے ليے ضروري هے، اور اُس
شخص كے مرتبه كے لايق هے جس سے تخاطب كي عزت حاصل
كرنے پر مجبور هوگيا هوں - ميرے ليے اِس قدر كافي هے كه آپ
كي غلطي ظاهر كردوں "

" ميں نهايت عاجزي سے جناب والا كو ياد دلاتا هوں - بے شک،
يه بالكل معقول هے كه انساني معاملات انساني شهادتوں سے
طے كيے جائيں ، كيونكه اُن كے ثابت هونے كا اِس كے سوا كوئي طريقه
موجود نهيں - بلا شبه ميں نے اسپارٹا اور ايتهنز كو آدميوں هي كي
شهادتوں سے جانا - ليكن ميں به ادب دريافت كرتا هوں كه ميرے اور
خدا كے درميان اِن واسطوں كي كيا ضرورت هے ؟ كيا ضرور هے كه يه
واسطے مجهه سے اتنے دور هوں كه خود اُن كے جاننے كے ليے، مجهے اور
بهت سے انساني واسطے تلاش كرنے پڑيں ؟ كيا يه معقول هے كه خدا ،
جان جاک روسو سے گفتگو كرنے كے ليے هميشه ايک موسى
(عليه السلام) كو ڈهونڈهتا پهرے ؟ "

" پهر يه بهي نهيں بهولنا چاهيے كه اسپارٹا پر ايمان لانا ضروري
نهيں هے - اگر كوئي اُس پر ايمان نه لائے تو لعنت كا مستحق نهيں
هو جائيگا - اسپارٹا كے وجود پر شک كرنے كي وجه سے هرگز كوئي دوزخ
كا كندا نهيں بن جا سكتا - ليكن اگر ايک شخص ديني تعليمات
كي تصديق نهيں كريگا تو اسكے ليے ابدي عذاب هے - جس بات كے
نه ماننے كي اتني بڑي سزا هو، ضروري هے كه اسكے ماننے كے ذرائع
و دلائل بهي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح هوں "

" كوئي بات بهي جو هماري چشم ديد نهيں هے ، بغير معقول
دليل كے ثابت نهيں هو سكتي - اور هر بڑي سے بڑي روايت
بهي صدق و كذب كي محتمل هے ...... "

" اگر معجزات خود ميں نے اپني آنكهوں سے ديكهے هوتے ، جب
بهي ميں اِس غير معقول طريق ايمان سے انكار كر ديتا - سحر كي
تصديق ميرے ليے اِس سے كهيں آسان هے كه خدا كے كلمه كي
غير معقول طريقه پر تصديق كروں "

(موجوده مسيحيت)

اِسكے بعد روسو موجوده مسيحي دين پر اظهار خيال كرتا هے :

" اُسقفوں اور پادريوں نے مسيحيت كو اُسكي اصلي روح سے
محروم كرديا هے - اب يه سوال نهيں كيا جاتا كه ايک مومن فرائض
و واجبات كهاں تک انجام ديتا هے ؟ اور نيكي ميں اُسكي دوڑ كهاں تک
هے ؟ سوال صرف يه هوتا هے كه وہ كس فرقه كے خرافات (جنهيں
غلط طور پر " عقائد " كا نام ديديا گيا هے) مانتا هے ؟ وہ كيتهولک
هے يا پروتسٹنٹ ؟ تم سے يه كوئي نهيں پوچهيگا كه خدا سے ڈرتے بهي
هو يا نهيں ؟ ليكن هر كوئي اِس بات پر تمهاري جان لينے كيليے
طيار هوجائيگا كه تم فلاں ولي كي كرامت كے قائل بهي هو يا نهيں ؟
دين اپني اصلي شكل ميں صاف ، ساده ، ستهرا تها - اُسے اِن جبه
پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غير مفهوم قيل وقال كا غير مرتب
مجموعه بنا ديا هے - اگر تم اِس تمام كثافت سے جو آج كل دين كے
نام سے موسوم هے ، از سر تا پا آلوده هو، تو بس، تم مومن كامل هو -
اب تمهيں كسي نيكي كي ضرورت باقي نهيں رهي - سيدهے آسمان
كي بادشاهت (جنت) ميں داخل هوجاؤگے !"

" انساني جماعت كو دين سے كيا فائده حاصل هو سكتا هے ، جبكه
دين اتني پست سطح پر آجاے ؟ اِس صورت ميں دين كا
مقصد كيا رہ جاتا هے ؟ صرف يه كه انسانوں ميں بغض و عداوت
كي تخم ريزي كرے ، اور خونريز ميدانوں كا سامان بهم پهنچائے !
بلا شبه جب دين اِس حالت ميں آجاے تو اُسكے وجود سے
اُسكا عدم كهيں زياده بهتر هے - هميں كوشش كرني چاهيے

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جـــان جـــاک روسو

اُسقف کا جواب

(۳)

(وحدانیت یا تعدد ؟)

اُسقف نے لکھا تھا "... وحدانیت اُسکے (روسو) خیال میں ایک حقیر مسئله هے اور کسي طرح بهي اُسکي عقل میں نهیں آسکتا - لیکن متعدد خداؤں کا تصور اُسکي عقل کے نزدیک معقول هے ... "

روسو جواب دیتا هے :

" متعدد خداؤں کا کس نے ذکر کیا ؟ اے میرے آقا اسقف ! تجهه پر میرا صبر پڑے ! میں نے یه کب کہا ؟ بے شک تمہاري دلي آرزو یهي هوگي که میں اِس درجه احمق هوتا' اور اِس طرح کي احمقانه گفتگو کرتا - لیکن اگر میں ایسا احمق هوتا تو تمہیں میرے " عالمانه رد " لکھنے کا یه فخر بهي حاصل نه هوتا ! "

" بلا شبه میں نهیں جانتا کائنات کیوں بني هے' اور کیونکر بني هے ؟ میرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعي هیں' وه بهي اِس باب میں مجهه سے زیاده علم نهیں رکھتے - لیکن میں صاف دیکھتا هوں که اِس تمام حرکت کا محرک ایک هي وجود هے - تمام کائنات ایک هي رخ رکھتي' اور ایک هي قسم کے مقاصد پورے کر رهي هے - یه اِس حقیقت کي روشن دلیل هے که کوئي ایک بلند تر اراده کارفرما هے' اور کوئي ایک هي بالاتر قوت عمل پیرا هے - اس ارادے اور اِس قوت کو میں ایک هي ذات سے منسوب کرتا هوں' کیونکه وه دونوں باهم متفق هیں' اور اِن دونوں کو ایک هي ذات کا خاصه سمجھنا' دو ذاتوں کي طرف منسوب کرنے سے زیاده معقول هے - تعدد' صرف اُسي وقت تسلیم کیا جاسکتا هے جب اُسکا کوئي ثبوت موجود هو - لیکن کائنات میں کوئي اِس قسم کا ثبوت موجود نهیں - یه خیال سراسر وهم هے که خیر کا خالق اور شر کا خالق ایک نهیں هوسکتا - جس چیز کو هم شر سمجھتے هیں' وه علي الاطلاق شر هے هي نهیں - شر مطلق سے مجھے انکار هے - یه اعتباري شر بهي خیر سے برسر پیکار نهیں هے' بلکه نظام عالم کي تکمیل میں خیر کا ممد و معاون هے "

(روسو کا عقیده)

اِسکے بعد روسو اپني کتاب اور اپنے شخصي عقیدے کي طرف متوجه هوتا هے :

" اب میں وه سبب بیان کرتا هوں جس نے مجھے یه کتاب شائع کرنے پر مجبور کیا - اِس تمام شور و غوغا کے باوجود بهي میں اس کتاب کو اپنے عهد کي بهترین کتاب یقین کرتا هوں - آگ کے شعلے' حکومتوں کے فیصلے' مذهبي پیشواؤں کے فتوے' مجھے هرگز مرعوب نهیں کرسکتے - وه میرے لب و لهجه میں هرگز کوئي تبدیلي پیدا نهیں کرسکتے - نه تو لاهوتي' ایمان کي ریاکارانه تلقین کرکے مجھے جھوٹا بناسکتے هیں' نه فلاسفه مجھے منافقت کا طعنه دیکر الحاد پر آماده کرسکتے هیں - میں برابر اپنے دین کا اعلان کرونگا' کیونکه میں دین رکھتا هوں - میں ببانگ دهل اُسے شهرت دونگا' کیونکه مجهه میں اعلان و اشتهار کي شجاعت موجود هے - آه ! میں نے کتني تمنائیں کیں که سب لوگوں میں اتني هي شجاعت هوتي ! اگر سب میں اتني شجاعت هوتي' تو انسانیت کو کتنا نفع پهنچتا ؟

(" حضرت مسیح کا شاگرد ")

" اے میرے آقا ! میں مسیحي هوں - میں اخلاص کے ساتهه انجیلی مذهب کا مسیحي هوں - هاں میں مسیحي هوں' لیکن پادریوں کا شاگرد نهیں هوں' بلکه خود مسیح (علیه السلام) کا شاگرد هوں - میرا استاد' کتابوں کي عبارتوں پر بحث نهیں کرتا تها' لیکن عمل پر نظر رکھتا اور عمل هي پر زور دیتا تها - اُس نے همیں جس ایمان کي تلقین کي هے' اُس کے قواعد و اصول بہت زیاده اور پیچ در پیچ نهیں هیں - صرف گنتي کي چند موٹي موٹي باتیں هیں - لیکن اُس نے جس نیکي کي تعلیم دي هے' اُس کي شاخیں بے شمار اور اُسکي راهیں بے حساب هیں - اُسنے همارے ایمان میں موشگافیاں نهیں کي هیں' لیکن عمل صالح کي پورے شرح و بسط سے تفسیر کي هے - اُس نے ایمان کیلیے صرف دو تین موٹي موٹي باتیں ضروري ٹهرائي هیں' لیکن عمل کي نیکي کیلیے کوئي گنتي نهیں بتائي هے' کیونکه عملي نیکیاں اَن گنت هیں - اُس نے جهاں کهیں ابتداء کے نمونوں پر زور دیا هے' وهاں ایمان سے زیاده اُن کے اعمال بتائے هیں - اُس نے اپني اور تمام نبیوں کي تعلیم کا لب لباب اِس ایک جمله میں بیان کر دیا " اپنے بھائي سے محبت کرنا' پورا دین هے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

اِسکے بعد لکھتا هے :

"مجھے همیشه خلوت کي پر مسرت زندگي حاصل نهیں رهي - لوگوں سے ملنے جلنے پر بهي مجبور هوتا رها هوں - میري هر طبقه کے لوگوں سے ملاقات هے - میں نے مختلف سیاسي اور دیني جماعتوں کے لوگ دیکھے هیں - میں مومنوں سے بهي ملا هوں اور ملحدوں سے بهي - میں نے حکماء بهي دیکھے هیں' جهلاء بهي - متعصب بهي دیکھے هیں' غیر متعصب بهي - سنجیده بهي میري صحبت میں بیٹھے هیں' اور مسخرے بهي - میرے دوست بهي بهت هیں اور دشمن بهي - میں دنیا میں تمام آدمیوں کو' جنهوں نے مجھے کبھي دیکھا یا جانا هے' گلا پھاڑ پھاڑ کر پکارتا اور دعوت دیتا هوں - وه سامنے آئیں' اور میرے عقیدے کي بابت جو کچهه جانتے هوں' برملا کهه ڈالیں ! وه جرأت سے بڑھیں' اور بتائیں' کبھي' کسي حال میں بهي اُنهوں نے میرے عقیدے میں کوئي تبدیلي دیکھي یا محسوس کي ؟ قهوه خانے کي صحبتوں' کهانے کي میز کي نشستوں' بے تکلفي کي ملاقاتوں' سنجیده یا مذاق کي گفتگوؤں' غرضکه کبھي

سر کونن ڈائل

لومبرزو (Lombroso) جو اٹلي کا مشہور ماہر طبیعیات ہے اور جس نے باسٹیور کے بعد جراثیم کے علم کي تدوین کي ' نہ صرف اس کا معترف ہوا بلکہ اس موضوع پر ایک رسالہ بھي لکھکر شائع کیا - کیمیل فلا ماریاں (Camille Flammarian) اُنیسویں صدي کے علماء فلکیات میں نہایت سر برآوردہ عالم تھا - غالباً چار پانچ سال پہلے اُس کا انتقال ہوا ہے - یہ نہ صرف اِسکا معترف تھا بلکہ نہایت پر جوش معتقد تھا - اُسکي آخري دو کتابیں اسي موضوع پر ہیں اور یورپ کي تمام زبانوں میں شائع ہو چکي ہیں - پروفیسر ہکسلي ' ڈاکٹر لوئس ' سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' پروفسر ژولنر ' ڈاکٹر ویبر ' ولیم لیو پولڈ وغیرہم ؛ جو انیسویں صدي کے دائرۂ علم و نظر کے مسلم ارکان تھے ' کم و بیش اس کا اعتراف کرچکے ہیں -

امریکہ کے مشاہیر علم و نظر میں چارلس نارٹن اور ولیم ڈاسن جو شکاگو یونیورسٹي (امریکہ) میں علم النفس (سائکوا لوجي) کے استاد تھے ' اسکي تصدیق و حمایت میں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رہے - انگلستان کے عام مشاہیر سیاست و ادب میں مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹیڈ (سابق محرر ریویو آف ریویوز) کا نام بھي اسکے معتقدین کي فہرست میں مشہور ہو چکا ہے - مسٹر اسٹیڈ نے تو روحاني سوال و جواب کا ایک باقاعدہ دفتر کھول دیا تھا - اُنکے عالم ارواح کے دوستوں میں سب سے زیادہ مشہور دوست اسکاٹ لینڈ کي " مارگریٹ " تھي - اُنکا بیان تھا کہ وہ مارگریٹ کے ذریعہ عالم ارواح کي تمام ضروري شخصیتوں سے نامہ و پیام کر لیا کرتے ہیں !

موجودہ عہد کے مشاہیر اہل علم میں چارلس الیٹ ' ولیم جیمس ' جیمس ہیزلوب ' اور سر آلیور لاج Oliver Lodge خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہیں - چارلس الیٹ اور ولیم جیمس ہارورڈ یونیورسٹي (امریکہ) میں علم النفس کے استاد ہیں ' جیمس ہیزلوب کولمبیا یونیورسٹي (امریکہ) میں علوم عقلیہ کے مستند ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں ' اور سر آلیور لاج کي علمي شہرت محتاج بیان نہیں - یہ تمام علماء اس مذہب پر علمي تیقن کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اُسکي اشاعت و تبلیغ انکي تحریر و تقریر کا موضوع بحث ہے - سر آلیور لاج کا لڑکا پچھلي عالمگیر جنگ میں قتل ہوگیا تھا - اُن کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد ہي اُس کي روح نے اِنہیں مخاطب کیا ' اور اب بھي وہ جب چاھیں ' اُسے بلا سکتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے ہیں !

(سر کونن ڈائل)

لیکن موجودہ زمانے کے مغربي روحانیین میں شاید ہي کسي اہل قلم نے اس تبلیغي جوش و سرگرمي کے ساتھہ اس مذہب کا اعتقاد ظاہر کیا ہوگا ' جیسا کہ کچھہ عرصہ سے انگلستان کے مشہور فسانہ نویس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصیت میں ظاہر ہوا ہے - عالمگیر جنگ یورپ کے بعد سے لیکر اِس وقت تک ' بمشکل کوئي مہینہ ایسا گزرا ہے ' جس میں سر ڈائل کي کوئي نہ کوئي تحریر و تقریر اس موضوع پر شائع نہ ہوئي ہو - حال میں انگلستان کي انجمن روحانیئین نے ایک نہایت دلچسپ مجموعہ بارہ مقالات کا شائع کیا ہے - اِن میں سے آٹھہ مقالات سر ڈائل کے لکھے ہوے ہیں - یہ کتاب پچھلي ڈاک سے ہمیں وصول ہوئي ہے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے -

موجودہ انگریزي علم ادب میں سرکونن ڈائل کا نام اُن کے مخصوص مذہب افسانہ نویسي کي وجہ سے اس قدر مشہور ہوچکا ہے کہ شاید ہي کوي افسانہ نویس اس قدر مشہور ہوا ہو - انھوں نے فن سراغ رساني کي افسانہ نویسي میں ایک نئے مذہب (اسکول) کي بنیاد ڈالي اور " شرلاک ہومز " کے نام سے اُس کے حیرت انگیز کار نامے قلمبند کیے - اُن کے قلم سے اگرچہ مختلف معاشرتي اور نفسیاتي مواضیع پر بہت سے افسانے نکل چکے ہیں ' لیکن انکي شہرت کي اصلي تاریخ شرلاک ہومز کے کارناموں ہي سے شروع ہوي - ان افسانوں کي مقبولیت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ شرلاک ہومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بیکر اسٹریٹ لنڈن میں دکھایا گیا تھا ' وہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دماغ میں ایک حقیقي شے کي طرح موثر ہو چکا ہے ' اور جب کبھي سیاحان عالم پہلي مرتبہ لنڈن جاتے ہیں تو یہ جاننے پر بھي کہ " شرلاک ہومز " محض ایک فرضي سراغ رساں سیرۃ (کیرکٹر) ہے ' اپني طبیعت کو اس جذبہ سے نہیں روک سکتے کہ ایک مرتبہ بیکر اسٹریٹ جا کر کسي ایسے مکان کي زیارت کرلیں جسکا نمبر دس ہو !

احمد رباض بے " عبد الحمید ثاني و دور سلطنتي " (یعني سلطان عبد الحمید ثاني اور اسکے عہد حکومت کي تاریخ) میں لکھتا ہے کہ سلطان موصوف شرلاک ہومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تھے کہ حکم تھا ' جونہي کوئي نیا افسانہ شائع ہو ' فوراً ترکي میں ترجمہ کرکے پیش کردیا جاے - ایک خاص شخص ادیب بے اس کام پر مامور تھا - آخري زار روس کي نسبت بھي بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا " مجھے کتابوں کي قسم میں سے کوئي چیز بھي دل پسند نہیں ہے - الا شرلاک ہومز "

یہي شرلاک ہومز کا مصنف اب دنیا میں عالم ارواح کا سب سے زیادہ پرجوش و سرگرم نقیب اور داعي ہے !

(سرکونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا ہم نے ابھي ذکر کیا ہے ' اسکے آٹھہ مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پیدایش و تکمیل کي مسلسل داستان ہیں - پہلے مقالہ میں اُس نے بتلایا ہے کہ کس

روح کا تمثل ایک سفید دھویں کي شکل میں جیسا کہ اس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

که دین کو اِس پستي سے نکالیں - انسانیت کے هم پر حقوق هیں - یهی حقوق همیں مجبور کرتے هیں که دین کو خرافات سے پاک کرکے اصلي صورت میں پیش کردیں - تمهاري یه سزائیں' دهمکیاں' پهانسیاں' اور آگ کے شعلے همیں هرگز مرعوب نهیں کرسکتے "

(عهد جدید کي پیشین گوئي)

" جب لوگوں کی آنکھوں پر سے پردہ اُٹھیگا اور حقیقت نظر آئیگي تو بلاشک و شبه وہ موجودہ دین کو حقارت کے ساتھہ ٹھکرا دینگے - کیونکه یه حقیقي دین نهیں هے - وہ سب سے پهلا کام یه کرینگے که اِن خود غرض اور رِیاکار پیشواؤں کے احترام سے انکار کردیں - وہ ان سے کهینگے : تم هي نے همارا دین بگاڑا' اور تم هی همارے شقاوت کا سبب هو - جب وہ مبارک زمانه آئیگا تو اُس کا سب سے زیادہ مبارک عمل یهي هوگا "

(خاتمه)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا هے :

" اے اُسقف اعظم' تم اور تمهارے گروہ کے لیے باتیں بنانا بهت آسان هے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نهیں جانتے - تمهیں صرف وهي قانون معلوم هیں جن سے غیروں کو جکڑتے هو - خود اپنے نفس کے مقید کرنے والے قانون تمهاري کتاب میں نهیں لکھے گئے - تم صرف اتنے هي پر قانع نهیں هو که عدالت و انصاف سے بالاتر رهو' بلکه انساني عواطف و جذبات کا بھي اپنے تئیں پابند نهیں سمجھتے - تم کمزور پر تکبر سے ظلم کرتے هو' اور تم سے کوئي باز پرس نهیں کرتا - لوگوں کی توهین تمهارے لیے ویسي هي آسان هے' جیسي انکے لئے تمهاري سنگ دلي سهل هے - تم همیں اِس طرح روندتے هو جس طرح خاک روندي جاتي هے - تم کبھي همیں آگ میں جلاتے هو' کبھي سولي پر چڑھاتے هو' کبھي صرف توهین و تذلیل پر اکتفا کرلیتے هو - تمهارے قهر و غضب کیلیے ضروري نهیں که هم سے کوئي خطا بھي سرزد هوئي هو - اگر تمهاري مصلحت کا اقتضا یهي هے تو پھر اثبات جرم کے لیے کسي دلیل کي ضرورت نهیں - اور همیں شکایت کرنے کي بھي اجازت نهیں - اگر هم اِسکی جرأت کریں که اپني براءت اور تمهاري غلطي ظاهر کریں' تو هم گستاخي کے مجرم قرار دیے جاتے هیں !"

(اُسقف سے آخري خطاب)

" اے میرے آقا ! آپ نے مجھه پر علاوہ طعن و تشنیع کے - بلکه مجھے گالیاں بھي دے ڈالیں - اگر میري طرح آپ بھي کوئي معمولي آدمي هوتے اور میں اپني کتاب کے ساتھه آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا' تو آپ دیکھه لیتے که عدالت کا فیصله آپ کے حق میں اتنا هي سخت هوتا' جتنا سخت یه گناہ هوا هے - لیکن آپ ایک ایسي جماعت میں سے هیں' جو منصف و عادل هونے سے همیشه کے لیے مستثنٰی کردي گئي هے - رها میں' تو میں ایک محض بے حقیقت آدمي هوں - مجھے اتنا اور کهنے کي اجازت دیجیے که آپ دیني پیشوا هیں - انجیل کے عالم هیں - آپ کا فرض هے که مخلوق کو اُس کے فرائض کي تعلیم دیں - لیکن یه تعلیم خود اپنے نفس سے شروع هوني چاهیے - آپ کو ایک لمحه کے لیے سونچنا تها که میرے معامله میں آپ کا فرض کیا تها ؟ اور کهانتک تها ؟ میں نے اپنا فرض ادا کردیا - اب کچھه کهنے کو باقي نهیں رها' اِس لیے چپ هوجاتا هوں ! "

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئین الهلال اس سے بے خبر نه هونگے که اُنیسویں صدي کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف محسوس ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذهب امریکه میں ظاهر هوا تها' وہ برابر نشوؤ نما پاتا رها' اور اِس وقت یورپ اور امریکه میں اُس کے معتقدوں کي ایک بهت بڑي جماعت موجود هے - اس جماعت میں هر درجه اور هر طبقه کے آدمي پائے جاتے هیں - فلسفهٔ و حکمت کے ماهر' علوم و فنون کے اساتذہ' علمي و صناعي انکشافات و اختراعات کے مشاهیر' ادب و کتابت کے مسلم ارکان' عام اهل قلم و نظر؛ کوئي حلقه ایسا نهیں هے جهانتک اس اعتقاد کے اثرات نه پهونچ چکے هوں - اسکے اصول و قواعد مدون هو چکے هیں' بے شمار کتابیں لکھي جا چکي هیں' تحقیقات و تجارب کے با قاعدہ مجامع کام کر رهے هیں' پچاس سے زیادہ اخبارات و رسائل صرف اسي موضوع پر پر شائع هو رهے هیں' ایک مکمل مذهب علمي کي شکل میں قواعد و مبادیات مرتب هو گئے هیں' اور معامله نے اس حد تک اهمیت حاصل کرلي هے که وقت کے بعض اکابر اهل علم نے اپنے درس و نظر کے لیے صرف یهي موضوع منتخب کرلیا هے !

اُنیسویں صدي کے اواخر کے علماء میں سے پروفیسر رسل ویلز نے جو ناموس نشوؤ ارتقا کے اکتشاف میں ڈارون کا معاصر و شریک تها' صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کیا تها' اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبیر کیا تها - پروفیسر ولیم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کیمیا تسلیم کیا گیا هے' اور جس نے سب سے پهلے مادہ کے اشعاع کي حقیقت معلوم کي' اور برق کے لیے وہ نیا آله ایجاد کیا جو اُسي کے نام سے مشهور هے' کئي ماہ کي تحقیقات و امتحان کے بعد یه راے قائم کي تهي که " مخاطبات ارواح کے مشاهدات نا قابل انکار هیں " ڈاکٹر میرس (Muers) اور رچرڈ هاڈسن کیمبرج یونیورسٹي میں علم النفس کے مسلم اساتذہ تهے - ان دونوں نے بھي بغیر کسي جھجھک کے اپنے اعتراف کا اعلان کردیا تها - پروفیسر

اردو طباعت کا مسئله اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یه اس تصویر کا ایک خاص رخ تها جو سر کونن ڈائل اور اُن کے هم مشرب دیکهه رهے هیں ' لیکن اِس کا دوسرا رخ بهي هے ' اور اگر اُس پر نظر ڈالي جاے تو یه معامله اسقدر سهل و آسان نهیں رهتا که سر ونن ڈائل کي طرح کسي غیر آباد مکان میں بهوتوں اور روحوں کے " موتي لاٹهي سے میز ٹهونکنے " کا شور سنکر فیصله کر دیا جاے !

جهانتک اس مذهب کے مخالفین و منکرین کا تعلق هے ' دور حاضر کی تین جماعتیں همارے سامنے آتي هیں :

(۱) عام علماء مادیئین جنهوں نے اس معامله کو اس درجه اهمیت هي نهیں دي که اس پر توجه کي جاے -

(۲) ایک بڑي تعداد اُن علماء مادیئین کي جنهوں نے اسپر بحث کي هے ' اور اس نتیجه پر پهنچے هیں که علمي اصول پر " اثبات " کے حد تک یه معامله نهیں پهنچا هے -

(۳) بعض اهل علم جنهوں نے خصوصیت کے ساتهه اس مذهب کا مطالعه کیا اور عرصه تک تحقیقات میں مشغول رهے ' اور بالاخر اس نتیجه پر پهنچے که استحضار ارواح کا معامله اس سے زیاده اهمیت نهیں رکهتا که یا تو کمزور طبائع کا انفعالي تاثر هے ' یا خوش اعتقادي کا دهني فریب ' یا چند ایسے شعبده گروں کي شعبده گري جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبه کي مدد سے زیاده بهتر اور محفوظ قسم کا شعبده دکهلا سکتے هیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروري هے که معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالی جاے - هم آینده کسی موقع پر شرح و بسط کے ساتهه اس موضوع پر اپنے مطالعۂ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات الهلال وي - پي - پارسل کے ذریعه طلب فرماتے هیں ' اُنهیں معلوم هونا چاهیے که وي - پي کا روپیه مني آرڈر کي طرح وقت پر وصول نهیں هوجاتا - اکثر دیر هوجاتي هے ' اور چونکه روپیه کي وصولي کے بعد هي خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا هے ' اسلیے اسوقت تک پرچه جاري نهیں هوتا جب تک روپیه وصول نه هو جاے - اگر اس وجه سے اجراء میں دیر هوجاتي هے تو اس میں دفتر کي مجبوري ظاهر هے - اس کا علاج یهي هے که قیمت بذریعه مني آرڈر بهیج دي جاے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلۃ

آپ نے ۲۹ جولائي کے " الهلال " میں پہلے صفحه پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا هے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائي هیں - اپني رائے آپ نے یه دي هے که جس ٹائپ میں الهلال چهپتا هے یعني جو ٹائپ صفحه ۳ سے استعمال کیا گیا هے وه اعلان مذکور کے ٹائپ سے بهتر هے - مجهے بهي اس سے اتفاق هے - لیکن اس ٹائپ میں بهي اصلاح اور ترمیم کي گنجایش اور ضرورت هے - یه مان کر که اردو کي لیے ٹائپ کي اشد ضرورت هے اس بارے میں اپني رائے عرض کرتا هوں -

سب سے اول ایک اصول کي بات بتانا ضروري هے - چونکه اب یه سوال اٹهایا گیا هے اسلیے نهایت ضروري هے که پنجاب اور یو - پي - کے تعلیمي محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کي نسبت مجهے زیاده واقفیت هے - یہاں تعلیمي اور سرکاري مطبوعات کي کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے هیں جن پر برسوں سے عمل هو رها هے -

بهتر تو یه هوتا که آپ اپنے اعلان کے ساتهه تمام حروف تهجي اور علامات وغیره کي ساري شکلیں جو آپ کے مجوزه ٹائپ میں هیں دیدیتے تاکه رائے دینے والوں کو آساني هوتي - خیر ' سردست جو کچهه میري سمجهه میں آیا عرض کیا جاتا هے -

" مد " کي علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سي فتحه کي علامت کي شکل میں پائي جاتي هے - جیسي صفحه ۳ کالم اول کي اخیر سطر میں " آخر " پر موجود هے - یه علامت زیاده واضح اور نستعلیق کے الف ممدوده کي سي هوني چاهیے - اعلان مذکور یعني صفحه اول میں جو علامت " آج " پر لگائي گئي هے کیوں نه اسي کو اختیار کیا جائے ؟ وه بهت صاف اور واضح هے -

تشدید کي علامت اس ٹائپ میں نهیں پائي جاتي - یه اضافه هوني چاهیے -

جزم کي علامت بهي اس ٹائپ میں نهیں پائي جاتي - یه بهي اضافه هوني چاهیے -

شین معجمه اس ٹائپ سے غایب معلوم هوتا هے - سین مهمله پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا هے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمه قاعده یه هے که صرف هائے مخلوط التلفظ دو چشمي لکهي جاتي هے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نهیں - اِس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے هم مشرب معلوم هوتے هیں جن سے شیخ مرحوم کو یه شکایت تهي :

هائے رے حسرت دیدار میري هائے کو بهي
لکهتے هیں هائے دو چشمي سے کتابت والے

ہے کو کیوں هے لکها جائے ؟ یه ضرور هے که اس کلمه کو هائے هوز سے لکهیں تو نیچے ایک شوشه بڑهانا پڑیگا کیونکه یه حرف جب

طرح پہلے پہل اُسے مذهب مخاطبات ارواح کي طرف توجه هوي‘ اور کس طرح ایک جاحد منکر کي جگه وه مصدق معتقد بن گیا - دوسرے میں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بیان کیے هیں - تیسرے اور چوتھے میں منکرین کے وجوه انکار پر بحث کي هے - پانچویں سے لیکر آٹهویں مقاله تک کا موضوع عالم مادي و روحي کے علائق هیں اور اس ضمن میں اُن امکانات کي نہایت دلنشیں تصویر کهینچي هے جو بیان کرده علائق کي ترقي سے دنیا کي معنوي زندگي میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دینگے !

(سرکونن ڈائل کا بیان)

پہلے مقاله کا خلاصه حسب ذیل هے :

" سنه ۱۸۸۶ - سے پہلے میں جنوبي افریقه میں طبابت کرتا تها - اُس وقت میرے عقائد کا یه حال تها که اُن لوگوں پر هنستا تها جو روح کے مصطلحه وجود پر یقین رکهتے هیں - میں خیال کرتا تها که اِس سے زیاده بے عقلي اور وهم پرستي کي اور کوئي بات نہیں هوسکتي -

میں بهي آج کل کے تمام جدید تربیت یافتوں کي طرح سائنس پر ایمان رکهتا تها - میرا مذهب ‘ مذهب مادي تها - میرا اعتقاد تها که روح ‘ بجز اسکے کچهه نہیں که جسم کے وظائف و ترکیب هي کا ایک نتیجه هے ‘ اور عقل کا مرکز دماغ میں هے - میرا یقین تها که دوائیں انساني طبیعت میں تبدیلي پیدا کر سکتي هیں - اور اُسے نیک اور بد بنا سکتي هیں - اُس وقت کبهي میرے ذهن میں یه موٹي سي بات نہیں آئي که ایک ماهر موسیقي همیشه ماهر موسیقي هي رهیگا اگرچه اُسکي بانسري ٹوٹ جائے - زیاده سے زیاده یه هوگا که وه اپنا هنر ظاهر نه کر سکے گا ‘ لیکن اُسکا کمال اُس میں بدستور موجود رهیگا -

سب سے پہلے جس کتاب نے میرے خیالات میں تبدیلي پیدا کي اور مجهے الحاد و مادیت سے نکالا ‘ وه " مایرز " کي کتاب " شخصیت انساني " هے - یه کتاب اس لائق هے که اُن کتابوں میں سے شمار کي جائے جنهوں نے انساني افکار کا بہاؤ ایک طرف سے دوسري طرف پهیر دیا هے - مثلاً ڈارون کي کتاب اصلیت انواع اور بیکن کي کتاب منطق جدید -

اِس کتاب کے مطالعه کے بعد میں نے انتقال فکري کے تجربے شروع کیے - میرے ایک دوست مسٹر بال کو بهي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تهي - میں اُنکے پیچهے بیٹهه جاتا اور کاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجهے هر مرتبه یه دیکهکر حیرت هو جاتي تهي که وه میرے بنائے هوئے نقشے بعینه اپنے کاغذ پر اتار لیتے تهے ‘ حالانکه وه میرا کاغذ نہیں دیکهتے تهے - پهر میں نے یه تجربه بهي کیا که وه دوسرے مکان میں بیٹها کریں - لیکن پهر بهي میں نے دیکها وه نقشوں کي بالکل صحیح نقل اتار لیتے تهے !

اُس وقت مجهے یقین هوا که عقل کو دماغ کا ویسا فعل سمجهنا صحیح نہیں هو سکتا جس طرح هم صفره کو جگر کا فعل سمجهتے هیں -

اِسکے بعد میں نے تهیاسوفي کا مطالعه شروع کیا - میں نے دیکها که اِس تحریک کي علم بردار اور رهنما مادام بلیوتسکي ذهین مگر مکار عورت هے - لیکن اِس دروغ گو عورت کي موجودگي سے اس تحریک پر حرف نہیں آسکتا - یه ایک صحیح تحریک هے - یه ضرور ترقي کریگي - مگر اُسي وقت ‘ جب اسکے ارکان وه چولا اتار دینگے جو اِس عورت نے اسے پہنا رکها هے ‘ اور اِس تحریک کے حقیقي سر چشموں تک پہنچینگے جو مشرق کي سر زمین پر موجود هیں -

پهر میں نے وه تمام کتابیں پڑهیں جو علماء عقلیات نے مذهب کے خلاف لکهي هیں - لیکن مجهے کوئي تشفي نہیں هوئي - کیونکه وه کبهي ایجابي بات کہتے هي نہیں - اُنکے پاس جو کچهه هے ‘ سلبي اور انکاري هے -

مدت تک دنیا کي دوسري مشغولیتوں اور مسلسل سفر میں رهنے کے بعد پهر مجهے اِس اهم موضوع کے لیے مہلت ملي - بتدریج مجهه میں یه خیال پیدا هونے لگا که هماري اس زندگي کے علاوه کوئي اور مخفي زندگي بهي ضرور موجود هے ‘ اور وه شاید هماري زندگي سے زیاده لطیف اور خوشگوار هے -

سنه ۱۸۹۲ یا سنه ۹۳ میں انجمن علوم نفسیه نے مجهے اور ڈاکٹر اسکاٹ اور مسٹر پوڈمور کو ایک مکان کي تحقیقات کیلیے بهیجا - اِس مکان کے متعلق مشہور تها که اُس میں روحیں رهتي هیں اور شور و هنگامه برپا کیا کرتي هیں -

هم دو رات اِس مکان میں رهے - پہلي رات کوئي واقعه نہیں هوا - دوسري رات ڈاکٹر اسکاٹ مایوس هوکر چلے گئے - صرف میں اور مسٹر پوڈمور رہ گئے - هم نے هر طرح کے دهوکے سے بچنے کا پورا انتظام کرلیا تها - زینه پر تار بچها دیے تهے تاکه ادنی سي حرکت کا بهي همیں علم هو جائے -

ٹهیک آدهي رات کو هم نے اچانک سخت شور سنا - ایسا معلوم هوا ‘ گویا کوئي میز کو موٹي لاٹهي سے پیٹ رها هے - هم نے فوراً دروازه کهولا اور باورچي خانه کي طرف دوڑ پڑے جہاں سے آواز آ رهي تهي - مگر همیں سخت حیرت هوئي - باورچي خانے کا دروازه اور کهڑکیاں بالکل بند تهیں - زینه پر بچهے هوے تار بهي اپني جگهه سے نہیں هٹے تهے !

اِسکے بعد رات بهر هم نے کوئي آواز نہیں سني -

اِس واقعه کے چند سال بعد یه مکان جل گیا - اُسکا باغ کهودا گیا تو زمین سے دس برس کے ایک لڑکے کي هڈیاں نکلیں - یه رات کا شور در حقیقت اِسي لڑکے کي روح کا شور تها - وه اِسي گهر میں قتل هوا تها اور اُسکي روح اس میں رهنے والوں کو پریشان کیا کرتي تهي -

اِس سلسله میں یه نظریه بہت سے لوگوں کے سامنے هے که اگر کسي جوان آدمي کي زندگي کسي غیر طبیعي اچانک حادثه سے تلف هو جائے ‘ تو اُسکي روح کي حیویت موت کے بعد بهي باقي رهتي هے اور عجیب عجیب صورتوں میں ظاهر هوتي هے "

کانن ڈائل نے آخر میں لکها هے " اِس قسم کے بے شمار واقعات مشاهده کرنے کے بعد میں نے اِس علم کا وسیع مطالعه کیا - یہانتک که اب مجهے اِس پر پورا یقین هوگیا هے - میرا اعتقاد هے که روحوں سے گفتگو کي جاسکتي هے "

اس کے بعد کے مقالات میں وه تجربے اور مشاهدے به تفصیل بیان کیے هیں جو سالها سال تک وه " اپنے اذعان و تشفي کیلیے " جمع کرتا رها - پهر اُن اعتراضات اور شکوک کے جوابات دیے هیں جو اُن کے خیال میں منکرین مذهب استحضار کے " بنیادي " اعتراضات هیں -

جهپائي اور سياهي وغيره مساله كا صرف لابدي طور پر كس ميں زياده هوتا هے ؟ ٹائپ ميں يا ليتهو ميں ؟ يه ياد رهے كه اگر ٹائپ ميں طباعت كا صرف ليتهو سے بہت زياده هوا تو كاتب جو ٹائپ كي وجه سے بيكار هوگئے هونگے ' كتابت كي اجرت كا نرخ گهٹا دينگے ' اور اس طرح ٹائپ كي ترويج عام ميں مزاحم هونگے ' كيونكه سب كاتب تو كمپوزيٹر بن جانے سے رهے -

آخر ميں يه عرض كرنا هے كه ميں نهيں سمجها اعلان مذكور ميں آپ نے عربي كے ساتهه فارسي اور تركي زبانوں كو بهي " سامي " كيسے قرار ديا ؟ يه تو كوئي بات نهيں كه اگر ان دونوں زبانوں كا املا دهنے سے بائيں كو چلتا هے اور عربي كا بهي يهي حال هے جو حقيقت ميں سامي زبان هے ' تو يه دونوں زبانيں بهي سامي بنادي جائيں - غالباً آپ عجلت ميں فارسي اور تركي زبانوں كو سامي كهه گئے -

آپ كا مخلص

برج موهن دتاتريه - كيفي دهلوي

الهلال :

يه اور بعض ديگر مراسلات جو اس باب ميں آئے هيں ' شائع كردي جاتي هيں - حرف تهجي كے اس معامله ميں جو دلچسپي لي گئي هے اور اپنے خيالات تفصيل سے ظاهر كيے هيں ' اسكے ليے هم اُن كے شكرگذار هيں - ليكن اس تحرير سے معلوم هوتا هے كه اردو ٹائپ كے اقسام ' اُس كي تاريخ ' اور اُس كي فني اور صناعي مشكلات اُن كے سامنے نهيں هيں - ضرورت هے كه ايك مرتبه به تفصيل يه امور واضح كرديے جائيں - هم ان مراسلات كي اشاعت كے بعد اس موضوع پر به تفصيل اپنے خيالات ظاهر كرينگے -

البته دو باتيں ايسي هيں جنهيں اسي وقت واضح كرديتا ضروري هے - صاحب مراسله لكهتے هيں " خود آپ كے ايك پسند اُس ٹائپ كي نسبت ظاهر كي هے جس ميں رساله تمدن هوتا هے " حالانكه واقعه يه هے كه اُس ٹائپ كي نسبت ظاهر كي هے جس ميں يه صفحه كا اعلان كمپوز هوا هے -

فارسي اور تركي كے سامي نه هونے كي نسبت انهوں نے جو لكها هے صحيح هے ' اور اُن كے متنبه كرنے كے بعد عبارت پر نظر ڈالي گئي تو واقعي يه غلطي موجود هے - دراصل مقصود يه تها كه فارسي اور تركي بهي سامي رسم الخط ميں لكهي جاتي هيں - يه مطلب نه تها كه يه زبانيں بهي سامي هيں -

سات عجائب عالم

جديد علم آثار و تنقيب كی روشني مين

ايک زمانے ميں دنيا كي سب سے زياده عجيب اور مشهور چيزيں سات " عجائب عالم " سمجهي جاتي تهيں - قديم دنيا كي سب تواريخ ميں ' سياحت ناموں ميں ' نظر و فكر كے عام مباحث ميں ' بول چال كي ضرب المثلوں ميں ؛ هرجگه ان سات عجيب چيزوں كا ذكر برابر آتا هے :

(۱) اهرام مصر
(۲) بابل كے معلق باغ
(۳) اسكندريه كا ساحلي مناره
(۴) ڈائنا كا مندر
(۵) مسولوس كا مقبره
(۶) زيوس كا مجسمه
(۷) مشتري كا مجسمه

قديم يوناني اور عبراني مورخوں كی زباني ان عجائب كي تفصيل دنياے جديد كے تاريخي اوراق تک پہنچي هے - بعض قديم آثار كے دفتروں ميں بهي انكي طرف اشارات پائے گئے هيں - آخري عهد كے بعض حكماء يونان و اسكندريه نے مشتري كے مجسمه اور معبد كا نام ايسے موقعوں پر ليا هے ' جب انهيں عجائب و غرائب كيليے كسي قريبي اور معروف تمثيل كي ضرورت هوئي هے - مثلاً ايک حكيم "افلاطون" كي تعريف كرتے هوئے لكهتا هے :

" وه انسان هوتے پر بهي صرف ايک هي مرتبه پيدا هوسكا ' جس طرح مشتري كا مجسمه ' لاكهوں برس بدلتے جائے پر بهي صرف ايک هي مرتبه بن سكا هے ! "

(عرب مورخين كي تصريحات)

عربي مورخين نے علم و نظر كي وسعت اُن كے پيش روؤں كے اس مشهور خيال سے بے خبر نهيں رهسكتي تهي - انهوں نے بهي " سات عجائب عالم " كا جابجا ذكر كيا هے ' اور يوناني علم ادب كي طرح عربي ادب و محاضرات كي بهي يه ايک ضرب المثل هوگئي هے - مشهور عرب جغرافيه نويس ابو عبد الله ادريسي منارهٔ اسكندريه كا ذكر كرتے هوئے لكهتا هے " يه اُن سات عجيب عمارتوں ميں سے ايک تهي جن كي تمام دنيا ميں شهرت رهچكي هے "

عربي ادبيات ميں غالباً كسي ايک كتاب ميں ان كے حالات نهيں لكهے گئے - ابن النديم كئي كتابوں كا ذكر كرتا هے جو " عجائب دنيا " پر لكهي گئي تهيں - ليكن نهيں كها جاسكتا اُن

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشہ لابد ہے- درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یہ ہوتا ہے کہ عربي کے املا میں چونکہ ہائے ہوز کا دوچشمي شکل میں استعمال بہت تہا بلکہ وہ ہمیشہ دوچشمي ہي لکھي جاتي ہے جبکہ وہ آخر کلمہ نہو' اسي کا اتباع اردو تائپ میں کیا گیا-

اردو کے مروجہ قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام ہي غلط لکھا ہوا ہے - لوح کو تو جانے دیجیے کیونکہ وہاں "الہلال" خط نسخ میں ہے اور اس لیے ہائے دوچشمي ہے - لیکن ہر صفحہ پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکہ اردو خط میں ہے - مگر یہاں بہي ہائے دوچشمي ہي استعمال کي گئي ہے- یہ قاعدہ مذکور کے مطابق غلط ہے - آپ کے تائپ میں ہائے ہوز جہاں دوچشمي نہیں وہاں عجیب مروڑ والي شکل اختیار کرتي ہے- جیسے صفحہ ۳ کالم ۲ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکہ یہي ہائے ہوز اسي کالم میں مضمون "علم الاثار مصر" کي اول سطر میں "پہلے" کي شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھي گئي ہے - متشابہ موقعوں پر ہائے ہوز کو اس "پہلے" کي شکل میں ہي کیوں نہ لکھا جائے ؟

نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آیا ہے اوس میں نقطہ نہیں دیا گیا - یہ بالکل درست ہے- لیکن یہي نون غنہ جب کلمہ کے بیچ میں واقع ہو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے ہیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے ہي نہیں -

میں نہیں کہہ سکتا کہ کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے تائپ میں ہے کہ نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائي جاتي ہے - جیسے مضمون مذکور کي چوتھي اور پانچویں سطروں میں "رکھنے" اور "کردیتے" میں "ی" سے پہلے واقع ہوئي ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمہ اصول ہے کہ حروف کے امتزاج میں کوئي شوشہ فالتو نہیں ہوتا - مثلاً "بنتا" میں تین شوشے یا دندانے ہونگے - اگر آپ ایک اور دندانہ بڑھا دیں تو املا کي غلطي کے علاوہ قاري کو زحمت ہوگي- اسي مضمون کي گیارھویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانہ یا شوشہ تائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاہیے - اگر یہ کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکي اصلاح ہوني چاہیے -

کوئي وجہ نہیں کہ ہاے ہوز آخر کلمہ ' نسخ میں لکھي جائے ' جیسي کہ "آثار عتیقہ" میں لکھي ہے- "نہ" کي شکل آپ کے تائپ میں "نہ" ہے جو نستعلیق نہیں - یہ کیوں ؟

"یا" آخر کلمہ کي تین صورتیں ہوتي ہیں : یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے تائپ میں صرف دو موجود ہیں - یاے معروف گول لکھي گئي ہے - یہ ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبي ہیں - یہ ٹھیک نہیں - جب یا کي ایک اور شکل ہمارے پاس موجود ہے - یعني نصف دایرہ یا کٹي ہوئي ' تو کیوں نہ اُسے بھي استعمال کیا جائے ' تا کہ یاے مفتوح و یاے مجہول باہم متمیز ہو جائیں ؟

اردو تائپ چونکہ کہیں کہیں موجود ہے ' اس لیے ہمکو یہ موقع میسر ہے کہ اُس کي اصلاح و ترمیم کرکے اپنا ایک مکمل ہندوستاني قومي تائپ بنائیں جو لینہو کي جگہ لے - اور کیا پبلک اور کیا سررشتۂ تعلیم' دونوں اُسے قبول کرلیں - آپ کے تائپ میں "یا" آخر کلمہ کے نیچے بھي دو نقطے دیے جاتے ہیں - مگر آپ کے اخبار کے اسي نمبر کے اُس حصہ میں جو کاتب کا لکھا ہوا ہے ' ایسي "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یہ دو عملي کیا معني ؟ ان دو نقطوں کي ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کي سیاہي فضول کیوں خرچ ہو؟ جرمني کا اردو تائپ بھي اسي اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وہاں سے تائپ میں چھپ کر آیا ہے' اوس میں چند ایسي بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے تائپ میں نہیں ہیں - اس کتاب کا صفحہ ۱۲۱ ملاحظہ فرمائیں - اِس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رہیے اب ایسي جگہ چل کر جہاں کوئي نہو:

زباں کوئي نہو

"کوئي" کا لفظ چار جگہ تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگہ مصرعوں کے متن میں - پانچ جگہہ تو اس حرف کي شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگہ اُن سے نرالي شان میں لکھا گیا ہے :

"پڑیئي" گر بیمار تو کوئي نہو بیمار دار

سمجھہ میں نہیں آتا کہ ایک ہي لفظ اور ایک ہي تحریر اور ایک ہي معني میں دو شکلیں کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یہ بد عنواني نہ ہوني چاہیے - اسي غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "ہم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں "س" اس انداز سے "خ" کے ساتھہ ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے ہیں - حروف کي ملاوٹ کا یہ طریق پسندیدہ نہیں -

اردو تائپ کي وکالت کرتے ہوئے مطمح نظر صرف یہي نہ ہونا چاہیے کہ ارباب صحافت کو کاتبوں کي ناز برداري سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک ہي خط میں چھپ جائیں - بلکہ آپ کا فرض ہے کہ اسے ایک قسم کا قومي ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجہ طرز املا پر کچھہ ترقي کریں - نہ یہ کہ اس کي ضروریات بھي پوري نہوں - مبتدیوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھي چھپیگا اور علما کي تصانیف عالیہ بھي - اس لیے یہ ایسا ہونا چاہیے کہ انشا کي تمام ضروریات اس سے پوري ہو جائیں ' اور یہ فن املا کا کماحقہ نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت ہو -

اور مولانا ! اس کا بھي خیال رکھیے کہ آج کل انساني مصروفیت کے ہر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو تائپ تجویز ہو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب ہونا چاہیے - یہ کیا ہوا کہ بچوں کے کتّکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغذ پر چھاپ کر پیش کردیے - میں کوئي وجہ نہیں دیکھتا کہ تائپ وضع کرتے وقت خوبصورتي کا خون کیا جائے - کیا وجہ ہے کہ نستعلیق کي نقل نہ کي جائے ؟ کیوں اسے ارل جلول بنایا جائے ؟ آپ کے تائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے ہیں - کیوں نہ گول ہوں ؟ اخر اِس میں کون سي دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا ہوں کہ آپکے تائپ میں بڑي سرخیاں نسخ میں ہیں - یعني اردو تائپ کے ساتھہ ایک مطبع کو نسخ کا تائپ بھي رکھنا پڑیگا - یہ دو عملي بد عملي کا حکم رکھتي ہے- خفي و جلي کے کئي درجے قائم کرکے تمام و کمال تائپ نستعلیق میں ہونا چاہیے -

میں پھر عرض کرونگا کہ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ تائپ رایٹر کے "کي بورڈ" کي طرح آپ کے تائپ میں جو جو چیزیں ہیں' اُن سب کا نمونہ ایک صفحہ پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکہ پتہ چلے اس میں کیا کچھہ ہے اور کیا نہیں ہے -

تائپ سے متعلق ایک اقتصادي پہلو بھي ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعني یہ بھي دیکھنا ہے کہ کاغذ اور اس کے ساتھہ

ہي تعمير کس زمانه ميں ہوئي تھي ؟ چھٹي صدي قبل مسيح ميں يه مندر پھر گر پڑا اور يونانيوں نے عوام سے روپيه جمع کر کے تيسري مرتبه تعمير کيا -

پانچويں صدي قبل مسيح ميں يوناني مورخ هيرودوٹس نے يه عمارت ديکھي تھي - وہ لکھتا هے :

" پورا مندر سنگ مرمر کا هے ' اور اُن قديم مندروں سے ' جن کي بنيادوں پر قائم ہوا هے ' چارگنا زيادہ وسيع هے - چاروں طرف سنگ مرمر کے ستونوں کي قطاریں هيں ' اور هر زاويه ميں آٹھ آٹھ زيد ستون هيں - هر ستون کي بيٹھک يوناني تصويروں سے آراسته کي گئي هے "

سنه ۳۵۶ ق م ميں مشہور ظالم بادشاہ هيروسٹراٹس کو خيال ہوا که کوئي ايسا کام کر جائے جس سے اُس کا نام تاريخ ميں يادگار رهے- اُس نے اس مندر کي عمارت يک قلم برباد کردي - کيونکه دنيا کي اِتني عجيب اور قيمتي عمارت کا برباد کرنے والا يقيناً تاريخ کے حافظه ميں فراموش نہيں ہوسکتا - اُسي وقت سے يوناني زبان ميں يه ضرب المثل مشہور ہوگئي هے " اگر شہرت کے ليے ڈائنا کا مندر بنا نہيں سکتے تو اسے برباد کرڈالو "

ليکن يونانيوں کو يه معبد اس درجه عزيز تھا که وہ اس کي عدم موجودگي برداشت نہيں کر سکتے تھے - انھوں نے پھر از سر نو تعمير شروع کي اور قومي سرمايه سے مصارف کا انتظام کيا - بيان کيا گيا هے که تمام ملک ميں اس کي تعمير کا جوش اس قدر پھيل گيا تھا که عورتوں نے اپنے زيور تک چندے ميں ديدیے تھے - اُسي زمانه ميں سکندر اعظم کا اس شہر ميں گزر ہوا - اُس نے خواهش کي که اپنے جيب خاص سے پورا عبادت خانه بنوا کر ديوي کي نذر کردے - مگر شہر کے باشندوں نے يه ذلت گوارا نه کي ' اور سکندر کي ناراضي سے بچنے کے ليے يه حيله کرديا که " آپ خود بھي ديوتا هيں ' اور ايک ديوتا کے ليے دوسرے ديوتا کو نذر دينا جائز نہيں "

خيال کيا جاتا هے که سنه ۳۲۳ ق م ميں يه عمارت مکمل ہوگئي تھي- يه ۴۲۵ فٹ لمبي تھي- سنگ مرمر کے ۱۲۷ کھمبے تھے - اور هر کھمبا ۶۰ فٹ بلند تھا - پورا عبادت خانه بڑي سليقه مندي سے آراسته کيا گيا تھا - بڑے بڑے مصوروں نے تصويریں بنائي تھيں اور اس کے در و ديوار کي آرايش کے ليے بطور چڑھاوے کے پيش کي تھيں- ايک تصوير سکندر اعظم کي بھي تھي - وہ اپنے گھوڑے پر سوار دکھايا گيا تھا - کہا جاتا هے که سکندر نے جب يه تصوير ديکھي تو ناپسند کي- ليکن جب قريب پہنچا تو اُس کا گھوڑا هنہنا اٹھا - اِس پر مصور نے طعنه زني کي راہ سے کہا : " حضور کا گھوڑا اپنے سوار سے کہيں بہتر فن کي شناخت رکھتا هے " يه قول يوناني زبان ميں ضرب المثل ہوگيا تھا - يوناني سے يورپ کي زبانوں ميں منتقل ہوگيا -

اِسکے بعد سنه ۲۶۰ ع ميں يه مندر پھر برباد ہوگيا - اس مرتبه اِسے عيسائيوں نے ڈھايا تھا اور اُس پر گرجا بنا ديا تھا - مگر يه گرجا بھي زيادہ عرصه تک قائم نه رہ سکا - تھوڑے هي عرصه کے بعد بے نام و نشان ہوگيا -

ڈائنا ' ايشيائي ديوي ارٹميس کي مورت هے - اشوريوں نے اسے امومة يعني مامتا کے جذبات کا مظهر قرار ديا تھا - يہي وجه هے که اسکے سينه پر بہت سے پستان دکھائے گئے تھے ' ليکن جب يونانيوں نے اسکي عبادت شروع کي تو اُسکي شکل بدل دي- اُنھوں نے اِسے ايک ذهين ' قوي ' اور جوان عورت کي صورت ميں طيار کيا تھا -

(۲)

مقبرۂ موسولس

(The Tomb of Mausolus)

ايشيائے کوچک ميں بدرم نام ايک ساحلي شہر هے - يه عهد مسيحي سے پہلے ايران کے ماتحت تھا - سمندر اور پہاڑ کے درميان واقع ہونے کي وجه سے اُسکا جغرافيائي موقعه اِس قدر مستحکم هے که باوجود ماتحت ہونے کے بھي وہ عرصه تک اپني اندروني خود مختاري برقرار رکھه سکا - چوتھي صدي قبل مسيح ميں يہاں ايک بادشاہ حکمراں تھا - اُسکا نام " موسولوس " تھا - اُسنے اپنا پايۂ تخت يہي شہر بدرم قرار ديا تھا - اِس شہر کا نام اُس وقت هيلي کارنيسس (Halicarnasous) تھا -

سنه ۳۵۳ ق - م - ميں اِسنے وفات پائي - اسکي ملکه ارٹي ميزيا (Artemisia) بہت غمگين ہوئي اور کسي طرح بھي تسلي حاصل نه کر سکي - آخر اُس نے اِس طرح اپنا دل بہلانا چاہا که اپنے شوهر (بادشاہ) کي قبر پر ايک ايسا مقبرہ طيار کرے جيسا دنيا ميں کہيں موجود نه هو - يه ايک بيوي کے طرف سے اپنے شوهر کيليے وہ يادگار محبت تھي' جو آگے چل کر ايک شوهر (شاهجہان اعظم) کے طرف سے اپني بيوي (تاج محل) کيليے قائم هونے والي تھي - در اصل يه مقبرہ " بيوي " کا " شوهر " پر ايک قرض محبت تھا ' جسے سر زمين هند کے ايک وفا پرست " شوهر " شاهجہاں نے ادا کرديا !

چنانچه اُسنے ماهر يوناني معمار جمع کيے - اُنھيں بہت کچھه انعام و اکرام ديا ' اور مقبرہ بنوانا شروع کيا - ليکن ابھي دو برس بھي پورے نہيں گزرے تھے که فرط غم سے ملکه کا بھي انتقال ہوگيا -

مقبرہ ابھي طيار نہيں ہوا تھا - معماروں نے باهم مشورہ کيا که اب هميں کيا کرنا چاهيے ؟ بالآخر سب کي راے يہي قرار پائي که اس ملکه نے هم پر بڑے بڑے احسان کيے هيں - هميں چاهيے اُن کے شکريه ميں اُس کا نا تمام کام پورا کرديں - چنانچه اُنھوں نے کام جاري رکھا ' يہانتک که تعمير ختم ہوگئي ' اور ايک ايسا مقبرہ طيار ہوگيا جيسا چشم فلک نے پہلے کبھي نہيں ديکھا تھا -

اب " موسولوس" يورپ کي تمام زبانوں ميں مقبرہ کيليے بولا جاتا هے- انگريزي لفظ " Mausoleum " اِسي " موسولوس" سے بنا هے-

مقبرہ ايک منزل کا تھا - اِسي منزل ميں بادشاہ کي قبر تھي - چھت پر سفيد سنگ مرمر کے ۳۶ سڈول ستون نصب کيے گئے تھے - اِن ستونوں پر مخروطي شکل کا بارہ منزلوں کا منارہ تھا - اِس پر بادشاہ کي رتھه بنائي گئي تھي جسے چار اصيل گھوڑے کھينچ رهے تھے - عمارت کي پوري بلندي ۱۴۰ - فٹ تھي -

خود عمارت زيادہ بلند اور شاندار نه تھي - ليکن سبک اور نازک اِس قدر تھي که حيرت ہوتي تھي - مخروطي منارہ کي بنيادیں جن ستونوں پر قائم تھيں ' وہ اِس قدر پتلے تھے که دور سے بالکل نظر نہيں آتے تھے - شبه ہوتا تھا که عمارت ہوا ميں معلق کھڑي هے !

مورخين کا خيال هے که يه مقبرہ بارهويں صدي عيسوي تک صحيح و سالم موجود تھا - اِسي زمانے ميں صليبي فوجوں نے شہر بدرم پر قبضه کيا اور مقبرہ کے پتھر اکھاڑ کر اپنا قلعه بنانے لگے - پھر سنه ۱۵۲۲ ع ميں جب سلطان سليم نے اِس شہر پر حمله کيا ' تو صليبيوں نے مقبرہ کے باقي ماندہ ستون بھي اکھاڑ ليے -

میں اِن عجائب کا بھي ذکر تھا یا نہیں ؟ البتہ تاریخوں ' سفر ناموں ' اور تقویم بلدان کي کتابوں میں فرداً فرداً اِن کا ذکر موجود ھے - خصوصاً بابل کے معلق باغوں ' اسکندریہ کے منارہ ' اور مصر کے اھرام (مخروطیٌ مناروں) کا تو نہایت مفصل تذکرہ موجود ھے - ابن جریر طبري ' ابن حوقل ' ادریسي ' مسعودي ' ابوعبد للہ البکري (صاحب المسالک و الممالک) ابوعبداللہ غرناطي (صاحب نخبۃ الاعجاب) ابن جبیر ' ابوالفداء ' ابن اثیر ' بیروني ' عبداللطیف بغدادي ' یاقوت حموي ' قزویني ' مقریزي : سب نے اِن کا ذکر کیا ھے - حموي ' بغدادي ' اور مقریزي کے مباحث اھرام مصر اور منارۂ اسکندریہ کے متعلق اس درجہ محققانہ ھیں ' کہ جن جن پہلوؤں پر انہوں نے روشني ڈال دي ھے ' اُن پر موجودہ زمانے کي اثري تحقیقات بھي کوئي اضافہ نہیں کرسکتي - حالانکہ مصري آثار کي جدید تحقیقات نے نئے نئے انکشافات کے انبار لگا دیے ھیں -

دنیا کي تمام عجیب اور مشہور چیزوں کي طرح ان عمارتوں کي نسبت بھي عوام میں طرح طرح کے دور از عقل خرافات مشہور ھوگئے تھے ' اور عہد قبل از اسلام کے بعض مورخوں اور سیاحوں نے بھي انہیں قبول کر لیا تھا - لیکن محققین عرب نے پوري دقت نظر کے ساتھہ اُن روایات پر نظر ڈالي ' اور بعض کي مشاھدات کي بنا پر اور بعض کي علمي قواعد کي بنا پر تغلیط کي - یاقوت حموي ' بیروني ' عبد اللطیف بغدادي ' اور مقریزي : اگرچہ تمام روایات نقل کردیتے ھیں ' لیکن جابجا اُن کي تغلیظ بھي کرتے جاتے ھیں - حموي اور بغدادي نے منارۂ اسکندریہ کا مشاھدہ اور تخطیط کرکے جو کچھہ لکھا ھے ' اور جس طرح بے اصل روایتوں کي تکذیب کي ھے ' اس سے زیادہ تحقیق آج تک نہیں کي جا سکي -

یاقوت حموی اسکندریہ کے منارہ اور مصر کے عجائب کا ذکر کرتے ھوئے لکھتا ھے " وھذہ أخبار نقلنا ھا کما وجدنا ھا في کتب العلماء وھي بعیدۃ المسافۃ من العقل ' لایؤمن بھا اِلا من غلب علیہ الجہل " یعنے یہ تمام روایتیں ھم نے جس طرح علماء کي کتابوں میں پائیں ' بجنسہ نقل کردیں ' لیکن یہ عقل سے نہایت ھي بعید ھیں ' اور انہیں کوئي نہیں مان سکتا ' الا وہ شخص کہ اُس کي عقل پر جہل غالب آگیا ھو " آگے چل کر ایک دوسرے موقعہ پر لکھتا ھے " اما خبرالمنارۃ فقد رووا لھا اخباراً ھائلۃ وادعوا لھا دعاوي عن الصدق عادلۃ " یعني منارہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں روایت کي گئي ھیں اور طرح طرح کے دعوے کیے گئے ھیں جو سچائي سے ھٹے ھوئے ھیں - پھر جہاں اپنے معائنہ کا ذکر کیا ھے ' وھاں لکھتا ھے " شاھدتہ في جماعۃ من العلماء وکل عاد منا متعجباً من تخرص الرواۃ " یعنے میں نے علماء کي ایک جماعت کے ساتھہ منارہ کي سیر کي ' اور ھم میں سے ھر شخص جب مشاھدہ کے بعد لوٹا ' تو وہ راویوں کے اوھام و ظنون پر متعجب تھا (معجم البلدان - ۱ : ۲۴۲) عبد اللطیف بغدادي اور مقریزي کي تصریحات بھي ایسي ھي ھیں - حموي نے منارہ کي تعمیري حالت دیکھکر جو اُس کے عہد تک باقي تھي ' اُس کي شکل و مساحت پر بھي غور کیا تھا اور اس کا نقشہ بنایا تھا - حموي کے بعد کے مصنفین مثلاً قزویني وغیرہ نے اُسي سے منارہ کا نقشہ نقل کیا ھے -

(جدید علم الآثار کي تحقیقات)

اب سے تقریباً ڈیڑھہ سو برس پہلے قدیم آثار کي تحقیقات و تنقیب کا نیا دور شروع ھوا ' اور اس سلسلہ میں اِنْ سات عجائب عالم کي تحقیقات پر بھي انفرادي اور جمعیتي کوششیں مبذول ھوئیں - روڈس ' اسکندریہ ' اور اھرام کي تحقیقات اسقدر دشوار نہ تھي - کیونکہ مقامات معلوم تھے اور محل معین ؛ لیکن بقیہ عمارتوں کي تحقیقات کا کام بہت دشوار تھا - تاھم جستجو جاري رھي ' اور بالاخر تمام ضروري معلومات روشني میں آگئیں -

جہانتک ھمیں معلوم ھے ' اُردو میں ان قدیم عجائب کي جدید اثري تحقیقات پر اِس وقت تک کچھہ نہیں لکھا گیا ھے - ھم چاھتے ھیں ' مختصراً انکي تاریخ اور موجودہ اثري تحقیقات ایک دو مقالوں میں بیان کر دیں - یورپ کے اھل قلم ان عجائب کي تاریخ لکھتے وقت عموماً عربي عہد کي تاریخي و علمي تحقیقات نظر انداز کر جاتے ھیں - یا معلوم کرتے ھیں تو اکثر حالتوں میں ناقص اور غیر محققانہ ھوتي ھیں - اس سلسلۂ مقالات سے ایک مقصود یہ بھي ھے کہ جن جن عمارتوں کے متعلق عربي مورخین کي تصریحات موجود ھیں ' وہ اپنے اپنے موقعوں پر نمایاں ھو جائیں -

(۱)

ڈائنا کا مندر

The Temple of Diana

ایک قدیم مورخ کا قول ھے :

" میں نے بابل کے معلق باغ دیکھے - مشتري اور روڈس کے مجسمے دیکھے ' اھرام مصر اور موسولس کا عالیشان مقبرہ دیکھا ' لیکن جب میں نے ڈائنا کا سر بفلک مندر دیکھا تو تمام عجائب عالم میري نظر سے گر گئے "

قدیم مورخوں نے دنیا کي سات عجیب چیزوں میں سے کسي کے متعلق بھي اس قدر نہیں لکھا ھے ' جس قدر اِس مندر کے متعلق لکھا ھے - لیکن باوجود اِس کے یہ کیسي عجیب بات ھے کہ دنیا نے سب سے زیادہ یہي چیز فراموش کردي ؟ حتی کہ یہ بھي کسي کو یاد نہ رھا کہ یہ عمارت واقع کس جگہ تھي ؟

سب سے پہلے سنہ ۱۸۶۵ع میں ایک انگریز ڈاکٹر ووڈ نامي نے شہر افسس میں اس کا پتہ لگایا - اِس کے بعد سنہ ۱۹۰۴ع میں برٹش میوزیم نے ایک اور شخص مسٹر ھوگارتھ کو مزید تحقیقات کے لیے بھیجا - اس شخص نے عرصہ تک تحقیقات جاري رکھي ' اور اس کے بعد اپني تحقیقات کے نتائج شایع کیے - اس کا بیان ھے کہ یہ مندر تین پرانے مندروں کے کھنڈروں پر تعمیر ھوا تھا - مندر کي دیواروں کے نیچے تقریباً تین ھزار آثار پائے گئے - یہ مشرقي طرز کے ھیں ' اور اِس بات کي زندہ شہادت ھیں کہ یونان کي صنعتي ترقي دراصل مشرق ھي کي تقلید سے شروع ھوئي تھي -

قدیم یوناني شہر افسس جہاں یہ مندر واقع تھا ' اب بالکل برباد ھوگیا ھے - اُس کي جگہ اِس وقت ایک ترکي شہر ایاسولوگ نامي آباد ھے اور ایشیاے کوچک میں واقع ھے -

مندر کي تاریخ سنہ ۷۰۰ قبل مسیح سے شروع ھوتي ھے - کیونکہ اُس کي دیواروں میں بعض ایسي علامتیں موجود ھیں کہ خیال کیا جاتا ھے ' اُن کا تعلق اُسي زمانہ سے ھے -

سنہ ۶۶۰ ق م میں یورپ کي ایک وحشي قوم نے اِس علاقہ پر حملہ کیا اور یہ عمارت برباد کر ڈالي - اِس کے بعد پھر از سر نو تعمیر کیا گیا - مگر زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا - کیونکہ مسالہ خراب لگایا گیا تھا - یہ اب تک تحقیق نہیں ھوسکا کہ دوسري مرتبہ

شامی جہاد وطنی کا التوا

موجودہ عہد کی ایک قومی جد و جہد پر نظر تودیع !

شہر دمشق کا ایک عمومی منظر

جس کی دو تہائی تاریخی رونق و عظمت فرانسیسی توپوں کی گولہ باری اور فوجی حکام کے قتل و غارت گری سے ہمیشہ کیلیے برباد ہوگئی !
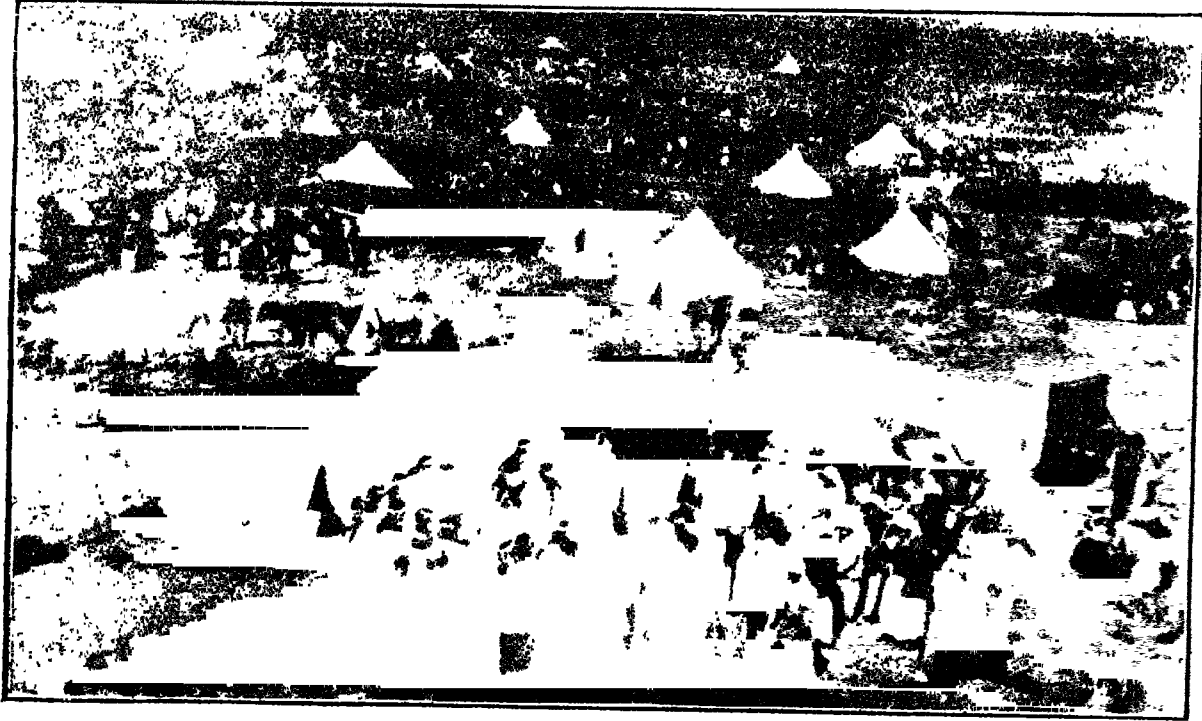
سلطان پاشا اطرش اور دروزی مجاہدین کا معسکر سویداء میں
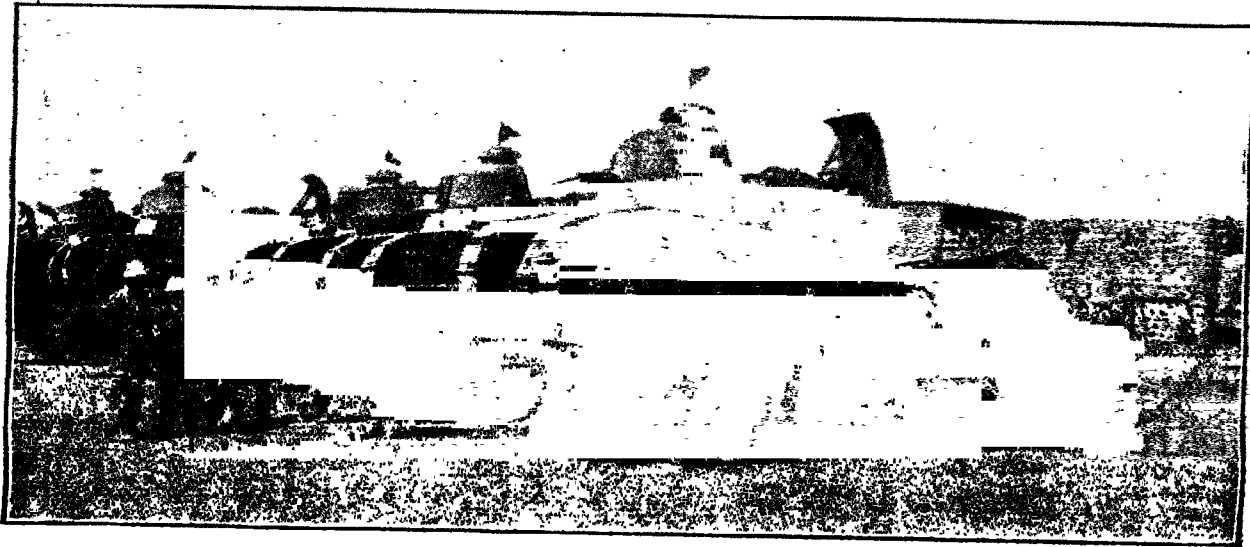
فرانس اعلان کرتا ہے کہ " اب ملک میں امن قائم ہوگیا ہے " مگر یہ " امن " کیونکر قائم ہوا ؟ اس طرح قائم ہوا کہ دمشق کے چاروں طرف اور خود شہر کے اندر ، بڑی تباہ کن مراکب کی صفوں سے ناکہ بندیاں کی گئیں ، اور اس طرح " امن " کے لیے قتل عام کا اعلان کیا گیا !

ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلی مجنون

ایك مصری اهل قلم كي نظری تحقیقات

بلاد اسلامیه کے ادبي و علمي مباحث و افکار کي صدائیں بہت کم هندوستان تک پہنچتي هیں - اول تو یہاں ایسے علمي مجامع کا وجود هي نہیں جو مشرقي و اسلامي ممالک کے علمي مجامع و محافل سے تعارف رکھتے هوں - ثانیاً ' عربي کے ادبي و علمي مباحث کے ذوق سے نه صرف نئي تعلیم یافته جماعتیں بلکه قدیم جماعتیں بھي تقریباً محروم هیں - اس لیے نه تو اِن وادیوں کي اُنھیں خبر ھے - نه وهاں کي صداؤں کیلیے کوئي ذوق اور دلچسپي رکھتي هیں -

هم چاهتے' هیں گاه گاه الهلال کے صفحات پر وهاں کے بعض اهم عصري مباحث کے نمونے شایع کرتے رهیں -

کچھه عرصه سے مصر میں ادب و شعر عربي کي دو متقابل جماعتیں پیدا هوگئي هیں' اور اُن میں بحث و مناظره کا معرکه گرم ھے - ایک جماعت متجددین مفرطین کي ھے جنھیں اردو اخبارات کي اصطلاح میں ادبي " انتہا پسند " (اکسٹریمسٹ یا ریڈیکل) کہنا چاهیے - دوسري جماعت ادبي محافظین کي ھے ' جنھیں سیاسي جماعتوں کي تقسیم میں قدامت پسند (کنسرویٹو) وغیره الفاظ سے یاد کیا جاتا ھے - ادب و شعر کي اِن دو اِنتہائي جانبوں نے افراط و تفریط کے عجیب عجیب زاویے پیدا کردیے هیں - ان دونوں انتہائي جماعتوں کے درمیان بعض اصحاب اقتصاد و اعتدال بھي هیں' لیکن بہت کم - کیونکه جماعت کا ذهني مزاج فکر و عمل کے هر گوشے میں' اعتدال سے مالوف نہیں هوتا - افراط و تفریط هي کي طرف مائل رهتا ھے -

سیاست کي طرح ادب و شعر میں بھي اِن دو مذهبوں کا ظہور' هر ملک کے علمي اور فکري عهد کے ذهني خواص میں سے ھے - انیسویں صدي کے اوائل میں جب یورپ کي ادبیات کا آخري انقلاب ظہور میں آیا' تو اُس وقت بھي طریق مدرسیه (Classic) اور طریق رومانیه (Romantic) کے متبعین میں کشمکش پیدا هوئي اور انتہائي اطراف نمایاں هوگئے - البته یورپ کي قانون اور عربي زبان کي نوعیت میں یه اصولي فرق ھے که اٹھارویں صدي میں جب رومانیه طریقه کے متجددین پیدا هوئے تھے' تو اُس وقت یورپ کا مدرسي علم ادب کوئي ایسي ترقي یافته حالت نہیں رکھتا تھا که هر گوشه میں ترقي و توسع کا محتاج نہو - وه زیاده سے زیاده دو صدیوں کي ابتدائي ادبي ترقي کا نتیجه تھا - جو حروب صلیبیه کے بعد سے یورپ میں شروع هوئي تھي - اور پھر جو کچھه بھي تھا ' صرف ادب کي ایک خاص شاخ میں محدود تھا -

یعني شعر قصصي اور قصص تمثیلیه میں - لیکن عربي علم ادب کي حالت اس سے بالکل مختلف ھے - اُس پر نشو و ترقي کي تیره صدیاں گزر چکي هیں - وه تمدن و علوم کي تمام حالتیں' اور اسالیب بیان و تعبیر افکار کے تمام دور طے کر چکي ھے - اس لیے اُسکي عصري احتیاج بہت حد تک محدود ھے' اور نئے نئے اسالیب و مذاهب کے اخذ و اختیار میں بہت زیاده احتیاط و توسط کي ضرورت ھے - مغربي اسالیب بیان کي کورانه تقلید اور ابداع و تجدد کے افراط و غلو کي جگه چاهیے که مجتہدانه نظر و اعتبار سے کام لیا جاے' اور عربي ادب و شعر کي خصوصیات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتھه قدیم راهوں میں نئي نئي راهوں کي داغ بیل ڈالي جاے -

بهر حال سیاست و معاشرت کي طرح ادب و شعر میں بھي دو متقابل جماعتیں پیدا هوگئي هیں - ادبي تجدد و انقلاب کي اِس حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طه حسین استاذ جامعهٔ مصریه ھے - ڈاکٹر موصوف کي شخصیت میں مصر کے موجوده عهد کي ایک غیر معمولي ذهانت نمایاں هوئي ھے - وه پیدایشي نابینا ھے - اُس کا دماغ حواس خمسه میں سے ایک سب سے بڑے حاسهٔ علم سے محروم تھا - لیکن باوجود اسکے اُس نے جامع ازهر میں علوم عربیه کي تحصیل کي اور یورپ کي متعدد زبانوں میں بھي درجهٔ رسوخ و نظر حاصل کرلیا - وه ابھي جامع ازهر میں مشغول تعلیم تھا که جامعهٔ مصریه اُسکي حیرت انگیز ابوالعلائي ذهانت کي شہرت سے متاثر هوئي اور اپنے صرف سے پیرس اور روم بھجوادیا تاکه مغربي لغات و علوم کي تحصیل سے بھي فارغ هوجاے - کئي سال وهاں بسر کرنے کے بعد جب قاهره واپس آیا تو اِسي جامعه میں استاذ (پروفیسر) مقرر هوگیا -

پچھلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عهد مولدین کے شعراء پر ایک سلسلهٔ مقالات شروع کیا تھا ' جس نے مصر کے ادبي حلقوں میں موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پیدا کردیے - ان مقالات میں وه اوائل عهد بنو امیه کے بعض شعراء غزلیئین کے وجود سے انکار کرتا ھے ' اور اُنکے وجود کو محض قصصي اور شعري وجود قرار دیتا ھے جیسا که بعض مستشرقین یورپ کا بھي خیال ھے - هم آج اُن مقالات کا ایک حصه ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے هیں - اِس کا تعلق " لیلی مجنوں " کے مشہور قصه سے ھے - یه سوال که کیا في الحقیقت قیس عامري اور لیلی کے معاشقه کا قصه حقیقي ھے ؟ پہلے بھي اُٹھه چکا ھے - چنانچه ابوالفرج اصفهاني نے کتاب الاغاني میں اُن لوگوں کي رائیں نقل کي هیں جنھیں ان شخصیتوں کي حقیقت میں شبه تھا ' لیکن هم خیال کرتے هیں اس ادعا اور وثوق کے ساتھه غالباً کبھي انکار نہیں کیا گیا جیسا انکار ڈاکٹر موصوف کو ھے -

هم بالفعل اس باب میں اپني راے ظاهر نہیں کرینگے کیونکه اسکے لیے شرح و تفصیل کي ضرورت ھے - صرف ڈاکٹر موصوف اور اُن کے ناقدین کے مباحث کا خلاصه هدیهٔ قارئین کر دینگے - ڈاکٹر موصوف کي تحریر کا ترجمه حسب ذیل ھے :

اطراف دمشق کا ایک تاریخي قصبه جو گوله باري سے بالکل تباہ کردیا گیا - تباهي کے بعد فرانسیسي پہنچے هیں اور دیکهه رهے هیں که مکانوں کے کهنڈروں اور مقتول لاشوں کے سوا کوي زنده چیز باقي نهیں هے !

حتی المحاریب تبکی وهی جامدة

حتی المنابر ترثی وهی عیدان !
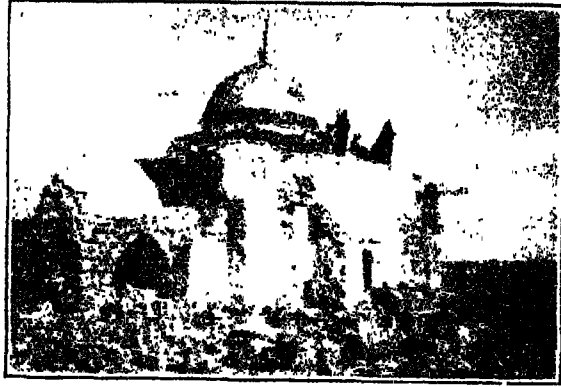
دمشق کي ایک قدیم مسجد جسے فرانسیسي حکام نے منهدم کردیا اور انهدام کے بعد اب اس سے کمین گاه کا کام لے رهے هیں !

دمشق کي مشهور اور تاریخي مسجد " جامع التکیه " کا داخلي منظر - جسے سلطان سلیم خاں نے تعمیر کیا تها - فرانسیسیوں نے اس پر قبضه کرکے اُسے فوجي اصطبل بنا دیا - عین محراب و ممبر کے پاس گهوڑے باندهے گئے !

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طه حسین

اب سے پہلے میں بہت سے ادیبوں کو ناراض کرچکا هوں - بشار بن مرد پر اُنکي خلاف توقع میں نے نکته چیني کي تهی - افسوس ' آج پهر میں اُنهیں ناخوش کرنے پر مجبور هوں میں سچ کہتا هوں ' مجهے اُنکي ناخوشي میں کوئي لطف حاصل نہیں هوتا - لیکن کیا کروں - بحث ونقد کی دیانت مجهے اِس پر مجبور کرتي هے - جب سے میں نے عربي شاعري پر بحث شروع کی هے ' اهل ادب کي ملامت کا نشانه بن گیا هوں - وہ ناخوش هیں - کیونکه میں نے ابو نواس اور حسین بن الضحاک کو بشار بن مرد پر ترجیح دي تهي - آج اُنکي ناراضی اور بهي یادہ هوجائیگي ' کیونکه میں متعدد شعراء کے وجود سے انکار کرونگا ' یا اُنکي شخصیت کي اهمیت گهٹاونگا - میں آج کہونگا که یه شاعر یا تو سرے سے موجود هي نه تهے - یا تهے ' مگر اپنے زمانه میں کوئي نمایاں شخصیت نہیں رکهتے تهے - بعد میں لوگوں نے اُنهیں بڑها دیا - اُنکی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب کردیے جو اُنہوں نے کبهی نہیں کہے تهے -

میں جانتا هوں' بہت سے اهل ادب میرا طریق بحث پسند نہیں کرتے - وہ صرف اثبات اور ایجاب هي کا ذوق رکهتے هیں' اور هر وہ طریق بحث ناپسند کرتے هیں جو انکار یا شک پر ختم هو - اُنکے خیال میں وہ شخص محقق نہیں هے جو "مجنوں" کے وجود سے انکار کرے' یا اسمیں شک و شبه کا اظہار کرے - جو کوئی ایسي جرأت کرے ' وہ اُنکے نزدیک مجرم هے - کیونکه اُنکے خیال مین وہ عربي علم ادب کي عظمت گهٹانے والا هے- اُنکے نزدیک بڑا محقق وہ هے جو ادبي قصص و محاضرات کے هر وجود پر علمي ایمان رکهتا هو' اور هر افسانۂ شعري ' حقیقت کے لباس میں دیکهتا هو- کیونکه اُنکے خیال میں ایسا کرنے سے عربي عظمت بڑهتي اور عربي ادب کي خدمت هوتي هے ' اور اسلیے ایسا کرنے میں حقیقت کي پروا کرنا ضروري نہیں - آنکهیں بند کر لیني چاهئیں' اور جهل و اعتراف کي وادیوں میں بڑهے چلنا چاهیے !

وہ علم و ادب میں بهي وهي راہ اختیار کرني چاهتے هیں جو سیاست میں اختیار کيجاتي هے - صرف جذبات برانگیخته کرو اور مرحبا کے نعرے سنو! بلا شبه اِس طرح تم اِن لوگوں کو خوش کردے سکتے هو- لیکن افسوس هے که اس طریقه میں اُن لوگوں کیلیے کوئي دعوت نہیں هوسکتي جو قوم ' ملک ' اور جماعت کي رضامندي دیکهنے سے پہلے علم ' حقیقت ' اور دیانت کے چشم و ابرو پر نظر رکهتے هیں !

(شعراء غزلیئین)

بد قسمتي یا خوش قسمتي سے میں نے علم اور ضمیر کي رضا مندي کو لوگوں کي تعریف و تحسین پر ترجیح دے رکهي هے - یهي سبب هے که آج میں بغیر کسي احتیاط اور پیش بندي کے اعلان کرتا هوں که شعراء کي وہ جماعت ' جسے میں " اهل غزل " کے نام سے پکارتا هوں' عربي ادب کي تاریخ میں وہ درجه نہیں رکهتي تهي جو آج لوگوں نے اُسے دے رکها هے -

یه شعراء در اصل دو نمایاں قسموں میں بٹے هوئے هیں - دونوں کے متعلق میرے خاص خیالات هیں - ایک قسم " خیالي شعراء " (" شعري سیرتوں ") کي هے - اسمیں مجنوں' قیس بن ذریح' عروہ بن حزام ' جمیل بن معمر' وغیرہ داخل هیں - دوسري قسم " حقیقي شعراء " کي هے - یه وہ لوگ هیں جو نه تو خیالي محبت کے قائل تهے - نه فکري مراتب عفت و تقوی کے دلدادہ تهے - وہ هر ارضي انسان کي طرح زندگي اور اُسکي آلودگیوں سے آلودہ هوئے اور اپنے اشعار میں اُنکے راگ گاتے رهے - اِس جماعت کا سرگروہ " عمرو بن ابي ربیعه " هے -

هاں' مجهے عمرو بن ابي ربیعه کے تاریخي وجود سے انکار نہیں - میں یه بهي تسلیم کرتا هوں که جتنے اشعار اُسکي طرف منسوب هیں' اکثر اُسي کے هیں' اور یه که اُسکي شخصیت اُس زمانه میں بهي تقریباً ویسي هي تهي ' جیسي اس زمانه میں هم تصور کرتے هیں - یهي حال کثیر اور عبیداللہ بن قیس الرقیات کا هے -

(قیس مجنوں)

لیکن مجهے قیس بن ملوح (مجنوں) کے بارے میں پورا شک هے - میں اُسے تاریخي شخص یقین نہیں کرتا - میں تسلیم نہیں کرتا که اس نام کا کوي شاعر موجود تها اور لوگ اُسے جانتے اور اُسکے منهه سے اشعار سنتے تهے- مجهے یه بهی یقین نہیں که جو اشعار اُسکي طرف منسوب هیں ' اُسي کے هیں - میں خیال کرتا هوں که قیس بن ملوح (مجنوں) من جمله اُن خیالي آدمیوں کے تها جنهیں جماعتیں اپنا کوئي خاص تخیل یا زندگي کا کوئي خاص اسلوب ظاهر کرنے کے لیے فرض کر لیا کرتي هیں (یعني افسانۂ و شعر کي ایک خیالي سیرۃ) میرے خیال میں قیس بن ملوح ایک خیالي شخص هے - شعر کے راویوں اور داستاں سراؤں نے اُسے شعري و عشقي ضرورتوں سے ایجاد کیا تها - تا که مجالس و محافل کي دلچسپیوں کا سامان کریں- یا وقت کي ایک ادبي و شعري ضرورت پوري کردیں-

یہاں پر میں اُن اصحاب کو مخاطب کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنهوں نے مجنوں کے سچے عشق اور رقیق جذبات کي ثنا خواني میں بے فائدہ کوشش کي هے - اگر وہ اس کي جگه یه بات دکهاتے که مجنوں ' عهد اموي کے بعض خیالات و جذبات اور شعر و نثر کے خاص خاص اُسلوبوں کا رمز و مظهر هے ' تو اُنکي کوشش زیادہ مفید هوتي' اور اُموي دور کي ایک ایسي خصوصیت ظاهر هو جاتي جسے عهد عباسي نے شروع هوکر اپنے لهو و لعب اور جسماني عیش و عشرت کے سیلاب میں همیشه کے لیے غرق کردیا -

مجنوں پر ایمان رکهنے والوں کو سمجهه لینا چاهیے که یه قصه محض افسانه هے - صحیح تنقید هرگز اِس کا وجود تسلیم نہیں کر سکتي - اُس شخص کے بارے میں تم کیا فیصله کروگے - جسکے نام نسب ' قبیله ' اور واقعات میں اتفاق کي جگه سخت اختلاف هو ؟ اِس سے بهي بڑهه کر یه که راوي خود اُس کے وجود پر متفق نه هوں اور اُسکے حالات سخت مشتبه لهجه میں روایت کرتے هوں ؟

ایسے شخص کے بارے میں تمهاري رائے کیا هو سکتي هے جس کے واقعات ابو الفرج اصفهاني صرف اس وجه سے روایت کرنا چاهتا هے که اس کا موضوع اُسے مجبور کرتا هے ؟ پهر لطف یه که روایات کي صحت کي ذمه داری لینے سے اسے پوري طرح انکار هے- وہ پورا بوجهه اصلي راویوں کي گردن پر ڈال دیتا هے اور خود الگ هو جاتا هے - راویوں کے متعلق همیں معلوم هے که وہ ' بجز رواۃ حدیث کے ' زیادہ محتاط نه تهے - اکثر مشتبه واقعات بهي بیان کر جاتے تهے - لیکن باوجود اپني اس بے احتیاطي کے وہ مجنوں کے بارے میں اختلاف رکهتے هیں اور اُسکے وجود سے انکار کرتے یا شک ظاهر کرتے هیں - نیز اُسکا نام ' نسب ' حلیه ' اور سوانح حیات بالاتفاق بیان نہیں کرسکتے - پس جب خود اصل راویوں کا یه حال هے ' تو کیا همارے لیے یه سمجهنا نا مناسب هوگا که مجنوں محض ایک افسانه هے ؟

ھے ' تو اِس کي بنياد غالباً اسي طرح اور اسي عہد ميں پڑي تھي -

اگر ايک طرف شاھي و تاجداري کي پيدايش اور اُس کي درجه به درجه ترقي سامنے رکھي جاے' اور دوسري طرف تصور الهي کي اس کڑي پر اور اُسکي تمام ارتقائي کڑيوں پر نظر ڈالي جاے؛ تو به يک نظر واضح ھوجايگا که دوسرا تصور' ٹھيک ٹھيک پہلے کا عکس ھے' اور دونوں نقشے ايک ھي ذھني مبدء سے نکلے ھيں - انسان نے ايک ھي زمانه ميں اور ايک ھي طرح کے ذھن و خيال سے حکومت و کبريائي کے دو تخت بنائے - ايک زمين پر آراسته کيا - دوسرا آسمانوں کي ملکوتي فضا ميں بچھا ديا - ايک پر وہ اپنے ابناء جنس کو بٹھا کر اُن کے سامنے اطاعت و غلامي کا سر جھکاتا - دوسرے پر اپنے خدا کا جاہ و جلال ديکھکر سر بسجود ھو جاتا -

يه جو مختلف قوموں نے قديم الهي تصورات ميں هم ديکھتے ھيں که چھوٹے اور بڑے خداؤں کي تقسيم کي گئي' ھر جگه کيليے محلي (مقامي) خداؤں اور آسماني سر پرستوں کا تخيل پيدا ھوا - نذر' بھينٹ' اور قرباني' کي پيش کش ضروري سمجھي گئي' تقرب الهي کے ليے وسائط و وسائل کے عقيده نے رواج پايا' بڑے خدا تک پہنچنے کيليے چھوٹے خداؤں کي شفاعت ضروري تصور کي گئي' معبودوں کے غضب و انتقام سے بچنے کيليے طرح طرح کے مادي اعمال استعمال ميں لائے جانے لگے' خدا کي تمثيلي صورت کي نشست کيليے تخت يا تخت کے قسم کي کوئي چيز ضروري سمجھي گئي' اُس کے سر کي آراستگي کيليے " تاج " بھي وضع کيا گيا' اور اُس کي حکمراني کے انصرام اور مشوروں کيليے دربار اور دربار کے ارکان بھي پيدا ھوگئے؛ تو يه تمام باتيں في الحقيقت دنيا کي شاھي و حکمراني ھي کا پرتو ھيں

دنيا ميں جس وقت سے شاھي و حکمراني کي بنياد پڑي ھے' يه تمام باتيں اُس کے لوازم و خصائص ميں سے سمجھي جاتي ھيں اور مفہوم حکومت کے بنيادي اجزاء ھيں - طاقت اور اختيار کي سب سے بڑي بڑائي پادشاہ کيليے ھوتي ھے - ليکن پادشاہ بذات خود تمام کار و بار حکومت انجام نہيں دے سکتا اور نه دينا پسند کرتا ھے - اُس کے ماتحت وزير و امير ھوتے ھيں' اور وہ احکام شاھي کے مطابق تمام کام انجام ديتے ھيں - اسي چيز نے تصور الهي ميں بڑے معبود اور چھوٹے معبودوں کا تخيل پيدا کيا - خيال کيا گيا که چھوٹے معبود بڑے معبود کے نيچے رھکر کائنات قدرت کے تمام کار و بار انجام ديتے ھيں -

يہيں سے تصور الهي ميں " تقسيم عمل " کا تخيل بھي ترقي پذير ھوا - حکومت اور انتظام کے ھر صيغه کے ليے کوي ايک امير اور وزير مقرر ھوتا اور ھر بستي اور شہر کے اوپر کوي ايک حاکم با اختيار ھوتا - پادشاہ سب کے اوپر تھا' ليکن رعايا کا علاقه اپنے اپنے حاکموں سے تھا - براہ راست پادشاہ سے نه تھا - حاکموں اور وزيروں کو اختيار پادشاہ ھي سے ملتا ھے' ليکن جب مل جاتا ھے' تو وہ اپنے اپنے دائرۂ حکومت ميں خود مختار ھوتے ھيں - رعايا کا فرض ھوتا ھے که اُنھي کے کہے پر چلے اور اپني ساري داد فرياد اُنھي کي چوکھٹوں پر لے جاے - اسي تقسيم عمل اور حکومت بالوسائط کا نقشه تصور الهي ميں بھي قائم ھوا - اور پہلے کارخانۂ کائنات کے ھر صيغه کے ليے الگ الگ خداؤں کي' پھر زمين کے ھر حصے اور آبادي کے ليے محلي خداؤں اور کارسازوں کي تقسيم عمل ميں آئي - يه بات که خدا تک براہ راست کوئي نہيں پہونچ سکتا - ھر انسان کي پہونچ صرف درميان کے وسيله ھي تک ھوسکتي ھے' اور اُسي کے وسيله سے وہ معبود حقيقي تک پہونچ سکتا ھے' ٹھيک ٹھيک يہي بات تھي که کوي آدمي براہ راست پادشاہ تک نہيں پہونچ سکتا - ھر شخص کي پہونچ صرف اپنے اپنے حاکموں اور وزيروں اميروں ھي تک ھوسکتي ھے - وہ چاھيں تو دربار شاھي تک بھي پہنچاديں -

پادشاھوں تک عوام کا براہ راست نه پہنچ سکنا' شاھي عظمت و کبريائي کے تخيل کا نتيجه تھا - بنياد اس خيال کي يه تھي که جو شخصيت جس قدر بھي عوام کي رسائي سے بلند ھوگي' اُتني ھي عظيم اور مقدس ھوگي - جوں جوں يه تخيل پادشاھوں کي شخصيت کے ساتھه ترقي کرتا گيا' اور اُن تک پہنچنے کے ليے نئے نئے واسطے اور وسيلے بنتے گئے' خدا کے تصور ميں بھي ايک منظم سلسلۂ وسائل کا تخيل پيدا ھوتا گيا - اس تخيل کي انتہا يه تھي که کوي انسان معبود حقيقي سے واسطه پيدا ھي نہيں کرسکتا - اُسکا علاقه جو کچھه بھي اور جيسا کچھه بھي ھے' صرف وسائط سے ھے - يعني اُن کار فرما طاقتوں سے ھے جن کے سپرد تدبير عالم کا تمام کارخانه کر ديا گيا ھے - اسي طرح نذرانه' پيش کش' قرباني' بھي ٹھيک ٹھيک وھي بات ھے' جو ايک طرف انساني پادشاھي و سروري کے ليے وجود ميں آئي' دوسري طرف تصور الهي ميں بھي سرايت کر گئي -

علم مصريات Egyptiology سے مصر کے قديم الهي تصورات پر نہايت قيمتي روشني پڑي ھے - اس سے معلوم ھوتا ھے که مصريوں کے سب سے زياده قديم معبود وھي تھے جنھيں محلي يا جماعتي معبود کہنا چاھيے - حضرت مسيح (عليه السلام) سے تقريباً نو ھزار برس پہلے تمام سر زمين مصر محلي معبودوں ميں منقسم تھي - اِس عہد کے ايک ھزار برس بعد (يعني ۸۰۰۰ - قبل مسيح) ميں ايسے معبودوں کا تصور پيدا ھوا جو محلي نه تھے - مثلاً " اوزي ريس " اور اُس کے ثالوث کي پرستش شروع ھوي جو انسانيت کا ديوتا تسليم کيا جاتا تھا - بعض کتبوں سے معلوم ھوتا ھے که اس عہد کے بعد مشرق سے کواکب پرستي کا تخيل مصر پہنچا اور " رارب " (سورج کے ديوتا) کا عالمگير اقتدار تسليم کر ليا گيا - ھيرودوٹس اگرچه اس عہد کے ھزاروں برس بعد مصر پہنچا ھے' ليکن اُس نے بھي يه پراني روايتيں معلوم کي ھيں - وہ لکھتا ھے که مصر کے قديم زمانے ميں ھر ھر بستي کيليے الگ الگ خدا تھا - جب ايک آدمي اپنے گانوں سے نکل کر کسي دوسرے گانوں ميں جاتا تھا' تو جب تک وھاں رھتا' اپنے گانوں کے خدا کي پرستش ترک کرديتا اور اُسي دوسرے گانوں کے خدا کي پوجا کرتا " کيونکه وہ لوگ يقين کرتے تھے که ايک مقام کا خدا صرف اپني ھي حکومت ميں کارسازي کي قدرت رکھتا ھے - دوسرے مقام کے انتظامات ميں دست اندازي نہيں کر سکتا " !

مصر کي طرح ھندوستان بھي تاريخ تمدن کي سب سے بڑي قدامت رکھتا ھے - يہاں بھي محلي اور قبائلي معبودوں کا تصور' اقتدار الوھيت کي درجه بدرجه تقسيم' کارخانۂ کائنات کے نظم کيليے تقسيم عمل' اور اسي طرح کے تمام تخيلات' اسي عہد کے نشؤ و نما کا پته ديتے ھيں -

يونانيوں کے تصور نے تو کوہ المپس کے معبودوں کا ايک پورا دربار حکومت ترتيب ديديا تھا جسکا مرقع آج تک در و ديوار کي آرايش کا کام دے رھا ھے اور جسکے مناظر ھومر کي زندۂ جاويد اليڈ ميں بار بار

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

انسانی تصور الہی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۲)

(دور قہر و جلال)

گذشتہ نمبر میں اس دور کی شرح و تفصیل کا صرف ابتدائی حصہ درج ہوسکا - جس مقام پر پچھلا مقالہ ختم ہوا ہے ' اُسکے بعد مسودہ میں مزید شرح و تفصیل ہے - خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ علم الآثار اور قدیم اصنامی و مذہبی روایات و قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس ابتدائی دور میں تصور انسانی درجہ بدرجہ حسب ذیل منزلوں سے گزرا - یہ گویا اس سلسلۂ ارتقا کی پہلی اصولی کڑی کی فرعی کڑیاں تھیں :

(۱) ایک مجہول خوف ودہشت کا تصور -
(۲) ابتدائی تشخص وتعین -
(۳) مظاہر فطرت کی مہلک اور سلبی قوتوں کا تصور -
(۴) خوفناک اور مہلک جانوروں میں ما فوق الطبیعۃ طاقتوں کا تخیل -
(۵) غیر مرئی دیوتاؤں کا تصور -
(۶) دیوتاؤں کے تصور میں ترتیب ونظم کا ظہور -
(۷) کائنات فطرت کے اعمال ومظاہر میں تقسیم عمل کا تصور - یعنی اس تصور کی ابتدا کہ ہر چیز کی تخلیق و نگرانی کیلیے الگ الگ خدائی طاقتیں ہیں - آگے چلکر یہ تقسیم عام ہوگئی - لیکن اس دور میں صرف فطرۃ کے سلبی اور تخریبی افعال میں ہوئی تھی -

(صفات رحمت و جمال کی آمیزش)

ایک مدت تک ذہن انسانی صرف صفات قہر و جلال ہی کا تماشائی رہا - خود اُسکا ذہنی مزاج بھی ابھی رقیق و لطیف صفات کے نشو و بلوغ سے محروم تھا ' اسلیے وہ خداکے تصور میں بھی اُن کا جلوہ نہیں دیکھہ سکتا تھا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد انسان کی مدنی زندگی نے چند قدم آگے بڑھاے اور اجتماعی معیشت میں ترقی ہوی ' تو معیشت کے نظم ' روابط کے قیام ' علائق کی وسعت ' زندگی کے امن ' اور عقل و ادراک کے منجھہ جانے سے فکر و احساس کا دائرہ اُتنا تنگ نہیں رہا ' جس قدر پہلے تھا - اس لیے قدرتی طور پر اُسکے جذبات و امیال کی کیفیت میں بھی ترقی ہوی ' اور ابتدائی زندگی کی سختی اور نا تراشیدگی کی جگہ رقت و لطافت کے احساسات اُبھرنے لگے - اس حالت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تصور الہی کے دائرہ میں بھی ایک نئی وسعت پیدا ہوگئی ' اور نئے نئے جذبات سے وہ آشنا ہونے لگا -

یہ تصور الہی کی دوسری اصولی کڑی ہے - اس منزل میں پہنچ کر انسان نے دیکھا کہ خدا کا چہرہ اگرچہ غضب و ہیبت کے خال و خد سے ہولناک ہے ' لیکن کبھی کبھی اس پر رحمت و جمال کا تبسم بھی طاری ہوجاتا ہے - یہ تبسم ابتدا میں بہت ہلکا تھا - جوں جوں انسان کے لطیف جذبات منجھتے گئے ' یہ تبسم جمال بھی زیادہ نمایاں اور دلاویز ہوتا گیا - یہانتک کہ انسان کے تصور الہی میں قہر و جلال کے ساتھہ ' رحمت و جمال کے تصور کا عنصر بھی شامل ہوگیا -

یہ رحمت و جمال کے دور کی ابتدا تھی - اس دور میں خدا کی ایجابی صفات کا تصور بالکل ابتدائی اور ناقص حالت میں شروع ہوتا ہے ' اور ایک خاص حد تک نشو و نما پاتا ہے - ابتدائی درجہ میں اسکا عنصر بہت خفیف ہوتا ہے - آگے چل کر زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے - تاہم مجموعی حیثیت سے غلبہ قہر و جلال کی صفات ہی کا رہتا ہے -

(تجسم و تمثل کا دوسرا قدم)

اِس دوسرے دور میں تجسم و تمثل (یعنی خدا کی صفات کو مخلوق کی صفات کی طرح تصور کرنے) نے بھی ایک بہت ہی سست قدم آگے کی طرف بڑھایا - تنزیہہ کی منزل ذہن انسانی کیلیے بڑی مشکل اور بڑی ہی دور کی منزل تھی - اسلیے اس راہ میں اُسکے قدم تیز نہیں اُٹھہ سکتے تھے - تاہم اُٹھتے تھے ' اور اهسته اهسته تمثل کی سطح بلند ہوتی جاتی تھی -

پہلے تمثل سرتا سر ادنی قسم کے حیوانی صفات کا تھا - کیونکہ خود انسانی صفات بھی اسی درجہ میں تھیں - پھر انسان کی معنوی ترقی کے ساتھہ ساتھہ تمثل کی نوعیت میں بھی ترقی ہوتی گئی ' اور اونچے درجہ کی حیوانی صفات سے تصور آشنا ہوگیا - پھر اس میں بھی ترقی ہوئی - انسانی اور کائناتی صفات و اعمال میں سے جو صفات و اعمال اونچے درجے کے انسان کی نظروں میں آ سکتے تھے ' اُن سے خداکا تصور آراستہ کیا جانے لگا -

(الوہیت اور شاہیت)

مثلاً جب اجتماعی معیشت کی ترقی و وسعت سے حکومتوں اور حکمرانوں کا ظہور ہوا ' اور طاقتور انسانوں نے کمزور افراد کو مسخر کرکے اپنی شاہی و مالکی کی عظمت و سطوت پیدا کرلی ' تو ذہن انسانی کے سامنے طاقت اور اقتدار کا ایک نیا پر شکوہ نمونہ آگیا - اسلیے قدرتی طور پر وہ خدا کے تصور میں بھی ایک طرح کی شاہی و حکمرانی کا جاہ و جلال دیکھنے لگا ' اور ساز و سامان حکومت کے وہ تمام اجزاء اُس میں بھی پیدا ہوگئے ' جو دنیا کے پادشاہوں اور انکے درباروں میں پیدا ہوگئے تھے - یہ جو آگے چلکر خدا کے عالمگیر تصور میں ایک شہنشاہ اور اُسکے دربار حکومت کے تمام لوازم کا تخیل سرایت کرگیا - حتی کہ آج خدا کا نام سنتے ہی ہمارے تصور میں ایک بڑے پادشاہ کے تخت عظمت و جلال کا نقشہ پیدا ہوجاتا

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

السحر الحلال فی مجلات الہلال

همارے سامنے آتے هیں - اس دربار میں زفس یا زیوس Zeus (مشتري) عصاء شاهي هاتهه میں لیکر تخت ریاست پر متمکن هوتا - هیرا اُسکي بیوي ملکه کي طرح اُسکے بائیں جانب بیٹهتي - دونوں طرف تخت کے نیچے بقیه معبود اور دیوتا بیٹهتے ' اور هیبیا Hebe (زفس کي بیٹي اور شباب کي دیوي) ساقي گري کا فرض انجام دیتي - هومر الیڈ کي چوتهي نظم شروع کرتے هوے کهتا هے :

" دیوتاؤں نے زفس کے گرد مجلس شوری آراسته کي - سنهري ایوان میں سب جمع هوئے - هیبیا نے عیش و نشاط کے جاموں کو گردش دي " الخ

هندوستان اور یونان ' دونوں نے اپنے معبودوں کیلیے سر بفلک پهاڑ کي پراسرار چوٹیاں منتخب کي تهیں - هندوستان میں هماله کي برف آلود چوٹیاں دیوتاؤں کا مسکن اور دربار بنیں - یونانیوں کے پاس هماله جیسا پهاڑ نه تها ' لیکن اِلمپس کي ابر آلود چوٹیاں کافي بلند تهیں - اُنهوں نے خیال کیا ' ابر کے پر اسرار اور هیبت انگیز پردہ کے پیچهے اُن کے معبودوں کا دربار جاہ و جلال آراسته هے !

دیوتاؤں کیلیے طرح طرح کي سواریوں کا تخیل ' هندوستان ' یونان ' اور مصر کے مقدس رتهه ' آشور اور بابل کے تخت رواں ' ایران کا عجیب الخلقت مرکب ؛ سب اسي تخیل کے برگ و بار هیں - هندوستان ' مصر ' یونان ؛ تینوں نے معبودوں کي سواري کے جلوس اور تزک و احتشام کے سامان ویسے هي آراسته کیے تهے ' جیسے پادشاهوں کي سواریاں اُن وقتوں میں نکلا کرتي تهیں - علم و تاریخ کي خوش قسمتي سے اُن عهدوں کي شاهیت اور الوهیت : دونوں کے نقشے همارے سامنے آگیے هیں !

پادشاهت اور اُلوهیت کے اسي تماثل کا نتیجه تها که دونوں میں ایک عجیب طرح کا مخفي لزوم و علاقه پیدا هوگیا - یعني دونوں باهمدگر ایک دوسرے کے تخیل سے اِسطرح متاثر و منفعل هونے لگے که ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ' اور دوسرے کے اثر سے پہلا متاثر هوتا - کیونکه دو قریب قریب اور متماثل تخیل به یک وقت نشوؤ نما پانے لگے تهے - اگر ایک طرف شاهي و سروري کے اعتقاد نے خدا کے تخیل میں اپنا ساز و سامان حکومت پیدا کر دیا ' تو دوسري طرف خدا کے تصور کي شان الوهیت و تقدیس ' شاهي و سروري میں بهي پیدا هوگئي ' اور اس طرح ذهن انساني کے لیے دو هم شکل چیزوں میں حد امتیاز قائم کرنا دشوار هوگیا -

یهیں سے انساني پادشاهت میں شان اُلوهیت و کبریائي کے اعتقاد کي بنیاد پڑي - هندوستان ' مصر ' دو آبۂ دجله ؤ فرات ' اور ایران ' قدیم تمدن کے چار بنیادي مقامات هیں ' لیکن ان چاروں جگهوں کي تاریخ میں شاهي و سروري کے تاج کے گرد ' اُلوهیت و سماویت کا مقدس هاله نظر آرها هے - هندوستان اور مصر میں پادشاہ کا منصب ایک آسماني منصب تسلیم کیا گیا - اُن کے خاندان ' نسب ' پیدایش ' نشو و نما ' موت ' اور هر طرح کے معاملات میں غیر انساني قسم کے اسرار و رموز کي تقدیس پیدا هوگئي - وہ خود بهي ایک دیوتا هوگئے ' خدا کا مظهر ' اوتار ' اور پهر زیادہ هلکے لفظوں میں خدا کا سایه تسلیم کیے گئے ' اور " مشبه " اور " مشبه به " کا امتیاز اس طرح اُٹهه گیا که اب اس کا فیصله دشوار هو گیا هے که ان دونوں چیزوں میں " مشبه " کون تها اور " مشبه به " کسے قرار دینا چاهیے ؟

یه جو تمام قدیم قوموں میں اُنکي پادشاهتوں کي ابتدا دیوتاؤں سے تسلیم کي گئي هے ' یا پادشاهوں کا سلسلۂ نسب اجرام سماویه سے ملا دیا گیا هے ' یا پادشاهت کي ابتدا آغاز خلقت کے کسي ایسے عهد سے هوتي هے جب دیوتاؤں اور آسماني طاقتوں کے ما وراء طبیعت کارنامے انجام پا رهے تهے ؛ تو یه بهي اِسي صورت حال کا قدرتي نتیجه هے - قدیم مصریوں کا عام اعتقاد تها که تخت مصر پر پهلا دور دیوتاؤں کي براہ راست حکومت کا گزرا هے - دوسرا دور ایسے انسانوں کي حکومت کا تها جن میں پوري نهیں آدهي دیوتائي تهي - بیس هزار برس جب ان دونوں دوروں پر گزر چکے ' تب انسانوں کا دور حکومت شروع هوا - هندوستان میں بهي چندر بنسی اور سورج بنسي خاندانوں کا تخیل قائم هوا ' جنکا سلسلۂ نسب چاند اور سورج پر جا کر ختم هوتا هے - آشوریوں اور بابلیوں کا بهي یهي خیال تها - وہ کهتے تهے ' پادشاهت کا سب سے پهلا سلسله سورج دیوتا سے شروع هوا هے -

انساني پرستش کے تخیل نے بهي اسي دور میں نشوؤ نما پائي - تمام ایسے انسان جو عام سطح سے کوئي بلند طاقت حاصل کر لیتے تهے ' به آساني دیوتاؤں کا درجه حاصل کر لیتے - عجب نهیں اِس کي ابتدا اِسي الوهیت اور پادشاهت کے تشابه سے هوئي هو -

مظاهر فطرۃ کي پرستش کے سلسله میں اجرام سماوي کي پرستش بهي اسي دور میں شروع هوئي ' اور انساني تخیل نے به تدریج اپنے ماحول سے متاثر هوکر اُن کي جسماني شکل و شباهت وضع کر لي - غالباً کواکب کي مختلف جسماني صورتیں سب سے پہلے دو آبۂ دجلۂ و فرات میں پیدا هوئي هیں - اُس کے بعد مصر اور یونان میں کواکبي اصنام کي پرستش کا ظهور هوا ' اور اُن کي اِلهي روایات نشوؤ نما پانے لگیں - پهر ایک مدت کے بعد جب علم هئیۃ کي ابتدائي معلومات سے انسان آشنا هوا ' تو کواکب پرستي کے تخیل میں زیادہ نظم و اسلوب پیدا هو گیا ' اور ذهن و فکر کي رقت و لطافت ترقي کرنے لگي -

---

مختارات

سچ اور خاموشي ' عورت کا بهترین زیور هے ـــ اریپڈس

تهوڑي فرقت محبت کو بڑهاتي ' اور زیادہ فرقت محبت کو قتل کر ڈالتي هے ـــ میرابو

عورت کے محبت بهرے دل سے زیادہ بڑي چیز دنیا میں کوئي نهیں ـــ لوتهر

عورت اس لیے پیدا کي گئي هے که مرد کو مانوس کرے ـــ والٹیر

مرد کو خدا سے همیشه دعا کرني چاهیے که عورت اُس کي حقیقت نه جاننے پائے ـــ تهیکرے

ادم سب سے زیادہ خوش نصیب انسان تها - کیونکه اُس کي ساس نه تهي ـــ پارفیه

(اتفاق سے ایک شعري خطاب)

" اتفاق ' آہ تم کیا جانو اتفاق کیا هے ؟ اتفاق ایک سفید کبوتر هے جو اپني چونچ میں زیتون کي شاخ لیے هوئے ' نااتفاقي کے طوفان سے نجات دینے کی خوش خبري سنا رها هے !

اتفاق چهچهاتي هوئي ایک بلبل هے اور اپنے شیریں راگوں سے غمزدہ دلوں میں طرب پیدا کر رهي هے !

اتفاق ' خوبصورت عندلیب هے - آسمان میں اڑتي چلي جاتي هے ' اور وهاں سے نسیم جنت بن کر واپس آتي هے !

اتفاق ' آسماني فرشته هے جو اپنے نوراني پر بهادر روحوں پر پهیلا دیتا هے ! "

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱ کلکته : جمعه ۲۷ - صفر ۱۳٤٦ هجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 26, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی -

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای - ،

پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی -

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی - اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی - یاد رکھیی - طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی - ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین -

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦٥٧ مراسلات وصول هوی هین - تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۸٤	اردو حروف کی حق مین	۲۱۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۲۱	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۸٦	نستعلیق هون	٥٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی -

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی - اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی - آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین -

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طاهه حسین

(۲)

قیس کے بارے میں عام راوي تو صرف اختلاف بیان هي پر قانع هیں لیکن ثقه راویوں کو انکار یا شک میں تامل نہیں ھے - میں تمام اقوال پیش کرکے تحریر کو طول دینا نہیں چاهتا - آغانی کي پہلي اور دوسري جلد میں کافي ذخیرہ موجود ھے ' اور بآساني دیکھا جا سکتا ھے -

بعض راویوں کا انکار تو اِس درجه تک بڑھ گیا تھا که وہ کہتے تھے :

" بني عامر (مجنوں کے قبیله) کے دل اِس قدر ٹھوس هیں که ان میں اِتني زیادہ محبت هو هي نہیں سکتي - هاں بے عقل باشندگان یمن سے یه بعید نہیں - لیکن بني نزار اِس سے کوسوں دور هیں "

ایک آور راوي تصریح کرتا ھے :

" میں قبیلۂ عامر کے ایک ایک خاندان میں پھرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کیا - مگر کسي نے بھي اُس کي واقفیت کا اظہار نہیں کیا - بلکه سخت انکار کیا "

ایک دوسرے راوي کا بیان ھے :

" میں نے بني عامر کے ایک بدوي سے مجنوں کا حال پوچھا - اُس نے بہت سے عامري مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قیس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رہا "

پھر اُن راویوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوي هیں - وہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے هیں ' حتی که اُس کے نام تک پر متفق نہیں - کوئي قیس بتاتا ھے - کوئي مہدي کہتا ھے - کوئي اقرع قرار دیتا ھے - کوئي بحتري پر زور دیتا ھے - پھر اُس کے حسب و نسب کے بارے میں اختلاف شروع هوجاتا ھے - پھر خود اُس کا جنون بھي سب تسلیم نہیں کرتے - کوئي کہتا ھے ' وہ بالکل دیوانه تھا - کوئي اُسے عاقل گردانتا ھے - اصمعي کا قول ھے " وہ مجنون نہیں تھا - صرف ابو حیه نمیري کي طرح تھوڑي سي سنک تھي " اِس کے بعد یه بحث شروع هوتي ھے' آخر وہ مجنوں کیسے مشہور هوا ؟ بعض کہتے هیں " وہ پہلے هي سے دیوانه تھا " بعض اِس کے خلاف هیں اور یه وجه بیان کرتے هیں که " اُس نے ایک شعر میں اپنے آپ کو مجنوں کہا تھا - اِس لیے اُس کا یه لقب پڑگیا جیسا که بہت سے شعراء کا حال ھے - مثلاً نابعه " اختلاف ابھي ختم نہیں هوتا ' بلکه جنون کے سبب تک پہنچتا ھے - کچھه لوگ کہتے هیں " محبت نے اُسے دیوانه بنا دیا تھا " بعض کہتے هیں " در اصل اُس نے اپنے ایک شعر میں خدا کي مشیئت پر اعتراض کیا تھا ' اس لیے خدا نے اُس پر اپنا قہر نازل کیا ' اور دیوانه هوگیا "

وہ شعر یه ھے : (اور کیا بے نظیر شعر ھے !)

قضاها لغیري و ابتلاني بحبها
فهلا بشیئ غیر لیلی ابتلانیا ؟

(خدا نے میري محبوبه کو تو دوسرے کے لیے کردیا - لیکن مجھے اُس کي محبت میں مبتلا کردیا - کیا یه نہیں هو سکتا تھا که لیلی کے سوا مجھے کسي دوسري مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ؟)

بعض راوي اِس کا رد کرتے هیں - اُن کا بیان ھے که خدا کا قہر جنون کي شکل میں نہیں بلکه برص کي شکل میں اُترا تھا - غرضکه جتنے منھه اُتني هي باتیں هیں - ایسي صورت میں کون یقین کر سکتا ھے که مجنوں جیسا کوئي مشہور شخص دنیا میں کبھي موجود تھا ؟

بلا شبه یه اعتراض پیدا هوتا ھے که اگر مجنوں موجود نه تھا تو یه پورا قصه کہاں سے آگیا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راویوں نے دیدیا ھے - ابن کلبي لکھتا ھے :

" بني امیه کا ایک نوجوان اپني چچیري بہن پر عاشق هوگیا تھا - جوش عشق میں اُس نے اشعار کہے - پھر ڈرا ' مبادا راز کھل جائے اور طرفین کي رسوائي هو - لہذا اُس نے اس راز داري کے لیے مجنوں کا نام اختراع کرلیا اور اپنے اشعار اُس کي طرف منسوب کردیے "

پھر هم یه بھي جانتے هیں که اُس زمانه میں شعر و ادب کے ایسے راوي موجود تھے جنکا کام محض لوگوں کا دل بہلانا اور گرمي صحبت کے لیے داستانسرائي کرني تھي - وہ اشعار و حکایات بناتے تھے اور بصرہ ' کوفه ' بغداد وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں پھیلا دیتے تھے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نویس لندن اور پیرس میں طرح طرح کے افسانے مشہور کردیا کرتے هیں - یه معمولي لوگ نه تھے - اِن میں ایسے لوگ بھي داخل تھے جنھیں آج کل ثقه راوي یقین کیا جاتا ھے - اِنھوں نے اشعار و حوادث گڑھنے میں غیر معمولي مہارت حاصل کي تھي - وہ صاحب علم و فکر تھے - اس لیے اُس زمانه میں بھي عوام اُنھیں صادق و معتبر سمجھتے تھے اور ان کي روایت بغیر شک و شبه کے قبول کر لیتے تھے - اس طرح کے راویوں میں سے دو راویوں کے نام میں یہاں پیش کرونگا - " حماد راویه " اور " خلف احمر " اِن دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعي واقعات و اشعار بنائے هیں - یه دونوں عربي زبان کے ماهر اور بدوي قبائل سے بھي بہتر عربیت کے اسرار و دقائق جاننے والے تھے - دونوں اپنے دین میں متهم اور لہو و لعب کے دلدادہ تھے - بعض هم عصر شعراء انکے شریک حال هوگئے تھے - اسلیے ان کے راز جانتے تھے اور انکي صداقت میں شبه کرتے تھے -

یه حال صرف رواۃ ادب و شعر هي کا نہیں ھے - اهل علم جانتے هیں که انساب ' سیر ' اور فتوح و غزوات کے بہت سے راوي بھي ایسے هي تھے - سیرت ابن هشام اٹھاکر دیکھو - اس میں ایک بڑا ذخیرہ اشعار کا پاؤگے - لیکن خود ابن هشام روایت کے بعد تصریح کرتا جاتا ھے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصیدہ سے انکار کرتے هیں "

کے باپ نے قیس کو اپنی لڑکی دینے سے انکار کردیا - سبب یہ بتایا کہ قیس اُس کی لڑکی پر عاشق ہے اور عشق طشت از بام ہوچکا ہے - بعینہ یہی واقعہ ہم دوسرے عشقیہ قصوں میں بھی پاتے ہیں - یہ گویا اُس عہد کے عشقیہ قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تھا - راویوں کا بیان یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھی کہ وہ عاشق سے لڑکی کا بیاہ نہیں کرتے تھے - میں نہیں جانتا یہ بیان صحیح ہے یا غلط ؟ عرب جاھلیۃ کا دستور تو اِس کے برعکس تھا - گمان غالب یہ ہے کہ راویوں نے یہ دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا ہے تا کہ عشقیہ قصوں میں عشاق کی محرومیوں کی ایک معقول وجہ ھاتھہ آجاے -

یہ واقعہ بھی کچھہ کم مضحکہ انگیز نہیں کہ خلیفۂ وقت نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر قیس، پردہ میں بیٹھنے کے بعد بھی لیلی سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعہ کی طرح یہ واقعہ بھی اکثر عشقیہ قصوں میں دھرایا گیا ہے - ہم بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئی کام باقی نہیں رھا تھا کہ بدوی عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانہ مداخلت کرتے رھیں ؟ کبھی اُنکے قتل کا حکم دیں - کبھی اُنھیں معاف کردیں ؟ آخر وہ کون سی شرعی بنیاد تھی جس کی بنا پر وہ اِس قسم کے احکام صادر کرتے تھے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانہ عشق اتنا بڑا جرم ہے کہ اُس کی تعزیر قتل ہے ؟

اِسی طرح یہ واقعہ بھی ایک پر لطف ایجاد ہے کہ قیس جنون عشق میں وحشی ہوگیا تھا - اِیسا وحشی کہ اُس کا جنگل کے سوا کہیں جی نہیں لگتا تھا - ہرنوں سے موانست ہوگئی تھی - اور شب و روز کا ساتھہ تھا - داستان گو کی مبالغہ پسندی کے لیے اِتنا کافی نہ تھا - وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے ' اور ہمیں بتلاتا ہے کہ ایک دن وہ (راوی) قیس کی جستجو میں اُس درخت تک پہنچ گیا جسکے نیچے قیس ہرنوں کے ساتھہ بسیرا لیتا تھا - اور اِس طرح پہنچا کہ نہ تو قیس کو اُسکی خبر ہوئی ' نہ اُسکے رفیق و مونس ہرنوں کو - پہلے یہ سراغ رساں راوی چپکے سے درخت پر چڑہ جاتا ہے ' پھر اُترتا ہے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا ہے - ہرن آواز سنتے ہی بھاگ گئے - قریب تھا کہ قیس بھی چل دے - مگر راوی نے فوراً لیلی کا نام لے لیا - علی بابا کے " سم سم " کی طرح " لیلی " کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمی اثر دکھایا اور قیس کی وحشت دور ہوگئی - اب وہ آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پھر اچانک ایک نازک بدن ہرنی نظر آگئی اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازہ ہوگیا !

یہ سب راویوں کا تخیل و تصنع ہے - ہم اِسے ہرگز واقعہ نہیں سمجھہ سکتے - یہ مبالغہ کی ایک خاص قسم ہے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو بے سر و پا باتیں شروع کر دیتے ہیں - اکثر قدیم عشقیہ قصوں میں یہی چیز نظر آتی ہے - دنیا کی سب سے پرانی قصصی نظم الیڈ کا بھی یہی حال ہے - یونانی شعر و ادب کے مغربی نقادوں نے اِسی اسلوب پر الیڈ کی بھی تنقید کی ہے - اُسکے غیر معقول رکیک ' اور مبالغہ آمیز اشعار ' کم زور شعراء کا الحاقی کلام قرار دیا ہے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماہر شاعروں کا تخیل بتایا ہے - (یعنے اُن مغربی نقادوں نے جنھوں نے ہومر کے حقیقی وجود سے انکار کیا ہے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتھہ بہت رعایت کی جائے اور اُسے محض خیالی شخص نہ قرار دیا جائے ' جب بھی اُسکے مشکوک و مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں ہو سکتا - بلا شبہ بحث کا خاتمہ شک و انکار پر ناپسندیدہ ہے - لیکن ہمیں علم و حقیقت کی خاطر کبھی کبھی اُس پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے -

ہمارے سامنے متعدد عشقیہ عربی قصے موجود ہیں - یہ قصے کئی باتوں میں باہم مشترک ہیں اور کئی باتوں میں مختلف ہیں - مثلاً یہ چیز سب میں یکساں طور پر موجود ہے کہ ان تمام قصوں کے ابطال عشق (ہیروز) بدوی ہیں - سب کی محبت یکساں طور پر انتہائی قسم کی ہے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑی بڑی تکلیفیں دیں - سب کی محبت پاک تھی - سب نے تقریباً ایک ہی طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک ہی درجہ کے ہیں - سب کے واقعات ' مصائب ' طرز عمل ' اور خلفاء و حکام کی مداخلت کی نوعیت بھی یکساں ہے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں ہے ' اُن کے قبائل میں ہے ' یا اُس ماحول میں جس میں انھوں نے پرورش پائی تھی -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنی) میں شک کرنے کے بعد ہمیں اُن کی جگہ دوسرے اشخاص یا دوسری چیزیں قائم کرنی چاھئیں ' ورنہ بحث بے نتیجہ ہوگی - نفی و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر ہے - میری رائے میں قیس بن ملوح ' قیس بن ذریح ' جمیل بن معمر ' اور عروہ بن حزام کی جگہ صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود ہے - یعنی عہد مولدین کے قصص عشقیہ کا فن اور مذہب (اسکول) میرا یقین ہے کہ یہ فن ' عہد اموی میں ظاہر ہوچکا تھا ' یا کم سے کم اُس کی نمایاں بنیادیں پڑچکی تھیں - آھستہ آھستہ اِس میں ترتیب و ترقی ہوئی ' یہاں تک کہ ایک مستقل فن بن کر موجودہ زمانہ کی عشقیہ قصہ نویسی کے قریب قریب پہنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ قیس بن ملوح کی شخصیت تاریخی ہے یا غیر تاریخی ؟ میرے سامنے چند عشقیہ قصے موجود ہیں : قصۂ قیس بن ملوح ' قصۂ قیس بن ذریح ' قصۂ جمیل بن معمر ... وغیرہ - اب میری بحث کا موضوع یہ قصے ہیں جنھیں متمدن تخیل نے پیدا کیا ہے ' نہ کہ خود عشاق - مجھے وہ اشخاص تلاش کرنے چاھیئیں جنھوں نے یہ قصے بنائے - نہ کہ وہ عشاق جن کے حالات یہ قصے بیان کرتے ہیں - مجھے قصہ نویسوں کی اختراعی قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کی مہارت فنی سے بحث کرنی ہے - مجھے اُس ادبی فن پر غور کرنا چاھیے جو ادب و علوم کی دوسری شاخوں کی طرح ' اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تھا ' اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پیدا ہوگیا -

بلا شبہ میں جانتا ہوں ' اِس بحث کی راہ میں سخت موانع در پیش ہیں - یہی ایک مانع کیا کم ہے کہ ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں - تاہم ہمیں چاھیے کہ ادب عربی کی خصوصیات و کمالات کی تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادی میں قدم اُٹھائیں ' اور اِن قصّوں کا ادبی تجزیۂ و تحلیل کرکے اُن کا عیب و ہنر الگ الگ دکھادیں - ہمیں چاھیے کہ عہد اموی کے اُن ادبی ' اخلاقی ' سیاسی ' اجتماعی ' اسباب کا سراغ لگائیں جنھوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پہل زمین طیار کی ' اور پھر ان اسباب کی بھی جستجو کریں جنسے عہد عباسی میں یہ تمام عمارتیں منہدم ہوگئیں -

اصل یه هے که عرب ' روم ' ایران ' اور یونان؛ باهم بهت حد تک مشابه هیں - رومیوں نے یونان پر جنگي فتح حاصل کي تهي مگر یونان نے رومیوں پر ادبي فتح پا لي - یهي حال عربوں کا هوا - اُنهوں نے اُیران کو اپنے قومي جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایراني ادب و ذهنیت سے مغلوب هوگیے - اس ادبي فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے هیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یه کیا که روم اور عرب کے تمدن پر دست درازي کي اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یهي صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بهي پیش آئي هے -

ان وجوہ کي بنا پر همیں پورا حق هے که اپنے ثقه راویوں کي روایت پر بهي شبه کریں - اور جب وہ مجنوں جیسے قصه میں اس قدر باهم مختلف هوں تو آور بهي زیاده شک و احتیاط کریں -

همارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقه آور بهي هے - لیکن وہ محض ایک فني طریقه هے - تاریخ سے تعلق نهیں رکهتا - مجنوں کے اشعار میں هم اِس طریقه سے کام لے سکتے هیں - شعر همیں خود بتادے گا که یا تو وہ بتکلف بنایا گیا هے ' اس لیے محبت کا سچا جذبه پیش نهیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام هے اور راویوں نے سهواً یا عمداً اُسے مجنوں کي طرف منسوب کر دیا هے -

جاحظ نے بالکل ٹهیک کہا هے :

" کوئي شعر نهیں جس میں لیلی کا ذکر هو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کي طرف منسوب نه کر دیا هو - اور کوئي شعر نهیں جس میں لبنی کا ذکر هو اور قیس بن ذریح کے سر تهوپ نه دیا گیا هو - یه واقعه هے که مجنوں کی طرف بهت سے شعر منسوب کر دیے گئے هیں ' حالانکه خود مجنوں کو اُنسے کوئي تعلق نهیں - یه شعر اُن شاعروں کے هیں جو نه تو مجنوں تهے ' اور نه محبت نے اُنکا وہ حال کر دیا تها جو مجنوں کا تها "

شاعر کي تحقیق کس طریقه پر کرني چاهیے ؟ خود شاعر کي شخصیت سب سے پهلي چیز هے - یه اس لیے که شاعر اپنے شعر میں اپني شخصیت ضرور رکهتا هے - اگر شاعر' کامل هے تو اُسکا دیوان اُسکي نفسیت اور جذبات کا آئینه اور اُسکي پوري شخصیت کا مظهر هوتا هے - اُس کي مختلف نظموں میں ایک هي روح ' ایک هي نفسیت ' ایک هي قوت کار فرما نظر آئیگي - بلا شبه تمام اشعار یکساں نه هونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمي بیشي هوگي - لیکن شاعر کي شخصیت سب میں نمایاں هوگي ' اور وحدت شعري اِس درجه واضح هوگي که ذوق سلیم فوراً فیصله کر دیگا که یه شعر فلاں کا هے یا یه شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر هے - همارے خیال میں یه طرق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل هے - خصوصاً شعر غنائي (گانے کے اشعار) میں اُسکي اهمیت غیر معمولي هے - کیونکه شعر کي یه صنف ' نفس کا شفاف آئینه اور جذبات کا سچا مظهر هوتا هے -

اِس اصول کي بنا پر کیا هم مجنوں کے اشعار میں اُس کي کوئي نمایاں شخصیت دیکهه سکتے هیں ؟ میرا دعوی هے که نهیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرني نهیں چاهتا - میري تحقیقات کا خلاصه مختصر لفظوں میں یه هے که مجنوں کي طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے هیں ' وہ :

(۱) یا تو مشهور شعراء کے هیں اور راویوں نے غلطي سے مجنوں کي طرف منسوب کر دیے هیں -

(۲) یا مجهول شعراء کے هیں اور لیلی کا ذکر دیکهکر لوگوں نے مجنوں کے سمجهه لیے هیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجهه کر بنائے هیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپني گرم بازاري کے لیے گڑهے هیں اور مجنوں کے سر تهوپ دیے هیں -

میں نے بڑي کوشش کي ' مگر ان اشعار میں کسي مشترک شخصیت کي روح نه دیکهه سکا -

مجنوں کے بارے میں اپني رائے ایک آور طریقه سے بهي هم ثابت کر سکتے هیں - وہ یه که راوي اُس تعلق کي نوعیت بیان کرنے میں بهي بهت مختلف هیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلی کے درمیان تها -

بعض کهتے هیں لیلی مجنوں میں بچپنے هي سے تعارف هوگیا تها - دونوں بکریاں چرایا کرتے تهے - آهسته آهسته دل کو تعلق هوا - یهاں تک که بچپنے کے اُنس نے جواني میں عشق کي صورت اختیار کرلي - جوان هونے پر لیلی قیس سے چهپا دي گئي تهي - اِس صدمه نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یه قصه تسلیم نهیں کرتے - اُن کا دعوی هے که دونوں میں بچپن سے تعارف نهیں هوا - بلکه اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات هوگئي - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکهیں - سلام کیا - اُنهوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹها لیا - قیس سواري سے اُترا - امرء القیس کي طرح اپني اونٹني ذبح کرڈالي اور گوشت بهون بهون کر اُنهیں کهلانے لگا - یهاں تک که شام هوگئي - شام کو ایک آور نوجوان وارد هوا - سب لڑکیاں قیس کو چهوڑ کر اُس کي هو رهیں - اِس پر قیس خفا هوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کهے - دوسرے دن صبح پهر اُدهر گیا تو لڑکیاں موجود نه تهیں - صرف لیلی موجود تهي - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کي طرح پهر اپني اونٹني ذبح کي اور محبت کا اظهار کیا - ابتدا میں لیلی نے بے رخي دکهائي - قیس بهت غمگین هوا - لیکن پهر لیلی کو ترس آگیا - اپني محبت کا بهي اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بهي تسلیم نهیں کرتے - وہ کهتے هیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلداده تها - لیلی ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزه تهي - قبیله کے نوجوان اُس کے هاں بیٹهتے اُٹهتے تهے - قیس نے سنا تو وہ بهي آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار هوگیا !

اِسي قسم کي آور روایتیں بهي هیں - اِنسے صاف معلوم هوتا هے که لیلی کي شخصیت بهي قیس سے کچهه کم ما به النزاع نهیں هے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والي لڑکي بنایا هے - دوسري میں بدوي دوشیزه ' جو نوجوانوں کو روکتي اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتي هے - تیسري میں اُس وضع کي ایک مهذب اور نستعلیق خاتون ' جیسي بڑے بڑے اسلامي شهروں میں هوا کرتي تهیں - کیا صرف یهي ایک اختلاف ' لیلی کي شخصیت مشتبه کر دینے کے لیے کافي نهیں هے ' جیسا که پهلا اختلاف مجنوں کي شخصیت پوري طرح مشکوک کر دیتا هے ؟

مجنوں کے قصه میں آور بهي اندروني شهادتیں ایسي موجود هیں جو میري رائے کي تائید کرتي هیں - مثلاً یه روایت که لیلي

صحبت اور معاشرت بھی اکتسابی تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے' بلکہ بسا اوقات درس و تدریس کی باقاعدہ تعلیم سے بھی کہیں زیادہ موثر ہوتی ہے - لیکن جہاں تک اسکی زندگی کے حالات روشنی میں آئے ہیں' کوئی قرینہ اِس کا موجود نہیں کہ اُسے مشرق و ایشیا کی عام مقلدانہ رسمی سطح سے کوئی بلند درجہ کی صحبت ملی ہو -

سفر و سیاحت بھی ذهن کی نشو و ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ہے' لیکن اس نے اپنی ابتدائی زندگی میں هندوستان اور حجاز کے سوا اور کسی مقام کا سفر نہیں کیا تھا - ظاهر ہے کہ اِن دونوں مقامات میں کوئی سرچشمہ ایسا موجود نہ تھا جس سے ایک مجتہدانہ فکر و نظر کی پیدایش ہو سکے - انیسویں صدی کے اوائل میں اِن مقامات کا تعلیمی تنزل منتہاء کمال تک پہنچ چکا تھا -

قسطنطنیہ میں بار دوم : سنہ ۱۸۹۲

سب سے زیادہ یہ کہ اُس نے جتنی بھی اور جیسی کچھہ بھی تعلیم حاصل کی تھی' وہ وهی تعلیم تھی جو بجاے خود مسلمانوں کے دهنی تنزل کی پیداوار ہے اور کئی صدیوں سے اسلامی دنیا کے دماغی تنزل کا سب سے بڑا سبب بن گئی ہے - اس تعلیم سے دهن و فکر کی تمام قوتیں پژمردہ هو جا سکتی هیں' لیکن آزادانہ نشوؤ نما نہیں پا سکتیں -

بایں همه وہ سنه ۱۸۷۰ - میں جب کہ اُس کی عمر بہ مشکل تیس برس کی هوگی' یکایک قاهرہ میں نمایاں هوتا ہے' اور صرف چالیس دن کے قیام سے اس عظیم مشرقی دار الحکومت کے تمام علمی حلقوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے - حتی کہ اُس کی " عجیب اور نئی قسم کی علمی قابلیتوں " کی شہرت دارالخلافۃ قسطنطنیہ تک پہنچتی ہے' اور اس کی تمام اصلاحی اور انقلابی قوتیں نمایاں هوجاتی هیں !

وہ ادب عربی کا ایک عجمی متعلم تھا جس نے بعید ترین عجمی ممالک میں عجمی اساتذہ سے ناقص اور گمراہ قسم کی ادبی تعلیم حاصل کی تھی - لیکن وہ عربی زبان کے سب سے بڑے مرکز' قاهرہ میں سب سے پہلے صحیح و صالح فن عربیۃ کا درس دیتا ہے اور عربی کتابت و تحریر کا ایک نیا دور پیدا کر دیتا ہے - آج مصر و شام کے تمام مشاهیر اهل قلم اعتراف کرتے هیں کہ " کتابت عربیہ میں هم سب اسی عجمی کے عیال هیں " موجودہ عہد میں عربی کا سب سے بہتر کاتب' شیخ محمد عبدہ تھا' اور وہ اسی کا شاگرد تھا !

اُس نے علوم حکمیہ کی جسقدر بھی تعلیم حاصل کی تھی' وہ وهی موجودہ مدارس عربیہ کے متون و شروح کی عقیم و کج اندیش تعلیم تھی' لیکن وہ ذهین و مستعد طلبا کی ایک جماعت منتخب کرکے علوم حکمیہ کا درس و املاء شروع کردیتا ہے' اور قدیم معقولات کی وہ تمام گمرهیاں ایک ایک کرکے واضح کرتا ہے جنکے اعتقاد و جمود نے صدیوں سے مشرقی دنیا کا دهنی ارتقا معطل کردیا ہے !

مذهب اور علم' دونوں میں اُسکی مصلحانہ ذهنیت نمایاں هوتی ہے' اور کسی گوشہ میں بھی اُسکے قدم وقت کی مقلدانہ سطح سے مس نہیں هوتے - سیاست میں وہ سر تاپا انقلاب کی دعوت هوتا ہے' اور جہاں کہیں جاتا ہے' چند دنوں کے اندر مستعد اور صالح طبیعتیں چن کر انقلاب و تجدد کی روح پھونک دیتا ہے - اُس نے بہ یک وقت مصر' ایران' اور عراق؛ تینوں مقامات میں اصلاح و انقلاب کی تخم ریزی کر دی !

وہ اپنے اولین قیام مصر سے تقریباً بارہ برس بعد پہلی مرتبہ یورپ کا سفر کرتا ہے' اور پیرس میں وقت کے سب سے بڑے فلسفی اور علم و دین کی نام نہاد نزاع میں سب سے بڑے حریف دین و مذهب' پروفیسر ریناں سے ملتا ہے - وہ پہلی هی ملاقات میں اس " عجیب الاطوار مشرقی فیلسوف " سے اس درجہ متاثر هوتا ہے کہ اخبار طان میں سید موصوف کے ایک مقالہ کا رد کرتے هوے لکھتا ہے :

" میں نے اسکے شخصیت میں ابن سینا اور ابن رشد کی روح دیکھی " جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے - یاد رہے کہ انسان کی قابلیت کیسی هی کیوں نہ هو' لیکن مخاطب کے تاثر کے لیے وہ بہت کچھہ قوت بیانیہ اور فصاحت تکلم کا محتاج هوتا ہے - جس وقت سید جمال الدین ریناں سے پیرس میں اور لارڈ سالسبری سے لندن میں ملا ہے' اُس وقت اسکی فرانسیسی زبان کی تعلیم کی تاریخ صرف اتنی تھی کہ اثناء قیام مصر میں ایک شخص سے لاطینی الف بے قلمی لکھوا لی تھی' اور پھر کچھہ عرصہ کے بعد ایک کتاب خرید لی تھی جو عربی میں فرانسیسی کی ابتدائی تعلیم کیلیے لکھی گئی تھی - کوئی ثبوت موجود نہیں کہ اُس نے کسی انسان سے با قاعدہ فرانسیسی زبان کی

ایران میں بار دوم : سنۂ ۱۸۹۰

قسطنطنیہ میں : سنہ ۱۸۷۰

پیرس میں : سنہ ۱۸۸۳
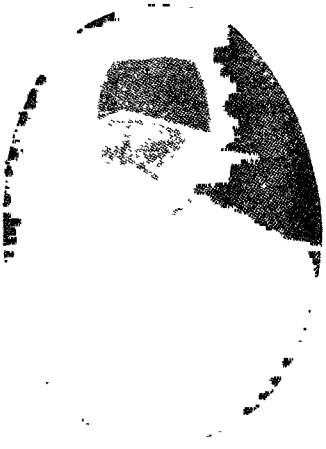
مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

قائدین فکر :

سید جمال الدین اسد آبادی

" تقریباً دو ماہ گزرے ہیں کہ ایک شخص سید جمال الدین نامی سے میری ملاقات ہوئی - اس شخص کی شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وہ ایسا ہے جو بہت کم شخصیتیں مجھہ پر ڈال سکی ہیں - یہ اثر بہت قوی اور گہرا تھا ' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مجھے خیال ہوا ' سوربون یونیورسٹی کے خطبات کا موضوع یہ قرار دوں کہ " اسلام اور اُس کا علم سے علاقہ " سید جمال الدین کی ذہنیت ایک ایسی ذہنیت ہے جو رسمی اسلام کے موثرات کی پوری طرح مقاومت کرسکتی ہے - میں جب اِس شخص سے باتیں کر رہا تھا ' تو اُس کے افکار کی آزادی ' طبیعت کی فضیلت ' اور اظہار حقیقت کی جرأت دیکھکر مجھے خیال ہوا ' میں اِس وقت اُن مشاہیر عالم میں سے کسی ایک کو مخاطب کر رہا ہوں جو دنیا کے گزشتہ علمی زمانوں میں گزر چکے ہیں اور جن سے تاریخ کے ذریعہ ہم نے واقفیت حاصل کی ہے - میں گویا ابن سینا ' ابن رشد ' یا اُن حکماء عظام میں سے کسی حکیم کو اپنے سامنے دیکھہ رہا تھا جنھوں نے فکر انسانی کو جہل و اوہام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کی پانچ صدیون تک اپنی شجاعانہ جد وجہد جاری رکھی تھی " ! (فیلسوف رینان)

۳۰ - برس کی عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنہ ۱۸۶۹

(سید جمال الدین)

انیسویں صدی کی تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کی جس قدر شخصیتیں پیدا کی ہیں ' اُن میں کوئی شخصیت بھی وقت کی عام پیداوار سے اس قدر مختلف اور اپنی طبعی ذہانت اور غیر اکتسابی قوتوں میں غیر معمولی نہیں ہے ' جس قدر سید جمال الدین کی شخصیت ہے - بغیر کسی تامل کے کہا جا سکتا ہے کہ مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کی صف میں اُس کی شخصیت کئی اعتبار سے اپنا سہیم و شریک نہیں رکھتی !

کلکتہ میں : سنہ ۱۸۷۹

وہ ایک گمنام اور مجہول ماحول میں پیدا ہوا - ایسے مجہول ماحول میں کہ آج تک یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم نہ ہوسکی کہ وہ فی الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعدآباد کا جو ہرات کے قریب اور افغانستان میں واقع ہے ' یا اسدآباد کا جو ہمدان کے قریب اور ایران میں واقع ہے ؟

اُس کے وطن کی طرح اُس کی ابتدائی زندگی کے حالات پر بھی ظن و تخمین کے پردے پڑے ہوئے ہیں - تاہم یہ قطعی ہے کہ تعلیم و تربیت کا اسے کوئی موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسی اعتبار سے بھی ممتاز اور قابل ذکر ہو - انیسویں صدی کے کامل تنزل یافتہ افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیہ کی جیسی کچھ تعلیم دیا کرتے تھے ' زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کی تھی ' وہ وہی تھی - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کی ' وہ بھی یقیناً معمولی درجہ کے تھے - اُن میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی علمی شخصیت قابل ذکر ہو -

دنیا کے نئے تمدنی انقلاب اور نئے علوم سے آشنا ہونے کا بھی اُسے کوئی خاص موقع حاصل نہیں ہوا تھا - اُس کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر افغانستان میں بسر ہوا ' یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ' اور یہ دونوں مقامات اُس وقت مغربی تمدن و علوم کی تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہیں رکھتے تھے -

بصرہ میں بہ لباس عربی سنہ ۱۸۸۹

اِس منارہ کي تعمیر سے غرض یہ تھي کہ جہازوں کو کھاڑیوں اور چٹانوں سے هوشیار کیا جائے اور بندرگاہ کا سیدھا راستہ دکھا دیا جائے - اِس وقت مختلف مقامات میں کئي اور منارہ بھي موجود هیں - مثلاً " منارۂ ارستّیا " لیکن اِن مناروں سے بعض خطرے بھي پیدا هوگیے هیں - کیونکہ اُنکي روشني دور سے ستارہ کي طرح معلوم هوتي ہے اور جہازوں کو راستہ بھلا دیتي ہے "

مورخ نے منارہ کا خرچ ۸۰۰ وزن بتایا ہے - اِسکے معني یہ هوئے کہ تقریباً ۱۵ - لاکھہ روپے صرف هوئے تھے - منارہ کي عظمت کے مقابلہ میں یہ رقم بہت کم معلوم هوتي ہے -

منارہ کا بنانے والا سوستراتس سکندر اعظم کے مشہور معمار ڈیمکراتیس کا بیٹا تھا - اِسنے اپنا نام منارہ پر اِن لفظوں میں کندہ کیا تھا :

" کنیڈوس کے باشندے سوستراتس ولد ڈیمکراتیس کي طرف سے نجات دینے والے دیوتاؤں کو هدیہ ' تاکہ وہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو نجات بخشیں "

جن سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے تیرھویں صدي عیسوي میں یہ منارہ دیکھا تھا ' اُنکا بیان ہے کہ یہ ۴۰۰ فت یعني سو قد آدم بلند تھا - عمارت کي وضع بابلي تھي - کئي منزلیں اوپر نیچے تھیں - هر منزل اپنے نیچے کي منزل سے چھوتي اور اوپر کي منزل سے بڑي تھي - زیریں دو منزلیں مربع تھیں اور اوپر کي دو مستدیر تھیں - هر منزل میں ایک بڑا روشن دان تھا - بنیادیں سنگلاخ تھیں اور چونے کي جگہ سیسہ کي جڑائي کي گئي تھي تا کہ سمندر کي موجیں نقصان نہ پہنچا سکیں - پوري عمارت سنگ مرمر کي تھي - چوتي پر ایک بہت بڑا تنور تھا - اس میں شب و روز آگ جلا کرتي تھي - رات کو اُس سے روشني حاصل هوتي اور دن کو دھواں نکلتا رهتا -

کہا جاتا ہے کہ منارہ کے اندر تین سو کمرے تھے اور انمیں فوجي پہرا رهتا تھا -

بعض قدیم راویوں نے بیان کیا ہے کہ مینار کي زمین پر شیشہ جڑا تھا اور چوتي پر ایک عظیم الشان آئینہ لگا تھا جسے حرکت دے سکتے تھے اور اُسکے ذریعہ آفتاب کي شعاعیں جمع کرکے سو میل کي مسافت پر جہاز جلا دیے جاتے تھے - لیکن یہ محض بے بنیاد باتیں هیں - البتہ یہ ممکن ہے کہ معمار نے کوئي معدني آئینہ اِس غرض سے لگا دیا هو کہ روشني میں اضافہ هو جائے -

فتح مصر کے بعد عربوں نے ایک مدت تک اِس منارہ کي حفاظت کي اور اُس سے کام لیتے رہے - لیکن ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلیے ایک مکار آدمي دمشق بھیجا اور اُس نے یہ کہکر خلیفہ کو دھوکا دیا کہ اِس منارہ کے نیچے بہت بڑا خزانہ مدفون ہے - خلیفہ نے لالچ میں آکر کھودنے کا حکم دیدیا - لیکن ابھي صرف آدھي عمارت منہدم هوي تھي کہ ولید متنبہ هوگیا اور اُس نے خیال کیا ایسي قیمتي اور مفید عمارت کا ڈھانا سخت غلطي ہے - اس نے انہدام کے روکنے کا حکم دیا اور از سر نو تعمیر کي کوشش کي - لیکن اب اگلي سي تعمیر دشوار تھي - کئي باکمال معماروں نے کوشش کي لیکن کامیاب نہ هوئے - یہانتک کہ اُسکي چوتي کا آئینہ زمین پر گرگیا اور پاش پاش هوگیا - اِسکے بعد نصف عمارت باقي رهگئي تھي - باشندوں نے اسے مسجد بنا لیا تھا - لیکن سنہ ۱۳۷۵ ع میں زلزلہ آیا اور پورا منارہ سمندر میں جا گرا - کہا جاتا ہے کہ قلعہ قائد بک کے قریب ابتک سمندر کي تہہ میں منارہ کے پتھر چمکتے دکھائي دیتے هیں -

(٤)

مشتری کا مجسمہ

The Statue of Jupiter

" جوبیٹر " رومانیوں کا مشہور دیوتا ہے - بعینہ یہي دیوتا ' یونان میں " زفس " (Zeus) کے نام سے پوجا جاتا تھا - بلا استثنا تمام قدیم مورخوں نے اِس بت کا ذکر کیا ہے جسے ایتھنز میں " فیڈیاس " نے بنایا تھا - سب اسے بالاتفاق دنیا کے سات عجائب میں شمار کرتے هیں - موجودہ دنیا اُس کے نام و نشان سے بالکل خالي ہے - صرف چند سکے دستیاب هوئے هیں جن پر اُسکي شکل کا ٹھپا ہے ' اور شہر ایتھنز میں اُسکي بنیادیں اور بیٹھک کا نچلا حصہ بر آمد هوا ہے -

جرمن ماهرین آثار عتیقہ کي تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ " زفس " کا بت خانہ مستطیل تھا - اُسکے دونوں کناروں پر چھہ چھہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تھے - اندر کا ایوان ۹۵ فت لانبا اور ۴۳ فت چوڑا تھا ' اور ستونوں کي دو قطاریں کھڑي کرکے تین حصوں میں بانت دیا گیا تھا - " زفس " کا بت درمیاني حصہ میں ایک کنارے پر نصب تھا - بت اصل میں چوبي تھا مگر اُس پر هاتھي دانت اور سونا جڑا هوا تھا - هاتھي دانت جسم کو ظاهر کرتا تھا اور سونا لباس کو -

قدیم مورخ بوسینیا کي تصریح کے مطابق ' بت ایک تخت پر بیٹھا تھا - اُسکے سر پر زیتون کي پتے والي شاخ کا تاج تھا - دھنے هاتھہ میں فتح کا نشان تھا جو هاتھي دانت اور سونے سے بني هوي عورت کي شکل میں تھا - بائیں هاتھہ میں عصا تھا ' جس پر مختلف قیمتي معدنیات کي پچے کاري تھي - عصا پر جھکا هوا ایک گدہ تھا - بت کا جوتا اور تمام لباس ' سونے کا تھا - تخت سونے ' آبنوس ' هاتھي دانت ' اور جواهرات سے بنایا گیا تھا اور اُس پر بکثرت دلفریب تصویریں منقش تھیں !

ایک روماني شہنشاہ هارڈین کے ایک سکے میں اِس بت کي تصویر پائي گئي ہے اور اُس سے مورخ موصوف کے قول کي پوري تصدیق هوتي ہے - فرق صرف اس قدر ہے کہ عصا پر بیان کردہ گدہ موجود نہیں ہے -

بت کي تعمیر کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ہے کہ جب اُسکا سر بنانے کا وقت آیا تو لوگوں نے فیڈیاس سے پوچھا " سر کي وضع کیسي رکھوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب دیا " میں هومر کے اِس قول کي پیروي کرونگا : ابن قرونس گویا هوا - اپني سیاہ ابروؤں والا سر عجب سے هلایا - بالوں کے گچھے اُسکے لازوال سر پر هل رهے تھے ! "

بت کي تصویر ایک اور سکہ پر بھي ملي ہے - اِسمیں سر کے بال لانبے هیں ' اور گردن پر پڑے هیں - داڑھي بھي گھني اور لمبي ہے ' اور اُس پر دونوں طرف سے مونچھیں پھیلي هوئي هیں -

خیال کیا جاتا ہے کہ ایتھنز میں اِس بت کي تعمیر سنہ ۴۵۰ ق م میں هوئي تھي -

(عرب مورخین)

هم آئیندہ نمبر میں بقیہ عجائب کا ذکر کرکے بتلائینگے کہ عرب مورخین کي تصریحات کیا هیں ؟

تعلیم حاصل کی هو ' لیکن یه واقعه ھے که وہ فرانسیسی زبان میں بہتر سے بہتر تحریر و تقریر کر سکتا تھا - ترکی ' روسی ' اور انگریزی بھی اسی طرح اُس نے سیکھه لی تھی -

مشہور ھے که جب پیرس میں روسی سفیر نے اُس سے ملنا چاھا ' تو اُس نے ملاقات کی تاریخ ایسی مقرر کرائی جو دو ھفته بعد آنے والی تھی - اُس کے بعد وہ ایک کتب فروش کے یہاں گیا اور اُس سے کہا " مجھے فرانسیسی میں روسی زبان سکھانے والی کتاب چاھیے - میں خرید لونگا - بشرطیکه تم اس کا بھی انتظام کردو کہ آج سے ایک ھفته بعد کوئی روسی زبان بولنے والا آدمی مجھه سے ملاقات کرسکے " کتب فروش نے کتاب بھی دیدی ' اور ایک ایسے شخص کا انتظام بھی کردیا جو اُسی کے یہاں ملازم تھا - جمال الدین نے ایک ھفته تک بطور خود کتاب دیکھی ' پھر آٹھویں دن سے چودھویں دن تک روز ایک گھنٹه روسی سے باتیں کرتا رھا - اور پندرھویں دن وہ طیار ھوگیا تھا که روسی سفیر سے بغیر کسی مترجم کی وساطت کے ملاقات کرے !

(سید کے سوانح حیات)

اگر سید جمال الدین کی زندگی میں لوگ اُس کے حالات سے واقف نه هوسکے تو یه چنداں عجیب بات نہیں ھے - دنیانے همیشه اپنے اکابر و اعاظم سے اُن کی زندگی میں غفلت برتی ھے ' اور جب تک وہ دنیا سے رخصت نہیں ھوگئے ھیں ' اُن کے حقوق کا اعتراف نہیں کیا ھے - خصوصاً مصلحین و مجددین اُمم کے لیے تو زندگی میں تغافل اور موت کے بعد تعظیم و احترام ' اس دنیا کا ایک عام اور غیر متغیر قانون ھے - لیکن یه صورت حال کس درجه عجیب اور تاسف انگیز ھے که اُس کی وفات پر پورے تیس برس گزر چکے ھیں ' اور وہ تمام مشرقی ممالک بیدار ھو چکے ھیں جہاں اُس نے اصلاح و انقلاب کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی ' تاهم اُس کی زندگی بدستور تاریخ کی روشنی سے محروم ھے ' اور اُس سے زیادہ مشرق کچھه نہیں جانتا ' جتنا یورپ کے بعض محب شرق اهل قلم نے بتلا دیا ھے !

افسوس اس جہل و غفلت پر! هم صرف اپنے قدماء کی شناخت هی کے لیے یورپ کے محتاج نہیں هیں - بلکه اپنے عہد کے اهل فضل و کمال کیلیے بھی اس کے محتاج هیں - جب تک وہ انگلی سے اشارہ کر کے نه بتلادے ' هم خود اپنی قوم اور عہد کے بڑے بڑے انسانوں کو بھی نہیں پہچان سکتے !

هندوستان میں تو الہلال کی اشاعت سے پہلے ' غالباً لوگ سید جمال الدین کے نام سے بھی آشنا نه تھے - سنه ۱۸۷۹ع میں جب وہ حیدرآباد اور کلکته میں مقیم تھا ' تو هندوستانی مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص یعنی مرحوم عبدالغفور شہباز تھا ' جسے اسکے فضل و کمال کی تھوڑی سی شناخت نصیب هوئی تھی ' اور اُس کے چند فارسی مقالات کا اُردو ترجمه شائع کیا تھا !

حال میں برلن سے ایک رسالہ سید جمال الدین کے اعمال حیات پر شائع هوا ھے - اُسکے مطالعه سے خیالات میں بے اختیار جنبش پیدا هوگئی - خیال هوا که پورے شرح و تفصیل کے ساتھه مشرق جدید کے اس قائد فکر کے سوانح حیات پر نظر ڈالنی چاھیے - متفرق لفظوں اور متعدد تصویروں کا یه مرقع جو آج شائع هو رها ھے ' اسی سلسلۂ مضامین کی تمہیدی قسط ھے -

سات عجائب عالم

(۳)

اسکندریہ کا منارہ

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سکندر اعظم نے مصر فتح کرنے کے بعد هی شہر اسکندریه آباد کیا تھا - پچاس سال کے اندر اِس شہر نے پوری ترقی حاصل کرلی ' اور بحر متوسط کی سب سے بڑی بندرگاہ بن گیا - سکندر کے بعد اُسکے جانشین مصر میں علم دوست تھے - اُنھوں نے اسکندریه کو اَور رونق دی اور علم و حکمت کا مرکز بنا دیا - سنه ۲۸۵ ق م میں بطلیموس اول حاکم هوا - اُسنے شہر کی روز افزوں تجارتی ترقی دیکھکر خیال کیا که رات کے وقت جہاز رانی کی سہولت کیلیے ایک منارہ تعمیر کردینا چاھیے - چنانچه اسکندریه کے قریب جزیرۂ فیروس میں یه منارہ طیار کیا گیا اور فیروس کے نام سے مشہور هوگیا -

مورخین میں اختلاف ھے که اصل میں یه نام جزیرہ کا تھا یا منارہ کا ؟ بہر حال یه واقعه ھے که اِسکے بعد جہاز رانی کیلیے روشنی کے جتنے بھی منارہ تعمیر ھوئے ' اُنمیں سے اکثر " فیروس " هی کے نام سے پکارے گئے - بلکه لاتینی ' اطالی ' اسپینی ' اور قدیم انگریزی زبان میں تو اِس لفظ کے معنی هی منارہ روشنی کے هوگئے - فرانسیسی میں ابتک اس معنی میں " فار " کا لفظ مستعمل ھے -

خیال کیا جاتا ھے که مصری ' روشنی کے مناروں سے واقف تھے ' اور بہت سے منارہ بنا چکے تھے - مگر بطلیموس کا یه منارہ اپنی بلندی اور ساخت کی وجه سے بہت ممتاز اور مشہور هوگیا -

مشہور رومانی مورخ پلینی نے (جو سنه ۷۹ ع میں آتش فشاں پہاڑ ویزوف کے پھٹنے سے هلاک هوا) اسکندریه کا شہر اور یه منارہ دیکھا تھا - وہ لکھتا ھے :

"اسکندریه کی ایک شہرۂ آفاق عمارت ' وہ برج ھے جسے شاہ مصر نے جزیرۂ فیر میں تعمیر کیا ھے - یه جزیرہ ' اسکندریه کے راسته میں واقع ھے - برج کی تعمیر میں ۸۰۰ وزن خرچ هوئے تھے - بطلیموس کی عظمت اور فراخ دلی کی یه شہادت کافی ھے که اُسنے برج کے معمار سوسٹراٹس کو اجازت دیدی تھی که اِس حیرت انگیز عمارت میں اپنا نام کندہ کرکے بقاء دوام حاصل کرلے !

ـوار بچه چھوڑ گیا - جب بچه جوان هوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا ـال سنا تو سخت غضب ناک هوا اور تمھارے ملک پر توٹ پڑا - ـس نے بے حساب مخلوق قتل کي - جب غصه تھنڈا هوا تو اُس ـے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل ـماري وضع هے ! " راوي کا اِس قصه سے مقصود یه تها که هماري وضع ـلت کي وضع هے ' اور اُنهي کے ایک بادشاه نے همیں اُس کے اختیار ـرنے پر مجبور کیا هے ! میں نے یه افسانه سن کر اُن کے بادشاه کا ـکریه ادا کیا که معامله اِتنے هي پر ختم هوگیا اور اُس " فاتح " نے ـمیں هندو بننے اور هندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نهیں کیا !

(۴) مسلمانوں کا حمله ـــ منافرت کي بڑي وجه ' هندوستان پر مسلمانوں کا حمله هے - یمین الدوله سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنهیں بهت هي سخت نقصان پهنچایا - اُن کي آبادیاں برباد هوگیئں - اُنهیں منتشر و پراگنده کردیا گیا - اُن کي صرف سلطنت هي نهیں گئي ' بلکه مفتوحه علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بھي مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن هوگئے ' جهاں تک رسائي مشکل هے - مثلاً کشمیر اور بانارسي (بنارس) وغیره - (بنارس کو دور اس لیے کها هے که یه پنجاب اور وسط هند سے دور ' مشرق کي طرف هٹا هوا هے)

یهي دیني اور سیاسي اسباب هیں جن کي بنا پر هندؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا هوگئي هے -

(۵) پھر اُنکے اخلاق میں ایک اور بات بھي راسخ هوگئي هے اور کسي طرح نکل نهیں سکتي - یه اُن کے انتهائی علمي و ذهني تنزل کا نتیجه هے - وه یقین کرتے هیں که دنیا صرف اُنهي کي دنیا هے - انسان صرف اُنهي کي سرزمین پر موجود هیں - بادشاه صرف اُنهي کے بادشاه هیں - دین صرف اُنهي کا دین هے - اور علم صرف اُنهي کا علم هے - یهي وجه هے که نهایت مغرور اور بر خود غلط هوگئے هیں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا هے تو مخاطب کو جاهل خیال کرتے اور اُسکي تصدیق پر هرگز اماده نهیں هوتے هیں - حالانکه اگر وه سیر و سیاحت کے عادي هوتے اور اپنے پهاڑي حدود طے کر کے غیر قوموں سے ملتے ' تو یه جاهلانه و طفلانه خیال اُنمیں پیدا نه هوتا -

لیکن یاد رهے که اُن کے پیش رؤں کا یه حال نه تها - اُنکا مشهور فاضل " براهمهر " برهمنوں کي تعظیم کے بیان میں کهتا هے " جب یونانیوں نے با وجود ناپاک هونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکی بھي تعظم واجب هوگئي - اُن کا درجه بھي برهمن کا درجه هوگیا " !

خود میري حالت یه هوئي که مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي ته کرتا رها - کیونکه میں اُنکي زبان اور اُنکے طریقوں سے بے خبر تها - لیکن جب کچھه اُن کي زبان میں دخل پیدا هوگیا تو میں اُنهیں اپنے یهاں کے علوم کي بنا پر اشیاء کي علتوں اور حساب و ریاضي کے براهین سمجهانے لگا - اسپر وه سخت متعجب هوئے اور استفاده میں باهم پیش قدمي کرنے لگے - بڑي حیرت سے پوچھتے تھے : " هندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکھا هے ؟ ان کن سے فائدہ اٹھایا هے ؟ " کیونکه اُنکے خیال میں علم ' هندوستان کے سوا کهیں هے هي نهیں - جب میں نے اُن سے کها که میں پهلي مرتبه اُن سے ملا هوں اور جو کچھه کهه رها هوں ' یه دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم هیں ' تو وه اور زیاده متعجب هوے ' اور بعضوں نے تو مجھے جادوگر سمجھنا شروع کر دیا "

قدیم یونانی ادب کا ایک نمونه

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسي ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میري سهیلي کي شادي)

راستے میں ابتک گلاب کے پھول بکھرے پڑے هیں - شمعین بھي ٹمٹما رهي هیں ... ...

یه میري سهیلي " ملیسا " کي شادي کي رات کا واقعه هے - میں اپني ماں کے ساتھه گھر لوٹي - اس وقت میرے سر میں خیالات کا هجوم تها :

" آج میري سهیلي کو جو بات نصیب هوئي هے ' کل مجھے بھي نصیب هوگي " میں خیال کرنے لگي " میں بھي ایسے هي شاندار جلوس میں نکلوں گي - میري رتھه بھي پھولوں سے لدي هوگي ' زیتون کي شاخیں اُسپر سایه کیے هونگي ' بانسریاں بجتي هونگي ' اور میري سهیلیوں کي میٹھي آوازیں سریلي بانسریوں میں مل جائنگي - میں بھي ایک دن اپنے بر کے پهلو میں " ملیسا " کي طرح نگاهیں نیچي کیے بیٹھونگي - مجھپر وه عجیب راز کھل جائینگے جو یه موقعه اپنے دامن میں چھپائے هوئے هے ... اسکے بعد ؟ ...... یه که میں اپنے بچوں کو اپني دوده بھري چھاتیوں سے لگالوں گي -

(راز)

... دوسرے دن میں اپني سهیلي سے ملنے گئي - آنکھیں ملتے هي دونوں کے رخسار سرخ هوگئے - وه مجھے اپنے کمرے میں لے گئي اب هم بالکل اکیلے تھے - مجھے اس سے بهت سي باتیں کهني تھیں- مگر اُسکي صورت دیکھتے هي کچھه یاد نه رها !

میري سهیلي جیسي همیشه سے تھي ' ویسي هي اب بھي هے - کوئي فرق اس میں نظر نهیں آیا - لیکن یه عجیب بات هے که میں اُس سے کچھه مرعوب سي تھي - میں اُس سے آنکھه نهیں ملا سکتي تھي -

اچانک میرا ڈر دور هوگیا - میں اُسکے زانو پر بیٹھه گئي - اُسکے کان میں سب باتیں کهدیں - اُس نے بھي اپنا سر میرے سر پر رکھدیا اور پورا راز کهه ڈالا !

(بانسري)

" لیکانسي " نے خوبصورت بانسري مجھے هدیه دي - وه مجھے بانسري بجانا سکھانے لگا ......

هندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے هندوستان کي ذهني اور معاشرتي حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاهدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کي کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیروني کي شهرہ آفاق کتاب "کتاب الهند" یا "تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل او مرذولة" سنہ ۱۸۸۷ میں شائع هوچکي هے - بیروني پانچویں صدي هجري کا مشهور حکیم اور محقق هے - گیارهویں صدي مسیحي کے اوائل یعني اب سے نو سو برس پہلے اس نے هندوستان کي سیاحت کي تهي - یہ زمانہ سلطان محمود غزنوي کي فتوحات کا تها - محمد بن القاسم کي فتح سندہ کے بعد یہ پہلا موقعہ تها کہ مسلمان بہ حیثیت جماعت اندرون هند میں بڑهے - مسلمان ' یہاں کے باشندوں سے نا واقف تهے ' اور هندو ' مسلمانوں سے نا آشنا - بیروني ' هندوستان میں بطور سیاح کے داخل هوا - سنسکرت زبان حاصل کي - هندو علماء کي صحبت میں بیٹها - هندو علوم کي تحصیل کي - اُنکے حالات سے واقف هوا - اور پهر غزني میں بیٹهکر اپني یہ جلیل القدر کتاب مرتب کي - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصلہ هے کہ اُس عهد کے هندوستان پر اس سے بهتر اور محققانہ بیان کسي مصنف کا موجود نهیں - یہ کتاب همارے سامنے نو صدي پہلے کا هندوستان پیش کرتي هے - اِس میں زیادہ تر بحث هندو فلسفہ ' الهیات ' نجوم ' ریاضي وغیرہ علوم سے کي هے - لیکن ضمناً اُس وقت کي معاشرتي حالت پر بهي بهت کچهہ روشني پڑتي هے - ذیل میں هم اُسکے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتے هیں - اِن سے قارئین الهلال اندازہ کر سکینگے کہ قدیم هندوستان کي معاشرتي ذهنیت کا کیا حال تها ' اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع هوا هے ؟ غالباً کسي ملک کے ذهني اور معاشرتي جمود و تصلب کي اس سے بهتر مثال دنیا میں موجود نهیں -

(هندوستان کے سمجهنے میں دشواریاں)

بیروني نے اپني کتاب کے مقدمہ میں وہ دشواریاں بیان کي هیں جو غیر قوموں کو هندوستان کے سمجهنے میں پیش آتي تهیں - وہ لکهتا هے :

" هندوستاني هم سے اُن تمام باتوں میں مختلف هیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعہ هوا کرتي هیں - مثلاً :

(۱) زبان ـــــ اگرچہ سب قوموں کي زبانیں الگ الگ اور مختلف هیں لیکن هندوستان کي زبان (سنسکرت) عربي کي طرح بهت هي وسیع و دقیق هے - اجنبي کے لیے اُسکي تحصیل ' عربي سے بدرجها زیادہ دشوار هے - اِس زبان میں ایک هي چیز کے بهت سے نام اور ایک هي لفظ کے بهت سے معني پیدا هوتے هیں - اُنکا احاطۂ و ادراک اِس قدر مشکل هے کہ اسماء و مسمیات کي تمیز بجز خاص ذهانت و قابلیت رکهنے والوں کے ' عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن هے - هندو اپني زبان کي اِس پیچیدگي پر اُسي طرح ناز کرتے هیں جس طرح بعض دوسري قومیں کرتي هیں ' حالانکہ یہ در حقیقت زبان کا عیب هے - نہ کہ خوبي -

هندوستان کي زبان کي دو قسمیں هیں : عامي اور فصیح ـــ عامي ' عوام اور بازاریوں کے استعمال کے لیے هے - فصیح ' علم و ادب اور مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یہ اپنے اشتقاق ' تصریف ' نحو کے دقائق ' اور بلاغت کي باریکیوں کي وجہ سے اِس قدر مغلق هے ' کہ ماهر علماء کے سوا اس سے کوئي فائدہ نهیں اٹها سکتا -

پهر یہ زبان ایسے حروف سے مرکب هے جنمیں سے بعض حروف عربي اور فارسي حروف سے کوئي مشابهت نهیں رکهتے - بلکہ یوں کهنا چاهئے کہ هماري زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کي قدرت هي نهیں رکهتے - یهي باعث هے کہ عربي خط میں انکي تحریر نا ممکن هے ' اگرچہ نقطوں ' علامتوں ' اور اعراب سے انهیں کتنا هي مقید کردیا جائے -

پهر بعض حروف مستعمل هیں ' بعض متروک - ساتهہ هي نقل و صحت کا بهي اُن کے هاں زیادہ اهتمام نهیں هے - نتیجہ یہ هے کہ کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد هو جاتي هے ' اور اُس کي زبان ایک نئي زبان بن جاتي هے - عوام کیا خواص بهي اُسے سمجهہ نهیں سکتے - خود میرا تجربہ هے کہ میں نے اُنهی کے منهہ سے کوئي لفظ سنا ' پهر مزید تاکید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دهرایا ' تو میں نے دیکها ' خود اُن کے لیے اُس کا دوبارہ سمجهنا دشوار هو گیا تها !

ایک اور خصوصیت یہ هے کہ بعض دوسري عجمي زبانوں کي طرح ان کي زبان میں بهي دو تین ساکن حرف ایک ساتهہ جمع هو جاتے هیں ' اور اکثر الفاظ میں ابتدا بہ سکون هے - هماري زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کي عادي نهیں - یهي سبب هے کہ ان کے اکثر الفاظ هم آساني سے بول نهیں سکتے -

(۲) دیني اختلاف ـــــ باشندگان هند هم سے دین میں بهي کلي اختلاف رکهتے هیں - نہ اُن کا کوئي عقیدہ همارے لیے قابل تسلیم هے ' نہ همارا کوئي عقیدہ اُن کے لیے قابل قبول - وہ آپس میں بهي مذهبي اختلافات رکهتے هیں - مگر یہ اختلافات فرعي هیں - دوسري قوموں سے اُن کا اختلاف اصولي هے - وہ سب قوموں کو " ملیچ " (ملچهہ) یعني ناپاک کے لقب سے پکارتے هیں اور اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجهتے هیں - حتیٰ کہ اُس پاني اور آگ کو بهي نا پاک سمجهتے هیں جو کسي غیر باشندۂ هند کے استعمال میں آگئي هو !

پهر اُن کے خیال میں یہ نجاست اِس درجہ شدید هے کہ پاکي کي کوئي صورت بهي ممکن نهیں - یہ کسي حال میں بهي جائز نهیں کہ غیر هندو ' اگرچہ هندو مذهب کا کتنا هي قائل هوجائے ' اُن میں داخل هوسکے ' یا جو آدمي اُن کے دین سے ایک مرتبہ نکل گیا هے ' وہ پهر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتي نتیجہ یہ هے کہ وہ تمام دنیا سے بالکل الگ هوگئے هیں - کوئي بندهن بهي همیں اور اُنهیں جوڑنے والا موجود نهیں -

(۳) رسوم و عادات ـــــ یہ مغایرت اِس درجہ شدید هے کہ وہ اپنے بچوں کو هم سے ' همارے لباس سے ' هماري وضع قطع سے ڈرایا کرتے هیں - حتیٰ کہ همیں شیطنت کي طرف منسوب کرتے هیں - هم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ هے کہ خود میں نے اپنے کانوں سے اُنهیں کهتے سنا " تمهاري سر زمین کے ایک بادشاہ نے آکر همارا ایک بادشاہ مار ڈالا تها - مقتول اپنے پیچهے ایک شیر

میرے دل میں اُس وقت کوئي عجیب اور نا معلوم اثر پیدا هو رها تها - لیکاسي نے بانسري میرے هاتهه سے نرمي کے ساتهه لے لي اور بہت هي دهیمي آواز میں ایک راگ سنایا - میرا دل زور سے دهڑکنے لگا - ......

همارے پاس کہنے کو کوئي بات نه تهي - هم باري باري بانسري بجا کر دل بہلاتے رهے -

هم بالکل بے خودي کے عالم میں تهے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب هم چونکے - رات قریب آ پہنچي -

مجهے بہت دیر هوگئي هے - لیکن میں اپني ماں کو یقین دلانے کي کوشش کرونگي که میں اِس وقت تک اپني کهوئي هوي پیٹي ڈهونڈه رهي تهي !

(جهونپڑا)

میرا چهوٹا سا جهونپڑا ' جہاں همارا نرم بستر رکها هے ! مجهے سب سے زیاده پسند هے - وه مجهے اس لیے پسند هے که هم نے اسي میں اپني سب سے اچهي راتیں بسر کي هیں !

همارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پهولوں سے بنا هے - وه بهي مجهے بہت محبوب هے ' کیونکه وه هم دونوں کو جمع کرتا هے !

میں کبهي کبهي بہت غمگین هو جاتي هوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں هوتي هوں ؛ تو اپنے آپ کو بهي بهول جاتي هوں - مجهپر ایک طرح کي غشي سي طاري هو جاتي هے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پاني اُبل کر برف آلود پہاڑوں کي چوٹیاں چهپادے "

" جب انسان' سمندر کي موجوں پر گیہوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "

" جب سورج کي روشني ' تاریکي هوجائے "

" جب چاند گر کر چور چور هو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بهي روا هوگا که تجهسے منهه موڑلوں' اور تجهے بهي حق هوگا که مجهے بالکل بهلا دے ! اے بلیٹس ! اے میري محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتي هے اور اندهیرا پهیل جاتا هے' تو میں خاموشي کے ساتهه گهر سے نکل جاتي هوں - هرے بهرے میدانوں میں پہنچتي هوں - میرا شوهر وهاں بے خبر پڑا سوتا هے -

کبهي میں گهنٹوں کهڑي اُسے دیکهتي رهتي هوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنہا دیکهکر خوش هوتي هوں - پهر میں اپنا منه اُسکے منه سے قریب کرتي هوں - کیوں ؟ اسلیے که اُسکي سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کي چمکیلي آنکهوں کے سوا همیں کوئي نہیں دیکهتا !

صبح هو جاتي هے -

" اِتني جلدي روشني لوٹ آئي ! " میں اپنے دل سے کہتي هوں کس جگه روشني نہیں پہنچ سکتي ؟ کس غار میں سورج کي شعاع کبهي دکهائي نہیں دیتي ؟ مجهے اُسکي تلاش هے - تاکه همارا استغراق محبت کبهي ختم نه هو ... همیشه کیلیے ! سورج کي کرنیں همیں پریشان کرنے نه پائیں -

اقتباسات

ترازکي اور بد مستي

کون هے جس نے مشہور روسي رهنما اور لینن کے بعد سب سے زیاده حیرت انگیز روسي انسان " ترازکي" کا نام نہیں سنا ؟ یه شخص جس نے اپني انتظامي اور جنگي قابلیتوں کا لوها دشمن تک سے منوا لیا هے ' انقلاب روس سے پہلے امریکه میں ایک معمولي درجه کا بے وقعت اخبار نویس تها اور شہر بوسٹن میں غریبانه زندگي بسر کرتا تها - اُسي زمانه کا یه واقعه اب اخباروں میں شایع هوا هے که ایک دن ترازکي کو شہر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا که وه سڑکوں پر بدمست پهر رها تها - چنانچه ۲۴ گهنٹه قید میں رکها گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تها که اُسکا یهي قیدي عنقریب دنیا کے مشہور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسه)

(هنسي)

مشہور فرانسیسي مصنف زیپلے کہتا هے :

" هنسي ' انسان کا ایک امتیازي وصف هے "

یه قول بالکل صحیح هے - بہت سے قدیم فلاسفه بهي یهي کہه چکے هیں - هنسي اور مسکراهٹ ' دو الگ الگ چیزیں هیں - هنسي کي بهي کئي قسمیں هیں: گونجنے والي هنسي ' خشک هنسي ' کهوکهلي هنسي ...

هنسي کا خاصه انسان میں بے فائده نہیں هے - هنسي میں بہت سے جسماني فوائد هیں - دل کهولکر هنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس هوتا هے - کیونکه جس طرح دوڑنے کے بعد پهیپهڑونکي هوا صاف هوجاتي هے ' اُسي طرح هنسنے کے بعد اسکي حالت هوتي هے - پهر هنسي کا اعضاء هضم یعني معده و جگر وغیره پر بهي بہت اچها اثر پڑتا هے - پیٹ بهر کے کهانے کے بعد هنسي غیر معمولي سرعت سے کهانا هضم هونے میں مدد دیتي هے - اسي لئے دستر خوان پر هنسنے هنسانے والي باتیں کرنا مستحسن هے' اور اسي لیے تنہا بیٹهه کر کهانا ناپسند کیا جاتا هے ' کیونکه اس کا نتیجه بسا اوقات یه هوتا هے که انسان ضعف معده یا دائمي قبض میں مبتلا هو جاتا هے - لقمه منهه میں لیکر هنسنا نہیں چاهیے ' ورنه آلات تنفس میں لقمه کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشه هے - اگر کبهي ایسي صورت پیش آ جائے تو پیٹهه پر زور سے گهونسا نہیں مارنا چاهیے ' کیونکه یه سخت خطرناک هے -

هنسي پورے نظام عصبی کے لیے مفید هے - جب انسان هر خوشي کے موقعه پر هنسنے کا عادي هو جاتا هے تو اُسے هر مرتبه هنسنے میں خوشي حاصل هونے لگتي هے - البته بلا وجه هنسنا حماقت هے -

لیکن آخر هم هنستے کیوں هیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو هنساتي هیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں هنسانیں - اس کا جواب مشکل هے !

(سنڈے ریویو)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲؍ (منیجر الہلال کلکتہ)

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دندان شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہو گیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور صلاح قوم کا علمبردار ہے اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہے

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے۔

(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔

(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے۔

(۴) حضرت مولنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے۔

(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا ہے۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (لعہ) ششماہی تین روپئے چار آنے (عہ؍)

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

نگلستان پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ
رانس 〃	۳۸۴۴	〃	〃
لی 〃	۱۹۳۲	〃	〃
یم 〃	۴۳۷	〃	〃
س 〃	۲۳۲	〃	〃
لینڈ 〃	۱۵۳	〃	〃
گوسلاویا 〃	۱۰۶	〃	〃

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت آمریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت، الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہی۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کر دیا ہی، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کر سکا، اور عامۃ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر اب آمریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کر رہا ہی اور روز بروز اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں۔ آمریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ آمریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۱۸ مہینے دورہ کر کے اپنا مفصل بیان شائع کر دیا ہی۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہی۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کر چکی ہی۔ نیز آمریکی جنگی بیڑہ کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کر لیا ہے۔ آمریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبۂ نیویارک کی روچیسٹر یونیورسٹی ہی۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کر لی ہی اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کر دی ہی۔ اس شاخ کا نام عجیب ہی "ملعون ارواح والوں کی انجمن" اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کر لیا ہی۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہی "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہی" فیلاڈلفیا کی ایک انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہی۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہی۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی ہی۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہی، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ" ہی!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہی:

۱۔ عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔
۲۔ آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔
۳۔ جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔
۴۔ دین، طبیعت سے ماوراء امور کی پرستش کا نام ہی، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہیے۔
۵۔ کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہی۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱۔ تمام گرجوں پر بلا کسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہیے۔
۲۔ سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔
۳۔ مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔
۴۔ تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔
۵۔ ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کر دئے جائیں۔
۶۔ تورات و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔
۷۔ اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔
۸۔ وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کر دئے جائیں، جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہی۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔
۹۔ امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کر دی جائے "خدا پر میرا توکل ہی"

اخبار "ورلڈ" کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوپوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہی جو الحاد قبول کر چکی ہی مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اُس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہی"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہی اور موجودہ متمدن روح کا ساتھ نہیں دے سکتا جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہی خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھو دیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہو جائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کر سکتا (موجودہ تورات کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہی) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کر رہا ہی۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کر کے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۷۰ فیصدی علماء عصر، ملحد ہیں، یا کم از کم لاادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "داگا بونڈ" نام شائع ہوتا ہی یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان افکار ہی۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہی۔ اسمیں وہ لکھتا ہی:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہی۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہی، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہی۔ ایک زمانہ میں "زیوس" کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوپیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہو جاتے تھے۔ لیکن آج دنیا ان ناموں پر ہنستی ہی۔ اگر یہ صحیح ہی کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہی تو ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ وہ زمانہ دور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھو کر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہی۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں۔ چنانچہ پنسلوینیا کی انجمن کی صدر مس کرسٹین واکر ہی۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہی۔ تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہی۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہی۔ اس کا نام کوئن رسلو ہی۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہی۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہی۔ اس کا قول ہی "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہی، ضرور ہی کہ اُس کے عقلی قوا میں خلل ہو!"

آمریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہی کہ قالین بافی کی صنعت ٹرکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی، وہ جب سے جلا وطن کر دئے گئے ہیں، یہ صنعت بھی ٹرکی سے یونان میں چلی گئی ہی۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہی۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ علاقہ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہی) جنگ سے پہلے ۸،۲۹۰ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۲۰،۵۲۰ ترک، اور ۳،۷۵۰ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً سگنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہی کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۱،۳۰۵ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰،۹۴۰ ترک کاریگر کام کر رہے ہیں۔ جنگ سے پہلے ۹،۹۰،۶۸۰ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۱۱،۰۸،۹۲۴ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ٹرکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہی۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہی کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہی"، ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہی۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کر لی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مختار نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ٹرکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہی، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی

بریدِ فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علحدگی

۲ دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی ایسے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ آمریکہ کے پانچویں صدر جمیس مونرو نے آمریکہ کی مجلس حکومت (سنیٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی - یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسکو عظیم الشان سیاسی نتایج پیدا کئے - اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "آمریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہیئں اور کسی بیرونی سلطنت کو ان میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہیئے"، مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دنیا پیدا کرلے -

چونکہ ولایات متحدہ آمریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہی، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے آمریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہی اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہی - چنانچہ ۱۸۶۷ء میں جب فرانس اور مکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر عملاً مداخلت کی - مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہموطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر آمریکہ میں سخت اختلاف آراء پیدا ہوگیا - ڈاکٹر ولسن اور اُنکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب آمریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہیئے - لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے - وہ کہتے تھے آمریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہنا چاہیئے - بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ آمریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر آمریکہ کب تک دنیا کے سیاست سے علحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہیئے حوادث کا سیلاب اُسے کبتک اسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہی، آمریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہی، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہی کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصے تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں،

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدہ آمریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہی۔ دنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے آمریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن آمریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت ازروئے قانون حاصل ہوجاتی ہی۔

دنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح آمریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہی۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن ان مددگاروں کو مجلس حکومت (سنیٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر آمریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہی کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں۔ لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہی کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہی۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدیئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر ان اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت آمریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہی کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس آمریکہ میں گذارے ہوں، اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف آمریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہی۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کر سکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہی اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہی کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہی۔

ولایات متحدہ

جمہوریۂ آمریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہی ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں انکا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہی لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہی جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہی مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب از سر نو ہوا کرتا ہی اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہی۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہی۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

آمریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ آمریکہ، دول یورپ کو آمریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہی!

(۱) جزیرۂ کوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہی لیکن عملاً آمریکہ ہی کی اُسپر حکومت ہی۔ اس جزیرہ کی آبادی ۰۰۰، ۰۰، ۲۹ ہی

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہی مگر آبادی ۰۰۰، ۵۵ سے زیادہ نہیں ہی۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹوریکو۔ اس کی آبادی ۰۰۰، ۳۰، ۱۲ ہی، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہی۔

(۴) جزائر ہاوائی۔ آبادی ۰۰۰، ۲۵۵۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہی۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہی۔ آبادی ایک کرور ہی۔

امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے آمریکہ کا درجہ کیا ہی:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں آمریکہ کا رقبہ

۸۰، ۷ ملین کیلومیٹر مربع	فی ہزار ۵۴
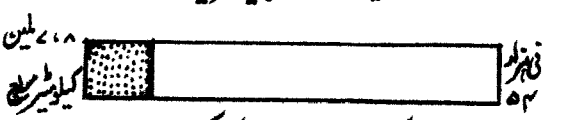
دنیا کی مجموعی آبادی میں آمریکہ کی آبادی

۱۰۵ ملین کی آبادی	فی ہزار ۶۹
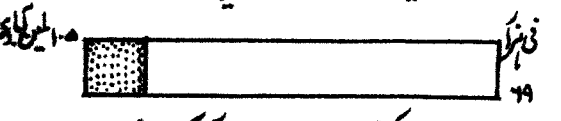
دنیا کی مجموعی پیداوار میں آمریکہ کی پیداوار

پیداوار	فیصدی
جوار	۸۳
گیہوں	۲۷
روئی	۶۴
کوئلہ	۴۵
پٹرول	۶۲
لوہا	۶۰
سونا	۲۰
چاندی	۲۰

آمریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے حسب ذیل ہیں

اگر ہم مرجائینگے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہے؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الا لیتنی لم اُغن فی الملک ساعۃ ولم اکُ فی اللذات اُعشی النواظر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ لیالی حتی زار ضنک المقابر

کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قاصد خط لئے دوڑا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ما ذا فی کتابکم قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا

ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہے؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہے۔

فمادت الارض او کادت تمید بنا کأن اغبر من ارکانہا انقلعا

قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہے

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ کانا جمیعا فظلا یسریان معا

ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔

لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا

جو گر رہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ لو قارع الناس عن احلامہم قرعا

مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب ـ طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے محروم کردیتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے۔ لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے پیش روں سے کم تر اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہے اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہے اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس کے بعد برسر حکومت آیا ہوں۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہے، بدل ڈالتا ہے۔ اگر پسند کرتا ہے تو آسان کردیتا ہے"

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ٹرکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟ ۔ غازی مصطفٰے کمال کا سفر آدرنہ۔ درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفٰے کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہے۔ ایک ضروری مسئلہ یہ بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کردیا جائے۔

چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں۔ ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے۔ یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہے، جو اِس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں ٹیوب ریلوے جاری ہو۔ مبصرین کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہے۔ ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہے۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہوجائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ٹرکی بالکل متصل ہوجائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادہر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا بجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اُسے کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہے کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہے اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہے۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہے کہ نو مسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی۔ یہ عید دراصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہے جسمیں قوم نے صدیوں کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) پر مجبور کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہے، اس لئے ترکی قوم اب تک اُسے ایک قومی و وطنی عید کی طرح مناتی ہے۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہے۔ اتنی ناقص کہ ۵ آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہے مگر وہ ناقص نہیں ہے۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲۰ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

(آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ہی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر رؤف یکتابک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہے لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں فنی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، سن سانس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہے "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہے!"

اس کے بعد ۱۱۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکر الولی سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریبًا پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب ہی وہ اُس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

• جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا۔ اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگاؤ۔ سر میں تیل ڈالو"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کرو۔ مجھے بٹھا دو۔ میرے پیچھے تکئے لگا دو"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے "کون کہتا ہے خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریھم　　انی لریب الدھر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں اُنھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

دورانِ علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا! آہ دنیا! اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کر چکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دَوڑے، اور اُس کے سب مزے لُوٹے مگر ہمنے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بوڑھا بنادیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہے؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہے؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہے۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ بٹھا دئیے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُس وقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟

پھر چلا کر روئے اور دعا کی:

"اے رب! سخت دل، گنہگار، بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ اُنھیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب　　وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمھارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دربدر ٹھوکریں کھانے سے بے پرواہ کردیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قبلہ کی مدح میں کہے تھے:

اذا مت، مات الجود وانقطع الندی　　من الناس الا من قلیل مصرد

تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا　　من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹا دئیے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں "ہرگز نہیں، امیرالمومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!"

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا　　الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو پاس دیکھ کر کہا:

"اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہے"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی ابتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات موت کی حالت شروع ہوچکی تھی اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھا:

لو عاش حی علی الدنیا لعاش اما　　م الناس لا عاجز و لا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہے، نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب ولن　　یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کُرتا دیکھا وہ مونڈھے سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کُرتا پہنا دوں؟" میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان! ضرور" چنانچہ آپنے کرتا عنایت کیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھالئے تھے۔ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھو! جب مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور منہ میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا بچھا کر مجھے اُس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے"

(استیعاب۔ عقد الفرید)

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فھل من خالد اما ھلکنا　　وھل بالموت یا للناس عار

…نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی …ت سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت …ح آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر ہر محلے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک …عت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ …ونکہ تمام مسلمان، جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب …اہی کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر …ض ہی کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب …شہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہی۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا …ہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر مجلس …ح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد …صل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق …حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے …وق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہی۔ لیکن باشندوں کے حقوق …ت ہوسکتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے …وق کے تحفظ کی قابلیت وجرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے …ر وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

سلطان کی دوسری تقریر

سلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ …س کا خلاصہ حسب ذیل ہی:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر …پکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا …ور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادو…ں سے ایک بنیاد ہی جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی …شوریٰ ہی جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہی "وامرہم شوریٰ بینہم" …یں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر …ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام وحفاظت کی کوششوں میں …حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی …امانت رکھ دی ہی۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل …ومحبت کی امداد واعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہی کہ ہم نے …شہر کے رؤسا و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے …آپ کو [illegible] منتخب کیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری …اُٹھانے کا بوجھ آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہی۔ میں [illegible] …بڑے سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی …توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ …لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ …اور مستعد ہی۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا …ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاحات کی ایک علحدہ مجلس بنا دی ہی جس کا کام یہ …ہی کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے …جن سے اُن کی اصلاح اور ترقی ہوسکتی ہی۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک …مرحلہ طے کرچکی ہی، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہی۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہی۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کیا کرتا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین موٹروں کا اجرا، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، ڈاک اور تار کے صیغوں کی اصلاح …اسی طرح [illegible] تمام علیا … مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی ڈاک کا قانون … [illegible] عمل میں لائی ہیں۔ [illegible] … آپکو جن پر غور کرنا …

اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہی۔ حکومت چاہتی ہی کہ تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام وراحت مطوفوں کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہی:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل وتجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کرے گی۔ ان میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلجایا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پُرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہی۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور نہر زبیدہ کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی وعمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی ومالی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی [illegible] حکومت پیش کیا جائے

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید وفروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور وبحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور وبحث کا موقعہ ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں دونوں کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲ ثلث اصوات (ووٹس) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہی۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہی کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کرے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے اور مجلس اُسے رد کردے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح وتشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کرے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہی کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سلطان سے رجوع کرے جسپر ایک ماہ گزر چکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔

(۲) شیخ احمد سجی۔

(۳) شیخ صالح شطا۔

(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔

(۵) شیخ محمد بن یحیٰ بن عقیل۔

(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔

(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔

(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمۂ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا تاکہ سلطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال اِن دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ اسپر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹہ کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے اِن دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لے لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

سلطان نے دعویٰ مع کل کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کردئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف وقانون کام کرے گا یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا اُسے سرکاری خدمت سے یا تو معطل کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ [illegible] … عہدے داروں کو

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کرلینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کرلی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطنیہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کردی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، کارداں، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے، اور جہاں تک ہماری معلومات ہے، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہوگئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جاسکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئے، یا ظلمت کے احاطۂ در فتح مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت وطاقت کا ظہور ہے جسنے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کردیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہوگئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاء حکومت میں کاروانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریبًا ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور وقیع قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں، وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کرسکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور قانون و ادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہوچکے ہیں، یہ یقینًا ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریریں

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیاد" میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کرکے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے۔ پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد سے) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت واخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں ایکاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دوری اور بے تعلقی، خودغرضوں کے لئے میدان کشادہ کردیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پاجاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خودغرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کردے سکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہوسکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کردے سکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خودغرض لوگ حکام کو دہوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہوجائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہوجائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دوری، نفس و جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کررہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لمحہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمھارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے۔ بنابریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو۔"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کردئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دئے تھے۔"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنادی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمامتر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض، بحسن و خوبی انجام دے گی۔

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس ازحد اہم اور باشندوں کے لئے غایت درجہ ضروری و مفید ہے اس لئے

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات ضرور کہدینی چاہیے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہی۔ شریعت حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہی۔ اس کے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ۳ دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہی" حاکم نے سوال کیا "اس بوری میں کیا ہی؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اسمیں قہوہ ہی" حاکم نے پوچھا "تو نے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی لاٹھی سے دبا کر" اسپر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگا دو۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اسنے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہی لیکن اسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اس میں کیا ہی؟ اسے اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دار الحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہی۔ اس کا نام "قصر مارد" ہی۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت وخاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہی وجہ یہ ہی کہ یہاں کی آب وہوا نہایت عمدہ ہی، پیداوار کافی ہی اور باشندے طبعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبد اللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امریکن سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے ہیں کہ اسی قسم کے حیلوں سے اُنھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمائے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آتیشر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہی اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پائے تخت ریاض میں پٹرول کے زیر زمین چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہی۔ سلطان کی دلی آرزو ہی کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں مگر وہ یورپین کمپنیوں "تاجروں" اور "علمی محققوں" کی آمد و رفت سے ڈرتے ہیں۔

خواطر وسوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وھائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک نا گہانی خسارہ نے اُسے دیوالیہ کر دیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کر لی۔ لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھ کر اپنی میز پر رکھ دی تھی:

"میں اسوقت ابدیت وخلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہی، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہو سکتا ہی!

* *

میرے فنا پذیر عقیدے میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ راگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہی) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہی۔

* *

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جسپر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا رأس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۲۲۵ کروڑ روپیہ) تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۵۰۰,۰۰۰، پونڈ نفع کمایا تھا۔ اِن حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہی۔

* *

مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہی، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہی کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہی؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہی کہ دولت کی فراوانی دل ودماغ پر کیا اثر ڈالتی ہی؟ مجھ پر وہ وقت گزر چکا ہی جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

* *

"گھوڑ دوڑ کے ایک دور میں میں نے ۱۰۰,۰۰۰ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے لاکھ اور غربت کے ۱ شلنگ، دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ ۱۹۱۰ء میں لندن سے ویلز تک کی ۱۰ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے مینچسٹر پہنچا دیا کرے!

* *

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کر کے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہی۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

* *

"زندگی کے متعلق میرا زمانہ ساز فیصلہ یہ ہی کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہی جو طمع، شہوت، اور حماقت کے مہیب آتشیں مادوں پر پک رہی ہی۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہو چکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث ترین جذبات نے لے لی ہی۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہو گئی ہی کہ بالشویزم کے سوا کوئی دوسری قوت اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

* *

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع وہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دُنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور سچ کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہی۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں۔

* *

"اسٹیج پر دولت کا کوئی [illegible] دار ہوتا ہی۔ [illegible] شامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُس پر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہی۔ جلسے کرتا ہی، لہو ولعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہی۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہی کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادھر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدھر [illegible] بھی پھر گئیں۔ اب نہ دوست ہیں نہ [illegible] اور [illegible] صرف یہ دو مگر وہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے [illegible] پہلو

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ
(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہی۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسب ذیل ہی:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرز معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اس سفر کا آغاز، شرق اردن کے پایۂ تخت عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہوگیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھانس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہی۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہی۔ میں نے پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پایۂ تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہی۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کر دئیے۔ ایک میری سواری کے لئے تھا، اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کر دئیے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک قافلہ بھی ریاض جارہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہوگیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۵ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہی اور نجد کو شرق اردن سے جدا کرتا ہی۔ یہ جبل الدروز سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہی۔ اس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور وہ احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہی۔ اس کی آبادی ۱۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہی۔ یہاں نمک بھی بنتا ہی، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہی۔ محصول، زکوٰۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہی۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہی کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر ۷ مجیدی، ہر ۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۲/۱ کا ہوتا ہی) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربار عام کی جگہ ہی) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اس گاؤں سے ۱۵ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ریشمی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہی۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اس قدر مشہور ہی کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہی۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہی کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کردی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہوچکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُستروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہوگیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہی، بہت قیمت پر بکتا ہی۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دہوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ ان کا عام مقولہ ہی، "مردوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہی!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہی۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہی۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی صحرائی بدو تھے۔ میں نے انھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہی کہ اگرچہ انھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اس طرز عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کرکے بھائی بھائی بنا دیا ہی!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہی اور پھر عبد العزیز بن سعود کی۔" اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہی کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اس کا نام "حنظلہ" ہے۔ یہ دراصل وسط صحرا میں ایک جگہ مٹی کا ٹیلہ ہی۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہی کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہی۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہی کہ اس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہی۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہی کہ قوم لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جا کر دیکھیں جہاں عذاب الٰہی نازل ہوچکا ہی۔ چنانچہ یہ واقعہ ہی کہ صدیوں سے اس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلاف توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزر لینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اس کے منظر میں صحرا کی ہیبت خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کر دیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبد اللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سُنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدئے اور بذات خود بھی قصبے کے پھاٹک پر آکر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہی۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہی۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہی۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہی۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھال کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہی۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہی۔ نجد کی مشہور عبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہی۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہی۔ اس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسی

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بیش بہا جواهر ريزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سيرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا ھے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ايـــجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید لیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البـــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه	الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه	" " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه ھے -

منیجر "البـــلاغ پریس"

رَہ جاتے ہیں!

٭٭٭

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اِس نظر سے دیکھے گا اور اِس معیارِ نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سو جانے پر لرزہ نہیں ہوسکتا!

٭٭٭

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اِس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اُٹھانے دو۔ آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"اُف! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے: "بابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے بڑھ رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!......
لیکن ہم اِس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہوجائیں؟

٭٭٭

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑ گیا۔ ......اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں............ میں نے قمار میں اپنی پوری دنیا کھودی۔ مجھے اِس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے!

......"

٭٭٭

"میری بیوی، میرے عزیز بچو، میرے وہ تمام دوستو جو اسوقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اُس سے زیادہ نہ سمجھو جسقدر وہ فی الحقیقت ہے!............

......"

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بوناپارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے شاید جدید دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اِس قدر زیر بحث نہ رہی ہو۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں اُلٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولوالعزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اور اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہوگئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں، اُس پر قاتلانہ حملے صرف دو ہی ہوئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھینی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کرسکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے اِن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک مجرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی "متمدن" دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اِس کا اعتراف کرتی ہے کہ اِس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کردینا چاہا، اگرچہ اُن میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُسوقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہوگئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخرالذکر کا نام "لوئی وولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۰ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہوچکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اِس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہوسکی۔ اِس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں مدد کے لئے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اِس شخص کی شادی ملتوی ہوگئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی۔ وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کرسکتا تھا۔

غرضکہ اِن اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے زدوکوب کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اُسنے کہا "اگر مادرِ وطن کے اِس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں یہ مہم انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دوں گا!"

چنانچہ وہ اِس ارادہ سے فوراً روانہ ہوگیا۔ اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدان جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پوچھ رہے تھے وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو پسپا کیا ہے۔ لوئی وولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین یہیں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات یا کل صبح شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدان جنگ کا نقشہ مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بے چین ہو۔"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کرونگا!" وولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی، اور شارع عام پر ایک خالی مکان میں چھپکر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بے چینی سے کھڑکی میں بیٹھا نپولین کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں اُسے دور سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد کا سوار ممتاز ٹوپی پہنے آرہا تھا۔ وولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے۔ بندوق درست کرکے چھتیائی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قریب تھا کہ بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین چند گز کے فاصلہ پر آگیا تو فیر کرنا چاہا۔ لیکن عین اُسوقت اچانک، پیچھے سے ایک ہاتھ بڑھا اور اِس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔

نپولین کو اِس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام گاہ میں پہونچا اور محکمۂ جاسوسی کے افسر اعلیٰ کو بلا کر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا؟"

"ہاں حضور والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال اب تک معلوم ہوچکا ہے"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت کا ہے۔ میرے ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا ہے جو حضور پر گولی چلانے والا تھا"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اِس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلامی سے بچانے کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا بدلہ مجھے دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ موجود تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لاکر کھڑا کیا گیا۔ اُس کے ایک طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ ایک جانب جنرل برتھیر۔ نپولین نے اپنی آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جما دیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلوم کیا ...

م قوت تھی کہ مجرم تاب نہ لاسکا۔ منہ کے بل گر کر چلایا: "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا: "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھے اِس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتا دیئے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اِس میں میرا قصور کیا ہے؟ اگر دول یورپ مجھے مٹانا چاہتی ہیں اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہوجائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اِس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ بریگیڈ کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اِس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اِس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کردیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و خرمی کا متمنی ہوں!"

وولف خلاف توقع یہ ... ولی عہد بویریا نے٭

٭ [illegible] نے کہا "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابل فخر ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شاہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک محض معمولی فرض ادا کیا ہے۔ کبھی کبھی عفو و کرم بادشاہوں کا مقدس فرض ہوجاتا ہے!"

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما :

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher.

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوتهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٢ | کلکتہ : جمعہ ٥ ۔ ربیع الاول ١٣٤٦ ھجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔

پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الھلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٨٦١ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	١١٣	اردو حروف کی حق مین	٢٧٠
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	١٩٦	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢١٤	نستعلیق ھون	٦٨

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الھلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تلفیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(٦)

بابل کے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل ' قديم دنيا کا مشهور ترين شهر هے - بهت سي قوموں اور خاندانوں نے اُسے باري باري فتح کيا اور اپنی عظمت و شوکت کا مرکز قرار ديا - مشهور هے که اِس کا اولين بادشاه نمرود اور اُس کا خاندان تها - اِس کي اولاد میں سب سے زياده شهرت " اُور " خامس کو حاصل هوئي - اِس کا نام اور بعض حالات اُن اينٹوں پر مسماري خط میں کنده ملے هیں ' جو حال میں زمين سے نکالي گئي هیں -

خاندان نمرود کے بعد ايک دوسري سلطنت کا قبضه هوا - تاريخ میں اس کا نام ايراني سلطنت هے - دو سو پچيس سال اُس نے حکومت کي - اس کے بعد ۲۲۲۵ ق م میں ايک اور سلطنت قائم هوئي - اِس کا نام " ايلامي " هے - اِسي کے ايک بادشاه " کودرلا اومر " سے حضرت ابراهيم عليه السلام نے مقابله کيا تها اور فتحياب هوئے تهے -

تقريباً سنه ۲۰۰۰ ق م میں اِس پر کلدانيوں نے قبضه کيا اور ساڑهے چار صدي تک حکومت کرتے رهے - پهر اِس کے بعد مصريوں کا غلبه هوا اور سنه ۱۳۱۴ ق م تک حکمران رهے - اشوريوں نے مصريوں کو شکست دے کر اپني حکومت قائم کي - يهاں تک که سنه ۵۳۸ ق م میں کورش شاه ايران نے اُن کي سلطنت کا خاتمه کر ديا - اس وقت سے ايرانيوں کا دور شروع هوتا هے -

سات عجائب عالم میں سے ڈائنا کے مندر کا بقايا

پهاڑ کے نيچے جو کهنڈر نظر آ رها هے ' بهي اس مندر کا بقايا هے - اوپر ترکوں کا قلعه هے

بابل اور نينوى میں هميشه رقابت چلي جاتي تهي - ايک دوسرے کي بربادي پر تلے رهتے تهے - سنه ۷۴۵ ق م میں اهل نينوى نے بابل فتح کرليا تها - ليکن سنه ۶۰۶ ق م میں بابليوں نے ايرانيوں کي مدد سے اُنهیں نکال باهر کيا - پهر خود نينوى پر حمله کيا اور اُسے اِس طرح مٹاديا که اُس کا نشان تک باقي نه رها - ابهي حال میں بڑي تحقيقات کے بعد پته چلا هے که يه قديم شهر کس جگه واقع تها ' کيسا عظيم الشان تها ؟ اور کس بے دردي سے برباد کر ديا گيا ؟

نينوى کي بربادي کے بعد هي بخت نصر ظاهر هوا - بابل کے معلق باغ اِسي نے بنائے تهے - اُن سے مقصود صرف يه تها که اپني بيوي کي خوش نودي اور تفريح کا سامان کرے -

يوناني مورخ هيرودوتس نے لکها هے که بخت نصر نے اراده کيا ' بابل کو از سر نو اِس طرح بنائے که دنيا ' نينوى کي شان و شوکت بهول جائے - چنانچه نينوى کے قيديوں اور معماروں سے يه نيا شهر طيار کرايا گيا - خود هيرودوتس نے اپني سياحت کے دوران میں بابل کي بهي سير کي تهی ' چنانچه اُس کے حالات اپني تاريخ میں لکهے هیں - اُس کے بيان سے معلوم هوتا هے که بابل ' زمين کے مربع ٹکڑے پر قائم تها - بيچ میں دريائے فرات نے بهه کر اُس کے دو حصے کرديے تهے - هر حصه ۱۵ - ميل لانبا تها - يعني پورا شهر تيس ميل کے وسيع رقبه میں پهيلا هوا تها - چاروں طرف شهر پناه تهي - ۳۵۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹي تهي - اِس میں پيتل کے سو پهاٹک تهے - پهاٹکوں کے ستون اور چهتیں بهي پيتل کي تهیں -

شهر میں سب سے زياده شاندار ' عجيب ' اور دلچسپ چيز يه " معلق باغ " تهے جو اُس وقت سے اب تک پوري دنيا کے ليے اعجوبه بنے هوئے هیں - يه باغ پتهر کي عمارتوں پر ايک ايسے علاقه میں نصب کيے گئے تهے ' جهاں پتهر کمياب هونے کی وجه سے نادر اور قيمتي چيز سمجها جاتا تها - بادشاه عبادت خانوں میں بطور نذرانه کے پتهر پيش کرتے تهے ' اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں میں بڑے اهتمام سے منتقل کيے جاتے تهے - دجله اور فرات کي وادي میں آج تک پتهر کي بڑي قلت هے -

ليکن کيا يه باغ واقعي معلق تهے ؟ اس بارے میں ايک سخت غلط فهمي پهيلي هوئی هے - حال کے بعض مورخين بهي اِس غلطي سے نه بچ سکے - در اصل انکا معلق هونا محض ايک نظري اور مجازي وصف تها - ور نه وه معلق نه تهے - قديم يوناني اور روماني مورخوں نے اِنکے ليے جو لفظ استعمال کيا هے اُسکے معني " معلق " نهیں بلکه منزل در منزل باغ کے هیں - يه باغ پتهر کے کئي منزله چبوتروں پر لگائے گئے تهے - هر اوپر کا چبوتره نيچے کے چبوتره سے عرض میں چهوٹا تها - اِس طرح تمام چبوترے بلند هوتے هوتے ۳۵۰ فٹ تک پهنچ گئے تهے - هر چبوتره پر اِتني مٹي جمع کي گئي تهي جتني درختوں کي پرورش کيليے ضروري تهي - پاني اوپر چڑها کر بالائي منزل پر تالاب بنايا گيا تها ' نيچے سے اُس میں جمع کر ديا جاتا تها - اور اُسي سے پورے باغ کي آب پاشي هوتي تهي - هر چبوتره کي زمين يا چهت بانس سے پاٹ دي گئي تهي - اُسکے اوپر سيسه پگهلا کر پهيلا ديا تها - يه احتياط اِس ليے کي گئي تهي که ديواروں اور بنيادوں تک نمي نه پهنچ سکے اور باغ هميشه برقرار رهیں - هر طبقے يا چبوترے کے نيچے بڑے بڑے ايوان تهے اور بابل و نينوى کے بهترين ' سامان آرايش سے آراسته تهے - هر دو طبقوں کے ما بين وسيع زينے بنے هوئے تهے - جنسے بادشاه ' ملکه ' اور درباري ايک ساتهه اوپر نيچے آجا سکتے تهے -

باغوں میں قسم قسم کے 'پهولوں ' پهلوں ' اور ميوؤں کے خوشنما درخت لگے تهے - موسم بهار میں عجيب کيفيت هوتي تهي - هرے بهرے درختوں کے پتے پوري عمارت چهپا ليتے تهے - ايسا معلوم هوتا تها که واقعي باغ هوا میں معلق کهڑے هیں - خوشبو اس قدر هوتي تهي که تمام شهر معطر هو جاتا تها - خيال هوتا تها که جنت آنکهوں کے سامنے پهيلي هوئي هے - بابل کي گرمي ديکهتے هوئے يه باغ
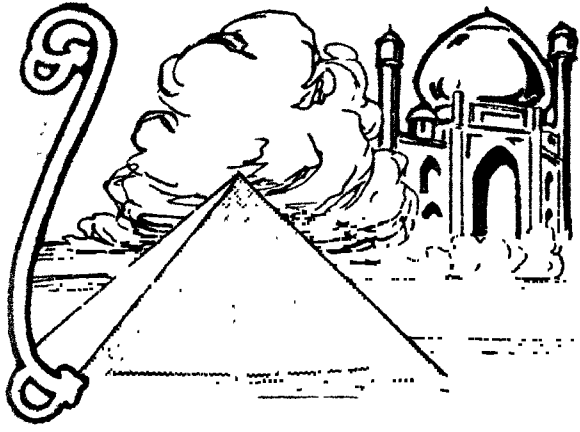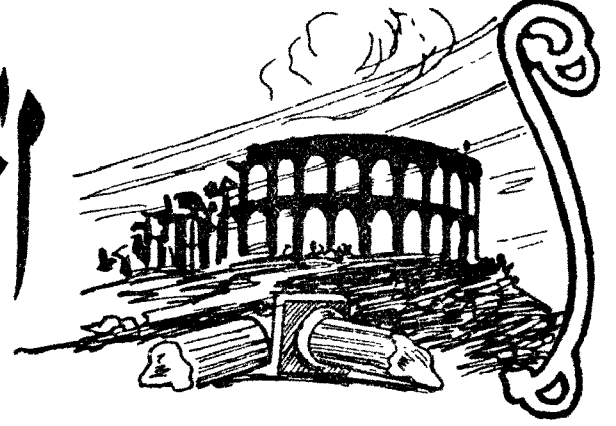
سات عجائب عالم

(۵)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزیرۂ روڈس (بحر متوسط) میں یه عظیم الشان اور شہرۂ آفاق بت قائم تھا - لیکن اب اُسکا کوئي نشان باقي نہیں ھے - عہد مسیحي سے سو برس پہلے ھي وہ برباد ھوچکا تھا - مرکب دھات کا یه بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوھا بکتا ھے !

مشہور رومانی مورخ پلیني نے پہلي صدي عیسوي میں جزیرۂ روڈس کي سیر کي تھي - وہ لکھتا ھے :

" ھر چیز سے زیادہ حیرت انگیز آفتاب کا وہ عظیم الشان بت تھا جو اِسی جزیرہ میں نصب تھا - اِسے کیرس لنڈي نے بنایا تھا - یه ستر گز (رومانی) بلند تھا - ۹۵ سال قائم رھنے کے بعد زلزلہ سے گر پڑا - وہ ابتک بدستور زمیں پر پڑا ھے اور دیکھنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت ھے ! کم آدمي ایسے نکلینگے جو بت کے ھاتھه کا انگوٹھا اپنے دونوں ھاتھه پھیلا کر بھي قبضه میں لاسکیں - بت کي انگلیاں اتني بڑي ھیں که شاید ھي اِتنے بڑے مجسمے کہیں موجود ھوں - پنڈلیاں اِتني موٹي ھیں که اُنکے اندر لمبي گہري سرنگیں معلوم ھوتي ھیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم الشان سنگي ستون تھے تاکه پاؤں بت کے جسم کا بوجھه سنبھال سکیں "

یه بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تھا - یه دیوتا اِس جزیرہ کا معبود اور محافظ سمجھا جاتا تھا - کیرس بت تراش نے بارہ برس کي محنت سے اِسے طیار کیا تھا - لیکن سنه ۲۲۴ ق م میں زلزلہ نے اِسے گرا دیا -

اِس بت کي عظمت و شہرت اِس قدر عام ھوگئي تھي که باھر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادۃ قصے مشہور ھوگئے تھے - عام طور پر خیال کیا جاتا تھا که وہ جزیرہ کي خلیج پر اِس طرح کھڑا ھے که اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر ھے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یه خلاف واقعه ھے - دراصل یه بت ایک برھنه آدمي کي شکل پیش کرتا تھا اور وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑے کھڑا تھا - رومن مورخ پلیني نے اُسکي بلندي کي نسبت جو کچھه کہا ھے ' اُسکي کسي دوسرے مورخ نے تغلیط نہیں کي ھے - اُسکے حساب سے بت کي بلندي ۱۵۰ فٹ تھي !

پورا بت مرکب دھات کا تھا - ٹانگیں پتھر کي تھیں ' اور مرکب دھات کي چادروں سے ڈھکي ھوئي تھیں - پیروں سے سر تک ایک اندروني زینه بنا تھا - بعض مورخین کا بیان ھے که اِس زینه سے چڑھ کر روز رات کو بت کي آنکھوں میں آگ جلادي جاتي تھي تاکه اُس کي روشني سے جہازوں کي رھنمائي ھو -

کہا جاتا ھے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا که اُس سے ایک سخت فني غلطي ھوگئي ھے - اِس غلطي کي اصلاح نا ممکن تھي - لہذا اُس نے خودکشي کرلي - لیکن اُسکي غلطي بعد میں کسي کو بھي نظر نہیں آئي - یونان اور یورپ دنیا بیک زبان اُس کي صناعي کا اعتراف کر رھي ھے -

روڈس بارجود اپني قدیم بدحالي کے اُس زمانه میں بہت دولت مند ھوگیا تھا - معدني مصنوعات میں اس نے بڑي شہرت حاصل کي تھي - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسلہ قائم تھا - یونانیوں نے اُس کي دولت مندي دیکھکر اُس پر قبضه کرلیا اور وھاں ایک عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کي - شہر کي رونق بھي اس درجه بڑھگئي که ایتھنز کا مقابلہ کرتا تھا - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کیا - اُن کے بعد شاہ موسولوس نے غلبه حاصل کیا - یه وھي بادشاہ ھے جس کي قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار ھوتي تھي اور ابھي ابھي ھم اُس کے تذکرہ سے فارغ ھوئے ھیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حمله کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم نے چھینا - سکندر کي وفات کے بعد اُس نے پھر اپني آزادي حاصل کرلي اور خود مختار ھوگیا - یہي زمانه اُس کا سنہري زمانه سمجھا جاتا ھے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کي اصلي منڈیاں دو ھي تھیں : اسکندریه اور روڈس -

اِس بت کي تاریخ یه ھے که مصر کے ایک بطلیموس پادشاہ نے (یعني اُس خاندان شاھي کے پادشاہ نے جو بطلیموس کے لقب سے ملقب تھے) اپنے بھائي سے جنگ کي تھي - روڈس کے باشندوں نے بطلیموس کي مدد کي اور فتح دلائي - اِس پر اُس کے بھائي نے جزیرہ سے انتقام لینا چاھا اور ایک فوج گراں جہازوں میں لاکر محاصرہ کرلیا - فوج کي تعداد اِتني زیادہ تھي که جزیرہ کي پوري آبادي اُس سے کم تھي - اھل روڈس زبردست دشمن دیکھکر گھبرا گئے - مگر بہادر تھے - مقابلہ کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تھا - اُس نے اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپني فوج بھیج دي - اس طرح روڈس اپني حفاظت میں کامیاب ھوگیا -

اسي نجات کي یادگار میں اھل روڈس نے یه بت بنایا تھا ' اور اپنے دیوتا اپالو کو نذر دي تھي - بت کے بنانے میں جتنا کانسه لگا ' وہ سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا -

عربوں کي فتح کے زمانه تک اِس بت کے کھنڈر موجود تھے - یورپین مورخوں کا بیان ھے که اُنھوں نے یه کھنڈر ایک یہودي کے ھاتھه فروخت کر ڈالے - یہودي نے اس سے تین سو ٹن کانسه حاصل کیا -

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

تصور الہی کی تکمیل

اور

اس کا سلسلۂ ارتقا

(۳)

(شاہیت اور الوہیت کے تشابہ کے نتائج)

شاہیت اور الوہیت کے اس لزوم و تشابہ نے انسان کے تصور الہی پر جو گہرا اور دور رس اثر ڈالا ہے ' اُس کا اندازہ سرسری مطالعہ سے نہیں ہو سکتا - ضروری ہے کہ تصور الہی کے ایک ایک جزء اور ایک ایک عنصر پر نظر ڈالی جاے ' اور اُسکی امتزاجی اور خمیری حالت کی تعلیل کی جاے - اس سلسلہ میں حسب ذیل نقاط خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہیں :

(۱) انسان کی معیشت کی تاریخ میں نظم و حکومت کی ابتدا جمہوریت کے عنصر سے ہوئی ہے ' نہ کہ شاہیت و مالکیت کے عنصر سے -

یہاں لفظ " جمہوریت " سے مقصود جمہوری نظام حکومت نہیں ہے ' بلکہ جمہوریت کی وہ سادہ اور عنصری حالت مراد ہے جب کسی ایک شخص کو مالکانہ و حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تھا - ایک سے زیادہ آدمی مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر لیا کرتے تھے - یہ بات کہ کسی خاص فرد کو مالکیت و فرماں روائی کا اختیار حاصل نہو کہ جو چاہے حکم دے اور جس طرح چاہے اپنے ماتحتوں کے معاملات معیشت کا فیصلہ کرے ' بلکہ مساویانہ طریقہ پر لوگ مل جل کر اپنی ضروریات نظم و اجتماع کا انتظام کریں ' جمہوریت کا اصلی عنصر ہے ' اور یہی عنصری حالت یہاں مقصود ہے -

شخصی مالکیت اور شاہیت انسانی اجتماع کی ایک غیر طبیعی حالت ہے جو اُس وقت پیدا ہوئی ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنا مطیع و منقاد بنانا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ زیادہ طاقتور فرد کو کم طاقتور افراد سے غلامی و چاکری کرانے کا حق حاصل ہے - پھر جوں جوں تمدن و شہریت میں ترقی ہوتی گئی ' مالکانہ قبضۂ و تصرف بھی زیادہ خوش اُسلوب اور منظم ہوتا گیا ' یہانتک کہ شاہیت و حکمرانی کا نظام پیدا ہو گیا -

یہ بات کہ انسانی اجتماع کی تاریخ میں غیر شخصیت و شاہیت ' شخصیت و شاہیت پر مقدم ہے ' تاریخ کی روشنی میں صاف نظر آ جاتی ہے - ہم دنیا کے تمدنی عہد سے جس قدر پیچھے ہٹتے جائینگے ' شاہیت اور شخصیت کا نظام مفقود ہوتا جایگا ' اور مشترک جماعتی نظم اپنی ابتدائی اور سادہ حالت میں کار فرما نظر آیگا - دنیا کی جس قدر بھی غیر متمدن اور وحشی قومیں تاریخ کے علم میں آئی ہیں ' ان میں ایک قوم بھی ایسی نہیں ہے جس میں شخصی شاہیت کا نظام پایا گیا ہو - امریکہ ' افریقہ ' اسٹریلیا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرین لینڈ کی غیر متمدن آبادیاں شخصی مالکیت و سروری سے اُسی طرح نا آشنا پائی گئیں ' جس طرح سکہ کے استعمال سے نا واقف تھیں - عرب جس وقت تک بدویانہ زندگی میں رہا ' شخصی حاکمیت سے آشنا نہ ہو سکا - تاریخ کی روشنی میں جو ترتیب نظام حکومت کی واضح ہوتی ہے ' وہ یہ ہے کہ انسان اپنی صحرائی اور انفرادی معیشت میں کسی نظم کا محتاج نہ تھا - جب قبائل کی زندگی شروع ہوئی تو خود بخود ایک ایسا سادہ اور بسیط نظم پیدا ہو گیا ' جیسا آج کل بھی دیہاتی پنچایتوں میں دیکھا جاسکتا ہے - بستی کے بڑے بوڑھے کسی درخت کے سایہ میں بیٹھہ گئے اور تمام جھگڑے اور قصے چکا دیے - اس طریق کار سے رفتہ رفتہ قبائل کی سرداری کا منصب پیدا ہو گیا - انہی سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زیر کرنا اور غلام بنا کر رکھنا شروع کر دیا ' اور اسی سے شخصی مالکیت کی بنیاد پڑ گئی -

شخصی مالکیت اور شاہیت کی بنیاد قاہرانہ قوی کے استعمال اور جبر و تعدی کی ہولناکیوں سے پڑی تھی - یہ سرتاسر انسان کے سلبی اور تخریبی صفات تھے - ایجابی و تعمیری نہ تھے - البتہ آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کی بھی گنجایش نکل آئی - لیکن چونکہ شاہیت کا مایۂ خمیر ہیبت و قہر تھا ' اس لیے غلبہ ہمیشہ اسی قسم کے صفات کا رہا - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجہ بڑہ نہ سکے کہ شاہی قہر و جلال کی ہیبت و سطوت میں خلل انداز ہو سکتے - نتیجہ یہ نکلا کہ ازل دن سے شاہیت کا تصور سرتاسر ہیبت و قہر کا تصور ہو گیا - یہ بات انسان کے تخیل میں جم گئی کہ جس قدر ایک پادشاہ زیادہ پر ہیبت اور قہرمان ہوگا ' اُتنی ہی اُس کی شاہیت زیادہ مقتدر اور مسلم ہوگی !

ضروری تھا کہ شاہیت کے اس تصور سے انسان کا تصور الہی بھی متاثر ہوتا ' کیوں کہ دونوں میں مماثلت کی نسبت پیدا ہو چکی تھی - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دوسرے دور میں یہ مماثلت بھی صفات قہر و جلال کے استغراق کا ایک قوی باعث ہو گئی اور انسان کا تصور رحمت و جمال کی طرف تیز قدم نہ اٹھا سکا - ٹھیک ٹھیک شاہیت و مالکیت کے تصور کی طرح ' خدا کے تصور میں بھی تمام قاہرانہ اور جابرانہ اوصاف نمایاں ہیں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاہیت کے تصور میں مغلوب اور کمزور ہے ' اُسی طرح اُلوہیت کے تصور میں بھی زیادہ نہیں اُبھر سکتا - پھر جوں جوں شاہیت کے مزاج و اوصاف میں رقیق و لطیف جذبات کا عنصر بڑھنے لگتا ہے ' تصور الہی میں بھی اس جانب ترقی ہونے لگتی ہے - شاہیت کا ابتدائی اور عالمگیر تصور یہ تھا کہ وہ ایک ایسا وجود ہے جس سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہیے - اُس کا غضب بے پناہ ' اور اس کی ہولناکی لا علاج ہے - وہ ایک ادنی سی لغزش پر قتل کر ڈالتا اور ایک ذرا سی خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے - البتہ

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یهي باعث هے که اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار هوا اور سارے جهان میں شهرت هوا کي طرح پهیل گئي۔

لیکن زمانه کے بے رحم هاتهوں نے یه دلفریب باغ بهي نه چهوڑے - بابل کي جنت برباد هوگئي اور شهر بهي تهه و بالا هوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یه بهي معلوم نه تها که یه باغ رائع کهاں پر تھے ؟ سنه ۱۹۰۳ ع میں زمین کهودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے هیں جس پر باغ نصب تھے - اِن باغوں کا باني بخت نصر(بنوکدنزر) وهي بخت نصر هے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یهودیوں کو قید کر لیا تها -

(۷)

اهرام مصر

(The Pyramids of Egypt)
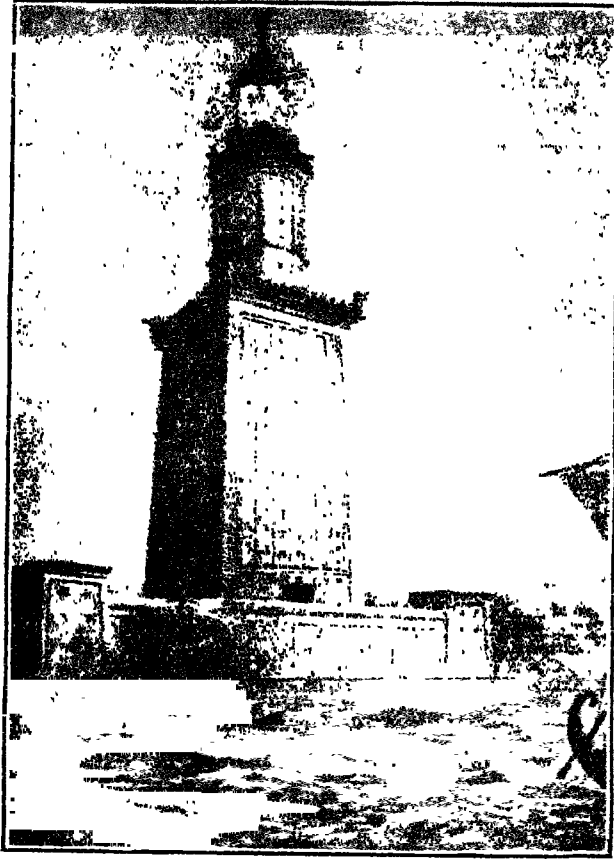
دنیا کے سات عجائب میں صرف اهرام مصري هیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانه کا مقابله کر رهے هیں - مصر میں متعدد اهرام هیں - مگر اُن میں سب سے زیاده مشهور اور عجائب عالم میں شمار هونے والا هرم "هرم کبیر" کے نام سے مشهور هے - یه قاهره کي موجوده آبادي سے ۶۸ کیلو میٹر فاصله پر جنوب میں واقع هے - اس مین ابتک کوئي اهم تغیر نهیں هوا هے - صرف اوپر کا پلاستر اُتر گیا هے اور چوٹي پر سے کچهه حصه ٹوٹ گیا هے -

یه هرم اب سے چهه هزار سال پہلے تعمیر هوا تها - مصر کي چوتهي سلطنت میں ایک پادشاه نے اِسے بنایا - ساتهه برس اِس نے حکومت کی تهي - مصري زبان میں اِسکا نام " خوفو " تها - یوناني اُسے " خیوپس " کهتے تھے - قدیم مصري هرم کو " باخیت خوفو " کے نام سے پکارتے تھے - اِسکے معني هیں " خوفو کا مقبره " دراصل یه عمارت بادشاه نے اسي غرض سے بنائي تهي که مرنے کے بعد اس میں دفن هو- هرم کے مصري نام هي سے اسکا مقصد واضح هو جاتا هے - اِس سے بهی بڑه کر یه که خود هرم کے اندر تابوت بهي ملا هے اور اِس بات کي قطعي شهادت هے که اصل میں یه مقبره هي تها -

هرم کا دروازه شمال کي طرف هے - اِس دروازه سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل هوتے هیں - راسته ایک تهه خانے تک لیجاتا هے - خیال کیا جاتا هے که یهي تهه خانه ' قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تها - کیونکه اسي میں تابوت رکها هے - مگر خود بادشاه کي لاش اُس میں نهیں ملي - نهیں کها جا سکتا ' بادشاه اُس میں کیوں دفن نهیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یه بهي معلوم نهیں هوا که اُسکي اصلي قبر هے کهاں ؟ بعض مورخین کا خیال هے که بادشاه نے اِس مقبره کے بنانے میں رعایا پر بهت ظلم کیا تها - اِس لیے ناراض هوکر مصریوں نے اُسکي لاش اس میں دفن نه هونے دي - لیکن اِس کے ایک کمره مین بادشاه کا نام سرخ روشنائي سے لکها هوا پایا گیا هے - خیال کیا جاتا هے که مزدوروں نے پتهر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے هي لکهدیا تها - اگر یه نام موجود نه هوتا تو دنیا هرگز نه جان سکتي که یه عمارت کس شخص نے بنائي تهي -

بادشاه کا تابوت سنگ سرخ کا هے - ساڑهے سات فٹ لانبا ' تین فٹ چار انچ چوڑا ' اور تین فٹ چار انچ اونچا هے -

بادشاه کے کمرے کے اوپر پانچ چهوٹے کمرے اور هیں - خیال کیا جاتا هے که یه اِس غرض سے بنائے گئے تھے که شاهي کمره پر سے عمارت کا بوجهه هلکا هو جائے - ملکه کا کمره بادشاه کے کمرے کے نیچے هے اور اصلي راسته سے ایک گلي اُسکي طرف جاتي هے -

قدیم زمانوں سے یه بات مشهور چلي آتي تهي که هرم کے اندر ایک بهت بڑا خزانه موجود هے - مگر کبهي کسي کو اُسکے کهودنے کي جرأت نهیں هوئي - خلیفه مامون الرشید نے البته کهدوانا شروع کیا تها ' مگر بعد میں معلوم هوگیا که خزانه کي افواهیں بے بنیاد هیں -

(اسکندریه کا شهرۂ آفاق مناره)

یه تصویر اُن تصریحات کي بنا پر بنائي گئي هے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کي زباني معلوم هوئي هیں -

یوناني سیاح هیرودوتس نے هرم کي سیر کي تهي اور اپني کتاب میں اُس کا حال لکها هے -

شروع میں هرم پر چکنا پلاستر لگا هوا تها - کوئي اُس پر چڑه نهیں سکتا تها - مگر اب یه پلاستر اُتر گیا هے اور اُسکي چوٹي پر پهنچنا ممکن هے -

اِس هرم کي بلندي ۴۸۱ فٹ هے - شمالي جانب سے ۶۱۲ اور باقی تین طرف سے ٹهیک ۷۵۵ فٹ ۷- انچ لانبا هے - یه اس بات کي شهادت هے که قدیم مصریوں نے علم هندسه میں بڑي ترقي حاصل کي تهي -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجه اِسي هرم کو حاصل هے -

(مورخین عرب کي تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یه مختصر بیان تها جو ختم هوگیا - هم نے بابل ' منارۂ اسکندریه ' اور اهرام کے حالات میں صرف وهي امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبني هیں ' اور وه تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمه کي جاچکي هیں - اب اس کے بعد همیں تفصیل کے ساتهه وه تحقیقات بیان کرني هے جو قدیم عرب مورخین نے کي تهي ' خصوصاً بابل ' اسکندریه ' اور اهرام مصر کي نسبت اُن کي تصریحات تاریخ کا نهایت قیمتي اور قابل غور موضوع بحث هے -

مصریوں نے " تہوت " اور " هرمس " میں (اور هرمس Hermes یونانیوں کا بهي معبود تها)(۱) علم و حکمت کے تمام ابتدائي سرچشمے دیکهے بابل نے جو علم هئیة کے کشف و ترقي کا سب سے پہلا سرچشمه هے ' آسمان کے ارواح الوهیت میں سورج کا قهر اور مریخ کي خون آشام تلوار دیکهي تهي - اب زهره کي مسکراهت اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجیدہ صورت کا بهي تماشائي هوگیا - یونان کي فکري لطافت اور وسعت تخیل نے اس میں اور زیادہ نظم و اسلوب پیدا کیا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پیداوار ' مال ودولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوہ فرما هوگئے ' اور انکي چوکهٹیں صفات جمالیه کے حاجت مندوں کا قبلۂ عبادت بن گئیں - مصر ' هندوستان ' اور یونان میں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پہنچ چکي تهي ' اسلیے ان دیوتاؤں کا تخیل زیادہ تر اجرام سماویه هي کے تعبدانه مشاهده میں پیدا هوا -

ایران جو دنیائے قدیم کے ادیان وملل میں اپني بعض خصوصیات کے لحاظ سے غیر معمولي امتیاز رکهتا هے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انهماک کے ' اصنامي پرستش کے تخیل سے همیشه گریز کیا ؛ اس بارے میں ایک بالکل مختلف نوعیت کا تخیل قائم کرتا هے ' اور ثنویت کے ذریعه صفات قهر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا هے - یعني اس اعتقاد کا نقشه آراسته کرتا هے که خالق حقیقي کے ماتحت دو کارساز قوتیں کارفرما هیں : قوت خیر اور قوت شر - یعني " یزداں " اور " اهرمن " تمام ایجابي اور جمالي صفات یزداں کے حصے میں آئي هیں ' اور تمام سلبي اور قهري صفات اهرمن کے حصے میں - یزداں کي تعمیري صفت بنانا چاهتي هے - اهرمن کي تخریبي صفت بگاڑنا چاهتي هے - گویا کون و فساد کي کشاکش اپني منتهاء ازلیت میں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي هے -

غرضکه اس دور کے آخري عهد میں به حیثیت مجموعي ذهن انساني نے ایک ایسي مزاجي استعداد پیدا کر لي تهي که وہ صفات سلبیه کے ساتهه صفات ایجابیه کا بهي بالاستقلال تصور کر سکتا تها - البته غلبه اب بهي صفات سلبیه هي کے تصور کا تها - تصور الهي کے اس بنیادي نقطه میں که عبادت کي اصل خدا کے غضب و قهر سے بچنا هے ' نه که اسے چاهنا اور اس سے نزدیک هونا ' کوي تبدیلي نهیں هوي تهي - پس گو اس عهد میں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظارہ کرنے لگا ' لیکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قهر و غضب کے خوف هي کا تها - جمال و رحمت کي شیفتگي کا نه تها - اس منزل تک پہنچنے کیلیے اسے ابهي کئي ارتقائي منزلیں طے کرني تهیں -

مذهبي اعمال میں تمام تر دار و مدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تها - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا دیوتا کیوں نهو ' لیکن بغیر قتل و هلاکت کي بهینٹ کے خوش نهیں هو سکتا تها - مذهبي اور معبدي رسوم کي کارفرما جماعتیں (یعني مندروں کے پجاریوں ' معلموں ' رهنماؤں کی جماعتیں) صدیوں سے ایک طاقتور نظام کي شکل میں قائم هو چکي تهیں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زیادہ ضروري عنصر بن گیا تها - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قیام نے بهي انسان کے دیني عقائد کي تاریخ میں بهت بڑا حصه لیا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم رہ سکتا تها ' ان میں سب سے زیادہ موثر چیز یهي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگیزي تهي - اس لیے یه جماعتیں قدرتي طور پر آسماني قهر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تهیں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اٹهانے کي مهلت هي نهیں ملتي تهی - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور یونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعه کیا هے ' وہ اندازہ کر سکینگے که اس عهد کے دهشت انگیز دیني موثرات میں یه چیز کس درجه قوي و فعال رهي هے ؟

اس دور کے اِس آخري عهد میں پہنچکر همارے لیے ممکن هو جاتا هے که سنین و ایام کے موجودہ حسابات سے اِس کا زمانه متعین کر سکیں - یه تقریباً سنه ۱۷۰۰ قبل مسیح (ع) کا زمانه هے - اِس عهد کے کچهه عرصے بعد سامي دعوت کے قیام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا هے -

(سامي دعوت کا ظهور)

" سامي دعوت " سے مقصود تورات کي دعوت هے - تورات کے ظهور کا زمانه تقریباً (تقریباً اس لیے که ایام و سنین کے صحیح تعین میں متعدد تاریخي اور هئیتي اختلافات حائل هیں) ۱۶۴۵ - قبل مسیح هے - تورات کے عبراني سنین کي جو تقویم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي هے ' بعینه وهي هے جو ابو ریحان بیروني وغیرہ عرب محققین زیچ و تقاویم نے مرتب کي تهي - اس سے ثابت هوتا هے که بنو اسرائیل کا مصر سے خروج مندرجۂ صدر سنه میں هوا تها - اسلیے تقریباً یهي زمانه حضرة موسی (علی نبینا و علیه الصلواة والسلام) کے ظهور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانه هے -

---

(۱) هرمس کے بارے میں بعض مورخین کو سخت غلط فهمي هوئي هے ' اور انکي تقلید سے زمانۂ حال کے بعض مستشرقین یورپ بهي غلط فهمي میں مبتلا هوگئے - چونکه یونان اور مصریوں کے عقیدے میں هرمس علم و حکمت کا دیوتا تها ' اسلیے متاخرین حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اسکي طرف منسوب کردي تهي ' اور بعض کتابوں میں علوم کا تذکرہ اس طرح شروع کیا گیا تها ' گویا هرمس کا الهام رباني بیان کر رها هے - جب اِن کتابوں کا عهد عباسیه میں ترجمه هوا تو بعض لوگوں کو یه غلط فهمي هوگئي که هرمس یونان و مصر کے حکما میں سے کوئي حکیم هے - پهر کوشش کي گئي که اس کا زمانه متعین کیا جائے - بعضوں نے اسکا زمانه ایسا متعین کیا جو حضرت ادریس علیه السلام کا زمانه تها - اس سے یه خیال پیدا هوا که هرمس اور ادریس ایک هي شخصیت کے دو نام هیں - بعضوں نے کها که تورات میں جس " اخنوخ " کا ذکر آتا هے ' وهي یونانیوں کے یهاں هرمس کے نام سے مشهور هے - بعضوں نے دیکها که هرمس کا تذکرہ مختلف زمانوں میں پایا جاتا هے اِس لیے انهوں نے تطبیق کی یه صورت نکالي که تین هرمس فرض کرلیے : کبیر ' درمیاني ' صغیر - حالانکه سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نهیں - وہ محض ایک خیالي شخصیت هے - جیسي شخصیت هندوستان میں نظم و حکمت کے لیے بیاس جي کي فرض کر لي گئي هے - ابن الندیم نے فهرست میں (صفحه ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدین قفطي نے تاریخ الحکماء میں (صفحه ۳۴۶) اور ابن ابی اصیبعه نے عیون الانباء میں (جلد ۱ - صفحه ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچهه لکها هے ' وہ اسي غلط فهمي کا نتیجه هے - هرمس حکیم کے نام سے جو کتابیں عربي میں ترجمه هوئیں ' زیادہ تر قدیم فن کیمیا اور احکام نجوم کي کتابیں هیں - رمل کے ابتدائي خطوط بهي اسي کے طرف منسوب هیں - البته بیروني اور حموي کي بعض تصریحات سے معلوم هوتا هے که فن هئیة و زیچ میں بهي اس کے بعض رسائل ترجمه کیے گئے تهے - عجیب بات یه هے که دنیا کي سات اقلیموں والي تقسیم جو ایران کے " هفت کشور " سے لي گئي تهي ' محمد بن ابراهیم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي هے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحه ۲۶)

گاہ گاہ ایسا بھي ھوتا ھے کہ اس کي طبعیت رحم و کرم پر آجاتي ھے ' اور وہ بخش بھي دیتا ھے اور مالا مال بھي کردیتا ھے - بعینہ یہي تصور خدا کا بھي تھا - اور اسلیے خدا کي صفات رحمت و جمال کي نسبت جو کچھہ بھي سمجھا جاتا تھا ' وہ اس سے زیادہ نہ تھا ' جیسا ایک پر ھیبت بادشاہ کي نسبت سمجھا جاسکتا ھے -

(۲) صفات الہي کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پہلو یہ ھے کہ خدا کے افعال کیلیے کوئي مقصد و غایت ھوني چاھیے یا نہیں؟ اس لحاظ سے افعال الہي کي دو ھي نوعیتیں ھوسکتي ھیں - ایک یہ کہ اسکے تمام افعال بغیر کسي غایت اور حکمت کے ھیں - ایک یہ کہ اسکا ھر فعل کسي مقصد اور حکمت پر مبني ھے - شاھیت اور الوھیت کے تشابہ کا اثر تصور الہي کے اس گوشہ پر بھي پڑا - انسان ھزاروں برس تک خدا کے افعال بھي اسي رنگ روپ میں دیکھتا رھا ' جسمیں اپنے چاندي سونے کے تخت پر بیٹھنے والوں کو دیکھتا تھا - وہ " قدرت " کے ساتھہ " حکمت " جمع نہیں کرسکا - اسکا خیال یہ تھا کہ حکمت اور مقصد کي رعایت دلیل عجز ھے - یہ عام انسانوں کیلیے ضروري ھے جو اپنے حاکموں اور پادشاھوں کے سامنے جوابدہ ھیں ' لیکن ایک پادشاہ جو کسي کے سامنے جوابدہ نہیں ' حکمت و غایت کي رعایت سے ما وراء ھے - ایک پادشاہ جسقدر زیادہ طاقتور اور زیادہ اونچے قسم کا ھوگا ' اُتنے ھي اسکے اعمال زیادہ مطلق العنان ' زیادہ بے ترتیب ' زیادہ بے مصلحت ' زیادہ بے معني ھونگے - وہ بغیر کسي سبب و موجب کے ھزاروں آدمي قتل کر ڈالیگا - بغیر کسي مصلحت کے عمارتیں ڈھا دیگا ' بغیر کسي ضرورت کے نئي عمارتیں کھڑي کر دیگا - ھوسکتا ھے کہ محض اتني سي بات دیکھنے کیلیے کہ رات کي تاریکي میں آتشزدگي کا تماشہ کیسا ھوتا ھے ؟ وہ ایک پورا آباد شہر جلا ڈالے !

یہ جو ھندوستان ' مصر ' یونان ' وغیرہ قدیم متمدن ممالک کي دیومالائي کہانیوں میں ھم دیکھتے ھیں کہ دیوتاؤں کے جسقدر بھي اعمال دکھلائے ھیں ' وہ سب اسي نوعیت کے ھیں - ایسا معلوم ھوتا ھے ' جیسے چند انسان ھر طرح کي طاقت اور اختیار پا کر بے قابو ھوگئے ھیں اور طاقت اور اختیار سے کھیلنے لگتے ھیں - محض اسلیے کہ وہ طاقت رکھتے ھیں ' اپني اپني طاقتیں لہو و لعب کي طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے ھیں ' اور انکي اس کھیل کود سے کائنات ھستي کے ھزاروں کارخانے بنتے بگڑنے لگتے ھیں ' تو اس چیز کے اندر وھي شاھي و مالکي مزاج کام کر رھا ھے - پادشاھوں کي زندگي ایسي ھي تھي ' اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بھي اُسي کا عکس نمایاں ھوگیا -

تصور الہي کے اس دور کے بعد اگرچہ تصور کے تمام اجزاء میں ترقي ھوگئي تھي ' لیکن چونکہ شاھیت اور الوھیت کا تشابہ راسخ ھوچکا تھا ' اسلیے ترقي کي ھر منزل میں شاھیت ھي کي قسم کا تصور قائم ھوتا رھا - اُس سے الگ نہ ھوسکا -

(۳) یہ جو ھم دیکھتے ھیں کہ تمام قدیم اقوام کے الہي تصورات میں ' باوجودیکہ وہ تمدن و شایستگي کے بڑے بڑے درجے طے کر چکي تھیں ؛ ادنی درجہ کے حیواني اور بہیمي افعال کے تخیلات سے کسي طرح کا اجتناب نہیں پایا جاتا ' تو اس میں بھي بہت حد تک اسي تشابہ کو دخل ھے - بلا شبہ ان تخیلات کي بنیاد جمیعت بشریہ کے عہد طفولیت میں پڑي تھي جبکہ ذھن انساني بالکل ناتراشیدہ حالت میں تھا ' لیکن عہد تمدن میں کیوں یہ تخیلات بالکل متروک نہیں ھوگئے ؟ اس کي علت یہي ھے کہ شاھیت اور الوھیت کے تشابہ نے یہ اعتقاد پیدا کردیا تھا کہ شاھیت و خداوندیت کیلیے اس قسم کي زندگي نقائص کا موجب نہیں ھے ' برائي اور غیر مسئولیت کا نتیجہ ھے - چونکہ خدا کے تصور میں بھي شاھیت کي مماثلت کارگر ھوچکي تھي ' اسلیے اس میں یہي شان پیدا کردي گئي -

(۴) حکومت بالوسائط ' یعنے خالق حقیقي سے کائنات ھستي کا تعلق براہ راست نہیں ھے - درمیان میں وسائل و وسائط ھیں - خدا انھي کے ذریعہ تمام کارخانۂ وجود چلا رھا ھے ' اسي تشابہ کا ایک نہایت گہرا اور دور رس نتیجہ ھے -

(۵) تصور الہي کا یہ قدیم اور راسخ اعتقاد کہ بخشش معاصي کیلیے جسم انساني کي تعذیب ضروري ھے ' بغیر اسکے خدا کي خوشنودي حاصل نہیں ھو سکتي ' اسي تشابہ کے برگ و بار میں سے ھے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تھے ' اور جب تک سزا واقع نہیں ھوجاتي تھي ' اُن کا غصہ ٹھنڈا نہیں ھوتا تھا - یہي بات خدا کے تصور میں بھي پیدا ھوگئي - انسان نے دیکھا کہ اُسکي جسماني عقوبت ' اُسکے شاھي مالکوں کا غضب ٹھنڈا کر دیتي ھے ' اسلیے اُس نے خیال کیا کہ اُس کے آسماني خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بھي ضروري ھے کہ طرح طرح کي جسماني عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قرباني کي شکل میں یہي چیز قتل نفس تک پہنچ گئي - انسان اپنے ھم جنس کو ' اپني اولاد کو ' خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الہي کیلیے قتل کرنے لگا -

(۶) خدا کے تصور کا ایک نہایت اھم پہلو اُس کي معبودیت کا اعتقاد ھے - یعني یہ کہ اُس کي عبادت کرني چاھیے - لیکن عبادت کیوں کرني چاھیے ؟ اِس کا صحیح جواب ذھن انساني کي نا رسا استعداد معلوم نہ کرسکي - خدا کا تصور کرتے ھوئے اس نے صرف اُس کي صفات قہر و جلال ھي کا نظارہ کیا تھا ' اس لیے عبادت کي بنیاد خوف و دھشت کے جذبات سے پڑي تھي ' نہ کہ محبت و عبودیت سے - اُس نے خدا کو ایک خوفناک ھستي کي شکل میں دیکھا تھا ' اس لیے اُس کے غضب سے بچنے کے لیے اُس کي خوشامد کرني چاھتا تھا - شاھیت و الوھیت کے تشابہ سے یہ تخیل اور زیادہ راسخ و محکم ھوگیا - مطلق العنان اور قہرمان شاھیت بھي ھر انسان سے غلامي و چاکري کراتي تھي ' اور لوگ اپنے دل کي خوشنودي سے نہیں بلکہ سزا کے خوف سے اُن کي خدمت و اطاعت کرتے تھے - نیز اُن کے ھیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تھے - خدا کي معبودیت کي بھي ٹھیک ٹھیک یہي نوعیت تھي - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کي چاکري کرتا تھا ' تاکہ اُن کے ظلم و قہر سے بچے ' اُسي طرح وہ اپنے آسمان نشین کارسازوں کي بھي بندگي کرتا ' تاکہ اُن کے غضب و جلال کا نشانہ نہ بنے - جس طرح وہ اپنے پادشاھوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تھا تاکہ وہ خوش ھوکر مہربان ھوجائیں ' اسي طرح وہ اپنے خداؤں کے لیے بھي طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکہ وہ مہربان ھوکر اُس کي التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتہاء بلوغ)

اس دور کي منتہاء ترقي یہ تھي کہ بہ تدریج صفات رحمت و جمال کا عنصر ' جو ابتدا میں بہت ھي دھیما تھا ' اس درجہ اُبھر آیا کہ صفات سلبیہ کي طرح صفات ایجابیہ کا بھي بالاستقلال تصور قائم ھوگیا - ھندوستان اور مصر میں علم ' محبت ' دولت ' نسل ' اور رزق کے بھي دیوتا اُسي طرح پیدا ھوگئے ' جس طرح ھلاکت اور بربادي کے بے شمار دیوتا موجود تھے - ھندوستان کي سرسوتي ' لکشمي ' اور درگا وغیرہ کي مورتیاں آج تک ھمارے سامنے سے گذرتي ھیں -

مقرر یا سیاسی ؟

(سیاست سے پہلے تربیت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

همارے هاں " سیاست " سب سے آسان تر کام هے ' کیونکه کسي اصول اور قاعدہ کا علم اس کیلیے ضروري نہیں - لوهاري ' نجاري ' جلد بندي ' نعل بندي ' حتی که حجامت بهي سیاست سے مشکل هے ' کیونکه یه تمام پیشے اپنے مقررہ اصول اور قواعد رکھتے هیں ' جنکے جانے بغیر کوئي آدمي انهیں اختیار نہیں کر سکتا - لیکن " سیاست " کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - جس لمحه چاهو " سیاسي " هونے کا اعلان کردے سکتے هو ' اور سیاست کے نام سے جو بکواس بهي چاهو بلا تامل کر سکتے هو - کوئي تم پر اعتراض کي جرأت نہیں کر سکتا ' کیونکه همارے هاں سیاست کسي اصول اور قاعدہ پر مبني نہیں هے -

لیکن جو قومیں " سیاست " جانتی هیں ' اُنکے نزدیک یه چیز بہت مشکل هے - اُنکے یہاں اِسکے لیے کچھه اصول و قواعد هیں ' جن میں کمال حاصل کیے بغیر کوئي آدمي سیاسي نہیں هو سکتا - اُنکے نزدیک سیاست کي شرطوں میں سے اولین شرط ' اخلاق هے اور آخري شرط ' کلام یا تقریر هے - اُنکے یہاں سیاسي ایک خاموش ' پر فکر اور کارکن هستي هے - اُسکي آواز بازاروں میں سني نہیں جاتي - مجلسیں اُسکي لفاظی سے نا آشنا هوتي هیں - وہ خاموش دریا کی طرح ' بغیر کسي شور و غل کے کام کرتا هے - اُنکے یہاں سیاسي زیادہ بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپني شہرت کا ڈنکا بجانے والے کو نہیں کہتے - بلا شبه اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتهه سیاسي ' قوت خطابت کا بهي مالک هے ' تو سونے پر سہاگا سمجها جاتا هے - لیکن برک ' برایت ' اور گلیڈسٹون کي شہرت صرف اُنکي خطابت کي وجه سے نه تهي - وہ پہلے سیاسي تهے - پهر خطیب اور مقرر -

بہت سے بڑے بڑے سیاسي ایسے گذرے هیں جنکي تقریریں مجلسوں میں نہیں گونجتي تهیں - لیکن اُنکے خاموش کام دنیا کو هلا ڈالتے تهے - اِن سیاسیوں کي فصاحت کا یه حال تها که جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کهڑے هوتے تهے ' تو بہت سے ارکان اٹهکر سگریٹ نوشي کیلیے چلے جاتے تهے - اور جو بیٹهے رهتے تهے ' انمیں سے بهي اکثر اونگهه کر خراٹے لینے لگتے تهے - لیکن با وجود اِسکے اُنکے عمل ابتک زندہ هیں - دنیا کي تاریخ میں اُنکے نام جلي حرفوں میں لکهے هیں - بر خلاف اسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کي طرح گرجتے تهے ' مرتے هي گمنام هوگیے !

ڈیوک ولنگٹن مقرر نه تها ' بلکه اپني کم سخني کي وجه سے " خاموش " کے لقب سے مشہور هوگیا تها - تا هم " آهني " کہلاتا تها ' کیونکه اُسنے جنگ میں نپولین جیسے فاتح کو تباہ کیا اور حالت امن میں محض اپني اخلاقي قوت سے اپنے تمام مخالف زیر کر لیے - کوئي نہیں کہه سکتا که خاموش ولنگٹن کا مرتبه مقرر گلیڈسٹون سے کم تها -

هم قوت خطابت کي اهمیت گهٹاني نہیں چاهتے - هم تسلیم کرتے هیں که یه قوت خدا کي نعمتوں میں سے ایک بڑي نعمت اور قوموں کي اجتماعي زندگی میں ایک ضروري عامل هے - لیکن هم اپني قوم کا یه اعتقاد غلط ثابت کرنا چاهتے هیں که " تقریر هي سب کچهه هے " جس کي تقریر موثر هوتي هے ' اُسے سب کچهه سمجها جاتا هے ' اور جس کي تقریر کمزور هوتي هے ' اُسے کچهه نہیں سمجها جاتا - حالانکه ایک کم علم ' بہترین مقرر هوسکتا هے اور علامۂ دوراں ' تقریر کے میدان میں ایک قدم بهي نہیں چل سکتا -

تهوڑے دن هوئے ' مسٹر بالڈون موجودہ وزیر اعظم انگلستان نے ایک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کي تهي - یه تقریر همارے موضوع سے متعلق هے ' اور اِس لائق هے که عوام اُسے پڑهیں اور فائدہ اٹهائیں - اُنهوں نے نہایت عمدہ طور پر ثابت کیا هے که افراد اور قوموں کي سیاسي زندگي میں تربیت کتني ضروري چیز هے ؟

وزیر اعظم نے کہا " تربیت کا سب سے بڑا ثمرہ یه هے که وہ عقل کو تصنع اور ریا سے پاک کرني اور حقائق اشیا دیکهنے کا موقعه بہم پہنچاتي هے - علم همیں بالکل صحیح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا هے - آزاد ملکوں میں اگر کسي شخص کو شک و شبه کي نظر سے دیکهنا ضروري هے ' تو وہ لچهے دار تقریریں کرنے والا شخص هے - یعني وہ شخص جو نیم تعلیم یافته بهیڑ کو اپني لساني سے مسحور کردیتا اور گمراهي کو خوشنما بنا کر عام کرتا هے - آزادي کے هر زمانه میں سب سے بڑا خطرہ ' یهي گمراہ مقرر رهے هیں - اِس وقت بهي هیں ' اور آئندہ بهي رهینگے - هماري موجودہ آزادي مقدس هے - همیں یقین هے که آزادي همارے ملک کے لیے ایک نعمت عظمی هے - هم کسي طرح بهي گوارا نہیں کرسکتے که ساقط اخلاق کے فصیح البیان مقرر اپني زبانوں کے زهر سے اُسے مسموم کرڈالیں "

" بچپن میں خوشنما لفظوں اور بلیغ جملوں پر میں عاشق تها - لیکن اٹهارہ برس کي عمر میں پہنچکر میں نے " مورلے " کا یه قول پڑها " فن خطابت (تقریر) علمي بدکاري هے " اُس دن سے میرا عشق ' نفرت سے بدل گیا اور فصاحت و بلاغت پر سے میرا بهروسه اٹهه گیا "

" وزیر اعظم هونے کے بعد میں نے سنا که جماعت کي ایک معزز خاتون نے ' جس سے مجهے تعارف کي عزت حاصل نہیں ' اپنے

لاسلكي كا راز

لاسلكي (بے تار كي تار برقي) كي دنيا ميں بهت سے ايسے راز هيں جنهيں علم ابتک حل نهيں كر سكا هے -

***

مثلاً يه كه لاسلكي لهريں ' روشني سے زياده اندهيرے ميں تيز چلتي هيں - لاسلكي سے خفيف سي بهي واقفيت ركهنے والے جانتے هيں كه دن سے زياده رات ميں اُس كي آواز بلند هوتي هے - غروب كے بعد لاسلكي لهروں كي رفتار تقريباً دوني هو جاتي هے -

علماء اِس مسئله كے قطعي حل سے ابتک عاجز هيں - بهترين توجيهه جو كي گئي هے يه هے كه نور اور حرارت كا لاسلكي لهروں سے گهرا علاقه هے - كيونكه يه دونوں چيزيں اُن موجوں سے پيدا هوتي هيں جو اثير (ايتهر) ميں نهايت هي غير معمولي سرعت سے بهتي هيں - اِن موجوں اور خود اثير كي موجوں ميں بڑا فرق يه هے كه اول الذكر ' آخر الذكر سے بهت چهوٹي هوتي هيں -

ظاهر هے كه سطح زمين سے جو اثير محيط هے ' وه دن ميں نور و حرارت كي اُن موجوں سے لبريز هوتا هے جو سورج سے منفصل هوتي هيں - يه موجيں ' اثير كي موجوں ميں سخت اضطراب پيدا كر ديتي هيں - اِسكا نتيجه يه هوتا هے كه آواز ميں بهي اضطراب پيدا هو جاتا هے - كيونكه وه اثير هي كے ذريعه منتقل هوتي هيں -

يه صرف دن هي ميں هوتا هے ' جبكه نور و حرارت كي موجيں اثير ميں موجود هوتي هيں - رات كو چونكه اثير اُنسے خالي هوتا هے ' اِس لئے اُسكي موجوں ميں اضطراب پيدا نهيں هوتا ' اور چونكه اُسكي موجوں ميں اضطراب پيدا نهيں هوتا ' اس ليے آواز بهي صاف اور بلند سنائي ديتي هے -

***

لاسلكي كا يه راز بهي عجيب هے كه اُسكي موجيں هميشه قوسي خط پر چلتي هيں - گويا زمين كي قوسي سطح كے مطابق اپنا راسته بدلتي هيں - ليكن نور و حرارت كي موجوں كا يه حال نهيں هے - وه خط مستقيم پر بهتي هيں - ثبوت يه هے كه مثلاً اىک مناره تمهيں تيس ميل كي مسافت پر سے دكهائي نهيں ديتا - اسكي دو وجهيں هيں : ايک يه كه زمين گول هے اور اُسكي سطح قوسي شكل كي هے ' لهذا دور كي بلنديان افق ميں چهپ جاتي هيں - دوسري وجه يه هے كه نور كي شعاعيں خط مستقيم پر پهيلتي هيں اور افق ميں چهپي هوئي بلنديان ظاهر نهيں كرسكتيں - بر خلاف اسكے لاسلكي موجيں پورے نصف كرهٔ ارضي تک پهيلائي جاسكتي هيں ' كيونكه وه زمين كي سطح كے مطابق چلتي هيں -

اِس كي تعليل علماء كے ايک گروه نے يه كي هے كه لاسلكي لهروں كي رفتار ' اُس غبار كے ذرات يا اثير كي وجه سے قوسي هو جاتي هے جو كرهٔ ارضي كي فضا ميں منتشر اور اُس سے محيط هے - اُنكا خيال هے كه يه لهريں جب لاسلكي آله سے نكلتي هيں تو ايک عظيم قوت كے ساتهه بلند هونا شروع هوتي هيں ' يهانتک كه زمين سے محيط غباري طبقه تک پهنچ جاتي هيں - پهر وهاں سے لوٹتي هيں اور اُسي طرح زمين پر منعكس هوتي هيں ' جس طرح آئينه سے نور منعكس هوتا هے - يه عمل برابر جاري رهتا هے - گويا يه لهريں فضا ميں پراگنده هونے كے ليے بهاگتي هيں مگر غباري ذرے اُنهيں واپس كرديتے هيں !

ليكن علماء كا ايک دوسرا گروه اثير كے وجود هي سے منكر هے - اُسكا دعوى يه هے كه جن لهروں كو هم لا سلكي كهتے هيں ' وه فضا ميں نهيں بلند هوتيں - زمين هي پر بهتي هيں -

***

يه لا سلكي راز بهي كچهه كم حيرت انگيز نهيں كه بعض علاقوں ميں قوي سے قوي لا سلكي آواز بهي ظاهر نهيں هوتي - يا بهت هي دهيمي سني جاتي هے - يه علاقے اِس فن كي اصطلاح ميں " خاموش علاقے " يا " موت كے علاقے " كهلاتے هيں - ايک امريكي عالم لاسلكي كا بيان هے كه وه ايک مرتبه لاسلكي آله ليكر شمال كي سمت روانه هوا تا كه اِس علم پر تقريريں كرے - ليكن وه جوں جوں شمال كي طرف بڑهتا گيا ' اُسكا آله بهي كمزور پڑتا گيا - اُسے خيال هوا كه شايد آله ميں كوئي خرابي پيدا هوگئي هے - چنانچه نيا آله خريد ليا - مگر اُسكي آواز بهي دهيمي هوتي چلي گئي - يهانتک نه ايک ايسے شهر ميں پهنچا ' جهاں آله سے مطلقاً كوئي آواز سنائي نهيں ديتي تهي - وه سخت متعجب هوا اور كوئي سبب سمجهه نه سكا - مگر برابر سفر كرتا رها ' يهانتک كه آله سے آواز پيدا هونا اور بڑهنا شروع هوگئي - بعد ميں اُسے معلوم هوا كه آله ميں كوئي خرابي واقع نهيں هوئي تهي ' بلكه " موت كے علاقے " نے اُسے معطل كر ديا تها -

***

يه ' اور اِسي طرح كے بعض اور لاسلكي معمے هيں جنهيں علم ابتک پوري طرح حل نهيں كرسكا هے - ممكن هے كه يه معمے حل هو جائيں ' ليكن علم انساني كے معمے اور كائنات هستي كے راز كبهي حل نه هو سكيں گے - انسان دس معمے سلجهاتا هے ' تو سو نئے معمے اُس كے اضطراب عجز كے ليے پيدا هو جاتے هيں - انسان كے ليے اب سے هزاروں برس پيشتر بهي علم كے معمے تهے ' اب بهي معمے هيں ' اور شايد آينده بهي هميشه معمے باقي رهينگے

وما اوتيتم من العلم الا قليلا -

تھے . . . ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کی وطن فروشی اور سلطان عبد الحمید کی مذبذب اور متزلزل حکمت عملی کی کمزوری سے "تل الکبیر" کے معرکہ کے بعد انگریزی فوج مصر میں داخل ہوگئی ' تو عربی پاشا اور محمود بارودی پر مقدمہ چلایا گیا ' اور شیخ محمد عبدہ بھی ان کے ساتھہ گرفتار کرلیے گئے - اِن کا جرم یہ بتلایا گیا تھا کہ انھوں نے وقائع مصریہ میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں تحریک کی حمایت کی گئی تھی - غالباً سعد زغلول بھی اُن کے تعلق کی وجہ سے مبتلائے محن ہوے لیکن بعد کو رہا کردیے گئے - کیونکہ فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحریک میں کوئی حصہ نہ تھا -

اسی زمانہ میں اِنہیں نئی تعلیم کا شوق ہوا - پہلے فرانسیسی زبان کی تحصیل کی - پھر قانون کا مطالعہ کیا - اور سنہ ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردی - اُن کی غیر معمولی ذہانت اور طبعی استعداد کے ثبوت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے مصر کی اعلی عدالتوں میں وکالت کرنی چاہی ' تو سرکاری محکمہ نے اجازت دینے سے انکار کردیا - کیونکہ نہ تو اُنھوں نے باقاعدہ سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی ' نہ یورپ کے مدارس قانون کی کوئی سند رکھتے تھے - لیکن انھوں نے اپنے استحقاق و اہلیت پر اصرار کیا ' اور کہا "اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اہلیت پر ہے نہ کہ سند کے ایک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جائے - اگر میں یورپ کے سند یافتہ محامیوں سے (مصر میں قانون کے بیرسٹر کو محامی کہتے ہیں) بہتر ثابت ہوں تو میری درخواست منظور کی جائے" یہ واقعہ ہے کہ امتحان لیا گیا ' اور اُن کی قانونی استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھی پوری اُتری !

فقدناہ ، والامال ترجو حیاتہ
وفی اللیلة الظلماء یفتقد البدر !

فقید الشرق ' احمد سعد زغلول

انکی غیر معمولی استعداد نے بہت جلد ترقی مناصب کی راہ اُن پر کھول دی - پہلے بعض قانونی مناصب پر مامور ہوے - پھر سنہ ۱۹۰۶ میں اس درجہ شہرت حاصل کرلی کہ وزیر تعلیم ہوگئے -

اسی زمانہ میں مصری مجلس تشریع (ایجس لیٹو اسمبلی) کے نظام میں وسعت ہوئی ' اور نئے نئے طریقہ رائج ہوے - یہ ہر موقعہ پر سرکاری مناصب کیلیے ایک اول درجہ کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انہیں اپنا رئیس منتخب کیا ' جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سیاسی مسلک)

سعد زغلول کی تعلیمی اور سیاسی ' دونوں زندگیوں کی ابتدا شیخ محمد عبدہ کی تعلیم و تاثیر سے ہوئی تھی ' اسلیے وہ اپنی زندگی کے آخری سالوں تک (یعنی سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ التواء جنگ کے بعد انھوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کیا ہے) اُسی مسلک پر گامزن رہے جو واقعۂ عربی کے بعد خود شیخ محمد عبدہ نے اختیار کر لیا تھا - ہمیشہ اُنکا شمار شیخ کی جماعت کے مخصوص افراد میں رہا - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کی فیض صحبت نے پیدا کیا تھا ' نمایاں اور ممتاز تھے -

شیخ محمد عبدہ مرحوم کا یہ حال تھا کہ وہ فطرة کی بہترین دماغی بخششیں لیکر پیدا ہوئے ' لیکن جامع ازہر کی تعلیمی فضا سے کوئی بلند تر تعلیمی فضا حاصل نہ کر سکے - اسی اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاہرہ پہنچے ' اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطری جوہر اُبھر آئے -

سید موصوف کی دعوت اگرچہ تعلیمی اور دینی اصلاح پر مشتمل تھی ' لیکن اُس کا محوری مرکز سیاسی انقلاب تھا ' کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اسلام کی دینی روح ' سیاسی روح سے الگ نہیں ہے - انھوں نے مصر میں بھی انقلابی دعوت کی تخم ریزی کی - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کی مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگی سے تباہ ہورہا تھا - اغیار و اجانب کی مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رہے تھے ' طالبین اصلاح کی تمام امیدیں ولی عہد مصر توفیق پاشا سے وابستہ تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ' کہ پہلے خود قاہرہ کے فری میسن لاج میں داخل ہوئے ' پھر کوشش کرکے توفیق کو بھی اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرا لیا ' اور اس طرح فری میسن کا مخفی اور محفوظ جماعتی دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحی خیالات سے پوری طرح متاثر ہوا ' اور عہد و اثق کیا کہ با اقتدار ہوتے ہی اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوری طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد وہ خدیو مصر ہوا ' اور سید جمال الدین اُن عہود و مواثیق کے ایفا کے طالب ہوئے ' تو پہلے تو لیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا ' اور کوشش کی کہ جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

سید جمال الدین یہ حالت دیکھکر نہایت متاثر ہوے - اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کی نجات کی راہ میں حائل ہوں ' اُنہیں راہ سے ہٹا دینا جرم نہیں ہے بلکہ انسانیت کی خدمت ہے - چنانچہ اُنھوں نے توفیق پاشا کے قتل کی کوششیں شروع کر دیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعہ کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کیا ہے کہ توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار ہوگئے تھے - توفیق پاشا قاہرہ سے اسکندریہ جا رہا تھا ' یہ پستول لیکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آیا تو

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہہ سکتے ھو؟ مجھے شک ھے ' یہ خاتون " مہذب " کے معنی پوری طرح سمجھتی ھے - لیکن یہ یقینی ھے کہ اُس کے نزدیک تہذیب کوئی ایسی چیز ضرور ھے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف ھونا چاھیے - اور بلا شبہ یہ بہت عمدہ خیال ھے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل ھے جو کبھی ختم نہیں ھوتا - مدرسہ میں میرا چال چلن بے داغ تھا ' لیکن میں تمھارے سامنے اعتراف کرتا ھوں کہ میں نے طالب علمی کا زمانہ بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجھے ھوش آیا ' اُس دن سے میں برابر اپنی کمی پوری کرنے میں کوشاں ھوں - میں تم سے سچ کہتا ھوں - دنیا میں کوئی مسرت بھی اُس مسرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو علم حاصل کرنے میں حاصل ھوتی ھے - میں آج بھی طالب علم ھوں ' اور سو برس کی عمر حاصل کرنے کے بعد بھی طالب علم رھونگا - اپنے موجودہ منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یہ ھوگا کہ پوری مستعدی سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" ھم سب جانتے ھیں کہ کوئی قوم بھی قدرت کی طرف سے متمدن بنا کر نہیں بھیجی گئی ھے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کی ھے - تمدن کی راہ مشکلات سے لبریز ھے - تمدن ' تنزل کے خطرہ سے محفوظ نہیں ھے - سینکڑوں قومیں جو کبھی متمدن تھیں ' اپنی غفلت کی وجہ سے وحشی ھوگئیں - ھمیں اپنی موجودہ تہذیب پر گھمنڈ نہیں کرنا چاھئے - یہ تہذیب جو ھم نے خون پانی ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کی ھے ' ذرا سی غفلت اور غرور سے تنزل اور پستی سے بدل جا سکتی ھے - محض مادی ترقی اور مادی علم ' تمدن نہیں ھے - تمدن اِس سے بڑھکر کوئی اور چیز ھے - انسانیت کا سب سے زیادہ خطرناک زمانہ وہ ھے جبکہ علم تیزی سے آگے بڑھ رھا ھو ' اور اپنے ساتھہ مادی ترقی ' مادی علم ' اور مادی سامان آسائش عام کر رھا ھو - لوگ بلا محنت کے کھا رھے ھوں ' بے خطر مادی لذتوں سے متمتع ھو رھے ھوں ' اور معنوی ترقی اور روحی اصلاح و تہذیب سے غافل ھوں - میں ڈرتا ھوں ' ھمارا موجودہ زمانہ وھی خطرناک زمانہ نہ ھو ' اور ھماری موجودہ تہذیب کی کشتی مادی خواھشوں کی چٹانوں سے ٹکرا کر غرق نہ ھوجائے "

" تعلیم و تربیت کی اس سے زیادہ کوئی غرض نہیں کہ لوگوں کو اشیاء کی اصلی حقیقت معلوم ھو - ھر چیز کو ویسا ھی دیکھیں ' جیسی وہ ھے ' اور اُسی درجہ میں رکھیں جس درجہ میں اُسے ھونا چاھیے - یہ غرض صرف اُنھیں معلموں کے ذریعہ حاصل ھوسکتی ھے جو خود بے غرض ھیں - حق کی تعلیم صرف اس لیے دیتے ھیں کہ وہ حق ھے - حق کو پوری سچائی ' صفائی ' اور دیانت سے ظاھر کرتے ھیں - خود غرض معلم ' سیاسی اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوی مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' ھرگز حق کے معلم نہیں ھو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ھیں ' اور اِن دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کی حفاظت و حمایت ھر محب وطن کا اولین فرض ھے - ھمیں انکی جڑ کاٹ ڈالنی چاھیئے اور قوم کو اُن کے شر سے ھمیشہ کے لیے نجات دیدینی چاھیے "

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کی آخری حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد علی کفه جواهر یختار منها الجیاد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کی ایک ایسی شخصیت روپوش ھوگئی جس میں قوم کی سیاسی قیادت و رھنمائی کی نہایت طاقتور روح نمایاں ھوی تھی - اُس کی رھنمایانہ زندگی کی تاریخ کوی طول طویل تاریخ نہیں ھے - اُس نے اپنی طویل زندگی کے صرف آخری چند سال قوم کی سیاسی رھنمائی میں صرف کیے ' لیکن اِس قلیل وقت کا یہ استعمال ایسا بر وقت اور اس درجہ صحیح و طاقتور تھا ' کہ تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کھول دیے ' اور مصر کے قومی رھنما کے لیے اکابر و مشاھیر عالم کی صف میں جگہ طیار کردی - یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھا ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق ھمیشہ منتظر رھتے ھیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنہ ولادت ۱۸۶۰ع ھے - ان کی طفولیت کے زمانے میں نئی تعلیم کے مدارس نے اس درجہ فروغ نہیں پایا تھا کہ لوگوں کو ان کی طرف توجہ ھوتی - اُن سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکھتے ھوں ' صرف ایک ھی جگہ تھی ' اور وہ جامع ازھر کی درس گاہ تھی - چنانچہ علوم عربیہ و اسلامیہ کی متوسط درجہ تک تعلیم انھوں نے اور ان کے چھوٹے بھائی فتحی بے نے جامع ازھر ھی میں حاصل کی -

ان کی عمر ابھی بیس برس کی بھی نہیں ھوئی تھی کہ قاھرہ میں سید جمال الدین کی علمی مجالس کی شہرت پھیلی - یہ سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تھا ' اور شیخ محمد عبدہ ان کے نہایت سرگرم شاگرد ھوچکے تھے - سعد زغلول بھی انکی مجالس درس میں پہنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبدہ سے اُن کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم ھوگیا - اسی رشتہ نے ان کی اُس تعلیمی ذھنیت میں جو جامع ازھر کے تعلیمی جمود سے پیدا ھوئی تھی ' ایک انقلابی حالت پیدا کردی ' اور نظر و فکر کی نئی نئی راھیں کھلنے لگیں - اُن کی وہ غیر معمولی قوت خطابت و فصاحت جس کی وجہ سے وہ ھمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز رھے ' دراصل شیخ محمد عبدہ ھی کی صحبت و تلمذ کا نتیجہ تھی -

عربی پاشا کی فوجی تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کی سیاسی تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجہ تھی ' جب سنہ ۱۸۸۲ میں نمودار ھوئی ' تو شیخ محمد عبدہ حکومت مصر کے سرکاری گزٹ " الوقائع المصریہ " کے محرر اور مطبوعات مصریہ کے مدیر تھے ' اور غالباً سعد زغلول بھی انکے ساتھہ اسی دفتر میں کام کرتے

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبداللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد فرید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شایع کی ہے اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور مزاجی حالت پر مشرح بحث کی ہے۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں، اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہے۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمہ کے بعد درج کیا جاتا ہے:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال ہارون الرشید کی تخت نشینی کا ہے۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے عمر میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہے۔ لہذا وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہے۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموؤں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں کی گردنیں اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا ابن ہارون کا جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں تھا) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ امین کے لئے ولیعہدی کی بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل تھا، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج دیکر خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال کیا، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھے گا، تو اُس کا رسوخ سب سے زیادہ ہوجائے گا۔ چنانچہ اُسنے اپنی تمام قوتیں اس کے لئے وقف کردیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو ملا لیا، اور محمد الامین کی ولیعہدی کا اعلان کردیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے بیعت کرلی۔ اُس عہد کا شاعر مسلم کہتا ہے:

قد بایع الثقلان فی مہد الہدیٰ لمحمد بن زبیدۃ ابنۃ جعفر!

نمیری کہتا ہے:

ببیعۃ لولی العہد احکمہا
بالنصح منہ وبالاشفاق والحدب
قد وکد الفضل عقد الاتقاص لہ
لمصطفی من بنی العباس منتخب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ اُسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کرچکے تھے۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کرلے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین باضابطہ ولی عہد مقرر ہوگیا۔ ابان اللاحقی کہتا ہے:

عزمت امیر المومنین علی الرشد برأی ہدی فالحمد للہ ذی الحمد!

باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بہ آسانی ولی عہد قرار پاگیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں فطری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہے اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں۔ تاہم ہمیں بیہقی کا شکر گزار ہونا چاہئے جسنے اپنی کتاب المحاسن و المساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہے۔ ان نا مکمل روایتوں سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ امین کو استخارہ کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو ولعب کا دلدادہ تھا؟ کیوں پُرسکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

***

تمھیں معلوم ہے کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے اتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہوجائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خدا اسے سفاک نہ بنائے"۔ اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم، احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا"۔ اب ہمیں سننا چاہئے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہے؟

احمر کی روایت ہے:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا۔ حتی کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کردی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہئے۔ اسپر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ بلند ہوچکا ہے۔ اُس کی شہرت عام ہوگئی ہے۔ امیر المومنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا تقاضی یہ ہے کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل رہجائے۔ کیونکہ حکومت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اسپر خادمہ نے آکر مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہے مگر وہ ماں ہے اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بیچین ہوجاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسمیں ایک دَرپردہ راز بھی ہے۔ اگر کہو تو بیان کردوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُسنے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھ سے اپنا یہ خواب بیان کیا ہے کہ جس رات امین کا حمل میں نے محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں۔ ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف، تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا، تیسری نے کہا "بادشاہ، بُرے چلن والا، بہت ضایع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا"، زبیدہ کہتی ہے میں خوف زدہ ہوکر بیدار ہوگئی۔ پھر میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تر و تازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہے گا۔ جلد فنا ہوجائے گا" دوسری نے کہا "بیوقوف، بُرا، تباہی کی طرف دوڑے گا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اسکی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہے" زبیدہ کہتی ہے۔ میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہے۔ یہ واقعہ بیان کرکے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دُور کرسکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہوجائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہوگیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسنے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہے اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کرلیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاک اللہ مغفرۃ
لا یجمع الدہر بین السخل والذیب
السخل غر وہم الذیب غفلتہ
والذیب یعلم ما بالسخل من طیب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کہیں بدچلن نہ ہو۔ اسے محل سے نکال دو"، چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسی آدمی ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ امین کی نشو و نما کیسی خراب ہوئی تھی۔ اور اُس کے مستقبل پر اُسنے کیسا خراب اثر ڈالا تھا؟ امین کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا یہ نقص بھی عظیم ہے کہ اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

انھوں نے محسوس کیا کہ یہ کام اس قدر آسان نہیں ہے جس قدر انھوں نے ذمہ داری لیتے ہوئے خیال کیا تھا - ان کا دل مضطرب ہوکر رهگیا اور حملہ نہ کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اور ہندوستان چلے آئے -

عرابی پاشا کے حادثہ میں شیخ محمد عبدہ کو بھی جلا وطنی کی سزا دی گئی تھی ' لیکن چھہ سات سال کے بعد جب انھوں نے مصر آنا چاہا تو حکومت نے اجازت دیدی ' اور واپسی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد افتاء کے عہدہ پر مامور ہوگئے - اسی عہد سے مصر میں ان کی دینی و تعلیمی اصلاحات کا اصلی دور شروع ہوتا ہے -

لیکن ابتدائی سیاسی زندگی کی نا کامیوں کا جو رد فعل اُن کے اندر پیدا ہوگیا تھا ' ضروری تھا کہ اس کے اثرات ان کے فکری مزاج میں بھی سرایت کرجاتے - چنانچہ وہ مدۃ العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحدہ ہوگئے - اس سے بھی زیادہ یہ کہ مصر میں انگریزی قبضہ کے فوائد کا اعتراف کرلیا ' اور پوری زندگی نام نہاد اعتدال سے بھی زیادہ محتاط سیاسی عقائد میں بسر کردی - انھوں نے اپنے مشہور مقالہ " الاسلام و النصرانیہ " میں سیاست سے اور اُن تمام باتوں سے جو سیاست سے ادنیٰ تعلق بھی رکھتی ہوں ' حتیٰ کہ سیاست کے لغوی مادہ سے بھی ' جو " تعوذ " کیا ہے ' وہ اُن کی فکری حالت کا مظہر ہے -

انھوں نے متعدد مرتبہ اپنے اس مسلک کی تشریح بھی کی تھی - اُنکا خیال یہ تھا کہ انگریزی قبضہ کی وجہ سے اگرچہ مصر کے سیاسی استقلال کو نقصان پہنچا ہے ' لیکن ساتھہ ہی تحریر و تقریر کی آزادی اور تعلیمی و اقتصادی ترقی کے فوائد بھی حاصل ہوے ہیں - ملک کا فرض ہے کہ پہلے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنی تعلیمی اور دینی حالت درست کرلے - پھر سیاسی استقلال کے لیے ساعی ہو - اُنکا جو سیاسی لائحہ مسٹر بلنٹ نے " مصر کی مخفی تاریخ " میں شائع کیا ہے ' وہ تعجب انگیز حد تک انکی سیاسی قناعت پسندی ظاہر کرتا ہے - سنہ ۱۹۰۱ میں انکا خیال تھا کہ مصر کے لیے بڑی سے بڑی چیز جو ہو سکتی ہے ' وہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھی قسم کی مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) اُسے دیدی جاے جسکی ایک بڑی تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل ہو - وہ اس لائحہ میں انگریزی قبضہ کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتے -

بہر حال شیخ محمد عبدہ کا سیاسی مسلک اس نوعیت کا تھا ' اور چونکہ سعد زغلول بھی انھی کے تلمیذ اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے سیاسی عقائد میں اس سطح سے بلند نہ ہوسکے - سنہ ۱۹۱۷ تک اُنکی تمام زندگی سرکاری مناصب میں گزری ' اور آزاد قومی تحریکات کے خلاف وہ ویسے ہی ایک سرگرم سرکاری عہدہ دار رہے ' جیسے مصر کے دفتری اقتدار کے تمام دیگر افراد تھے - سنہ ۱۸۹۶ میں جب مرحوم مصطفی کامل پاشا نے حزب الوطنی کی بنیاد ڈالی ' تو یہ بھی اسکے ویسے ہی مخالف تھے ' جیسے مصر کے سرکاری حلقہ کے تمام افراد (بہ استثناء خدیو عباس ' کیونکہ وہ مخفی طور پر مصطفی کامل کا سرپرست تھا) مخالف تھے - سنہ ۱۹۰۵ میں جب سید علی یوسف مالک المؤید نے " حزب الامۃ " قائم کی ' تو اس کے اندر بھی سعد زغلول اور ان کے ساتھیوں ہی کا ہاتھہ کام کر رہا تھا - مقصود یہ تھا کہ حزب الوطنی کو شکست ہو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور اُن کی جگہ مرحوم فرید بے حزب الوطنی کے رئیس منتخب ہوے ' تو جن لوگوں نے ان کی مساعی کی تخریب میں سرکاری وسائل سے کام لیا ' اُن میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد پاشا کی بھی تھی - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کی جگہ حزب الوطنی کے لیے " العلم " جاری کیا ' تو جس شخص نے سب سے زیادہ اپنے وسائل کار ان کی مخالفت میں خرچ کیے ' حتیٰ کہ ان کی گرفتاری کے احکام بھی صادر ہوگئے ' وہ سعد پاشا زغلول ہی تھے !

اس سلسلہ میں سنہ ۱۸۹۰ سے لیکر سنہ ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وہ بے شمار ہیں ' اور ایک مقالہ میں اُن کا استقصاء ممکن نہیں - مصر کی سیاسی حالت نے ایک ایسی نوعیت پیدا کرلی تھی کہ اُس میں دو مذہبوں کے سوا عملاً تیسرے مذہب کی گنجایش ہی نہ تھی - یا تو انگریزی قبضۂ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملنی چاہیے ' یا اسے جاری رہنا چاہیے - یہی دو اصولی اعتقاد " حزب الوطنی " اور " حزب الاحتلال " کی شکل میں ظاہر ہوے - حزب الاحتلال کے داعی یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تھے ' اور حزب الوطنی کی صدائیں مصطفی کامل مرحوم کی زبان سے بلند ہوی تھیں - چونکہ قبضۂ مصر کی صریح موافقت مصری طبائع پر بالطبع گراں گزرتی تھی ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاہر کرنے سے جھجکتے تھے ' اور اس قسم کی پردہ پوش توجیہیں کرنے لگتے تھے جیسی ہمیشہ ان حالات میں ضعفاء ہمت اور بیچارگان عزم نے کی ہیں - مثلاً " تدریجی اصلاحات " کا مغالطہ ' " مصالح وقت " کا حیلہ ' " تعلیمی استعداد کی تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسی طرح کے حیل و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی ذہنیت حزب الاحتلال ہی کی ذہنیت تھی ' کیونکہ بیرونی قبضہ کی موجودگی میں صرف دوہی سیاسی عقیدے کسی ملک کے لیے ہوسکتے ہیں : یا تو قبضہ رہنا چاہیے ' یا اُسے فوراً ختم ہو جانا چاہیے - ان دونوں کے درمیان تیسری راہ ممکن نہیں ! و یریدون اَن یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنہ ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بہر حال سعد پاشا کی پوری زندگی جس عالم میں بسر ہوی تھی ' اُس سے قومی و وطنی جہاد استقلال کا عالم متصل نہ تھا ' فاصلہ پر تھا - لیکن سنہ ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رہنماے صادق کی ضرورت ہوی ' تو قدرت الہی نے اِس کا غیر متوقع سامان کردیا اور اچانک سعد پاشا کی طاقتور شخصیت نمایاں ہوگئی - انھوں نے ایک ہی جست میں وہ پورا فاصلہ طے کرلیا جو اُن کے پنجاہ سالہ دور حیات اور مصر کی تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تھا !

حقیقت یہ ہے کہ اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کی تمام زندگی حکومت کے بڑے بڑے ذمہ دارانہ مناصب میں گزر چکی تھی ' اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک ہوچکے تھے ' اس موقعہ پر مصر کا علم استقلال نہ اُٹھاتا ' تو یہ تحریک اس قدر طاقت و اہمیت حاصل نہ کرسکتی ' جو اُس نے چند ماہ کے اندر حاصل کرلی تھی !

⁂

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورگی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، درۂ "کا نہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سُرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور ناؤ نوش میں مشغول تھا ـــــ سمرقندی شاعروں نے اس درہ کو "پرواز گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ـــــ اس دلچسپ مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ـــــ درہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ـــــ ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، اِن قناتوں اور جھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ـــــ اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمین طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ـــــ خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ـــــ وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اس پر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ـــــ اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں دیکھ سکتی تھیں ـــــ اُن سے زہر کی سی سردی اور خنکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف........ مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ـــــ تیمور کے قریب، اُس کے عزیز اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ـــــ سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ـــــ اپنے کیف مستی میں مخمور نظر آتا تھا!

یہ وہی "کرمانی" ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اِس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خریدو گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زرّیں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہوکر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپ کی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ـــــ کس قدر دہشت انگیز!! ـــــ کس درجہ ہولناک!!! ـــــ اور کرمانی کی یہ بیخوف گفتگو!! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ـــــ اس بزم نوشانوش کے ترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ـــــ جس طرح بادلوں سے بجلی کوندجاتی ہے ـــــ "یلدیرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ـــــ!

یہ آواز ـــــ ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سُنائی دی!!

تیمور کے انتقام جُو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دُنیا اور دنیا والوں کے خلاف، غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ـــــ یہ آواز ایک آشناسی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی "یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ـــــ شہنشاہ کو جواب ملا "یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرمانروائے بحر و بر کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ـــــ عورت خیمہ میں داخل ہوئی ـــــ برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیرے ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ـــــ بغیر کسی کپکپاہٹ کے، جو ایسے باجاہ ـــ و جلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ سا خراج تھا ـــــ اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلائے اور بیباکانہ ـــــ خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ـــــ میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سن اے امیر! تو جو کچھ بھی ہے اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ـــــ آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ـــــ تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُس کی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہ میں آئندہ کروں گا، جب تک تو میری فریاد کو ـــــ میری داد کو نہیں پہونچیگا۔

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا "اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی "میں سن رہا ہوں تم اصل واقعہ بتاؤ"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سالرنو کی رہنے والی ہوں ـــــ تونے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سُنا ہوگا کیونکہ وہ دُور ہے ـــــ یہاں سے بہت ہی دُور!...... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ـــــ اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ـــــ اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ـــــ "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ـــــ"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!...... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ـــــ آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ـــــ امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تونے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ـــــ ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کردے!"

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے "یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا "ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح!"

تیمور نے دریافت کیا "بڑھیا! تو کس طرح اس قدر دُور و دراز راستوں سے اس جگہ آپہونچی؟ تونے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی؟"

آہ، ماں کی محبت!! ـــــ!! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے! دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل صفات حسنات ـــــ سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ـــــ!! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! اپنا بخت، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

پادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہو۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اور ذاتی تقوےٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اِس کا پُورا موقعہ ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح مامون کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسرِ حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اِن تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا دُلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشیں ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف، اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر تمکن ہونے اور عبداللہ المامون کی بیعت حاصل کرلینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کردیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہوگئے تھے سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہو:

الایا مزمن المثوی بطوس غریبًا! یفادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا تحمل منهم شؤم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیه وفی "بدر" فیالک من جلیس!
وما "العصمی" بشار لدیه اذا ذکروا بذی سهم خسیس
وما "حسن الصغیر" اخس حالا لدیه عند مخترق الکؤوس
لهم من عمره شطر وشطر یعاقر فیه شرب الخندریس
وما للغانیات لدیه حظ سوی التقطیب بالوجه العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس لعز علی المقیم بدار طوس

عبداللہ المامون

عبداللہ المامون ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہو۔ ہارون اِس مُبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اِس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہو۔

مامون نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثار ذہانت و نجابت اُس پر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولوالعزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

مامون میں یہ تمام صفات موجود تھیں، اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ مگر باایں ہمہ ولی عہد نہ ہوسکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ کا اثر خلیفہ پر مامون کی ماں سے بہت زیادہ تھا پھر جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحیٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کردیا تھا۔ اُسنے طوعاً یا کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کرلیا۔

مورخین نے مامون کی نجابت کے بہت سے قصّے لکھے ہیں خود اُس کا معلم ابومحمد یزیدی روایت کرتا ہو:

"میں مامون کا معلم تھا۔ ایک دن قصر خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سُست ہوگیا ہو۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سُستی کا الزام خادموں کو دیتا ہو۔ جب وہ آئے تو سختی سے پیش آنا۔ چنانچہ جب شاہزادہ میرے روبرو پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحیٰ وزیر آرہا ہو۔ مامون نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو" میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ مامون نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو مامون نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پورا کردو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کردینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابومحمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہو۔ بھلا وزیر کیا چیز ہو! جو دم تمھیں پریشان کررہا تھا وہ کبھی واقع نہیں ہوسکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کردو!"

بچپن ہی میں مامون غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہو۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ مامون کی کیوں تعریف کرتا ہو؟ خلیفہ نے کہا اِس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہو۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جاکر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہوکر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہوکر جواب دیا "تجھے مالا مال کردوں گا" مامون کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہو کہ میں اُس دن کیا کروں گا جب امیرالمومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہو کہ ہم سب اُنپر قربان ہوجائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہوگئی۔

بچپن ہی سے مامون کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہو اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہو۔ چنانچہ شاہی آداب رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اِس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہو کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلئی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سوگئے؟" مامون نے غضبناک ہوکر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہو!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اسے محل سے نکال دیں۔ خلیفہ نے سُنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل ینبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

انہی اعلیٰ صفات نے مامون کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلا و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کردیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ مامون جاعت کا آدمی اور امت کا قائد ہو۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوت خطابت بھی ہو۔ قدرت نے مامون کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخش دی تھی۔ چنانچہ روایت ہو کہ جب مامون، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحا کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبہ لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن مامون نے مسجد میں سُنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اِس لیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سُنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کرسکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہو۔ ابومحمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لہتن امیرالمومنین کرامتہ علیہ بہا شکر الالہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم بدا فضلہ اذ قام وہو خطیب
ولما رماہ الناس من کل جانب بابصارہم والعود منہ صلیب
رماہم بقول: انصتوا اعجبا لہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

مامون کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے مامون سے خائف تھا، اور مامون کے لئے امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا، امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولوالعزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آرہا تھا کہ مامون، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہو، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کرڈال سکتا ہو۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ مامون کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کمربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اِس خطرہ کے سدّباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ سنہ ۱۸۶ہجری میں اُنھیں اور اُنکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانۂ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہارون الرشید، مامون کو زیادہ چاہتا تھا۔ اِس کا ایک ثبوت یہ بھی ہو کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار اور مال و دولت، مامون کے نام وصیت کردی۔

پھر مامون کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ مامون کے آدمی اگرچہ خودغرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اسی میں ہو کہ مامون کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ اِن لوگوں کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی النسل تھے۔ اور معلوم ہو کہ مامون کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اِس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

مامون کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی راز ہو۔ مامون، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہو کہ ایک شخص نے مامون سے بار بار کہا "امیرالمومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں" مامون نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کردیا۔ سنو، قبیلۂ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اِس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر اُنھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) رہا یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے محبت کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کے موعود بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو وہ اُسوقت سے اپنے خدا پر خفا ہے جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا!"

مامون کا یہ جواب بڑی حد تک درست ہو۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہو جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہو۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت میں بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے اُسے کو شیعہ کیوں قرار دیا ہو؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول، شیعیت سے لبریز

* اور مامون نے اُسی کی پرورش پائی تھی۔

عالم مطبوعات و صحائف

دُنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دِل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہوچکی ہو کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کین بیرا میں ایک نیا دارالحکومت تعمیر کررہی ہو۔ اب ملبورن کے "اسٹریٹیڈ نیوز" نے اِس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کردی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اِن تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دُنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب و منظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہو، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کردی گئی ہو۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے مربع قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں اُن کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اِس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہیے کہ اِس شہر کے ہر محلہ میں چار حصے سے زائد رقبہ، باغ و چمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ اِن کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہو کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہو، سرو قدانِ چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آرا ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہو جو دارالحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کرکے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہو، لیکن چونکہ اِنسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہو کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہوجائے، اِس لئے کوشش کی گئی ہو کہ اس کے پیچ و خم اور نشیب و فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کردیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہو!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقہ تزئین و آرائش زمین کا ملحوظ رکھا گیا ہو۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہو۔ اُس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دوڑا دی گئی ہو۔ دُور سے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہو، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہو!

اِس شہر کے حسن و جمال کو زمین کے اُس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہو جو اِس کے لئے منتخب کی گئی ہو۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہو، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح ہائے مسطح کی بلندی ہو۔ اور اِس لئے آب و ہوا کافی خنک اور خوشگوار ہو۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اِسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اِس سطح مسطح کو نیو ساوتھ ویلز کے صوبے سے الگ کردیا ہو۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہو کہ اِس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہو، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دارالحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہو جو انگورہ میں زیر تعمیر ہو۔ اِس ماہر فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہو، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہو

اِس دارالحکومت کیلئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہو، وہ عارضی ہو۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی سو برس کی مدت پہ ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن اُنھیں خیال کرنا چاہیے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اِس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اِس دارالحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہوسکتا ہو! اِس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اِس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہو، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہو۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہو "کین برا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہو جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہوچکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ فوقیت حاصل ہوگئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہوچکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہو، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کین برا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اِس شہر کا سرکاری افتتاح ہوچکا ہو، لیکن ابھی تمام آبادی شروع نہیں ہوئی ہو۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جسوقت ہم اِنسان کی مادی سعی و جستجو کی یہ داستان شوکت و سطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہوگیا۔ افسوس اِنسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہو، اُتنی ہی اُسکی روح و معنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہو۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ و درخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال و خط دلفریب بنجا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمالِ روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہو؟ مجمع اِنسانی کا حقیقی امن و سکون۔ اُسکی معنوی سعادت و مسرت۔ اُس کے دِل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اِس کے لئے بھی دُنیا اور دُنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی و اہتمام ہو؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہو؟ دُنیا کی قومیں باہمدگر رشک و حسد سے مضطرب ہورہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہو۔ لیکن روح و دل کی رفعت و سعادت کے لئے نہ تو کسی کے دلمیں رشک ہو، نہ کسی کے دماغ میں طلب۔ آسٹریلیا نے نئے کین بیرے کا اور ٹرکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنالیا۔ لیکن افسوس، کوئی نہیں جو اِنسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح و دل کے سکون و قرار کے ایک نئے دارالحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال و تصرف پر نہیں مگر اُس کے اِسی استغراق و پرستش پر بار بار ملامت کی ہو کہ: یَعلمون ظاهراً من الحیٰوة الدنیا وہم عن الاٰخرة ہم غافلون! (۳۰ : ۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

کام لینے اور اُنھیں متاثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہو کہ جماعتی ذہنیت کو متاثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متاثر و مغلوب ہوجائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متاثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہو۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہو کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتھیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اِس کی وجہ کیا ہو؟ وجہ یہی ہو کہ پروپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہو اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کردی ہو جس کے دھارے پر پڑ کر چون و چرا جنگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہو۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اِس بیان سے واضح ہوگیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہو کہ اُس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے، تاکہ افراد اِس ذہنیت سے متاثر ہوکر اُس کے حامی اور طرفدار بنجائیں۔ جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل، انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ اِن تمام طریقوں کو "پروپگینڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہی ہو۔

نہیں ـــــ اور شاعر اور سپاہی ـــــ کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا ـــــ!

مظلوم عورت نے کہا: "تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!"

شاعر کرمانی بولا: "ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں ـــــ ارسطو، فردوسی، اور ـــــ اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ ـــــ عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ ـــــ سکندر، ہومر، اور بہرام گور ـــــ یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اُٹھا کر ـــــ اُسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہو جائیں، جو شخص ڈھونڈھکر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا ـــــ" پھر اُسنے آہ بھر کر کہا ـــــ

میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ ـــــ چونکہ وہ ماں ہے! ـــــ ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھو جانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے ـــــ ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا رُوح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کرلئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

زمانہ کے اہل ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدان تیرہ سنور رہا ہے!
حریم ہستی مہک رہا ہے!

وہ چیز جو آفتاب نصف النہار اُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھی ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟؟

فضائے شبگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مسکراتے ہوئے ستارا
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب زا ہے!

میں جانتا ہوں کہ اُس کا اِک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دلِ شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہرزا ہے!
لبِ تکلم کا معجزہ ہے!

کرشمہ آرائی ہائے احساسِ حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمۂ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!

مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ ـــــ آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبتدا ہے!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہے!

وہ نغمہ ـــــ وہ کائنات کا ـــــ کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیارسے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی۔ لاہور

اقتباس وتراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کردیا ہے کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ دراصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے۔ افراد اگر "جدید" کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جدوجہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہے جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد وجماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے۔

لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہوجاتے ہیں کہ افراد وجماعت کی ذہنیت اُن سے کلیتہً متاثر ہوجاتی ہے۔ طبیعتیں بے خود ہوجاتی ہیں۔ قدامت کا عشق دُور ہو جاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہوجاتی ہے۔ اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مُدت میں جست کرکے وہ اُن مراحل کو طے کر ڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی مُوثرات وعوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مصائب وآلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اُس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہئے جو اس جنگ نے معاشرت واجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کردی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے افراد وجماعت کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جدوجہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ اِن تیز انقلابات وتغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دَوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریبًا منقطع کرلئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس ومحترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دُور کردیا ہے، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کردی ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہوگئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بیچین ہے۔ یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم وبیش عام ہے۔

اس ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہے۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج یہ لفظ ہر کہہ ومہ کی زبان پر ہے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہوجاتا تھا۔ وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پر اسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لُغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ ۱۶۲۲ء میں روم کے پوپ گرگوریس پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہوگئی اور دَوران جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سُنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مُضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، جماعتی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں، جماعت کے ماحول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہوجاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کردیا ہے کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے۔ پس افراد سے

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہے۔ فرینک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہے" یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہو جائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہے" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہے، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بُری طرح سے خاکہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریباً ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہے۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہو گئے تھے نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں "۵۰ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہے کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اُڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چُنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہو سکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کر لینا چاہئے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں مگر کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹنٹ کے عہدے پر تھا، اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے" ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا آئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہے۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہے لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لاکر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اُڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہے" ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے۔ جس کی رُو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اُتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہے کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہو جائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی" کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہے کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ دب جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجۂ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ "شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کر کے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کر کے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کر دیا تاکہ جاں کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں" جب کاٹن نے یہ درد انگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہے۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہوا اور کتنا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گردن زدنی تھے،

ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہے" ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسلئے دو تین لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے لے کر دیکھ رہے تھے"۔ رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے" میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے" یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سؤر کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے منہ میں سؤر کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہو گئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۸ اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بنا کر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں بیشمار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کرے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلا کر واپس آ رہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے مار دیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہو گئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہو کر باغی نہ ہو جاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہے" اُسنے بہت سے قیدیوں کو گرجا صاف کرنے پر مامور کیا۔ لیکن چونکہ یہ کام اُنکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہو گئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی!"

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہے" میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریزی افسر جو دہلی کے محاصرہ میں موجود تھا، لکھتا ہے" دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ کر رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں" ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہے، تباہ کر دیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں اُنھیں مسمار کر دیا جائے اور باشندے قتل کر دئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہے، اس لئے اُس پر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کر دیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہو جائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکا دیا جائے"

بیگم اودہ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا" کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کر سکتے ہیں"۔

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخرکار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فیلڈ) نے تو ابتدا ہی سے اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا۔" مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لینگی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا:" لوگ انتقام پر تُلے ہوئے ہیں، اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہئے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح پچاس ہزار آدمی قتل کر دیئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا" لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہے"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کر سکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانحعمری میں لکھتا ہے" میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سُنا ہے لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی وہ جسے چاہے قتل کرے یا جس سے

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

حال میں ایک کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ہے جس کا نام

The other side of medal

ہے۔ یعنی "تصویر کا دوسرا رُخ" اس کا مصنف ایک مشہور اہل قلم ایڈورڈ ٹامسن ہے۔ اُسنے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ "غدر ۱۸۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں، یا حکومت کے رعب و ہیبت کے مظاہرہ کے لئے جو خونریزیاں جائز رکھی گئی تھیں، اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کر کے یکجا کر دئے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی دنیا کے سامنے آجائے"

غدر ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دُنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرز عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ قلعۂ دہلی میں ۵۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بدقسمت بہادر شاہ مرحوم کی سہیم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے اُنھیں قتل کر ڈالا۔ غالباً ۲۰ سے ۲۲ تک (کیونکہ روایات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۵ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جان بخشی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن یقیناً حد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔

مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے فوجی نوکروں نے جو حملے کئے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلاشبہ اخلاق و انسانیت اُنکے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کریگی۔

یہ ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہل قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے تمام و خط نمایاں کر چکے ہیں!

لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق و انسانیت کا مرقع ہے یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دُنیا کی اُن حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقعہ پر اپنی اخلاقی سیرت (کریکٹر) کے مظاہرہ کا موقعہ ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتحیاب ہو کر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتل عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہ و بالا کر دیگئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ آجتک مورخانہ نظر و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑسکی اس نئی کتاب میں مسٹر ٹامسن نے سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دئے جائیں مصنف کیلئے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرتا۔ اسکے پاس حکومت ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعۂ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر طرفدار نہیں قرار دئے جا سکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بہ حیثیت مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہو جاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دَورِ حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آ گئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسن انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزور شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوسرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جا رہے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں! ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے ناآشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آجتک غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر مشتہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھایا ہے۔

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو[۲] سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملا لئے تھے۔ اسواسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔

اینسن (ansen) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سؤر کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی"

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سؤر اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور پیشتر اس کے کہ اُنھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے ایسے سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب اُنھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی۔ جس طریقے سے یہ حکم سنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا۔ مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالت زار پر ترس آ رہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے بآواز بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جاوے۔ لیکن کسی نے پروا نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کر سکتے تھے؟ ناچار اُنھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء) ایک رسالہ اور دو[۲] پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھولکر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلا دئے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی“

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۶ر جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہی ” اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اسمیں حصہ لیا تھا، لیکن اُن آدمیوں کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہوگئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہی؟ یہ مسلم ہی کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے ان کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو پھر وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اسوجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے“ (باقی آیندہ)

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغتِ تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہی جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہوگئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہی، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہی۔

نا اُمیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے نا امید نہیں ہو سکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہی۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہی کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادّی قوت

مادّی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہی۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہی۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلّتِ نفس کی انتہا ہی!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہو سکتی ہی، نہ ظلم سے، نہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سُنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

اَبنائے وطن کو نصیحت

اَبنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہی کہ میری نگرانی کرے۔ قصر

سعد ذمہ دار نہیں ہی، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہی۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہی کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہی، اور وہ مصری قوم ہی۔

قومی زندگی

یہ بچّوں کا کھیل نہیں ہی۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہی۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہی!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہمیں مسخر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہی۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہی ” آزادی! “

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہی، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہی جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہی۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہی۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہی، وہ میرے لئے قابل فخر ہی۔

میرا دل

میرے دلمیں نہ حسد ہی، نہ کینہ ہی۔ میرے دلمیں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہی۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہی کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہی، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلّانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہی۔ جو ہاتھ بھی آزادی لائے، میں سب سے پہلے اُس کو بوسہ دوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہی، بلکہ پیدائشی صفت ہی، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دُور بھی کرنا چاہے تو دُور نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہی تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

شریر قوت نے جو کچھ جمع کیا ہی، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہی، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہی، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہی۔

صبر و برداشت

ہاں ہمپر مصائب بیشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہی جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہی۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہی، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہی۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہئے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دُنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہی کہ ساری دنیا کا مالک بن جائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عملِ حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ہر ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہی!

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه " سلسلۂ تراجم " بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب " زاد المعاد " کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

کتاب الوسيله ـــ لفظ " وسيله " کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول " توحيد " کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ـــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسي

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں " البـــلاغ پريس " کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه ' الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديدے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد " البـــلاغ " (جب دوسري مرتبه الهـــلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر " البـــلاغ پريس "

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت سبز، سُرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئیے!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت بارہ آنے۔ (منیجر الہلال کلکتہ)

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علماء کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جس کا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہے

اخبار الجمعیۃ کی پانچ خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے۔

(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔

(۳) عربی، فارسی، اُردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے۔

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے۔

(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اُس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (للعہ) ششماہی تین روپے چار آنے (للعہ)

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۳ | کلکتہ : جمعہ ۱۲ - ربیع الاول ۱۳٤٦ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الهلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۰۱۲ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق ھون	۸٦
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱٤		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپيه
هندوستان سے باهر کيليے	-	-	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	-	-	سات روپيه
قيمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " کے نام سے هي جاے ليکن جو خطوط مضامين سے تعلق رکهتے هوں انکے لفافه پر " ايڈيٹر " کا نام هونا چاهيے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط و کتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهيے -

(۴) خط و کتابت ميں نمبر خريداري لکهيے جسکي اطلاع آپکو وصول قيمت کي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته کے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت کے روانه نهيں کيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه کيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه کرايے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع ديکر انتظام کر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک کے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديکر پته تبديل کراليں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلات (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹکٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑيگا -

ایک بالکل سفید مرغي اور ایک بالکل سیاہ مرغ لو ' اور اُن کي نسل کا تجربہ کرو - اب ایسا ہوگا کہ اِن دونوں کے اتحاد تناسلي سے جو بچے پیدا ہونگے ' وہ نہ تو بالکل سیاہ رنگ کے ہونگے ' نہ بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے ہونگے - یہ اِس نسل کا پہلا طبقہ ہوا - اِس مخلوط رنگ کي مرغیوں کي نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقہ نسل کا پیدا ہوگا ' اُس کي حالت یہ ہوگي کہ اُن میں ۲۵ - في صدي مرغیاں بالکل سیاہ ہونگي ' ۲۵ - في صدي بالکل سفید ' اور ۵۰ في صدي مخلوط رنگت کي - گویا دوسرے طبقہ میں اُن کے مورث اعلی کي کامل رنگت ۲۵ - في صدي میں نمایاں ہوي ' مگر ۵۰ - في صدي میں مورث ثاني (؟) اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رہا - اب اِس دوسرے طبقہ سے تیسرا طبقہ پیدا کرو - اِس تیسرے طبقہ کا حال یہ ہوگا کہ سفید سے سفید بچے پیدا ہونگے - سیاہ سے سیاہ پیدا ہونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وہي تناسب نمایاں ہوجائیگا ' جو دوسرے طبقہ میں تھا - یعني اُسکي نسل میں ۲۵ - في صدي سیاہ اور ۲۵ - في صدي سفید ہونگے - باقي ۵۰ - في صدي اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے ہونگے !

پھر اِن ۵۰ - في صدي مخلوط رنگ والوں کي نسل جب اور آگے بڑھیگي ' تو اُس میں بھي یہ تناسب برابر قائم رہیگا - یعني ہمیشہ نصف تعداد مخلوط رنگت کي ہوگي اور ۲۵ - في صدي سفید ' اور ۲۵ - في صدي سیاہ ہوگي -

لیکن تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلی کي کامل رنگت متوارث ہوگئي تھي ' اُن کي نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم ہو جائیگي - سفید سے ہمیشہ سفید بچے پیدا ہونگے ' اور سیاہ سے ہمیشہ سیاہ -

قانون توارث کا ایک عملي مشاہدہ

مرغیوں کي نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلی کا سفید اور سیاہ رنگ ایک خاص عددي تناسب کے ساتھہ متوارث ہوتا ہے - مورث اعلی سفید اور سیاہ رنگ کے ہیں - نسل کے پہلے طبقہ میں مخلوط رنگ کا مرغ پیدا ہوا ہے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقہ پیدا ہوا ہے ' اس میں ۲۵ - فیصدي سفید ' ۲۵ - في صدي سیاہ ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط رنگت کے ہیں - پھر تیسرے طبقہ میں سفید سے سفید اور سیاہ سے سیاہ پیدا ہوتا ہے ' مگر مخلوط کي نسل میں وہي عددي تناسب قائم ہے -

اِس سے معلوم ہوا کہ :

(۱) قانون توارث میں مورث اعلی کے دو مختلف جسماني خواص ' پہلے طبقہ میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے ہیں جو ملا جلا مزاج ہوتا ہے - یعني اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے ہوکر مخلوط ہوجاتے ہیں -

(۲) اِس پہلے نسلي طبقہ نے جو مخلوط مزاج کرلیا ہے ' وہ نسل کي آئیندہ افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا ہے ' اور اپني نسل میں برابر قائم رہتا ہے ' لیکن ساتھہ ہي یہ عجیب بات بھي ہے کہ دوسرے طبقہ میں نصف تعداد ہمیشہ ایسے افراد کي پیدا ہوتي ہے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کي جگہ مورث اعلی کے انفرادي خواص الگ الگ نمایاں ہوجاتے ہیں - اِس نصف تعداد میں آدھي تعداد ایک قسم کے خاصہ کي اور آدھي ایک قسم کے خاصہ کي ہوتي ہے - اِس طرح دو مختلف جسماني خواص کے ماں باپ دوسرے طبقہ کي نسل میں بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے ہیں !

(۳) نسل کے تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر مورث اعلی کے خواص انفرادي اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں ہوجاتے ہیں ' ان کي نسل میں آیندہ اِن اجدادي خواص کا اختلاط و امتزاج نہیں ہوتا ' بلکہ اجدادي خواص کي جو ایک قسم اُن میں نمایاں ہوئي ہے ' وہ مستقلاً قائم ہو جاتي ہے ' اور اپني نسل میں متوارث ہونے لگتي ہے -

(۴) لیکن دوسرے طبقہ میں جو نصف تعداد ایسي پیدا ہوتي ہے ' جس میں اجدادي خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں ہوتے ہیں ' اُن میں قانون توارث کا یہ عددي تناسب برابر قائم رہتا اور آگے کي طرف بڑھتا ہے - یعني اُن کي نسل میں وہي ۲۵ - ۲۵ - في صدي الگ الگ آبائي خواص ظاہر ہوتے ہیں ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط و ممزوج رہتے ہیں -

(۵) ماں باپ کے الگ الگ جسماني خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا ہو جاتي ہے ' وہ ہمیشہ اپني نسل میں اِس طرح متوارث ہوتي ہے کہ نصف تعداد مخلوط قسم کي ہوگي ' اور نصف مورث اعلی کے الگ الگ خواص کي -

(انسان میں قانون توارث)

تھیک یہي حالت انساني وراثت میں بھي پیش آتي ہے - اگر کوئي خالص سفید رنگ کا انسان حبشي عورت سے شادي کرلے تو اُسکي نسل ضرور سانولے رنگ کي ہوگي - پھر اگر کسي طرح خود اُسکي اولاد میں باہم دگر تناسل وتوالد شروع ہو جائے ' تو مرغیوں کي طرح اِس نسل میں بھي ۲۵ - فیصدي اولاد خالص سفید رنگ کي ہوگي ' ۲۵ فیصدي خالص سیاہ رنگ کي ' اور ۵۰ فیصدي سانولي -

جسماني خواص کے توارث کي یہ نوعیت ' معنوي خواص کے توارث کي طرف رہنمائي کرتي ہے ' اور یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا اِسي طرح انسان کے ذہني و معنوي خواص و اوصاف میں بھي توارث کا سلسلہ قائم ہے ؟ اور اگر قائم ہے تو کیا اُس کا قانون بھي ایسا ہي ہے ' اور ایسا ہي عددي تناسب رکھتا ہے ' جیسا جسماني خواص کے توارث میں ہے ؟ ان سوالات کا جواب بہت زیادہ تفصیل وبحث کا محتاج ہے - اِس لیے سر دست ہم اِنہیں نہیں چھیڑتے -

قانون توارث جسمانی و معنوی

(مندل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کی جسمانی و معنوی زندگی میں قانون توارث کا مسئلہ ' اُن اهم ترین مسائل میں سے ھے جنھوں نے قدیم زمانے سے علماء کو اپنی طرف متوجه رکھا ھے - طبیعی علوم کی ترقی کے بعد گزشته صدی میں اِس مسئله نے اور بھی زیادہ اهمیت حاصل کرلی اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کی - بہت سے نظریے قائم ھوے - بہت سے مذاھب ترتیب دیے گئے - لیکن اِس سلسله میں سب سے زیادہ شہرت و اهمیت اُس نظریه کو حاصل ھے ' جو اپنے موجد ' ڈاکٹر مندل کی طرف منسوب ھے اور " ناموس مندل " کہلاتا ھے - ذیل میں هم اِس نظریه کی مختصر تشریح کرتے ھیں -

ڈاکٹر مندل

(مندل)

سنه ۱۸۲۲ میں دو شخص ایسے پیدا ھوئے ' جنھوں نے اپنی پوری زندگی وراثت کے اثرات و نتائج کی بحث و تحقیق میں صرف کردی : اِن میں سے ایک انگلستان میں پیدا ھوا - اسکا نام گلٹن ھے - اور اسکی کتاب " عظمت کی وراثت " بہت مشہور ھو چکی ھے - دوسرا مندل ھے - یه هنگرین نسل کا تھا - سیلیشیا میں پیدا ھوا - اسکی ابتدائی تربیت دینی تعلیمات کی تھی - رھبانوں کی جماعت میں داخل کر دیا گیا تھا - لیکن ۲۹ سال کی عمر میں رھبانیت ترک کردی اور وائنا کے دار العلوم میں داخل ھوکر طبیعی علوم کی تحصیل شروع کردی - تعلیم ختم کرکے وہ برون میں اُستاد مقرر ھوگیا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت کی تحقیق میں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات میں محصور تھے -

اپنی تحقیق کے دوران میں بالاخر وہ ایک عجیب معامله پر پہنچا - اُسنے دیکھا ' یه عجیب معامله ' وراثت میں همیشه پیش آتا ھے ' اور کبھی اُس میں خلل نہیں پڑتا - یه وہ وقت تھا جب اُس کے تجارب ' عالم حیوان تک وسیع ھو چکے تھے - اُس نے شہد کی مکھیوں کے بھی پچاس چھتے بنائے تھے - اور مختلف قسم کی مکھیاں باھمدیگر جمع کرکے اُنکی نسل کے جسمانی اور معنوئی خواص کا تجربه کرتا تھا لیکن مکھیوں کے متعلق اُسکی تحقیقات کے جمله اوراق ضائع ھوگیے - سنه ۱۸۶۶ میں اُس کا ایک چھوٹا سا رساله شایع ھوا تھا جس میں یه نظریه پیش کیا گیا ھے - یه رساله بھی گم نام ھوگیا - یہانتک که سنه ۱۹۰۰ میں علماء مغرب کی نظریں اُس پر دوبارہ پڑیں ' اور وسیع پیمانه پر اُسکی اشاعت کی گئی - آج حیوانات کی پرورش کرنے والوں میں کوئی شخص بھی ایسا موجود نہیں جو مندل اور اُس کے نظریه سے ناواقف ھو یا اُس سے مستفید نه ھو رھا ھو -

(ناموس مندل)

مندل کا نظریه ' تین وراثتی اصلوں پر قائم ھے :

(۱) پہلی اصل کا خلاصه یه ھے که فرد کی بعض صفات ' (عام اِس سے که وہ فرد ' حیوان ھو یا نبات) اُسکی آینده نسلون میں مفقود نہیں ھو جاتین بلکه برابر باقی رھتی ھیں ' اور عرصه تک بغیر کسی کمی کے ظاھر ھوتی رھتی ھیں - اِسکی مثال یه ھے که بعض انسانی خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے ھوتے ھیں ' اور طویل زمانوں تک اُن کی نسلوں میں بدستور قائم رھتے ھیں - چنانچه بعض خاندانوں میں زائد انگلیاں ' یا کٹا ھوا ھونٹھ ' یا چندھی آنکھیں ' یا سفید بالوں کا گچھا ' غرضکه مختلف قسم کی جسمانی خصوصیتیں همیشه موجود رھتی ھین اور اُن کے افراد میں وقتاً فوقتاً پوری طرح ظاھر ھوتی رھتی ھیں -

(۲) دوسری اصل کا خلاصه یه ھے که بعض صفتیں ایسی ھوتی ھیں جنکا ظہور مسلسل نہیں ھوتا - تھوڑے تھوڑے

وقفه کے بعد ظاھر ھوتی ھیں ' مگر برابر ظاھر ھوتی رھتی ھیں - یعنی پہلے ایک مدت تک نمایاں رھتی ھیں - پھر غائب ھوجاتی ھیں - پھر لوٹ آتی ھیں - پھر غائب ھوجاتی ھیں - صرف تجربه ھی سے معلوم ھوسکتا ھے که کون صفت پہلی قسم کی ھے ؟ کون صفت دوسری قسم کی ھے ؟ اِسکی مثال یه ھے که جب بے سینگ کے حیوانات کا سینگ والے حیوان میں اتحاد تناسلی ھوتا ھے ' تو اُنکی نسل بے سینگ کی پیدا ھوتی ھے - لیکن جب یہی نسل آگے بڑھتی ھے تو اُسکی اولاد میں ایک خاص تناسب سے بعض افراد سینگ والے پیدا ھوتے ھیں - بعض بے سینگ کے -

برخلاف اِسکے جب کیس والے مرغ کا اتحاد بے کیس مرغی سے ھوتا ھے تو نسل ' کیس والی پیدا ھوتی ھے - لیکن پھر آگے چل کر بعض کے کیس ھو جاتا ھے - بعض کے نہیں ھوتا - مگر یه معامله همیشه ایک ھی تناسب سے پیش آتا ھے -

(۳) تیسری اصل ' اُس تناسب کا تعین اور انضباط ھے جو اِس توارث و تناسل میں کار فرما ھے - تشریح اُسکی حسب ذیل ھے :

موسولینی، اٹلی کا ڈیکٹیٹر

کردی - قوم نے اِس نئی شہنشاہی کا اُسی جوش و خروش سے استقبال کیا، جس جوش و خروش سے قدیم شہنشاہی کا خاتمہ کیا تھا اور حریت و آزادی کے علم بلند کیے تھے - ایک شخصیت کے خلاف عظیم الشان جہاد اِس پر جاکے ختم ہوگیا کہ دوسری شخصیت قائم ہوگئی - کیا اِس سے بھی زیادہ غیر معقول نتیجہ کسی تحریک کا نکل سکتا ہے؟ لیکن نہیں، یہ نتیجہ بالکل معقول تھا - اجتماعی اصول و قوانین کے بالکل مطابق تھا -

یہ کیسے؟ یہ اس طرح کہ انسانی جماعتیں کتنی ہی شورش اور بیچینی کا اظہار کریں، نظام حکومت کی کتنی ہی مخالف نظر آئیں، مگر وہ اپنی اجتماعی افتاد طبع سے مجبور ہوکر در پردہ یہی خواہش رکھتی ہیں کہ کوئی نہ کوئی زبردست نظام قائم ہو، جو ہر قسم کی بیچینی کا قلع قمع کردے اور امن و امان ہر طرف پھیلا دے - یہی سبب ہے کہ جوں ہی کوئی نئی شخصیت نمودار ہوتی ہے اور قوم محسوس کرتی ہے کہ وہ شخصیت امن بحال کرسکتی ہے، تو بے اختیار اُس کے سامنے سر جھکا دیتی ہے اور حریت و آزادی کی اپنی تمام خواہشیں نا دانستہ فراموش کر بیٹھتی ہے - دنیا کی تمام تاریخی شورشیں ہمیں یہی بتاتی ہیں - فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے بھی ہمیں یہی دکھایا ہے - ایک محقق نے کیا ہی خوب لکھا ہے "فرانس کی "تیسری انقلابی کمیٹی" کے ممبروں میں سے عہد بونا پارٹی (نپولین) میں ایک نے بادشاہی قبول کرلی - پندرہ نے "کونٹ" کا لقب اختیار کیا - سات نے مجلس اُمراء کی شرکت منظور کی - اور چھہ وزیر بن گئے" یہی وہ لوگ تھے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور علم بردار تھے -

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب ہم تاریخ کی اِس عالمگیر جنگ کے بعد والے موجودہ انقلاب کو بخوبی سمجھہ سکتے ہیں - ایک مدت سے یورپ میں مختلف قسم کے خیالات اور نظریے پھیل رہے تھے - اِن خیالات اور نظریوں نے بتدریج دماغوں میں ہیجان پیدا کیا - اِس ہیجان نے اجتماعی، سیاسی، اور اقتصادی پیچیدگیاں پیدا کیں - اِن پیچیدگیوں نے جنگ عمومی کی آگ بھڑکائی - اور جنگ نے مذکورۂ بالا اجتماعی کلیہ کی بنا پر لینن اور موسولینی اور مصطفی کمال جیسی آہنی شخصیتیں پیدا کردیں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار ہوئی ہے، وہ ہرگز تعجب انگیز نہیں بلکہ مستحکم و مضبوط اجتماعی قوانین کا فطرتی نتیجہ ہے - یہی ہونا چاہیے تھا جو ہوا، یہی ہمیشہ ہوا کیا ہے اور شاید ہمیشہ یہی ہوا کرے گا -

(انقلابات کے بانی)

یہاں یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ انقلابات کے بانی کون ہوتے ہیں: افراد یا جماعتیں؟ کارلائل اور بہت سے محققین کی رائے ہے کہ زبردست شخصیتوں کے افراد ہی انقلابات پیدا کراتے اور اجتماعی نظام کی کایا پلٹ کر دیتے ہیں - لیکن علم اجتماع کے دوسرے بہت سے علماء، افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار دیتے ہیں - وہ کہتے ہیں قوموں کے دماغ میں انقلاب کی مخفی لہریں پہلے پیدا ہوتی ہیں، پھر وہی چند افراد میں مجسم ہوکر رونما ہوتی ہیں اور سوسائٹی پر انقلاب طاری ہو جاتا ہے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نہیں ہوتے، بلکہ انقلابی لہروں کا مظہر ہوتے ہیں - زیادہ صاف لفظوں میں یوں کہو کہ جماعتی اثرات، افراد کو طیار کرکے انقلاب کراتے ہیں -

لیکن صحیح یہ ہے کہ انقلاب کا موجب نہ تنہا جماعتیں ہوتی ہیں، نہ صرف افراد - بلکہ دونوں ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک نئی فضا طیار کرنے میں مدد دیتے ہیں - یہ یقینی ہے کہ اگر خاص قسم کے اجتماعی حالات و موثرات موجود نہ ہوتے تو لینن، موسولینی، مصطفی کمال جیسے افراد اُبھر نہیں سکتے تھے - کیونکہ یہ افراد مدت سے موجود تھے مگر اُسی وقت رونما ہوے جب حالات نے اُن کی مساعدت کی - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یقینی ہے کہ اگر یہ افراد اپنی غیر معمولی قوتیں کام میں نہ لاتے تو اُن کے مساعد حالات بھی پیدا نہیں ہوسکتے تھے اور انقلابات بھی طاری نہیں ہو سکتے تھے - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ انقلاب میں افراد اور جماعتیں دونوں برابر کی حصہ دار ہوتی ہیں، تنہا کوئی ایک سوسائٹی میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا -

لینن، روس کا ڈیکٹیٹر، جو اب مرچکا ہے

(انقلابی روح اور قومیں)

یہ بھی ایک ثابت حقیقت ہے کہ تمام قومیں انقلاب کی یکساں صلاحیت نہیں رکھتیں - تاریخ بتاتی ہے کہ فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رہنے والی اکثر قومیں انقلاب کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں - آب و ہوا اور دوسرے اسباب نے اُنہیں دوسری قوموں سے زیادہ حساس، جلد متأثر ہونیوالا، اور خیالی بنا دیا ہے - وہ نئے نظریے جلد

پرائمو ڈی ریوا، اسپین کا ڈیکٹیٹر

عہد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصی مطلق العنانی

دنیا کی موجودہ سیاست پر ایک سرسری نظر

جنگ عظیم کے بعد پوری دنیا ' خاص کر یورپ اور بالخصوص ان ممالک نے عجیب پلٹا کھایا ہے جو میدان جنگ میں یه کہکر اترے تھے که استبداد و ظلم مٹانا چاہتے ہیں - پہلے ان ممالک میں جو بھی نظام حکومۃ قائم تھا وہ جنگ کے بعد قائم نه رہا اور علانیه یا در پردہ اس میں بڑی تبدیلی ہوگئی ہے - لوگ سمجھتے تھے اس جنگ کے بعد دنیا میں جمہوریت اور کامل حریت کا دور دورہ ہو جائیگا اور آزادی کا ایک ایسا نظام جاری و ساری ہو جائیگا جس کے عشق میں انسانیت ہمیشه سے سرگرداں ہے لیکن نتیجه بالکل بر عکس نکلا - جمہوریت و دستوریت کی جگهه شخصیت و استبداد نے لے لی - اس وقت کرۂ ارضی کے اکثر ممالک میں شخصی حکومتیں قائم ہوگئی ہیں - فرق صرف اس قدر ہے که پہلے بادشاہوں کی شخصیتیں زریں تختوں پر جلوہ گر نظر آتی تھیں اور اب عام افراد یا فوجی افسر حکومت کی کرسیوں پر نظر آتے ہیں -

غازی مصطفی کمال پاشا

روس میں خاندان رومانوف اور زار کی جگهه بالشویک ڈیکٹیٹروں (مطلق العنان حکام) نے لے لی ہے - لینن نے جس طور پر حکومۃ کی ' وہ بھی زار ہی جیسی حکومت تھی - یعنی شخصیت ' مطلق العنانی اور استبداد - یه بات دوسری ہے که زار کی شخصیت نے ملک کو تباہ کیا اور لینن کی شخصیت نے اسے زندہ اور خوش حال کردیا - دنیا کی تاریخ میں لینن جیسے مطلق العنان حاکم کی کوئی مثال نہیں ملتی جس نے اپنے غیر متناہی اختیارات اس طرح عوام اور مظلوموں کی بھلائی میں صرف کیے ہوں -

یہی حال اٹلی کا ہے - اگرچه پارلیمنٹ اور دستوری پادشاہ (یعنی محدود اختیارات رکھنے والا) بدستور موجود ہے لیکن حکومۃ ایک فرد واحد ' موسولینی کے آہنی ہاتھوں میں ہے - یه شخص پہلے انقلاب پسند اور اشتراکیت کا حامی تھا ' پھر جنگ کے بعد ظلم پسند بن کر اٹلی پر حاوی ہوگیا اور مستبد سے مستبد بادشاہوں کی طرح استبداد و قہر کی حکومت قائم کردی - اس نے صاف اعلان کردیا ہے " اس وقت اٹلی کو ایک ایسے زبردست حاکم کی ضرورت ہے جو ہر بے چینی کو کچل کر فنا کرسکے " یہی صورت اسپین ' ترکی ' یونان ' اور اب چین میں پیش آرہی ہے - ان تمام ملکوں میں شخصیتیں بر سر حکومت آ گئی ہیں اور مفید یا مضر نتائج پیدا کررہی ہیں - یہی نہیں بلکه خود فرانس اور انگلستان میں بھی شخصیت کی طرف میلان بڑھ رہا ہے - فرانس میں تو ایک سال پہلے اخبارات تک میں یه چرچا شروع ہوگیا تھا که موجودہ اقتصادی اور سیاسی گتھیوں کے سلجھانے میں جمہوری نظام حکومۃ ناکامیاب ثابت ہوا ہے - لہذا روس وغیرہ ممالک کی طرح یہاں بھی " ڈیکٹیٹر شپ " یعنی شخصی استبداد قائم ہو جانا چاہیے - انگلستان میں گو اب تک اس قسم کا خیال با ضابطه ظاہر نہیں کیا گیا ' لیکن عملاً ملک اسی طرف جارہا ہے - موجودہ کنسر ویٹیو وزارت بھی درحقیقت ایک قسم کی ڈیکٹیٹر شپ ہی ہے اور اس کے رجعی (قدامت پسند) ہونے میں تو کوئی کلام نہیں -

(تاریخ کا سبق)

آخر یه صورت کیوں پیش آئی ؟ اس انقلاب کی علت کیا ہے ؟ تاریخ ہمیں کیا سبق دیتی ہے ؟ جواب ظاہر ہے اور تاریخ عالم پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے - تاریخ شاہد ہے که جب کبھی سوسائٹی کے نظام میں برہمی پیدا ہوتی ہے اور دماغی بے ترتیبی اور اختلال ' عام ہوکر شورشوں اور بغاوتوں کا دروازہ کھول دیتا ہے ' تو ہمیشه یہی نتیجه ہوتا ہے جو جنگ کے بعد آج ہم دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں - یعنی مضبوط ارادے کے افراد برسر اقتدار آکر اپنی شخصیتیں نمایاں کرتے ہیں اور نظام حکومت اپنی مرضی کے مطابق استوار کردیتے ہیں -

انقلاب فرانس ' اس دعوی کی سب سے بڑی اور صاف دلیل ہے - کیسے جوش و خروش سے قوم بغاوت کے لیے اٹھی ؟ حریت ' مساوات ' اخوت کا راگ کیسی بلند آہنگی سے الاپا ؟ کیسے کیسے اصول و مبادی کا اعلان کیا گیا ؟ لیکن نتیجه کیا نکلا ؟ یہی نه که آندھی کی طرح حریت و مساوات کی ہوائیں آئیں اور نکل گئیں پھر جو فضا میں سکون پیدا ہوا تو گرد و غبار کے اندر سے مستبد شخصیتیں حکومت کی بے نیام آبدار تلواریں لئے نمودار تھیں ! ان شخصیتوں میں سب سے آخری مگر سب سے زبردست شخصیت نپولین بونا پارٹ کی تھی - اس عجیب انسان نے یہی نہیں کیا که بغاوت اور انقلاب کا قلع قمع کردیا بلکه ساتھ ساتھ اپنی شہنشاہی بھی قائم

ار علم میں ہوا ہے جو لاہوتی پیشواؤں کا مبتدع دین ہے اور
ناقص و خام مدعیان علم کا کج اندیش علم ہے ' تو ہم بڑی آسانی
سے نہ صرف پچھلی تاریخ کے تمام حوادث کی تعلیل کر سکینگے '
بلکہ مستقبل کے واقعات پر بھی روشنی ڈال سکینگے -

(۲)

انسانی جماعتیں شعور رکھتی ہیں مگر فکر نہیں رکھتیں - بلکہ
کہا گیا ہے کہ جماعت کی شعوری ترقی کا پیمانہ ' اُسکا وہ فرد ہے
جو سب سے زیادہ کمزور فکر ' سب سے زیادہ مضطرب شعور ' رکھتا ہے -
جماعت جس طرح محض شعور رکھتی ہے ' اُسی طرح سراسر جمود
سے بھی لبریز ہوتی ہے - اور یہ کہ اُسکا یہ جمود ترقی کے گوناگوں
میدانوں میں اُسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروری ہے -

سالہا سال سے علماء اجتماع وہی کہہ رہے ہیں جو گستاؤ
لیباں کا نظریہ ہے - لیکن کبھی اُن کے ذہن میں یہ حقیقت نہیں
آئی کہ جماعت ' ایک جامد مخلوق ہے - تغییر و تجدید بہت
دیر میں قبول کرتی ہے - اِس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز
عالم کارل پیرسن کا قول ملا ہے - وہ کہتا ہے :

" ڈارون اور اسپنسر کی تصانیف میں بڑا فرق یہ ہے کہ اسپنسر
کی کتابیں باوجود اپنی تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگی -
برخلاف اس کے ڈارون کی کتابیں باقی رہینگی - کیونکہ اُن میں بے
نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود ہے - اِن کتابوں نے انفرادی اور
اجتماعی زندگی کے لیے ایسے اصول و مبادی پیش کردیے '
جنھوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز ہمارے اخلاقی
مطمح نظر کو بھی اونچا کرنا اور ہمارے سامنے میدان زیادہ وسیع کرنا
شروع کردیا ہے - بلا شبہ اِن اصول و مبادی کا اثر بہت سست رفتار
ہے ' لیکن یہ سست رفتاری ہمیں نا امید نہ کرے - سب سے
قوی موثر ' جو ہمارے اجتماعی بقاء کی عمارت محفوظ رکھتا ہے '
وہ وہی صفت ہے جسے ہم سب سے زیادہ مکروہ رکھتے ہیں - یعنی
قدامت اور جمود کی صفت - اِسی قدر نہیں بلکہ وہ دہشت ناک
مخالفانہ صدائیں جو ہر جدید فکر کے خلاف جماعت کی طرف سے
بلند ہوجاتی ہے ' ہماری اجتماعی زندگی کی حفاظت کے لیے
قوی ترین موثر ہیں - جماعت کا یہ جمود اُس کے جسم کی محافظت
کرتا ہے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نہیں دیتا - نیز صالح کو
غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا ہے "

عالم مادی اور جماعات انسانی کی تکوین میں بہت بڑی
مشابہت موجود ہے - دونوں میں ایسے عناصر موجود ہیں جو اُن کے
نظام و توازن کی حفاظت کرتے ہیں - چنانچہ جس طرح جوہر فرد
(ایٹم) میں دو متضاد کہربائی لہریں : ایجابی اور سلبی جاری
ہوتی ہیں ' یا جس طرح تمام مادی دقائق میں جذب و دفع کی دو
مخالف قوتیں جمع ہوتی ہیں ' ٹھیک اُسی طرح اجتماع انسانی میں
تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر ہوتے ہیں - زندگی کے لیے موت لازمی
ہوتی ہے اور موت کے لیے بعث (دوبارہ زندگی) ضروری ہوتا ہے - اِس
طریقہ پر غور کرنے سے ہم سمجھہ سکتے ہیں کہ جماعت کی سلبی
صفات جنھیں ہم نا پسند کرتے ہیں ' در حقیقت اُس کے بقاء کے
لیے ناگزیر ہیں .

اِس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھہ سمجھنے کے لیے کوئی نرم
مادہ لے لو اور اُس پر دباؤ ڈالو ' تم دیکھوگے کہ دباؤ کے ساتھہ ہی اُس کی
شکل بدل جائیگی - پھر دوبارہ اُسے دابو ' فوراً دوسری شکل اختیار کرلیگا -
اس طرح ہر دباؤ پر وہ ایک نئی صورت میں تبدیل ہوتا جائیگا - پس
اگر انسانی جماعت کی طبیعت بھی اِسی مادے کی طرح نرم
ہوتی ' اور اُس میں جمود و قدامت پرستی کی ٹھوس صفتیں
نہ ہوتیں ' تو ظاہر ہے ' کیسی طوائف الملوکی اور انتشار پیدا
ہوجاتا ؟ روز روز اُس میں تبدیلیاں ہوتی رہتیں ' اور نظام انسانی
تہہ و بالا ہوکر رہ جاتا -

تمام عملی فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذہب دیکھو ' کلبی '
اِبی کوری ' رواقی ' مشائی ' وغیرہم کے مذاہب پر نظر ڈالو - اِس کے
بعد غور کرو کہ اگر اجتماع انسانی کا مزاج نرم مادے کی طرح ہر وقت
تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ' تو اِن بے شمار اور متضاد مذاہب
کی موجودگی میں اُس کا کیا حال ہوجاتا ؟ یقیناً اُس کا سارا نظام علم
و فکر زیر و زبر ہوجاتا اور کوئی وسطی و اصلح راہ پیدا نہ ہوتی -

یہی حال سیاست ' دین ' زبان اور اُن تمام امور کا ہے جن پر
تمدن کے ستون قائم ہیں -

پس اب یہ واضح ہوگیا کہ تقدم و ارتقاء ایک ایجابی قوت ہے '
جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبی قوت یعنی جمود کی صفت
مدد دیتی اور آگے بڑھاتی ہے - اگر اجتماع انسانی ایک مادی دقیقہ
ہوتا تو اُسکے جواہر باہم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف
نظر آتے - کیونکہ یہ متضاد عمل ' اُس کی ہستی قائم رکھنے کیلیے
ضروری ہے - ٹھیک اِسی طرح تقدم و جمود کی متضاد صفتیں بھی
اجتماع انسانی کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمی ہیں -

بنابریں ہمیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نہیں سمجھنا
چاہیے - انکا جمود بھی بقاء و حیات کیلیے اسی طرح ضروری ہے '
جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروری ہے -
جامدین ' اجتماع انسانی کیلیے ایک سلبی قوت ہیں ' جو جماعت
کی رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رہتے ہیں -

(۳)

ہربرٹ اسپنسر نے اپنی کتاب " مبادی معاشرت و اجتماع "
ما بعد الالیات کے تطور کی بحث سے شروع کی ہے - وہ کہتا ہے
تطور کی تین قسمیں ہیں : (۱) تطور غیر عضوی اور اسکا تعلق
آسمان و زمین اور سیاروں کی بنا سے ہے - (۲) تطور عضوی اور
اسکا تعلق طبیعی ظواہر سے ہے جنھیں ہم طبیعت حیہ اور مختلف
درجوں کے نبات و حیوان کی ترکیب میں مشاہدہ کرتے ہیں - پھر
وہ مظاہر ذہنی (سائیکا لوجی) جو اُن صور حیہ کا خاصہ ہیں جو
ترقی کی اُس حد کو پہنچ گئی ہیں جہاں طبیعت تطور نے انھیں اِن
مظاہر کا اہل بنا دیا ہے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد
العضویات - یہ فی الحقیقت حالت اجتماعی کا سن بلوغ اور جماعت
کے افراد میں تقسیم عمل ہے -

اگر ہم اِس اصول کی تحلیل کریں اور اپنے موضوع پر اُسے تطبیق
دیں ' تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ تطور مابعد الالیات ' نشوء کا وہ آخری
درجہ ہے جس تک حیوانی جماعتوں کی ترقی پہنچی ہے - انسان
بھی اِس سب میں حیوان کا شریک ہے بلکہ مابعد الالیات میں
اُس زیادہ سے زیادہ ترقی تک پہنچ گیا ہے جہاں تک حیوان سے
پہنچنا ممکن ہے - اگر یہی ہے تو پھر انسان کو باقی مخلوق پر کیا
امتیاز حاصل ہے ؟ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد العقلیت
سے ایک ایسی قوت حاصل کرتا ہے جسکے ذریعہ اپنی عقل کو اپنے
مجموع کی بھلائی میں لگاتا ہے !

قبول کر لیتیں اور اُن پر عمل کرنے میں تیزي سے پیش قدمي کرتي هیں - لہذا وہ زیادہ انقلاب پسند هیں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگریزي) قومیں ' زیادہ عملي هیں - محض نظریوں سے متأثر نہیں هوتیں - اُن کے جذبات اور دماغي رجحان زیادہ پائدار هیں - وہ انقلاب کي طرف کم مائل هوتي هیں - جرمن قوموں کا بھي یہي حال ہے ' مگر ان میں احساس کسي قدر زیادہ ہے -

روس ' روحاني و نظري خیالات کي طرف سب سے زیادہ مائل هیں - کمزور عقل اور کمزور ارادہ رکھتے هیں - اِسي لیے هر انقلابي دعوت کو لبیک کہنے کے لیے طیار رهتے هیں - اِس خصوصیت میں اگر اُن پر کوئي سبقت لے گیا ہے تو وہ یہودي هیں - یہ قوم باغیانہ دماغ رکھتي ہے اور هر جگہ بغاوت کي تخم ریزي کرتي ہے - ایک محقق نے بتلایا ہے " اجتماعي نظامات پر سب سے زیادہ نکتہ چیں اور بغاوت کي سرگرم دعوت دینے والي کتابیں زیادہ تر یہودیوں هي کے قلم سے نکلي هیں - حتیٰ کہ موجودہ سوشیلزم یا بالشویزم بھي ایک یہودي هي کي ایجاد ہے - اِس کا نام کارل مارکس تھا - اور اِس مذهب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لینن ' ٹراسکي وغیرہ سب یہودي النسل هیں - یہودیوں کے اِس خاصے کے دو سبب هیں : اول یہ کہ وہ سامي نسل هیں - اور معلوم ہے کہ سامي نسل فطرتاً خیالیات و نظریات کي دلدادہ هوتي ہے - دوسرے یہ کہ مخصوص اجتماعي حالات نے یہودیوں کا دماغ باغیانہ کر دیا ہے - دنیا میں شاید سب سے زیادہ مصیبتیں اِسي قوم نے برداشت کي هیں اور یہ اِسي کا نتیجہ ہے کہ اُسمیں بغاوت و انقلاب کي روح قائم هوگئي ہے -

پھر یہ بات بھي خاص طور پر یاد رکھنے کي ہے کہ جو قومیں جمود و تقلید کي زیادہ دلدادہ هوتي هیں اور حالات کي تدریجي تبدیلي کے ساتھہ اپنے تئیں بدلتي نہیں رهتیں بلکہ اپنے جمود پر اڑي رهتي هیں ' وہ اگرچہ دیر میں انقلابي روح سے متأثر هوتي هیں مگر جب ایک دفعہ هو جاتي هیں تو پھر اُنھي میں سب سے بڑا انفجار بھي هوتا ہے اور اچانک اُن کي سوسائٹي درهم برهم هوجاتي ہے - اِس اصل کي بنا پر پیشین گوئي کي جاسکتي ہے کہ هندوستان میں جب کبھي انقلاب هوگا تو نہایت هي هولناک هوگا اور پوري موجودہ سوسائٹي کو درهم برهم کر ڈالے گا - کیونکہ یہ ملک سخت جمود کي حالت میں رها ہے اور تدریجي ترقي سے برابر انکار کرتا رها ہے - هندوستان میں جب انقلاب آئے گا تو دنیا بھر کے انقلابات سے زیادہ موثر ثابت هوگا اور شاید سوسائٹي کي موجودہ کوئي چیز بھي باقي نہ چھوڑے گا - عادات و اطوار ' رسم و رواج ' خیالات و افکار غرضکہ کوئي شے بھي اُس کي ضرب سے نہ بچے گي - اگر ایسے هولناک انقلاب سے بچنا هو تو اُسکي صرف یہي ایک تدبیر ہے کہ ابھي سے ملک کو تدریجي ترقي پر لگایا جائے - جوں جوں حالات بدلیں ' ملک میں بھي تبدیلي پیدا کي جائے - ورنہ موجودہ جمود اور ٹھراؤ ' آیندہ قیامت کا پیش خیمہ بننے والا معلوم هوتا ہے -

علم اور دین

کیا فی الحقیقت علم اور دین دو متحارب فریق هیں ؟

رہ رہ کر شور اُٹھتا ہے کہ دین اور علم میں نزاع قائم ہے ' اور یہ کہ علم اور دین ' دونوں کي فطرت میں اِس عداوت و تنافر کي بنیادیں مخفي هیں - بلا شبہ یہ دعویٰ ایک مدت سے زباں زد خاص و عام ہے - مزید برآن تاریخ سے بھي اِسکي شہادت ملتي ہے - صرف تاریخ هي نہیں ' خود همارا مشاهدہ بھي اِسکي تائید کرتا ہے - لیکن بایں همہ ابتک کوئي قطعي ثبوت اِس دعوے کي صحت کا نہیں ملا - تاریخي واقعات اور همارے مشاهدے کتنے هي کثیر هوں ' تاهم یقیني طور پر ثابت نہیں کر سکتے کہ دین اور علم کے طبائع فی الحقیقت باهم متضاد هیں -

موجودہ تمدني حالات پر ایک سر سري نظر ' اس دعوے کے مشکوک کر دینے کے لیے کافي ہے - موجودہ عہد میں مادي علم کا دهارا اتني شدت و قوت سے بہہ رها ہے ' جس کي نظیر کسي پچھلے زمانے میں نہیں مل سکتي - لیکن با وجود اس کے ٹھیک علم کے پہلو بہ پہلو ' هم دیني روح کو بھي پوري مضبوطي سے قائم پاتے هیں - کسي عہد میں بھي دیني روح انساني قلوب میں بہ حثیت عمومي اس سے زیادہ راسخ نہیں هوگي ' جتني اِس وقت ہے - بے شک هم تسلیم کرتے هیں کہ دنیا پر ایسے تمدني دور گزرے هیں جن میں وقتي طور دین کا دبدبہ گھٹ گیا اور مادیت کے غوغا پر اُسکا نعرہ غالب نہ آ سکا ' لیکن ساتھہ هي همیں یہ بھي تسلیم کرنا چاهیے کہ خارج میں دین کي آواز کتني هي پست کیوں نہ هو گئي هو ' روح کے اندر اُسکي بنیادیں همیشہ یکساں طور پر استوار رهي هیں - انسانیت کي پوري تاریخ مین ایک لمحہ بھي ایسا بتایا نہیں جا سکتا ' جس میں دیني یقین و ایمان کے ستون متزلزل هو گئے هوں -

اگر واقعي دین اور علم میں معرکہ برپا هوتا تو ابتک مدت کا فیصلہ بھي هو چکا هوتا - ٢٥ - صدیوں سے یہ دونوں نام نہاد حریف پہلو بہ پہلو چل رهے هیں - مگر ابتک دنیا نے اُنکا کوئي فیصلہ کن معرکہ نہبن دیکھا - کیا یہ طویل و عریض مدت بھي فیصلہ کے لیے کافي نہ تھی ؟

لیکن فیصلہ هوتا کیونکر؟ دونوں میں اگر فی الحقیقت کوئي نزاع هوتي تو اُس کا فیصلہ بھي وقوع میں آتا - یہاں سرے سے جنگ هي نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے لیے فکر انساني میں بالکل الگ الگ میدان رکھتے هیں - یہي سبب ہے کہ دونوں اپني اپني جگہہ پر باقي و قائم هیں - دونوں کا کہیں بھي حقیقي تصادم نہیں هوتا - دونوں فکر انساني کے دو علحدہ علحدہ مظہر هیں -

لیکن اگر حقیقت یہ ہے تو پھر اُس طویل اور خونیں تاریخ کي هم کیا توجیہہ کریں جبکہ دیني پیشواؤں نے علم کا گلا گھونٹنے کي کوششیں کیں ؟ نیز اُس مبازرت طلبي کي کیا تاویل کریں جو اصحاب علم کي طرف سے اِس وقت تک دین کو دي جا رهي ہے ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر هم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ دین جو طبیعت انساني کا ثمرہ ہے ' اور وہ علم جو عقل انساني کا نتیجہ ہے ' دونوں میں کبھي تصادم نہیں هوا ' جو تصادم هوا ہے وہ سراسر اُس دین

" میرے خیال میں سرکاري وکیل کي منطق یه خواهش تو نه رکهتي هوگي (قہقه)

" اِس مسئله کے صاف کردینے کے بعد اب میں اصلي موضوع پر متوجه هوتا هوں -

" جج اور جیوري ! اُس ضابطهٔ قانون میں ' جسے هم " قدیم یورپین ضابطهٔ قانون " کہه سکتے هیں ' ایک ایسا قانون موجود ہے جس کي منسوخي پر گزشته سو برس سے تمام فلاسفه ' مفکرین ' اور حقیقي سیاست داں زور دے رهے هیں - سب کا بیک زبان مطالبه رها هے که " مقدس تعزیرات " سے یه قانون همیشه کے لیے نکال دیا جائے -

" اِس قانون کے متعلق بکاریا نے کہا تها " یه بے دین قانون هے " فرانکلین کہا کرتا تها " یه خوفناک قانون هے " لیکن همیں معلوم هے اِن دونوں پر کبهي توهین قانون کا مقدمه نہیں چلایا گیا -

" اِسي قانون کے بارے میں لوئي فلپ نے (جس کا نام میں اُس احترام کے بغیر نہیں لے سکتا جو پیري اور بد نصیبي کے لیے اور هر اُس شخص کے لیے ضروري هے جو اِس قانون کی قربان گاه پر بهینٹ چڑها هو) کہا تها " زندگي بهر میں اِس سے نفرت کرتا رها هوں " اِسي قانون پر مسیو جیزو اور مسیو دي بروگلي نے سختي سے نکته چیني کي تهی -

" یهي وه قانون هے جسے هماري پارلیمنت نے اب سے بیس برس پہلے تسلیم کیا هے - یعني اکتوبر سنه ۱۸۳۰ ع میں - حالانکه ٹهیک اِسي زمانه میں ایک نیم وحشي امریکن پارلیمنت نے اِسے ملک کے ضابطهٔ قوانین سے خارج کردیا تها -

" یهي وه قانون هے جسے تین سال هوئے فرنکفورٹ کانگریس نے منسوخ کیا - اور اِسي کو چند سال هوئے انجمن جمہوریت رومان نے باطل کردیے جانے کا فیصله کیا هے -

" یهي قانون هے جسے هماري مقنن مجلس نے سنه ۱۸۴۸ ع میں بڑے پس و پیش کے بعد منظور کیا تها - یهي وه قانون هے جو اِس وقت جب که میں تقریر کر رها هوں اُن دو تجویزوں کے رحم پر زنده هے جو اُس کے خلاف هماري مقنن مجلس میں پیش هیں -

" یهي وه قانون هے جسے ٹسکانیا اور روس ' دونوں ٹهکرا چکے هیں ' اور اب وقت آگیا هے که فرانس بهي اُسے نفرت سے ٹهکرا دیے -

" یهي وه قانون هے جس کے سامنے سے انساني ضمیر نفرت و کراهت کے ساتهه بهاگتا هے -

" وه قانون کیا هے ؟

" قتل !

" اور اے حضرات ! یهي وه قانون هے جس نے آج یه مقدمه پیدا کیا هے - یهی همارا حقیقي دشمن هے - ممکن هے سرکاري وکیل کو غصه آجائے - لیکن میں یه کہے بغیر نہیں ره سکتا که اُس کے پیچهے بهي یهي قانون چهپا کهڑا هے (قہقه)

" مجهے اعتراف هے که مسیو لیوں فوشر کي طرح گزشته بیس برس سے میں بهي یقین کرتا تها که " اب گلوٹین ' عام میدانوں میں ظاهر نہیں هوگي - لیکن مجهے یه بهي یقین تها که اب گلوٹین ' قانوني نقاب اوڑهتي جاتي هے - اب اُس کی حیثیت پہلے سے بہتر هوگئي هے - اب اُس نے میدان چهوڑ دیا هے ' جہاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع هوتي هے - اب وه سڑکوں کا هجوم پسند نہیں کرتي - اب اُس کا تماشه دل پسند نہیں رها - اب وه تماشه تاریکي میں دکهاتي هے - " سان جاک " کے قید خانے میں - خالي جگه میں - لوگوں کي نظروں سے دور - میں اِس پر مطمئن هوا - میں نے اُسے اپنا منهه چهپاتے دیکها ' اور اِس شرم و حیا پر مبارک باد دي - لیکن اے حضرات ! یه میري غلطي تهي - کیوں که اُس نے بہت جلد اِس عارضي حیا کا پرده چاک کرڈالا اور انتہائي بے شرمي کے ساتهه باهر نکل آئي !

" سان جاک کا قید خانه یقیناً اِس ملکهٔ قتل (یعنی گلوٹیں) کے لیے توهین آمیز هے - لہذا اب همیں طیار هو جانا چاهیے که جلد اُسے پهر عام میدانوں میں سورج کے نیچے دیکهینگے - جلادوں کي قطاریں اُس کے سامنے کهڑي هونگي - مسلح پولیس اور فوج اُس کے اعزز میں دست بسته هوگي - بہت ممکن هے اُس کا تخت خونیں ' اُسي بلدیه (کارپوریشن) کے روشن دانوں کے نیچے بچهایا جائے ' جس کي کهڑکیوں میں کهڑے هوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروري کو اُسے چلا چلا کر گالیاں دي تهیں -

" اب گلوٹیں پهر طیاري کر رهي هے - اُس نے سوچنا شروع کردیا هے که مضطرب هیئت اجتماعیه کو اپنے استقرار کے لیے ' پهر تمام پچهلي روایات کي طرف لوٹ جانا چاهیے - چونکه وه خود بهي ایک قدیم رسم هے ' اس لیے اُسے بهي از سر نو آگے بڑهنا چاهیے - وه تمام مصلحین کے خلاف احتجاج بلند کررهي هے ' کیونکه اُنهوں نے انتہائي گستاخي کے ساتهه اعلان کیا تها که سر کاٹنے کا آله اُس مجمع کا نشان نہیں هوسکتا ' جس کي کتاب ' انجیل هے !

" وه اِن مصلحین پر سخت خفا هے - کیونکه محسوس کرتي هے که اِن خیالي آدمیوں کے سامنے ' جو نظام اطاعت نہیں جانتے ' وه بے وقعت هوني هے (قہقه) وه چاهتي هے دنیا بهر اُسکی عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظیم سے جهک جائے اگر ایسا نہیں هے تو وه خفا هو جائیگي ' اپنی توهین پر شور مچائیگي ' عدالت میں دعوی کریگي ' اور معارضه طلب کریگي " (قہقه)

جج ـــ مقرر کے بیان پر استحسان یا مذمت کا اظہار قطعي طور پر ممنوع هے - اِس موقعه پر قہقه نہایت نا مناسب هے -

وکٹر هیگو (تقریر جاري رکهتے هوے) " یه ملکهٔ معظمه (گلوٹین) خون کي مالک هے - لیکن وه اِسے کافي نہیں سمجهتي - وه جرمانے اور قیدخانے کي بهي حاکم بننا چاهتي هے -

" محترم عدالت ! جس دن میرے سامنے وه پروانه پیش کیا گیا جو میرے لڑکے کے نام آیا تها - یعني اِس مقدمه کا سمن ' (آج کل هم کتنے عجائبات دیکهه رهے هیں اور همیں عجائبات دیکهنے کا کس قدر عادي هونا چاهئے ؟) مجهے اعتراف کرنا چاهئے که وه پروانه دیکهکر میري حیرت کي کوئي حد نه رهی - میں نے تعجب سے کہا - کیا ؟ ... تو کیا اب هم اِس حد تک پہنچ گئے هیں ؟ کیا اب هم اِس وجه سے مجرم قرار پائینگے که عقل ' ضمیر ' آزادي خیال ' اور قانون طبیعت کے حامي هیں ؟ کیا اب هم سے صرف مادي احترام کافي سمجها نہیں جاتا (جس سے همیں کبهی انکار نہیں هوا ' جو هم پر واجب هے ' اور جسے هم فعلاً پیش بهي کر رهے هیں) بلکه اب هم سے مطالبه کیا جا رها هے که معنوي احترام بهي اِن سزاؤں کیلیے پیش کریں جو انساني ضمیر کو پاش پاش کر رهي هیں - جنہیں دیکهکر هر عقلمند کا رنگ فق هو جاتا هے - جنسے دین نفرت کر رها هے ؟ وه سزائیں جو سنگ دلي سے بهي بڑه کر ایک برائي هیں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکي تلافي محال هے - جو بالکل اندهي هیں - وه سزائیں جو انساني خون سے تر بتر هیں - جو دین سے بالکل دور هیں - وه جب مجرم کے سر پر نازل هوتي هیں تو شبه هوتا هے که انسانیت اِس عالم میں موجود نہیں هے - جب بے گناه پر پڑتي هیں تو خود خدا کے وجود میں شک پیدا هو جاتا هے ...

کیا قانون کي نکته چیني، قانون کي توهین هے ؟

تاریخ قوانین مدینه کا ایک صفحه

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۱)

سنه ۱۸۵۱ کا واقعه هے که فرانس میں ایک مجرم کو قتل کي سزا دي جا رهي تهي - مجرم نے گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) پر چڑهنے سے انکار کیا ' شور مچایا ' واویلا کیا ' نوحه و بکا کیا ' سخت جسماني مزاحمت کي ' مگر اُسکي کوي سعي کارگر نہیں هوي - عدالت فیصله کرچکي تهي - جلادوں نے بے دست و پا کرکے اُسے گلوٹین پر چڑهایا اور قتل کردیا گیا -

فرانس کے مشهور شاعر و کاتب وکٹر هیگو کے لڑکے چارلس هیگو نے یه منظر اپني آنکهوں سے دیکها ' تو بے اختیار هوگیا اور قتل کي سزا کے خلاف اخبار L, Evenement میں ایک مضمون شائع کیا - حکومت کي نظر سے یه مضمون گزرا تو کاتب پر قانون کي توهین کا مقدمه دائر کیا ' کیونکه اِس مضمون میں براہ راست قانون کي اِس نوعیت پر حمله کیا گیا تها -

اِس واقعه نے فرانس میں سخت هلچل ڈال دي - بیک وقت دو بحثیں پیدا هوگئیں : سزائے قتل کي اخلاقي حیثیت اور قانون کي " نکته چیني " اور قانون کي " توهین " میں فرق - اِنهي دونوں اهم بحثوں پر وکٹر هیگو نے ۱۱ جون سنه ۱۸۵۱ کو عدالت میں ایک بہت هي بلیغ اور پر زور تقریر کي - اِس موضوع پر یه تقریر بے نظیر سمجهي جاتي هے - اِس میں فرانس کے شاعر نے قوت استدلال اور قوت خطابت دونوں کا بهترین مظاهره کیا هے -

اِس تقریر کي قانوني اور ادبي ' دونوں حیثیتیں ایسي هیں که ضروري هے ' اردو علم ادب اس سے خالي نه رهے - هم نے حتی الوسع لفظي ترجمه کیا هے -

(وکٹر هیگو کي تقریر)

" سرکاري وکیل کے ابتدائي الفاظ سننے کے بعد میں نے یقین کرلیا تها که وه الزام سے دست بردار هو جائیگا - لیکن میرا یه یقین ' محض بے بنیاد وهم ثابت هوا اور بہت جلد دور هوگیا - سرکاري وکیل نے متعدد کوششیں کیں (جو سب کي سب نا کام رهیں) که موضوع کو محدود و محصور کردے - لیکن موضوع کي طبیعت نے اُسے تفصیل پر مجبور کر دیا - نتیجه یه هوا کے تمام پهلو روشني میں آ گئے ' اور وکیل کي خلاف مرضي معامله نے اپني پوري اهمیت حاصل کرلي - لیکن مجهے اِس نتیجه پر کوئي شکایت نہیں هے -

" میں اب بلا کسي تمهید کے فوراً الزام کا مقابله کرتا هوں -

" لیکن سب سے پہلے همیں ایک بنیاد پر متفق هو جانا چاهیے - کیونکه مشهور مقوله هے " موضوع کي عمده تعریف ' عمده بحث پیدا کرتي هے " پس همیں سب سے پہلے یه طے کر لینا چاهیے که " قانون کي حرمت " کے معنی کیا هیں ؟ یه اس لیے که آج کي بحث کي بنیاد یهي مسئله هے -

" نا ممکن هے اِس جمله کے معنے یه هوں که قانون کي حرمت کے بهانے سے قانون پر نکته چیني روک دي جائے - اِس جمله کے معني اس سے زیاده کچهه نهیں هو سکتے که قانون کي تنفیذ کا احترام کیا جائے اور بس - یه جمله ' نکته چیني کي پوري آزادي دیتا هے ' سخت سے سخت نکته چیني کي بهي ' بلکه مذمت کي بهي - صرف ایک قانون هي کي نہیں بلکه خود ملک کے دستور (کانسٹي ٹیوشن) کي بهي جو سب سے اعلی قانون هوتا هے -

" یه جمله همیں پوري آزادي دیتا هے که تشریعي قوت (قانون ساز قوت) کو کسي " خطرناک " قانون کي منسوخي پر آماده کریں - اِسي قدر نہیں بلکه یه همیں اجازت دیتا هے که قانون کي راه میں هر قسم کي اخلاقي اور معنوي دشواریاں حائل کریں - بلا شبه وه همیں مادي دشواریاں پیش کرنے کي اجازت نہیں دیتا -

" قانون نفذ هونے دو ' اگرچه کتنا هي خراب ' کتنا هي ظالمانه ' کتنا هي وحشیانه هو - اپنے دل و دماغ کے سامنے اُسکي شکایت کرو - مقنن سے شکوه کرو - مگر خود قانون کو روکو نہیں - اُسے جاري هونے دو - ببانگ دهل کهو که وه خراب هے - ظالمانه هے - وحشیانه هے - لیکن اُسکي راه روک کر کهڑے نه هو -

" هم نکته چیني کرینگے - مذمت کرینگے - مگر بغاوت نہیں کرینگے - یهي وه حقیقي معنی هیں ' یهي وه وحید معنی هیں " قانون کے احترام " کے ' اگر یه نہیں تو اے حضرات ذرا غور تو کیجیے -

" قانون سازي کا مشکل عمل دو قسموں پر منقسم هوتا هے : مقنن اور اخبارات - اگر میري تشریح قبول نه کي جائے تو اِسکا نتیجه اسکے سوا کچهه نہیں هو سکتا که دوسري قسم معدوم هو جائیگي - کیونکه اخبارات کا فرض هے که قوانین پر نکته چیني کرکے مقنن کو قانون سازي میں مدد دیں ' وه مدد جس کے بغیر کوئي قانون مکمل نہیں هو سکتا - جب یه قسم معدوم هو جائیگي تو قدرتي طور پر پهلي قسم ' یعني مقنن کا وجود بهي بیکار هو جائیگا - یعني هماري پارلیمنٹ معطل هو کر ره جائیگي اور اُس کے لیے اِس کے سوا کوئي کام باقي نه رهے گا که همیشه کے لیے بند هو جائے -

---

فرد اور جماعت کبهي متفق نہیں هوتے - وه همیشه دو متضاد وجود هیں - دونوں کي طبیعت ایک دوسرے سے بالکل مختلف هے - دلیل یه هے که ایک هي زمانه میں رهنے والے افراد کي عظیم تعداد کبهي بهي جماعت کے تطور اور اُسکے مظاهر پر متنبه نہیں هوتي اور نه اس تطور کو بهلائي اور امن کي طرف لانے کي کوشش کرتي هے - فرد جماعت کے تطور سے خود بهي تطور حاصل کرتا هے - لیکن اُسکے وقوع کي اُسے هرگز کوئي خبر نہیں هوتي - پهر خود جماعت بهي اپنے تطور کا کوئي احساس نہیں کرتي ' یهانتک که امتداد زمانه ' جماعت کے تدریجي تطور کو نمایاں کر دیتا هے اور آئنده نسلیں اُسے محسوس کرتي اور دیکهتي هیں -

فرد کا جماعت کے شعور کے ماتحت آجانا اُسے اپني مستقل عقلیت سے دور کر دیتا هے - جماعتي شعور کا دهارا اُسے جدهر چاهتا هے ' بها لیجاتا هے : شر کي طرف یا خیر کي طرف - جماعتي شعور اور انفرادي عقلیت کي جنگ نے پوري انساني تاریخ بنائي هے - تمام جنگي حوادث ' اجتماعي انقلابات اور مختلف مدنیتوں کے قیام میں همیں هر جگهه یهي حقیقت نمایاں نظر آتي هے - یهي روح ' انسانیت کي گردن پکڑے همیشه کهینچتي هوئي دکهائي دیتي هے -

مگر اِن کوششوں کے باوجود بھی شہر عکاء صلیبیوں کے قبضہ میں باقی رہا ' اور اُن تمام نقصانوں کی تلافی کرتا رہا جو اُنھیں اپنے مشرقی مقبوضات سے محرومی کی وجہ سے پہنچے تھے - یہ دیکھکر ملک اشرف بن قلاؤں نے چاہا ' یہ مقام بھی اُن سے واپس لے لیا جاے - چنانچہ اُس نے حملہ کیا اور سنہ ۱۲۹۱ع میں کامیاب ہو گیا -

عکا کے واقعہ کے بعد مشرق کی فتح کے دروازے ایک مرتبہ پھر مغرب پر بند ہوگئے - لیکن وہ نا امید نہ ہوا ' اور روم کے پاپا اور یورپ کے بادشاہ برابر حملہ کی طیاریاں کرتے رہے - چنانچہ چارلس ہشتم شاہ فرانس نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اپنے جنگی بیڑوں کی قوت سے فلسطین اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلے - لیکن تجارتی مفاد نے اُس وقت جنگی کارروائیاں کرنے کی اجازت نہیں دی - اور مشرق و مغرب کا تصادم ہوتے ہوتے رک گیا -

عکا کی فتح کے بعد مشرقی تجارت کی باگیں مصر کے ھاتھہ آگئی - اب بحر متوسط کی تجارت پیشہ قوموں کیلیے اِسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسکندریہ ' دمیاط ' اور بیروت کے بازاروں کا طواف کریں - چنانچہ وینس اور جنیوا وغیرہ کے تاجر اِن بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کیونکہ مشرق کی مصنوعات او ہندوستان کی پیداوار حاصل کرنے کا اور کوئی دوسرا راستہ اُنکے سامنے موجود نہ تھا - اُس زمانے میں ہندوستان کے گرم مسالے یورپ میں از حد مقبول تھے اور غذا کا لازمی جزء بن گئے تھے - یہ مسالے بھی مصر ھی کے راستے یورپ کو حاصل ہوتے تھے -

اِس تجارتی مرکزیت نے مصر کو دولت و ثروت کا بھی مرکز بنا دیا - بادشاہ اور باشندے مالا مال ہوگئے تھے - تمام یورپ میں قاہرہ " قاہرۂ عظمیٰ " کے نام سے پکارا جاتا تھا !

(راس امید کی دریافت)

تقریباً در سو برس تک یہی حالت رہی - یہانتک کہ سنہ۹۲۲ھ (۱۵۱۶ع) میں مصر اپنی آزادی سے محروم ہوگیا - اُسکی تجارتی مرکزیت کو شاید اب بھی کوئی نقصان نہ پہنچتا لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ اُسی زمانے میں پرتگالیوں نے " راس امید " دریافت کرلی اور اس طرح مصر کی سیاسی اور تجارتی ' دونوں اھمیتیں ختم ہوگئیں -

راس امید ' اتفاقیہ طور پر دریافت نہیں ہوا بلکہ ضرورت نے اُسکی طرف رہنمائی کی تھی - یوں کہنا چاھئے کہ ہندوستان کی تجارت اُس کا باعث ہوئی - حقیقت یہ ھے کہ قدیم زمانے سے ہندوستان ' دنیا کی سیاست میں زبردست موثر رہا ھے - اسکی فتح کے لیے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا ہوئے اور بے شمار ملکوں کی آزادیاں پامال ہوئیں - یہی نہیں بلکہ نئی دنیا یعنی امریکا کا انکشاف بھی اِسی ہندوستان کی طمع و شوق میں ہوا -

عکا سے محروم ہوجانے کے بعد یورپ نے دیکھا کہ مشرق اور ہندوستان کی تجارت کیلیے اب وہ یک قلم مصر کے رحم پر ھے ' اور بلا وجہ مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا ھے - چنانچہ عقلاء یورپ نے غور کرنا شروع کیا کہ ہندوستان تک پہنچنے کی کوئی ایسی راہ نکلے جسمیں مصر کا توسط نہ ھو - اِس مشکل کے دو حل اُنکے سامنے آئے : ایک یہ کہ بحر اٹلانٹک میں مغرب کی طرف سیدھے چلے جائیں ' یہانتک کہ ہندوستان کے ساحل پر پہنچ جائیں - دوسرے یہ کہ افریقا کا چکر لگا کر ہندوستان پہنچیں -

یہ دونوں نظریے ' پہلے جنیوا میں پھر لشبونہ (پرتگال) میں مشہور ہوئے - لشبونہ سے یہ خیال اسپین پہنچا اور یہ دونوں ملک اُس پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کی مہم)

پہلا نظریہ یعنی بحر اٹلانٹک میں غرباً سفر ' سب سے پہلے جنیوا کے ایک باشندے کولمبس نے پیش کیا - میں کہتا ہوں " سب سے پہلے " حالانکہ اِس سے میری مراد " اھل یورپ میں سب سے پہلے " ھے - کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ھے کہ کولمبس سے بہت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اِس پر غور کرچکے تھے - صرف غور ھی نہیں بلکہ اُسے عمل میں بھی لا چکے تھے ' اگرچہ کامیاب نہ ہوسکے -

میرا فرض ھے کہ یہ تاریخی حقیقت ' جس پر انسان اور زمانے کی ناانصافیوں نے پردے ڈال رکھے ھیں ' روشنی میں لے آؤں -

علماء یورپ ھمیں بتاتے ھیں کہ سب سے پہلے کولمبس کو خیال پیدا ہوا کہ بحر اٹلانٹک میں غرباً چلنے سے ہندوستان تک پہنچ سکتے ھیں- چنانچہ یہ خیال لے کر وہ لشبونہ گیا اور جان ثانی شاہ پرتگال کے سامنے پیش کیا - لیکن یہ بادشاہ بد نصیب تھا اُس نے کولمبس کی بات نہ مانی بلکہ اُسے مجنون قرار دیا - کولمبس خفا ہوکر اسپین چلا گیا اور فرڈیننڈ اور ملکۂ ایزابلا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کیا - نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نئی دنیا تک پہنچ گیا جس کا نام اُس وقت لوگوں نے " مغربی ہند " (Indes Occiden Tales) (۱) رکھا تھا کیونکہ کولمبس کا ارادہ ' ہندوستان پہنچنے کا تھا - اِسی کی تلاش میں امریکہ نکل آیا - اِسی لیے اُسے ہندوستان ھی سے تعبیر کیا گیا -

لیکن جب کہ کولمبس ' لشبونہ میں یہ خیال لیے ہوئے بحر اٹلانٹک کی متلاطم موجوں پر امید کی نظریں ڈال رہا تھا ' تو کیا اُس کے دل میں یہ خیال بھی گزرا تھا کہ اِسی لشبونہ میں کھڑے ہوکر عرب ٹھیک اِسی مقصد بلکہ اِس سے بھی بڑے مقصد سے سمندر پر نظریں ڈال چکے ھیں ؟

کیا کولمبس کو یہ خبر پہنچی تھی کہ اِسی لشبونہ کے مسلمانوں نے اُس سے بہت پہلے ارادہ کیا تھا کہ بحر ظلمات میں تحقیقات کے لیے دڑ آئیں ؟

کولمبس کو شاید معلوم نہ ہوا ہو ' لیکن یہ واقعہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ھے - لشبونہ کے اُن مسلمانوں میں سے جو " مغررین " کے لقب سے مشہور ھیں ' آٹھہ عم زاد بھائیوں نے کمر ھمت چست کی - جہاز طیار کیے - کئی مہینے کا کھانا پانی جمع کیا ' اور اُس ہوا کے آغاز پر جو اُنھیں مغرب کے کناروں تک لیجا سکتی تھی ' بحر ظلمات میں روانہ ہوگئے - اُن کے سفر کا حال شریف ادریسی نے اپنی کتاب " نزہۃ المشتاق فی اختراق الافاق " میں لکھا ھے - اھل لشبونہ اپنے اِن " مجنونوں " کو بھولے نہیں بلکہ اُن کی یادگار باقی رکھنے کے لیے اپنے شہر کے ایک محلہ کا نام " درب المغررین " رکھدیا -

---

(۱) گیارھویں صدی ھجری کے عرب مصنفین کی کتابوں میں بھی امریکا کا نام (الهنود المغربية) لکھا ھے - دیکھو مقدمہ " کتاب العز و المنافع للمجاھدین بالبارود و المدافع " جو مصر کے سلطانی کتب خانے میں محفوظ ھے -

" لیکن نہیں ! نہیں ! ہرگز نہیں ! ہم ابھی اِس حد تک نہیں پہنچے ہیں ... میں نے کہا مجھے پروانہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی (آپ عنقریب جان لینگے میری حیرت کس درجہ عظیم تھی) کیونکہ میں نے خیال کیا ' اگر اِس " جرم " کا کوئی حقیقی مجرم ہے ' تو وہ میرا بیٹا نہیں ' خود میں ہوں -

" میں اِس وقت عدالت کے سامنے پوری صفائی سے اعلان کرتا ہوں کہ اِس جرم کا حقیقی مجرم میں ہوں ' میں ! کیونکہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں ہی اِن سزاؤں کے خلاف ہر ممکن ذریعہ سے جنگ کر رہا ہوں -

" میں تصریح کرتا ہوں کہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں نے ہر طریقہ سے " انسانی زندگی کی حرمت " بچانے کی کوشش کی ہے - یعنی وہی جرم کرتا رہا ہوں جو اِس وقت میرے لڑکے پر عائد کیا جا رہا ہے - میں نے یہ جرم اپنے لڑکے سے بہت پہلے شروع کیا تھا ' اور اِس سے کہیں زیادہ سخت طریقہ پر اُسکا ارتکاب کرتا رہا ہوں - مہربان سرکاری وکیل ! دیکھو ' میں خود اپنے خلاف گواہی دے رہا ہوں - میں اقبالی مجرم ہوں - حلفیہ اقبال کرتا ہوں - میں نے ہر موقعہ پر یہ جرم کیا ہے - بار بار کیا ہے - اصرار کے ساتھہ کیا ہے - ہمیشہ کرنے کا عزم رکھا ہے - یہ عزم اِس وقت بھی میرے قلب میں موجود - بلکہ اِس وقت بھی میں اِس جرم سے آلودہ ہو رہا ہوں - خود عدالت کے سامنے آلودہ ہو رہا ہوں !

" ہاں ... میں خود اپنی زبان سے بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنے جرم کا اعلان کرتا ہوں - میں اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگی بھر اُن تمام قوانین کی بیخ کنی کرتا رہا ہوں جو وحشیانہ ہیں - میں ہمیشہ اِس بڑھے قانون کا دشمن رہا ہوں جو کہتا ہے " آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت " محترم جج ! اور جیوری ! میں آپکے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ بھی زندگی بھر ایسے تمام قوانین سے جنگ کرتا رہونگا - میں ایک مصنف کی حیثیت سے عمر بھر اپنے قلم سے اُنکی مخالفت کرونگا ' اور ایک مقنن کی حیثیت سے اپنی آواز ہمیشہ اُنکے برخلاف بلند رکھونگا -

" اے حضرات ! میں اعلان کرتا ہوں (یہ کہکر مقرر نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر کے طرف اپنے دونوں ہاتھہ پھیلا دیے جو عدالت کے کمرے میں آویزاں تھی) اِس ذات کے سامنے جو اِسی قانون قتل کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائی گئی ' جسکے سامنے اِس وقت ہم کھڑے ہیں - یہ مقدس تصویر ہمیں اِس وقت دیکھہ رہی ہے - میں اِس مقدس " قربانی " کے سامنے قسم کے ساتھہ یہ اعلان کرتا ہوں - یہ وہ ہستی تھی جسنے انسانیت کی ابدی تعلیم کی خاطر ' اپنے تئیں جلادوں کے حوالہ کر دیا - انسانی قانون نے اُسے سولی پر لٹکایا ' حالانکہ اُسکا وجود خود " قانون الٰہی " تھا -

" ہاں میں اِسی تصویر کے روبرو بار بار کہتا ہوں کہ میرے لڑکے نے جو کچھہ لکھا ' وہ صرف اِس وجہ سے لکھا کہ میں نے بچپن ہی سے اُسے اِسکی تلقین کی تھی ... کیونکہ وہ جب سے میرا جسمانی لڑکا ہے ' اُسی وقت سے میرا روحانی فرزند بھی ہے - کیونکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے باپ کی راہ پر چلے - لیکن بیٹے کا باپ کے طریقے پر چلنا بھی ایک عظیم جرم ہے - واقعی یہ جرم میرے لیے سخت حیرت انگیز ہے !

" حضرات ! میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ الزام واقعی میرے لیے شدید تعجب کا موجب ہے ...... "

ہندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

امریکا اور راس امید کے اکتشافات

واسکو ڈی گاما نے ایک عرب کے ذریعہ کامیابی حاصل کی

مشہور مصری کاتب و محقق احمد زکی پاشا نے اپنے ایک سلسلۂ مضامین میں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشنی ڈالی ہے ' وہ نہایت اہم اور دلچسپ ہے - انکی بحث خلاصة حسب ذیل ہے :

" صلیبی جنگوں نے بہت سی مغربی قوموں کے مقبوضات ' شام میں پیدا کر دیے تھے - ایشیا کے دروازوں پر اِن مقبوضات سے یورپ کو بہت فوائد حاصل ہوئے - تمام مشرق کی مصنوعات حاصل کرنے اور ہندوستان سے تجارت بڑھانے کے بہترین موقع میسر آگئے صلیبیوں نے کبھی کبھی اِتنی قوت بھی پیدا کرلی تھی کہ خود دمشق اور قاھرہ سے خراج وصول کیا کرتے تھے - (۱) انھوں نے کرک پر قبضہ کر کے حجاز کے راستہ پر تسلط حاصل کرلیا تھا - عقبہ اور طور پر بھی قبضہ جمانے کی کوشش میں تھے ' اور قریب تھا کہ پورے بحر احمر پرچھا جائیں - (۲)

لیکن مشرق قریب کے سلاطین ' عین وقت پر بیدار ہوگئے - اُن میں باہم سخت حسد و منافست تھی - تاھم مشترک خطرے کے سامنے متفق ہوگئے ' اور اسدالدین ' نورالدین ' صلاح الدین ' نجم الدین ' ملکۂ شجرۃ الدر ' ملک الظاہر بیبرس ' منصور قلاؤن ' کی یادگار کوششوں نے مصر اور شام کی سر زمینیں یورپین حملہ آوروں سے پاک کردیں -

(۱) دیکھو ابن فضل اللہ کی مسالک الابصار

(۲) ابن فضل اللہ نے اپنی کتاب " التعریف بالمصطلح الشریف " میں لکھا ہے کہ اھل فرنگ نے کرک میں بحری بیڑے طیار کیے اور اُنھیں لیکر بحر قلزم میں پہنچے، تاکہ حجاز پر حملہ آور ہوں اور اپنے دل کا بخار نکالیں - لیکن ایوبی اور عادلی ھمتوں نے اُنھیں پست کرڈالا - صلاح الدین ایوبی نے اُنکے بہت سے آدمی گرفتار کرلیے اور منیٰ بھیجدیے تاکہ جمرۃ العقبۃ پر اُسی طرح ذبح کرڈالے جائیں جس طرح قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - (منہ)

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے، الہلال)

"جوف" سے "حائل" تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے راستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں پر چڑھتے تھے کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند پگڈنڈیوں پر چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگمگا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔

اس سفر میں پہلے ۶ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں "جبہ" نام ایک آبادی ملی۔ یہاں کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُنھیں پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ "لہذا" اُنھوں نے کہا "ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان بناتے"

نویں دن ہم "قنا" میں پہونچگئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔ حتیٰ کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی۔ لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور تھے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں "ام جلبان" ہے اور اس کی آبادی صرف ۴ گھر ہیں۔ مکانوں کے گرد خرمے کے چند درخت ہیں۔ یہاں کے باشندے حرف قاف کا تلفظ "گاف" کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن "حائل" ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے عمزاد بھائی امیر عبد العزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔

ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی وسیع ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے ۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریباً ۱۵ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا یہی چاول ہے۔ قسم قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بدمزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں سُن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ، جسے یہ لوگ "شوشی" کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود حاکم، امیر عبد العزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دار الحکومت میں مدعو کیا اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قیدخانہ دیکھنے گیا۔ مجھے یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قیدخانے میں پہنچکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا "قیدی کہاں ہیں؟" سپاہیوں نے جواب دیا، "جب مجرم ہی نہیں ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!" اسوقت مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی احکام شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجدیو سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہے۔ حائل جیسی وسیع آبادی کے قید خانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا، یقیناً اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب وہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں "فیشی" کے معدنی چشمے کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا نمک پگھلا دیتا ہے۔ گُردے کے جُملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کردیتا ہے۔ اس چشمے کا نام "ام السلاح" ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں اور سب شیریں اور عمدہ ہیں۔ آب ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے خوب توانا تندرست ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔ یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی۔ پھر کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیرنگیں آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، دراصل قبیلۂ "شمر" کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ صحرا میں بود و باش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری بن گیا، اور حائل میں آباد ہوگیا۔

حائل میں "اخوان" بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں "حبان" کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سُرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت و قوت حاصل ہے۔ حائل، احساء، اور حجاز کی فتوحات انہی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور پامردی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر ان کا نام رعب و ہیبت طاری کردیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔ دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج ان میں سے ہر شخص شریعت کے تمام عملی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر شروع کردیا۔ اب منزل مقصود، بریدہ تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی "عددہ" کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور دُور تک سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سُنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد نظر فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہرچند تلاش ہوئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا گیا تو اُسنے کہا "میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی میں اُسے لاسکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا جاؤں" اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی زیادہ یقین ہوگیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: کہفہ، جوارہ، دتال، اور شقہ

کولمبس کو بیشک یه امتیاز حاصل هے که وه امریکا تک پہنچ گیا - لیکن کس طرح پہنچا ؟ کیا اُس کے وهم میں بهي یه بات موجود تهي که بحر ظلمات کے دامنوں میں ایک اَور دنیا بهي چهپي هوئي هے ؟ اِس کا کوئي ثبوت موجود نہیں - وه تو هندوستان کے ارادے سے نکلا تها اور محض اتفاق سے امریکا پہنچ گیا - لیکن لشبونه کے مسلمان تو اِسي دنیا کي تحقیق کے لیے نکلے تهے - اُنهیں هندوستان کي فکر نه تهي - نه تجارت و دولت کي طمع تهي - اُن کے سامنے صرف جغرافیائي تحقیقات تهي - ظاهر هے که کولمبس اور اُن کے نقطۂ نظر میں کتنا اختلاف تها اور دونوں میں کون زیاده تحسین علم کا مستحق هے ؟

یهي نہیں بلکه کولمبس سے ڈیڑه سو برس پہلے هي مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تها - ملک الناصر محمد بن قلاؤن کے عهد میں ایک عالم ' قاهره میں موجود تهے - اِن کا نام ابو الثناء محمود بن ابي القاسم الاصفهاني تها - ابن فضل الله العمري اپني کتاب " مسالک الابصار في ممالک الامصار " (جلد ۱ صفحه ۳۱) میں اِن کا یه قول لکهتے هیں :

" میں اِسے بعید نہیں سمجهتا که زمین کے اِس رخ پر پاني کے هٹ جانے کي وجه سے جو خشکي نمودار هوگئي هے ' ویسي هي خشکي زمین کے دوسرے رخ پر بهی موجود هو - چونکه یه مستعبد نہیں هے ' اِس لیے یه بهی مستعبد نہیں که اُس طرف کي خشکي پر بهي ویسے هي حیوان و نباتات موجود هوں ' جیسے هماري اِس زمین میں موجود هیں ' یا وه کسي اَور جنس و نوع کے هوں "

(واسکو ڈي گاما اور راس امید)

هندوستان تک پہنچنے کے پہلے نظریه نے امریکا کو ظاهر کیا - اب دوسرا نظریه همارے سامنے آتا هے - اِس سے مقصود یه تها که بحر اٹلانٹک میں افریقه کے گرد گهوم کر هندوستان کي راه نکالي جائے -

یه خیال سب سے پہلے جنیوا میں رهنے والے دو بهائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویڈینو Vadino کو هوا - وه اس مهم پر روانه بهي هوگئے مگر کامیاب نه هوے اور غرق هوگئے -

لیکن یه خیال برابر زنده رها اور همتیں بڑهاتا رها - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑي تجارتي بیداري موجود تهي - پرتگالي ' همت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تهے - پرتگال کي نازک اندام عورتوں کا بهي اِس حرکت میں بڑا حصه تها - اُنهوں نے اعلان کر دیا تها که وه اُنهي لوگوں سے شادي کرینگي جو افریقا کے ساحلوں پر اپني شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجه یه هوا که پرتگالي نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بہت سي بندرگاهوں کے مالک بن گئے - اِن مهموں میں عربوں اور یهودیوں نے اُنکي بڑي مدد کي - یه لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیاده واقفیت رکهتے تهے - اِنهوں نے پرتگالي بادشاهوں خصوصاً شاه هنري کو (جو ملاح کے لقب سے مشهور تها) اپني قیمتي معلومات سے آگاه کیا ' اور اِس طرح افریقا کي تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رهنما بنے - یهي عرب اور یهودي تهے جنهوں نے پرتگال کو گینیا کي سونے کي کانوں سے آگاه کیا تها - عرضکه سنه ۱۴۱۳ سے سنه ۱۴۸۶ تک پرتگالي اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پهیلاتے رهے ' یهانتک که سنه ۱۴۸۶ میں پرتگالي امیر البحر جنوبي افریقا کے آخري نقطه تک پہنچ گیا - یهي وه مقام هے جس کا ذکر قطب الدین نهروالي نے اپني کتاب " البرق الیماني فی الفتح العثماني " میں اِس طرح کیا هے " یه جگه ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع هے - اِس کے ایک جانب پہاڑ هے اور دوسري جانب بحر ظلمات هے - یهاں سمندر سخت طوفاني حالت میں رهتا هے - کشتیاں ٹک نہیں سکتیں - ٹوٹ جاتي هیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام " راس طوفان " رکها تها - لیکن جان ثاني شاه پرتگال نے اس کا نام " راس امید " رکهدیا - کیونکه اِس کي دریافت نے براه راست هندوستان تک پہنچنے کي امید پیدا کردي تهي -

لیکن یه امید جان کي زندگي میں پوري نہیں هوئي - اس کي وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثاني تخت نشین هوا - اِسنے واسکو ڈي گاما کو سنه ۱۴۹۷ میں اِس مهم پر روانه کیا تا که هندوستان کي راه دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفره میں پہنچا - پهر ممباسه آیا ' پهر ملنده میں وارد هوا - یهیں اِسکي ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا که " برق یماني " میں مذکور هے) " ایک بحري آدمي سے هوئي - اسکا نام احمد بن ماجد تها - اِسي نے نشه کي حالت میں واسکو دي گاما کو هندوستان کا سیدها راسته بتا دیا - اور اس کے بعد بحر هند میں پرتگالیوں کي کثرت هوگئي " لیکن خود پرتگالي مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئي ذکر نہیں کرتے - البته ایک ایسے آدمي کا وجود ضرور تسلیم کرتے هیں جو واسکو دي گاما کا شریک سفر هوگیا تها - اور اُسکا نام وه " معلم کنه " Malem Cana بتاتے هیں اور کهتے هیں که وه هندوستان پہنچ کر گجرات میں فوت هوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکها هے -

بعض پرتگالي مورخ کسي ایسے شخص کا وجود تسلیم نہیں کرتے - اُنکا بیان هے که سلطان ملنده نے واسکو کے ساته اپنے ملک سے دو آدمي کر دیے تهے جو بحر هند سے بخوبي واقف تهے -

بهر حال یه ثابت هو جاتا هے که راس امید کي دریافت میں عربوں کا بهي حصه هے اور راس امید سے هندوستان تک پہنچنے میں تو سراسر عربوں هي نے رهنمائي کي تهي -

---

مختارات

(اخبار نویسي)

سلطان عبدالحمید نے معزول هونے کے بعد کہا " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک هي قید خانه میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں هر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز هونا چاهیے " (روزولٹ - امریکا)

" اخبار نویس کي صورت دیکهر شیطانوں کا باوا ' ابلیس ' بهي کانپ جاتا هے " (ولیم سٹیڈ)

" کیڑے مکوڑوں میں سے اخبار نویس بهي هے " (ملکۂ اسپین)

" اے قلم تو نهایت خوبصورت هے لیکن میري سلطنت میں تو شیطان سے بهي بدتر ثابت هوا هے " (آخري زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاه " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کہا " تمهیں نے مجهے برباد کیا هے "

جمهوریه وینزولا (امریکا) کے صدر " کاسترو " کا قول هے : " اگر جهنم کا پهاٹک بهي میں کهلا دیکهوں تو اُسقدر نه ڈرونگا جتنا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا هوں "

عنوان شرف ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں بھی کچھ گڑبڑ ہو۔ لیکن مجھے یقین ہو وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہو، کہ وہ بھی منحرف ہوجائیں۔ تاکہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس مذہب کی ضرب المثل نرم مزاجی اور حلم و بخشش کا سخت مداح تھا، لیکن آپنے بھی ایسے ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہاڈسن کو ایک چھٹی لکھی یہ وہ شخص تھا۔ جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا تھا۔ انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جسنے ہاڈسن کے اس فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہو:

"میرے پیارے ہاڈسن۔

میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کرلیا اور اس کے بیٹوں کو قتل کردیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے بھی قتل کردگے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ مقتل پر جانے کے قابل نہ تھا۔ منٹگمری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو مفصلۂ ذیل خط لکھا ہو" مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود اپنی زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا، ۲۶ پلٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ پھر رہے ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کر کے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد میں قتل کرچکے ہو، اب ہمیں اپنی فوجوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں"

ایک کے بدلے ۵۰۰

اس مجروح قیدی اور ۴۲ آدمیوں کو لاہور بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ بے دریغ قتل کردئے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہو کہ کمان افسر کے قتل کے بعد دودن کے اندر، اس کے بدلے ۵۰۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہو۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کر کے پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہو۔ جہاں سیکڑوں ہندستانی قتل کر کے پھینک دئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہو" ایک افسر نے جو رنیاڈ کی فوج کے ساتھ مقرر تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا تھا، دودن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی۔ مقتولین میں وہ لوگ تھے جو پلٹن کو اس کی راہ میں مل جاتے تھے ۱۲۔ آدمیوں کو محض اسوجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب پلٹن کوچ کر رہی تھی تو ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! جو گاؤں راہ میں آتا تھا، جلا دیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ افسوسناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوچکے تھے۔ اگر ہندوستانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ہم لوگ شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے کی کوشش کی اور رنیاڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات خالی کر کے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد و نوش کا سامان ملنے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی دیہات بالکل ویران ہوجاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ انھیں علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی انھیں پھانسی ضرور دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہو" انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ انکے ملازم بھی جو علم طور پر غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے رحمی سے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہو کہ پھر بھی انکی وفاداری اور نمک حلالی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیس جو ہماری نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے سسک رہے تھے

مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دہلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے، لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے مہلک ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ وہ علانیہ طور پر کہتے تھے" تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کردیا جائے" یہ وہ ملازم تھے۔ جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ولسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہو کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہو:

"مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہوگیا ہو۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کر رہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلا تمیز قتل کر رہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط و کتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں درج ہو کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے" ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا"!

واقعات قبل از حادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ انھیں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اُسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتادو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ در گروہ گرفتار کر کے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کردئے جاتے تھے!

دہلی ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کولینیڈ بیان کرتی ہو کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے چار یا پانچسو آدمی بے دریغ کر ڈالے۔ گورکھ سپاہی ان خوفناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انہی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مٹکاف صاحب کے حوالے کردوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا۔ مٹکاف

سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ "جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہو، وہ اسے قتل کردیتا ہو"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کردیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دئے جاتے تھے۔ انگریز ہم بڑی متانت سے پاس بیٹھ کر یہ مناظر دیکھا کرتے۔!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپوٹ لکھی تھی۔ ذیل میں اُس کا اقتباس دیا جاتا ہو۔

اس زمانہ میں لوگ بلا امتیاز پھانسی دئے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلا دئے گئے۔ ان خوفناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہوگئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑ گیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشت کاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں وہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہو"

مجنڈی لکھتا ہو" گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دئے گئے۔ اُسوقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی، کہ آیا قیدی سپاہی ہو یا اودھ کا کسان ہو؟ صرف اتنی بات کافی تھی کہ چمڑا سیاہ ہو۔

آرٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہو۔ "جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی فصیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۴۰۔ ۴۰۔ ۵۰۔ ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے باشندے تھے۔ انہیں کامل اُمید تھی کہ انھیں معاف کردیا جائے گا، لیکن وہ سخت مایوس ہوئے"

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہو" بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور عمر کی وجہ سے کانپتے تھے، گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی شہر کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے"

یہی مصنف بیان کرتا ہو کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے"

مسٹر مارٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو لکھتا ہو "کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۱۴ مقتول عورتیں دیکھیں جن کے گلے انکے شوہروں نے کاٹ ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی تھیں۔ ہم نے ایک آدمی کا

آخرالذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے وہ حکومت کو محصول ادا کئے بغیر نمک نکالتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن مبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُسنے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ، ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پُرمغز اور شیریں ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن، دولت مند، چست وچالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر، بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کر دئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہو گئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ مصر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے اُنھیں خفیہ تمباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تمباکو کا نام نجد میں "نتن" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کرکے ہم نے "ریاض" کا رُخ کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق وادی اور طریق مستوی۔ آخرالذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح حجاز کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آرہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "ابوشجر" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اِلّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہو گئی۔ دُنیا ٹڈی سے پناہ مانگتی ہے۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کرکے رکھ لیتے ہیں اور دُور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ مصر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: نجرہ، برہ، درعیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد، حجاز فتح کرکے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا، گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کرا دیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی*

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جو ان دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "فسادات پنجاب" میں لکھتا ہے۔ "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کرکے اپنے کمان افسر کو قتل کیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دئے گئے"!

۱۳ مئی کو ۳۸۰۰ ہندوستانی سپاہیوں سے احتیاطاً اسلحہ لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک ان پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش وخروش پایا گیا۔ اس اثنا میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کر دیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کر دیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ ان میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولہ باری سے مارے گئے تھے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے اُن کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں ان سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ان میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو انھوں نے قتل کر دیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کرکے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کرکے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کر لئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرہ میں بند کیا گیا۔ دوسرے روز سکھ رسّے لے آئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے اُنھیں رخصت دے دی گئی تاکہ امرتسر میں جاکر عید الضحیٰ منائیں۔ عید الضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک کنواں مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری باہر لاکر گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بوڑھا آدمی بے ہوش ہو گیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے قیدی مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۲۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرمی اور سانس بند ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اُسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی[۱]۔ اس حادثہ کی تمامتر ذمہ داری کوپر پر عائد ہوتی ہے۔ جسنے تن تنہا سکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اسمیں شک نہیں۔ کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی ادھر اُدھر منڈلا رہے ہیں اُنھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے"۔ لارنس ۲ اگست ۱۸۵۷ء لاہور"

لارنس کے بعد منٹگمری پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعہ کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ و حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ بھلے کے واسطے

[۱] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سر جان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

صاحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمایئں، میری بے ادبی معاف فرائی جائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوئے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہوگئے ہونگے، اُس کا آپ اندازہ فرمالیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہے اور اس کے احکام کا یہی حال ہے تو پھر وہ تعلیمات شُبہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہے، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہے کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بُنیاد بات پر اکھٹے ہوجائیں اور اس زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا رد نہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اُس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہوگیا۔ دُنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دُنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہے، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہے لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہے لیکن میں نے کہا اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو جاسکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو باتیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ کچھ عجیب طرح کی مذہبی مینٹلٹی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور مولنا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہے، فتویٰ جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئیے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہئیے۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بڑائی کی بات نہیں ہے کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زبان دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اس پر فخر ہے تو یہ ایسا فخر نہیں ہے جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دُنیا میں طاقت ملی ہے اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہے اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہے۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہئیے تھا کہ اُس نے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہے، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہے۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہے اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہے۔ اُس نے ہر گوشہ کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہے۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

آپ یقین فرمائیے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولنا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کرلیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندوستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر بانی اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندوؤں، پارسیوں، بدھسٹوں، کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہئیے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہے، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ ورتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہے، انھوں نے بتلایا ہے کہ کتاب سارم مسلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہے۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہر حال جمعیت العلما کے فتوے اور مولنا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہے۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہو اُسے بازاری گالیاں دی جائیں۔ اور ملعون، کُتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جائیں جیسے مولنا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لیا جا سکتا ہے جو اُس نے بانیٔ اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہے؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش و خروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہے حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے آئے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندوؤں نے اس طرح شور مچایا ہے نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو مینٹلٹی ثابت ہوتی ہے وہ قابل تحسین نہیں ہے۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ہندوؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھیں جو اس ایجی ٹیشن کی وجہ سے چند صاحبوں نے جمع کی ہیں، اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں ہندوؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہے جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہے۔ یہ کتابیں بیس بیس تیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی ہندوؤں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کردئے جائیں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوا دوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہے۔ جو مولوی عبداللہ صاحب نے لکھی ہے جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اس میں ایک نظم ہے جس کا ٹیپ یہ ہے:

کہو یہ کون دھرم ہے؟

اس میں ہندوؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہے کہ کوئی مہذب آدمی اُسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہے کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہے تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور و غل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کردیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہئیے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہے کہ اسوقت ملک کی جو علم حالت ہو رہی ہے اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش و خروش کا جو حال ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا یہ خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کرسکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دُور کردیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صاف صاف معلوم ہوجائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کردیتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کردینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سُنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کردینا چاہئیے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئیے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئیے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئیے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئیے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئیے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟ (دیکھو صفحہ کالم اول)

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہو؟ اُسنے کہا انکے خاوندوں نے اسواسطے قتل کردیا ہو کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کردیا تھا۔ اس شہر نے نادر شاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جبدن دلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑرہے تھے، شہر سے نکلکر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس ہو کہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہو، یہ واقعات قطعًا نظرانداز کردیئے ہیں۔ اسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب فوج کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہو۔ لیکن یہی تاریخ نادر شاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہو۔ حالانکہ نادر شاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا نادر شاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے، اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ ان سے ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کہ صورت حال کیا تھی۔

سر جارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہو۔ "یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، اُنھیں قتل کرنے سے انکار کردیا تھا، یہ ظالمانہ فعل نانا کے ۵ بدمعاش سپاہیوں میں سے ایک کنجرے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہو کہ مسز جیمز یا مسز جینکنز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہو۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہان فانی سے کوچ کرگئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہو، تو ہمیں یہ بھول نجانا چاہیئے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل وسلب کی شہرت سُنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہورہا تھا"

اِن دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کررکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر اُنھیں قتل کردیا، سر جارج کیمبل اِن تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں۔

(مترجمہ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)

مراسلات

ایک جواب طلب مراسلہ

دلازار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہو جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط وکتابت کی تھی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق وحقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہو، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے تھا چونکہ خط وکتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پاسکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھہریں۔ وہ آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہوچکی ہو، اور آزادی فکر کے ساتھ مسائل کے مطالعہ کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا وہ تمام اضطراب دُور ہوچکا ہو۔

اس کے بعد وقتًا فوقتًا وہ مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں گوہٹی کانگرس کے موقعہ پر پھر کلکتہ آئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہو۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں درج کیا جاتا۔ میں حسب معمول اس کا جواب اُنھیں بھیج دیتا، لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہو، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تأثرات کا پتہ چلتا ہو، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہوگیا کہ یہ خط الہلال میں درج کردیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کردیا جاتا ہو، لیکن جواب آئندہ ہفتہ لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کرلینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مہلت نہیں ہو۔ (ابوالکلام)

میں نے ادہر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کرچکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک چھٹکارا نہ ہوسکا اور شاید کچھ دنوں اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں اب بھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اُٹھا رکھتا، لیکن اس طرف ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کردی ہو اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہو کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا اس لئے مجبورًا یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب، یا اسے چھوڑ کر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کردیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کردیں۔

جناب پر ایک مدت سے میرے دل کا حال پوری طرح روشن ہو۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہوکر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتًا فوقتًا جو مدد ملی ہو، اس کے لئے مدۃ العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹادیئے، اور میرے دل کو جو بڑا ن مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہوگیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصًا مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کردی وہ ایسی ہو کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق پرستی سے بالکل محروم نہ ہوگیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

. . . .

آپ کو معلوم ہو کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کررہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے گا۔ ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہو کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہو، تو صرف یہی نہیں کہ نہیں ملتی بلکہ برخلاف اُس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا گیا اور جو جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور مولانا

کو ٹرکی کے خلاف اُکسا رہی ہیں - یہ اخبار، اجنبیوں کے پروردہ ہیں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی تکرار ہو - لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں - بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں - چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد عام زندی خاں نے اخبارات کو حسب ذیل بیان دیا ہو:

"اخبار آزاد ہیں، جو چاہیں لکھیں - ایرانی اخبارات کی طرح ترکی اخبار بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لب لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جا سکتا ہو - لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکتیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہو"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہو - اُسنے کہا "دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دوامی ہو - دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمربستہ ہیں - کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کر سکتا"

اُمید کی جاتی ہو، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہو جائے گی -

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ پاشا کے سفر آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہو جائے گا - مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے - اُسنے لکھا ہو:

"جب ہم نے ارادہ کیا کہ ٹرکی کی از سر نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہئے - ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا - وہ ضرورت اب تک موجود ہو - جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کرلیں، اُسوقت تک انگورہ ہی کو پائے تخت رہنا چاہئے لہذا اس کی تبدیلی کا سوال، اسوقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا"

مکتوب شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

ادہر دو تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا - کیونکہ حالات میں کوئی قابل ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی - ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہر سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی - ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا - حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں - اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہو - اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصہ ضرور قبول کرے گی - خصوصاً اب جبکہ دروزی مجاہدین نے ہتیار ڈال دئیے ہیں، حکومت بھی نرم ہو جائے گی اور باشندوں کی ضرور اشک شوئی کر دے گی -

لیکن ان فریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آہی گیا جب اُنھیں حقیقت عریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا - مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں مکر و ریا کے سوا کچھ بھی نہ تھا - دروزی جہاد ختم ہو جانے سے حکومت کی ہمت بلند ہو گئی - اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا - چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست جو وہ شام کے بارے میں طے کر چکی ہو، ظاہر کر دی - ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہو - اور وہ حسب ذیل ہو:

"ہائی کمشنر کو اپنے قیام پیرس کے دوران میں بارہا موقع ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملات خارجیہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورت حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کر دیں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں -

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بار بار تبادلۂ خیال کیا - حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کر دیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں - وہ بنیادیں حسب ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہو کہ "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جس پر چلکر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے" اور یہ کہ اندرونی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا - اس لئے فرانس مجلس اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا - یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہو سکتا -

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہو - کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدت دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرق قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صف اول میں پہونچا دیا ہو - حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہو، ان جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی - لیکن یہ واقعہ ہو کہ ان اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہو -

ان جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہو - حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہو اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہو کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کر دی ہو، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں -

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانون اساسی -

یہ سیاست، جسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کر چکے ہیں اور جسے حکومت فرانس اور مجلس اقوام نے منظور کر لیا ہو، ضرور ہو کہ ملک کے قانون اساسی میں قائم رکھی جائے - ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے -

لیکن یاد رہو کہ قانون اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں - اس سے مقصود یہ ہو کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں - انہی حکومتوں کو حق ہو کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے لئے باہم معاہدے طے کریں - حکمبردار سلطنت، انہیں ہر ممکن مدد دے گی اور انکے مابین حَکَم کی حیثیت سے کام کرے گی -

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس مقصد کے لئے بھی کوشش کی جائے گی - لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی -

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہو گیا ہو - حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں - اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہو کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہو جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہو -

ملک کی ترقی کے لئے امن امان کی موجودگی ضروری ہو - بدامنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا - بلکہ اُلٹے نقصان یقینی ہو..."

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہو - ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہو؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھے گا -

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہو کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بیچارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کر دی ہو - چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہو کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علحدگی کا مطالبہ کیا ہو - نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے -

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہو چکی ہو، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہو - فرانس ابھی اس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہو - جبل دروز کی علحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا -

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہو کہ جن دروز سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جا رہا ہو، وہ ملک میں نہایت ہر دل عزیز تھے - مثلاً عبد الغفار پاشا اطرش، امیر حسن، نجم پاشا حلبی، شیخ محمد الہجری، حمزہ درویش وغیرہم - حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے - بلکہ اُنکے خونین جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدت سیاسی قائم ہو -

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہو گئی - عام رائے نے معلوم کر لیا کہ یہ چیز بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہو - واقعہ یہ ہو کہ پچھلے ہفتے ہائی کمشنر، دمشق آئے - اُن کے ساتھ اُن کا نفس ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا - یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہو - دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا - اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کر دیا -

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کر دیا ہو

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہو رہی ہو - داماد احمد نامی بک، دمشق کی عارضی حکومت کا صدر ہو - اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ شام کے تخت شاہی پر عنقریب متمکن ہو گا - اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہو اور بری طرح خادمان قوم کو ستا رہا ہو - حال ... یہ ہو کہ اسنے اخبار الجوائب کے ایڈیٹر شدیاق آفندی کو دمشق سے [illegible]

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہ مصر کا سفر انگلستان - ترکی قرضے کا تصفیہ - ٹرکی اور ایران - ترکی پائے تخت

شاہ مصر کا سفر انگلستان

ترکی اخبارات، شاہ مصر کے سفر انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام مشرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"شاہ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا یکن نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلہ مصر، جو ۴۵ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہیے، وہ آیندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا، اُس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اہم مقصد کے لئے اُسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اُس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر بھرا لقمہ کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر، اکّال الامم ہے۔ بہت سی قوموں نے اُسے ہضم کرنا چاہا، مگر جس نے بھی اُسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر، اپنی آزادی پر مُصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تُلا ہوا ہے"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اُس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دئیے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اُس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔

یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اُس کی آمدنی یہ بار گراں اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدۂ سیورے کے بعد معاہدۂ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سُلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی رد و قدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ٹرکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذ کے سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ٹرکی کا تمام قدیم قرضہ اُن تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ٹرکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ٹرکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۱۷،۶۱،۸۴،۶۹۲ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رُو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ملک	رقم	
ٹرکی	۸،۴۵،۹۷،۴۹۵	لیرہ
یونان	۱،۱۰،۵۴،۷۵۳	"
شام	۱،۰۸،۸۸،۴۵۹	"
سیریہ	۵۴،۳۵،۵۷۹	"
عراق	۵،۲۰،۷۱،۷۸۹	"
فلسطین	۳۲،۸۴،۴۲۹	"
بلغاریہ	۱۷،۷۶،۳۵۴	"
البانیہ	۱۶،۳۳،۲۲۳	"
حجاز	۱۴،۹۹،۵۱۸	"
یمن	۱۱،۸۲،۰۰۴	"
شرق اردن	۷،۴۳،۶۱۰	"
اٹلی	۲،۴۳،۲۰۰	"

ملک	رقم	
نجد	۱،۴۹،۱۵۰	لیرہ
عسیر	۲۶،۱۳۸	"
موصل	۱۵،۰۰،۳۵۳	"
معان	۱،۲۸،۷۲۸	"

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں: سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ٹرکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ٹرکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آگئے، جنھوں نے طرفین میں سوء ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحدی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اس نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پاکر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دنوں سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اُس سے فائدہ اُٹھا کر اس نے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اُس نے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پُرامن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اُس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی۔ چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اُس نے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم مجرمانہ زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریبی آبادیوں میں غارت گری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ٹرکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ اُنھیں کون ہتیار تقسیم کرتا ہے؟ اُنکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمربستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے

"سرحد کے ترک افسر، ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سُرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی روشن خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ٹرکی، بڑھیا ٹرکی ہی کی لڑکی ہے: بڑھیا ٹرکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ٹرکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آرہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے"

اسی لب لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں وقیع اخبار موجود نہیں ہیں۔ اُن کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ مزدور اجنبی انگلیاں ان اخبارات

بقیہ مضمون صفحہ ۱

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اُسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپ نے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے ....

بریدِ فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں آمریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی آمریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کر لیا ہے۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہے اور ہر جگہ اُسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہے کہ امریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی مکدر کرنے والا ہے۔ لہذا اُسے بدل ڈالنا چاہیئے۔

آمریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہے جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہے۔ یعنی مرد و عورت، عقد کر کے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ شادی کے دو درجے کر دیئے جائیں: ایک تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر اُنھیں تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ عقد، اُن کی زندگی کو پُرمسرت نہیں بنا سکتا تو اُنھیں حق ہوگا کہ فوراً جُدا ہو جائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ ساتھ خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کر دیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہے۔ یہ ایک عدالت کا جج ہے اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہے۔ اسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہے۔ خود اُس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہے کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل نہ پیدا ہونے دیں گے۔ بارہ مہینے یک جا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ اُن کی طبیعتیں باہم متفق ہو سکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کر دیں ورنہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہے۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی۔ میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو اُن تمام مصائب سے نجات پا جائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابل رشک بنا دے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو اُنھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہو گئے تو اُن کی درخواست منظور کر لی جائے گی، ورنہ اُنھیں جبراً جُدا کر دیا جائے گا۔

یہ ہے تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہے۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہے۔ مگر مذہبی پیشوا اور اُنکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہو جائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہو جائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھُل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھا چاہیئے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہے؟

آمریکہ کی دولت

ولایات متحدہ آمریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں، اُتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھُلا رکھا ہے۔ اسنے اسی معاملہ پر بحث کی ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"جس کے پاس تین چار کرور ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت آمریکہ میں "دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑپتی، اب آمریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف "قارونوں" کا ہوتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شایع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ آمریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر، یعنی ۲۰ کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، اُن کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہے۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے آمریکہ پر کھُل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے آمریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
دو ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک " "	۲۹
۴ ملین تک " " "	۱۵
۵ ملین تک " " "	۹
۵ ملین سے زیادہ " " " "	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ، ناقص ہے۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ سرکاری روداد میں اِن کے نام شائع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور اُن کا بیٹا، مسٹر ملن امریکی وزیر مال، اُن کا بھائی، مسٹر ہوٹینی، مسٹر وینڈربلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ امریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہے کہ امیروں کی دولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر سے زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کیئے:

اُجرت اور تنخواہ پانے والوں سے:	۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰،۴	ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے:	۹۷،۰۰،۰۰،۰۰۰	"
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے:	۱۸،۵۰،۰۰،۰۰۰	"
سود خوار مہاجنوں سے:	۴۸،۵۰،۰۰،۰۰۰	"

آمریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل، علماء اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کی رائے میں آمریکہ کی دولت کسی پائیدار بُنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ملک کی دولت کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزی

اس سلسلہ میں ہم نے اماموں کی ان نادر و علی درجہ کی
بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ھے ' جنکا
مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے
از حد ضروری و ناگزیر ھے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب
ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ھے - بلا جلد اڑھائی روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ھیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - چار آنے -

عروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ھیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپیہ -

ائمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

اختلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمی ' اسلامی ' سہ ماہی رسالہ ھے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اھم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اھتمام کیا ھے - اسکے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' طائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ھوے حالات درج کیے جاتے ھیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ھی وہ رسالہ ھے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ھفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاھتا تھا ' اس لئے اس کا ھر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اس کے ھر نمبر میں مختلف ابواب ' مذھب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ھوتے تھے - اور اسکا ھر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ھوتا تھا - پھر اس کی ظاھری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ھفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ھاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ھوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی ' مذھبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ھیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ھوسکتا ھے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ھے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ھیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ھیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ھو انھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ھوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ھوگئی ھیں - ھم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ھیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکہ جلدوں کی تعداد بہت ھی محدود تعداد مرتب ھوسکی ھے اس لئے صرف انھیں درخواستوں کی تعمیل ھوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ھر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ھے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ	الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ	" " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ھوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ھر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ھیں جن میں سے ھر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ھے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ھے -

منیجر "البلاغ پریس"

کلمات مرحوم سعد پاشا زغلول

جلاوطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دے دی!

اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پر نقش کرلیا!

اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جڑ گئے!

اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے!

اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہ ہدایت دکھادی!

اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیہ کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیہ کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اوّلین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہمپر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بداخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بداخلاقی پر ہے، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اُس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

"ڈپلوما"

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہئے، نہ کہ اپنے ہاتھ کے "ڈپلوما" پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جدوجہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۴

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما :

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin–W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الکریم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱٤ | کلکته : جمعه ۱۹ ـ ربیع الاول ۱۳٤٦ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الهلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۱۲۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۲۹۹
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۳۰٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱۵	نستعلیق هون	۱۰۵

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا ، به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهی - - - سات روپیه
قیمت فی پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی هے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسری جگه جارهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامی ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

یه بات نهیں هے که انگلستان کي نیش زني کے مقابله میں فرانس خالي بیٹها شکوے شکایت هي کر رها هو - اِس سیاسي جنگ میں وه بهي اپني تمام قوت و قابلیت صرف کر رها هے - بلاشبه اِس وقت یورپ میں اُسے بڑي حد تک شکست اٹهاني پڑي هے - لیکن اُسنے اِس شکست کا بدله انگلستان سے مشرق قریب و بعید میں لے لیا هے - ترکي کي طرفداري کرکے اُس نے برطانیا کو سخت نقصان پهنچایا هے - اور اب چین میں بهي برطانیا سے مختلف روش اختیار کرکے اُسے ایسي زک دي هے که مدتوں نه بهولے گا -

مسیو بریاں وزیر خارجیه نے حال هي میں مسئلۂ چین پر ایک طویل تقریر کي هے - اُن کے یه الفاظ خاص طور پر قابل غور هیں :

" چین کا مسئله اِس وقت دنیا کا سب سے زیاده پیچیده مسئله هے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بري طرح بد حواس کر ڈالا هے - مگر اِس بارے میں فرانس نے ایک بالکل صاف اور ٹهوس مسلک قرار دے لیا هے - وه مسلک یه هے که هم چیني انقلاب کي راه میں کوئي رکاوٹ پیدا نهیں کرینگے - چیني قوم پرست اچهي طرح دیکهه چکے هیں که فرانس اُن کا کیسا قدردان اور مداح هے - یهي وجه هے که فرانس کے جمله حقوق چین میں بالکل محفوظ هیں - حالانکه " بعض " دوسري سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے لیے فوجیں بهیجنا پڑي هیں - هم چین کو یقین دلاتے هیں که هماري طرف سے اُس کے لیے نه تو جنگ کا خطره هے ' نه هم اُس کي راه میں کوئي روڑا اٹکانا چاهتے هیں "

(فرانس میں شاهي)

اِس وقت فرانس میں سخت اندروني خلفشار موجود هے - قوم تین بڑے گروهوں میں بٹ گئي هے - ایک جماعت موجوده جمهوري نظام کي حامي هے اور یهي سب سے بڑي جماعت هے - دوسري جماعت اشتراکیوں کي هے - وه چاهتي هے اشتراکی نظام قائم هو جائے - تیسري شاه پسند هے اور شاهي کا اُلٹا هوا تخت پهر از سر نو بچهانا چاهتي هے -

یه تاریخي حقیقت هے که انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئي زمانه بهي فرانس پر ایسا نهیں گذرا که شاه پسند جماعت موجود نه رهي هو - ڈیوک دي اورلیان کا خاندان برابر تخت شاهي کا دعوے دار رها - آجکل شاه پسندوں میں پهر حرکت پیدا هوئي هے اور انهوں نے بڑي سرگرمي سے اپني دعایة شروع کردي هے - گزشته هفته کونت ڈي بلوا نے اخبارات میں ایک پر زور مضمون شایع کیا هے اور اُس میں یه ثابت کرنے کي کوشش کي هے که بالشویک خطرے کے استیصال اور یورپ کي تمام مشکلات کے حل کي حقیقي صورت یهي هے که فرانس کي موجوده جمهوریت توڑ دي جائے اور شاهي حکومت قائم هو - کونت نے تخت شاهي کیلیے ڈیوک ڈي گنز کا نام بهي پیش کیا هے جو قدیم خاندان شاهي کا ایک بڑا رکن اور في الحال بادشاهي کا دعویدار هے -

(عورتوں کي فوجي بهرتي)

فرانسیسي حکومت بهت بڑے پیمانه پر جنگي طیاریاں کر رهي هے - حال میں اُسنے ایک مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا هے - اِس سے مقصود فرانسیسي عورتوں کو فوجي خدمت پر مجبور کرنا هے - اِس تجویز نے تمام ملک میں بےچیني پیدا کردي هے - عورتوں میں ناراضي عام هے اور مردوں کي بهي بهت سي انجمنیں برهمي کا اظهار کر رهي هیں -

عورتوں کي انجمن نے اِس تجویز پر دو اهم اعتراض کیے هیں : ایک یه که اِس معامله پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نهیں لي گئي - دوسرے یه که فرانسیسي عورت ابتک اپنے سیاسي حقوق سے محروم هے - چنانچه اُسے مجلس حکومت ' بلدیه ' اور مجلس ضلع وغیره نمائینده مجلسوں میں انتخاب کا حق نهیں دیا گیا هے -

عورتوں کي مشهور زعیم میڈم میزم نے اخبارات میں احتجاجي مضمون شایع کیا هے - وه لکهتي هے :

فرانسیسي عورت ' وطن مقدس کي خدمت سے جي نهیں چراتي - لیکن جبکه اُسے مردوں کے برابر حقوق دینے سے انکار کیا جاتا هے تو اُس پر مردوں سے زیاده بوجهه ڈالنا کیوں کر جائز هو سکتا هے ؟ فرانسیسي عورت اگر اور کوئي خدمت انجام نه بهي دے ' جب بهي اُسکي یه خدمت کیا کم هے که وه وطن کے لیے مجاهد پیدا کرتي هے ؟ اُسکي یهي ایک خدمت اور اِس خدمت کي شدید تکلیفیں اُسے مردوں کے هم پله کر دیتي هیں - پهر فوجي خدمت کا ایک نیا بوجهه اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب میں کیوں اضافه کیا جاتا هے ؟"

نیز یهي خاتون لکهتي هے :

" عورتوں سے فوجي خدمت لیکر حکومت فرانس ' ملک کو ساري دنیا میں بدنام کرنا چاهتي هے - اِس وقت جبکه تمام سلطنتیں جنگي طیاریاں کم کرنے پر غور کر رهي هیں ' هماري حکومت ایک نئي طیاري کا اضافه کرنے پر تلي هوئي هے - حکومت کي یه تجویز لندن اور هیگ کے معاهدوں کے بالکل خلاف هے - هم هرگز قبول نهیں کر سکتے که همارا ملک فوجي چهاؤني بن جائے "

(عورتوں کے سیاسي حقوق)

حکومت فرانس کي اِس تجویز نے عورتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایک نیا ولوله پیدا کردیا هے - اُنهوں نے باضابطه کوشش شروع کردي هے - تمام سیاسي پارٹیوں سے اُنهوں نے درخواست کي هے که حق انتخاب همیں بهي دیا جائے ' ورنه هم تمام ملک میں شورش برپا کر دینگے -

فرانس کي عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کي حالت سے هے - وه کهتي هیں ' دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عورتوں کو حق انتخاب حاصل هو گیا هے - پهر ایک اکیلے فرانس کي عورتیں اُس سے کیوں محروم هیں ؟ حالانکه سب سے پہلے فرانس هي نے جمهوریت کا علم بلند کیا تها -

عورتوں کي یه حجت قوي هے - کیونکه واقعي اکثر متمدن ملکوں میں عورتوں کو انتخاب میں شرکت کا حق حاصل هو گیا هے - چنانچه ڈنمارک میں یه حق سنه ۱۹۱۵ع میں حاصل هوا - روس میں سنه ۱۹۱۷- میں - پولینڈ ' یوکرین ' استهونیا ' لتهونیا ' ایرلینڈ اور برطانیا میں سنه ۱۹۱۸- میں - برطانوي قانون کے الفاظ یه هیں " تمام سیاسي حقوق هر اُس عورت کو حاصل هیں جو تیس سال کي عمر رکهتي هے ' شادي شده هے ' یا اپنے نام سے کرایۂ مکان ادا کرتي هے ' یا یونیورسٹي کي سند رکهتي هے " سویڈن ' ناروے ' آسٹریا ' زیکوسلاویا ' هنگري ' اور جرمني کي عورتوں کو یه حق سنه ۱۹۱۹- میں حاصل هوا - اهل بلجیم ' ٹرنسوال ' آسٹریلیا ' نیوزي لینڈ ' اور ولایات متحده امریکا کو سنه ۱۹۲۰ع میں -

ظاهر هے اِس صورت میں فرانس کي عورتیں اپني محرومي پر کیونکر صبر کر سکتي هیں ؟

مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس کي کشمکش - فرانس ميں شاهي دعاية - عورتوں کيليے جبري فوجي خدمت - عورتوں کے سياسي حقوق

(الهلال کے مقاله نگار مقيم پيرس کے قلم سے)

" اِدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هيں - انگلستان ديکهتا هے که جرمني کي تباهي کے بعد اُسکے اصلي اور زبردست دشمن دو هيں : روس اور فرانس - روس اُسکي ملک گيري کا دشمن هے ' اور فرانس دنيا کے هر خطه ميں اُسکي ملک گيري کا شريک بننا چاهتا هے - يهي وجه هے که انگلستان نے بيک وقت دو سياسي ميدان جنگ قائم کر ديے هيں - ايک ميں روس سے نبرد آزمائي کر رها هے - دوسرے ميں فرانس سے -

فرانس کو زک دينے کے ليے انگلستان نے يه تدبير کي هے که اُسے يورپ ميں اُسکے تمام دوستوں اور حاميوں سے محروم کر ديا هے - اِس وقت فرانس بالکل بے يار و مدد گار هے - انگلستان کي يه قديم حکمت عملي هے که وه حريف کے مقابله ميں بذات خود بہت کم آتا هے - دور سے دوسروں کو شه ديتا اور نئے نئے دشمن اپنے حريف کے سامنے کهڑے کرتا رهتا هے - اِس وقت بهي اُسکا يهي طرز عمل هے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمني سے رکها - اب اُس کي تباهي کے بعد اٹلي کو کهڑا کر ديا هے - فيشيسزم نے اٹلي کو ديوانه بنا ديا هے اور وه ناعاقبت انديشانه انگلستان کا چيلا بن گيا هے -

اٹلي پر افسوں پهونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانيا ' بلغاريا ' يونان ' اسپين ' ايتهونيا ' استهونيا ' اور فنليند کو بهي ملا ليا - صرف پوليند ابتک فرانس کے زير اثر تها مگر آج کل سر آسٹن چمبرلين اُسے بهي مسحور کر رهے هيں ' اور با خبر لوگوں کو يقين هے که امروز فردا ميں پوليند بهي انگريزي جال ميں پهنس جائيگا -

اس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا هے - فرانسيسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان کو گالياں دے رهے هيں - اُنهيں صاف نظر آ رها هے که بحر متوسط ميں انگلستان اُن کي قوت کس طرح مفلوج کر رها هے اور اٹلي کو آگے بڑها کر اُنکي قومي هستي کے ليے سخت خطرے پيدا کر ديے هيں -

اخبار " طان " نے اِس هفته ايک افتتاحيه شايع کيا هے اور اُس ميں انگلستان پر بہت لے دے کي هے - وه لکهتا هے :

" برطانيا يقين کرتا هے که اِس وقت دنيا کے امن اور جنگ ' دونوں کي کنجياں اُسي اکيلے کے هاتهه ميں هيں - اُس نے خفيه معاهدوں کي قديم سنت پهر زنده کي هے اور پورے يورپ ميں سازشوں کا جال پهيلا ديا هے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اٹلي پر هے - اٹلي کي رضامندي وه هر قيمت پر خريد رها هے - ليکن يه قيمت وه اپني جيب سے ادا نهيں کرتا ' بلکه دوسروں کي جيب پر سودا کرتا هے - سان ريمو کانفرنس سے پہلے هي انگلستان نے اٹلي کو ايشيائے کوچک کا ايک وسيع علاقه رشوت ميں پيش کيا تها - ليکن ترکي کي قوت نے اٹلي کے حوصلے پست کر ديے - پهر جنيوا کانفرنس سے پہلے اُس نے اٹلي کو فرانس کے برابر بحري قوت رکهنے کا حق دے ديا - پهر لندن کانفرنس سے پہلے اٹلي کو ٹيرول کا معاوضه اور تجارتي مراعات ديکر اپنا کر ليا تها - سنه ۱۹۲۴ - کے ختم هونے سے پہلے هي گوبلينڈ کا علاقه اٹلي کو ديديا گيا - اکتوبر سنه ۱۹۲۵ - ميں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس ميں اٹلي کو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي - ۵ دسمبر سنه ۲۵ - کو اٹالين طرابلس ميں کفره اور جغبوب ' سنوسيوں کے متبرک شهر بهي شامل کر ديے گئے - ابهي پورا مهينه بهي گزرنے نه پايا تها که ۲۹ دسمبر کو افريقا اور ايشيا ميں اٹالين مطالبات پر " دوستانه غور " کيا گيا - اِس کے ايک مهينه بعد ۲۷ - جنوري سنه ۲۶ کو اٹلي کے جنگي قرضه ميں سے ايک بہت بڑي رقم معاف کر دي گئي - ۱۶ اپريل سنه ۲۶ کو اٹالين علاقه اريٹرا اور بهي زياده وسيع کر ديا گيا اور حبش کي بانٹ ميں اٹلي کا ساجها بهي تسليم کرا ليا گيا - پهر ۷ - اگست ميں اٹلي اور اسپين کے ما بين معاهده کرايا گيا اور انگريزي مدبروں نے اعلان کيا که يه معاهده بحر متوسط ميں سياسي توازن کي بهترين ضمانت اور فرانس کي گردن دبانے کا عمده ذريعه هے - پهر ۲۰ دسمبر سنه ۲۶ کو جب که اٹلي اور فرانس کے تعلقات نهايت کشيده تهے ' جرمني اور اٹلي ميں معاهده پر دستخط ثبت کرا ديے گئے - يه معاهده در حقيقت هجومي دفاعي معاهده هے اور اِس نے فرانس کي سلامتي کے ليے شديد خطره پيدا کر ديا هے - اِسکے ايک مهينه بعد ۲۰ - جنوري سنه ۲۷ - کو بحر احمر کے عربي سواحل کي تقسيم هوئي اور اٹلي نے جو کچهه مانگا ' انگلستان نے بخوشي ديديا "

" اٹلي کي يه خوشامد ' محض موسوليني کي سياه آنکهوں کے ليے نهيں هے - در اصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسي طرح سوار کرنے کي فکر ميں هے ' جس طرح اب سے پہلے جرمني کو مدتوں سوار رکهه چکا هے - انگلستان نے يورپ کي تقريباً تمام چهوٹي بڑي سلطنتوں کو پهسلا کر اپنے هاتهه ميں لے ليا فرانس کو چهوت بنا کر الگ کر ديا هے ... "

اِس ايک اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات کي موجوده نوعيت معلوم کر لي جاسکتي هے اور اندازه هو سکتا هے که اِس وقت يورپ کي سياست کس طرف جا رهي هے ؟

" یه تمام مقنن ' یه تمام فلاسفه ' یه تمام شرفاء ' جنهوں نے اِس طرح کي باتیں کہیں ' کیا قانون کي توهین کرنے والے تھے ؟ وہ قانون جو همیشه وقتي اور مقامي هوتا هے ؟ میں نہیں جانتا ' سرکاري وکیل کا جواب کیا هوگا ؟ ممکن هے وہ کہے " هاں توهین کرنے والے تھے " لیکن میں ؟ تو میں یہي کہونگا که یه لوگ ' بازگشت تھے اُس قانون کي ' جس سے بڑا کوئي قانون کبھي موجود نہیں هوا ' یعني " انساني ضمیر " کي بازگشت - کیا اِن لوگوں نے اپنے وقت کي عدالت کو بے حرمت کیا ' وہ عدالت جو تغیر پذیر اور غیر معصوم ہے ؟ هرگز نہیں - وہ تو ابدي عدالت کے طلب گار تھے !

" حضرات ! قانون کي نکته چیني کا حق ' سخت سے سخت نکته چیني کا حق ' خصوصاً تعزیري قوانین کي نکته چیني کا حق ' وہ قوانین جو همارے اخلاق میں وحشت کي تخم ریزي کرتے هیں ' همارا مقدس فرض هے - اصلاح کے فرض کے پہلو میں یه فرض ایک نور هے جو همیں صراط مستقیم دکھاتا هے - یه حق جس طرح مقنن کو حاصل هے ' اُسي طرح انشاء پرداز کو بھي حاصل هے - یه حق ازلي اور ابدي هے - آپ اِس کا ضرور اعتراف کرینگے اور ملزموں کو یقیناً بري کر دینگے -

" لیکن سرکاري وکیل کہتا هے (اور یه اُسکي دوسري دلیل هے) که اخبار کي نکته چیني ' ضرورت سے زیادہ تھي - سخت تھي - لیکن اے حضرات ! ذرا قریب سے معاملے پر نظر ڈالیے - ذرا اِس نام نہاد جرم کو غور سے دیکھیے ! اخبار کا یه هولناک گناہ روز روشن میں دیکھیے !

" کیا ؟ ... ایک شخص ... اُسے موت کا فتوی سنا دیا گیا ... بدنصیب آدمي ! ... ایک دن نور کے تڑکے اُسے میدان عام میں کھینچ لے گئے ... گلوتین ... مہیب گلوتین ' اُسنے اپني آنکھوں سے قائم دیکھي ... پھر ؟ ... اُس کے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت کرني چاهي ... اُس نے مرنے سے اِنکار کیا ... آہ ! یا الهي ! میں خوب جانتا هوں - مجھسے فوراً کہا جائیگا " وہ قاتل تھا " لیکن ٹھہرو ... سنو ' سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹھالیا - اُس کے دونوں هاتھه بندھے تھے - اُس کے دونوں پاؤں بھي بندھے تھے - لیکن اُس نے جد و جهد کي - اُس نے اپنے دونوں بندھے هوئے پاؤں ' گلوتین میں ڈال دیے - پھنسا دیے - اُسنے گلوتین کے خلاف ' خود گلوتین کو استعمال کیا - جد و جهد جاري رهي - قوم نے یه منظر مشاهدہ کیا تو اُس پر خوف چھا گیا - جلادوں نے سخت محنت کي - ایڑي سے چوٹي تک کا زور لگا دیا - اُنکي جد و جهد وحشیانه تھي ' سنگ دلانه تھي - اُن کي پیشاني عرق آلود اور شرم سے تاریک هو رهي تھي - اُن کا رنگ فق هو رها تھا - وہ تھکن سے هانپ رهے تھے - مایوس تھے - میں نہیں کہه سکتا ' کس خوفناک خیال نے اُنھیں مایوس کر دیا تھا ؟

بے شک قوت قانون کے هاتھه رهني چاهیے - یه مسلم هے - یه اصل الاصول هے - لیکن ؟ لیکن یه که بد نصیب قیدي ' گلوتین سے لپٹ گیا تھا - رو رو کر معافي کي التجائیں کر رها تھا - مگر ؟ مگر یه که اُس کے کپڑے اتار ڈالے گئے - اُس کا جسم ننگا کردیا گیا - اُس کے شانوں پر سے خون کے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس کي جد و جهد جاري رهي - آخر پون گھنٹے کے بعد - هاں پون گھنٹے کے بعد (یہاں پر سرکاري وکیل نے هاتھه کے اشارے سے وقت کي تحدید کو غلط بتایا - وکٹر هیگو نے تقریر جاري رکھتے هوئے کہا :) سرکاري وکیل هم سے لمحوں کا حساب مانگتا هے - پون گھنٹه نه سهي ۳٥ - منٹ - جناب ۳٥ منٹ - اب تو آپ کو کوئي شکایت باقي نہیں ؟ هاں ' ۳٥ منٹ کي خوفناک کشمکش کے بعد ... اُس منظر سے ' جس کا کوئي نام نہیں ... اُس عذاب سے ـــ تمام آدمیوں کا عذاب ـــ آپ اچھي طرح سنتے هیں ؟ ... پوري قوم کے عذاب سے - گلوتین کے عذاب سے - اِس وحشیانه عذاب سے ' جس کي مدت ' پوري ایک صدي سے بھي زیادہ طویل هوگئي تھي ' بد قسمت قیدي کو رهائي دي گئي اور وہ قید خانے پہنچا دیا گیا - اُس وقت قوم نے اطمینان کي سانس لي - اُس وقت قوم نے ـــ اُس قوم نے جس کے پاس اب تک انسانیت کا کچھه بقایا هے ـــ اُس قوم نے جو رحم دل هے ' کیونکه وہ محسوس کرتي هے که وہ خودمختار اور حاکم هے ـــ هاں اُس قوم نے خیال کیا که قیدي کي گلو خلاصي هوگئي -

" لیکن نہیں ' گلو خلاصي ؟ هرگز نہیں ! بلا شبه گلوتین کو اُس وقت شکست هوئي - لیکن وہ بدستور سر بلند کھڑي رهي !

اُسي وقت نہیں ' وہ هر روز سر بلند کھڑي هے - تمام انسانوں کي آنکھوں کے سامنے ' اُن کي مرضي کے خلاف ' کھڑي هے !

" پھر کیا هوا ؟ شام کو جلاد ' قیدي پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسیوں اور زنجیروں سے اس طرح باندها که ایک بے حس و حرکت لاش بن گیا - اندھیرے میں اُسے میدان میں لوٹا لائے - وہ اب بھي چلاتا تھا - روتا تھا - خدا کو پکارتا تھا - اپنے ماں باپ کو پکارتا تھا - زندگي کي دعائیں مانگتا تھا - مگر ؟ مگر اُس کا منھه بند کر دیا گیا - اُسے گلوتین پر چڑھا دیا گیا - آہ ... اِس کے بعد ؟ ایک خونچکاں سر ' زمین پر پڑا تھا ! اُس وقت انسانیت ' فرط تأثر سے تھرا اٹھي - قوم کے بدن میں رعشه پڑ گیا - کیونکه قانون کے نام پر کبھي کوئي قتل ' اِس قتل سے زیادہ مکروہ اور کمینه نہیں هوا تھا - اُس وقت هر انسان نے عمیق تأثر کے ساتھه محسوس کیا که وحشت و بربریت نے انسانیت کي پوري توهین اور نیکي کي پوري تذلیل کي هے !

" عین اُس وقت ایک مرد خدا ' ایک نوجوان ' اپنے دل کي گہرائیوں سے چلا اٹھا - یه چیخ اُس کي روح کي چیخ تھي - شفقت کي چیخ ' رنج و الم کي چیخ ' رعب و هیبت کي چیخ - وہ چیخ جو انسانیت نے بے چین هوکر بلند کي تھي - لیکن یه چیخ تمھاري نظر میں جرم هے ' اور تم اُس پر سزا دینے کي طیاریاں کررهے هو !

" یه تمام واقعات سنکر ' یه تمام جاں گسل تفصیلات سن کر اے حضرات ! آپ بادب گلوتین سے کہینگے " تو حق پر هے " اور تیوري چڑھا کر رحم سے ' مقدس رحم سے کہینگے " تو مجرم هے " !

" لیکن نہیں اے حضرات ! یه نا ممکن هے - میں کہتا هوں نا ممکن هے -

" محترم سرکاري وکیل ! میں بغیر کسي تلخي کے کہتا هوں که تم کسي حق کي مدافعت نہیں کر رهے هو - تم غلطي پر هو - تم مدنیت کي روح سے بر سر پیکار هو - تم ترقي کے اخلاق سے دست بگریباں هو - قلب انساني تمھارا دشمن هے - ضمیر انساني تمھارا حریف هے - وہ تمام اصول و مبادي تمھارے مقابلے میں صف بسته هیں جن کے سایه میں ساٹھه برس سے فرانس ترقي کر رها هے - جنھوں نے دنیا کو وحشت سے نکال کر متمدن دنیا بنا دیا هے - ان تمام اصول و مبادي کا لب لباب اور نچوڑ یه هے که . انساني زندگي کي حرمت غیر تعلیم یافته طبقه پر برادرانه شفقت - مذهب

قانون کی تنقید اور قانون کی توهین

تاریخ قوانین مدنیة کا ایک صفحه

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یه ایک منحوس قانون هے - یه قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا هے جو ادب و حیا سے بالکل خالي هیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منهه چهپا لیتي هے - خطرناک مناظر ! وحشیانه مناظر ! یه قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاهتا هے - اُس کي قربانیاں کتني هي کم هوں ' مگر حد سے زیادہ خوفناک هوتي هیں ! اُس کے نتائج کتنے هي هولناک هوں ' مگر وہ انسانوں کو نکته چیني کي اجازت دینا نہیں چاهتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکته چیني کي جرأت کرتا هے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توهین " خیال کي جاتي هے - اور وہ عدالت کے اندر مجرموں کے کٹھرے میں کھڑا کیا جاتا هے !

" پھر اِس کے بعد ؟ جرمانه ! اِس کے بعد ؟ قید خانه !

" اگر یهي هے تو آئیے ' هم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رهي - آئیے ' اب هم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب هم متمدن قوم باقي نہیں رهے .

" هاں اب همارے لیے یهي اولی هے که اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبھي فرانس نامي کوئي ملک موجود تھا ' تو اب وہ موجود نہیں رها - تم نے فرانس کو بدل ڈالا هے - بلا شبه فرانس ' شاہ پسند نہیں هے - لیکن میں دعوے سے کہتا هوں که وہ جمهوري بھي نہیں هے - اب وہ اِن دونوں کے سوا کچھه اور هوگیا هے ! (قہقہه)

جج ـــ میں دوبارہ تنبیه پر مجبور هوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا هوں ' ورنه ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر هیگو ـــ (تقریر جاري رکھتے هوئے) آئیے هم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري ! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تھے ' اور وهي " قانون " تھے . . . بہت خوب - لیکن مجھے یه کہنے دیجیے که جو هولناک سزائیں یه محاکم تفتیش دیا کرتے تھے ' اُن سزاؤں کا احترام قانون کا احترام نہیں تھا - ایک زمانه میں هاتھه کاٹنا قانون تھا ' لیکن هاتھه کٹنے کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانه میں آگ سے داغنا ' قانون تھا ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبھي قانون نه تھي - اب همارے زمانے میں گلوٹین ' قانون هے . . . بہت خوب . . . میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا هوں که اگرچه آج گلوٹین قانون هے ' مگر خود گلوٹین کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي اور نه اس وقت کي جا رهي هے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یه کیونکر ؟ میں ابھي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا هوں -

" میں کہتا هوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بھي نفرت و کراهیت کے اُسي گڑھے میں پھینک دینا چاهتے هیں ' جس میں اب سے پہلے ' ساري جہان کي تحسین و آفرین کے غلغله کے ساتھه ' آگ سے داغنے ' هاتھه کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الاباد تک کے لیے پھینک چکے هیں -

" باشندے چاهتے هیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے هوئے منحوس قانون کي لاش اٹھا پھینکیں - کیونکه یه عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رها هے . . . . آہ . . . جلاد کا منحوس چہرہ . . . . !

" چونکه هم یه انساني فرض ادا کرنا چاهتے هیں اِس لیے هم پر شورش پھیلانے کا الزام لگایا جاتا هے -

" هاں بے شک هم نہایت خطرناک لوگ هیں - حد سے زیادہ خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے که هم گلوٹین کي منسوخي چاهتے هیں . . . ! اس سے بھي بڑھ کر کوئي جرم دنیا میں موجود هے ؟

اخبار . . . . اِل کے محرر پر الزام هے که اُسنے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تھوڑي دیر کے لیے هم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ هو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھه اُس قانون کے سامنے کھڑے هوں جو هر قانون کي بنیاد هے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو هر سینے میں محفوظ هے !

جب " سروِن " نے ' جو اپنے عہد میں سرکاري وکیل تھا ' یه کہا تھا که " همارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کھولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے هیں " تو کیا اُس نے یه کہه کر قانون کي توهین کي تھي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تھا " . . . اِن ججوں کا ذکر نه کرو - اِن میں سے آدھے بندر هیں اور آدھے چیتے " (قہقہه) تو کیا اُس نے قانون کي توهین کي تھي ؟

" جب " رویر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں گلا پھاڑ کر کہا تھا " اگر تم یه قانون بناتے هو تو میں قسم کھا کر کہتا هوں که میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یه کہه کر اُس نے قانون کي توهین کي تھي ؟

پوري کرنے میں کامل آزادي حاصل هوني چاهیے - کسي کو بهي اُسکي راه مین رکاوت ڈالنے کا حق نہیں ہے - یه آزادي در حقیقت مذهب استقلال فردي یا مذهب عقد اجتماعي (سوشل کنٹریکٹ) کے ماننے والوں کي اِزادي ہے - اِن لوگوں کا دعوی ہے که حکومت کے وجود سے پہلے افراد کو کامل آزادي میسر تهي - پهر اُنهوں نے حاکم اعلی کو اپني آزادي کا کچهه حصه اِس شرط پر دیدیا که وه اِس کے معاوضه میں اُنکے حقوق کي حفاظت و حمایت کرے - یه خیال در اصل سترهویں اور اٹهارویں صدي کے بادشاهوں کے قهر و استبداد کي وجه سے پیدا هوا - سیاست اُس زمانه کے علماء نے کہا " حاکم کي قوت و اختیار ذاتي و طبیعي نہیں ہے بلکه رعایا کي بخشي هوئي ہے "

غور و بحث کے بعد ظاهر هوجاتا ہے که یه آزادي صرف اُسي شخص کو حاصل هوسکتي ہے جس کے متعلق فرض کرلیا جائے که اُسے ایسي غیر محدود قوت و قدرت حاصل هوگئي ہے جس کے ذریعه وه اپني هر خواهش بے روک ٹوک پوري کرسکتا ہے - اِس آزادي کے دلداده کہتے هیں که هر فرد کو حق ہے که اپني تمام خواهشیں جس وقت اور جس طرح چاہے پوري کرلے - اِس آزادي کا تصور ایسي حالت میں هرگز نہیں هوسکتا جب که ایک هي غرض کے حصول کے لیے متعدد افراد کهڑے هوں - هر شخص اُسے صرف اپنے هي لئے لینا چاہے - ظاهر ہے ' ایسي صورت میں یه خیالي آزادي قائم نہیں ره سکتي - ضرور تصادم هوگا - زیاده طاقتور غالب آئیگا - کمزور مغلوب و محروم رهینگے ' اور اُن کي آزادي سلب هوجائیگي -

(مشروط آزادي)

فرد کو زیاده سے زیاده اِتني آزادي مل سکتي ہے که وه اپنے تمام افعال میں آزاد هو جب تک که دوسروں کي آزادي اُس کي آزادي کي وجه سے خطرے میں نه پڑے - فرانس کے انقلابیوں نے بهي اپنے سنه ۱۸۷۹ ع کے اعلان میں آزادي کي یہي تعریف کي تهي : " آزادي ایک قوت ہے جس سے انسان اپني هر خواهش پوري کرسکتا ہے بشرطیکه اُس کي خواهش دوسروں کے لیے نقصان ده نه هو " هربرٹ اسپنسر نے بهي آزادي کي تعریف یه کی ہے " هر شخص آزاد ہے ' جو چاہے کرے ' بشرطیکه اپنے فعل سے دوسروں کي آزادي پر دست درازي نه کرے "

یه جائز آزادي ہے اور حکومت کے ساتهه جمع هوسکتي ہے - بلکه بغیر حکومت کے اُسکا وجود مشکل ہے - یه آزادي اُسي وقت ممکن ہے جب که اُس کي پشت پناهي پر ایک حاکمانه نظام موجود هو - اِس آزادي کي اولین شرط یه ہے که دوسروں کي آزادي اور حقوق پر دست درازي نه هونے پائے - لہذا ایک بالا تر قوت کا وجود لازمي ہے جو هر فرد کے حقوق معین کردے ' اُن کي حفاظت و حمایت کي ذمه دار بن جائے ' اور هر قسم کي زیادتي روک سکے - پس جائز شخصي آزادي ' نظام حکومت هي کے ذریعه پائي جا سکتي ہے - اِس آزادي کو سیاسی اصطلاح میں " شہري آزادي " کے نام سے پکارتے هیں -

اِس تفصیل سے ظاهر هو جاتا ہے که حکومت کا اهم ترین فرض ' شخصي آزادي کي ضمانت ہے - لیکن اِس بارے میں بهي علماء سیاست کا اختلاف ہے - ایک گروه کا خیال ہے که حکومت کا فرض صرف اِسي قدر ہے که افراد کي شخصي آزادي کي دور سے حفاظت کرے مگر خود اُس میں دخل نه دے - چنانچه وه حکومت کے لیے جائز نہیں سمجهتے که افراد کے ذاتي معاملات میں کسي قسم کي بهي مداخلت کرے - اُنکے خیال میں افراد کو اپنے بچوں کي تعلیم پر مجبور کرنا ' زراعت کے خاص طریقے جاري کرنے ' کارخانوں کے لیے قواعد قرار دینا ' مزدوري کي شرح مقرر کرنا ؛ یه ' اور اِس قسم کے دوسرے کام ' حکومت کے لیے ناروا هیں - وه کہتے هیں حکومت کو صرف وه کام کرنے چاهئیں جن سے افراد کي شخصي آزادي محفوظ رہے - مثلاً اُسے فوج مرتب کرنا ' قلعے بنانا ' اور جنگي بیڑے طیار کرنے چاهئیں ' تاکه دوسري قومیں ملک کی آزادي پر حمله نه کرسکیں - اِسي طرح پولیس اور دیواني اور فوجداري عدالتیں وغیره رکهنا بهي جائز ہے تاکه افراد کے حقوق محفوظ رهیں - اِس کے مقابله میں ایک دوسرا گروه حکومت پر کوئي پابندي عاید نہیں کرتا - اُس کے خیال میں حکومت کو وه تمام کام کرنے چاهئیں جنسے افراد یا جماعت کي بهلائي متصور هو -

(وطني اور آئیني آزادي)

علم سیاست میں " استقلال فردي " اور " مشروط آزادي " کے علاوه ایک قسم " وطني آزادي " کي بهي ہے - اِس سے مقصود قوم کي خود مختاري ہے - جب کوئي قوم اپني خود مختاري حاصل کرلیتي ہے تو کہا جاتا ہے ' اُسنے " وطني آزادي " پالي -

آزادي کي ایک چوتهي قسم بهي ہے اور اُسے سیاست کي اصطلاح میں " دستوري آزادي " کہتے هیں - اِس سے مقصود یه ہے که قوم پر ایک ایسي حکومت قائم هو جسے خود قوم هي نے منتخب کیا هو ' اور وه قوم کے سامنے ذمه دار اور جوابده هو ' جیسي که ولایات متحده امریکا ' فرانس ' اور انگلستان وغیره کي حکومتیں هیں -

(سلطنت اور حکومت)

یہاں یه جاننا بهي مناسب ہے که سلطنت (اسٹیٹ) اور حکومت (گورنمنٹ) میں کیا فرق ہے ؟ سلطنت سے مقصود یه ہے که کسي محدود خطه میں انساني افراد کي کوئي جماعت آباد هو اور اُس پر کوئي حکمراں قوت موجود هو ' عام اِس سے که حکمراں قوت اکثریت کے هاتهه میں هو ' یا اقلیت کے هاتهه میں ' یا فرد واحد کے هاتهه میں - یه قوت باقي تمام لوگوں پر غالب و حاوي هو - لہذا سلطنت کے موجود هونے کے لیے دو چیزیں ضروري هیں : حکم اور اطاعت - جہاں کہیں حکم کرنے والي قوت اور اطاعت کرنے والي جماعت موجود هو ' کہا جائیگا که سلطنت موجود ہے - یا یوں سمجهو که سلطنت ' حاکم اور محکوم کے مجموعه کا نام ہے - رهي حکومت تو وه اُس شخص یا جماعت کا نام ہے جسکے هاتهه مین حکمراں قوت هوتي ہے -

اِس تفصیل سے واضح هوگیا که " مشروط آزادي " (اور یہي شہري آزادي ہے) کي حفاظت کا ذمه حکومت کے سر ہے - لیکن اگر حکومت کسي مستبد اور ظالم شخص کے هاتهه میں هوگي تو وه اپني مرضي کے مطابق افراد کي آزادي اور حقوق پر دست درازي کر سکتا ہے - دستوري حکومتوں میں استبداد کا اِتنا خطره نہیں ہے - لیکن اُن میں بهي شخصي آزادي کي ضمانت یکساں نہیں هوتي - اِس ضمانت کا تعلق براه راست ' دستور حکومت سے هوتا ہے - جن ملکوں کا دستور حکومت زیاده مستحکم هوتا اور مشکل سے بدلا جا سکتا ہے ' وهاں شخصي آزادي سب سے زیاده محفوظ رهتي ہے - یه اِس لیے که اگر دستور حکومت آساني سے بدلا جاسکتا ہے تو شخصي آزادي پر بهي آساني کے ساتهه دست درازي کي جا سکتي ہے -

مطبوعات جدیدہ

شخصی آزادی

مختلف سیاسی مذاہب کی نظر میں

حال میں مندرجہ صدر موضوع " الحریة الشخصیه " پر ایک نہایت مفید اور دلچسپ مجموعۂ مقالات مصر میں شائع ہوا ہے جس کے مقالہ نگاروں نے کوشش کی ہے کہ اس باب میں جس قدر مختلف نقطہ ہاے نظر اور سیاسی مذاہب موجود ہیں ' انہیں صحت بیان کے ساتھہ واضح کر دیا جاے - " شخصی آزادی " کے باب میں اگرچہ بے شمار افکار و آراء موجود ہیں ' لیکن اہم اور اصولی مذاہب تین ہیں :

(۱) " مذہب تقئید علی الاطلاق " یعنی وہ مذہب جو کامل شاہیت اور شاہی استبداد کے اعتراف کا نتیجہ ہے ' اور جو کہتا ہے کہ کسی فرد واحد کو آپنے مالکوں اور آقاؤں کے خلاف مطالبۂ ازادی کا حق ہی نہیں ہے -

(۲) " مذہب استقلال مقید و مشروط " جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک کی ہئیت اجتماعیہ کا مذہب ہے ' جو دستوری یا جمہوری حکومت کے طریقوں پر عامل ہوچکے ہیں - اس مذہب کے معتقدین شخصی آزادی کا مطالبہ ہر فرد کا فطری حق قرار دیتے ہیں ' مگر ساتھہ ہی جماعت ' قوم ' اور نظم کے مشترک مقاصد کی بالا تری بھی تسلیم کرتے ہیں - ان کے اعتقاد میں ہر فرد کو آزاد ہونا چاہیے ' لیکن اُسی حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم ' اور حاکمانہ نظام کا مزاج مواقفت کرے -

(۳) " مذہب استقلال فردی علی الا طلاق " جو فرد کے حقوق آزادی کو اصل قرار دیکر ہیئت اجتماعیہ کا تمام نظام اُس کے مطابق رکھنا چاہتا ہے - اس کے معتقدین اُن تمام قیود اور شرائط کے اعتراف سے انکار کرتے ہیں جو کسی حال میں بھی فرد کی انفرادی آزادی کے خلاف ہوں -

پہلا مذہب یکقلم متروک و مہجور سمجھا جاتا تھا ' لیکن اٹلی کے فیشی سیزم نے پھر اُسے زندہ کر دیا ہے -

ہم اس مجموعہ سے پہلے ایک مقالہ دوسرے مذہب کی تائید میں (جو وقت کا عام اور معمول بہ مذہب ہے) حذف و اضافہ کے بعد نقل کرتے ہیں - اُس کے بعد تیسرے مذہب کے مزید افکار و مباحث نقل کرینگے تاکہ قارئین الہـــلال اس اہم موضوع کے تمام اطراف پر نظر ڈال سکیں -

---

شخصی آزادی کے معنے کیا ہیں ؟ لوگوں کو اِس کے شرح و بیان میں سخت ٹھوکریں لگی ہیں - شخصی آزادی کا مفہوم عام طور پر یہ سمجھہ لیا گیا ہے کہ ہر فرد اپنی ہر طلب بے روک ٹوک پوری کرسکے - اِس غلط فہمی کا بڑا سبب ' حکام کا طرز عمل ہے - مطلق العنانی اور ذاتی مفاد کے مقابلے میں رعایا کے فوائد سے بے پروائی ; اُنھوں نے اپنا شعار بنا لیا - اِس غلو کا نتیجہ یہ نکلا کہ محکوموں میں بھی غلو پیدا ہوگیا - انتہائی استبداد کے مقابلے میں انتہائی آزادی کا مطالبہ شروع ہوا - اور اِس طرح شخصی آزادی کا صحیح مفہوم بدل گیا -

اِس غلو نے بالاخر یہ اصول پیدا کیا کہ " حکومت اور آزادی یک جا جمع نہیں ہو سکتی " اِس اصول کے ماننے والوں کا استدلال یہ ہے کہ حکومت سے مقصود ملک میں ایسے حاکم اعلیٰ کا وجود ہے ' جسکی اطاعت تمام افراد کے لیے ضروری ہو - وہ قانون بنائے ' قانون کی پابندی پر مجبور کرے ' مخالفوں کو سزائیں دے ' محصول لگائے ' رعایا کی مرضی کے خلاف اعلان جنگ کردے ' اور قتل و خونریزی کا بازارگرم ہوجائے - وہ کہتے ہیں ' اِس صورت میں کسی فرد کی بھی شخصی آزادی محفوظ نہیں رہ سکتی -

(مذہب استقلال فردی)

اِس اصول کے قائل ہر قسم کی حکومت کے خلاف ہیں - اُنکے خیال میں حکومت کی موجودگی افراد کو اُنکی کامل آزادی سے محروم کر دیتی ہے - وہ کہتے ہیں ' ہر فرد کو اپنی خواہشیں

اصلاح جو مذہب انتقام کی جگہ قائم ہوگیا ہے - تمہاری دشمن ہر وہ چیز ہے جو عقل کو روشنی بخشتی ہے - ہر وہ چیز جو روح کو ابھارتی ہے : یعنی دین اور فلسفہ - ایک طرف سے (حضرت) مسیح (علیہ السلام) اور دوسری طرف سے والٹیر !

" حضرات ! اب میں اپنا بیان ختم کرنا چاہتا ہوں - اے میرے فرزند ! میری آنکھہ کے نور ! میرے جگر کے ٹکڑے ! ہاں اے میری جان ! میں تجھی کو مخاطب کرتا ہوں - تجھی کو جو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہے ! آج تو شرافت و عزت کی ایک عظیم منزل طے کر رہا ہے - خدا نے تجھے محبت کی نظر سے دیکھا اور اِس لائق بنایا کہ تو حق کیلیے جنگ کرے - مقدس حق کے لیے غم کھائے - تو آج اُس منزل میں قدم رکھہ رہا ہے ' جو ہمارے زمانے میں حقیقی مردانگی کی منزل ہے - یعنی عدل و انصاف کیلیے جنگ - حقیقت کیلیے جنگ - عظیم بن جا ! بلند ہوجا ! تو کیا ہے ؟ عقل انسانی اور حقیقی جمہوریت کا ایک معمولی سپاہی ! تو آج اُس جگہ بیٹھا ہے جس پر تجھسے پہلے " برانجیہ " بیٹھہ چکا ہے - تو " لامونیہ " کی کرسی پر بیٹھا ہے - اپنے عقائد میں کمزور نہ ہو - یہ تجھسے میرے آخری لفظ ہیں - یہ میری وصیت ہے ' بشرطیکہ تجھے وصیت کی ضرورت ہو - غور کر ' تو اِس وقت " لزوارک " کی جگہ بیٹھا ہے - آہ میری مسرت ! میرے لڑکے کو کیسی عزت ملی ہے ! . . .

" میں کہہ چکا . . . "

صحیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ

(مجدد الدین فیروز آبادي اور دولۃ رسولیه)

انسان کي طرح کتابوں کي بهي زندگي هے - جس طرح انسان پر پیدایش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و هجرۃ ' اور عروج و زوال کے حوادث و ایام گزرتے هیں ' تهیک اسي طرح کے حوادث و ایام سے فکر انساني کي اِن کاغذي مخلوقات کي تاریخ بهي مرتب هوتي هے - ایک شخص دنیا کے کسي خاص حصے میں پیدا هوتا هے ' لیکن سیلاب حوادث اچانک اُسے دنیا کے ایک دور دراز حصے میں پہنچا دیتے هیں جسکا اُسے کبهي وهم و گمان بهي نه هوا هوگا - یهي حال دنیا کي مشہور و معروف کتابوں اور اُن کے تاریخي نسخوں کا بهي هے - سینکڑوں هزاروں کتابیں اور اُن کے نسخے آج دنیا کے مختلف حصوں میں موجود هیں - اگر اُن کي تاریخي حیات پر نظر ڈالي جائے ' تو انقلاب و حوادث عالم کي ایک عجیب و غریب داستان نمایاں هوجایگي - نہیں معلوم انتقال اور تغیر کي کیسي کیسي منزلوں سے گزرنے کے بعد ' وہ اپنے مولد و منشاء کي جگه ' ان مقامات میں آج پناہ گزیں هو سکے هیں - بہت ممکن هے که ایک کتاب اب سے ایک هزار برس پہلے دنیا کے کسي ایک گوشه میں پیدا هوئي هو ' اور آج دس صدیوں کے اُن انقلابات و تغیرات کے بعد جن سے بے شمار ملکوں اور قوموں کي موت و حیات اور عروج و زوال کي داستانیں وابسته هیں ' دنیا کے ایک دوسرے انتہائي گوشه میں پہنچ گئي هو !

(ایک نسخه کي سوانح حیات)

شیخ ابو اسماعیل ازدي نے دوسري صدي هجري کے وسط میں فتوح الشام کي روایات جمع کیں - صاحب ابن عباد نے چوتهي صدي هجري میں اپنے خزانۂ کتب کے لیے اُس کا نسخه ابن فارس امام لغة و عربیة کي زیر نگراني و تصحیح لکھوایا - پانچویں صدي میں یه نسخه نہیں معلوم حوادث و تغیرات کي کتني منزلیں طے کرکے غزني پہنچا ' اور سلاطین غزنویه کي مواهیر اُس پر ثبت هوئیں - پهر غزني سے نکل کر دشت غربت و مهاجرت کي نئي نئي منزلیں طے کیں ' اور تمام بلاد ایران و عراق طے کرکے مصر پہنچا ' چنانچه ساتویں صدي کے اواخر میں شیخ ابو یعلیٰ مصري کا دستخط اُس پر ثبت هوا ' اور نصف صدي تک اسي سر زمین میں مقیم رها - پهر اُس کے بعد یهي نسخه یمن پہنچتا هے ' اور کتب خانۂ شاهي کي مهر اس پر ثبت هوتي هے - نیز بعض سلاطین یمن اسي نسخے پر اِسکي قرأت و درس کي اجازت اپنے شیوخ سے لیتے هیں - پهر یمن سے یه نسخه نکلتا هے ' اور کالي کٹ (مالا بار) پہنچتا هے ' مگر وهاں کي آب و هوا راس نہیں آتي ' اور تهوڑے هي عرصه کے بعد دکن پہنچکر سلاطین عادل شاهي کا مهمان هوتا هے - یہاں عرصه تک مقیم رهتا هے ' لیکن اُس کے بعد پهر طرح طرح کے تغیرات و حوادث پیش آتے هیں - یہانتک که بالآخر یه نسخه سنه ۱۷۹۹ - میں ایک فرانسیسي کے هاتهه لگتا هے اور اب پیرس کے قومي کتب خانے میں محفوظ هے !

کتاب عراق میں پیدا هوئي ' رے میں لکهي گئي ' غزني میں مقیم هوئي ' غزني سے مصر پہنچي ' مصر سے یمن ' یمن سے مالا بار ' مالا بار سے بیجا پور ' بیجا پور سے پانڈي چري ' پانڈي چري سے ایشیا اور یورپ کے تمام بري اور بحري فاصلے طے کرکے پیرس دار الحکومت فرانس میں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

(هندوستان کا گذشته دور علم)

اِس سلسله میں هندوستان کا پچهلا دور علم خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هے - یه سب عربي و اسلامي تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعید و مهجور تها - دمشق ' بغداد ' قاهره ' اندلس ' خوارزم ' شیراز ' رے ' اصفهان ' یمن ' وغیره ممالک ' عربي و اسلامي تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رهے ' لیکن هندوستان ان میں سے کسي ملک سے بهي متصل اور قریب نه تها - تاهم هندوستان میں وقتاً فوقتاً علوم عربیۂ و اسلامیه کے جیسے جیسے عظیم الشان ذخیرے جمع هوے ' اور عربي علوم کے اصولي نسخوں اور امهات نقل و کتابت کا جیسا قیمتي سرمایه فراهم هوا ' وہ کسي طرح بهي اسلامي تمدن کے مرکزي مقامات سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا ' اور هندوستان کے امراء و علماء کي علمي قدر دانیوں اور علمي مساعي کي حیرت انگیز شهادت بهم پہنچاتا هے - گذشته نو صدیوں کے اندر بے شمار ملکي انقلابات پیش آے - هر انقلاب میں علم و تمدن کا پچهلا ذخیره برباد هوا ' اور نئے ذخیروں کي ازسرنو بنیادیں پڑیں - خصوصاً سترهویں صدي کے اوائل سے لیکر غدر سنه ۵۷ ع کي انقلابي بربادیوں تک کا زمانه تو علمي ذخائر کي تباهیوں کا ایک مسلسل دور تها - بلا مبالغه کہا جا سکتا هے که جونپور ' مالوہ ' دکن ' دهلي ' آگرہ ' لکهنؤ ' اور مرشد آباد میں نو سو برس کے اسلامي تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کیے تهے ' اُن کا دو تهائي حصه یکقلم برباد هوگیا ' اور ایک تهائي حصه جو باقي رها ' اُس کا بهي بڑا حصه منتشر هوکر یا تو یورپ پہنچ گیا ' یا گمنام اور مجهول گوشوں میں نا پید هوگیا - با ایں همه آج بهي هندوستان کي فراهم شده کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر یا ملک سے باهر لگ سکتا هے ' اُس سے هم اسکي عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتهه اندازہ لگا سکتے هیں - عربي و اسلامي علوم و فنون کي کوئي شاخ بهي ایسي نہیں هے جس کي امهات کتب کے اصولي نسخے (یعنے وہ نسخے جو یا تو مصنف کے هاتهه کے لکهے هوے تهے ' یا آئمۂ فن کے درس و مطالعه میں رہ چکے تهے اور اسلیے نقل لینے کے لیے زیادہ مستند سمجهے جاتے تهے ' یا اسي طرح کي کوئي اور اهمیت رکهتے تهے) هندوستان نه پہنچے هوں ' اور نه صرف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں ' بلکه ایک ایک قصبه اور قریه کے اندر اُن کي بڑي تعداد موجود نه هو - قران مجید ' صحاح سته ' معاجم و مسانید ' تفاسیر و شروح ' امهات اصول و فقه ' تاریخ و علوم کے وہ نسخے جو سلاسل علم کے آئمۂ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

سب سے زیادہ مشکل تبدیلي امریکا کے دستور حکومت کي ھے - اِس تبدیلي کے لیے ضروري ھے کہ ملک کي دو ثلث آبادي کي منظوري لي جائے - یعني مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کي رضامندي ضروري ھے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کي تبدیلی اِتني مشکل نہیں ھے - وھاں پارلیمیٹ کو اختیار ھے، جب چاھے' تھوڑي سي اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجود نظام حکومت سے زیادہ بہتر اور شخصي آزادي کے لیے زیادہ ضمانت رکھنے والا سمجھا جاتا ھے - یہي وجہ ھے کہ اُس ملک میں جتني شہري آزادي موجود ھے ' اُتني روئے زمین پر کسي دوسرے ملک میں موجود نہیں - البتہ روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنے ھے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پرکس قسم کا اقتدار حاصل ھونا چاھیے ؟ اِس کے سمجھنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروري ھے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ھے ؟

" مذھب استقلال فردي " کے ماننے والوں کا خیال ھے کہ سلطنت یا قوم میں فرد ' مستقل مرکزي حیثیت رکھتا ھے ' اور یہ کہ تمام افراد نے باھم معاھدہ کرکے اپنے تئیں اِس شرط پر حاکم کے حوالہ کردیا ھے کہ وہ اُن کي شخصي آزادي کي حفاظت کرے اور دوسرے افراد کي دست درازیاں روکے - لہذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اِسي دائرے میں محدود ھے - یعني زیادتي کا روکنا - اٹھارویں صدي کے علماء سیاست میں اِس مذھب نے بہت مقبولیت حاصل کي تھي ' مگر بعد میں عملاً متروک ھوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروہ کہتا ھے کہ فرد اور سلطنت کا باھمي تعلق ایک مضبوط طبیعي تعلق ھے - یہ تعلق ویسا ھي ھے ' جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ھوتا ھے - جس طرح ھاتھہ جسم سے کٹ کر باقي نہیں رہ سکتا ' اُسي طرح فرد ' سلطنت یا قوم سے علحدہ ھوکر زندہ نہیں رہ سکتا - اِس گروہ کا خیال ھے کہ سلطنت اُس وقت سے موجود ھے ' جب سے انسان کي جماعتي زندگي کا آغاز ھوا ھے - شروع میں جب انسان ابتدائي وحشت کي حالت میں تھا ' تو اُس وقت سلطنت بھي بالکل ابتدائي حالت میں تھي - اُس زمانہ میں قبیلہ ھي سلطنت تھي - کیونکہ سلطنت کي یہ تعریف کہ " حاکم اور محکوم موجود ھوں " قبیلے پر بھي صادق آتي تھي غرضکہ اِس گروہ کا مذھب یہ ھے کہ فرد اور سلطنت میں ھرگز تفریق نہیں ھو سکتي - اِس مذھب کا نام " مذھب عضوي " ھے - اِس مذھب کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کي طرح لگا تار نموء ھوتا رھتا ھے - یہي دائمي نموء ' نظام اجتماعي کي ترقي کا باعث حقیقي ھے -

اِس تمثیل سے مقصود یہ نہیں ھے کہ سلطنت ھر اعتبار سے زندہ جسم کے مشابہ ھے - کیونکہ سلطنت کا نموء ' اضطراري اور غیر اختیاري نہیں ھے - یعني اُس کي ترقي میں افراد کے ارادے کو دخل ھے - افراد ھي اپنے ارادے سے اُسے ترقي دیتے اور آگے بڑھاتے ھیں - برخلاف اِس کے حیواني و نباتي اجسام کے نموء میں اختیار و ارادہ دخل نہیں رکھتا - وہ اضطراري و طبعي طور پر موجود ھوتا اور برابر جاري رھتا ھے -

اِس مذھب نے مذھب " استقلال فردي " کو کافي نقصان پہنچایا ھے - کیونکہ آخر الذکر ' فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کي ترقي و تقدم روکتا ھے - برخلاف اِس کے دوسرا مذھب ' افراد اور سلطنت کو ایک ھي جسم قرار دیتا ھے اور اِس طرح اُسے نفع پہنچاتا ھے - اِس مذھب کي رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصي نقصان گوارا کر لینا چاھئے - جیسا کہ ھاتھہ ' سر یا دل کي حفاظت کے لئے اپنا وجود خطرہ میں ڈال دیتا ھے -

اگر افراد اِس مذھب پر ایمان لے آئیں ' تو حاکم کے اُن تمام قوانین کي بخوشي اطاعت کرینگے ' جن سے اگرچہ شخصي طور پر اُنھیں نقصان پہنچ سکتا ھے مگر وہ جماعت کے لئے مفید ھیں - کیونکہ وہ سمجھینگے کہ قانون ' عام فائدہ کے لئے ھے ' نہ کہ شخصي فائدہ کے لئے ' اور یہ کہ عام مصلحت کے مقابلے میں شخصي مصلحت فنا ھو جاني چاھئے -

لیکن اگر مذھب " استقلال فردي " تسلیم کرلیا جاے تو اِس کا لازمي نتیجہ یہ ھوگا کہ حاکمانہ قوت کا احترام جاتا رھے گا اور سلطنت کي ترقي رک جائیگي - پھر جب سلطنت کمزور ھوجائیگي تو لازمي طور پر فرد بھي کمزور ھو جائیگا - کمزور سلطنتوں کي یہي حالت دنیا مشاھدہ کر رھي ھے - وہ نہ تو خود خوش نصیب ھیں ' نہ اُن میں افراد ھي کو خوش نصیبي میسر ھے - موجودہ علماء سیاست کا خیال ھے کہ تاریخ کے تجربے اور روز مرہ کے مشاھدے ھمیں مجبور کرتے ھیں کہ " مذھب عضوي " قبول کریں اور دنیا میں اُس کي اشاعت کریں -

یہ نا ممکن ھے کہ دنیا میں کوئي جماعت ایسي موجود ھو سکے جسکي بنیاد مذھب استقلال فردي پر ھو - جماعتوں کي کامیابي و ترقي کے لیے لازمي ھے کہ اُسکے تمام افراد ' مذھب عضوي کے ماننے والے ھوں ' مجموع میں جذب ھوجائیں ' اور عموم کي مصلحت کے سامنے اپني شخصیت بھول جائیں - یہي ایک طریقہ ھے جس سے انساني جماعتیں (سیاسي ھوں یا اجتماعي) ترقي کر سکتي ھیں - کوئي انساني جماعت ' انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زندہ نہیں رہ سکتي - کیونکہ یہ نا ممکن ھے کہ تمام افراد کے اغراض اور خواھشیں بالکل متفق و متحد ھو جائیں - یہي باعث ھے کہ جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادي ' مذھب انانیت یا استقلال فردي کے طرف عام میلان پیدا کر رھي ھے ' وھاں کوئي بھي مشترک عمل کامیاب نہیں ھوتا - کتني ھي انجمنیں قائم ھوتي ھیں ' شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکھایا جاتا ھے ' لیکن پھر بہت جلد کارکنوں میں پھوٹ پڑ جاتي ھے اور پوري تحریک ختم ھو جاتي ھے -

مشرق اِس بیماري کا بري طرح شکار ھوا ھے - اُسکي وطنیت و قومیت فنا ھوگئي ھے ' عام مصالح ضائع ھوگیے ھیں ' اور جماعتي تحریکوں کي کامیابي کي بہت کم مثالیں نظر آتي ھیں - مشرق کو یہ مہلک مرض درحقیقت مستبد بادشاھوں کي وجہ سے لاحق ھوا - یہ بادشاہ صدیوں تک مشرقي قوموں پر مسلط رھے ھیں ' اور اپنے ذاتي اغراض کے لیے جماعتي مصالح برباد کرتے آئے ھیں - نتیجہ یہ ھوا کہ نسلوں کے تجربہ و مشاھدہ کے بعد مشرقي اقوام کے دلوں میں یہ بات جم گئي کہ قومي وحدت بیکار ھے ' اور مصلحت عام کے لیے سعي لا حاصل ھے - ھوتے ھوتے اب اُنکي حالت یہ ھوگئي ھے کہ وطنیت ' قومیت ' عام مصلحت ' جماعت ' وغیرہ الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئي کشش پیدا ھي نہیں ھوتي -

(یمن کے سلاطین رسولي)

یمن کے خاندان رسولي کا تذکرہ عام تاریخوں میں بہت کم ملتا ہے ' اس لیے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہیں - اس نسخہ کي تاریخ حیات کي توضیح کے لیے ضروري ہے کہ مختصراً اس کا ذکر کر دیا جاے -

یمن میں ساتویں صدي ھجري کے اوائل سے لیکر تقریباً نویں صدي کے درمیاني عہد تک ایک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رھي ہے جو " رسولي " کے لقب سے مشہور تھا - یہ لوگ اصلاً ترکمان تھے ' اور ترکمانوں کے قبیلہ " مییعک " سے تعلق رکھتے تھے ' لیکن جب اتفاقات وقت نے یمن جیسے خالص عربي ملک کا حکمراں بنا دیا ' تو ضرورت ہوئي کہ کسي نہ کسي طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطین و امراء سے ملادیں - چنانچہ ظاھر کیا گیا کہ اُن کے مورث اعلی جبلہ بن ایہم غساني کي نسل سے ھیں جو حضرۃ عمر (رضي اللہ عنہ) کے زمانے میں مسلمان ہوکر پھر مسیحي ھو گیا تھا ' اور قسطنطنیہ چلا گیا تھا - الحاق نسب کي صورت یہ اختیار کي گئي کہ جبلہ عرصہ تک روم میں مقیم رہا - اُس نے اگرچہ مسیحي مذھب اختیار کرلیا تھا ' لیکن اس کا قلب مطمئن نہ تھا - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصیت کي کہ بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک میں جائیں اور مسلمان ہوکر زندگي بسر کریں - وہ ترکمانوں کے قبائل میں آکر مقیم ہوگئے - اور اس طرح ان کي عربیت ' ترکمانیت سے مبدل ہوگئي !

اس خاندان کا پہلا فرد جو تاریخ میں نمایاں ہوتا ھے ' محمد بن ھارون بن یوحي رستم ھے - خلفاء عباسیہ کے زمانے میں یہ عراق آیا اور تھوڑے عرصہ کے اندر عزت و قبولیت حاصل کرلي - اُس زمانے میں حکومت بغداد کو ایک سفیر و رسول کي ضرورت تھي جو مصر و شام میں احکام خلافت کا مبلغ ھو - خلیفہ نے محمد بن ھارون کا اس غرض سے انتخاب کیا ' اور اس طرح یہ خاندان پہلے عراق سے شام میں ' اور پھر شام سے مصر میں منتقل ہوگیا - بغداد کي سفارت و وکالت کي بنا پر محمد بن ھارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تھا - یہ تلقب اس قدر مشہور ہوا کہ آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر میں جب ایوبیوں کي حکومت قائم ھوي ' تو یمن اُس وقت مصر کے زیر اثر تھا - انھوں نے وھاں کي ولایت کیلیے توران شاہ بن ایوب کو بھیجا ' اور اسکے ساتھہ خاندان رسولي کو بھي روانہ کر دیا ' کیونکہ مصر میں انکي موجودگي سیاسي مصالح کے خلاف تھي - عرصہ تک یہ خاندان یمن میں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رہا - لیکن ساتویں صدي کے اوائل میں جب ملک ظاھر بیبرس مصر میں حکمراں ہوا ' تو یمن میں ایسے تغیرات و حوادث پیش آئے کہ اِس خاندان کو اِمارت سے نکل کر ریاست و فرمانروائي کي تخت نشیني کا موقعہ ملگیا ' اور کچھہ عرصہ کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بھي اس کا استقلال تسلیم کرلیا - اس خاندان کا پہلا حکمراں ملک المنصور نور الدین عمر بن علي بن رسول تھا - یہ سنہ ۶۲۸ - میں مسند نشین ہوا ' اور سنہ ۶۴۷ ھ میں اپنے غلاموں کے ھاتھوں قتل ہوا - یمن کے علاوہ حجاز و حرمین کي حراست و خدمت بھي مصر سے نکل کر اسي حکمراں خاندان کے قبضہ میں آگئي تھي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعیل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تھا ' جسکا اس نسخہ کي تحریر میں ذکر ھے ' اور جس کے کتب خانہ سے یہ نسخہ نکل کر کسي طرح ھندوستان پہنچ گیا ھے -

ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنہ ۷۷۸ - ھ میں مسند نشین ہوا ' اور سنہ ۸۰۳ - ھ میں انتقال کیا - شیخ شرف الدین بن ابي بکر المقري نے مرثیہ لکھا تھا ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کیے ھیں :

ھو الدھر کرت بالخطوب کتائبہ
و غضت بانیاب حداد نوائبہ

تمام مورخین بالاتفاق شہادت دیتے ھیں کہ اس خاندان کے تمام سلاطین اھل علم و فضل تھے ' اور علم و فضل کي قدر شناسي میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھے - اس خاندان کا پہلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نیابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حیثیت حاصل کرلي ' سلطان نورالدین تھا - الخزرجي صاحب عقود اللؤلویہ (جس کا ذکر آگے آتا ھے) لکھتا ھے کہ اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغولیت یہ تھی کہ اطراف عالم سے اھل علم و فضل کو یمن و حجاز میں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکہ معظمہ ' تعز ' عدن ' زبید ' وادي سہام ' اور تہامہ کے ایک ایک قصبہ میں اُس نے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کیں - مکہ معظمہ کا مدرسہ اُس عہد کے تمام مدارس حجاز پر فوقیت رکھتا تھا - زبید میں تین مدرسے الگ الگ تعمیر کیے - مدرسۂ شافعیہ ' مدرسۂ حنفیہ ' اور دارالحدیث - اِن سب کے لیے اوقاف و محاصل تھے جن سے مدرسین و طلباء کو وظائف دیے جاتے تھے - (جلد اول : ۸۴) ملک المظفر جو اس سلسلہ کا دوسرا فرمانروا ھے ' وہ نہ صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تھا ' بلکہ خود بھي صاحب علم و فضل تھا - تفسیر ' حدیث ' اور طب میں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کیا ھے - الخزرجي لکھتا ھے کہ حدیث کي تمام امہات کتب اس نے اپنے قلم سے لکھي تھیں - ان کي تعداد و ضخامت دیکھکر تعجب ہوتا ھے کہ حکومت کي آلودگیوں کے ساتھہ علم و کتابت کے لیے اِتنا وقت کیونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا یہ حال تھا کہ امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر جب اُس کي نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنہ محسوس ھوے - اُس وقت قاھرہ میں تاج الدین بن بنت الاعز قاضي القضاۃ تھے - اُنھیں لکھا کہ تفسیر کے مصححہ نسخے بھیج دیں - اُنھوں نے چار نسخے بھیجے - لیکن ان سب کا بھي وھي حال تھا - اس پر خیال ہوا کہ خود مصنف کے قلم کا لکھا ہوا مسودہ دیکھنا چاھیے - چنانچہ ایک سفارت یمن سے ھرات بھیجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکھا ہوا اصلي نسخہ بصرف کثیر حاصل کیا - خود سلطان موصوف کي یہ عبارت خزرجي نے نقل کي ھے " میں نے جب یہ اصلي نسخہ دیکھا تو میري کاوش دور ہوگئي ' کیونکہ اس میں وہ تمام مقامات سادہ چھوڑ دیے گئے تھے ' اِس سے معلوم ہوتا ھے کہ مصنف کا ارادہ نظر ثاني کا تھا جو پورا نہ ھوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اھل نظر نے تفسیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ھے ' وہ سلطان موصوف کي صحت نظر و رائے کي تصدیق کرینگے -

خوارزم ' بلاد فارس ' اور مغرب و اندلس میں لکہے تہے یا انکي تصحیح کي تهي ' نه صرف دهلي و آگره کے شاهي کتب خانوں میں بلکه جونپور اور اوده کے قریوں تک میں موجود تہے - یاقوت مستعصمي کے لکہے هوے مصاحف ' رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححه قرآن ' حفاظ حدیث کے لکہے هوے یا املاء شده مجامیع حدیث ' حافظ ابن صلاح اور نو وي جیسے اکابر حدیث کے دستخطي صحیحین ' حافظ ابو الحجاج مزي اور امام ذهبي کي مصححه صحاح سته ' حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کي خود نوشته مصنفات ' آگره اور دهلي میں اسي طرح ملتي تهیں ' جس طرح بغداد اور قاهره میں مل سکتي تهیں !

(پانچ نسخے)

هندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بهي اس پچهلے دور علم کے نشان قدم باقي هیں - حیرت هوتي هے که علم و فن کے اُن ذخائر کي کثرت و عظمت کا کیا حال هوگا ' جو اتني بربادیوں کے بعد بهي بے نام و نشان نه هو سکے ؟

هم چاهتے هیں' اس سلسله میں بعض تاریخي نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کي تاریخ پیش نظر هے - یه وه نسخے هیں جن میں سے کسي کي زندگي پانچ صدیوں سے کم نہیں هے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے هیں :

(۱) جامع صحیح بخاري کا نسخهٔ رسولي مصححهٔ و درسیهٔ شیخ مجدد الدین فیروز آبادي صاحب قاموس و سفر السعادة -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححهٔ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمه - و درسیهٔ حفاظ مدرسهٔ اشرفیهٔ قاهره -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدیــن الابیــوردي (المتوفي سنه ۵۵۷ ھ) مصححـــهٔ مصنف جس پر قاضي الفاضل یعنے قاضي عبدالرحیم بن علي وزیر سلطان صلاح الدین ایوبي کا دستخط ثبت هے -

(۴) تاریخ مکه ابوالفرج عبدالرحمن بن علي الجوزي - مصححهٔ شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزي -

(۵) مقامات حریري کا نسخه غرناطه جو امیر ناصر الدین عسقلاني (المتوفي سنه ۷۳۳ ھ) کے کتب خانه میں داخل هوا - پهر سنه ۹۷۰ میں دکن پہنچا ' اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامي نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاري نسخهٔ رسولي)

آج هم صحیح بخاري کے نسخهٔ رسولي کے آخري صفحه کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے هیں - یه نسخه مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دهلي کے کتب خانه میں موجود هے - اس نسخه کي تاریخي نوعیت حسب ذیل هے :

(۱) اصل نسخه بغداد میں لکها گیا هے اور وهاں درس و املاء میں ره چکا هے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ' اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکي تصحیح کي اور جابجا بین السطور اور حواشي میں اختلاف رواة و نسخ کي نسبت فوائد و مفهیات کا اضافه کیا -

(۳) شام سے یه نسخه غالباً مصر پہنچا' اور خاندان رسولي کے امراء مقیمین قاهره کے هاتهه لگا - جب وه یمن پر قابض هوے تو اُن کے ساتهه یمن پہنچکر شاهي کتب خانه میں داخل هوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادي صاحب قاموس ' یمن پہنچے' اور سلطان ملک الاشرف رسولي نے اُن سے صحیح بخاري کي اجازت حاصل کرني چاهي ' تو اسي نسخه پر درس و املاء کا سلسله جاري هوا ' اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کي سطور تحریر کردیں -

چنانچه کتاب کے آخر میں شیخ مجدد الدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم هے :

" ...... سماعاً علي لجمیع الصحیح مولانا و مولینا و خلیفة الله في عصرنا ' السلطان بن السلطان بن السلطان ' المالک الملک الاشرف ' ممهد الدینا و الدین ' اسماعیل بن العباس بن علي بن داؤد ' خلد الله سلطانه ' و شید بعدله قواعد الدین و ارکانه ؛ في بضع و ثلثین مجلساً من شهر رمضان ' سوي المجلسین الاخرین في شوال ' من عام تسعة و تسعین و سبعمائة ' و اجزیت روایته و روایة سائر ما یجوز لي و عني روایته بشرطه - قاله و کتبه الملتجي الی حرم الله تعالی محمد بن ابي محمد بن محمد بن ابراهیم الفیروزابادي تجاوز الله عنه ' و صلی الله علي سیدنا محمد و اله و اصحابه و سلم "

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی دواعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعۂ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ "تاریخ امم اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے، جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کرکے کتاب کے متعدد اہم مقالات زیادہ مبسوط اور جامع کردیئے ہیں، اور ترتیب بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہیے جس قدر اس کتاب میں نظر آرہی ہے۔ تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقالہ عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کردینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں غور و کاوش اور نظر کی راہ باز ہوتی ہے۔

عباس بن عبدالمطلب

عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور مدبر تھے۔ جاہلیت میں ابو سفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص آخری حد تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ یہ خلافت عثمانی میں (۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے۔ ہجرت سے دو برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی۔ حضرت عمر، ان کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے انھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے، اور باوجود کم سنی کے ان سے فتوی لیتے تھے۔ حضرت عثمان نے انھیں ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کی خلافت میں وہ انکے دست راست اور قوت بازو تھے۔ بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی انھیں ملی تھی۔ امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہوکر طائف میں مقیم ہوگئے اور وہیں ۶۸ھ میں انتقال کیا۔

علی بن عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، انکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے۔ یہ عین اس دن پیدا ہوئے جس دن امیر المومنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اسی مناسبت سے ان کا نام، علی رکھا گیا۔ یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی حوصلہ تھے۔ کہا جاتا ہے، اس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قریشی موجود نہ تھا۔ ان کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے۔ بنی امیہ نے انھیں مدینہ اور دمشق کے راستہ پر ایک گاؤں "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا۔ یہ وہیں رہے اور ان کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی۔ ۱۱۷ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

محمد بن علی

علی بن عبداللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ وہ ابراہیم، ابو العباس السفاح، اور ابو جعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا۔ اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبداللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کرکے انھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کرلی؟

آنحضرۃ (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں۔ بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہوگیا۔

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنو ہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی۔ اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے۔ یہ اگرچہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ مسن تھے، مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا۔

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور ان کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے از سر نو سر اٹھایا، حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرکے انکے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا۔ انھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو۔

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کردی جائے۔ اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ، اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے۔ تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی۔ ان کی برائیاں مشہور کی جانے لگیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے ولاۃ و حکام بدنام ہوگئے اور عام شکایت پیدا ہوگئی۔ اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے۔ حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے حد درجہ احتیاط نے اس صورت حال۔ کہ لئے بہت ہمت افزا فضا پیدا کردی تھی۔ انھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بن کر دار الخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضرت عثمان نے غایت درجہ نرمی دکھائی۔ ان کی تمام شکایتیں تسلیم کرلیں، اور مطالبات منظور کرلئے۔ اسپر بظاہر سبھی نے رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا۔ مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستہ سے واپس لوٹا۔ اس کے پاس ایک خط تھا جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کرڈالا جائے"۔ بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا۔ لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو انھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ بلوائیوں نے یقین کرلیا۔ مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اس کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اسپر انھوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر اس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت اسوقت تک قطعاً ناآشنا تھی یعنی حضرت عثمان قتل کرڈالے گئے۔ یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی۔ آپ نے پس و پیش کے بعد قبول کرلیا۔ لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا۔ رشتۂ نظم و ملت بکھر چکا تھا۔ سرکشی و طغیان کا مادہ سر اٹھا چکا تھا۔ نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا۔ مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوگئے۔

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا مگر انھوں نے انتہائی دانشمندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کردینا چاہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور ان کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں۔ انھوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کرلی، اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ ۵۰ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ امیر معاویہؓ نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

اسي خاندان کا تيسرا حکمران الملک المويد تها جس کي نسبت خزرجي نے تصريح کي هے که اسکي تصنيف مختصر کتاب الجمهرة علماء عصر ميں مقبول و مشهور هے -

ملک الاشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمه حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر کامنه ميں درج کيا هے - وه لکهتے هيں علم و فضل کا قدر شناس تها اور خود بهي تمام علوم عربيه و دينيه ميں درجهٔ رسوخ و نظر رکهتا تها - اسکي مصنفات ميں سے يمن کي دو تاريخيں ' تاريخ ابن خلکان کا مختصر ' اور فن انساب ميں بغية ذوي الهمم اس درجه کي کتابيں تهيں ' جنکي اهميت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کيا تها -

خود ملک الاشرف کا (جسکے کتب خانه کا يه نسخه هے اور جس نے اِس پر فيروز آبادي سے سند حديث لي) يه حال تها که مصر ' حجاز ' شام ' عراق ' اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکي قدر شناسيوں نے کهينچ بلايا تها - اس نے بهي اپنے پيشروؤں کي طرح بلاد يمن و حجاز ميں متعدد عظيم الشان عمارتيں درس و ترويج علم کيليے تعمير کيں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کيليے وقف کر ديے - وه خود بهي صاحب علم و فضل تها اور علوم لغة و ادب اور فقه و حديث کا هميشه اشتغال رکهتا تها - اُس کي علمي قدر دانيوں کا اندازه کرنے کے ليے صرف رهي معاملات کفايت کرتے هيں جو اس ميں اور فيروز آبادي ميں پيش آتے رهے - عربي لغة کي سب سے زياده مقبول و متداول کتاب القاموس اُسي کي قدر دانيوں نے فيروز آبادي سے لکهوائي تهي - چنانچه قاموس کے ديباچه ميں مصنف اِس خاندان کے مدح کرتے هوئے لکهتا هے :

مولي ملوک الارض ' من في وجهه
مقباس نور أيما مقباس

(مجدد الدين فيروز آبادي)

مجدد الدين فيروز آبادي اُن اکابر علم ميں سے تهے جنهيں سلاطين وقت کي فياضيوں نے صف علم کي طرح صف اِمارت ميں بهي ممتاز کرديا تها - اُن کا سنه ولادت ۷۲۹ هـ - هے اور تاريخ وفات ۲۰ شوال سنه ۸۱۷ - هـ گازرون ميں پيدا هوے ' شيراز ميں ابتدائي تعليم حاصل کي - اور عراق اور مصر و شام کے ائمهٔ علوم سے تکميل کي - اُن کے اساتذه ميں وقت کے تمام ائمهٔ علوم مثلاً شيخ تقي الدين سبکي ' ابن مظفر النابلسي ' حافظ علائي ' ابن نباته ' عزالدين ابن جماعة وغيرهم کے نام نظر آتے هيں - امام ابن قيم بهي اُن کے اساتذه ميں هيں - يه اُنهي کے فيض تلمذ کا نتيجه تها که اگرچه اُن کي ابتدائي نشو و نما فقهاء شافعيه کے زير اثر هوئي ' ليکن تقليد کي بندشوں سے آزاد هوگئے ' اور اصحاب تحقيق و اجتهاد کا ذوق و مشرب پيدا هوگيا - چنانچه ان کي کتاب سفر السعادة اور الاسعاد في رتبة الاجتهاد ميں اِس ذوق کي جهلک صاف نماياں هے - اُس عهد کے سلاطين ميں کوئي پادشاه ايسا نهيں هے جس نے اُن کي قدر داني نه کي هو - شاه منصور بن شجاع صاحب تبريز ' ملک الاشرف صاحب يمن ' بايزيد يلدرم ' تيمور صاحب قران '' احمد بن اويس صاحب بغداد ' ناصر الدين محمد شاه دهلي : اِن سب کے درباروں ميں وه پهنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال هوے - سنه ۷۹۶ هـ ميں هندوستان سے واپس جاتے هوے سواحل يمن ميں اُترے اور ملک الاشرف سلطان يمن سے ملاقات هوئي - وه ان کے فضل و کمال کا غلغله پہلے هي سن چکا تها - يه موقعه غنيمت تصور کيا ' اور يمن کي اقامت پر اصرار کيا - اُس زمانے ميں يمن کے قاضي القضاة جمال الدين الريمي شارح التنبيه کا انتقال هوگيا تها اور منصب خالي تها يه اس منصب پر مامور هوے اور بيس سال تک يمن کے قاضي القضاة رهے -

(نسخه کي تاريخي توثيق)

خوش قسمتي سے يمن کے خاندان رسولي کي ايک مستقل تاريخ شائع هوگئي هے - يه شيخ علي بن الحسن الخزرجي کي العقود اللؤلؤية في تاريخ الدولة الرسوليه هے جسے دو دو جلدوں ميں گب ميموريل فنڈ کے امينوں نے قاهره ميں چهپوا کر شائع کيا هے - اس کا اصلي نسخه يمن سے عهد عالمگيري ميں ' هندوستان آيا تها ' اور معتمد خاں عالمگيري کے کتب خانے ميں داخل هوا تها - وهاں سے نکلا اور محمد شاه کے عهد ميں اسکے وزير قمر الدين خاں منت کے قبضه ميں آيا - قمر الدين خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن هسٹنگز کے پاس پهنچا - اُس نے انڈيا آفس کے کتب خانے کي نذر کرديا -

اس تاريخ ميں سلاطين رسوليه کے عهد کے واقعات روزنامچه کي طرح تاريخ وار درج هيں - ميں نے اس خيال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالي که شايد اس نسخه کے درس و املاء کي طرف کوئي اشاره مل جاے - ميرا قياس صحيح نکلا - فيروز آبادي نے صحيح بخاري کے درس و املاء کي جن مجالس کا اپني عبارت ميں ذکر کيا هے ' ٹهيک اُنهي تاريخوں ميں اُسکا ذکر خزرجي نے بهي کيا هے -

سنه ۷۹۶ کے واقعات ميں لکهتا هے :

" ۲۴ رمضان کو يمن ميں امام فقيه علامة القاضي الاجل مجد الدين محمد بن يعقوب الشيرازي پهنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کيا - چار هزار درهم بطور رقم ضيافت کے پہلے هي دن مرحمت فرماے - اس سے پہلے چار هزار درهم عدن بهيجے گئے تهے تاکه عدن سے زبيد تک کے مصارف سفر ميں مدد ديں - شيخ موصوف علوم حديث ' نحو ' لغة ' تاريخ ' اور فقه ميں درجهٔ مشيخت رکهتے هيں - انکي مصنفات ميں سے بخاري کي شرح هے جو نهايت مشرح اور مفيد هے " (جلد ۲ : ۲۶۵)

پهر سنه ۷۹۷ هـ - کے وقائع ميں لکهتا هے که ۶ - ذي الحجه کو شيخ مجد الدين قاضي القضاة مقرر کيے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے ميں شائع هوا - (صفحه ۲۷۸)

سنه ۷۹۹ هـ کے وقائع ميں لکهتا هے :

" و في شهر رمضان من هذه السنة سمع السلطان صحيح البخاري من حديث رسول الله صلعم على القاضي مجد الدين يومئذ و كان ذا سند عال من طرق شتى " (صفحه ۲۸۹)

اس تصريح سے عبارت مندرجهٔ نسخه کي پوري توثيق هوگئي - معلوم هوگيا که سلطان ملک الاشرف نے فيروز آبادي سے صحيح بخاري کي سند و اجازت حاصل کي تهي ' اور رمضان ميں املاء و سماع کا سلسله جاري رها تها - جو نسخه زير درس و املاء رها ' اور جس پر سند دي گئي ' وه يهي نسخه هے - نهيں معلوم اس نسخه پر ايام و حوادث کے کيسے کيسے تغيرات گزر چکے هيں ؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اُس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پُرانے شرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کردئیے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزرعۂ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کرکھے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہوجائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کرکے دنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت ان میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۱۰ مسجدیں ہیں۔ ان میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر منبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کرلیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد پادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخور دانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں علم لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچے کی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسروں اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبدالعزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کرلیتا ہے۔ عمر، ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا زرکش جبہ پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن عموماً، بغل میں دابے رہتے ہیں تاکہ تیز چل سکیں۔ پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کردئیے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنادی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہوگئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل اللہ المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین، اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کردیں۔ ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھاوے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کرسکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارتگری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحراء ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جسنے اُنھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کردیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علیحدہ علیحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہوجائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہوسکتا۔ برخلاف اس کے اسی صحرائی

پیروکی۔ یہ ولی عہدی کی پہلی بدعت ہے جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن بُری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پر بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعہ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں متمکن ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبداللہ بن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر اور عراق زیرنگیں ہو گئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبداللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہے۔

اسی زمانہ میں ایک خودغرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعوی کیا اور امام مہدی یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معمر محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرار اُس کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کر ڈالا۔ مختار مغلوب ہو گیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنہی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مجبوری کی بیعت قرار دیا حتی کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہے:

وسبط لا یذوق الموت حتی   یقود الخیل یقدمہا اللواء

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ اُنھیں زندہ بتاکر اُنہی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعوی کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں محصور ہے۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچتا ہے، کیونکہ واقعہ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہے جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضروری ہے اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہے۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ انہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حُمیمہ نامی مقام میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبداللہ کے یہاں حُمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبداللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُس وقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبداللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہو گئی اور "زیدی" کہلائی جو آجتک موجود ہے۔

خلافت کے لئے عملی جدوجہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبداللہ بن عباس کے طرفدار ہو گئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحیی کے۔

علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ، اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کر لیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبدالمطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں اچانک منتقل نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انھوں نے جلدبازی سے پرہیز کیا، اور سکون و صبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑ جاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کر دیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہو جاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانشمندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا صدر مقام تھا لہٰذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہو سکتے تھے: ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہے کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہو جائے۔ عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قریشی قبائل کی منافست سے متاثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہو سکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو، جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو، تاکہ اُنھیں قومی عزت و عروج حاصل کرنے کا نیا موقعہ مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہے کہ جب محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہے۔ بصرہ، عثمانی ہے اور امرِ امان کا قائل ہے۔ وہ کہتا ہے قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہے، وحشی بدوؤں اور نصاری کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہے۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہے۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہے۔ لیکن ہاں خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، دل ہیں، شجاعت ہے، سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں ٹکڑے نہیں کیا ہے، فساد نے اُنھیں بگاڑا نہیں ہے۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہے، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں، میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہے"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبداللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دئے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبداللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا النقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسی بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسی بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے ان سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلہ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہے جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابو العباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آج کی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہے۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالی صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحۂ بکا، بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجامیز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغازِ مرض

۱۵ اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب ظاہر ہوا اور بالآخر یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ واپس آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطبا سے معائنہ کرایا گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ دوشنبہ کو مرض نے از سرِ نو حملہ کیا۔ بارہ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے اپنی حرم سے اچانک کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہوگئی، اور اسی دن یعنی ۲۳ اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائر روح پرواز کر گیا!

انا للہ و انا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے وفادار مُرید اور بھانجے فتح اللہ پاشا برکات بھی بسترِ مرگ کے پاس موجود تھے۔ وفات کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر کر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنا میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن اُنھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر یک وقت سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اُوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو! تمھارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے، لیکن اگر تم چاہو تو اُنھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو"

مگر یہ وقت نصیحت سننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب جوار کے لوگوں نے سُنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہو!

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دُنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے۔ مصر میں اِن دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر اُنھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کر دی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ ادھر کئی سال سے یہ معزز خاتون بیمار ہے۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بہ مشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کر دی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کر کے کی تھی۔

مجلسِ وزراء

اطلاع پاتے ہی مجلس وزراء کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دیئے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزراء اور سفراء دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امراء، وزراء، سفراء، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علماء، کاہن، ربّی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں موجود تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب مُنہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں، مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر اُنھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزراء اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اُٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہے معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رُو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے"، ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کر دیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے اس سے انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کر لیا تھا۔ اُنھوں نے اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے"، مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الٰہ الا اللہ ــــ البقاء للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحماک یا سعدا!" عورتیں چلائیں "فلتحی ذکری سعدا!"

بادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کردی ہے۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہے۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دارالسلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے ہم دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہے۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشہ گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہے جو نہ دولت سے محبت کرتا ہے نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہو سکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہو گئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پا جائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہو گئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احسار، کویت اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہے۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کر لی ہے اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تجارتی شہر ہے نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سُن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آبیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہے۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا۔ میرے خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہے کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبدالعزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کر کے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہے۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ، "مجلس کبیر" کہلاتی ہے۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امرا سے ملاقات ہوتی ہے۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر ابہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں، نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہے کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہے۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اسمیں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبداللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کر رہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہے، حالانکہ سید عبداللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبداللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہے"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبداللہ بن عائد نے۔

اس مجلس سے اُٹھ کر سلطان اپنے والد "عبدالرحمٰن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ اِن کی عمر اب نوے سال کے قریب ہے مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہو کر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہے۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہے۔ اس کی شرافت و سخاوت دُور دُور مشہور ہے۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہے۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کردی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلۂ اطاویہ اور سلطان بن مجاد شیخ قبیلۂ غطغط، سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے ہیں ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سُنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال ایام حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہو گیا تھا، اُسمیں فیصل الدرویش کی رائے ہے کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کر رہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن مجاد کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دُور ہو گئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہے کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شریعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھدی گئی ہے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی لہذا اُسے موت سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈھنی چاہیے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہو جانا، شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر انھیں اس درجہ یقین ہے کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہے، تو بیک زبان نعرہ مارتے ہیں "واخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنة!" (لے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہو گیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنة" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہے تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں اُن کا قول ہے "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہے، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مر کر سرمدی زندگی حاصل کر لو" میدان سے بھاگنا اُنکے خیال میں ایسا عیب ہے کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کر دیتی ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت، عرب میں اس قدر مشہور ہو گئی ہے کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہو گئی تھی کہ بے لڑے ہتیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احسار اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی، سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہے، اُسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں مُردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آخرت میں انھیں جو درجہ ملے گا وہی اصلی درجہ ہے ہمیں انکے لئے اسی کی دعا کرنی چاہیے۔

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُسمیں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کردیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہو کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا۔ حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ اِن کپڑوں میں ایک سرخ جبہ بھی ہو جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہو۔ اِس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کردی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کردیا جائے

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دُنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آرہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اِس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ اِن دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہو اور اِس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہو۔ اگر میں اِن تمام پیغاموں کا ذکر کردوں تو چھٹی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہو کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہو؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہو؟

ٹائمس آف لنڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہو کہ تاریخ اُنھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز زندہ روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا مکمل نمونہ تھے زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاق عادت شجاعت اشدید صراحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے اُنھیں نہایت ممتاز کردیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آجتک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور ملک کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہو کہ مشرقی رہنما مغربی رہنماؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں، لیکن سعد زغلول، اِس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں۔ جو ۷۰ سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی ... برطانیہ نے زغلول کو جلا وطن کیا تھا۔ لیکن اِس عظیم انسان کے دل میں اِس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہو جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کرسکتا اور پورے جوش سے اُن کا جواب دے سکتا ہو۔ کوئی شخص بھی اِس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا....!"

ڈیلی نیوز لکھتا ہو:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و بسالت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جارہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علمبردار ہو!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دلوں میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا"

منچسٹر گارڈین لکھتا ہو:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہو کہ اُسے ۳ مرتبہ جلا وطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملالیں، مگر اُسنے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہنماؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی"

یہ انگلستان کے متعصب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اِس سے بہت زیادہ لکھا ہو۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کرسکتے۔ یہ تمام رائٹر تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہو۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہو: سعد پاشا، مصر کے اسوقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں گزرا۔ وہ دُنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے ..."

"ایکوڈی پاری" لکھتا ہو "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علمبردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا..."

اخبار "دیبا" لکھتا ہو "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کردیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی..."

مکتوب بہت دراز ہوگیا ہو۔ آیندہ ہفتے انشاء اللہ میں دکھاؤں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑسکتا ہو؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے قارئین اندازہ کرسکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

"۵ر اکتوبر ۱۸۸۰ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۲ر کا ہوتا ہو) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم، خوش اطوار ہو۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہو"

یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہو۔ اُسوقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہوگئی۔

۳ر مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول"، کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہوگیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۶ر ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کمشنری میں محافظ دفتر کا غذات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ر جون ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے

یکم فروری ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۵ پونڈ ہوگئی۔

یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ر اپریل ۱۸۹۹ء میں اُنھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔

۱۲ر جنوری ۱۹۰۴ء میں اُنھیں نیشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہوگئی۔

۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

۱۲ر نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ر جنوری ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔

۲۳ر فروری ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ر جنوری ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ر مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۰ر جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۳ر اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہوگئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہوگئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے ملحق کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جاسکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اِس ہفتہ کا کام ختم کرکے ان کی از سر نو تعمیر شروع کردی جاتی ہو۔ ہم پوری کوشش کرینگے کہ آیندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اِس صورت میں آیندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہوسکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر بیرنگ پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہوسکا ہو۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہو کہ اسوقت تک مولانا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہو جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہو۔ اُن حضرات کو اِس طرف توجہ دلائی جاتی ہو کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کرلیا تھا کہ جسوقت تک مقدمہ اور التفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سر نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہونگے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکالیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہوچکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کرلیا ہو کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اِس کے لئے کافی وقت نکالیں گے۔

منیجر

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑہنا شروع کردیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج و پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۷ بجے جنازہ روانہ ہوگیا۔

جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علحدہ علحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارکن تھے۔ کارخانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر . . . . .

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے۔ صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں، . . . . . . بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہے، اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال و صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ہلتے تھے اور ہم آغوش ہوجاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا اعلان پیش کر رہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہے، اور وہ آزاد مصری قوم ہے۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا، بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۹ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ اُدا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کر رہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑہا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رکا۔ ۶ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ اِن میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہے۔ دُنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا۔ ایسا ماتم تھا کہ دل ہلے جاتے تھے۔ ۶ معزز آدمی بیہوش ہوکر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پورے معنی میں نشان غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد، مرگیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہے! یہ ایسی مصیبت ہے جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا۔ سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمدللہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہوچکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہے گی۔ ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مرجائینگے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہے گی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر "بیت الامہ" (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہے جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہے کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہوچکا ہے، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا۔ وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنادی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کرڈالیں۔ رکاوٹیں دُور کردیں اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کردی۔ اپنی بے مثل شجاعت سے ناممکن کو ممکن بنادیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا، سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستورالعمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑہائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی . . . .

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ اللہ تھا۔ ہدایت کا نور تھا۔ عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا . . . .

"محترم خاتون! اسوقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہے، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہے، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہے کامل آزادی کے حصول کی جدوجہد جاری رکھیں گے اور پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کردی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہے جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی . . . . ."

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلاکر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہوجائیے۔ وہ کہتی ہیں آپ کی تقریر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ آپ کی ہمدردی کی ازحد شکر گذار ہوں۔ میری زبان اس کے اظہار سے قطعاً عاجز ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ آپ سب کو سلامت رکھے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ خانم زوجۂ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوار خداوندی میں پہنچ چکا ہے، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمھاری تعزیتوں کا شکریہ اُدا کرتی لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا سپہ سالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمھاری مصیبت ہے۔ اُس کا ماتم خود تمھارا ماتم ہے۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اسی لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمھاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کرلو۔ ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہے اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہے!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مرگیا، مگر الحمدللہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہے۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہے جو بے روک ہوتی ہے، ایسی ہمت لاتا ہے جو لامتناہی ہوتی ہے۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہے تو وہ حق یہی ہے کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کردیں۔ مصر کو یاد رکھیں مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا ابتدا و منتہا ہے۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے۔ بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا۔ یہ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، دراصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہے جس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ یعنی آزادی، یعنی خود مختاری۔ اسی پر ہم جینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمھاری طرف دیکھ رہا ہے، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمھیں پکار رہا ہے، تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تم نے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو، بے شک سعد مرگیا، مگر مصر زندہ رہے! بے شک قوم کا رہنما مرگیا، مگر قوم زندہ ہے! قومی آرزوں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑہ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندہوں پر اٹھا لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کردی تھی، ہمیں آیندہ بھی راہ راست دکھلائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کرے گا . . . ."

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک بلند مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو بحالت خطابت میں ظاہر کرینگے۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خریدکر قومی عمارت بنادی

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہ اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔
بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

ادبیات

اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہے۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی سیاحرانہ خطابت ہے۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً نوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ ان سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

"سہہ تن خشوع ہو کر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سرخ رُو کر دیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کر کے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں آرام دے، ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے مُنہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پُورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کر دیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سروں میں حکمت اُتاری، جسموں میں نظام قائم کر دیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہے"

علماء دین

"میں علماء اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکرگزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہو کر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کر دی۔ تمام اختلافات دُور کر دیئے، اور ثابت کر دیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض و سماء کی عبادت سے ہے۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیاء نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیاء نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہو گئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ تم سب کا فخر ہے۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہے۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جُدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین بول اٹھے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہے۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقاء سے کہیں بلند ہے"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہے۔ یہ علم، جو اس مبارک اتحاد کا نشان ہے، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ علم میرے ہاتھ میں ہے۔ دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہئے اور وہ مصری قوم ہے"

وکالت

وکلاء کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا:

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے ان خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہے لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار کیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اسوقت ہے۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہو گیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رُکن بھی اُسمیں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اُسوقت خود وکلاء کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اس پیشہ میں در آیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سُنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کر سکوں

"یہ اُسوقت کی بات ہے جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تھا۔ اُس کی ذراسی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کر دیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کر رہا تھا۔ سرکاری وکیل نے کہا آج پیشی ٹرہا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا "مقدمہ کا التوا ناروا ہے، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلاسبب رکھنا ناجائز ہے" حاکم خفا ہو گیا "فوراً اپنے الفاظ واپس لو" حاکم نے کہا "عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورت حال کا مقابلہ کیا۔

"اسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہو گیا اور حکام، وکلاء کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتائے۔ اُسنے یہ مطالبہ ہمیں بتایا ہے کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے رود اد طلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہئے کہ خاموشی سے ہماری کوشش دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہے کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہو جانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کر لو۔ ہم اس سب پر صبر کر لیں گے، مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دست بردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہے"

قومی وحدت

"قوم اسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہے، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہے، جس کا شعور ایک ہے، جس کی آرزو ایک ہے۔ ہماری قوم کی اسوقت آرزو کیا ہے؟ کامل خود مختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اُس میں نہ فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ پوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہے نہ "فلاحین" (کسان) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہو سکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہو سکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہے پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ہے تو وہ ایک ہی فرقہ ہے۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہے ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کر لیا ہے۔ یہ معانقہ صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا دُنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہے۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔۴

۴۔ ہم شیطان کے پجاری نہیں ہیں جو انسانوں میں پھوٹ ڈالتا ہے۔ ہم خدا کے پرستار ہیں جو انسانوں میں محبت کا رشتہ پیدا کرتا ہے"

یاد رکھئے — **موسم گرما کا نایاب تحفہ** — صرف ہمدرد دواخانہ دیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبًا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمیٰ ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہو اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں - دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سے اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، دردسر دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے واسطے عمومًا اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصًا بہت مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہر طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیا کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے - ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں - قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۱) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں فی پیڈ کمیشن ملیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہٰذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور سر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے ملسکتا ہو۔ "فہرست دواخانہ بابت جنتری ۱۹۲۷ء کا رڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ - ہمدرد دواخانہ دہلی — تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے سٹیشنوں کے بک سٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو

تامل نہ کیجئے - اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسلہ میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ھے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد اڑھائي روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

اختلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمي ' اسلامي ' سہ ماهي رسالہ ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے - اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھین
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رسالہ ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ایک هفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سَو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے هیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ھے - قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البلاغ پریس"

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ — کلکتہ : جمعہ ۳ ۔ ربیع الثانی ۱۳٤٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳٤۹
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۳۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق ہون	۱۱۷

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ھے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "مینیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ھے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ھے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھہ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھہ کر سخت ہو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کر دونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ہی کہیں) مچھلی میں کبریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غائب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح وسالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورائیڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کرلیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھہ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلة المخ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کے احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ؟ تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمي تجربه)

قاریین الهلال ڈاکٹر وورنوف کے نام سے واقف هوچکے هیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقه ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج هو چکا ہے - آج هم اُس کا ایک اور تجربه - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریه - پیش کرتے هیں - یه نظریه بلاشبه عجیب ہے - اتنا عجیب که بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حواله دیتا ہے -

جدید نظریه یه ہے که صرف بوڑھے هي جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکه ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمي و دماغي قوی میں کہیں زیادہ برتر هوگي - ڈاکٹر وورنوف اِس ایندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یه دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح ہے - اُس کا دعوی ہے که اِس نسل کا هر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونه هوگا ' بہت طویل العمر هوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا !

اعادۂ شباب کا معامله ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگه پا چکا ہے - علم ' اُس کي راہ میں بہت سي مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک وشبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھ چکے هیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریه هي ہے ' اگرچه ڈاکٹر وورنوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریه کي تکمیل میں بھي وہ بندر کي گلٹیون سے کام لینا چاهتا ہے -

تفصیل یه ہے که ڈاکٹر وورنوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمي وعقلي قوی کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافه کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر هوگي - اب تک وہ مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں آٹھ برس کے ایک لڑکے پر تجربه شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قوی کي مالک هوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامه نگار سے گفتگو کرتے هوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا هوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا ہے - یہي انسان اور اُس کي نسل ابد الا آباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یه نسل ایک ایسي قہرمان عقل و جسم کي مالک هوگي که تمام مخلوقات اُس کي قوت قاهرہ کے سامنے جھک جائینگي ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یه کچھه زیادہ نتیجه خیز عمل نه تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافه هوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجه خیز هونگے - یه تجربے صرف بوڑھوں هي پر نہیں هونگے - اب میري توجه کا مرکز کم عمر بچے هونگے - وہ بچے جنکي عمر آٹھه اور دس برس کي ہے - بندر کي گلٹي هي یه حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انھیں ایک نیا آدمی بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذهانت اور جسماني قوت رکھتے هیں - یه بچے اور ان کي نسل ' مستقبل مین یقیناً نہایت عظیم هوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یه در پیش ہے که ترقي یافته بندروں (شمپانزي اور اورنگ اوٹنگ) کي کافي تعداد موجود نہیں ہے - اگر هر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یه مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریه)

هندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا هوگا - حالانکه وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بہت کم هیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماهر ہے - چنانچه سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب هي کچھه ہے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یه عجیب ڈاکٹر ' وورنوف اور اُسکے تمام هم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز هیں - جواني واپس لانے کا جو طریقه اُنھوں نے ایجاد کیا ہے ' غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضي ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر هوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعوی ہے که وہ بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کي عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري ہے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں هیں - پھر انجیکشن کے ذریعه وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یه مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي عام و تجربه حاصل نہیں هوا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ کلکته : جمعه ۳ . ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳٤۹
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق هون	۱۱۷

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

افســانـہ

ترکی تاریخ کا ایک مجھول صفحہ

(شاھزادہ چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاھزادہ " چم " کا نام سنا ھوگا - عام طور پر مورخوں نے بھی اِس کا ذکر نہیں کیا ھے - نتیجہ یہ ھے کہ یہ نام بالکل اجنبی معلوم ھوتا ھے - حالانکہ اِس کا واقعہ ترکی تاریخ میں ایک نہایت ھی غم ناک فاجعہ (ٹریجدی) ھے - اور اِس وقت بھی مشرقی دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس ھے - آج ھم قارئین الھلال سے اِس تاریخی شخصیت کا تعارف کراتے ھیں -

(۱)

چم ـــ یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " ـــ ایک بد نصیب مشرقی شاھزادہ ھے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کی - زمانے نے بے وفائی کی - حسرت و غم نے اُسکا پیچھا کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیہ کا یہ منجھلا لڑکا تھا - اُس میں جسمانی قوت ' ذھانت ' حسن ' خوش مزاجی ' رقیق احساس ' شجاعت ' جملہ اوصاف جمع ھوگئے تھے - پیدائشی شاعر تھا - ترکی شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود ھیں ' اور اُس کی ذھنی بلندی اور شاعرانہ تخیل کا بہترین ثبوت ھیں -

اُس کا آغاز نہایت امید افزا تھا - گمان ھوتا تھا کہ قدرت اُس پر پوری طرح مہربان ھے - ابھی اُس کی عمر دس برس ھی کی تھی کہ اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کی قابلیت کا معترف ھوگیا اور صوبۂ قسطمونی کا حاکم مقرر کردیا - یہاں شعراء و ادباء کی ایک بڑی جماعت موجود تھی - کم سن شاھزادے نے اُنھیں باریاب کیا ' تعلقات بڑھائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتھ شعر و ادب کا باقاعدہ مطالعہ کیا - تھوڑی ھی مدت میں اپنے استادوں سے بھی بازی لے گیا - اُسی زمانے میں ایک فارسی قصے " خورشید و جمشید " کا ترکی شعر میں ترجمہ کیا اور اپنے والد کے نام ھدیہ کیا - محمد فاتح بہت خوش ھوا - پہلے سے زیادہ مہربان ھوگیا اور صوبۂ گلیشیا کی حکومت سپرد کردی - اُس وقت چم کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی ' مگر وہ پختہ کار حکمراں بن چکا تھا -

گلیشیا میں اُس نے اپنی انتظامی قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یہ صوبہ پہلے سلجوقیوں کی ایک ریاست تھا - آل عثمان نے اُسے فتح تو کر لیا تھا ؛ مگر پوری طرح قابو نہیں پاسکے تھے - ھمیشہ بدامنی اور شورش برپا رھتی تھی - سابق سلجوقی حکمران بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رھتے تھے - مصر کے چرکس بادشاہ اور ایران کے شہنشاہ اُن کی امداد کرتے تھے - اُس وقت ترکی سلطنت میں اِس صوبے سے زیادہ مشکل حکومت کسی صوبے کی نہ تھی - والیون پر والی آتے تھے اور ناکام لوٹ جاتے تھے -

لیکن چم نے آتے ھی اپنی بے نظیر ھمت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمہ کردیا - ھولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گھس جاتا تھا - دست بدست لڑائیاں لڑتا تھا - بڑے بڑے شہ زوروں سے نبرد آزما ھوتا اور ھمیشہ غالب رھتا - تھوڑے ھی دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چھا گیا - چم کا نام دل دھلا دیتا تھا - باشندے ڈر سے اُس کا نام نہیں لیتے تھے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے !

(۲)

پانچ برس تک نہایت بیدار مغزی سے حکومت کرتا رھا - ھر طرف امن و اماں قائم ھوچکا تھا - کوئی پیچیدگی بھی باقی نہیں رھی تھی - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلی پیدا کی ' اور اِسی تبدیلی سے اُس کی بد نصیبی کا آغاز ھوا -

حکومت کی ذمہ داریوں سے غافل ھوگیا - عیش و عشرت کی بساط بچھا دی - نفس پرستی کا دروازہ کھول دیا - اُس کا محل بوالھوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبہ بن گیا -

اب تک وہ پوری قوم کا محبوب تھا - کوئی نہ تھا جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نہ خیال کرتا ھو - ملک بھر کی یہی راے تھی کہ آئندہ سلطان وھی ھوگا - لیکن اِس نئی تبدیلی نے اُس کی شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا - دو جماعتیں قائم ھوگئیں : ایک اب بھی اُس کی مؤید تھی - پورے یورپ کے مقابلے کی قوت اُسی میں دیکھتی تھی - یہ جماعت وزیر اعظم محمد نشانی باشا کی تھی - دوسری جماعت فسق و فجور کی وجہ سے اُس کی سخت مخالفت تھی - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجھتی تھی - اِس جماعت کا سرگروہ ' شیخ الاسلام تھا -

چم کا حریف ' بایزید تھا - یہ اُس کا بڑا بھائی اور ترکی دستور حکومت کی رو سے اپنے باپ کا وارث تھا - سلطان محمد کی زندگی میں دونوں حریف دور دور رھے - لیکن اُس کی وفات کے بعد تصادم ضروری تھا -

چم ' عقلمند ' بہادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشی کی وجہ سے غفلت کا شکار ھوگیا تھا - بایزید ' بے قوف ' بزدل ' پست ھمت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تھا - بایزید اپنے بھائی کی قابلیتوں سے واقف تھا ' اِس لیے بہت بیدار رھتا تھا -

(۳)

اپنے باپ کی وفات کے وقت دونوں بھائی پایۂ تخت ' قسطنطنیہ سے دور تھے - چم گلیشیا میں تھا اور بایزید آماسیا کا حاکم تھا - وزیر اعظم محمد نشانی باشا چونکہ چم کا طرفدار تھا ' اس لیے اُس نے سلطان کی موت فوج سے مخفی رکھی - کیونکہ فوج تمام تر ترکی علماء کے زیر اثر تھی - اُس نے پہلے ایک خفیہ قاصد چم کے پاس بھیجا کہ فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض ھو جاؤ - نیز وہ تدبیریں بھی لکھدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تھا - کئی دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بھیجا اور تخت نشینی کی دعوت دی -

دونو قاصد روانہ ھوگئے - مگر چم بد قسمت تھا - اُس کا قاصد پہنچ نہ سکا - کوتاھیہ کا حاکم سنان باشا ' بایزید کا طرفدار تھا - وہ حقیقت سے واقف ھوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسری مصیبت یہ پڑی کہ پایۂ تخت کی فوج کو سلطان کی

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ھوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھہ برس کی ھے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ھوں ' گویا عالم شباب میں ھوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ھو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ھو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھہ کر سخت ھو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ھوچکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ھوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ھوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ھوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ھوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتنی بدنی قوت ھے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ھوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ھو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ھے جو میں نے ایجاد کیا ھے - مجھے از حد خوشی ھے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ھوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ھے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاھر کردونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ھے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاھر کر دینا چاھتا ھوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ھے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ھے - چالیس سال کی عمر تک جو چاھو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاھو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ھو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ھے - اس کی جگہ پر ھفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ھے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ھے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ھی کہیں) مچھلی میں کبریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ھوتا ھے - اور معلوم ھے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوھر ھے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ھمیشہ تبدیل ھوتی رھتی ھیں - پرانی خلایا غائب ھوجاتی ھیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ھیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رھتا ھے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رھتا ھے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ھوتی - درحقیقت ھم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ھیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ھو جاتے ھیں جو خلایا کی تکوین کی علت ھے - بلا شبہ ھم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رھتے ھیں ' لیکن ھمارے قویٰ برابر گرتے اور مٹتے جاتے ھیں - یہ بھی ظاھر ھے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ھے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رھتے ھیں - پس اگر ھم زیادہ زندہ رھنے کے متمنی ھیں تو ھمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاھیے - یعنی ھمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرھیز کرنا چاھیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ھے - اُس کا اثر بہت ھی محدود اور عارضی ھوتا ھے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ھے جب تک صحیح و سالم موجود ھے - لیکن جوں ھی اُس میں ضعف پیدا ھوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ھے کہ زندگی کا جوھر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ھوتا ھے - ھر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ھے - اِس جرثوم کو ھم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ھیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ھے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ھے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ھے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاھیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ھے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ھے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاھر کرنا نہیں چاھتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ھر شخص جانتا ھے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ھو جاتا ھے ' وہ کلورائڈ کا ایک مرکب ھے - یہ مرکب میں نے معلوم کرلیا ھے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ھوے ھوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ھو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھہ سکتے ھو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ھے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ھوتا ھے کہ جسم میں اعصاب (پٹّے) موجود ھیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز ـــ دماغ ـــ تک پہنچاتے ھیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ھے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ھوگئے ھیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ھیں مگر اُن کا اثر عارضی ھوتا ھے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ھوتا ھے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ھوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ھے جو سرے سے تکلیف کا احساس ھی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رھے -

ڈاکٹر کو یقین ھے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ھوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ھوگا کہ انسان ھمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ھرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ھے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ھے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رھے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ھے کہ " نخاع مستطیل " (بصلۃ الملخ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ھمیشہ کے لیے شل اور سن ھوجائے - ظاھر ھے " جب اصلی مرکز سن ھوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رھے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ھوگیا ' تو ھمارے تمام جسمانی آلام ھمیشہ کے لیے ختم ھوجا سکتے ھیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ھے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ھے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ھی کہیں شل نہ ھوجائیں اور انسان میں کوئی حس ھی باقی نہ رھے - ھاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ھوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ھے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ھے -

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمي تجربه)

قارپین الهلال ڈاکٹر وررنوف کے نام سے واقف هوچکے هیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقه ایجاد کیا هے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج هو چکا هے - آج هم اُس کا ایک اور تجربه - یا زیاده صحیح لفظوں میں نظریه - پیش کرتے هیں - یه نظریه بلاشبه عجیب هے - اتنا عجیب که بمشکل یقین کیا جا سکتا هے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر هے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حواله دیتا هے -

جدید نظریه یه هے که صرف بوڑھے هي جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکه ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي هے جو موجوده نسل سے اپنے جسمي و دماغي قوی میں کہیں زیاده برتر هوگي - ڈاکٹر وررنوف اِس اینده نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا هے - یه دراصل مشهور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح هے - اُس کا دعوی هے که اِس نسل کا هر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونه هوگا ' بہت طویل العمر هوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زنده رهے گا !

اعادۂ شباب کا معامله ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگه پا چکا هے - علم ' اُس کي راه میں بہت سي مسافتیں طے کرچکا هے - شکوک وشبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھ چکے هیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا هے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریه هي هے ' اگرچه ڈاکٹر وررنوف کو اُس پر پورا یقین هے - اپنے اِس نظریه کي تکمیل میں بھي وه بندر کي گلٹیوں سے کام لینا چاهتا هے -

تفصیل یه هے که ڈاکٹر وررنوف کا اعتقاد هے ' اگر ممتاز جسمي و عقلي قوی کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافه کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر هوگي - اب تک وه مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا هے - لیکن حال میں آٹھ برس کے ایک لڑکے پر تجربه شروع کیا هے - اُس کا خیال هے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قوی کي مالک هوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامه نگار سے گفتگو کرتے هوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا هوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا هے - یهي انسان اور اُس کي نسل ابد الا آباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یه نسل ایک ایسي قہرمان عقل و جسم کي مالک هوگي که تمام مخلوقات اُس کي قوت قاهره کے سامنے جھک جائینگي ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یه کچھه زیاده نتیجه خیز عمل نه تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافه هوتا هے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا هے ' وه تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیاده حیرت انگیز اور نتیجه خیز هونگے - یه تجربے صرف بوڑھوں هي پر نہیں هونگے - اب میري توجه کا مرکز کم عمر بچے هونگے - وه بچے جنکي عمر آٹھه اور دس برس کي هے - بندر کي گلٹي هي یه حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انھیں ایک نیا آدمی بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذهانت اور جسماني قوت رکھتے هیں - یه بچے اور ان کي نسل ' مستقبل مین یقیناً نہایت عظیم هوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یه در پیش هے که ترقي یافته بندروں (شمپانزي اور اورنگ اوتنگ) کي کافي تعداد موجود نہیں هے - اگر هر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جا ئے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یه مشکل نا قابل حل نہیں هے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا هے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریه)

هندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا هوگا - حالانکه وه فرانس کا ایک مشهور ڈاکٹر اور عالم هے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بہت کم هیں - وه ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماهر هے - چنانچه سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب هي کچھه هے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوه نہایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا هے - پورا پہلوان هے -

یه عجیب ڈاکٹر ' ورر نوف اور اُسکے تمام هم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا هے - اُس کے خیال میں وه دغاباز هیں - جواني واپس لانے کا جو طریقه اُنھوں نے ایجاد کیا هے ' غلط هے - اُس کا اثر ' عارضي هے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر هوتا هے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعوی هے که وه بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا هے اور انسان کي عمر دو سو برس تک طویل کر دے سکتا هے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري هے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں هیں - پھر انجیکشن کے ذریعه وه ایک ماده جسم میں داخل کر دیتا هے - یه ماده خود اُس نے ایجاد کیا هے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي علم و تجربه حاصل نہیں هوا -

وفات کا پته چل گیا - وہ شاهي محل میں گهس پڑي اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کي آمد تک تخت پر بٹها دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکهه چهوڑے تهے تاکه وہ وفادار اور اطاعت شعار رهیں - معامله یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه فوج سازش سے بهي واقف هوگئي اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کي زندگي کے هولناک تاریک دن شروع هوتے هیں - قاصد هوا کي طرح اڑ کر بایزید کے پاس پهنچا - ولي عهد گویا پہلے هي سے تیار بیٹها تها - فوراً روانه هوگیا اور نهایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل هوا - لیکن قصر شاهي میں فوج نے داخل هونے نهیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپني وفاداري کي قیمت لیني چاهي - بایزید ' ڈرپوک تها - فوراً خزانے کا منهه کهول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یهي بخشش فوج کا مطالبه اور قرضه بن گئي اور سلطنت کے لیے بهت مضر ثابت هوئي -

بایزید تخت نشین هوگیا اور اپنے بهائي جم پر قابو حاصل کرنے کي تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تها - باپ کي وفات اُس وقت معلوم هوئي جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین هوچکا تها !

سخت متحیر هوا که کیا کرے ؟ یه ظاهر تها که صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کي کوئي جماعت باقي نهیں رهي هے - علماء اُس کے سخت خلاف هیں اور عام راے اُنهي کے زیر اثر هے - اب اُسے اپنے سامنے دو هي راهیں نظر آتي تهیں : بهائي کي اطاعت ' یا جنگ - پہلي صورت کي طرف اُس کا رجحان تها ' مگر دو باتوں سے ڈرتا تها : ایک یه که گلیشیا کي حکومت اُس کے هاتهه سے چهین لي جائیگي - دوسرے یه که بایزید اُسے قتل کرنے کي کوشش کریگا - کیونکه ترک سلاطین کا یه عام دستور تها که اپنے بهائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تهے - اگرچه وہ کتنے هي مطیع و وفادار هوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپني کامیابي کي قوي امید تهي - گلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تهے - اُس نے خیال کیا ' بایزید بزدل اور پست همت هے - هرگز مقابله نه کر سکے گا -

(٥)

چنانچه وہ فوراً کمر بسته هوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسه کی طرف بڑها - بروسه ' قسطنطنیه کي کنجي هے - اُسے یقین تها ' بایزید کي تیاري سے پہلے هي وہ بروسه پر قابض هوجائے گا - مگر بایزید بهي غافل نه تها - مقابله کي طیاري کرچکا تها - جم کے متحرک هوتے هي اُس نے بهي ایاز پاشا کي قیادت میں ایک فوج روانه کردي ' اور خود بهي ایشیائي ساحل پر جنگي کارروائي کرنے کیلیے آ موجود هوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسه کے سامنے پهنچیں - شهر والوں نے اپني بربادي کے خوف سے دونوں پر شهر کے دروازے بند کردیے - باهر هي باهر فیصله کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم هوا اور پہلے هي معرکه میں بایزید کي فوج بهاگ نکلي - جم ' مظفر و منصور شهر میں داخل هوا اور اپني سابق عیاشي پهر شروع کردي - اب اُسے کامل یقین تها که پایۂ تخت کا مالک هوجائے گا -

لیکن یه اُس کي سخت غلط تهي - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کي سپه سالاري میں بهیجي - مگنیا سے ایک دوسري فوج اُس کي کمک پر چل دي ' اور دونوں نے مل کر جم پر حمله کردیا - عیش پسند شاهزادے کے سپه سالار ' نصوح نے دشمن کي قوت دیکهي تو درۂ ازراد کي طرف پسپا هوگیا - خود جم کو بهي بروسه خالي کرنا پڑا - صرف سترہ دن کي حکومت اُس کي قسمت میں لکهي تهي !

بایزید نے صرف اپني جنگي قوت هي پر بهروسه نهیں سازش کا جال بهي پهیلا دیا - بڑي بڑي رشوتیں دے کر جم کے بهت سے آدمي ملا لیے - حتی که اُس کا وزیر یعقوب بهي خیانت پر آمادہ هوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو ینی شهر چلنے کا مشورہ دیا - یهاں بایزید کي ایک بڑي فوج موجود تهي - فوراً جم پر ٹوٹ پڑي - اب بهي پله شاهزادے هي کا بهاري تها - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپه سالار نصوح نے دغا کي اور فوج کا ایک بڑا حصه لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئي چارہ باقي نهیں رها تها -

سلطان محمد فاتح

جبکه وہ قسطنطنیه کے سقوط کے بعد شهر میں داخل هوا

لیکن ابهي ایک امید باقي تهي - سلجوق خاتون ' سلطان محمد فاتح کي پهوپهي ' دونوں بهائیوں میں صلح کي کوشش کر رهي تهي - خود جم نے اُسے بروسه سے بهیجا تها - تجویز یه تهي که سلطنت تقسیم هوجائے - یورپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بهت کچهه سمجهایا - بهائي کے حقوق یاد دلائے " مگر کامیابي نه هوئي - بایزید نے صاف کهدیا " بادشاهوں میں رشته نهیں هوتا "

جم ' شکست کها کر بهاگا - راسته میں خود اُسي کے سپاهیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمي کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شهر میں اِس طرح پهنچا که تن پر ایک کپڑا بهی نه تها اور سردي سے اُس کا تمام بدن کانپ رها تها - اگر ایک شخص رحم کها کے اُسے اپنا گرم کوٹ نه دے دیتا تو یقیناً ٹهٹهر کر مر جاتا !

شکست کے ایک هفته بعد وہ قونیه پهنچا - یهاں اپني ماں اور بیوي سے ملاقات هوئي - اِنهیں لے کر شام روانه هوا ' اور شام سے ۲۸ جون سنه ۱۴۸۲ع کو مصر پهنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائي نے شهر کے باهر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مهمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مهینے آرام

ترکی تاریخ کا ایک مجهول صفحه

(شاهزاده چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاهزاده " چم " کا نام سنا هوگا - عام طور پر مورخوں نے بهي اِس کا ذکر نہیں کیا هے - نتیجه یه هے که یه نام بالکل اجنبي معلوم هوتا هے - حالانکه اِس کا واقعه ترکي تاریخ میں ایک نہایت هي غم ناک فاجعه (ٹریجدي) هے - اور اِس وقت بهي مشرقي دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس هے - آج هم قارئین الهلال سے اِس تاریخي شخصیت کا تعارف کراتے هیں -

(۱)

چم ـــ یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " ـــ ایک بد نصیب مشرقي شاهزاده هے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کي - زمانے نے بے وفائي کي - حسرت و غم نے اُسکا پیچها کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیه کا یه منجهلا لڑکا تها - اُس میں جسماني قوت ' ذهانت ' حسن ' خوش مزاجي ' رقیق احساس ' شجاعت ' جمله اوصاف جمع هوگئے تهے - پیدائشي شاعر تها - ترکي شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود هیں ' اور اُس کي ذهني بلندي اور شاعرانه تخیل کا بہترین ثبوت هیں -

اُس کا آغاز نہایت امید افزا تها - گمان هوتا تها که قدرت اُس پر پوري طرح مہربان هے - ابهي اُس کي عمر دس برس هي کي تهي که اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کي قابلیت کا معترف هوگیا اور صوبۂ قسطمونی کا حاکم مقرر کردیا - یہاں شعراء و ادباء کي ایک بڑي جماعت موجود تهي - کم سن شاهزادے نے اُنهیں باریاب کیا ' تعلقات بڑهائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتهه شعر و ادب کا با قاعده مطالعه کیا - تهوڑي هي مدت میں اپنے استادوں سے بهي بازي لے گیا - اُسي زمانے میں ایک فارسي قصے " خورشید و جمشید " کا ترکي شعر میں ترجمه کیا اور اپنے والد کے نام هدیه کیا - محمد فاتح بہت خوش هوا - پہلے سے زیاده مہربان هوگیا اور صوبۂ گلیشیا کي حکومت سپرد کردي - اُس وقت چم کي عمر صرف اٹهاره سال کي تهي ' مگر وه پخته کار حکمراں بن چکا تها -

گلیشیا میں اُس نے اپني انتظامي قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یه صوبه پہلے سلجوقیوں کي ایک ریاست تها - آل عثمان نے اُسے فتح تو کر لیا تها ؛ مگر پوري طرح قابو نہیں پاسکے تهے - همیشه بدامني اور شورش برپا رهتي تهي - سابق سلجوقي حکمران بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رهتے تهے - مصر کے چرکس بادشاه اور ایران کے شہنشاه اُن کي امداد کرتے تهے - اُس وقت ترکي سلطنت میں اِس صوبے سے زیاده مشکل حکومت کسي صوبے کي نه تهي - والیوں پر والي آتے تهے اور ناکام لوٹ جاتے تهے -

لیکن چم نے آتے هي اپني بے نظیر همت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمه کردیا - هولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گهس جاتا تها - دست بدست لڑائیاں لڑتا تها - بڑے بڑے شه زوروں سے نبرد آزما هوتا اور همیشه غالب رهتا - تهوڑے هي دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چها گیا - چم کا نام دل دهلا دیتا تها - باشندے ڈر سے اُس کا نام نہیں لیتے تهے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تهے !

(۲)

پانچ برس تک نہایت بیدار مغزي سے حکومت کرتا رها - هر طرف امن و امان قائم هوچکا تها - کوئي پیچیدگي بهي باقي نہیں رهي تهي - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلي پیدا کي ' اور اِسي تبدیلي سے اُس کي بد نصیبي کا آغاز هوا -

حکومت کي ذمه داریوں سے غافل هوگیا - عیش و عشرت کي بساط بچها دي - نفس پرستي کا دروازه کهول دیا - اُس کا محل بوالهوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبه بن گیا -

اب تک وه پوري قوم کا محبوب تها - کوئي نه تها جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نه خیال کرتا هو - ملک بهرکي یهي راے تهي که آئنده سلطان وهي هوگا - لیکن اِس نئي تبدیلي نے اُس کي شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا - دو جماعتیں قائم هوگئیں : ایک اب بهي اُس کي مؤید تهي - پورے یورپ کے مقابلے کي قوت اُسي میں دیکهتي تهي - یه جماعت وزیر اعظم محمد نشانی باشا کي تهي - دوسري جماعت فسق و فجور کي وجه سے اُس کي سخت مخالفت تهي - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجهتي تهي - اِس جماعت کا سرگروه ' شیخ الاسلام تها -

چم کا حریف ' بایزید تها - یه اُس کا بڑا بهائي اور ترکي دستور حکومت کي رو سے اپنے باپ کا وارث تها - سلطان محمد کي زندگي میں دونوں حریف دور دور رهے - لیکن اُس کي وفات کے بعد تصادم ضروري تها -

چم ' عقلمند ' بہادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشي کي وجه سے غفلت کا شکار هوگیا تها - بایزید ' بے وقوف ' بزدل ' پست همت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تها - بایزید اپنے بهائي کي قابلیتوں سے واقف تها ' اِس لیے بہت بیدار رهتا تها -

(۳)

اپنے باپ کي وفات کے وقت دونوں بهائي پایۂ تخت ' قسطنطنیه سے دور تهے - چم گلیشیا میں تها اور بایزید آماسیا کا حاکم تها - وزیر اعظم محمد نشانی باشا چونکه چم کا طرفدار تها ' اس لیے اُس نے سلطان کي موت فوج سے مخفي رکهي - کیونکه فوج تمام تر ترکي علماء کے زیر اثر تهي - اُس نے پہلے ایک خفیه قاصد چم کے پاس بهیجا که فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض هو جاؤ - نیز وه تدبیریں بهي لکهدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تها - کئي دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بهیجا اور تخت نشیني کي دعوت دي -

دونو قاصد روانه هوگئے - مگر چم بد قسمت تها - اُس کا قاصد پہنچ نه سکا - کوتاهیه کا حاکم سنان باشا ' بایزید کا طرفدار تها - وه حقیقت سے واقف هوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسري مصیبت یه پڑي که پایۂ تخت کي فوج کو سلطان کي

کا غم کھا رھي ھیں - مگر پوپ نے منظور نہیں کیا - اُس نے کہا "یورپ کے بادشاہ ' ترکي پر چڑھائي کرنے کي طیاري کر رھے ھیں تاکہ تمہیں تخت نشین کردیں " ساتھہ ھي اُس نے بہت اصرار کیا کہ مسیحي دین اختیار کرلے تاکہ " دنیا کے ساتھہ آخرت کي عزت بھي حاصل ھوجائے "

جم ' پکا مسلمان تھا - پوپ کي یہ دعوت حقارت سے رد کردي - اُس نے سختي سے کہا " اگر تمام دنیا کي بادشاھي مل جاے ' تو بھي میں اپنا دین فروخت نہیں کرونگا " اِتنا ھي نہیں بلکہ غیور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جھکانے یا اُس کے ھاتھہ کو بوسہ دینے سے بھي انکار کردیا ' جیسا کہ شاھان یورپ کا دستور تھا - اُس نے کہا " میں مسلمان ھوں - پوپ کے سامنے نہ تو جھک سکتا ھوں ' نہ اُس کا ھاتھہ چوم سکتا ھوں ! "

پوپ نے اُسے ویٹیکان میں نظر بند کردیا اور دول یورپ کو ترکي پر حملہ کي ترغیب دینے لگا - مگر اُس وقت بھي یورپ میں باھم دگر سخت منافست تھي - آپس میں کوئي سمجھوتا نہ ھوسکا - اِسي اثناء میں پوپ نے انتقال کیا اور مشہور ظالم کارڈنیل ' اسکندر اُس کا جانشین ھوا - اِس نے اُس عظیم رقم پر قناعت نہیں کي جو جم کو قید میں رکھنے کے صلہ میں بایزید سے سالانہ وصول کیا کرتا تھا - بلکہ ایک بہت بڑي رشوت لے کر اُس کے قتل پر آمادہ ھوگیا -

(۱۱)

اُسي زمانہ میں (ستمبر سنہ ۱۴۹۴ع) چارلس ھشتم شاہ فرانس نے روم کا محاصرہ کرلیا ' اور صلح کي ایک شرط یہ بھي قراردي کہ جم اُس کے حوالہ کردیاجائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائدہ اٹھانا چاھا - اُس زمانے میں یورپ کے روحاني رھنما آلات و وسائل قتل کے بھي سب سے بڑے ماھر تھے - پوپ کے پاس ایک ایسا زھر موجود تھا جو اگر ایک تندرست آدمي کو کھلا دیا جاے ' تو ایک خاص مدت تک اُس کي تندرستي پر کوئي اثر نہیں پڑتا تھا - لیکن اُس مدت کے بعد آھستہ آھستہ اُسکي تاثیر کام کرنے لگتي تھي ' اور بہ تدریج مریض کا خاتمہ کردیتي تھي - پوپ نے یہي زھر جم کو کھلا دیا ' اور اِسکي اطلاع بایزید کو دیکر اُس سے مطلوبہ رقم حاصل کرلي - پھر زندہ و سالم جم ' چارلس کے حوالہ کردیا ' اور اُس سے بھي صلح کرلي !

جم ' شاہ فرانس کے قبضہ میں آگیا - چارلس نے اُسے ترکي پر فوج کشي کے لیے آمادہ کرنا شروع کیا - مگر اب وہ سمجھہ چکا تھا کہ یورپ اُس کي طرفداري نہیں کر رھا ھے - اُس کي آڑ میں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباہ کرني چاھتا ھے - چنانچہ اُس نے قطعي طور پر انکار کردیا - بادشاہ نے ناراض ھوکر قید کردیا - مگر اب اُس کي دائمي رھائي کا وقت بھي آ پہنچا تھا - پولس رسول کے جانشین پوپ کا زھر اُس کے جسم میں سرایت کرچکا تھا - وہ ابھي نابولي ھي میں تھا کہ ۲۴ - فروري سنہ ۱۴۹۵ع میں انتہائي حسرت و یاس کے ساتھہ اِس دنیا سے ھمیشہ کے لیے رخصت ھوگیا !

اُسکے آخري الفاظ یہ تھے :

" خدایا ! اگر دشمنان دین مجھسے مسلمانوں کے خلاف کام لینا چاھتے ھیں ' تو مجھے جلد موت دیدے ' اور اُن کا مقصد پورا نہ ھونے دے ! "

حب ذات کس میں زیادہ ھے : مرد میں یا عورت میں ؟

(ایک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجھے یہ ظاھر کردینا چاھیے کہ دنیا کي ترقي کے لیے جس طرح ایثار کرنے والے ضروري ھیں ' اُسي طرح حب ذات رکھنے والے بھي ضروري ھیں - اگر ایک آدمي بھي حب ذات رکھنے والا باقي نہ رھے ' تو ایثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرینگے ؟ وہ ضرور دل میں گھٹ گھٹ کر مر جائینگے - کیونکہ اُن کے لیے ایثار کي نیکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعہ موجود نہ ھوگا - لیکن چونکہ یہ دونوں خصلتیں رکھنے والے دنیا میں تقریباً مساوي تعداد میں موجود ھیں ' اور ھمیشہ موجود رھینگے ' اِس لیے اِس صورت حال کے پیش آنے کا کوئي خطرہ نہیں ھے -

اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ حب ذات کس میں زیادہ ھے : مرد میں یا عورت میں ؟ میرے خیال میں جواب صرف ایک ھي ھو سکتا ھے ' اور وہ یہ ھے کہ مجموعي طور پر جنس نسواني میں یہ خصلت زیادہ پائي جاتي ھے - عورتیں علی العموم حب ذات کي بیماري میں مبتلا ھیں - ھر عورت اپني طبیعت پر تھوڑاسا غور کرکے یہ حقیقت معلوم کرلے سکتي ھے - برخلاف اِسکے مردوں میں ایثار کا مادہ بہت ھوتا ھے - عورتیں خود غور کریں کہ اُنکے آرام و آسائش کے لیے مرد کتني تکلیفیں اٹھاتے ھیں ؟ ھمارے لیے دروازے کھولتے ھیں - ھماري گري ھوئي چیزیں اٹھا دیتے ھیں - ریل اور ٹرام وغیرہ سواریوں میں ھمارے لیے اپني جگہ خالي کر دیتے ھیں - ھمارے سر پر چھتري لگا کے چلتے ھیں - غرضکہ اٹھنے بیٹھنے ' کھانے ' پینے ' ھر چیز میں ھمارے لیے ایثار کرتے ھیں - خود تکلیف اٹھاتے ھیں اور ھمیں آرام دیتے ھیں !

حقیقت یہ ھے کہ عورت ' مرد کي اِس خصلت سے بہت خوش ھوتي ھے - اِسے اُسکي مردانگي کي علامت سمجھتي ھے - اسي طرح مرد بھي عورت کي حب ذات پسند کرتا ھے - بلکہ اگر ھم عورتوں میں حب ذات نہ ھوتي ' تو مرد ھم سے سخت نفرت کرنے لگتے - یہي حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ؟ وہ ادائیں ھیں جو ھمیں مرد کي نظر میں معزز و محبوب بنائے ھوئے ھیں -

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا - وہاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئي - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - اُنھوں نے شاہزادے کو از سر نو قسمت آزمائي کا مشورہ دیا اور اپني عقیدت و خدمت پیش کي - اِنھي میں قاسم بک حاکم گلیشیا بھي تھا -

(٦)

جم نے پھر کمر ہمت چست کي - حلب پہنچا - وہاں بایزید کے کئي باغي سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - اُنھیں ساتھہ لے کر گلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد گلیشیا کو خود مختاري بخش دے گا -

جم نے ایک بڑي فوج جمع کرلي اور قونیہ کے طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھہ روانہ ہوا - اُس کي فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگي آدمي تھا - کدیک احمد باشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے ہي جم کي فوج تہہ بالا کر ڈالي -

جم ' پھر بھاگا اور گلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگیا - بایزید نے ایک وفد بھیج کر خواہش کي کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگي اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کي حکومت بخش دي جاے - بایزید نے انکار کیا " ایک سلطنت میں دو ساجھي جمع نہیں ہوسکتے " اُس کا صاف جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار ہي نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھي شروع کردیا - جم کے لیے اب وسیع دنیا تنگ ہوگئي - اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈھے ' مگر قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہاں کے پادشاہوں کي مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(۷)

شاہزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلي - قسطنطنیہ کي فتح کا واقعہ ابھي تازہ ہي تھا - یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے - قوي امید تھي کہ وہ سلطنت عثمانیہ کي تباہي کے خیال سے اِس باہمي خانہ جنگي میں شرکت منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و استیلاء کا ' موقعہ بہم پہنچائینگے -

جم نے جزیرۂ روڈس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبي مجاہدین " سینٹ جان کے سواروں " کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلی نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاہزادے کي حمایت قبول کرلي - آنے کي دعوت دي اور اپنا جنگي بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

۲۳ - جولائي سنہ ۸۲ ۱۴ - کو جم کا روڈس میں شاہانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکي ضیافتیں شروع ہوئیں - بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کي حکومت کو دائمي صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا - ساتھہ ہيْ بہت سے امتیازات بھي پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں جم کي حوالگي کي درخواست کي - جزیرہ کي حکومت بہت خوش ہوئي - اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں - مگر جم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان ہے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کي حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملہ طے کرلیا - دوسري طرف جم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کي زندگي خطرے میں ہے - بایزید نے اسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں - لہذا مصلحت یہي ہے کہ فرانس چلا جائے -

(۸)

بد نصیب شاہزادہ راضي ہوگیا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع میں جزیرے سے روانہ ہوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے - وہاں آزاد شاہانہ زندگي بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے ہي اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کي حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئي چارہ نہ تھا -

شاہزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند آیا - اُس کي تعریف میں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت اختیار کرني چاہتا تھا مگر تخت شاہي کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کي درخواست کي - لیکن حکومت روڈس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور شاہزادے کو فروري سنہ ۱۴۸۳ ع میں نیس سے دوسري جگہ لے گئے - اب اُسے کہیں جمنے نہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے اور سختي سے نگراني کرتے تھے -

جم کو یقین ہوگیا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھا رہے ہیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے - ایک فرانس کو ' دوسرا ہنگري کو - مگر اُس کے میزبان روڈس کے حاکموں کو خبر مل گئي اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن تنہا قید کردیا -

(۹)

اب جم کي زندگي میں پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے - قلعہ ساسناک کا مالک ایک ڈیوک تھا - اُس کي لڑکي ولینیا ہیلانا حسن و جمال میں یکتا تھي - شاہزادے نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا - دوشیزہ کو بھي اُس سے محبت ہوگئي - محبت نے مرد میدان جم کي طبیعت بالکل بدل ڈالي - جنگ و جدل سے نفرت ہوگئي - حکومت کا شوق زائل ہوگیا - خاموش زندگي کي طلب پیدا ہوي - اُس نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کي درخواست کي - مگر سنگ دل بھائي کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھہ کر اُس کي ہمت اور بھي بڑھگئي - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ جم کو فوراً اپني حدود سے خارج کردے -

جزیرۂ روڈس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھہ سے جاتا ہے - فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ ہوگئے - پوپ اینو سین ہشتم سے ایک بہت بڑي قیمت لے کر ' ۱۳ - مارچ سنہ ۱۴۸۹ - کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(۱۰)

جم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات ہوئي - جم نے اپني مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کي کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکي ماں اور بیوي مدتوں سے جدائي

کر دیا ہے - اس تصویر میں علامۂ موصوف جس لباس میں دکھائے گئے ہیں ' ساتویں اور آٹھویں صدی ھجری میں مسلمانان مغرب (مراکش و تیونس) کا عام لباس تھا - اور مصر و شام میں بھی اسی وضع کا عمامہ استعمال کیا جاتا تھا - علامۂ موصوف کا آخری عہد مصر میں بسر ہوا ہے - بہت ممکن ہے ' یہ تصویر اصلی اور مستند ہو -

(علم الاجتماع)

پہلے یہ علم ' علماء و مفکرین کے ایک نہایت تنگ دائرے میں محصور تھا ' مگر اب وہ ایک ضروری موضوع بن گیا ہے اور سب کے لیے اُس کی تحصیل لازمی ہوگئی ہے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت میں ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ عملاً لازم و ملزوم بن گئے ہیں - ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک مفقود ہو اور دوسرا موجود ہو سکے - روز بروز ثابت ہوتا جاتا ہے کہ عام اجتماع اور علم افراد ' دونوں باہم دگر وابستہ ہیں - ان میں تفریق ناممکن ہے ' اور یہ ' کہ تمام فلسفی اور اخلاقی مسائل ؛ اجتماعی مسائل میں داخل ہیں -

فرد اپنی صفتیں اور خصلتیں ' اپنی قوم و جنس سے ورثہ میں پاتا ہے - یہی معنی ہیں " جماعت " کے - علم جماعت (یا اجتماع) مادی اور معنوی حیات کے علم سنن و نوامیس سے بحث کرتا ہے - نیز اُس کا تعلق علم الحیاۃ سے بھی گہرا ہے - کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ جملہ کائنات اپنے آغاز کے وقت ایک ہی عظیم جماعت تھی - یہ اس لیے کہ وہ شروع میں غیر مرئی جوہر فرد (ایٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعہ تھی - بنا بریں علم اجتماع ' جملہ علوم کا مجموعہ اور خلاصہ ہے -

(قوم کا نظام اُسکی استعداد و ضرورت کے مطابق ہوتا ہے)

اِس علم کے اساتذہ کی رائے ہے کہ ہر قوم کا سیاسی و اجتماعی نظام دوسری قوموں سے نمایاں طور پر مختلف ہوتا ہے - ہر قوم کا نظام ' اُس کی ذہنی و تمدنی حالت کا ترجمان ہوتا ہے - اِس نظام کی اہمیت اور خوبی ہمیشہ اعتباری ہوتی ہے - جماعتوں کے نشو و ارتقاء میں سیاسی نظامات ' سبب و عامل ہونے سے کہیں زیادہ خود مقصد و عمل ہوتے ہیں -

قوم کی مخصوص سیاسی تنظیم ' صرف اُس کی موجودہ زندگی ہی کی میزان نہیں ہوتی ' بلکہ اُن تمام انتظامی دوروں کا بھی پتہ دیتی ہے جو اُس پر گزشتہ زمانوں میں گزر چکے ہیں - کسی انسان کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں کہ ملک میں کوئی ایسا نظام جاری کردے جو نظری طور پر سب سے بہتر اور ترقی یافتہ معلوم ہو - تاریخ بتاتی ہے کہ غیر فانی قوانین قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس لیے کامیابی حاصل کی تھی کہ اُنھوں نے پہلے قوم کی ضروریات معلوم کرلی تھیں ' پھر اِن ضروریات کے مطابق قانون بنائے تھے - سولن نے کیا ہی خوب کہا ہے " میں نے ایتھنز کے باشندوں کے لیے ایسا قانون طیار نہیں کیا ہے جو عقلاً سب سے افضل ہے - بلکہ ایسا قانون بنایا ہے جو اُن کی استعداد اور ضرورت کے موافق ہے "

تمدن کی تاریخ یہ حقیقت پوری طرح ثابت کر رہی ہے کہ ہر قوم کا نظام ' اُس کی ضرورت کا مظہر ہوتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ اُن قوموں کے نظام تقریباً یکساں ہوتے ہیں جو ترقی کی مساوی سطح پر پہنچ گئی ہیں - پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ کسی قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذریعہ بدلا جاسکا ہو - بلا شبہ یہ صورت کبھی فتوحات اور انقلابات کے بعد پیدا ہو جاتی ہے - مگر تبدیلی محض ظاہری اور لفظی ہوتی ہے - حقیقت و واقعہ پر اُس کا کوئی اثر نہیں پڑتا - اِس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں - جزیرۂ کارسیکا مدت سے فرانس جیسی متمدن حکومت کے ماتحت ہے ' مگر آج تک اِس جزیرہ کی وحشت دور نہ کی جا سکی - یہی حال آئرلینڈ کا ہے - صدیوں تک ساتھ رہنے پر بھی وہ انگلستان سے منزلوں دور ہے - حقیقت یہی ہے کہ قوموں کی طبیعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل ہوتا ہے - نظام کی تبدیلی اُسی وقت ممکن ہے جب قوم کے دماغ میں بھی تبدیلی پیدا ہو جائے -

(اچانک ترقی ناممکن ہے)

مقننوں کی قدرت سے باہر ہے کہ اپنے دل سے کوئی ضابطۂ قانون ایجاد کرکے قوم کو اُس پر چلادیں - بڑی بڑی بغاوتوں اور عظیم فاتحوں نے اگر اِس طرح کی جرأت کبھی کی ' تو یہ زبردستی زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکی اور قدیم حالت پھر لوٹ آئی - اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر حیوان کو کسی ایسی بات پر مجبور کیا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف ہے ' تو وہ اُسی وقت تک اُسے کرتا رہیگا ' جب تک دباؤ موجود ہے - لیکن دباؤ ہٹتے ہی فوراً اُسے چھوڑ دے گا - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کے نظام ' اُنکی ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظہر ہوتے ہیں - اور یہ کہ اُن کی تبدیلی ' قوم کی ذہنیت کی تبدیلی کے بعد ہی ممکن ہے - قوموں کی ذہنیت ' فوراً تبدیل نہیں ہو سکتی - بہ تدریج اور آہستگی سے بدلتی ہے -

سیاسی و اجتماعی نظام کے نشوء و تکوین کا باعث وہی ہوتا ہے جو خود کائنات کی تکوین کا باعث ہے - یہی وجہ ہے کہ اچانک تبدیلی محال ہے - یہ ایک اٹل اجتماعی قانون ہے کہ نمایاں تبدیلی ' اُن بہت سی مخفی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتی ہے جو صدیوں تک جاری رہتی ہیں - ہم تبدیلی کا احساس اُس وقت کرتے ہیں جب وضعی قوانین آکر ہمیں بتانے لگتے ہیں - ہم خیال کرتے ہیں تبدیلی اِنہی قوانین کا نتیجہ ہے - حالانکہ یہ تبدیلی ایک طویل و مسلسل حرکت و عمل کا نتیجہ ہوتی ہے -

حقیقی مقننوں کا فرض صرف یہ ہے کہ قوم کی راسخ عادتوں اور خصلتوں کی تائید کریں ' مگر صرف اُنہی کی جو مفید ہوں - مضر کی مضرت کم کرنے اور بتدریج دفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں -

بسا اوقات قوم کے سمجھنے کے لیے اُسکی تاریخ سے کہیں زیادہ اُسکے ضابطۂ قانون کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے - کیونکہ ضابطۂ قانون ہمیں بالکل صحیح طور پر بتا دیتا ہے کہ قوم کی اجتماعی حالت اور ضروریات مختلف زمانوں میں کیا کیا تھیں ' اور اُن میں بتدریج کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء ہمیشہ تدریجی ہی ہوتا ہے - جب تاریخ ہمیں کسی قوم کی بابت بتلائے کہ وہ ترقی یافتہ تمدن کی مالک تھی ' تو ہمیں فوراً سمجھہ لینا چاہیے کہ اُس کا یہ تمدن ' ایک طویل ماضی کا نتیجہ ہے - اگرچہ یہ ماضی ہمارے لیے کتنا ہی مجہول کیوں نہ ہو - کیونکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ زبان اور ادب (لٹریچر) کا وجود اچانک نہیں ہوجاسکتا - خود اُن کا وجود ہی اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ ایک قدیم ماضی رکھتے ہیں - موجودہ مغربی تہذیب کی مثال اِسؔ حقیقت کے فہم کے لیے بالکل کافی ہے - یورپ اپنی موجودہ تمدنی سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر رہی

علم الاجتماع

(١)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ھے جس کا موضوع بحث انسان کي اجتماعي زندگي ھے - انسان کي اجتماعي زندگي کي پیدایش ' اُس کي نشو و نما ' اُس کے طبعي احوال و تاثرات ' اُس کي مزاجي کیفییات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطریق استقراء اس طرح استقصا کرنا ؛ کہ اس بارے میں اصول و کلیات مرتب ھو جائین ؛ علم الا جتماع کا دائرۂ نظر و بحث ھے - تاریخ علوم میں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ایک مدون علم کے ترتیب دیے ' وہ علامۂ ابن خلدون ھیں - اُن کا مقدمۂ تاریخ اس علم کي عدیم النظیر کتاب ھے -

عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفي ٨٠٨ ھ
جس نے سب سے پہلے عام الاجتماع مدون کیا

علامۂ ابن خلدون کے بعد صدیوں تک اِس علم میں کوئی اضافہ نہیں ھوا - گذشتہ صدي میں جب موسیو کا ترمیر نے مقدمہ کا فرانسیسي ترجمہ شائع کیا تو علماء مغرب کو اِس طرف توجہ ھوئي - رفتہ رفتہ یہ مبحث وقت کا سب سے زیادہ اھم اور دقیق موضوع نظر بن گیا - بلاشبہ فرانسیسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاریخ کي طرف متوجہ ھو چکے تھے ' اور تاریخ کي نئي فلسفیانہ ترتیب کي بنیادیں پڑ چکي تھیں - نیز اصول قوانین و نظامات حکومت پر بھي مونٹسکیو اور بنتیھم جیسے مفکرین کي کتابیں شائع ھو چکي تھیں - لیکن اِن مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مواد نہیں کہا جا سکتا - یہ واقعہ ھے کہ ترجمۂ ابن خلدون کي اشاعت سے پہلے یہ عام بہ حیثیت ایک مستقل علم کے ' یورپ میں زیرِ بحث نہ تھا - جس قدر کتابیں بھي اس علم پر لکھي گئي ھیں ' سب کي سب گذشتہ صدي کے اواخر میں مرتب ھوئي ھیں ' اور یقیناً اُن کا اولین سر چشمہ مقدمۂ ابن خلدون ھي ھے - موجودہ زمانہ میں ڈاکٹر لیباں کي مصنفات سب سے زیادہ وقیع سمجھي گئي ھیں - اُس نے نہ صرف اس موضوع پر ھي کتابیں لکھیں ' بلکہ وہ کام بھی انجام دیا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کیا تھا مگر پورا نہ کرسکا - یعني متعدد اقوام کي تاریخیں بھي اسي علم کے اصول و کلیات کے ماتحت ترتیب دیدیں -

ذیل میں ھم ایک مختصر مگر وقیع رسالہ کا ترجمہ درج کرتے ھیں جو ترکي میں ڈاکٹر احمد شعیب بک نے سنہ ١٩١٠ ع میں انقلاب عثماني کے بعد لکھا تھا ' اور بلاد اسلامیہ کے اھل علم میں نہایت مقبول ھوا تھا - ڈاکٹر موصوف قسطنطنیہ کے مدرسہ حقوق (قانون) میں استاذ تھے ' اور اُن گنتي کے اصحاب علم و نظر میں سے تھے ' جنھیں ترکي کے نئے عہد تعلیم و ترقي کا ماحصل سمجھنا چاھئے - سنہ ١٩٠٨ ع میں جب دستوري انقلاب ھوا ' تو انھوں نے مرحوم جاوید بے اور احمد رضا بے کے ساتھہ شریک ھوکر ایک نہایت وقیع ماھوار رسالہ " مجلۂ علوم اقتصادیہ و اجتماعیہ " جاري کیا تھا - ترکي کے تمام مشاھیر اھل قلم کي رائے ھے کہ اس سے بہتر علمي رسالہ ترکي زبان میں شائع نہیں ھوا - یہ رسالہ اسي مجلہ میں بہ دفعات شائع ھوا تھا - پھر مطابع ثروت فنون نے کتاب کي شکل میں مرتب کرکے چھاپ دیا -

اِس موضوع میں یہ مقالہ مختصر ھے ' مگر رسوخ نظر و فکر کے ساتھہ لکھا گیا ھے - ھم اِس کا ترجمہ شائع کر دیتے ھیں تاکہ اُردو میں ایک ترک مفکر کي بہترین کتاب منتقل ھوجاے - البتہ یہ ظاھر کر دینا ضروري ھے کہ مصنف نے مقالہ کي تمہید میں فطرة انساني کے خیر و شر پر جو اظہار راے کیا ھے ' اور اِسے روسو کا مذھب قرار دیکر اسکي یک قلم تغلیط کر دي ھے ' ھم اسے مصنف کي لغزش نظر سمجھتے ھیں اور اس سے متفق نہیں ھیں - مقالہ کا ترجمہ مکمل ھوجاے تو بطور استدراک و تعلیق اس مسئلہ پر مختصراً اپني راے ظاھر کر دینگے - اس مقام کے علاوہ بعض دیگر مقامات بھي مزید نظر و کاوش کے مستحق ھیں ' اور انکي طرف بھي خاتمہ میں اشارہ کر دیا جایگا -

اِس مقالہ کے ساتھہ ھم علامۂ ابن خلدون کي تصویر بھي شائع کر دیتے ھیں - یہ ایک قدیم قلمي مرقع کا عکس ھے جو دمشق کے ایک قدیم کتب خانہ میں محفوظ تھا اور اب وھاں کے مجمع علمي (عربي اِکاڈیمي) نے اپنے عجائب خانہ کے آثار عتیقہ میں داخل

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.
By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفه هرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے هفته وار ادبي ضمیمه میں مندرجه بالا کتاب پر ان الفاظ میں تنقید کي هے :

" اگرچه فلسطین کي آبادي ساتهه لاکهه سے زیادہ هے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۹۵ - فرقوں کے اشخاص موجود هیں ' پهر بهي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بهي وهاں نظر نہیں آیا ' اور اسکے لیے اُنهیں شام جانا پڑا - یه وهي فرقه هے جو جنگ صلیبي کے زمانه میں بہت مشہور هوگیا تها - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نہایت دلچسپ طریقه سے بیان کئے هیں - شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف هونگے که یه وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تھے ' اور کس طرح اوسکے کہنے پر هر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آمادہ هو جاتے تھے - حتی که دوسروں کا قتل یا خود کشي بهي ان کے لیے کوئي اهمیت نہیں رکھتي تهي -

اِس اسماعیلي فرقه نے اگرچه اپني تمام رسمیں ترک کر دي هیں - پهر بهي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاہ لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پهولوں کے تاج رکھنے کي رسم اب تک رائج هے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اِس فرقه کے نہایت دلچسپ حالات لکھے هیں - باخبر مصنف همکو ایک اور فرقه کا بهي پته دیتا هے جو سمرتین کہلاتے هیں - اُن کا خانداني مذهبي پیشوا نابلس میں رهتا هے اور سالانه کوہ گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا هے جو کتاب الخروج میں درج هے - اِس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بهي تذکرہ هے ' جنکا کام قیمتي چهتریاں لیجانا اور دوسروں کي چهتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا هے - اِسکے علاوہ یہاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات هیں ' اور جنکي وجه سے اکثر خانه جنگیاں رو نما هوتي رهتي هیں ' نہایت وضاحت سے بیان کیے گئے هیں "

" اگرچه فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اِسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بهي شریک هیں ' کہیں زیادہ هے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابله میں تین هیں - اسي طرح تعداد میں وہ یہودیوں سے بهي زیادہ هیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتهه ترکوں کے اوس برتاؤ کي بهي مثالیں دي هیں ' جو وہ اپنے عیسائي اور یہودي رعایا کے ساتهه کرتے تھے - چنانچه اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي هیں جنکے ذریعه ارمنیوں ' پادریوں ' اور یہودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تهي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجودہ طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنه کرکے اول الذکر کو ترجیح دي هے -

هم اس پر اتنا اضافه کرنا چاهتے هیں که مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقه کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا هے ' وہ اگرچه اسماعیلیه هي کي ایک شاخ هے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي هے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقه سے بہت کچهه مختلف هیں -

بیگم فہمي کا عجیب مطالبه

(قاتله کا مقتول شوهر کي جائداد پر دعوی !)

قارئین الهلال کو یاد هوگا که اب سے تقریباً دو سال پہلے لندن کے ایک هوٹل میں بیگم فہمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت هے) اپنے شوهر فہمي بے مصري کو گولي کا نشانه بنایا تها - لندن میں اِس پر مقدمه چلایا گیا ' لیکن وہ چهوٹ گئي ' اور اب وهي قاتله اپنے مقتول شوهر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي هے !

اور اُس کي هلاکت پر تلي هوئي تهي - یہي سبب هے که همارے اجداد کو پہلي فکر یہي هوئي که حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچه وہ اِس کا سامان مہیا کرنے میں مشغول هوگئے -

هر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق هوتا هے جو اُسکے وجود کا باعث هوتي هیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تهی :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب .

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت .

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یه تها که حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِس طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' که جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ رہ سکے - لیکن اس کے معني یه نہیں هیں ' جیسا که روسو کہتا هے ' که جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع هوے اور بحث و مباحثه کے بعد باهم عہد و پیمان کر لیا ' بلکه صورت یه هوئي هوگي که جماعت کے سب سے زیادہ عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا هوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹها هوگا - پهر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رهنمائي کي هوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل هے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بهي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا هے - مدتوں انسان نے اِنهي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا که قتل ' خونریزي ' نہب و سلب ' جماعت اور افراد ! دونوں کے لئے مضر هیں - انسان مجبور هوا که اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیادہ پر امن اور آرامدہ زندگي اختیار کرے -

یہي تجربه یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد هے -

پہنچا ھے - یہ سراسر جنون ھے کہ کوئی قوم ترقی کے بلند درجہ تک اچانک پہنچ جانے کا خیال کرے -

(سلطنت کی تکوین اور روسو کا نظریہ)

جوزیف دوستر اور بونلد نے سلطنت (اسٹیت) کی تکوین کا جو نظریہ قائم کیا تھا ' وہ اب اِس حد تک شکست ہوچکا ھے کہ اس کے بطلان کے لیے کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رھی - اِسی طرح " اصحاب جمہورۃ " (جن کا سر گروہ روسو ھے) کے نظریے بھی غلط ثابت ھوچکے ھیں -

مذہب جمہوریۃ ' سولھویں صدی کے اواخر میں اپنے پورے عروج کو پہنچ گیا تھا - ھنری سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقہ نے اِس مذھب سے ھٹنا شروع کیا - سترھویں صدی میں ھوبس اور گوربیو نے ظاھر ھوکر اِس مذھب کی از سر نو حمایت شروع کی - لیکن وہ اِس نتیجہ کی کوئی توجیہ نہ کرسکے کہ اِس مذھب کے تسلیم کرلینے کے بعد یا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا ھے ' یا جماعت کا -

آخر میں روسو نے آکر یہ تمام نظریے اپنی کتاب " عقد اجتماعی " میں جمع کردیے - روسو کی رائے ھے کہ انسانی افراد اپنی طبیعی خود مختاری سے اس بنا پر دست بردار ھوے ھیں کہ اُنھیں اِس کے معارضہ میں امن و اطمینان ملے - چنانچہ اُنھوں نے باھم معاھدہ کرلیا کہ انفرادی زندگی کے بجاے جماعتی زندگی بسر کرینگے - اِس معاھدے نے اُن میں اجتماعی اخلاق کی ایک خاص طبیعت پیدا کردی -

روسو کا خیال ھے کہ فرد فطرتاً نیک ھوتا ھے - رذالت و شر' جماعت سے پیدا ھوا ھے - افراد فطری طور پر عدل و انصاف کے دلدادہ ' خیر اور نیکی کے پرستار' اور نظام کی اطاعت کی طرف راغب ھوتے ھیں - وہ ھمیشہ نیک اور خوش نصیب ھوتے ' اگر جماعت کی برائیاں اُنھیں لگ نہ جاتیں -

حریت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ؛ یہ " عقد اجتماعی " کی بنیادی دفعات ھیں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بیان " حقوق انسانی " میں بھی کیا ھے -

روسو کے زمانہ میں یہ نظریہ بہت مقبول تھا کہ انسان فطرتاً نیک اور عاقل ھے - اُس کا ھر عمل حتی کہ ھر حرکت کسی نہ کسی معقول سبب پر مبنی ھوتی ھے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفہ یہی خیال رکھتے تھے - حتی کہ ارکان سلطنت کا بھی اِسی پر ایمان تھا - چنانچہ تورگو نے تربیت پر ایک رسالہ لکھکر بادشاہ کو دیا اور دعوی کیا کہ " اِس پر عمل کرکے فرانس کی حالت ایسی ھو جائیگی کہ ابھی یقین نہیں کی جا سکتی " نیر کہا کرتا تھا " انسانی اخلاق کی فضیلت پر ایمان رکھنا فرض ھے "

جرمنی میں بھی کانت اور ویختی نے اِس مذھب کا علم بلند کیا تھا - لیکن اُن کے رد کے لیے بڑے بڑے فلاسفہ اُٹھ کھڑے ھوئے - ھیگل ' اسٹرارس ' اسٹوارٹ مل ' اسپنسر ' آگسٹ کونت ' تن ' رینان وغیرھم نے اپنی اپنی جگہ اُس کی دھجیاں اڑادیں -

خود اشتراکیوں نے بھی یہ مذھب قبول نہیں کیا اور اِسے منطقی مغالطہ قرار دیا - زومر مانن کہتا ھے " عقد اجتماعی کا نظریہ ' محض ایک وھم ھے "

اقتدار قومی کا نظریہ بھی اب تک محض ایک دعوی ھی دعوی ھے - عمل میں آج تک اُس کا کبھی ظہور نہیں ھوا - تاریخ نے بھی اُس کی کوئی مثال پیش نہیں کی - بنابریں اُسے بھی ایک خیالی و وھمی نظریہ ھی کہہ سکتے ھیں -

(فطرۃ انسانی)

پھر یہ بھی واقعہ ھے کہ عقل و حکمت انسان کی فطری صفت نہیں ھے ' بلکہ سخت جد و جہد کے بعد کسب کی جاتی ھے - یہ صفت' اگر اِسے صفت کہنا صحیح ھو ' اب تک غیر دائمی حالت توازن میں ھے - علم وظائف الاعضاء (فیزیولوجی) اور علم النفس (سائیکو لوجی) بتاتے ھے کہ " انسان فطری طور پر اُتنا ھی مریض ھے' جتنا مجنون ھے - ھمارے اعضاء کی سلامتی اور عقل کی درستگی' سرا سر اتفاقات کا نتیجہ ھے - دماغ کا عمل بھی ھمیشہ مضطرب ھوتا ھے - منطقی قیاسات اور اعلی خیالات ' صرف ایک محدود روشن خیال جماعت سے مخصوص ھوتے ھیں - انسان کے ارادے پر اصلی حکمرانی ' اُس کے عقل و دماغ کو نہیں بلکہ جسمانی ترکیب ' مادی ضرورت ' حیوانی طبیعت ' قوت خیال ' حرص و طمع ' اور شخصی اغراض وغیرہ خصلتوں کو حاصل ھے "

ھمارا یہ خیال کہ انسان فطرتاً نیکی ' خیر' حلم ' اور اجتماعی مصلحت کو ؛ بدی ' شر' غصہ ' اور شخصی مصلحت پر ترجیح دینے کی طبیعت رکھتا ھے' درحقیقت اپنے آپ کو سخت دھوکا دینا ھے - کیونکہ وحشت وظلم کی جو صفات ھم نے اپنے اجداد سے ورثہ میں پائی ھیں ' اب تک ھمارے ذھن و دماغ میں پوری طرح راسخ ھیں - انسانی دماغ کی ساخت ھی کچھہ اِس وضع کی ھے کہ انسان ھمیشہ اپنے خیالات واوھام کا بندہ رھے - شدید ھیجان ' شک و شبہ ' جذبات ' سادہ لوحی ' خود غرضی ' یہ انسان کی امتیازی خصوصیات و صفات ھوگئی ھیں -

یہ حقائق پیش نظر رکھنے کے بعد ' ھم بآسانی فیصلہ کر دے سکتے ھیں کہ انسانی فطرۃ کے متعلق روسو کا نظریہ سرا سر وھم و خیال ھے - اور اُس کے ھم مشربوں کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں -

(سلطنت کی تکوین میں اقلیم کا اثر)

سلطنت کی تکوین میں اقلیم کے اثرات کو بہت دخل ھوتا ھے - سیاسی و اجتماعی نظامات ' اقلیم کی تبدیلی سے بدل جایا کرتے ھیں - اِس کی مثال یہ ھے کہ جو قومیں میدانوں اور سبزہ زاروں میں بود و باش رکھتی ھیں ' اُن کی اقلیم کا اقتضاء ھی یہ ھوتا ھے کہ بدوی زندگی بسر کریں - ان کی مرکزی حکومت میں ابوی اقتدار کا رنگ غالب ھوتا ھے اور استبداد کمزور ھوتا ھے - یہ قومیں ھمیشہ فتوحات و حکمرانی کی دلدادہ ھوتی ھیں - برخلاف اِن کے وہ قومیں جو جنگلوں میں شکار پر زندگی بسر کرتی ھیں ' اپنی مرکزی حکومت میں استبداد غالب رکھتی ھیں اور ابوی شفقت کمزور ھوجاتی ھے - اِن میں جہالت نمایاں ھوتی ھے - وسعت نظر مفقود ھوتی ھے ' اولوالعزمی اور بلند ھمتی ناپید نظر آتی ھے ' فتح و استیلاء کا جذبہ مردہ ھوجاتا ھے ' ھمیشہ تنگ دائرے ھی میں زندگی بسر کرتی رھتی ھیں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قدیم ترین حکومتوں کے ظہور کی تاریخ ھمیں بتاتی ھے کہ انسانوں کا اجتماع اور باھمی اشتراک عمل ' صرف ضرورت ھی کی وجہ سے پیدا ھوا تھا - وہ ابتدائی ضرورت ' دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تھی - اُن مجھول زمانوں میں ھر چیز انسان کے لیے خطرناک تھی '

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم

(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرا کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچ سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور لقمے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "بزار" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈالکر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں کچی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لئے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات بہت محدود ہے۔ ۴۰، ۵۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے۔ نجدی عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر مرنا نہیں جانتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لئے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور، وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا تجویز کرنے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی "جہالت" پر ہنسا اور کہنے لگا "اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری واپسی تک وہ اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی تھی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر اُس پر عمل جراحی کرنا ضروری ہے۔ اس پر بدو ہنسنے لگا۔ "واللہ" اُس نے کہا، "میں جنت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سنکر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو یہی نہیں کہ ستاروں کی رہنمائی میں صحرا کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرا کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دیئے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دور کی آواز سنتے اور بہت دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرا کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسار یا سنہ حجاز سے مقصود، ان دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُنکے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ تائے مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س، م" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب بسم اللہ کہنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" اگر کسی کو پکارو تو فوراً جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ترکی داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی، اسلام کی، دو اسلامی قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اور کان دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمۂ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے انھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔

لیکن اس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے ان کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ ان کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلاکر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزتک(؟) ابنتی" (قسم اس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت (؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبد العزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کر دوں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرا کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی۔ لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرا کی زندگی نے اُنھیں ایسا ہی بنا دیا ہے وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفرائے دول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار، ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جانثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ کم پر قناعت کر لیتی ہے۔ شریفیوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

اس سلسله میں اخبار پیپل لندن کے نامه نگار نے اوس سے ملاقات کي تھي - اس ملاقات کے حالات یه هیں - نامه نگار لکھتا هے :

" یه کوئي تعجب کی بات نه تھي که وه مجھے نه پهچان سکي - اور واقعة تو یه هے که میں خود بھي مشکل سے اس بات پر یقین کونے کیلیے تیار تھا که حسین لباس میں یه ملبوس حسینه وهي پریشان سفید روح هے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکھا تھا - آج اوس کے رنگین ' روشن ' ترو تازه چهره ' اور باوقار حرکات میں کہیں بھی اون خطروں اور اندیشوں کا پته نه تھا جنھوں نے اسے اپنے شہزاده شوهر کے قتل پر مجبور کردیا تھا "

" تمام دنیا کي طرح میں نے بھي سنا تھا که مرحوم فهمي بے کي جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان هے ' اوسکي دو بهنوں اور چچا کو مل گئي هے - اسکا یه فیصله که اب وه خود قاهره جاکر یه دعوی از سر نو پیش کریگي ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تھي "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آماده کیا هے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وه کہتے هیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نه کروں ' سماعت نہیں هو سکتي - اسلیے میرے پاس قاهره جانے کے سوا اور چارہ کار کیا هے ؟ "

" لیکن مجھے یاد تھا که اس سے پہلے تین مرتبه بیگم فهمي نے قاهره جانے سے انکار کردیا تھا ' اور اُسکے وجوہ میں ایک وجه یه بھي بتلائي گئي تھي که وه خائف هے - میں نے اس کي طرف اشاره کیا تو وه هنسي اور پھر مسکراتے هوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسي سے نہیں ڈرتي - مصري میرے دوست هیں - شریف هیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا هٹا کر بتایا که اُس کا هاتھه زخمي تھا ' اس لیے وه قاهره جانے کے قابل نه تھي - اُس نے یقین دلایا که اب وه پہلے اسپین جائیگي ' وهاں سے سیدھا مصر پهنچیگي - یه کہتے هوے اُس نے ایک خاص انداز سے اپنا هاتھه اٹھایا ' اور اُس کي آنکھوں میں ایک عجیب روشني پیدا هوگئي - قاهره کا مصري انصاف اُس کے لیے کوئي خوفناک چیز نہیں هے - جو قاضي اِن آنکھوں سے متاثر هوے بغیر رهیگا ' اُس کے متعلق سمجھه لینا چاهئے که اُس کے سینه میں دل کي جگه یقیناً پتھر کا ٹکڑا هوگا - اس رعنائي کے باوجود بیگم فهمي تین شادیاں کرچکي هے ' اور اُس کي ایک هفده ساله لڑکي بھي مُوجود هے ! "

" بیگم فهمي کو اس بات کا یقین هے که وه قاهره میں اپنا مقدمه جیت لے گي - اُس نے مجھے بتایا که حال هي میں اُس نے ایک مقدمه جیتا هے - وه مقدمه ایک ڈریس کیس (صندوق ارائش) کے متعلق تھا جس کي قیمت ۴ هزار پونڈ هے - یه بکس اُن دو بکسوں میں سے تھا جو شادي سے کچھه دن قبل شهزاده فهمي بے کے لیے بنائے گئے تھے - ایک سیاه کچھوے کي کھال کا اُس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اُس کي منسوبه کے لیے - حادثه قتل کے بعد فهمي بے کي بهن نے اس بکس کے لیے مقدمه دائر کیا - بیگم فهمي اس کے لیے لڑي اور بالاخر کامیاب هوگئي - اُس نے کہا " یه مقدمه اِس لیے نه تھا که وه بکس بہت قیمتي تھا ' بلکه یه اصول کا سوال تھا - اُس نے یه بکس مجھے دیا تھا - اور میرے لیے ضروري تھا که میں اُسے حاصل کروں " آپ کو یه سن کر متعجب نه هونا چاهیے که بیگم فهمي نے اپنی چوتھي شادي کا خیال ترک نہیں کیا هے ' اگرچه اس میں عجلت نہیں هے "

ڈاک کي تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کي بین الاقوامي مجلس کا ایک اجلاس حال میں به مقام هالینڈ منعقد هوا تھا - اس سلسله میں ڈاک کے موجوده طریقه کي تاریخ بھي بیان کي گئي جس کا خلاصه حسب ذیل هے :

" قدیم زمانه میں خطوط کي امد و رفت کے مختلف طریقے تھے - ڈاک کا محکمه زیاده تر بادشاهوں کي خدمت کیلیے تھا - بادشاه اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عهده داروں اور دوستوں کو بھیجا کرتے تھے - محکمۂ ڈاک یه تھا که کچھه لوگ خطوط لیکر گھوڑوں اور اونٹوں وغیره سواریوں پر سفر کیا کرتے تھے -

مصریوں نے اپني ترقي کے زمانه میں ڈاک کا باقاعده انتظام کیا - مصریوں سے یه چیز رومانیوں نے لي - شهنشاه اگسٹس کے زمانه میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز هوا -

ساتویں صدي عیسوي میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکه یه زمانه فرانس میں سخت بد امني کا زمانه تھا ' اس لیے یه انتظام کامیاب نه هوا اور جلد موقوف هو گیا - چارلس اول نے بعد مین ڈاک کا محکمه از سر نو قائم کیا تا که اسکي وسیع سلطنت میں مواصلات کي آساني هو - مگر زیاده عرصه وه بھي قایم نه ره سکا -

آخر سنه ۱۴۶۴ع میں لوي چاردهم نے اُسکا پھر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوري هوشیاري اور مضبوطي سے قائم کر دیا - سولهویں صدي میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پھیل گیا تھا ' اور هر شخص کو حق حاصل هوگیا تھا که جب چاهے ' اپنے خطوط ڈاک کے ذریعه بھیج دے - سنه ۱۶۲۷ع میں خط نویسي کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنه ۱۶۲۹ - سے مني آرڈر بھي ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنه ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد هوئے - لیکن تھوڑي مدت بعد اُنکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ اُنھیں بھول گئے - سنه ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاري اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجه دلائي گئي که ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگراس پر توجه نہیں کي گئي - سنه ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکي ضرورت محسوس کي - اسکے بعد باقي سلطنتوں نے بھي انکي تقلید کي - ذیل کے نقشه سے معلوم هوگا که دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاري هوئے هیں :

انگلستان	—		سنه ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنه ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوري	سنه ۱۸۴۸
اسپین	۲	مارچ	سنه ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴	اپریل	سنه ۱۸۴۹
پروشیا	۱	جنوري	سنه ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلی	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۱
هالینڈ	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنه ۱۸۶۱
ٹرکي	۳	مئی	سنه ۱۸۶۶
مصر	۱۵	دسمبر	سنه ۱۸۶۶

لکھا۔ محمد کا جواب حسب ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت بخشی! ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبد اللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں وہ جس قدر تشدد اُن پر کر سکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ والی (گورنر) ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم و جور کیا۔ چنانچہ ۱۱۸ھ ہجری میں اُسنے خراسان کے تقریباً تمام داعی گرفتار کر لئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے قید کر دیئے۔

شیعی دعوت کے نقباء و ائمہ: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہو کر چلایا:

"اے فساق! کیا خدا نے فرمایا نہیں ہے کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف کیا۔ البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

لو بغیر الماء حلقی شرق کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار کھلوا رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت مخالف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہے"

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور انھیں رہا کر دیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُسوقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی تھی؟ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبد اللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے اطمینان کی سانس لی۔

اس کے بعد عالم اسلامی میں دو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں نے شیعوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کر دی اور اُن کے دشمن کی تباہی کا سبب بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دُور نہ کی جا سکی۔ باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبد الملک بن مروان نے کھولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبد الملک کے خلاف سر اُٹھایا، اُسے فسق و فجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے اُس کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہو گیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے چنانچہ مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُس پر متمکن ہونے کی جد و جہد شروع کر دی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا اُسنے دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہو گیا۔ مگر اُس کی کامیابی نے فتنہ و فساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں کے دروازے کھُل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اس خانہ جنگی کے مہلک نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلاء خوب سمجھتے تھے کہ یہ بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے:

انی اعیذکم باللہ من فتن مثل الجبال تسامی ثم تندفع

لا تبقرن بایدیکم بطونکم فثم لا حسرۃ تغنی ولا ندم

مگر جب ایک مرتبہ فتنہ و فساد پھیل جاتا ہے تو آسانی سے دُور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافست میں ترقی۔ معلوم ہے عرب دو بڑی قسموں پر بٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست و سیادت، یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کر دیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ و فساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امراء و حکام نے یہ عصبیت از سر نو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پُوری قوت سے زندہ ہو گئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مُضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، اختلاف آراء کا اختلاف نہ تھا۔ اس نے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطان غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مُضر کے گھر گرا دیئے۔ اسی پر ایک مضری عورت کہتی ہے:

لا بارک اللہ فی انثیٰ و عذبہا تزوجت مضریا آخر الدہر

اسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابو مسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے بر سر دعوت آتے ہی ایک اولوالعزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آگیا۔ اس کا نام ابو مسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص، عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشو و نما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے ۱۲۵ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہو گیا۔

اس کے بشرے ہی سے عزم و حزم اور غیر معمولی ذہانت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہو چکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم کٹے مرتے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دُور بیں نظریں ابو مسلم پر پڑیں۔ فوراً معلوم کر لیا کہ اس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کر دیا، اور وہاں کے شیعوں کو حکم بھیجا کہ ابو مسلم کی پُوری پُوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہے۔

ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبد الرحمٰن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہے لہذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغاباز لوگ ہیں۔ قبائل مُضر: آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شُبہ ہو جائے تو فوراً قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے داعی اکبر) سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آپڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابو مسلم ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت ازحد زبوں ہو رہی تھی۔ اُسنے پوری عقل و دانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر امام (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا "واپس جاؤ اور کام شروع کر دو" نیز امام نے ایک عَلَم بھی بھیجا۔ اس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دَورِ عمل

ابو مسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہر طرف پھیلا دیئے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہو گئے۔ یہ رمضان ۱۲۹ھ کا واقعہ ہے۔

۲۵ رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُسوقت ابو مسلم یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہو گیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابو مسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کرے۔ بنو امیہ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ وہ خطبہ و اذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابو مسلم نے اپنی فوج کو پُرتکلف دعوت کھلائی۔

اس کے بعد ابو مسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابو مسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولوالعزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس میں ابو مسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کر سکتی تھی:

ابو مسلم کا خط یہ تھا:

"اما بعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہے: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفورا، استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابو مسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہو کر قید ہو گیا۔ ابو مسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہو جانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہو جاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ، مگر اس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑو گے اور ہماری نسبت دروغ بیانی کرو گے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ وہی بیان کرو گے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

کا جس ہمت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا؛ وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہے"

"حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں" سلطان نے فوراً جواب دیا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کر دیا۔ اُسنے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ مگر شریف کی عتاکی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہمنے بارہا نتائج بد سے ڈرایا؛ مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کر دیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ "فوج" سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدو قوم سمجھئے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"ہم نے فوج کشی تو کر دی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیام امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہے۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جا رہے ہیں۔

"ہم خوب جانتے تھے کہ اہل حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہے۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی جیسی ہم نے نجدیوں میں کر دی ہے ناممکن سی نظر آتی تھی۔

"مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر دے سکتا ہے۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پروا نہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیر پا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

"ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ ہی کرنے پائے تھے کہ اُن کے اہل الحل و العقد نے جمع ہو کر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کر لیں اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی کی حکومت قائم کر دیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کر لی"

"حجاز کے نظام حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"حکومت حجاز کا بنیادی نظام، علی حالہ قائم ہے" سلطان نے جواب دیا "ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ حتیٰ کہ ہم نے وہ سابق عہدے دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھا دئے ہیں اور اُن کی جگہ احکام شریعت م قائم کر دئے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہے، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اسوقت سرزمین حجاز میں پورا پورا امن قائم ہو چکا ہے اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کر دیا گیا ہے"

"اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتح حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ "بعض سلطنتوں" سے آپکی مراد کون سلطنتیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

"آپ جانتے ہیں کہ اکثر دول یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اِس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اِس طرح کی جرأت نہیں کی ہے۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُسنے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہے"

"خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟ کیا اِس منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اِس اہم مسئلہ میں اظہار خیال مناسب نہیں سمجھتا"، سلطان نے مسکرا کر کہا "بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اِس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آداب مجلس کا اقتضا یہ ہے کہ میں آپکے سامنے *

* کوئی اظہار خیال نہ کروں۔ مسئلہ خلافت تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے۔ [illegible] مجھے اِس منصب کی ہرگز کوئی طلب نہیں ہے"

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد اُمیّہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و داعی محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دَوروں پر منقسم ہے:

پہلا دَور پُرامن دعوت کا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابومسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۰ سال تک یہ دَور قائم رہا۔ دوسرا دَور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دَور ہے۔ اسے دَور عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

دَور اوّل

(سنہ ۱۰۰ھ سے ۱۲۷ھ ہجری تک)

اِس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دَورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز ۱۰۲ھ میں کھلا، قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والی خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا "یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں"

سعید نے اُنھیں فوراً طلب کیا:

"تم کون ہو؟" اُسنے سوال کیا۔

"سوداگر" اُنھوں نے جواب دیا۔

"یہ تمھاری نسبت کیسی شکایت ہے؟" حاکم نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم" اُن کا صاف جواب تھا۔

"تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟" والی نے پوچھا۔

"ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائیں گے؟" اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے آکر ضمانت کر لی۔

"ہم اُنھیں خوب جانتے ہیں" اُنھوں نے کہا "ہم اُن کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں"

حاکم نے مطمئن ہو کر اُنھیں چھوڑ دیا۔

۱۰۵ھ میں اِس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ہامان نامی ایک امیر کبیر اُس میں شامل ہو گیا اور اپنی تمام دولت اِس پر وقف کر دی۔ اُسی اثنا میں کوفہ کا داعی اوّل میسرہ فوت ہو گیا۔ محمد بن علی نے نہایت دُوراندیشی سے اِس مرکز کے لئے ابن ہامان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعان بن ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اِس گروہ کی خبر دی۔ چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انہی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ہامان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

برید شرق

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم مشرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور تعلیم گاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کر کے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی غیور طبیعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہو گئی۔ انھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہوئی۔ خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہو گئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد اِن کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمۂ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی "آیندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اُڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر عام پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدۂ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علماء قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "حمایۃ" (پروٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہدنامہ ہے جس میں ایجاب قبول، شرط ہے۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی، اور نہ قیامت تک کبھی پیش آسکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود "حمایۃ" کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی"

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سیاسی جد و جہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و جبر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کارروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلاٹین نے فیلڈ مارشل جنرل الینبائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضامین نہ لکھیں۔ کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ اُس علاقہ کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل الینبائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہے، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اُس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے"

گرفتاری اور جلاوطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے ۵ ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلاوطنی سے واپس آکر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے ہم اُنھی کی زبان سے

بقیہ مضمون صفحہ ۱۶

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبد اللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ بیس دن بعد وہ اُس کو یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ ابان نے عبد اللہ کی اطاعت قبول کر لی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسیرین پہونچا۔ عبد اللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسیرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبد اللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دار الخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آگیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں "بوصیر" میں جا کر چھپ گیا۔

عبد اللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابو العباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کر دے اور خود آگے نہ بڑھے چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری میں پیش آیا تھا۔

یزید نے کہا " اُنھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہو کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اِس حال میں دیکھا کہ پابندی اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذاں دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہو کہ وہ ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کرکے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنہی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اِس واقعہ کے بعد ابومسلم کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔ اَب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ سفیذنج میں گنجائش باقی نہ رہی مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہوگیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کرآئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبتیں یا جماعتیں قائم ہوگئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابومسلم نے اِس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے اِن سب کو لڑانا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہوگئی حتیٰ کہ سنہ ۱۳۰ھ میں خود مَرو پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑرہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: "ودخل المدینة علی حین غفلة من اہلہا فوجد فیہا رجلین یقتتلان، ہٰذا من شیعتہ وہٰذا من عدوہ!"

مَرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابومسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کردیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رَے فتح کیا۔ رَے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اَب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہوگیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اِسی اثناء میں قحطبہ، شیعی سپہ سالار کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور یلغار کرتا ہوا محرم سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیرقنیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابوسلمۃ الخلال نے اپنا لشکر، حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی اُمیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کرآئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے دعاۃ و نقباء کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

راز اِس طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہوگیا جو اُسنے ابومسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اَب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقاء کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کرکے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرلے اور دارالخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابوالعباس کے حق میں امامت کی وصیت کردی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حرّان کے قیدخانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہوگیا۔ مورخین میں اختلاف ہو کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرادی گئی تھی؟ بہرحال یہ یقینی ہو کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابوسلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمد" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہو کہ ابوسلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کرلیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؓ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو باقی دونوں خط ضایع کردے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابوسلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہو"

"آپ خط تو پڑھیئے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگاکر جلادیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہوکر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس دوڑے آئے:

"یہ ابوسلمہ کا خط ہو" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہو۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہو"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابومسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہو؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہو؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہوسکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کررہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہو کہ میں ہر مسلمان کی خیرخواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑ دو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملے گی تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہو"

اِس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کردیا۔

آخر میں قاصد، عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اِس اثنا میں ابوسلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے نکلکر کوفہ پہنچے۔ ابوالعباس کو ابوسلمہ کی نظربندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابوسلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابوالعباس اُس سے مکدر ہوگیا تھا

ابوالعباس کا خطبہ

۱۳ ربیع الاول روز جمعہ کو ابوالعباس نے جامع مسجد میں نماز پڑہائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر کیا۔ خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم و جور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں بھلائی پہنچ چکی ہو، اُس سے تم پر کبھی بُرائی نہ آئے گی (یعنی اہل بیت نبوی) اور جس راہ سے بُرائی آچکی ہو، اُس راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (یعنی بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی ہو۔ تم اے اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو۔ تم وہ ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارے دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سَو سَو درہم کا اضافہ کردیا ہو۔ تم طیار ہوجاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں ..."

ابوالعباس، "سفاح" کے لقب سے اِسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے مُنہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابوالعباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کرسکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اِس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں، محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اِس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہوگیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت جور و ستم نے زبوں کردی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کرکے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی اُمیہ نے تمھیں ہلاک کرڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کرلئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہوگئے اور تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے نام پر، رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے..

.... اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے اِس منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ دوسرا امیرالمومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابوالعباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گا، یہاں تک کہ اُسے عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کردیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک اِس کا سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت اپنے چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کُن کارروائی کا وقت آگیا تھا۔ خود خلیفہ مروان بن محمد کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدہر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر حرّان سے موصل پہنچ گیا۔ ابوالعباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت ہی سخت جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا پورا لشکر تباہ کرڈالا۔ یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کا ہو۔

مروان بھاگ کر حرّان میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان بن یزید

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں، اور داعی لا الٰہ الا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ متباین ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُس پر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طامع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساقط اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حُسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کرسکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اسپر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈھی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہوچکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جاسکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعلم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہوجائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اُسنے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں۔ سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُسنے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

***

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے منہ پھیرلیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کردی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسندی کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

ورادوتہ الجبال الشم من ذہب عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہوسکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب اور دل عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہوجانا چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکماء، اور موجدین کی عظمتوں سے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ دنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو انھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

***

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیئے، اگرچہ دنیا انھی مظاہر پر مری مٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہو، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد، اٹل اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الٰہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۸)

منہمک ہوجاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کرکے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸-۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہوجاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، اور مطالعہ کرتے کرتے سوجاتے تھے۔ عموماً ۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔

سنیں۔ اُنھوں نے کہا:

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں اندھی قوت نے حق پرس کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور دروں میں بندوقیں اٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کر دئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کر لینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور اطمینان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اُتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دَوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اُسے روک دیا گیا۔ صلیب احمر کی ایک بھدی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی مظاہرہ میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔ اُن کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی۔ مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا مظاہرہ کرنا چاہا اور کر دیا"

ہندوستان کو شرم آنی چاہئے!

مرحوم کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپکے تمام غیور قارئین اُسے شرمناک خیال کرینگے۔ مصر کا یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کر کے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یُوں بیان کیا:

"مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے راستے سے جو بالکل غیر آباد تھا۔ حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُس نے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسروں نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اُتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمے کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے ڈالتی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں ضعف پیری سے ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقاء مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اُٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۳ ستمبر سے ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قیدخانوں اور قلعوں میں گزاری دنیا بھر سے الگ کر دئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی...... لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار گئیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلا دیتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور غایت کیسی نبیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط انھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۸ دسمبر ۱۹۲۱ء

"عزیزتی!

"تمھارا ۲۰ دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے بصد مسرت تمھارے سفر کے التواء کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جس نے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبداللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ مہذب مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی، اچھی ہے۔ کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہرحال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمد للہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری اُمیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ والسلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ رنج کی صحبتوں میں بھی شخصیت آدمی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کیلئے آواز بلند کی یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی ناامید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر ہی نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان پڑھی اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب مہارت رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ ظرافت و بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح ۶ بجے بیدار ہوتے تھے غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ میں

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہی۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، اِن میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لا الٰہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دُنیا کے تمام زخرفات و تمتعات ہیچ تھے!

***

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں — تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دُنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزو مند جنگ نہیں زندگی کی کارفرما جنگ!

***

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لا الٰہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہو گا یا باطل ہو گا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے — حالانکہ وہ باطل نہیں ہے — تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریئے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے — حالانکہ وہ حق ہے — تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اِس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امرا، فقرا سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہو گی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام مدعیانِ علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہو گی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پرجلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہے گا

صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارسازِ فطرت کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہو گی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خودساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں، یہ تمام چیزیں۔ کُہر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نُور کے دکھتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکونِ موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہو گا، اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بند بندھن ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اُس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہو گا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لا الٰہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہو گا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہو گا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہو گی۔ اُس دن سارا جہان بانگ دہل دہائی دے گا "لا الٰہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اِس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہو گا نہ کبھی ہلاک ہو گا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک رب ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اِس لئے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی "اشہد ان محمداً رسول اللہ!"

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایتہ"

"انگریز کہتے ہیں" تم ہماری غلامی میں نہیں، ہماری حمایتہ (پروٹیکٹوریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اِس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار رہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُس نے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا: "بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزانِ من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو، تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، متحرک نبض ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار بنوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے، اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُرامید ہے۔ جس کی امیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پورا کرنا یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بد دیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہے۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہے"

جلاوطنی

"زغلول جلاوطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادی کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلاوطن کر دینا چاہیئے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اِس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں لیکن میں مجنون نہیں ہوں؛ کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (قہقہہ)

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه " سلسلۂ تراجم " بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب " زاد المعاد " کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

...ب الوسیله ـــ لفظ " وسیله " کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول " توحید " کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواہی داشتن گر داغہاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں " البــلاغ پریس " کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد " البـلاغ " (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر " البـلاغ پریس "

١٩٢٧
الہلال
جلد ١
نمبر ١٦
البلاغ پریس کلکتہ
قیمت
٥ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر هفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا هفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاهتے هیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رهیں' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاهیے -

یہ هر هفتہ اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں' نفع بخش ایجنسیاں لیں' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں کہ بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں' تو آپکو چاهیے کہ هم سے خط و کتابت کریں - هم یہ کام بہ حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے هم کس درجہ مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں' ترکاریوں' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٦ کلکتہ : جمعه ١٠ . ربیع الثانی ١٣٤٦ هجری جلد ١

Calcutta : Friday, 7, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قاریین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٣٠١ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٣٧٥
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٣٧٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٢٨	نستعلیق هون	١٢٧

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
مدت شش ماهي	- -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے ہي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع ایکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جارہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاهوں پر رعایا کي کوئي نگراني نہیں هوتي - لیکن تجارتي حکومتوں میں تجار و اعیان ' حا کم کي نگراني کرتے هیں ' اور حاکم ' تجار و اعیان کي نگراني کرتا هے ' کیونکه پوري قوم اِس ممتاز طبقه کے مظالم کا نشانه بن سکتي هے -

(حکومتوں کي تشکیل میں مذهبي پیشواؤں کا دخل)

ایک تیسري قوت بهي هے جو حکومتوں کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي هے - وہ قوت کاهنوں اور مذهبي پیشواؤں کي هے - قدیم زمانے میں دیني پیشواؤں کو غیر معمولي اهمیت و طاقت حاصل تهي - مصریوں اور یہودیوں میں اِن کا اقتدار بے روک تها - یه اِنهي کاهنوں کي قوت تهي جس نے مخلوق سے فرعون کي پرستش کرائي - اور رموس اور ریموس (۱) کو جنگ کے دیوتا کي اولاد تسلیم کرا دیا - چین کے شہنشاهوں کے متعلق بهي ایسا هي اعتقاد تها - سیام کے بادشاہ تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے یاد کیے جاتے هیں -

غرضکه سیاسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتیجه هوتي هے - کمزور همیشه طاقتوروں کا لقمه هوتے هیں - قوت صرف مادي هي نہیں هوتي - دیني ' اخلاقي ' اور فکري بهي هوتي هے - بلکه کبهي کبهي اقتصادي بهي هوتي هے - مارکس کا قول هے که اقتصادي قوت هي سیاسي قوت میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتي هے - اُس کي یه رائے هر حال میں صحیح نہیں هے ' اگرچه اقتصادي قوت ' سیاسي نظامات کي تاریخ میں بہت مؤثر رهي هے -

(سیاسي حکومت ' اور باهمي تعاون کي تاثیر اُمت کی تکوین میں)

سیاسي حکومت کا ظہور ' ایک اجتماعي حادثه هے - یه حادثه همیشه ایک هي قسم کا هوتا هے - جماعتیں اپني قلت و کثرت میں کتني هي متباین هوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع میں کوئي تباین پیدا نہیں هوتا -

انسان ' باهم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے هیں - صرف اسي تعاون کے ذریعه هم اپني ضرورتیں پوري کرسکتے هیں - انسانوں کي ضرورتیں اور قابلیتیں مختلف اور متفاوت هیں - اِسي صورت حال نے اُنهیں مجبور کر دیا هے که تقسیم عمل کے اصول پر باهمي تعاون سے کام لیں -

همارے اجداد کي اجتماعي روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنهوں نے دور توحش سے دور بداوت میں قدم رکھا - جغرافیائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور هوکر بہت سے قبیلے متحد هوگئے - اُن کے اتحاد نے ایک نیا مجموعه پیدا کردیا - اِسي مجموعه کا نام بعد کو " اُمت " یا " قوم " هوا - پهر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طریقه رائج هوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ هوگیا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر دیے گئے - پهر صنعت و حرفت کے وسیع پیمانے پر ظہور نے سرے سے یه غلامي بهي موقوف کردي -

اِسي تدریجي ارتقاء نے قومیتیں پیدا کیں ' اور قبائلي سرداروں کو شاهي تختوں پر بٹها دیا - پہلے زمانے میں پادشاہ کا اولین کام یه تها که فوج کي سپه سالاري کرے - مصریوں ' اشوریوں ' اور یوروپین قوموں کي تاریخ ایسي مثالوں سے لبریز هے -

(۱) رموس اور ریموس ' مندر وستا کي راهبه " ري سیلویا " کے توأم لڑکے تهے ' اور زنا سے پیدا هوئے تهے - مگر راهبه نے دعوی کیا که وہ جنگ کے دیوتا مریخ کي اولاد هیں - رموس ' روم کا باني هے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي رائے میں جماعت ' ایک حقیقي زندگي رکھتي هے - اُن کا خیال هے که جماعتي ذهن و وجدان ' فردي ذهن و وجدان سے علحدہ وجود رکھتا هے - قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا بهي نظریه یهي تها که جماعت ' ایک عظیم زندہ وجود هے - گویا وہ سینکڑوں سروں کا حیوان هے - همارے زمانے میں بهي متعدد علماء نے یهي کہا هے - چنانچه ورمس وغیرہ کہتے هیں که جماعتیں ' اپني مستقل زندگي رکھتي هیں - وہ جسم حي کي مثال پیش کرتے هیں - وہ کہتے هیں علماء فیزیو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقه فیصله هے که اجسام حیه کي اساسي طبیعت یه هے که هر عضو اپني جگه پر ایک خاص عمل انجام دیتا هے جس سے مجموعي جسم کي زندگي بر قرار رهتي هے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پهولوں وغیرہ سے مرکب هوتا هے - اِن میں سے هر چیز اپني جگه پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے لیے کام کرتي هے -

اعضاء کا یه تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار دیا جا سکتا هے :

(۱) مختلف اعضاء میں وظائف کي تقسیم و تحدید -

(۲) وہ غرض و غایت ' جس کے لیے بطریق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے هیں -

یه دونوں اصلیں ' تمام انساني و حیواني جماعتوں میں پائي جاتي هیں - یه اِس لیے که اگر اعضاء جسم میں وظائف کي تقسیم نه هو ' تو اُس جسم میں سرے سے وصف عضویت هي موجود نہیں هو سکتا - مثلاً اگر هم ایک رنگ کا تهیله دیکهیں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابه هوں ' اور سب ایک هي عمل انجام دے رهے هوں ' تو همیں فیصله کر دینا پڑیگا که اِس تهیلے کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم نہیں هے - یعني اُس میں خود عضویت کا وجود هي نہیں هے - یهي حال انساني جماعت کا هے - جس انساني گروہ کا هر فرد اپني علحدہ زندگي بسر کرتا اور جماعت کے لیے کوئي کام نہیں کرتا هے ' همیں کہنا چاهیے که وہ گروہ سرے سے جماعت هي نہیں هے ' بلکه دور وحشت میں پڑا هوا هے -

(وظائف کي تقسیم)

جسم میں عضویت کا آغاز اُسي وقت سے هوتا هے جب اُس کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم هو جاتي هے - یهي حال انسانوں کا هے جب اُن میں تقسیم عمل نافذ هو جاتي هے - بعض کهیتي پر لگ جاتے هیں - بعض کپڑا بننے لگتے هیں - بعض مکان بنانے لگتے هیں ..... اِس حالت میں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " هو جاتا هے -

میلن کي رائے هے که عالم اقتصاد میں تقسیم عمل ' عالم فیزیو لوجي (وظائف الاعضاء) میں تقسیم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابه هے - یه تقسیم هي جسم حي کي خصوصیت پیدا کرتي هے - اور یهي تقسیم " جماعت " کو موجود کرتي هے -

اِس کي مثال یه هے که زندہ جسم میں معدہ ' نه تو دل کا فرض انجام دیتا هے ' نه دل معدے کا - گزشته تفصیل سے واضح هوچکا هے که زندگي پیدا کرنے میں تقسیم وظائف ' تعاون هي کي بنیاد پر قائم هوتي هے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے لیے خود عمل نہیں کرتا ' بلکه اُس کي غذا معدہ مہیا کرتا هے ' اور قلب یه غذا اُس تک پہنچاتا هے - یهي حال جماعت کا هے -

علم الاجتماع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ شکار اور جنگ میں وہي شخص اُس کا سردار هونا چاهیے' جو اسلحه کے استعمال میں مشاق اور جسماني قوت میں اصلح هو - یه حال صرف انساني جماعتوں هي کا نہیں ھے - چڑیاں بھي جب ایک اقلیم سے دوسري اقلیم کو جاتي هیں ' تو اپني سرداري اور پیش قدمي کے لیے اپنا سب سے زیادہ قوي اور تیز نظر فرد منتخب کرتي هیں - همیشه دیکھا جاتا ھے که چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچھے اڑتے هوئے جاتے هیں !

اپني تکوین کے آغاز میں سلطنت کي بھي یهي صورت هوئي - افریقه ' استریلیا ' اور نیوزي لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود هیں جو یه اجتماعي نظام پیش کر رہے هیں - بعض قبائل ایسے بھي هیں جن کا سردار دائمي نہیں هوتا ' عارضي طور پر منتخب کر لیا جاتا ھے - چنانچه قبائل تسمان کا یهي حال ھے - اُن کا جب کوئي خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا ھے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا ھے - لیکن اِس ضرورت کے ختم هوتے هي سردار کي سرداري بھي ختم هو جاتي ھے ' اور وہ باقي افراد کي طرح ایک فرد عام هو جاتا ھے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور هیں ' اُن میں فرد کا کوئي اقتدار نہیں هوتا - چنانچه قبائل دوجي میں کوئي بھي سردار نہیں ھے - تمام افراد بالکل مساویانه زندگي بسر کرتے هیں -

یهي حال قبائل اسکیمو کا ھے - اِن کي تعداد ' اگرچه بہت زیادہ ھے ' مگر آج تک اُن میں کوئي سردار نہیں ھے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یوروپین جہاز پہنچے ' تو اُنھیں یه دیکھ کر سخت حیرت هوئي که بحري سپاهي اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت [کر]تے هیں !

(حکومتوں کي تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائي حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ هي نه تھي - لیکن جو حکومتیں جنگي ضرورت سے قائم هوتي هیں ' وہ فرد هي کے ماتحت هوتي هیں - ابتدائي جنگوں کے تجارب نے انساني جماعتوں کو یقین دلا دیا که نظام و ترتیب کي قوت ' کثرت تعداد کي قوت سے کہیں زیادہ مؤثر هوتي ھے - بہت سي جماعتیں محض اِس لیے برباد هو گئیں که اُن میں کوئي نظام موجود نه تھا - انتشار و فوضویت عام تھي - چنانچه بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگي اختیار کرنے پر مجبور هو گئے -

جمله مستبد حکومتوں کي پیدائش ' جنگ هي سے هوئي ھے - شخصي حکمراني کا باعث ' جنگ سے بڑہ کر کوئي چیز نہیں هوسکتي -

چنانچه قرون اولی میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگي خطرہ پیش آیا ' تو قہري حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم هوگئي - لیکن اُس کے دفع هوتے هي مینسناتس ' جو اِس حکومت کا حاکم تھا ' اپنے کھیت میں هل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسي بہت سي مثالیں موجود هیں که زیادہ سے زیادہ حریت پسند قوموں میں بھي جنگوں نے ایسے آدمي پیدا کر دیے' جو شروع میں حامي حریت معلوم هوتے تھے مگر جنگي ضرورتوں نے اُنھیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگي قومیں — اپنے جغرافیائي موقعه کے لحاظ سے — استبدادي طرز حکومت هي پر برقرار رهیں - اسي طرح تمام وسیع ممالک ' جن پر دشمنوں کے حملے هوتے رہے یا جن میں اندروني شورشیں زیادہ برپا هوتي رهیں ' اُن کي حکومتیں لازمي طور پر استبدادي رهي هیں - برخلاف اِن کے چھوٹے چھوٹے اور چہار طرف پہاڑوں سے محفوظ ملکوں کي حکومتیں جمہوري هوا کرتی هیں - چنانچه قدیم زمانے میں یونان اور موجودہ زمانے میں سوئٹزر لینڈ اُن ممالک کي مثال هیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا هیں - لیکن قوم ترکمان — بدویت کي حالت میں — شخصي استبداد کي طرف مائل رهي ھے -

(حکومتوں کي تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت ' اگرچه براہ راست حکومتوں کي تکوین کا باعث نہیں ھے ' لیکن جنگ کے بعد وہ بھي اُن کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي ھے - کیونکه صناعت ' دولتمندي کا اولین سبب ھے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب ھے -

ابتدائي انسان نے جوں هي آلات کو ترقي دي ' مختلف قسم کي صنعتیں ظاهر هونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولي محنت کے ذریعه اِتني پیداوار مہیا کرلي جو اُن کي ضرورت سے زیادہ تھي - چنانچه اُس کي فروخت اور مبادله سے اُنھیں کافي دولت حاصل هوگئي - اِس دولت سے اُنھوں نے دوسروں سے زیادہ رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بہت جلد ضرورت محسوس هوئي که حریص و طماع غریبوں سے اپني دولت محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں - چنانچه اُنھوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کي بنیاد رکھي اور اُسکي خاص شکل تجویز کي -

اِس قسم کي حکومتیں ' جو صناعوں اور تاجروں کے هاتھوں ظاهر هوئیں ' قدرتي طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکھتي تھیں ' جنھیں جنگوں نے پیدا کیا تھا - کیونکه اول الذکر میں کامل شخصي اقتدار قائم نہیں هو سکتا تھا - صناعوں اور تاجروں کي جماعت کو بھي رسوخ حاصل تھا - اِس قسم کي حکومتوں کي مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنک کي حکومتیں تھیں - یه حکومتیں جنگي حکومتوں سے بہت سي باتوں میں مختلف هوتي هیں -

ایك قدیم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسي سفارت

عرصه هوا ' زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زیدان موسس الهلال قاهره نے اپني سیاحت یورپ کي یاد داشتیں شائع کرتے هوے لکها تها " سوربن یونیورسٹي میں ایک قدیم مرقع میري نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسي سفارت کا خلیفه هارون الرشید کے دربار میں ورود دکهلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے بغداد بهیجي تهي ' اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وہ عجیب و غریب گهڑي ارسال کي تهي جس کا تمام یورپ میں عرصه تک شهرہ رها "

جرجي زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تها - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بر تو گدیلوں سے بنائي گئي هے ' بیٹها هے - سر پر خود کي وضع کي قلنسوہ هے اور اس پر عمامه بندها هے - حبشي غلام عقب میں کهڑے هیں' اور فرانسیسي سفارت کے ارکان زمین بوس هو رهے هیں -

مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي هوي لیکن اِسکي تاریخ قدامت کي کوئي تصریح نهیں کي گئي تهي - میں نے خیال کیا ' بهت ممکن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے واقعۂ سفارت کے تخیل کو مرقع کي صورت دیدي هو' یا کسي تاریخي کتاب کي تزئین کے لیے طیار کیا گیا هو - میں چاهتا تها ' اس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجهے اپني ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام مواد کي ضرورت تهي -

گذشته سال ایک تقریب سے مجهے موقعه ملا که موسیو بلوشر سے خط وکتابت کروں - یه فرانس کے مشهور فارسي داں متسشرق هیں اور کچهه عرصه سے پیرس کے قومي کتب خانه کے فارسي حصه کي از سرنو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کي نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تها :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعنے سوربن یونیورسٹي کا) وہ اصل نهیں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اس کتب خانه میں (نیشنل لائبریري پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کي صحیح تاریخ معین کي جا سکے ' لیکن اس میں کوئي شک نهیں که سولهویں صدي میں یه مرقع موجود تها - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے ' تو اس میں یه مرقع بهي درج کیا گیا تها - مرقع کے نیچے یه عبارت لکهي گئی تهي " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کي سفارت ـــ اِس مرقع کي نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تها " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وہ بهي اصل نهیں هے - کسي دوسرے نسخه کي نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں ' اور اُن رنگوں کا استعمال سولهویں صدي کے بعد شروع هوا هے ـــ * * * * * * * * * سولهویں اور سترهویں صدي میں یه مرقع منجمله اُن تصاویر کے تها ' جن سے فرانس کے شاهي قصر آراسته کیے جاتے تهے - قصر تویلري کے لیے یه مرقع ایوان استقبال کي اُن تصویروں کي قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تها ' جو اسکي دهني اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جتني ترتیب دي گئي تهیں - میں اگرچه یه کهنے کے لیے کافي تاریخي تصریحات نهیں پاتا که یه مرقع اصلي هے ' تاهم اس کي تاریخي قدر و قیمت سے انکار نهیں کیا جا سکتا - کم از کم یه بات بالکل صاف هے که خوه شارلیمین کے عهد کا هو یا نه هو' لیکن سولهویں صدي سے پیشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ایک دوسرے واقعه سے بهي اس مرقع کي تاریخي حیثیت کي تصدیق هوتي هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں' فرانسیسي سفیروں کے ساتهه اپنے خاص سفراء بهي بهیجے تهے ' اور ان کے ذریعه بیت المقدس کي طلائي کنجیاں اور بهت سے قیمتي تحائف روانه کیے تهے - انهي تحائف میں وہ اپنے عهد کي عجیب و غریب گهڑي بهي تهي جس کا ذکر اُس عهد کے مورخ اے جي نارت Eginhart نے

ضروري ھے کہ اُس میں بھي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمہ داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یہ ھوتي ھے کہ مجموع یعني جماعت ' قائم و محفوظ رھے - ھر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطہ اور غایت ھوتا ھے - چنانچہ مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار ھوتا ھے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم ھوتا ھے - اِسي طرح جماعت کا ھر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار ھوجاتا ھے -

یہ اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکھتے ھیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعہ میں ایسے ھي دائرے بناتے چلے جاتے ھیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیہ کي بحث میں بتایا ھے کہ جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے ھیں :
نظام ھضمي ' مجموعہ عصبي ' نظام تنفس -

یہي حال سلطنت کا ھے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مہیا کرتا ھے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبھالتا ھے - تیسرا فریق — اور وہ درمیاني فریق ھے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمہ دار ھوتا ھے تاکہ باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یہ عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بہت مشابہ ھے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء ھیں اور اُن اعضاء ثلاثہ کے قائم مقام ھیں جو حیاۃ حیواني قائم رکھتے ھیں -

یہاں پر ایک سوال قابل لحاظ ھے - ھمیں اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاھئے - "کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد ھي موجود ھوجاتي ھے ؟ — گھڑي کا آلہ یا جہاز کا آلہ ' کائنات حیہ کے مشابہ ھے - چنانچہ وہ بھي دوسرے اجسام حیہ کي طرح مختلف اعضاء سے مرکب ھے - اِس کے اعضاء میں بھي تقسیم عمل ھے اور اپنے اعمال کي انجام دھي میں تعاون رکھتے ھیں - یہ آلات ' زندہ اجسام سے اِس قدر مشابہ ھیں کہ وحشي انسان اُنھیں سچ مچ زندہ وجود ھي سمجھہ لیتے ھیں - اگر یہي بات ھے تو پھر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي رہ جاتا ھے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینتس نے یہ دیا ھے کہ " لکڑي یا لوھے کا متحرک آلہ ' في نفسہ کوئي عضویت نہیں رکھتا - برخلاف اِس کے ھر زندہ وجود عضویت اور مستقل زندگي رکھتا ھے - ھر عالم حي ' ھزاروں زندہ عوالم کا مجموعہ ھے "

ویر خوف اور کلوڈ برناڈ نے ثابت کیا ھے کہ ھر حیوان اپنے سے بہت زیادہ چھوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب ھوتا ھے - ھمارے جسموں کے اندر بہت سي ذي روح کائنات موجود ھیں - اِن میں سے ھر ایک مستقل زندگي رکھتي ھے - اِن کائنات کي زندگي ھمارے ھي خون سے ھے - یہ کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواھشیں ' امراض ' اور حرکات رکھتي ھیں - اگر ھم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بھي اُس کا ھر ٹکڑا زندہ رھے گا - بلاشبہ ترقي یافتہ حیوانوں کي یہ حالت نہیں ھے - لیکن ان حیوانات کے بھي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زندہ رھتے ھیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑھنا اِس بات کي دلیل ھے کہ اِن میں زندگي موجود رھتي ھے - اِسي طرح یہ بھي واقعہ ھے کہ کئي چوھوں کي دمیں اگر ایک چوھے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بھي زندگي پیدا ھو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' ھیئت اجتماعیہ کي بنانے والي ھے - پوري ھیئت اجتماعیہ ' عورت کے قبضۂ اختیار میں ھے - سب کچھہ اُسي کي مدد سے اور اُسي کیلیے ھوتا ھے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم ھے - وہ عورت ھي ھے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیدہ آداب ' اور رقیق احساس سکھاتي ھے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکھتي ھے - عورت ھي کے ذریعہ مرد کو معلوم ھوتا ھے کہ اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب ھے - عورت کے قریب ھوے ھي سے ھم محسوس کرتے ھیں کہ جذبات کا طوفان اور ایمان کا دھارا اِتنا زبردست ھے کہ اُسے روکا نہیں جا سکتا ' اور یہ ' کہ انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نہیں چل رھا ھے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشہور ھے کہ علماء و فضلاء خشک مزاج ھوتے ھیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجہ سے خشک دماغ ھو جاتے ھیں - یہ چیز اِس قدر مشہور ھوئي کہ علم اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بہت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکہ علم اور بشاشت میں ھرگز کوئي تضاد نہیں ھے - زیادہ سے زیادہ ھنس مکھہ آدمي بھي بڑے سے بڑا عالم ھوسکتا ھے - اِس کي سب سے زیادہ نمایاں مثال جاپان میں موجود ھے - یہاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج ھوتے ھیں - حال میں مشہور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تھا - وھاں کے لوگ اُس کي ھنسي اور خوش طبعي دیکھکر متعجب ھوگئے -

بادشاھون کو ھدیہ

بادشاھوں کے لیے ایک مصیبت ھدیے بھي ھیں جو اُنھیں بہت بڑي مقدار میں ھمیشہ پہنچتے رھتے ھیں - ایڈورڈ ھفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چھڑیوں سے لبریز بطور ھدیہ کے آیا کرتے تھے - وہ ھدیے بہت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاھم بعض نادر چیزیں لے بھي لیتے تھے - چنانچہ ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بھر وزن کا ایک آلو بھیجا تھا - اُسے بادشاہ نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاھزادي کا ممي کیا ھوا ھاتھہ بھي منظور کرلیا تھا ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تھے !

یہي حال سابق قیصر جرمني کا تھا - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پہاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتھر کاٹ کر ھدیہ بھیجا تھا - اُسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑھیا کا سو مارک کا نوٹ بھي منظور کرلیا تھا - اِس عورت نے دربان کے ھاتھہ شہنشاہ کو ایک لفافہ بھیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوہ ایک خط تھا :
" کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظہ کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکھا - یہ سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بنیائن خرید لیجیے "

هوتا ' تو بہت ممکن تھا ' اصلاح و تجدد کي راهیں باز هو جاتیں - لیکن عبدالعزیز کے مجنونانه استبداد نے جسکے ساتهه شخصي حکمراني کے تمام عیش پرستانه عناصر فساد بهي جمع هوگئے تهے ' اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے - خزانه بالکل خالي تها - یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رهے تهے - مالییات کے بہترین وسائل مکفول هوگئے تهے - روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمه باغیچه تک اپني مخفي سازشوں کا جال بچها دیا تها - روسي سفیر جنرل اگناتف کا اقتدار روز بروز بڑھ رها تها ' اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسي کے مشوروں پر کار بند تها - سلطان کا تمام وقت محل کي عیش پرستیوں میں صرف هوتا - بسا اوقات ایک ایک مهینے تک وزراء حکومت کو بار یابي کا موقعه نہیں ملتا - شخصي حکومتوں کا قدرتي مزاج هي شخصي انانیت اور مستبدانه قہر و جبر کا هوتا هے - پهر اگر خصوصیت کے ساتهه اُسکا کوئي حکمران " مستبد " هو جاے ' تو ظاهر هے ' اُسکا استبداد کس درجه لا علاج اور بے پناه هوگا ؟ تمام ترک اهل قلم متفق هیں که عبدالعزیز اپنے تمام پچهلے مستبد حکمرانوں سے بهي زیاده مستبد تها - کوئي بات بهي اسے اسدرجه طیش و غضب میں نہیں لاتي تهي جسقدر اس بات کا تصور ' که دنیا کي کوئي مخلوق اُسے " مشوره " دینا چاهتي هے ' یا نصیحت کرنے کي جرأت رکهتي هے - ابتدا میں جو لوگ بهولے سے کوئي ایسي جرأت کر بیٹهے ' اُنهیں فوراً اسکي سزا بهگتني پڑي - اس صورت حال کا لازمي نتیجه یه تها که کارخانهٔ سلطنت روز بروز درهم برهم هو رها تها اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر هونے لگے تهے یه حالت جاري تهي ' مگر هر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چهایا تها - کوئي صدا نه تهي جو کلمهٔ حق و اصلاح سے آشنا هوتي !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالاخر جنبش هوئي ' اور دولة عثمانیه کي تاریخ میں پهلي مرتبه دعوت الي الحق کي بے خوف صدا بلند هوئي - یه مصطفی فاضل کي صدا تهي - وہ صداے حق ' جسے نه تو سلطان عبدالعزیز کي سطوت و جبروت روک سکي ' نه امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یه صداء اصلاح " لائحهٔ اصلاحیه " کے نام سے مشہور هے - یه دراصل ایک مکتوب هے جو سلطان عبد العزیز کے نام لکها گیا تها - مصطفی فاضل نے یه مکتوب سنه ۱۸۶۷ میں لکها ' اور بذات خاص سلطان کے حواله کیا - لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم هوا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رهگئے - دولة عثمانیه کي تاریخ میں یه بالکل ایک نئي قسم کي جسارت تهي - ایسي جسارت جسکي مصطفی رشید ' فواد پاشا ' اور عالي پاشا جیسے مصلحین بهي جرأت نہیں کرسکتے تهے !

سلطان عبدالعزیز نے یه لائحه پڑها ' اور وهي نتیجه نکلا جو متوقع تها - مصطفی فاضل کو قسطنطنیه سے هجرت کرني پڑي - وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم هوگیا - مصطفی فاضل کے اسي قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کي سب سے پهلي بنیاد پڑي - قسطنطنیه کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ' اور مصطفی فاضل کي امداد و سرپرستي میں متحده زندگي بسر کرنے لگے - اُس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنهوں نے نه صرف دولة عثمانیه کیلیے سیاسي انقلاب کي تخم ریزي کي' بلکه ترکي علم ادب و کتابت میں بهي دور جدید کي بنیاد ڈالي ' اسي عہد کي پیداوار هیں - نامق کمال بے ' ضیا پاشا ادیب ' سعد الله پاشا ' ابوالضیا توفیق ' وغیرهم کي نشوؤ نما اسي دور میں هوئي -

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صله صرف مهاجرت هي کي صورت میں نہیں ملا ' بلکه اُسکي تمام ترکي جائداد بهي ضبط کرلي گئي - اگر فرانسیسي حکومت درمیان نه پڑتي تو شاید مصري جائداد سے بهي محروم هو جاتا -

مصطفی فاضل کا لائحه' تاریخ شرق جدید کا ایک اهم واقعه هے - جس جرأت و صراحت کے ساتهه وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا هے ' اور استبداد و شخصیت کي جگه آزادي و شوری کي دعوت دي گئي هے ' اُس کي کوئي دوسري نظیر اس عهد میں نہیں مل سکتي - هم چاهتے هیں یه پورا لائحه اردو میں منتقل هو جاے ' کیونکه یه تاریخ شرق جدید کي ایک قیمتي دستاویز هے -

(مسئله اصلاح اور ایک اصل مہم)

یه موقعه تفصیل کا نہیں لیکن اشاره نا گریز هے - دولة عثمانیه میں سلطان مصلح کے عهد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کي جس قدر حرکتیں ظهور میں آئیں ' وہ اگرچه اس اعتبار سے قابل احترام هیں که استبداد و فساد کے مقابله میں حریت و اصلاح کي طلبگار تهیں ' لیکن ساتهه هي یه واقعه بهي یاد رکهنا چاهیے که اُنکي بنیاد میں یورپ کي عامیانه تقلید و محاکات کے سوا کوئي مجتهدانه بصیرت موجود نه تهي -

صدیوں سے اسلام کي حقیقي دیني روح مفقود هو چکي تهي - اسلام کے حقیقي سرچشمهٔ شرع و تعلیم کي جگه طرح طرح کے انساني ساخت کے نئے سر چشمے پهوٹ نکلے تهے' اور اجتهاد و نظر کي جگه تقلید و جمود کي بنیادیں استوار هوگئي تهیں - ضرورت تهي که ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا هوتے ' جو سب سے پہلے اُمت کے دیني مزاج کي درستگي کي کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانه مزاج بهي درست نہیں هو سکتا تها - اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمي و صناعي فوائد کے اخذ و اختیار کي راه خود بخود کهل جاتي - البته بصیرت و اعتبار کے ساتهه کهلتي - تقلید و کورچشمي کے ساتهه نه کهلتي - لیکن افسوس هے که ایسا نہیں هوا - دولة عثمانیه میں ایسے علماء نا پید تهے اور همیشه نا پید رهے جو صاحب نظر و بصیرت هوں - امراء و حکام جهل و اوهام کي تاریکي میں گم تهے - اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنهیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا هونے کا موقعه مل گیا - یه اپني کسي بصیرت و روشني کي بنا پر نہیں بلکه محض تقلید کي راه سے استبداد و جهل کي مضرتوں پر مطلع هوے ' اور اصلاح و انقلاب کي سعي شروع کردي - سعي صحیح تهي ' بروقت تهي ' لیکن ساعي بصیرت و نظر سے محروم تهے - مرض کا احساس غلط نه تها ' لیکن نه تو تشخیص کامل تهي' نه علاج هي صحیح تها - نتیجه یه نکلا که اس راه میں جس قدر قدم بهي اُٹهے ' وہ اگرچه اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نه تهے ' لیکن مجتهدانه بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئي صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نه کر سکے ' اور شرح اس اجمال کي بہت طولاني هے -

بهر حال بحث و نظر کا یه مقام دوسرا هے - اِس کے فہم و ذوق کے لیے دوسري قسم کي صحبتیں مطلوب هیں - یہاں جو حقیقت قلم بند کرني هے یه هے ' که گذشته صدي کے مشرقي مصلحین کي تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیه کے باني و داعي هونے کا شرف حاصل هے ' اور اسکا یادگار کار نامه " لائحهٔ اصلاحیه " هے :

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

مصطفی فاضل باشا

اور لائحۂ اصلاحیه

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامه)

أنیسویں صدي کے وسط میں دولة عثمانیه کي سیاسي و اجتماعي اصلاحات کي جو حرکت شروع هوئي تهي ' عام طور پر اسکي ابتدائي تخم ریزي مرحوم مدحت پاشا کي طرف منسوب کي گئي هے - لیکن واقعه یه هے که مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعي اول نه تها - اسے منظم و وسیع کرنے والا تها - ترکي اصلاح و تجدید کي اصلي تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع هوتي هے - في الحقیقت نوجوان ترکوں کي اجتماعي حرکت کا حقیقي موسس وهي تها -

(اصلاح کي ابتدائي فضا)

عثماني دارالخلافة میں جس شخص نے یورپ کے تمدني انقلاب کا پہلے پہل مطالعه کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تها - امراء دولة میں یهي پهلا شخص هے جسنے یورپ کي زبانوں سے واقفیت حاصل کي - اسکي نشوونما سلطان محمود مصلح کے عهد میں هوي تهي - سنه ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال هوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشیں هوا ' تو یه لندن میں عثماني سفیر تها - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقي دي اور وزارت خارجیه پر مامور کردیا - یه اسي شخص کي سعي کا نتیجه تها که اسي سال کے ماہ جون میں دولة عثمانیه کي تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخي فرمان صادر هوا جو " خط گل خانه " کے نام سے مشهور هے - اسکا نام " گل خانه " اسلیے هوا که سراے " توب قپو " کے چمنستان (گل خانه) میں أس کا اعلان هوا تها - اس اعلان میں دولة کے قانوني اور منظم هونے کا یقین دلایا گیا تها - نیز مسلم اور ذمي کے حقوق کے مساوي هونے ' اور هر طرح کے غیر قانوني امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تها -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عهد وزارت میں تعلیمي و معاشرتي اصلاحات کي جو روح پیدا کی تهي ' أس کا نتیجه یه تها که ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافته افراد کي پیدا هوگئي - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو هوے : عالي پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقي کي ' اور اپنے عهد کے مشاهیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عهد کے تمام اِجراات اصلاحیه کي باعث و کارفرما شخصیتیں یهي تهیں - معاهدۂ پیریس (۳۰- مارچ سنه ۱۸۴۶) میں دولة عثمانیه کو جو کامیابي هوي ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلي نے روس کے بر خلاف ساتهه دیا ' وہ بهت کچهه انهي دونوں کي مساعي کا نتیجه تها - معاهدۂ پیرس کے بعد هي تاریخ اصلاح عثماني کا دوسرا فرمان شائع هوا تها جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا هے - اس میں " خط گل خانه " کي مزید تائید کي گئي تهي ' اور تمام رعایا کي آزادي حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تها - یه بهي تمام تر فواد اور عالي هي کي مساعي کا نتیجه تها -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالي پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردي ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو هونے والا تها - یه مصطفی فاضل پاشا کي شخصیت تهي ' جس نے اس نئي فضا کو نشوونما دي ' اور " نوجوان " ترکوں کي جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکهدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا که اپنے عظیم اعمال اور عظیم قرباني سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئي عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علي باني خاندان خدیویۂ مصر کا پوتا اور ابراهیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تها - سنه ۱۸۳۰ع میں پیدا هوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کي - مصر میں محمد علي کے زمانے سے مغربي علوم و السنه کي اهمیت کا احساس عام هو چلا تها ' اور خاندان خدیوي کے تمام افراد فرانسیسي زبان کي تعلیم حاصل کرنے لگے تهے - مصطفی فاضل کو بهي اسکا موقعه ملا - اس طرح مغربي علوم و تمدن کے فهم و مطالعه کا دروازہ أس پر کهل گیا - ابهي سلطان عبدالمجید هي کا زمانه تها که وہ قسطنطنیه آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین هوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر هوگیا - پهر کچهه دنوں کے بعد جب مالیات کي وزارت کي جگه خالي هوي ' تو حکومت کي نظر انتخاب اسي پر پڑي -

(لائحه اصلاحیه)

یه وہ وقت تها ' جبکه دولة عثمانیه کي زوال پذیر هستي کي حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کي آخري مهلت درپیش تهي ' اور قریب تها که همیشه کیلیے أسکي شش صد ساله عظمت و جلال کي دیواریں سرنگوں هوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئي اصلاحات کي بنیاد رکهي - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاها - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بهي اس سلسلۂ اصلاح کي تیسري کڑي

کیا هے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا هي مرقع فرانس میں موجود هے جیسا یه زیر بحث مرقع هے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکهایا گیا هے اور عرب سفیر اِس حالت میں نمایاں هیں که اپنے تحائف پیش کررهے هیں - اس سے صاف طور پر یه بات واضح هو جاتي هے که واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کي تصویریں به یک وقت طیار کي گئي تهیں - اور عجب نهیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کي گئي هوں - یه دوسرا مرقع پیرس کي مشهور عمارت پنتهیوں Pantheon کي دیواروں پر اِس وقت تک موجود هے - یهاں شارلیمین کے عهد کے مختلف مرقع دکهائے گئے هیں ' من جمله ان کے عربي سفارت کا استقبال بهي هے "

اس مرقع کي نقل هدیۂ قارئین هے -

بلاشبه ، مضبوط اخلاق هي اِس رجود میں تنها ایک قوت نہیں ھے - کیونکه یہاں جرائم کي بھي جرار فوجیں کھڑي ھیں ' اور گناھوں کے تخت بھي بچھے ھیں - لیکن یه یقیني ھے که مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور ھے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نہیں ھوسکتي - جب رہ کسي قوم کا ساتھه چھوڑ دیتا ھے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بھي گر پڑتي ھے - اُس کا یه خاصه عجیب ھے که جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت ھوتي ھے ' اُس کا دائرہ بھي وسیع و عظیم ھوتا جاتا ھے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانه سے کمزور ھو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا ھونے لگتي ھیں -

اعلی حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواہ ' انتہائي رنج و ملال سے دیکھه رھے ھیں که قوم کي شہامت ' زائل ھو رھي ھے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم ھوتي جاتي ھے - یه اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي رہ سکتي ھیں ' اگرچه کتني ھي راسخ ھوں ' جبکه مسیحي رعایا کے ساتھه مسلمان بھي گونا گوں ذلتوں کا نشانه بنے ھوئے ھیں اور ھر قسم کي دنائت کے گھونٹ اُنھیں زبردستي پلائے جارھے ھیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رھي ھے - یه حکام رہ ھیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار ھیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم که رہ شاھي احکام قوم میں جاري کرتے ھیں یا اپني ھوا و ھوس سے کام لیتے ھیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالی ھے - نتیجه یه ھے که آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب دہ نہیں ھیں - اِس کے معنے یه ھیں که خود حضور کے عرش معلی کے رو برو بھي ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ھیں ' کیونکه کوئي شخص بھي اُن کي شکایت عتبات عالیه تک پہنچانے کي قدرت نہیں رکھتا ' اور چونکه اُن کے جرائم ذات شاھانه کے علم میں نہیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بھي نہیں ھو سکتي - لہذا رہ بالکل نڈر ھوگئے ھیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک ھیں - ھر قسم کي برائیاں کھلے بندھوں کر رھے ھیں - باشندے دو گروہوں پر منقسم ھوگئے ھیں : ظالم حاکم ' کوئي نہیں جو اُن کا ھاتھه پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نہیں جو اُس پر ترس کھائے - حاکم ' جس کا دعوی ھے که اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت ھے ' لہذا بے روک اور بے قید ھے - رہ اِس قوت کي گھمنڈ میں جمله معائب و نقائص سے آلودہ ھوتا ھے - محکوم ' جس کا کام یه رہ گیا ھے که ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنھوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑھا دیے ھیں - اگر کبھي کسي کے منه سے فریاد کي چیخ بلند ھوجاتي ھے تو یه حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے ھیں - لہذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑگئي ھے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي ھے ' مگر خوف سے چپ ھے - ظلم کے ھاتھه اُس کا گلا دابے ھوئے ھیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نہیں که ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا ھے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن ھے - یقیناً ھم وطن سے بے حد محبت کرتے ھیں - حب الوطني ' ھماري ھمتیں بلند کرتي ھے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بھي ھم پر آسان کردیتي ھے - ھم بہادر سپاھي ھیں ' موت سے نہیں ڈرتے - ھم میں وقار ھے جو ھمارے اسلاف سے ھمیں میراث میں ملا ھے - ھمارا امتیازي وصف ' صریح اخلاص ھے - یہي اخلاص ھمیں آمادہ کرتا ھے که مسرات کو جمله محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یه صفات حمیدہ ھم میں زیادہ مدت تک باقي رھینگي ؟ کیا ھم خیر و شر کے اِس تصادم کا ھمیشه یونہي مقابله کرتے رھینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یه اخلاق ھم سے رخصت ھو جائینگے ' اُسي دن ھماري موت بھي نازل ھو جائیگي - ھم کسي کو بھي اپنا حامي و مددگار نه پائینگے -

کاش ھماري مصیبت ' صرف ھمارے معنوي انحطاط ھي پر ختم ھو جاتي اور اِس جہل عمیم اور فساد عظیم تک نه پہنچتي جو ھمارے تمام عقلي قوی تباہ کر رھا ھے -

میرے آقا ! جب ھمارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بھي نه تھي - لیکن رہ ذوق سلیم رکھتے تھے - یه ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تھا ' جیسا که تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصه ھے - رہ علم نہیں رکھتے تھے ' مگر عقل کے مالک تھے - رہ عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراھت رکھتي ھے - رہ اُن لوگوں سے بالکل مختلف تھے جو ھمارے ھراول دیکھتے ھي بھاگ کھڑے ھوئے تھے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایه مفلوج ھوجاتي ھیں ' جس میں انفرادي ھمت کے لیے کوئي گنجائش نہیں ھوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیادہ استبداد سے متأثر ھوتے ھیں - کیونکه یه استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نہیں کھاتا - ھم ترکوں میں رہ شرمناک قابلیت ذرا بھي موجود نہیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تھي - اُن کي حالت یه تھي که عقل و فطنت رکھتے تھے مگر نه ذلت سے گریز کرتے تھے نه مطلق العنان حکومت سے نفرت رکھتے تھے - ھم بالکل سادہ دل پیدا ھوئے تھے - ھمارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تھي - لیکن جب ھمارے خیالات ھم سے چھین لیے گئے تو ھم مخبوط الحواس ھوگئے - عقل کي نعمت سے محروم ھوگئے - اگر یہي حالت جاري رھي تو ایک دن آئیگا جب ھم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نه رھے گي - کوئي ایک آدمي بھي ایسا نه ملیگا جو انتظام سنبھال سکے -

حضور والا ! ھم اب ایک ایسے زمانے میں ھیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي ھے ' جس کی عقل بڑي اور علم زیادہ ھو - یہي باعث ھے که تمام یورپ میں علم کا غلغله بلند ھے اور تمام قوتیں اُس پر صرف ھو رھي ھیں - کوئي حکومت بھي اِس کے فکر و اھتمام سے خالي نہیں ھے - سوئٹزر لینڈ میں ایک آدمي بھي اَن پڑہ دکھائي نہیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹھي بھر امراء حکومت کرتے تھے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار ھوتے جاتے ھیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں ھو رھي ھیں - مجھے یقین ھے که پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي ھے که رہ مغلوب سے علم میں زیادہ تھي - کیا ھمارے لیے روا ھے که اپنے عقلي انحطاط پر قانع رھیں ' حالانکه ھمارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تھک کوششیں کر رھا ھے ؟

میں اِس خیال سے پناہ مانگتا ھوں که اعلی حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - رہ محل کس کام کے جنھیں مکین نه ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائدہ جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفى فاضل کا لائحہ)

اعلی حضرت !

کلمۂ حق بادشاهوں اور حکمرانوں تک پہنچنا، بہت مشکل ھے - درباري اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے ھیں - بادشاہ فرمانروائي کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کي لذتوں میں غرق، راہ صواب سے غافل ھو جاتے ھیں -

وہ خیال کرتے ھیں کہ قومیں اپنے ھي کرتوت سے پریشانی میں پڑتي ھیں - اور اپني ھي غفلت سے پستي میں گرتي ھیں - سلطنتیں جب برباد ھوتي ھیں، تو قضاء و قدر کے بے روک ھاتھوں ھي سے برباد ھوتي ھیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور اوھام کو اوھام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ھي اخلاص اور بڑي ھي جرأت کي ضرورت ھے - پادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھي زیادہ اخلاص و جرأت کي ضرورت ھے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھي میرے دل سے جدا نہیں ھوا - خود اعلی حضرت سلطان اِس کے شاھد ھیں - وہ لوگ بھي اِس سے ناواقف نہیں جو میري جلا وطني کا سبب ھوے ھیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلی حضرت کي ذات شاھانہ سے اپني عقیدت ثابت کرتا اور اپني قوم کي فلاح و بہبود ـــ اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا ـــ کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمي ھوں جس نے اعلی حضرت کے سامنے شاھي حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کي جرأت کي ھے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلی حضرت اور سلطنت عثمانیہ کي خدمت کے لیے سراسر وقف ھے - مجھے اعلی حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگي ھے، اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگي ھے، اُسي نے مجھہ میں یہ قوت پیدا کردي ھے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ھمیں رات کي تاریکي اور دن کي روشني میں پیش آ رھے ھیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ھمت دلاتا ھے کہ اُن مصائب کي تشریح کروں - کوئي ایک بھي مخفي نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاھر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ھمیں شفا بخش سکتا ھے، بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کي مسیحي رعایا کي جانب سے جس سرکشي کا برابر اظہار ھوتا رھتا ھے، وہ یقیناً، ھمارے اجنبي دشمنوں کي شرارت کا نتیجہ ھے - لیکن وہ اِس امر کي بھي دلیل ھے کہ اعلی حضرت کي حکومت کا برتاؤ اپني تمام رعایا کے ساتھہ کوئي عمدہ برتاؤ نہیں ھے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھي تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئي عذر نہیں ھوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ، ظلم کے سوا کچھہ نہیں ھے - جہل، اُس سے پھیلتا ھے، فقر و فاقہ اور شر و فساد کي اُس سے پیدائش ھوتي ھے -

یورپ خیال کرتا ھے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحي رعایا ھي ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلي گئي ھے - حالانکہ یہ سخت غلطي ھے - مسلمان، جن کي حمایت پر کوئي یورپین سلطنت نہیں، مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رھے ھیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ھیں - وہ ابتک محض اِس لیے صبر کیے بیٹھے ھیں کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ھے - صبر و سکون کے عادي ھیں - نفس بلند رکھتے ھیں - اُن کي یہ صفات، یورپین تخیل سے بہت بلند ھیں - اِس لیے یورپ والے اُنھیں سمجھہ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان، اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کي نسل ھیں جو فرمانروائي کے تخت پر جلوہ گر ھوچکے ھیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص، قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ھوگیا ھے کہ ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں ھوا - لیکن اعلی حضرت اپنے مخلص تریں خادم کو یہ عرض کرنے کي اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھي پیمانۂ صبر لبریز ھوگیا ھے - مصیبت آخري حد تک پہنچ چکي ھے - آلام نے اُن کا جسم کھا ڈالا ھے - اپنا غم و غصہ چھپانے کي اب اُن میں قدرت باقي نہیں رھي - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ھے کہ رعایا، یاس و نا اُمیدي کا شکار ھوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ھوگیا ھے - آپ یقیناً اُس سے متنفر ھیں، اور میں یقین کرتا ھوں کہ آپ کي اُمت کے عظماء و اکابر بھي اُس سے بیزار ھیں - لیکن وہ مجموعي حکومت کا ایک لازمي نتیجہ ھے - حتی کہ خود اعلی حضرت بھي، جنکي قوت معلوم اور سطوت مشھور ھے، شاید اُسے روکنے کي قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کي خبر سمع مبارک تک پہنچتي ھي نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگي تباہ کر رھا ھے - اُس کي شخصیت گرا رھا ھے، اُس کے فضائل برباد کر رھا ھے -

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ھیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ھیں کہ یہ امت ـــ جو ھماري عزت و فخر ھے ـــ کس طرح نسل کي کمي اور ھجرت کي زیادتي کي وجہ سے کمزور و کم تعداد ھوتي چلي جا رھي ھے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ھوں - ممکن ھے اِس میں ھمارے فوجي نظام کو بھي کچھہ دخل ھو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ھوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ھوں، وہ یہ ھے کہ ھم مغلوب قوموں کے مشابہہ ھوتے جاتے ھیں - روز بروز ھماري معنویت کمزور ھو رھي ھے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ھوتا جاتا ھے -

میرے آقا ! ھمارے اسلاف نے چار صدي پہلے مشرق کي رومن شہنشاھت تہہ و بالا کر ڈالي، عروس البلاد اور ملکۂ جہاں، قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے، اور وہ فتح عظیم حاصل کي جو تاریخ میں ایک عظیم تریں کارنامہ شمار کي جاتي ھے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابي کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ھي نہ تھي - اُن کي وہ اولو العزمي اور بہادري، درحقیقت، اُن کي معنویت ھي کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کي اطاعت، خوش دلي سے کرتے تھے، نہ کہ خوف اور مجبوري سے - یہي وجہ تھي کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکي - عقل پر اندھي تابعداري غالب نہ آسکي - اُنکي خود داري برابر باقي رھي - استقلال ذاتي نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کي روح، عزت نفس کي روح سے مل گئي تھي - دونوں روحیں، مضبوط اخلاق کي بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالي جسے استبداد کي رذیلتیں گھن کي طرح لگ گئي تھیں، اور ظلم و جور نے اُس کي تمام چولیں ھلا ڈالي تھیں -

منین ڈالربھي جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یہ خیال تھا کہ کسي طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمي بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابي کیا تھي ؟ اُس کا معیار کیا تھا ؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکہ کوئي مفصل خیال ذھن میں موجود نہ تھا - کامیابي کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہي تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردي - مجھے خود تعجب ھوا کہ تھوڑي ھي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ھونے لگي تھي اور ابتک جمع ھوتي چلي جاتي ھے !

مجھے آج تک اپني غربت اور تنگ دستي یاد ھے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گد گداتي تھیں ' مگر میں اپني کوئي خواھش بھي پوري نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹي بھي نہیں ملتي تھي - میں در بدر کام تلاش کرتا پھرتا ' اور کہیں بھي کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالاخر ایک کام ملا - ایک بحري حوض میں نوکري مل گئي - ھفتہ وار سولہ شلنگ تنخواہ مقرر ھوگئي - میں بہت خوش ھوا - مگر فوراً ھي میري خوشي رنج سے بدل گئي - کیونکہ اِس کمپني کے منیجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا کر نہایت خشکي سے کہا " یہ تنخواہ تمھیں ملے گي ' اگرچہ تم اِس کے کسي طرح بھي اھل نہیں ھو!"

میں نے کوئي جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصہ تھا - میں نے عزم کرلیا کہ کچھہ ھي ھو جائے ' میں اپني حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچہ میں نے کوشش شروع کردي ' اور چند ھي سال بعد یہي مسٹر گوبس مجبور ھوئے کہ مجھے اپني عظیم کمپني کا شریک بنا لیں !

مجھہ سے لوگ پوچھا کرتے ھیں " آدمي کروڑ پتي کیسے بن جاسکتا ھے ؟ " میرا جواب ھمیشہ یہ ھوتا ھے کہ دولت جمع کرنے کا کوئي خاص قاعدہ نہیں ھے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ھے : دھانت اور قسمت - اگر انسان کو اِن دونوں میں سے کافي حصہ ملا ھے ' تو بلا شبہ وہ بہت زیادہ دولت جمع کرلے سکتا ھے -

بہت سے معمولي ذھانت کے لوگ ھمیشہ " زمانہ " کو ملامت کیا کرتے ھیں کہ اُن کا ساتھہ نہیں دیتا - وہ کہتے ھیں " اگر ھمیں ایک موقعہ بھي میسر آجائے تو ھم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یہ اُن کي غلطي ھے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ھے - اُن کي ذھانت و قابلیت کا ھے - اعلیٰ ذھانت کے لوگ ھاتھہ پر ھاتھہ رکھہ کر موقعہ کا انتظار نہیں کیا کرتے - وہ خود موقعہ پیدا کرتے ھیں اور اُس سے فائدہ اُٹھاتے ھیں -

میں نوجوانوں کو ھمیشہ نصیحت کرتا رھتا ھوں کہ اپني تمام قوتیں اور کوششیں ایک ھي طرف متوجہ رکھیں - کیونکہ بغیر اِس کے دولت حاصل نہیں ھو سکتي - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگندہ کر دینے سے اکثر ناکامي کي مصیبت پیش آجایا کرتي ھے - ھمیشہ ایک مرکز بنانا چاھیے ' اور اُسي پر تمام قوتیں صرف کرني چاھییں - بلا شبہ میں بھي اُن لوگوں میں ھوں جو بیک وقت بہت سي تجارتیں پھیلائے ھوئے ھیں - لیکن یہ میں نے اب کیا ھے جبکہ ایک بڑے سرمایہ کا مالک بن چکا ھوں - شروع شروع میں نے کبھي یہ جرأت نہیں کي کہ بہت سے کام لے کر بیٹھہ جاؤں -

محنت اور چستي کو بھي کامیابي میں بہت بڑا دخل ھے - شروع میں میرا دستور یہ تھا کہ صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیارہ بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ھوں کہ آج کل کے نوجوان اِتني محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وہ اُتني محنت بھي کریں ' جتني وہ آساني سے کرسکتے ھیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ھو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیادہ لذیذ کوئي چیز بھي نہیں ھے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ھوں - بہترین بادباني کشتي بھي میرے پاس ھے - میں نے شکار بھي بہت کھیلا ھے - عیش و آرام کے جملہ سامانوں سے بھي متمتع ھوا ھوں - مگر میں سچ کہتا ھوں - مجھے کسي بات میں بھي اُتني لذت حاصل نہیں ھوئي ' جتني اپني روز کي محنت میں حاصل ھوتي ھے - میں سمجھتا ھوں ' میري کامیابي کا سب سے بڑا راز میري اِسي محنت میں ھے -

بريد شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الھلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازي مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطني کا انتخاب - وزراء آستانہ میں - غازي کے خلاف سازش -

(غازي مصطفیٰ کمال کا پیغام)

مجلس وطني کے انتخاب کے سلسلہ میں غازي مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکي قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ھے - یہ تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھي ھے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ھے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادي کے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقہ سي " کي کارگزاریاں یاد دلائي ھیں اور پھر قوم سے اپني جماعت کے انتخاب کي درخواست کي ھے - وہ لکھتے ھیں :

" آج موقعہ ھے کہ ھم گزشتہ چار سال کے اندر اپنے عظیم اصلاحي و تعمیري جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھہ وہ کامیابیاں دیکھیں جو ھم نے حاصل کي ھیں - ھمارا ملک ایک ایسي مہیب جنگ سے جس کي نظیر تاریخ میں نہیں ملتي ' فتحمند نکلا تھا - اُسے اُن مساعي و اعمال کي سخت ضرورت تھي جنسے قومیں زندہ رھتي ھیں - یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ ترکي قوم نے فتح و نصرت دیکھي تھي - ترکي قوم کي پوري تاریخ فتوحات سے لبریز ھے - لیکن چونکہ پہلے ترکي قوم میدان جنگ سے باھر کوئي کوشش نہیں کرتي تھي ' اس لیے اپني فتح سے کوئي فائدہ بھي نہیں اٹھا سکتي تھي - بلکہ بتدریج اُسکي فتح ' شکست بن جاتي تھي - جو فتحمندي بر قرار نہیں رکھي جاتي ' اُس کے نتائج بسا اوقات '

آزادي ' قوموں کے لیے اولین مربي هے - آزادي هي تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتي هے - کوئی مربي بهي آزادي کا قائم مقام نهیں هوسکتا - کوئي مربي بهي آزادي کا عمل انجام نهیں دے سکتا - غلام قومیں علم کي تحقیر کرتي هیں ' کیونکه علم اُنهیں کچهه بهي فائده نهیں پهنچاتا - قومیں اُسي وقت علم کي طرف راغب هوتي هیں ' جب اُنهیں اپنے حقوق کي جانب سے اطمینان هوجاتا هے - وه علم اس لیے حاصل کرتي هیں که اپنے حقوق سے فائده اٹهائیں - اور بهتر سے بهتر اور زیاده سے زیاده فائده اُٹهائیں - هر جاهل اور غلام قوم ' بزدل هوتي هے یا خائن -

اعلی حضرت! اِس وقت هماري مصیبت صرف یهي نهیں هے که هم معنوي کمزوري اور عقلي فساد میں مبتلا هیں - هماري مصیبت اِس سے بهي بڑي هے - هم هر جگه ایک جبار و قهار دشمن کو اپنے سامنے پاتے هیں - وه بے رحم دشمن ' همارا افلاس هے - حضور نے کتني مرتبه اپنے خزانے خالي دیکهے ؟ کتني مرتبه تنخواهیں تقسیم کرنے کے لیے روپیه موجود نه پا کر رنجیده هوئے ؟ آپ کا رحیم قلب یه سونچ کر همیشه کس قدر اداس هوتا رها هے که عمال سلطنت کي تنخواهیں بهت حقیر هیں ؟ یه اس لیے که حضور جانتے هیں' مشرقي عهده دار جب تنخواه کافي نهیں پاتے ' تو رشوت خوار هو جاتے هیں - رعایا میں لوٹ کهسوٹ شروع کر دیتے هیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالي هونے پر همیں اُتنا افسوس نهیں جتنا رعایا کي غربت کا افسوس هے - کیونکه سرکاري خزانه محض اِس لیے خالي رهتا هے که رعایا غریب هے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطره هے -

دنیا کي حکمتوں میں صرف اعلی حضرت هي کي حکومت ایسي هے جو اِتنے قلیل خراج پر زنده هے - حضور کي سلطنت نهایت عظیم ' وسیع ' اور آباد هے - تعجب هے که رعایا اِتنا قلیل خراج بهي ادا نهیں کر سکتي ! لیکن همارا یه تعجب باقي نهیں رهتا جب هم دیکهتے هیں که خراج جمع کرنے کا طریقه ' ایک بد ترین طریقه هے - هماري قوم ' بهت هي کم کام کرتي هے - وه هر هنر سے جاهل هے - یهي وجه هے که فقر و فاقه میں مبتلا هے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کي قدرت نهیں رکهتي - حالانکه دوسرے ملکوں کي رعایا هم سے بهت زیاده خراج بخوشي ادا کر دیتي هے -

اعلی حضرت کي سلطنت میں هر چیز کو زوال آگیا هے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئي چیز بهي تباهي سے نه بچي - هم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بهول گئے هیں اور اپنے فقر و فاقه کے مشاهده پر قانع هیں - فقر کي هیبتناک صورت همارے سامنے هے - هم اُس کي دهشت سے همت و جرأت کا کوئي کام کر هي نهیں سکتے -

---

بد نصیب کروڑ پتي

(کیا دولت ' حسرت کا سبب هے ؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے هے یا خرچ کیلیے ؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا هے که دولت مند ' خوش نصیب هیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یه کوئي قاعدۂ کلیه نهیں هے - کیونکه بهت سے کروڑ پتي ' انتهاء درجه بد نصیبي کي زندگي بسر کر رهے هیں - اور بهت سے نان شبینه کے محتاج هیں جنهیں مسرت و سعادت کي زندگي حاصل هے !

حال میں مسٹر چارلس ولنت نے جو ایک مشهور امریکن کروڑ پتي هیں' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا هے - وه اِس لائق هے که مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑهیں -

وه لکهتے هیں :

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئي لازمي شرط نهیں هے - کیونکه مسرت ' در حقیقت خود اُس شخص پر موقوف هوتي هے جو اُس کا متمني هوتا هے - میں بهت سے کروڑ پتیوں سے واقف هوں - یه دنیا کے سب سے زیاده بد نصیب انسان هیں - لیکن بهت سے ایسے مفلس انسانوں کو بهي جانتا هوں جو نهایت پر مسرت زندگي بسر کر رهے هیں !

مجرد دولت سے اُسي شخص کو مسرت حاصل هو سکتي هے جو حد سے زیاده طماع اور صرف مال کا حریص هو - ورنه محض دولت کے جمع هوجانے سے هرگز لازم نهیں آتا که مسرت بهي جمع هو جائے -

دولت سے وهي شخص مسرت حاصل کر سکتا هے جو صرف اُس کا جمع کرنا هي نهیں جانتا ' بلکه خرچ کرنا بهي جانتا هے - میرے خیال میں وهي دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے هیں جو اپني دولت بهتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے هیں -

میں بهت سے آدمیوں کو جانتا هوں جو کها کرتے هیں " اگر همیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو هم مطمئن هو جائیں اور خوش و خرم زندگي بسر کریں " لیکن یه خیال صحیح نهیں هے - اِتني دولت جمع هوجانے کے بعد بهي وه خوشي محسوس نهیں کرینگے ' الا یه که وه یه بهي سیکهه لیں که اپني دولت کس طرح خرچ کرني چاهیے ؟

جب میں نے دولت جمع کرني شروع کي' تو ایک لمحه کے لیے بهي مجهے یه خیال نهیں گزرا تها که میں عنقریب کروڑ پتي بن جاونگا- میرے خواب میں بهي یه بات کبهي نهیں آئي تهي که ایک

افسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

پال ہیس کے قلم سے

پال ہیس Paul Heyse، جرمنی کا مشہور و معروف شاعر اور فسانہ نگار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اُسنے انتقال کیا۔ اُس کے دیوان اور اُس کے افسانے اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ اُس کا نام غیرفانی ہوگیا ہے۔ ذیل میں اس کے ایک مقبول عام فسانہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ غالبًا یہ دو نمبروں تک مسلسل شائع ہوتا رہیگا۔

پھوٹ رہی تھی۔ آتش فشاں ویزوویس کی چوٹی، سیاہ بادل میں چھپی تھی۔ اُس کے دامن شہر ناپلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب وجوار کے گاؤں بھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج سورنتو کے کناروں پر ماہی گیر اور اُن کی عورتیں اپنے روزمرہ کے کام شروع کرچکی تھیں۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک محنت کر رہے تھے۔

"ریشل!" ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا "لے، پادری الفریڈ آگیا۔ انٹونیو، اُسے اپنی کشتی میں جزیرہ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہی ہیں"

سب لوگ، پادری کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس کا چہرہ نورانی تھا۔ دائیں بائیں، سر کے اشارے سے، مسکراتے ہوئے، سب کا سلام قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

"ہمارا پادری، جزیرے میں کیوں جا رہا ہے؟" چھوٹی لڑکی نے اپنی دادی سے سوال کیا "کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو" دادی نے اپنا پوپلا منہ ہلا کر کہا "جزیرے میں بہت سے پادری ہیں۔ وہاں کے سے خوبصورت کنیسے دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اُس وقت بھی بیمار ہوگئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اُسنے پادری کو، اُسکے کنیسے کو، اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اُس نے پادری بلایا ہے تاکہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے سامنے اعتراف گناہ کرلے۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اسوقت کوئی پادری بھی نہیں ہے!"

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا، کیونکہ اُس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

"موسم کیسا ہے؟" پادری نے ناپلی کی طرف نظر اُٹھا کر انٹونیو ملاح سے کہا۔

"باپ! ابھی سورج نہیں نکلا" ملاح نے جواب دیا "یہ تمام بادل سورج نکلتے ہی چھنٹ جائے گا"

"تو جلدی کرو۔ دھوپ سے پہلے ہم نکل جائیں" پادری نے کہا۔ نوجوان انٹونیو نے ڈانڈ اُٹھائی۔ مگر وہ اچانک رُک گیا۔ کنارے کی سڑک غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھا اور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ دراصل ایک لڑکی تھی۔ اُس کی بغل میں ایک گٹھری دبی تھی معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع، فقر و غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اُس کے کالے بالوں کی لٹیں ہوا میں اُڑ رہی تھیں۔ انٹونیو نے اُسے پہچان لیا۔

"انتظار کیا ہے؟" پادری نے سوال کیا۔

"ایک اور شخص بھی جزیرے جانا چاہتا ہے، بشرطیکہ آپ اجازت دیں" ملاح نے بمنت کہا "ذرا بھی دیر نہ ہوگی۔ وہ ایک لڑکی ہے۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے"

اب لڑکی سامنے تھی۔

"موریلا!" پادری نے کہا "اُسے جزیرے میں کیا کام ہے؟"

انٹونیو نے جواب میں اپنے شانے ہلا دیئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی۔ اُس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

"اخاہ! غصہ در پری! اسلام!" بعض ماہی گیر اور ملاح چلائے۔

دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ آنکھیں پھیرا۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصے سے منہ تمتا رہا تھا۔ اگر وہاں پادری موجود نہ ہوتا تو ملاح اُسے ضرور چھیڑتے۔

"صبح بخیر! موریلا!" پادری نے کہا "کیسی ہو؟ ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟"

"اگر مقدس باپ کی اجازت ہو" موریلا نے ادب سے جواب دیا۔

"انٹونیو سے اجازت لو" پادری نے کہا "کشتی اُسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے، اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے"

"یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں، اگر کرایہ کو کافی ہوں؟" موریلا نے انٹونیو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تمھاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے" انٹونیو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ نکالنے لگا۔ نوجوان ملاح، جزیرے میں نارنگی لے جاکر بیچا کرتا تھا۔ کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے کافی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔

"لیکن میں مفت نہیں جاؤں گی" موریلا نے خفگی سے کہا۔ اب اُس کے چہرے اور سیاہ آنکھوں میں غصہ کی حدت نمایاں تھی۔

"بیٹی! چلی آ" پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا "انٹونیو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا" (پادری نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) "دیکھ اُسنے تیرے لئے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس بڈھوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں 'مقدس باپ' بھی کہتے ہیں! انہیں نہیں، انٹونیو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوا۔ خدا کی مشیت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جھکے!"

اب موریلا کشتی میں اُتر چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انٹونیو کی چادر دُور ہٹا کے۔ انٹونیو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

"اس گٹھری میں کیا ہے؟" پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔

اب سورج نمودار ہو رہا تھا۔ اُس کی روپہلی کرنیں اِن مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

"ریشم، زربفت، اور روٹی" لڑکی نے جواب دیا "ریشم اور زربفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روٹی میں کھاؤں گی"

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بننا بھی سیکھا تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کروں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بننے کا سامان جمع کروں" لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

"اب اُس کا کیا حال ہے؟" پادری نے گہری ہمدردی سے کہا "آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی"

"یہ موسم ہمیشہ اُسے تکلیف دیتا ہے" لڑکی نے ناامیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"دعا کر! بیٹی، دعا کر!" پادری نے زور دے کر کہا "کبھی نماز سے غافل نہ ہو۔ دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا اُسن لے۔ نیک بن، نیک! تاکہ تیری دعائیں قبول ہوں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا:

"موریلا! میں نے ابھی سنا کہ ملاح تجھے 'غضبناک' کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ لقب تو مسیحی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہیے"

دوشیزہ کے کندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں:

"وہ اسی طرح مجھے چڑھاتے ہیں" لڑکی نے خفگی سے کہا "وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی، ناچتی، اور اُن سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں۔ وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟"

"سچ ہے" پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا "لیکن تمھیں بہرحال خوش ہونا چاہیئے۔ لوگوں کو ناچنے گانے دو، ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہوجائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے"

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکا دیں: گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ اب دُور افق میں سورج طلوع ہوچکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اُٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چھوٹے چھوٹے سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آرہے تھے۔ ویزوویس کے کنارے کنارے بدلی کے چند ٹکڑے ہل رہے تھے۔

شکست سے بھي زيادہ بد تر ثابت ہوتے ہيں - ليکن اِس مرتبہ ہم نے اِس قديم سنت پر عمل نہيں کيا - ہم فوراً اصلاحي اور تعميري کوششوں ميں لگ گئے - حالت امن ميں ہماري مساعي ' حالت جنگ کي مساعي سے بھي کہيں زيادہ عظيم تھيں- ہم نے عزم بالجزم کر ليا تھا کہ اِس فتح مبين سے فائدہ اٹھائينگے اور اِسے ترکي قوميت کي تجديد کا سنگ بنياد بنا دينگے - چنانچہ ہم نے ايسا ہي کيا !"

اِس کے بعد غازي نے اپني جماعت کي کارگزارياں بيان کي ہيں :

" جنگ آزادي سے ملک ايک عظيم اصول لے کر باہر نکلا - وہ اصول يہ تھا " سيادت بلا کسي قيد و شرط کے صرف قوم ہي کي ہے " اِسي اصول کي بنا پر جمہوريت کا اعلان کيا گيا - اِسي اصول کي بنا پر منصب خلافت موقوف کيا گيا جو صديوں سے ترکي قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا -: ہماري جمہوري جماعت کي رائے ہے کہ ہر اجنبي مداخلت سے جمہوريت کي حفاظت کرنا ترکي قوميت کے مستقبل کے ليے ناگزير ہے - يہي سب سے بڑا وطني فرض ہے - يہي قوم کي زندگي کي اصلي ضمانت ہے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حيرت انگيز ترقيوں کا ذکر کيا ہے جو اِسي قليل مدت ميں اُن کي جماعت کے ہاتھوں ظاہر ہوئي ہيں - بالاخر پيغام اِس عبارت پر ختم ہوتا ہے :

" اِس زندگي ميں ميرا سب سے بڑا بھروسہ اور ميري سب سے بڑي قوت يہ ہے کہ قوم مجھپر اعتماد کرتي ہے - يہي سبب ہے کہ ميري زندگي کا سب سے بڑا مقصد بھي يہي رہا ہے کہ اِس امانت کو زيادہ سے زيادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طريقہ پر ادا کرنے کي کوشش کروں - اگر تم ہمارے نامزد کردہ اشخاص کو اپني مجلس وطني ميں بھيجوگے ' تو ہم دو بارہ تمہاري خدمت کا موقعہ حاصل کر سکينگے - مجھے پورا يقين ہے کہ مستقبل ميں ترکي جمہوريت اور ترکي قوم کي اور بھي زيادہ شاندار خدمتيں ميں انجام دے سکتا ہوں - عنقريب ترکي کا مستقبل بہت ہي عظيم ہوگا ' کيونکہ اُس کے افراد پوري ہمت سے مستقبل کي تعمير ميں مصروف ہيں "

(مجلس وطني کا انتخاب)

مجلس وطني کے انتخابات ختم ہوگئے ہيں - ہر طرف سے خبريں آ رہي ہے کہ جمہوري يا کمالي جماعت کامياب ہو رہي ہے - ليکن يہ کاميابي کوئي ايسي کاميابي نہيں ہے جسے انتخاب اور مقابلہ کي کاميابي سے تعبير کيا جائے - کيونکہ اِس جماعت کے سوا کوئي دوسري جماعت ملک ميں موجود ہي نہيں ہے - اور اگر ہے تو انتخاب ميں شريک نہيں ہوئي ہے -

غازي مصطفى کمال کي جمہوري جماعت کي طرف سے ۳۱۶ - اميدوار کھڑے کيے گئے ہيں - اُن کي تفصيل حسب ذيل ہے :

۴۹ - انتظامي آدمي ہيں - ۴۶ - کاشتکار ہيں - ۴۰ فوجي افسر ہيں - ۳۴ وکالت پيشہ ہيں - ۲۵ علمي آدمي ہيں - ۲۵ تاجر ہيں - ۲۳ اخبار نويس ہيں - ۲۳ ڈاکٹر ہيں - ۲۳ ماہر اقتصاديات ہيں - ۹ سياسي ہيں - ۷ انجينير ہيں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمي ہيں - ۳ آلات سازي کے ماہر ہيں - ايک دوا ساز ہے -

اِس مرتبہ مخالفين سے ميں کسي ايک شخص کو بھي اِس جماعت نے نامزد نہيں کيا - چنانچہ علي فؤاد پاشا ' طيار پاشا ' کاظم قارا بکير پاشا وغيرہ ميں سے کوئي بھي انتخاب ميں شريک نہيں ہے -

(تمام وزراء آستانہ ميں)

اِس وقت تمام وزير آستانہ ہي ميں موجود ہيں - پرسوں غازي کي صدارت ميں مجلس وزارت با ضابطہ منعقد ہوئي - جمہوري حکومت کي يہ پہلي مجلس سلاطين آل عثمان کے تاريخي محل ' طرلمہ باغچہ ميں جمع ہوئي اور مختلف مسائل پر غور کيا -

اِس واقعہ سے پھر لوگوں ميں يہ افواہ پھيل رہي ہے کہ اگر پايۂ تخت انگورہ سے پوري طرح منتقل نہ ہوا ' تو بھي قسطنطنيہ گرمائي پايۂ تخت ضرور بنا ديا جائيگا -

(غازي کے خلاف سازش)

اِس ہفتہ کا اہم واقعہ غازي مصطفى کمال پاشا کے قتل کي سازش ہے - اِس سازش ميں چار آدمي گرفتار ہوئے ہيں - تين ارمني ہيں - ايک ترک بتايا جاتا ہے - سازشيوں نے پوليس سے مقابلہ بھي کيا - ايک قتل ہوگيا - تين پکڑ ليے گئے - پوليس کا بھي ايک سپاہي قتل ہوا ہے -

مجرموں نے اقرار کيا ہے کہ حکومت يونان کے اشارے سے اُنھوں نے يہ ارادہ کيا تھا - تجويز يہ تھي کہ غازي موصوف جب انگورہ واپس جانے لگيں تو راستے ميں اُنکي ريل ڈائنامیٹ سے اڑا دي جائے -

اِس خبر نے يہاں کي عام رائے ميں سخت ہيجان پيدا کر ديا ہے - کيونکہ ترکي قوم ارمنيوں اور يونانيوں کي سازشوں سے بہت نقصان اٹھاچکي ہے - سعيد حليم پاشا وزير اعظم ' غازي انور پاشا ' جمال پاشا ' طلعت پاشا ' کاظم بک وغيرہ ' ترکي کے ايسے فرزند تھے ' جنميں سے ہر شخص اپني جگہ دنيا کا بڑا آدمي شمار ہوتا تھا - مگر شقي ارمنيوں نے سب کو ايک ايک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا ' اور ترکي کے دل پر ايسے زخم لگائے ' جو مدتوں مندمل نہ ہونگے -

اب اِن بد بختوں کي نظر غازي مصطفى کمال پاشا پر ہے جو اِس وقت ترکي قوم کي روح رواں ہيں -

الہلال کی تصاویر

افسوس ہے کہ دسہرہ کي تعطيل کے وجہ سے (جو کلکتہ ميں پوجا کي تعطيل کہي جاتي ہے) وہ تصاوير طيار نہ ہوسکيں جنھيں الہلال کے صفحات ميں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہيں کہ اس کي تلافي آئندہ اشاعت ميں کي جاے -

"تمھارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابھی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا "تمھارے یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے وہ کہا کرتا ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی مگر وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکارخانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دے گا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کردے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے" وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا — موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اُٹھا لیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دُور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھ کر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھا دیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی، اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں۔ لوٹتے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا ہر طرف سناٹا تھا حتیٰ کہ ساحل پر اُڑنے والی چڑیاں بھی اس پُرجلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے نگاہیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہہ دینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصوّر) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصوّر اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصوّر نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں — تنہا ہیں — اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بُری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تاثر سے سُرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی، کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دُور ہے۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھا گئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اُٹھا لئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہئے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت ہوچکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں تجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ اپنا دکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں دیکھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلاسبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی — نہ تمھیں، نہ کسی اور انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف اسی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصوّر سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصوّر نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤ گی"

"کون جانتا ہے؟" موریلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "مجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھاکر کہتا ہوں، جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دوگی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کرسکتا! برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" موریلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کرچکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہوجاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رُک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں مسیحیت پر مرجاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اُڑائیں؟"

"جو جی چاہو کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو، غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہو تو مار ڈالو!" اُسنے پورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہیئے۔ ابھی چلنا چاہیئے۔ فوراً چلنا چاہیئے" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی۔ "نوبولی معنو کی بھی کچھ خبر ہے؟"

موریلا نے اپنے نازک مونڈھے ہلا کر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلا کر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہے میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی اماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہے؟ کوئی انسان بھی تیرا رُواں میلا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبرگیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تأثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہے۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیر خواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سو رنتو ہی میں رہ جاتا۔ ایسا شوہر ملنا مشکل ہے"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر یقین کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہے۔ ایک لمحہ کے لئے سوچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنے والی ہے۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رَد کر دیتی ہے؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہے" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہو کر اُس کا جملہ دُہرایا "مجھ سے بیان نہیں کرو گی؟ میں، جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہے تیرا خیر خواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دُنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زرّیں موقعہ کھو دینے پر افسوس کرو گی۔ معلوم ہوتا ہے، خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمھارے گھر پر بھیجا تھا"

موریلا نے شرمائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دُور افق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کر دیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت ادا سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بُلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہے؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دیکر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہے"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہے! میں اپنا مُنہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور پڑ رہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا۔ غریب بیہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اُس کے مُنہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہے، یہ بھی بیمار ہوگئی ہے۔ اُسے غم کھائے جاتا ہے۔ اگر مرگئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہے"

پادری سنّاٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کردو!" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کردو، جس طرح تمھاری نے معاف کر دیا ہے۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کردو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ ہرگز کسی مَرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مَرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مَرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا مُنہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مَرد سے محبت نہیں کرونگی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مُسکرا کر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچّوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دنیا میں ایسی خوش نصیب بیبیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مرجانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہے۔ اگر محبت، زبان گونگی کر ڈالتی ہے، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہے، تو میں ہرگز ہرگز کسی مَرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچّے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ معنو بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہے، اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو مار کے ادھ موا بھی کر دے سکتا ہے۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے"

موریلا اب بالکل چپ ہوگئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آگئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملّاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصّہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اُٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُسنے ایک ہاتھ میں اپنی کھڑاؤں لی۔ دوسرے میں لنگی دبائی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہے" اُسنے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے — میرے لئے برابر ہے"

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملّاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انٹونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھا کر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہوگئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جما دی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے موریلا ٹھہری اور بلندی پہ سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو۔ موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی انٹونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہے اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مُڑی اور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہوگئے۔ وہ ازحد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اُٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے ہی موسم بدل گیا تو وہ جلد واپسی پر مجبور ہوگی۔

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بُثینہ سے مشہور عام ہے۔ ابو سہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابوسہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُسنے کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بثینہ کی طرف میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مرجاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمھارا ہے۔ صرف میرے کپڑوں کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کُرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وما کنی بجمیل ۔۔۔ وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آپہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہوگیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری ۔۔۔ نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بثینۃ فاندبی بعویل ۔۔۔ وابکی خلیلک دون کل خلیل

بثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پُوری کردی۔ جمیل نے ۸۲ھ (۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الگ الگ ہوجاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کردیئے جاؤگے"

۸۳ھ (۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسوے نہ بہانا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈالکر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکالوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پروائی سے موت دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کرگئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا، خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں۔ لہٰذا مجھے معاف کردے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُسنے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اِس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی ۔۔۔ فی رؤوس الجبال ارعی الوعولا!

ابو حازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمدللہ۔ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

۸۶ھ (۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کند ہوجاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاق کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

۸۴ھ (۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند الممات ۔۔۔ بام جریر واعیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

۹۰ھ (۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہوسکتی ہے؟ ہر لحظہ دھڑکا لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچے اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

۹۶ھ (۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر ۔۔۔ والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ ۔۔۔ ولیس یرجم الا ما لہ ثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں۔ مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصرف الدہر عیرنا ۔۔۔ ہل عاند الدہر الا من لہ خطر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہدو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہوجاتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

اما تری البحر تعلو فوقہ جیف ۔۔۔ وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا ۔۔۔ ونالنا من تجنی بؤسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا ۔۔۔ ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابو جعفر منصور

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا اُسوقت ابو جعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایۂ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کردیئے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ اِن کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے۔ اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پُورا نہ کرسکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

۱۵۹ھ (۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابو عبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جارہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے رُوبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پوری

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپنے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمان اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیجی تاکہ مسلمانوں کو سنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے حتی الوسع بھلائی چاہی ہے غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں۔ پھر پوچھا آنحضرت نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر اسی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہنتہ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعا رتوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھ دے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمہ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل ۔۔۔ والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اڑنے سے پہلے مجھے آ کر بچالو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابو عبدالرحمن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمھارے پاس مسافر کے زاد راہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ ایکے صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اُس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زاد راہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہو گا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہو گا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کر سکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی انھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے ملنے دے، چاہے اُٹھا لے!"

ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہے گا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۴ھ (۶۸۶ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اُٹھایا نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اُٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی اُمیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۵)

کو اُٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ تھامے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" موریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے بڑی طاقت و مہارت سے پیر رہی تھی۔ اُسنے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

مغلوبن تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی گر عجیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہی۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا گر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ گر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے نا قابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا: "الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ الذی انعم علی المؤمنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ ازحد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبۂ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہی۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اُس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہی۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہی یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہو کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیسہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہی!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر لکھ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہی۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہی "فاسجدوا للہ واعبدوا"

دیواروں پر جابجا "اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمائے گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہی کہ اُس میں آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہی۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش یورپ مدت سے کر رہا ہی مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُسوقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُسوقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بروقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔

اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیا۔ انھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہی اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہی کہ پے درپے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہی۔

افسوس ہی، اس خط میں آپنے اپنے جو تاثرات ظاہر کئے ہیں وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہی۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات ان دونوں کا عددی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہی کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سررشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہی اور افسوس ہی کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہی کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہی تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہی کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہی، اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہی، تو پھر آپ "دوسرے مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہی، یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہی اور ایک چیز اُسکے پیروؤں کا فہم و عمل ہی۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہی، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہی، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہی (اور کم از کم میرا تاثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہی) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہی کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو جائے تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہی، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہی کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپکو یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہی۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہی کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہی، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہی جسکے پیروؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں مذہب کو چھوڑئیے۔ دُنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے احوال و ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متاثر ہو چکے ہیں کیونکر کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہی؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہل قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحان عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہو کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری، معنوی جلال، جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہو، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے وسٹمنسٹر، پرس کے بانھیوں، رمیس کے کینسے، ایتھنز کے کر لول، اقصر کے معبد کرنک، اسوان کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہو۔ میں نے جلیل القدر توتا خن آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہو، وہ مقبرہ جس کے اکتشاف نے دُنیا بھر کے اعصاب ہلا دئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہو۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدلیسۂ صوفیہ، جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہو، عزت و عبادت کے اعتبار سے، ایک مستقل معبد بننے کی مستحق نہیں ہو۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹنیان نے شہیدۂ قدلیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہو۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہو۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہو۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدنظر رکھی گئی ہو، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہو۔ اِن میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی اب تک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہو۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہو کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہو جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہو، مگر اُسکو سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہو کہ اُس کی محراب ـ حالانکہ وہ کینسا تھی ـ بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہو کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤگے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدہر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کروگے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہئیت اب تک بالکل کینسے ہی کی ہو۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہو، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہو جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہو۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہو۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہو۔ ترک فاتحوں نے اُس کا افقی خط مٹا دیا ہو۔ لیکن طولی خط اجتک ویسا ہی موجود ہو جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہو۔ کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشر عشیر بھی تصور نہ کرسکیں گے۔ مختصر یہ ہو کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہو جس سے زیادہ بلند و پُرشکوہ اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہو۔ یہ در اصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہو۔ تقریبًا ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہو۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہوجائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہو اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہو۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ترکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہو۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہزارہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہو ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہو بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہو ۵۰ ہزار ہوں۔ تعداد کا صحیح اندازہ کون کرسکتا ہو؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُسوقت پتا معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہو، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہو۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہو۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی۔

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہو، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہو اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکالکر پہن لیتا ہو۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ بلند کنارا پیچھے کردیا اور پست کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۶ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہوگیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ

(بقیہ مضمون صـ۱۷)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آجائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہو"

۱۴۳ھ (۷۶۰ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقی لہ فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مرگیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہوگئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعًا فرق الدہر بیننا الی الامد الاقصی فمن یامن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جدا کردیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کرسکتا ہو؟

۱۸۶ھ (۸۰۲ء) میں وفات پائی۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہی۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پُجاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زباں دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں بلکہ مان لینے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی پیچ ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب ملجائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ فی الحقیقت ان دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہجاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہوجاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمرہی کا بھی فیصلہ کرلیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے تو واقعہ یہ ہے کہ آج دُنیا کے پرستاران مذاہب میں ننانوے (۹۹) فی صدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے لفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہوجائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہوجائے گا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم بہ اعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتداد زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہوگیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یک قلم منقلب ہوگئی ہے، اُنکے پیرؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جاسکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کرسکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیرؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتہً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یک قلم مفقود ہوجاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے اس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کرسکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑجانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آجاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جاسکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہوسکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ ان دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آجائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہوگئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہوجانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جاسکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دَور جو جمعیت بشری کی داغی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی روح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیرؤں کی عملی ذہنیت نے بہ حیثیت مجموعی ایک نئے قسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جاسکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہوجاسکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جاسکتی اور پرکھی جاسکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتداد زمانہ کے موثرات و عوامل سے متاثر ہوچکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہوگئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہوگئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کرلے سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تامل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک و شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کرسکے گی۔ وہ دُنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروان مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہوسکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی ترجمانی سے بے اثر ہوکر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یک قلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہوجائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہوجائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دُنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کرلے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہوجاسکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجایش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کرلے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُس پر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہوجائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کردے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تاثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہئے۔

مطبوعات الهلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسله میں هم نے اماممین کی ان نادر و اعلی درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے، جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معرفت کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کی فن سیرت میں مشہور آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی هے - بلا جلد اڑھائی روپیه، مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکی تعداد، ذریعه معاش، طرق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے هیں - دو آنے

بدعت و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصری کی تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمی، اسلامی، سه ماهی رساله هے جس کے خریداروں کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین بارہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف، افسانه، نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه هوںگی -

منیجر الهلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Bcok Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خواں این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کی تاریخ میں الهلال هی وه رساله هے جو اپنی تمام ظاهری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها، لیکن چونکه وه اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاهتا تها، اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب، مذهب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپنی مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ هوتا تها - پھر اس کی ظاهری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها، جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجه سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذهبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بطور تبرکات جمع کئے هیں وه بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، هم نے کوشش کی که شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی هیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی هو انهیں دوباره چھپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئی اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل هوگئی هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شائقین علم و ادب کو آخری موقعه دیتے هیں که اس قیمتی ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکه جلدوں کی ایک بہت هی محدود تعداد مرتب هوسکی هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کی تعمیل هوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تہجی لگادی گئی هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه	الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه	" " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

۱۹۲۷

جلد ۱

۱۷

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما :

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک رفیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میوؤں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میوؤں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ القرآن الحکیم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۷ — کلکتہ : جمعہ ۱۷ - ربیع الثانی ۱۳۴٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 14, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارئین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۴۰۱ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۴۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۴۰	نستعلیق ھون	۱۴۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت فی پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاھے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کی جگه کسي دوسري سمت سے نکلنا کوئي دنیا کا محسوس واقعه نه تھا جو لوگوں کے علم میں ھوتا اور حضرت ابراھیم اُسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے - نمرود کہه سکتا تھا که اچھا اگر یہي دلیل ھے تو تمہارا پروردگار پورب کي جگه پچھم سے ایک مرتبه نکال دکھائے - اِس پر حضرت ابراھیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاھتے که نظام شمسي کا پورا کارخانه درھم برھم کرکے سورج دوسري سمت سے نکلتا ھوا دکھا دے ؟

(٥) علاوہ بریں جب حضرت ابراھیم علیه السلام نے پہلي دلیل سے رجوع کرکے دوسري دلیل پیش کي ' تو ضروري تھا که یه پہلے سے زیادہ واضح و اقطع ھوتي - اُن کي پہلي دلیل یه تھي که موت و حیات کي باگ الله ھي کے ھاتھه ھے - دوسري یه که اجرام سماوي اُسي کے حکم و مشیت سے کام کرتے ھیں - ظاھر ھے که دوسري دلیل پہلي سے زیادہ وزني نہیں کہي جا سکتي - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیہي معامله خصم کو ساکت نه کر سکا ' تو اجرام سماوي کا معامله کیا مفید اثبات ھو سکتا ھے ؟

میں نے بڑے ھي شوق سے حضرت امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر دیکھي تھي - کیونکه وہ قران مجید کے مقامات کو عقلي مباحث سے صاف کرنا چاھتے ھیں - مگر میں عرض نہیں کر سکتا که مجھے کس قدر مایوسي ھوئي ؟ لطف یه ھے که انھوں نے پوري تفصیل کے ساتھه یه تمام شبہات خود ھي لکھے ھیں ' لیکن جواب کا جو کچھه حال ھے ' اس کا اندازہ اِس سے کرلیجیے که اُس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل کو اور زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا پاتا ھوں -

پہلے شبه پر انھوں نے بالکل توجه نہیں کي ھے - دوسرے شبه کے دو جواب دیے ھیں - ایک یه که ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز ھے - اس میں کوئي حرج نہیں ' کیونکه دوسري دلیل پہلي دلیل سے اوضح ھے - اِسے عام مفسرین کي طرف منسوب کرتے ھیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا ھے - وہ یه ھے که " یه ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا نه تھا - بلکه ایک ھي دلیل کي مزید وضاحت کرني تھي : و ھوانا نرى حدوث اشياء لا يقدر الخلق على احداثها ' له امثلة ' منها الاحياء و الاماتة ' و منها السحاب و الرعد والبرق ' و منها حركات الافلاك و الكواكب ' و المستدل لا يجوز له أن ينتقل من دليل على دليل آخر ' لكن اذا ذكر لايضاح كلام مثالا ' فله أن ينتقل من ذلك المثال الى مثال آخر ' فكان ما فعله ابراهيم من باب ما يكون الدليل واحداً ' إلا انه يقع الانتقال عند ايضاحه من مثال الى مثال آخر - و هذ الوجه احسن و اليق بكلام اهل التحقيق "

اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ھیں : " لما احتج ابراهيم بالاحياء و الاماتة ' اورد الخصم عليه سوالا لا يليق بالعقلاء ' و هو انك اذا دعيت الاحياء و الاماتة لا بواسطة ' فذلك لا تجد الى اثباته سبيلا ' و ان دعيت حصولها بواسطة حركات الافلاك ' فنظيره او ما يقرب منه حاصل للبشر - فاجاب ابراهيم بان الاحياء و الاماتة و ان حصلا بواسطة حركات الافلاك ' لكن تلك الحركات حصلت من الله تعالى و ذلك لا يقدح في كون الاحياء و الاماتة من الله ' بخلاف الخلق فانه لا قدرة لهم على تحريكات الافلاك " خلاصه اِس تقریر کا یه ھے که پہلي دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یه تھا که اُس نے کہا ' خدا کي صفت جلانے اور مارنے کي کیسي ھے ؟ وہ بلا واسطه جلاتا اور مارتا ھے ' یا افلاک کي حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعه ؟ اگر پہلي بات ھے تو اُس کا اثبات ممکن نہیں - اور اگر دوسري بات ھے تو یه انسان کو بھي حاصل ھے - یعنے وسائط کے ذریعه موت و حیات وجود میں آسکتي ھے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطه سے زندہ انسان پیدا ھو سکتا ھے ' اور قتل کے ذریعه ھلاک کیا جا سکتا ھے - اس کے جواب میں حضرت ابراھیم نے اپني دلیل کي مزید وضاحت کي اور فرمایا که احیاء اور اماتت اگرچه افلاک کي حرکات کے واسطه سے ظہور میں آتي ھے ' لیکن افلاک کي حرکت بھي تو خدا ھي کے حکم و مشیت سے ھے - اُس کے سوا کون ھے جو انھیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئي دوسرا افلاک کو متحرک نہیں کر سکتا ' تو ثابت ھو گیا که احیاء اور اماتت بھي نہیں کر سکتا -

میں حیران ھوں که اس امام جلیل القدر کي اس تقریر کي نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبه دور ھوا ھے یا اور زیادہ مضبوط ھوگیا ھے ؟ اول تو یه فرض کرنا که نمرود کا مطلب اعتراض سے واسطه اور بغیر واسطه کا جھگڑا تھا ' کہاں سے ثابت ھوتا ھے ؟ قران مجید میں تو صرف اتنا ھي ھے که " انا احيي و اميت " پھر یه کہنا که یه دوسري دلیل کي مزید توضیح ھے ' نئي دلیل نہیں ھے ' کسي طرح بھي سمجھه میں نہیں آتا - افلاک کي حرکت کو بھلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یه استدلال پہلي دلیل کے ساتھه مربوط ھوسکتا ھے ؟ پہلي دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کي صفت سے تھا - دوسري میں سورج کے طلوع و غروب کي جہت سے - اس میں اور موت و حیات کي طاقت و تصرف میں کوئي علاقه نہیں - تعجب ھے که کیونکر امام موصوف ایسي کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذھب قرار دیتے ھیں اور وثوق کے ساتھه قرار دیتے ھیں -

پھر مفسرین کا یه عام مذھب بھي که دوسري دلیل پہلي سے اوضح ھے ' تشفي پیدا کرنے سے قاصر ھے - صاف بات تو یہي معلوم ھوتي ھے که پہلي دلیل ھي زیادہ واضح اور قطعي تھي -

تیسرے شبه کا جواب امام موصوف نے یه دیا ھے که نمرود دوسري دلیل کا معارضه نہیں کرسکا - اسلیے که ھوسکتا ھے ' خدا نے اُس وقت اُس کے حواس مختل کردیے ھوں - وہ اس قابل ھي نه رھا ھو که اعتراض کرے - سوال یه ھے که اگر معترض اور مشکک کو اسي طرح حواس باخته کرکے چپ کرادینا تھا ' تو پھر اس مناظرہ کي ضرورت ھي کیا تھي ؟ پہلے ھي سے مخبوط الحواس بنا دیا ھوتا تا که وہ اعتراض ھي نه کر سکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالی کي سنت یہي ھے که جو معترضین انبیاء کرام سے معارضه کرتے ھیں' اُن کے حواس سلب کر لیا کرتا ھے ' تو اس کا مطلب یہي ھو سکتا ھے که انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نہیں ھوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے ھیں - کیا ایسے جوابوں سے قران مجید کے معارف روشني میں آسکتے ھیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے ھیں که " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابله میں پیش کي جائے ' اور اُس پر وہ نا فہمي سے اعتراض کردے ' تو مستدل کا فرض ھے که اُس کے اعتراض کي خامی ظاھر کردے اور بغیر اس کے آگے نه بڑھے ' اور جب ایک معمولي مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروري ھے ' تو ظاھر ھے که ایک نبي اولوالعزم کے لیے کیوں ضروري نہو جس کا مناظرہ تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادي صداقت کے پیش کیا جا رھا ھے ؟ " تاھم وہ اس قوت کے ساتھه اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئي کمزور سے کمزور جواب بھي نہیں دیتے ' اور صرف یه کہکر چپ ھو جاتے ھیں که " محققین کي تفسیر پر شبہات وارد

حضرت ابراهيم اور ايک بادشاہ کا مکالمه

آيۂ کريمه " الم تر الى الذى حاج ابراهيم " کى تفسير

ايک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

جيسا که جناب کو معلوم هے' ميں گذشته سال سے ايک سلسلۂ رسائل کي ترتيب ميں مشغول هوں جن کا مقصد يه هے که قران مجيد کے مطالب حکيمانه ايک ايسے نئے اسلوب سے بيان کيے جائيں که آج کل کي مذهب سے برگشته طبيعتيں اُن سے تشفي حاصل کرسکيں - ايک همدرد ملت رئيس دکن نے اُنکے انگريزي زبان ميں ساتهه ساتهه ترجمه کرانے کا بهي انتظام کر ديا هے ' اور اُميد هے که چند ماه کے اندر اُنکي اشاعت کا سلسله شروع هو جايگا * * * * اِس سلسله ميں قرآن مجيد کے متعدد مقامات هيں جو ايک عرصه سے ميرے سامنے هيں - ليکن حقيقت حال يه هے که جيسا تشفي بخش حل اُنکا هونا چاهيے ' اِس وقت تک نهيں هوسکا هے ' اور جب تک خود اپني طبيعت مطمئن نه هو جائے ' دوسروں کے سامنے قدم اُٹهانا ديانت تحرير کے خلاف سمجهتا هوں - يه عرض کرنا ضروري نهيں که قران مجيد کے فهم و مطالعه کا جسقدر بهي خاکسار دوق پيدا کرسکا هے' وه سب جناب هي کے طفيل هے ' اور جناب هي کي تحريرات کے شغف کا نتيجه هے - اِسليے اِن مشکلات ميں بهي جناب هي سے دستگيري کي اُميد هے - اگرچه وه مقامات ايک سے زياده هيں ' مگر سر دست ميں جرأت نهيں کرسکتا که جناب کا زياده وقت لوں - صرف ايک مقام کي نسبت اپنا اِطمينان چاهتا هوں جسکے خاطر خواه حل نه هونے کي وجه سے خاکسار کي زير ترتيب کتاب کا کام رک گيا هے -

سورۂ بقره ميں حضرت ابراهيم عليه السلام اور ايک پادشاه کے مناظره کا ذکر هے جسکي نسبت همارے مفسرين کا بيان هے که وه نمرود تها : الم تر الي الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتاه الله الملک ' اذ قال ابراهيم ربي الذي يحي و يميت ' قال انا أحي و أميت ' قال ابراهيم فان الله ياتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب ' فبهت الذي کفر ' و الله لا يهدي القوم الظالمين - مضمون اِس آيت کا يه هے که حضرت ابراهيم سے نمرود نے خدا کے باب ميں حجت کي - اسپر اُنهوں نے فرمايا که ميرا پروردگار وه هے جو جلاتا هے اور مارتا هے - يعني زندگي اور موت اُسي کے قبضۂ و تصرف ميں هے - اگر کوئي دوسري هستي خدائي کي مدعي هے ' تو اُسے چاهيے که يه قوت و تصرف اپنے اندر ثابت کرے - نمرود نے اِسکے جواب ميں کها - اگر يهي وصف خدائي کا هے تو يه مجهه ميں بهي هے - ميں بهي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهيم نے يه سنکر فرمايا که خدا پورب سے سورج نکالتا هے - تو پچهم سے نکال دے - اِس پر نمرود مبهوت هوکر رهگيا -

يه دراصل حضرت ابراهيم عليه السلام اور نمرود کا مناظره هے جسميں نمرود کي حيثيت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهيم اسکے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هيں - اب اس آيۃ کي تفسير ميں چند در چند مشکلات حائل هيں :

(۱) اول يه که جب نمرود خدا هونے کا مدعي تها ' تو ظاهر هے که دليل پيش کرنا اسکے ذمه تها - نه که حضرت ابراهيم کے ذمے جنکي حيثيت منکر کي تهي - ليکن يهاں حضرت ابراهيم اس سے کوئي دليل نهيں مانگتے - بلکه خود اپنے پروردگار کي پروردگاري کي دليل پيش کر ديتے هيں که " الذي يحي و يميت " اور وه اس سے معارضه کرنے لگتا هے -

(۲) پهر جب اُنهوں نے ايک ايسي دليل بيان فرمادي تهي جس سے بڑهکر واضح اور قاطع دليل نهيں هوسکتي ' تو چاهيے تها که نمرود کے جاهلانه اور طفلانه معارضه کي قلعي کهول ديتے - کيونکه وه اپنے جهل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دينے کا وه مطلب سمجهه هي نه سکا تها جو موٹي سے موٹي انساني عقل کو بهي سمجهه لينا چاهيے - وه بول اُٹها که يه بات تو مجهے بهي حاصل هے - ضروري تها که حضرت ابراهيم فرماتے ' موت اور حيات بخشنے سے مطلب يه هے که جس طرح وه اَن ديکهي ذات تمام جانداروں کو نيستي سے هستي بخشتي هے ' اور پهر ايک خاص وقت پر فنا کر ديتي هے ' اسي طرح تو بهي ايک چهوٹا سے چهوٹا کيڑا بنا ديکهه - ليکن آپ يه نهيں کهتے ' بلکه فوراً اس دليل کو چهوڑ کر ايک دوسري دليل پيش کر ديتے هيں - يعني سورج کو اسکي معمولي سمت کي جگه دوسري سمت سے نکالدينے کي فرمايش کرتے هيں - اس سے لازم آتا هے که گويا آپنے آپني پهلي دليل کي کمزوري مان لي - اور (نعوذ بالله) نمرود کے معارضه سے لاچار هوگئے - اسليے اسے چهوڑ کر نئي دليل کا سهارا ليا - ايک معمولي مناظر کيليے بهي يه بات دليل عجز هے ' چه جائيکه ايک جليل القدر پيغمبر کيليے -

(۳) پهر دوسري دليل جو پيش کي گئي ' اُس پر بهي شبهات وارد هوتے هيں - قران مجيد ناطق هے که پهلي دليل سے نهيں مگر دوسري دليل سے نمرود لا جواب هو کر رهگيا - مگر اعتراض هو سکتا هے که جس شخص کي شوخ چشمي کا يه حال تها که موت و حيات کے وصف الهي تک کا بيان آسے چپ نه کرا سکا ' وه اِس دوسري دليل سے کس طرح لا جواب هوگيا ؟ اگر کها جاے ' اس ليے که وه پچهم کي طرف سے سورج نکالنے پر قادر نه تها ' تو جواب يه هے که وه موت و حيات بخشنے پر بهي تو قادر نه تها ؟ جس طرح اس بات کا ايک غلط مطلب ٹهرا کر اُس نے معارضه کر ديا تها اور حضرت ابراهيم ترک دليل پر مجبور هوگئے تهے ' اسي طرح اِس کا بهي کر دے سکتا تها - کهديتا ميں بهي ايسا کر سکتا هوں -

(۴) علاوه بريں دليل کے معنے يه هيں که وه ايسي بات هوتي هے که اس کے اثبات سے مدعا کا ثبوت متحقق هو جاتا هے - ليکن حضرت ابراهيم کي دوسري دليل ايسي معلوم نهيں هوتي - اُس کا اثبات اس مقدمه کے اثبات پر موقوف هے که " خدا وهي هوسکتا هے

یه اجتماعي قانون نہایت عجیب هے - کیونکه بظاهر ایک قسم کا تناقض رکھتا هے - ایک طرف کہتا هے ' تغیر و تبدل ضروري هے - نئي چیزلو اور پراني چیزیں چھوڑ دو - دوسري طرف یه بھي کہے جاتا هے که پراني چیزیں یک لخت فنا نه هونے دو - اپنے پچھلي مقومات و خصوصیات باقي رکھو - اپني قومي خصوصیات مٹا کر کوئي قوم ' قوم نہیں رہ سکتي - لیکن في نفسه اِس میں تناقض نہیں هے - دونوں باتیں اپني جگه ٹھیک هیں - نئي چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یه هے که وہ تمام نئي چیزیں اختیار کر لي جائیں جو قومي مزاج و مصالح کے موافق هوں - خصوصیات کے باقي رکھنے سے مقصود یه هے که وہ تمام بنیادي چیزیں قائم رکھي جائیں جو قومي مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکھنے کیلیے ضروري هیں - یعني رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سر رشته هاتھه سے نه دیا جاے -

بلا شبه اِس قانون کي تطبیق میں اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل هے - چند هي قومیں اصلاح میں اپنا دماغي توازن قائم رکھه سکي هیں - یا تو یه هوا هے که اپني تمام قدیم عادات و روایات پر اڑ گئیں' اور ایک قدم بھي آگے بڑھنے سے انکار کردیا - یا یه هوا که فوراً تبدیل و انقلاب پر اُتر آئیں ' اور اپني کوئي بھي قدیم خصوصیت باقي نه رکھي - پہلي صورت تفریط کي هے - دوسري صورت افراط کي هے - اور نجات و ترقي توسط و اقتصاد میں هے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کي قابلیت کے معني اس کے سوا کچھه نہیں هیں که عالم خارجي کي اطاعت کي جائے - قدیم زمانے میں هر جگه لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تھا - اسي لیے تبدل کی ضرورت بھي کمزور تھي - اُس کي قابلیت آهسته آهسته پیدا هوتي تھي - حتیٰ که بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک هي حالت پر قائم رهیں اور تبدیلي کي ضرورت محسوس نه کي - اُن کا تعلق همیشه ایسي قوموں سے رها ' جو اُنھي کي طرح وحشي یا نیم وحشي تھیں - اُن کے سامنے کوئي بہتر نمونه تہذیب و تمدن کا موجود نه تھا - اس لیے ترقي کي رغبت بھي پیدا نه هوئي ' اور جمود و تقلید کي طبیعت برابر باقي رهي -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یه هے که وہ اپني فطرت کي طرف سے مجبور کي جاتي هیں که اپني زندگي اور زندگي کي بنیادیں محفوظ رکھیں - یہي باعث هے که اُن قوموں میں فرد کا معامله چنداں اهمیت نہیں رکھتا تھا - بلکه اُس زمانے میں فرد کے لیے جائز هي نه تھا که مستقل زندگي بسر کرے - وہ قومیں اسے بالکل قدرتي بات خیال کرتي تھیں که عام مصلحت کے لیے افراد اپني هستي قربان کر دیں - اُس وقت شخصي آزادي ' کسي کے واهمه میں بھي نه تھي -

بعض نظري آدمیوں نے آزادي کي اعلیٰ مثال یوناني جمہوریتوں میں بتائي هے - حالانکه اُن جمہوریتوں میں افراد کو مطلق آزادي حاصل نه تھي - وہ ایسے نظامات کي پابندیوں میں جکڑے هوے تھے جنھیں آج متمدن دنیا میں کوئي آدمي بھي برداشت نہیں کر سکتا - اُن جمہوریتوں میں افراد کو اِتني آزادي بھي حاصل نه تھي که اپني مرضي سے کوئي دیني عقیدہ رکھیں' یا اپني اولاد کي بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یه حالت تھي که افراد کو اپنے گھروں میں کھانا پکانے اور کھانے کي بھي اجازت نه تھي - وہ مجبور تھے که عام دستر خوانوں هي پر بیٹھه کر کھانا کھائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعي مجرم سمجھے جاتے تھے - چنانچه پوري قوم سقراط کے خلاف کھڑي هوگئي ' اور اُس وقت تک چین نه لیا ' جب تک اُس مصلح کي جان نه لے لي !

بلا شبه اِس قسم کے سخت نظامات اُن ملکوں کے لیے ضروري هیں ' جو همیشه دشمن کے حملوں کا نشانه بنے رهتے هیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تھا که اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا هے - ایک طرف وہ تجدد و اصلاح کے حامي تھے ' دوسري طرف اپني خصوصیات کي حفاظت بھی کرتے تھے - یه وصف اُن میں اِس وجه سے پیدا هوا تھا که فتوحات نے اُن کے تعلقات دوسري قوموں سے قائم کردیے تھے - یه تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تھے ' اور وہ نظامات کي تبدیلي پر مجبور هوجاتے تھے - رومانیوں کا سنہرا زمانه وهي تھا جب وہ اِس مرکز توازن پر قائم تھے - لیکن جب سے اُنھوں نے افراط و تفریط شروع کي ' روز بروز گرنے اور تباہ هونے لگے -

(انگریزوں کي کامیابي کا راز)

موجودہ زمانے میں علمی اکتشافات ' جدید صنائع کے ظہور ' اور مواصلات کي سہولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا هے ' که هر لمحه عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا هوتے رهتے هیں - اس صورت حال کا قدرتی نتیجه یه هے که مرکز توازن تقریباً مجہول هو گیا هے ' اور اُس کي تلاش از حد مشکل هو گئي هے - یہي سبب هے که موجودہ دنیا میں هر طرف شورششیں اور انقلابات برپا هو رهے هیں - کوئي نظام بھي پائداري حاصل کرنے نہیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں هي کي قوم یورپ کي ایک ایسي قوم هے جس نے رومانیوں کي طرح مرکز توازن معلوم کر لیا هے - وہ ایک طرف اصلاح و تجدد کي حامي هے - دوسري طرف اپنے قومي مقومات بھي برقرار رکھے هوئے هے - اُن میں جمود و تقلید نہیں هے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول هیں ' مگر پوري تدریج اور دانشمندي کے ساتھه قدم بڑھاتے هیں - انگلستان کي آزادي نه تو کرامویل کے هاتھوں قائم هوئي هے ' نه جمہوریت پسندوں کي لائي هوئي هے - وہ انگریزي تاریخ کي پیداوار هے (۱) - یه تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رها هے ' درحقیقت اِسي توازن فکر و عمل کا نتیجه هے -

---

(۱) جب خاندان اسٹورات کے پادشاہ چارلس اول کا استبداد بہت بڑھ گیا ' تو انگریز امریکا کي طرف هجرت کرنے لگے - حتیٰ که انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالي هوگئے - ظالم بادشاہ یه دیکھه کر گھبرایا اور هجرت کي ممانعت کردي - جس دن ممانعت کا اعلان هوا ' دریائے ٹیمس میں مہاجرین کے کئي جہاز روانگي کے لیے طیار تھے - اُنھي میں کرامویل بھي تھا - اب باشندوں نے دیکھا که ظلم سے نجات حاصل کرنے کي راہ بغاوت کے سوا کوئي نہیں هوسکتي - چنانچه بغاوت شروع هوگئي - کرامویل اِس باغي فوج کا سپه سالار مقرر هوا - بغاوت کامیاب هوئي - جمہوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمہوریت کا صدر منتخب هوا - اُس وقت اُس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تھا - مگر بعد میں خود یه بھي مستبد هوگیا - آخر سنه ۱۶۴۹ع میں قوم نے اُس کي حکومت کا بھي خاتمه کر دیا -

نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئی دلیل بیان کی جائے ' خواہ نئی مثال ' ضروري ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کی خامي واضح کردي جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کي تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسي طرح اُس تفسیر پر بھي وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " محققین " کي تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسي ہوگئي تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئي روشني ڈالي ہوگي - چنانچہ میں نے بمبئي سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصري کي تفسیر منگوا کر دیکھي ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھي وهي امام رازي والي تفسیر بجنسہ پائي - اِن شبہات کا کوئي جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوري ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعاني شیخ آلوسي بھي خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر اِن سب میں بھي یا تو وهي تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدي ہیں جنھیں امام رازي نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسي طرح کي کاوش هي نہیں کي گئي ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازي جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصري جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب هي کي چوکھٹ باقي رهگئي - لاریب صرف جناب هي کي ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قران کي وہ تمام مشکلات حل کردے سکتي ہے جن تک دوسروں کي نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکي ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیري کا طالب ہے - اور امید قوي رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

• مجھہ سے میرے حیدراباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ھند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کي تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائي ہے - میں نے بڑے هي شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعي اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وهي تفسیر کبیر کي پوري بحث اردو میں نقل کردي گئي ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کي ہے کہ اسي نے آج کي اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علـم الاجتمـــاع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق هم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کي تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھي ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کي صفت عضویۃ ' افراد کي عضویت سے الگ وجود رکھتي ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھي نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ هي یہ یقیني ہے کہ تمام طبیعي کائنات کي طرح عالم اجتماع کے بھي خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتي ہے ' وہ تمام اجزاء باهم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے هي باقي تمام اجزاء بھي فوراً متأثر ہو جاتے ہیں -

اِس اجتماعي قانون کي بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروري ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کي طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کي بیماري کے علاج میں باقي اعضاء سے غافل ہو جائیں' اور پہلي بیماري سے بھي بدتر بیماریوں کي پیدایش کا سبب بن جائیں -

عالم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادي کا حامي ہوتا ہے تا کہ مستقبل' ماضي و حال سے بہتر ہو جاے - دوسري طرف وہ ماضي و قدیم کي بھي حفاظت چاهتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضي ' اپنے مقومات ' اور اپني خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' انھیں بچائیں ' اور باقي رکھیں - ورنہ اُن کي قومیت درهم برهم ہو جائیگی ' اور اصلاح ' فساد کا دریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھي همیں یہي سبق دیتي ہے - مشاہدہ کي بھي یہي هدایت ہے - هم دیکھتے ہیں کہ قوموں کي ترقي کي بنیادي شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعني وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کي حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد همیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقي کے اصلي ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کي قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

جب حکومت کي شکل حالات ' ماحول ' اور قومي آرزوں کے خلاف هوتي هے ' اور اُس کي تبديلي کے ليے قوم کے سامنے کوئي قانوني راه باز نهيں هوتي ' تو يه وقت انقلاب و بغاوت کے ظهور کا وقت هوتا هے - لهذا ضروري هے که ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کر دي جائے ' ورنه قوم کو يه حق حاصل هو جائيگا که فوري تبدلي کے ليے اپنا قدرتي حق استعمال کرے اور بغاوت پيدا هوجاے -

اسپين ميں باشندگان هاليند کي بغاوت (سنه ۹۶۲ ه) خاندان استورٹ پر انگريزوں کا خروج ' نپولين بونا پارٹ پر جرمني کي بغاوت ' آسٹريا پر اتالين قوموں کي بغاوت ـــ يه تمام بغاوتيں تاريخ کي نظر ميں ' صحيح ' جائز ' اور قانوني بغاوتيں تهيں -

(انقلاب کي طبيعت اور حکومت کے فرائض)

بغاوت عموماً آتش فشاں پهاڑ کے انفجار يا آندهي کے طوفان کے مشابه هوتي هے - شروع شروع ميں اُس کا خيال چند افراد کے اندر پيدا هوتا هے - پهر آهسته آهسته تمام قوم ميں پهيل جاتا هے - بغاوت کا خيال تبديلي کے احساس سے پيدا هوتا هے - جب تبديلي ظاهر نهيں هوتي تو حکومت کي طرف سے عام بد دلي پيدا هوجاتي هے - يه بد دلي مخفي غصه کي صورت اختيار کر ليتي هے - جب حالت اِس درجه تک پهنچ جاتي هے تو قوم هر لمحه مشتعل هو جانے کے ليے طيار هو جاتي هے - اُس وقت معمولي سے معمولي بات بهي عام بغاوت کا سبب بن جاسکتي هے -

لهذا حکام کا فرض هے که ايسي حالت پيدا هونے سے پهلے هي اصلاح نافذ کرديں - ليکن اگر بر وقت نه کرسکيں ' تو پهر اُن کے ليے بهترين طريقه يه هے که اِس بغاوت و انقلاب ميں شامل هوجائيں ' يعني اُسے اپنے هاتهه ميں لے ليں ' تاکه اُس کي مضرتيں کم سے کم هوجائيں -

اعتذار

افسوس هے که شهر کي عام تعطيل کي وجه سے اس هفته بهي مطلوبه تصاوير طيار نه هوسکيں اور هميں تصوير کے بغير پرچه شائع کرنا پڑا - تصاوير کے نه مل سکنے کي اطلاع ملنے پر وه تمام مضامين بهي ترک کردينے پڑے جن کا تعلق تصاوير سے تها - اس صورت حال کا صحيح علاج يهي هے که جلد از جلد تصاوير کي طياري کا مستقل انتظام کرليا جاے - آينده پرچوں ميں هم اس کمي کي پوري تلافي کرديںگے -

منيجر

عالم سماوی

کيا ستارے زندگي سے محروم هيں ؟

هم تاروں بهري رات ميں نظر اُٹهاتے هيں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے هيں - يه ستارے درحقيقت ويسے هي کرے هيں ' جيسا ايک کره خود هماري زمين هے - اِن ستاروں ميں بهت سے ستارے هماري زمين سے بهي بهت زياده بڑے اور بهت زياده عمر کے هيں - بعض هماري زمين سے چهوٹے اور اُس سے کم عمر رکهتے هيں - يه تمام ستارے بهي ويسے هي ايک نظام سے وابسته هيں ' جيسا همارا نظام شمسي هے - اِن ميں بهي آفتاب هيں اور اپنے گرد بهت سے کواکب اور سيارے رکهتے هيں -

مدت سے علماء فلک ميں سخت اختلاف هے که يه ستارے بهي هماري زمين کي طرح زنده موجودات سے آباد هيں يا نهيں ؟ ايک گروه پهلي رائے کا قائل هے - دوسرا دوسري راے کا -

پهلے گروه کي دليل يه هے که زندگي کے ليے جن شرطوں کي ضرورت هے ' وه زمين کے علاوه اِن ستاروں ميں موجود نهيں هيں - ليکن اُس کا يه دعوی کئي وجوه سے نا قابل تسليم هے - پهلي بات تو يه هے که اِن شرطوں کي عدم موجودگي کا ثبوت کيا هے ؟ کون دعوی کر سکتا هے که هوا ' پاني ' نور ' حرارت ' وغيره لوازم زندگي سے يه ستارے بالکل خالي هيں ؟ بلا شبه اب تک اِن کے وجود کي بهي کوئي دليل همارے علم ميں نهيں آئي - ليکن بهت ممکن هے که يه چيزيں وهاں موجود هوں اور هماري تحقيقات ميں ابهي نه آئي هوں - حال هي ميں انساني علم نے معلوم کر ليا هے که بعض ستاروں ميں اکسيجن موجود هے ' جو زندگي قائم رکهنے والي هوا کا اصلي جزء هے -

پهر يه دعوی بهي بالکل بے دليل هے که زندگي کي جو شرطيں هميں معلوم هيں ' اُن کے بغير زندگي کا وجود ممکن نهيں - بلا شبه هماري زمين پر زندگي اِن شرطوں کے بغير نا ممکن هے - ليکن يه کيا ضروري هے که دوسرے ستاروں کي طبيعت بهي بالکل ويسے هي هو جيسي هماري زمين کي هے ؟ يه بهي ضروري نهيں که زندگي کا ظهور اُن ستاروں ميں بهي ويسا هي هو ' جيسا اِس زمين ميں هے - بهت ممکن هے اُن ستاروں ميں زندگي کي شکليں بالکل مختلف هوں - اجسام کي ساخت جدا هو ' اعضاء و عضلات دوسري وضع کے هوں - زندگي کے لوازم مختلف هوں - ستاروں کي کائنات پر ايک هي اعتبار سے قياس کرنا اور اُن پر يکساں حکم لگانا ' صحيح نهيں هوسکتا -

اِس تفصیل سے واضح هو جاتا ھے کہ هر قوم کے اخلاق و عادات ایسے هونے چاهئیں کہ آساني سے بدل نہ سکیں - لیکن ساتهہ هي اُن میں اِتني لچک بهي لازمي ھے کہ بتدریج تبدیلي قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسي قوموں کي نعشوں سے لبریز ھے جو یہ راز معلوم نہ کرسکنے کي وجہ سے هلاک هوگئیں -

(ترقي انقلاب سے بہتر ھے)

اجتماع کا یہ ناموس بهي همیشہ پیش نظر رهنا چاهیے کہ تدریجي ترقي کي راہ ' اچانک انقلاب سے بہتر اور محفوظ هوتي ھے - لیکن کبهي کبهي ایسے حالات بهي پیدا هوجاتے هیں کہ انقلاب ضروري هو جاتا ھے - اس کي مثال یہ ھے کہ بعض جسماني امراض کا بہترین علاج یہي هوتا ھے کہ فوراً سخت بخار چڑہ آئے - بخار کي شدت ' وہ امراض دور کر دیتي ھے - قومیں بهي کبهي کبهي ایسے هي امراض میں مبتلا هو جاتي هیں ' اور اُن کا علاج یہي هوتا ھے کہ فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکہ ایسي حالت میں اگر تدریجي اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانہ سے تمام قومي جسم پر حاوي هو جائیگا ' اور پهر اُس کا علاج مشکل هو جائیگا - چنانچہ جہاں تک کسي ایسي قوم کي ترقي کا تعلق ھے ' جو کسي دوسري غاصب قوم کے ماتحت آگئي هو ' انقلاب کے بغیر چارہ نہیں - کیونکہ اس صورت میں کسي قدرتي حالت کي اصلاح و ترقي کا سوال در پیش نہیں هوتا ' بلکہ ایک غیر قدرتي اور ناجائز قبضۂ و غضب کا خاتمہ مطلوب هوتا ھے -

بہر حال ماهرین سیاست کا فرض ھے کہ زمانے کي روح ' اُس کے پهیلنے سے پہلے هي معلوم کرلیں ' اور حکومت کي شکل میں ایسي تبدیلیاں کرتے رهیں جن پر عام رائے مطمئن هوسکے - ورنہ نتیجہ نہایت هي مہلک هوگا -

(نوجوان اور بوڑھے)

اِس سلسلہ میں یہ حقیقت بهي قابل ذکر ھے کہ سن رسیدہ افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامي هوتے هیں - اِس میں اُن کا کوئي قصور نہیں ھے کہ قابل ملامت هوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت هوچکا ھے کہ بوڑھے اجسام میں اعصاب کمزور پڑ جاتے هیں ' اسلیے عادات کي مقاومت کي قوت باقي نہیں رهتي - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط هوتے هیں اور اسلیے عادات کي مخالفت آساني سے کرسکتے هیں -

(خیالات کا عروج و هبوط)

زمانے کي روح همیشہ موجود رهتي ھے - هر زمانے میں بدلتي رهتي ھے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچهہ نہیں هیں کہ زمانے کي مختلف روحوں کے مظہر هیں - جدید خیالات و افکار کي مثال بالکل ستاروں کي سي ھے - وہ کبهي افق پر بلند هوتے هیں ' کبهي بالکل چهپ جاتے هیں - اسي طرح کبهي ایک قسم کے خیالات کو عروج هوتا ھے ' کبهي دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص هیں ' بہت ممکن ھے کہ کل مکروہ و متروک هو جائیں - صلیبي جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں هلچل ڈال دي تهي ' آج دنیا اُن سے نفرت کرتي اور اُن پر حقارت سے مسکراتي ھے -

زمانہ بہت سي قوتوں کو پراگندہ کرکے فنا کر ڈالتا ھے ' اور بہت سي نئي قوتیں پیدا کردیتا ھے جو کسي کے وهم و گمان میں بهي نہیں هوتیں - دنیا کي بہت سي پراني آرزوئیں آج مٹ چکي هیں اور اُن کي جگہ بالکل نئي امنگوں نے لے لي ھے - '

(زمانہ کي روح)

زمانے کي روح کبهي ایک نقطہ و مرکز پر قائم نہیں رهتي - وہ بحر زخار کي موجوں کي طرح هر طرف پهیلتي اور ظاهر هوتي رهتي ھے - وہ هوا کي طرح هر مقام پر پہنچتي اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتي رهتي ھے -

زمانے کي روح هي درحقیقت قوموں میں زندگي اور حرکت پیدا کرتي ھے - زمانے کي روح ایک پر اسرار اَن دیکهي مخلوق ھے - کوئي اُسے دیکهہ نہیں سکتا ' مگر وہ سب میں داخل هوتي اور اپنا عمل انجام دیتي رهتي ھے !

زمانے کي روح خاص طور پر بڑي بڑي انساني جماعتوں میں جنبش پیدا کردیتي ھے - بڑے بڑے شہروں میں قوت سے ظاهر هوتي ھے - قصبوں اور دیہاتوں میں اُس کا اثر کمزور هوا کرتا ھے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض ھے کہ سب سے پہلے زمانے کي روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلي کریں - ایسے نظام جاري کریں جو اِس روح کے مطابق هوں - ورنہ نتیجہ ' ناکامي و هلاکت کے سوا کچهہ نہ هوگا -

حکام وقت کا فرض ھے کہ اپنے زمانے کي روح سے غفلت نہ برتیں - یہ روح کوئي خیالي بات نہیں ھے ' بلکہ حقیقي وجود رکهتي ھے - قوموں کے حکام اور رهنماؤں کي ذمہ داري بہت هي عظیم هوتي ھے - اُن کا کام بالکل جہاز کے ناخدا کا سا ھے ' جو ایک لمحہ کے لیے بهي هوا اور موسم کي طرف سے غافل نہیں هوسکتا - اُس کي نظریں ' جہاز کے چپہ چپہ پر هوتي هیں - کیونکہ ایک ننها سا سوراخ بهي پورے جہاز کي غرقابي کا باعث هو جا سکتا ھے -

اِس تمام بحث کا خلاصہ یہ ھے کہ زمانے اور حالات کي تبدیلي کے ساتهہ ساتهہ اجتماعي و سیاسي نظامات میں بهي تبدیلي لازمي ھے - ایسا کرنے سے ترقي و سعادت کي راهیں کهلتي هیں - اور اِس کي مخالفت سے تباهي و بربادي نازل هوتي ھے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسي وقت جایز هوتا ھے ' جب عام رائے اور قوم کي امیدوں کے موافق هو - ایسے انقلاب میں پوري قوم کے جذبات مشتعل هو جاتے هیں - انقلاب ـــ کسي قسم کا بهي هو ـــ بنیادي تبدیلي کا ثبوت هوتا ھے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائرہ طبیعي طور پر وسیع هوتا ھے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلي اچانک واقع هوتي ھے - انقلاب درحقیقت ' اجتماعي انتقام ھے - ایک غیر طبیعي حرکت ھے - خونریزي اور مصائب و آلام اُس سے پیدا هوتے هیں -

انقلاب ' ایک مصیبت ھے - ملک پر یہ مصیبت اُسي وقت نازل هوتي ھے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نہیں هوتي - فساد اجتماعي جسم میں پهیل جاتا ھے ' اور قومي مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا ھے - اصلاح کي تاخیر کا ایک سبب یہ بهي هوتا ھے کہ اُس کي راہ میں کوئي رکاوٹ پڑ جاتي ھے - وہ اپني طبیعي حد کو پہنچنے نہیں پاتي - نتیجہ یہ هوتا ھے کہ دبي هوئي اجتماعي روح اچانک اُبل پڑتي ھے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتهہ اُٹها پهینکتي ھے - پس انقلاب ' کوئي اجتماعي قانون نہیں ھے - هاں اُسے اجتماعي حادثہ کہہ سکتے هیں -

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدي میں مسیحیت کو خیالات کي ایک بڑي خانہ جنگي کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانہ جنگي کي وجه ' بت پرستي تھي - بیزنطیني شہنشاهیت میں یه نزاع آخري حد تک پہنچ گئي تھي -

ابتدائي عہد کے عیسائي بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کي تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکه یه بت پرستي تھي - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتي ھے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابله کرنا پڑا تھا ' یوناني بت پرستي کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتي طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاھتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحي دعاۃ اِن بت پرستوں پر هنستے تھے اور تعجب کرتے تھے که یه لوگ خود اپني بنائي هوئي چیزوں کو سجدہ کرتے هیں - لیکن بت پرستي سے یه بیزاري تثلیث اور تجسم کو روک نه سکي- بلکه اس کے بحث و جدال هي نے در حقیقت بت پرستي اور تصویر پرستي مسیحي کنیسا میں پیدا کردي !

(بت پرستي کي ابتدا)

یه چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذهب عیسائیوں کے ذریعه آئي تھي ' وہ بھي حضرت مسیح کے بت یا تصویر کي پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکه بت پرستي سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کي تصویروں کي تعظیم و تکریم شروع کردي - ٹھیک اُسي طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کي تصویروں کي یوناني عزت کیا کرتے تھے - اِن کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحي علماء نے تساهل برتا ' اور یه خیال کرکے که یه لوگ اِن چیزوں کي عبادت نہیں کرتے بلکه صرف تعظیم کرتے هیں ' ان پر کوئي تشدد نہیں کیا - اس طرح یه تعظیم بغیر کسي روک کے جاري هوگئي -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کي صورت اختیار کرلي - یہانتک که تیسري صدي میں قسطنطین نے مسیحي کلیسے میں با ضابطه طور پر یه نئي مسیحي عبادت داخل کردي - مسیحي علماء نے اُس وقت بھي کوئي مخالفت نہیں کي - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستي کي اب جڑیں تک اُکھڑ چکي هیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئي اندیشه نہیں ھے -

چنانچه نئي پرستش کا آغاز هوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کي تعظیم سے شروع هوئي - پھر شہیدوں اور ولیوں کي قبور کي تعظیم و تکریم شروع هوگئي - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگي جانے لگیں - بالاخر ان کي مورتیں ظاهر هوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگي ھے ' تو کوئي وجه نہیں که مورتوں میں اور بھي زیادہ بزرگي اور برکت نه هو؟ بادشاهوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے هیں ' کیوں نه خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھي بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کي جاے ' حالانکه وہ بادشاهوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق هیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستي مسیحي کنیسے میں داخل هوگئي - شروع شروع میں کنیسا کي دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کي گئي تھیں که " ان کے معائنه سے عبرت و موعظت حاصل هوگي " لیکن آگے چلکر ان کي حیثیت ایک نا گزیر دیني شعار اور رباني عبادت کي هوگئي - مخلص عیسائي بتوں اور تصویروں کے لیے اُسي طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھه اور بھي کئي مشرکانه رسمیں مسیحي کنیسا میں داخل هوگئیں - چنانچه چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں هي سے لي گئي هیں -

سچے عیسائیوں نے جب یه حالت دیکھي تو اعتراض کیا - مگر اُن کي کوئي شنوائي نہیں هوئي - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے هزاروں معجزے مشہور هو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار هونے کے لیے طیار نه تھے -

شروع شروع میں روح القدس کي تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائي جاتي تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیهما السلام) اور فرشتوں کي تصویریں بالکل صاف اور خالص انساني قالب میں هوا کرتي تھیں -

(چھٹي صدي مسیحي)

ابھي چھٹي صدي ختم نہیں هوئي تھي ' که یه مشرکانه عبادت کنیسا کي ایک شرعي عبادت بن چکي تھي - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراسته تھے ' حتی که خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھي اُن سے لبریز هو چکا تھا - اب یه حالت تھي که مسیحي مؤمنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروري سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگي کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدي کے اوائل میں تصویر پرستي اور بت پرستي ' مسیحي عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکي تھي - اِسي زمانے میں بعض یوناني علماء ظاهر هوئے ' اور اسے کنیسا کي بت پرستي قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھي اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتي تھیں ' بلکه بعینه رهي معاني اُن کے پیش نظر تھے ' جو ان تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمھارے پیش نظر هیں - لیکن اِس پر بھي خدا کي شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئي فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ھے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کي غفلت کے بعد مسیحي علماء میں یه بیداري صرف اِس وجه سے پیدا هوئي تھي که دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطیني کنیسے کے مرکز پر اُسکي تیز نظریں پڑ رهي تھیں - اسلام کي تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور هیں - ابتدائي تصادم کے زمانے هي میں مسیحیوں کو معلوم هو گیا تھا که مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے هیں - اُنھوں نے اسلامي مسجدیں بھي دیکھي تھیں جو هر قسم کي تصویروں اور مورتوں سے خالي تھیں -

مسیحیوں کي ایک جماعت اسلامي اثرات سے متأثر هوگئي اور توراۃ کي تعلیم کي طرف از سر نو دعوت دینے لگي جو تصویر پرستي اور بت پرستي کي تمام شکلوں کو حرام قرار دیتي ھے -

دوسرے گروہ کا بیان بڑی حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے ہماری زمین کیا ہے ؟ اِس لا متناہی فضا میں بہنے والے لکھو کھا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے - زمین کو ظاہری اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئی امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم ہی سب سے بڑا ہے ' نہ عمر ہی سب سے زیادہ ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگی موجود ہو' اور باقی تمام کرے ' جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم ہیں ' زندگی سے بالکل خالی سمجھے جائیں ؟

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک دقیق نظام سے وابستہ ہیں ' جیسا نظام ہماری زمین کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے - وہ بھی نہایت انتظام کے ساتھ اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں - اُن کی رفتار میں بھی ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمی کبھی پیدا نہیں ہوتی - پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپنی اِس قدر توجہ صرف کر رہی ہے ' بغیر کسی زندگی کے موجود ہوں ' اور اِس کے سوا کوئی غرض و غایت نہ رکھتے ہوں کہ ہماری دلچسپی اور نظر فریبی کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کی کیا حکمت ہو سکتی ہے کہ یہ ننھا سا ذرہ' یعنی زمین ' تو آباد ہو' اور باقی تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بھی بدتر ہوں ؟ حالانکہ وہ بھی زمین ہی کی طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم ہیں -

بے شمار علمی قرائن اِس نظریے کی تائید کر رہے ہیں کہ ہمارے تمام نظام شمسی کے کواکب کی اصلیت ایک ہی ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کی تکوین ' سدیم ہی کے مادہ سے ہوئی ہے - وہ بتدریج سدیمی کرہ سے جدا ہو کر مستقل وجود بنے ہیں - اِسی طرح تمام کیمیاوی و فلکی دلائل کا رجحان بھی اِسی نظریے کی طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسی بلکہ جملہ عوالم فلکی ' اِسی سدیم سے بنے ہیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک ہی ہے - سب ایک ہی مادے کی مختلف شکلیں ہیں - سب کا مادہ کیمیاوی ذروں سے مرکب ہے - ان میں ہر ذرہ اپنے اندر دو کہربائی لہریں ایجابی اور سلبی رکھتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور ہماری زمین ' ایک ہی اصل رکھتی ہیں ' تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ہمارے کرے ہی میں زندگی ہو اور باقی تمام کرے ' مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ زمین کے سوا کسی دوسرے ستارے میں زندگی نہیں ہے ' تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک کے سورج اپنی حرارت برابر کھو رہا ہے ' اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت ہوکر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگی سے محروم ہو جائیگی - ایسی حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا ہونگے ؟ کیا یہ بھی ہمارے نظام شمسی کے ساتھہ تباہ ہو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتی کے چند کواکب کے سوا باقی تمام ستارے ہمارے نظام شمسی سے باہر ہیں اور ہمارے آفتاب کی موت و حیات کا اُن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں ہونگے ' تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ' سنسان ' اور بے جان ہیں ؟

تمام عقلی و نقلی علوم اور دینی روایات بھی ثابت کر رہی ہیں کہ جملہ کائنات ' ایک ہی اصل سے ظاہر ہوئی ہیں اور ایک ہی قسم کے طبیعی ناموس کے ماتحت برقرار ہیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسی پر زندگی ہو اور باقی تمام عوالم بے نور اور زندگی سے محروم ہوں - زمین پر زندگی کے جو لوازم ہیں' ضروری نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بھی لوازم ہوں - ناموس انتخاب طبیعی بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کرلیتی ہیں - اُن کی شکل بھی بدل جاتی ہے - مزاج بھی مختلف ہو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنٹی گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ بعض جراثیم کھولتے ہوئے پانی میں بھی زندہ رہجاتے ہیں - اِسی طرح بعض جراثیم برف میں بھی مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھی اُس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے' جو ماحول ہماری زندگی کے منافی ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگی کا قوام ہماری زمین کی زندگی کے قوام سے مختلف ہو - مثلاً آکسیجن ہمارے لیے ضروری ہے ' مگر دوسرے ستاروں کی مخلوقات کے لیے ضروری نہ ہو - ظاہر ہے کہ ستاروں کے جاندار ہم سے مختلف ہونگے ' کیونکہ اُن کا ماحول ہم سے بالکل مختلف ہے - ہمارے اُن کے درمیان مابہ الا شتراک صرف روح ہی ہو سکتی ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئی شکل رکھتی ہے ' نہ مادے کے تابع ہے - خود اپنی اِسی زمین پر ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں مخلوقات اپنی جسمانی ترکیب اور ضروریات زندگی میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکھتی ہیں - تاہم سب زندہ ہیں ' اور سب میں ایک ہی روح کار فرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ' تو ظاہر ہے' دوسرے ستاروں کی مخلوق ہم سے کیوں مختلف نہو ؟

چونکہ ہماری زمین ' سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ' اس لیے ممکن ہے ' دوسرے ستاروں میں زندگی زیادہ قدیم اور بہت ترقی یافتہ ہو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کی مخلوق اِس درجہ ترقی کر گئی ہو کہ ہم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکھتی ہو - ہم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف ہو - ہم سے کہیں زیادہ اُس کی ایجادیں محیر العقول ہوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود ہوں کہ قریب کے دوسروں ستاروں تک بھی پہنچ سکتے ہوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کرچکی ہوں - ممکن ہے اُن کے جسم ہمارے ہی جیسے ہوں - ممکن ہے ہم سے بالکل مختلف ہوں - بہت ممکن ہے وہ ہم سے زیادہ حواس رکھتے ہوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الہلال کے ابتدائی نمبروں کا شوق ظاہر کرتے ہیں ' اور خریدار ہوتے ہوے لکھتے ہیں کہ تمام پچھلے پرچے بھیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائی نمبر اب دفتر میں موجود نہیں ہیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور ہے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنه ۶۹۹ ھ (۱۳۰۰ع) سے سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ع) تک

آل عثمان کي سلطنت اُس زمانه میں ظاهر هوئي ' جب صلیبي جنگوں کي خونریزي سے مشرق قریب کي سر زمین سرخ هو رهي تهي اور مسیحي تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تها - اس وقت کي آب و هوا کا یه قدرتي اثر تها که سلطان عثمان اور اُن کي اولو العزم اولاد میں دیني جهاد کا جذبه پیدا هوا ' اور وہ مسیحي ممالک کي فتوحات پر کمر بسته هوگئے - یه یورپ کے صلیبي حمله کا قدرتي رد فعل تها -

اُس وقت ایشیاے کوچک کے اطراف و جوانب بروسه ' ازمید ' ازنیق ' طرابزون میں بیزنطیني سلطنت (قسطنطنیه) کے باج گزار امراء حکمران تهے - آل عثمان نے اپنے جهاد اور ملک گیري کا آغاز اُنهي سے کیا ' اور یکے بعد دیگرے مطیع یا مغلوب کرتے گئے - اِن سے فارغ هوکر در دانیال کے آگے بڑھے ' اور بلغاریا ' سرویا ' اور بیزنطیني سلطنت کو زیر وزبر کرنے کے بعد مسیحیت کي راج دهاني " روم " کو گهورنے لگے - یه صلیبي لڑائیوں کے جوابي حمله هي کا جذبه تها ' جس نے سلاطین آل عثمان کو یک قلم یورپ کي طرف متوجه کر دیا تها ' اور ایشیا سے بڑي حد تک غافل رهے تهے - صرف سلطان سلیم یاوز (خونریز) نے ایشیا کي طرف توجه کي ' مگر اِس کي ایشیائی فتوحات میں ایک آور هي جذبه کار فرما تها - وہ عرش خلافت پر جلوہ گر هونے کا متمني تها ' جس میں اُسے پوري طرح کامیابي هوگئي -

یورپ صلیبي جنگوں سے بالکل خسته هو چکا تها - مسلسل شکستوں نے اُس کي شجاعت و همت پر کاري ضربیں لگادي تهیں - فرقه وارانه حسد و منافست نے اُس کے تمام قویٰ معطل کر دیے تهے - اِن حالات کا لازمي نتیجه تها که دول یورپ نے ترکي سیلاب کے مقابله کا کوئي خیال نهیں کیا ' اور قسطنطنیه اور مشرقي یورپ کي مسیحي ریاستوں اور قوموں کو مغلوب هوجانے دیا - لیکن جب ترکوں نے بلقان سے بهي قدم آگے بڑھایا ' اور هنگري پر ترکتازیاں شروع کردیں ' تو یورپ کي آنکهیں کهلیں - مذهب کے نام پر متحدہ محاذ قائم کیے گئے ' اور ترکوں کے روکنے کي کوشش شروع هوئي - مگر کامیابي حاصل نه کرسکے -

یهانتک که سلطان سلیمان قانوني کي وفات کے بعد خود ترکوں میں کمزوري پیدا هوگئي - سلطان مراد ثالث کے عهد میں یه کمزوري ظاهر هوئي ' سلطان احمد اول کے زمانه میں اس نے ترقي پائي ' اور سلطان محمد رابع کے دور میں بلوغ و کمال تک پهنچ گئي - ترک جس قدر کمزور هوتے گئے ' یورپ کا مسیحي اتحاد بهي اُسي قدر ٹوٹتا گیا - یهانتک که صرف روس اور آسٹریا ترکوں کے مقابله میں رہ گئے ' اور اُنهیں یورپ سے نکالنے کي کوشش کرتے رهے -

اِس طرح ترکي شهنشاهیت نے اپني عمر کا اکثر حصه پے در پے جنگوں میں گزار دیا - ابتدائي جنگیں حمله آورانه تهیں ' بعد میں مدافعانه هوگئیں - لیکن اس تمام مدت میں ترکي سلطنت ایک مذهبي سلطنت رهي - اس کا تمام داخلي نظام شریعت کے احکام پر مبني تها - علماء و فقهاء کو غیر معمولي اقتدار حاصل تها - مفتیوں کے فتوے عزل و نسب اور نظم و نسق کے لیے جاري هوتے رهتے - چونکه عثماني حکومت کي نشو و نما هي اُس وقت هوئي تهي ' جب که اسلام کے دیني علم و عمل کي روح پژمردہ هونا شروع هوگئي تهي ' اور دیني نظر و بصیرت اور اجتهاد فکر کي جگه تقلید و جمود کي بنیادیں قائم هوچکي تهیں ' اس لیے مذهبي احکام و نظام کي کوئي بهتر روح پیدا نه هوسکي - جن علماء کے هاتهه میں نظم و نسق کے احکام تهے ' ان کا علم تمام تر فقه حنفي کي چند متداول متون و شروح تک جو متاخرین کي ترتیب دي هوئي تهیں ' محدود تها ' ان سے باهر نه تو کوئي نظر رکهتے تهے ' اور نه ایسي فضاء تهي که بلند نظري پیدا هو سکتي -

اس صورت حال کا لازمي نتیجه یه نکلا که اسلام کي پچهلي حکومتوں کي طرح ' عثماني حکومت میں نظم و اداره کي کوئي موافق روح پیدا نه هو سکي - دائرۂ حکومت تمام بر اعظم یورپ اور مشرق میں پهیل گیا تها - مختلف مذاهب ' مختلف نسلیں ' مختلف تمدن ' اور مختلف جماعتي مزاج رقبۂ حکومت میں جمع هوگئے تهے ' حکومت کے لیے اتنے مختلف عناصر پر کامیاب حکومت قائم رکهني آسان نه تها - ترک همیشه سے ایک جنگي قوم تهے - اب ان کے زیر نگیں یورپ اور مشرق کي تمام متمدن آبادیاں آگئي تهیں - ضرورت تهي که انتظام حکومت کي ایک طاقتور روح پیدا کي جاتي - یه روح ضرور پیدا هوتي ' اگر علوم دینیه کي حقیقي روح باقي رهتي ' اور تقلید و تنگ نظري نے فقهاء کے دماغ عقیم نه کردیے هوتے - لیکن افسوس که حالت دوسري تهي - نتیجه یه نکلا که روز بروز حکومت کا انتظامي مزاج مختل هونے لگا - حتیٰ که یورپ کے مورخین کو یه کهنے کا موقع مل گیا که " اسلام کے احکام کي روح هي حاکمانه انتظام (اڈمنسٹریشن) کے خلاف هے " حالانکه اسلام کي روح مخالف نهیں هے - مسلمانوں کا دماغي تنزل مخالف هے -

---

(دور اصلاح)

سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ع) سے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ع) تک

اِدهر ترکي مدافعانه جنگوں میں مصروف تهي - روس اور آسٹریا کے حملوں کا مقابله کر رهي تهي - اُدهر یورپ میں ایک نئي تهذیب پهیل رهي تهي ' جدید تمدن زندگي اور ترقي کے نئے نئے دروازے کهول رها تها ' اور اقوام یورپ تیزي سے آگے بڑھ رهي تهیں - ایک طرف کامل وقفه تها ' دوسري طرف پوري حرکت و سرعت تهي - نتیجه یه نکلا که یورپ بهت آگے بڑھ گیا ' اور ترکي جهاں تهي ' وهیں کي وهیں رہ گئي ' بلکه مسلسل دفاعي جنگوں نے اُسکي چولیں هلا ڈالیں -

---

اِس کے بعد پهر بت پرستي کے خلاف کوئي با ضابطه مسیحي دعوت پیدا نهیں هوئي - یهانتک که صلیبي لڑائیوں کے بعد اسلامي توحید کي تعلیم یورپ کے قلب تک پهنچي ' اور مشهور مسیحي مصلح لوتهر کا ظهور هوا -

(لیون کي اصلاح)

سي زمانے میں لیون سوم قسطنطنیه کے تخت پر بیٹھا - اِس شہنشاه نے اشور کے پہاڑوں میں نشو و نما پائي تھي - هر قسم کي تعلیم و تربیت سے محروم تھا - تاهم عقل سلیم رکھتا تھا - یہودیوں اور عربوں کي صحبت میں بیٹھه چکا تھا ' اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کي تعظیم و عبادت سے متنفر تھا -

یه تخت نشین هوا ؛ اور غایت تدبر سے اپنے ارادے مخفي رکھے - یہانتک که جب پوري طرح اقتدار حاصل هو گیا تو دیني اصلاح کي طرف قدم اتھایا - اِس نے پہلا کام یه کیا که علماء کي ایک مجلس منعقد کي اور یه فتوی صادر کرایا که کنیسوں اور مقدس هیکلوں سے تصویریں اور مورتیں هٹا کر کسي ایسي بلند جگه منتقل کردي جائیں جہاں مشرکانه رسمیں انجام نه دي جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اتھایا اور مورتیوں کي پرستش' اُنکي تعظیم ' اور کنیسوں میں موجودگي ' سب ناجائز قرار دیدي - اُس نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه قسطنطنیه کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالي بھي کر دیا - چنانچه حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیهما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردي گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اور بھي زیاده سختي برتي - سنه ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک دیني مجلس منعقد کي - اِس میں ۳۳۸ پیشوا جمع هوئے - اِس لحاظ سے یه مجلس بہت هي بڑي مجلس تھي - مگر اس میں صرف بیز نطیني کنیسے هي کے علماء شریک هوئے تھے - روم ' اسکندریه ' بیت المقدس ' اور انطاکیه کے نمائندے شامل نہیں تھے - پادشاه نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستي کا مسئله پیش کیا - متفقه فیصله هوا که یه عبادت ' مسیحي تعلیمات کي رو سے قطعاً حرام هے - اور پرستش کي تصویریں ' مجسمے ' اور آثار مسیحي عبادت گاهوں سے خارج کردینے چاهئیں - اس مجلس نے صلیب کو بھي اپنے فتوے میں مستثنی نہیں کیا ' اُسے بھي تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھرایا - مزید برآن خود فن مصوري کو بھي نا جائز بتایا - اس نے یه حکم بھي نافذ کیا که جو شخص صلیب بنائے ' یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ' اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ' اگرچه وه خود علماء کي جماعت هي میں سے کیوں نه هو -

سنه ۷۶۶ ع میں اِس فیصله کو اور بھي زیاده تشدد کے ساتھه جاري کیا گیا - صلیب رکھنا ' ولیوں کے لیے نماز پڑھنا ' تصویروں کي تعظیم کرنا ' یه سب باتیں جرم قرار پائیں ' اور مخالفوں کے لیے تازیانه کي سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے ' زبان کاٹنے ' اور سولي پر چڑھانے تک کي سزائیں تجویز کي گئیں -

(بت پرستي کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایریني کے عہد میں پھر انقلاب هوا - یه ملکه بت پرستي کي حامي تھي ' کیونکه وه نسلاً یوناني تھي اور عورت تھي - یه اِس حیثیت سے تخت نشین هوئي تھي که اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کي ولي اور سر پرست رهیگي - اِس نے برسر اقتدار آتے هي ایقوني کنیسا (یعني بت پرستي کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنه ۷۸۷ع میں به مقام نیس ایک دیني مجلس منعقد کي - اِس میں ۸۶۷ پادري جمع هوئے تھے - پوپ کے نمائندے بھي شریک تھے - بالاتفاق یه فتوی صادر کیا گیا که مقدس تصویروں اور بتوں کي عبادت مسیحیت میں جائز هے - اتنا هي نہیں بلکه شرعاً مُستحسن هے - دلیل میں اسلاف کي بہت سي جھوٹي روایتیں پیش کي گئي تھیں - مزید براں قسطنطنیه کي سابق دیني مجلس کي تکفیر بھي کي گئي تھي - اُس کے فیصله پر عمل کرنے والوں کو بھي کافر و مرتد قرار دیا گیا !

(دوسري اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصله پر عمل هوتا رها - یہاں تک که تیوفیلس بیزنطینه کا بادشاه هوا - یه بت پرستي کا دشمن تھا - سنه ۸۳۳ ع میں اِس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوی حاصل کیا اور بت پرستي حرام قرار پائي - اِس نے صرف تصویریں اور بت هي نہیں مٹائے ' بلکه کنیسوں میں مسیحي بزرگوں کے ناموں کے ساتھه " مقدس " کا لفظ بھي مٹا ڈالا - مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دي گئیں - بہت سے خلاف ورزي کرنے والے پادریوں کي پیشانیاں آگ سے داغ دي گئیں - غرضکه اِس رسم کے خلاف سخت جہاد جاري هوگیا -

اُسي زمانے میں ایک مسیحي عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوي کے نام سے پکارا هے) مشرقي رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر هوا - یه شہنشاه کا استاد تھا اور بت پرستي کا سخت مخالف ' مگر اسکي طبیعت بہت کمزور تھي - اِس نے شاهي احکام کي تنفیذ میں تساهل کیا - نتیجه یه هوا که مخالفوں کے حوصلے بڑھگئے اور وه علانیه احکام شاهي کي خلاف ورزي پر آماده هوگئے - شہنشاه نے یه حالت دیکھي تو سخت برهم هوا - پہلے سے بھي زیاده تشدد پر اُتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستي کا تیسرا دور)

شہنشاه کے انتقال پر اُس کي ملکه تخت نشین هوئي - یه اپنے شوهر کے خلاف عقیده رکھتي تھي - اس نے بت پرستي پھر رائج کرني چاهي مگر اُس کي راه میں سب سے بڑي روک یہي یوحنا نحوي تھا - یه شخص دونوں جماعتوں کي نظر میں مکروه تھا - بت پرستي کے مخالف ' اسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے - حامي دشمن خیال کرتے تھے - اِس سے بھي بڑھ کر یه که یه طبیعي علوم اور فلسفه کا عالم تھا - یه چیز اُس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تھي - اِس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا - چنانچه اُسے معزول کرنے کي کوششیں شروع هوئیں - اُس پر یه تہمت لگائي گئي که جادوگر هے - یه تہمت اُس کي معزولي کے لیے کافي تھي - چنانچه اُسے ذلت کے ساتھه نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاه میں جلا وطن کر دیا گیا - مگر مخالفوں کو اِس سے سیري نہیں هوئي - تھوڑے هي دنوں کے بعد اُس پر یه الزام لگایا گیا که اُس نے ایک ولي کي تصویر کي آنکھیں پھوڑ ڈالي هیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملی اور توراة کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکھه کے بدلے آنکھه " کے بموجب اُس کي آنکھیں پھوڑ ڈالي گئیں !

اب ملکه کے لیے میدان صاف تھا - اُس نے سنه ۸۴۲ع میں ایک اور دیني مجلس قسطنطنیه میں منعقد کي اور از سر نو بت پرستي کا فتوی صادر کرادیا - تمام مخالف ' کافر قرار دیے گئے ' اور بت پرستي مسیحیت کي بنیادي عبادت تسلیم کرلي گئي - ۱۹ فروري سنه ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں - یوناني کنیسا اب تک یه دن ایک عظیم دیني تہوار کے طور پر مناتا هے -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیت

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنےٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جس میں یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رُک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح علمی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر روا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہو سکتی ہے۔ جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جس کے مداح اعلیٰ حضرت بھی ہیں ۱۸۷۰ء سے پہلے سخت غفلت و نلاکت میں پڑا تھا۔ لائق سے لائق وزیر بر سر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر و فاقہ نے انھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہو گیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اُس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اُسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے تمام جسمانی و معنوی قوی معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اُس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اُس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اُس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اُس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شایع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہذا اب ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ، عرش معظم کے روبرو انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑئیے اور اُس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھائیے اور اُسے اختلال و بدنظمی سے نکال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور دیجئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اُسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اُس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ "غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے"

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بےجان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اُس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اُس کی عظمت سلب کر لیتا ہے دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے اُن کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھرئے۔ اے میری اُمت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اُس کی عزت کے خلاف یا اُس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اُتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں اس ملک میں اور یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے اُن کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے اُن کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے یہ اور بھی زیادہ بُرا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جراُت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلام کی سلطنت کو آپ بچا لیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اُس کا حاضر، حسرت ناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں ہمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال و توہم کی اسمیں گنجائش نہیں آپکے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر فساد کی آگ، بجھا دے سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفلسوں کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اُتار سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے آپ طامعوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن دور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلے کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور، بےکس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں رہا جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے خلاف ہو گئی ہے۔ ۱۸۵۴ء میں وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے متنفر ہوتی

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کی وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے دیکھتے تھے - صرف توپ خانه اور طباعت کی چند اصلاحات منظور کي گئي تھیں - باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تھا - مشہور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاریخ میں ترکوں کا ذهني جمود دکھایا هے - وه لکھتا هے که " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفیٰ ثالث کے زمانه میں یورپ کي سیاحت کي تھي - واپس آکر سلطان کے ایک مقرب خاص یوسف آفندي سے بیان کیا که دول یورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بہت متوجه هیں - جا بجا قرنطینے قائم کیے گئے هیں - سلطنت عثمانیه کو بھي یهي کرنا چاهیے - لائق مصاحب نے یه سنکر پیشاني پر بل ڈال لیے اور کہا " میں تمہیں ابتک عقلمند سمجھتا تھا ' مگر تم سخت احمق نکلے ' تم اِتنا بھي نہیں سمجھه سکتے که یورپ کے لوگ همارے ملک میں صرف بیماریوں کے ڈر سے نہیں آتے - اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دینگے تو ظاهر هے ' یه روک اُٹھه جائیگي ' اور یورپین هماري سر زمین پر چیونٹي کي طرح پھیل جائینگے - پھر هم اُنھیں کیسے قابو میں رکھه سکینگے ؟ "

یه بات نہیں هے که ترکي میں کسي کو بھي اصلاح کا خیال نه تھا - خود سلطان مصطفیٰ ثالث اور سلیم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تھے - مگر بالکل مجبور تھے - اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تھي - ینگ چري فوجوں کو حد سے زیاده اقتدار حاصل هوگیا تھا ' سلطان اُنکے هاتھه میں کھلونا تھا - یه فوجیں سخت جاهل اور گنوار تھیں - کسي طرح کي اصلاح دیکھنا نہیں چاهتي تھیں - عام رعایا سرکاري علماء کے هاتھوں میں تھي ' اور معلوم هے که علماء دولت هر زمانه میں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هیں - اصلاح کي هر صدا اِن علماء سوء کے مذهب میں کفر و الحاد کي صدا تھي - وه ایک لمحه کیلیے بھي گوارا نہیں کرسکتے تھے که علم کي ایک شعاع بھي ترکي کے آسمان پر چمکے -

سب سے پہلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي توفیق ملي - یه سلطان بڑا هي اولوالعزم تھا - اُس نے ینگ چري فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کردیا - اس کا اثر یه هوا که اُس کي هیبت دلوں پر چھاگئي ' اور علماء دولت بھي باوجود اپني تمام سرکشیوں کے لرزنے لگے - اِسي سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کھول دیے اور فوج کا نظام بالکل جدید کر دیا - عام ترکي لباس بھي ترک کر دیا گیا - اور خود سلطان نے نیا فوجي لباس پہنکر اس کي ابتدا کردي - مگر افسوس هے که اب بہت دیر هوچکي تھي - یورپ تر و تازه هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گیا تھا ' اور هرگز نہیں چاهتا تھا که یه پرانا حریف از سر نو طاقت حاصل کرلے - چنانچه ترکي کي ماتحت عیسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي ' اُن کي حمایت و حفاظت کے لیے مداخلت کا مطالبه کیا گیا ' اور بین الاقوامي سیاست میں " مسئلهٔ مشرق " کے نام سے ایک جدید لفظ کا اضافه هوگیا ' جس سے مقصود صرف یه تھا که ترکي کا خاتمه کر دیا جاے -

یه تاریخي واقعه هے که سلطان محمود اور اُن کے بعد سلطان عبد المجید نے اصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششیں کیں ' شیخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو میں دوره کرکے مسلمانوں کو سمجھانا شروع کیا که اصلاحات شریعت کے خلاف نہیں هیں' اور انھیں نفرت و وحشت کي نظر سے نہیں دیکھنا چاهئے - اس طرح تمدني اصلاحات کي راه میں کوئي بھي اندروني رکاوٹ باقي نہیں رهي تھي - لیکن خود یورپ ' جو همیشه اصلاحات کے لیے غل مچایا کرتا تھا ' سد راه هوا - لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کرادیا گیا ' اور ترکي کے مدبرین اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بھي مہلت نہیں دي گئي - اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گیا -

---

زنجي تحریک حریت

کچھه عرصه سے افریقا کے زنجیوں میں آزادي کي تحریک پھیل رهي هے - اِس کا مرکز جمہوریه " لیبریا " میں هے - مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کیا هے که نصف صدي کے اندر اندر افریقا کے سیاه آدمي اِس قابل هو جائیں گے که اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگیں اور پورے افریقا کي متحده جمہوریت قائم کرلیں - صدر نے کام کي موجوده مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کہا هے : هم في الحال تقریر و تحریر کے ذریعه پروپگنڈا نہیں کرسکتے - کیونکه باشندوں میں تعلیم مفقود هے - لیکن همارے پاس ایک معقول ذریعه موجود هے' اور وه " ڈھول" هے - هم ڈھول پر اپني دعوت ایک قبیله سے دوسرے قبیله تک پہنچادیتے هیں اور باشندے اُسے قبول کرتے جاتے هیں -

(پارلیمنٹري گالیاں)

پارلیمنٹوں میں همیشه تعلیم یافته آدمي بیٹھتے هیں - با ایں همه اُن کي گالیوں کا ایک نمونه ملاحظه هو:

سرویا کي پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے ایک مقرر کو مخاطب کرکے کہا : " چرس پینے والے ! مرده کھوپڑیوں کے سوداگر! حریت کے قاتل! "
جرمن پارلیمنٹ میں ایک ممبر نے دوسرے سے کہا : " تو سڑا هوا سور هے ! تو کیڑے پڑا هوا جسم هے ! تو دیوانوں کا بادشاه هے ! "

" تو بوئر یهودي هے ! تو قانون کا تاجر هے ! تو آئرلینڈي شکاري کي رسي هے ! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا چیتھڑا هے ! " یه انگریزي پارلیمنٹ میں ایک ممبر کا بیان تھا !

بریدشرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصر یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصر یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصر یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل بلکہ قلعہ ہے جسمیں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دُنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا پھاٹک بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہوجاتے ہیں۔ انہیں طے کرکے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کاریں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں

اُس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اُٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کرنیکے لئے کافی تھیں۔ اُسوقت بڑے بڑے حکام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ لے سکتا ہے!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس مرحوم کے زمانے میں اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحیدالدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کردیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبدالحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا پڑا۔

آخری خلیفہ، سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہوگئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام مخلوق کے لئے کھول دئے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دے دیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت پر نہ پڑے۔ اُسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار ماتوسیرا نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کردیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہورہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ اُنھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظر انداز کر دئے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں، اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو ولعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہوگیا!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۱۳۵،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریبًا ۷ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو برابر شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدے کی شرطیں پوری نہیں کر رہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس ملعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہورہی ہے بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زیرپرستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کردیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اُس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے

الحمدللہ کہ ۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُسنے فیصلہ کرلیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کردے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمار خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

"کھیل ختم ہوگیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!"

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۳۰،۰۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمار خانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۴۰،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کردئے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

"حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں اپنا ملعب قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو۔ لیکن ماتوسیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمار خانہ بنا دیا۔ جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کرسکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کرلیا کہ معاہدہ منسوخ کردے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے"

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہوگئے۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہوگئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کردیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی گزشتہ خدمات بنظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُسنے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے"

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس جمہوری جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہوجائیں اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہو۔

یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" کو بھی زیربحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

"دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف ذہنی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر جماعت برسر اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں"

"بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہوجاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدید میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں دوسرا

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرما کر برلن، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کر کے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں "یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اُس کا زوال یقینی ہے۔ ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہو جانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کر دینی چاہیے لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی ضرور بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کر دیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں گرفتار رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر چکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کر کے دکھا دیں کہ نہیں مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جسپر زمانے نے یورش کی ہے۔ اُسکی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قوی کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ میں اعلیٰحضرت کے روبرو عرض کر چکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہو گئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت و حرفت برباد ہو گئی تھی۔ کس درجہ اُس کی ثروت کم ہو گئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہو جایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہو رہا تھا، حتی کہ اُس وقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی دولت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی جوانی پر صبر و شکر کرے اور ایک حقیر حراسی کے غصہ سے بھی بچ نکلے" اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب و دبدبہ باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔ حواس گم ہو گئے تھے۔ وہ ہر روز ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دُوَل کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُسنے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کر لی۔ چند ہی سال میں اُس کی تمام برباد قوتیں واپس آ گئیں حتی کہ اُس کی فوجوں نے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اسوجہ سے کہ اُسنے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صحیح پر در نظام قائم کر دیا تھا۔ بلاشبہ یہ خاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُسوقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اُٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم بچ آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹ (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اطالین قوم کا بادشاہ ہو جائے۔ وہ بادشاہ ہو گیا! کیونکر؟ اُسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستور حکومت بخش دیا۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہو گئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، دلوں کی جو باسہ جر دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں اور عقلوں پر قابض ہو گیا۔ مرتے وقت اُسنے متبسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانوئیل کی سلطنت کا رتبہ میری ریاست کے رتبہ سے تین گنا زیادہ ہوگا" دُنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کر سکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدانِ جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کر چکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کر دینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کر لیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھتا اور تمدن و شائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کر رہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کر دی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہو گئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کر دینا چاہیئے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہیئے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہیئے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور جس کا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہو جاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کر دیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جُدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس و پیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، ٹیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سردیہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ آنھیں بُلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کرے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہو جائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے روبرو رعیت کی ضرورتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تھیں ایک شریف آدمی دے دوں گا" اے میرے آقا آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کر کے اپنی رعایا کو محنتی، اولو العزم، اور زندہ بنا سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکر گزار ہوگی، ظلم اُٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہو جائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہو جائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کر لے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتھیلیوں پر سر لے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہو جائے گی، اور اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجا لائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی، اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن و سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کروں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطیے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اُس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلا وطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہو جائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے، جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم و شہامت کا وصف عطا فرمایا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت و شکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بُنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس دعوت میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اُسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمار تاریخ کے بلند نام کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفیٰ فاضل۔ ۱۸۶۶ء

خط و کتابت

میں

اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

منیجر

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خطوط کے جوابیں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہو کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہو اُن کی اصلیت کیا ہو اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طریق نظر صحیح نہیں ہو۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اسوجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دوسرے مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہو۔" دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہو یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جدل و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب تحقیق ہو، کیوں راہ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متأثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بہ حیثیت ایک طالب حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپ کے علم میں ہونی چاہیئے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروانِ مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہو، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہو جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید معائنہ اور تجربہ ہو۔ تجربہ شک و شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم و یقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہیئے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہو ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوے حقیقت اور معرفتِ صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہو، جس کی اب تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوع انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہو۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیرؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہو۔ مذاہب کے پیرؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔ سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لئے بہ ظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروانِ مذہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بہ یک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے ان دونو طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہو، جس قدر بھی اختلاف ہو، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہو، پیروانِ مذہب کے فہم و عمل میں ہو۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہو۔ اگر پیروانِ مذہب کا یہ انحراف دُور ہو جائے جو حق نہیں ہو، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہ جائے گی جو صرف حق ہو، اور چونکہ وہ حق ہو، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہو۔ نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذاہب عالم کا "مشترک حق"، دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہو، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراط مستقیم" سے تعبیر کیا ہو:

قولوا امنا باللہ وما اُنزل الینا، وما انزل الی ابراہیم واسماعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم، ونحن لہ مسلمون! فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا، وان تولوا، فانما ھم فی شقاق فسیکفیکھم اللہ، وھو السمیع العلیم! (۲: ۱۳۷)	سچائی کی راہ یہ ہو کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لے آئے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو۔ نیز اُن تمام مذہبی صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور اُن کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغام حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں اور مذہبی صداقت کے سارے معلموں کو خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ ملا ہو، اُس سب پر ہمارا ایمان ہو۔

ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروانِ مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوعِ انسانی پر کھول دی، جس پر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہو۔ وہ وقت اب دُور نہیں ہو جب عالم انسانیت مذاہبِ عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہو کہ جمعیتِ انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہو کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امۃ واحدۃ، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین، وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیہ، وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیاً بینھم، فھدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم! (۲: ۲۰۹)	دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی ہو۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے پھر ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل کی بشارت دیتے تھے اور بد کرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیم حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمراہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہو، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔

افسوس ہو کہ نسل انسانی اسپر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دینِ حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ ان تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف، دینِ حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے اس کا دروازہ اہل ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہو، ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہو!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہو۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تأثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہو، اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

"لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہو۔ سعد نے مر کر لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسّم تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو گئیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، اب بھی باقی ہو، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی زبان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہو!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کامل خود مختاری اور صحیح آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۲۰ برس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیان اصلاح اپنے مقاصد کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک با قاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مرگئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکمیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اُٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں سے ۱۵۰ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر اُن کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہوگئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہوگیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلا وطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا مسلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفٰے کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا جس میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہوگئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "لفللوخان" میں جا کر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اور اُن کے وزراء اس ماہ کے وسط میں انگورہ روانہ ہونگے تو مذکورۂ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اُڑا دینگے!

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس سے سادے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاطف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر، ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں اُنھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہوگئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دُور ہوگئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینہ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پرتکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بےچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے۔ ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہو رہی ہے۔ اب وقت ہے اُسے گرا دو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نا اتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ باشا برکات سے بہتر کوئی شخص اُنھیں نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکے ساتھ جہاد وطنی میں بے شمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعریفیں کرکے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہئے۔ وفد کی جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہوگئے۔ اعتدال پسندوں نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا نامنظور کر دیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانش مندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ باشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سر خم کرنے کو طیار رہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی باشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مرگئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مرگئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے خائف تھے مسرت سے اُچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھ اور در آئے۔ لیکن تدبیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ عَلم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی۔ آزادی کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفٰی نحاس ہے!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفٰے نحاس باشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہوگئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہے:

"ابناء وطن! عظیم القدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہوگئی اور سعد زغلول کا انتقال ہوگیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے روئے لیکن رحمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے، جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دُنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مرگیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و اَلم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اُس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مر گئیں۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی، ابراہیم موصلی، قولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا۔ جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

مل واللہ طبیبی — عن مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اُکتا گیا ہے

سوف انعی عن قریب — لعدو وحبیب!

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم مل منہ اقربوہ — واسلمہ المداوی والحمیم

بیمار، جس سے اُس کے رشتہ دار اُکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست اُسے چھوڑ چکے ہیں۔

۱۸۸ھ (۸۰۴ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو گئی کہ عباس بن الاحنف اُس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اُس وقت اُن کی زبان پر یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ — مفرداً یبکی علی شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دُور! تنہا جو اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جدّ النحیب بہ — زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اُس کا گریہ بڑھتا ہے، اُس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہو گئے۔ درخت پر ایک چڑیا چلائی۔ عباس نے اُس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفواد شجیً — ہاتف یبکی علی فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکی — کلنا یبکی علی سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اُسی کا اُسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر اُنھوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

۱۹۲ھ (مطابق ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہو گئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہو گیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہ ودوائہ — لا یستطیع دفاع مکروہ اتی

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اُس کے آ جانے کے بعد دُور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی — قد کان یبری مثلہ فی ما مضیٰ؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اُسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی والمداویٰ والذی — جلب الدواء وباعہ ومن اشتریٰ

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا، سب مر جائیں گے!

جب موت کا یقین ہو گیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مر جانے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اُتر رہا ہوں میں تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ اِن میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اُسے گمراہی سے روک دینا اور اُس کا عہد توڑ دینا"

۱۹۳ھ (۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابونواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے راوی شعر اور شاعر، ابونواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے:

دبّ فیّ الفناء سفلاً وعلوا — وارانی اموت عضواً فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی — وتذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا — نقصتنی بمرہا بی جزوا

ہر گھڑی جو مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علی لیال وایام — تملیتہن لعبا ولہوا

اُن دنوں اور راتوں پر میرا افسوس، جنھیں میں نے لہو و لعب میں گزار دیا!

قد اسانا کل الاساءۃ فاللّٰہم — صفحاً عنا وغفراً وعفوا

ہم نے سراسر بُرائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلّا اُٹھا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں کوئی حامی نہیں"

گرفتار ہو جانے پر اُس نے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمھارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلّادوں سے کہا:

"تمھارا بُرا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون کرنے میں خدا سے ڈرو!"

۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے" کہنے لگے:

"جب میں مر جاؤں تو میرا یہ کُرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا سے اُسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

۲۰۰ھ (۸۱۶ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا "آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟"

کہنے لگے "کیا تمھارے خیال میں خالق کے حضور جانا، جس سے مجھے بڑی ہی اُمید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(۲۰۹ھ - ۸۲۵ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱۸

ہیں تو اس کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ قدم اُٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵ برس سے ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر اِن ۵ برسوں کے وہ تمام بیانات اور مباحث جمع کر لئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و اعمال کی نسبت بیان کئے ہیں، اور پھر اُن پر انصاف اور صداقت شعاری کے ساتھ نظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے زیادہ مقدار اُن باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت نہ اختیار کرتیں اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا سا بھی لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہو گیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں :

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اختیار کیا، اور جو جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنھیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولنا صاحبان" نے اور جمعیت العلمائ نے فتویٰ جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مار ڈالنا چاہیے"

میں آپ کی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کر دیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہیے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری چیز میں وہی اصولی غلطی کام کر رہی ہے جسپر پچھلی سطور میں بحث کر چکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُس ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دُور کر دے سکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دُور ہو جا سکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں، "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں لیکن اُنھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہو جائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجئے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کر دینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علماء نہیں ہیں بلکہ مسلمان جماعتوں کے عام سر برآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتوی کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتوی" دے سکتی ہے، لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ غور کیجئے، اس ایک معاملہ میں یکے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کر دینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُسپر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتوی" کی گنجایش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاسات و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کر سکتی ہے حکومت کر سکتی ہے اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنوں یا احمق ہو جائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کر دے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہیے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہیے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دُنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جسپر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اُسے منظور کر کے شائع کر دیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُسنے ایک تجویز منظور کی اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیتہ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کر کے اُس کا اعلان کر دیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلما کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجایش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً، جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہو گئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُسوقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کر کے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کر دینا چاہیے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجایش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدّباب کرے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کرے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، اُس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہو جائے یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ بلاشبہ اسپر بحث کی جا سکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کر لینگے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے لیکن بہ حیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تاثرات قبول کر رہے ہیں، یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے، اُسے تسلیم کر کے، رائے قائم کریں۔ انصاف کیجئے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کر کے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کر دینا چاہیے"؟ اسوقت دُنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں ثبت نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا با محل اُن کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً آپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہیے" لیکن آپ یقین کیجئے کہ نہ تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آنارکی جائز نہیں ہو سکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دیدے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہو جائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور کج اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے، محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں، اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرتے

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلاکر میں نے سخت غلطی کی۔ اور یہ زخم ......"

موریلا، انٹونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے چُپ ہوگئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا" انٹونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہئے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن موریلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اس وقت اُس کی تلافی نہیں کر سکتی ــــ ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے ــــ لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصوّر جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آجتک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچوگے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے ــــ نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سُوت کات کاتکے ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں، میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب لوٹا دی۔ "لیلو" موریلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب رکھی ہے"

"مجھے تکلیف نہ دو" انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" موریلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انٹونیو جھنجلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں" موریلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انٹونیو نے جوش سے کہا "اگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کرلو۔ تم پورے بار سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اُٹھانا، تاکہ مجھے اپنی اس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اُسنے اپنا رومال اُٹھا کر ٹوکری میں ڈالا۔ صلیب بھی اسمیں گرادی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹونیو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رخساروں پر بہہ رہے تھے!

"الٰہی!" انٹونیو چلایا "موریلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہو گئیں؟ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لوٹنا چاہئے"

یہ کہہ کر موریلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھکے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہو گئی۔ انٹونیو نے اُس کی سسکیاں سُنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اُٹھکر پاس پہنچے، وہ خود دوڑ کر آئی اور اُسپر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کر سکتی" اُسنے آنسوؤں کے ساتھ ملّاح کو زور سے پکڑکر کہا "میں برداشت نہیں کر سکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مارو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دُور نہ کرو........"

روتی ہوئی لڑکی کو انٹونیو نے فوراً اُٹھالیا۔ وہ بھی چُپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انٹونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون، زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موریلا! اگر یہ تم صرف تسلّی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دُکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" موریلا نے مضبوط آواز میں کہا "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اسی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

موریلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہو گئی۔ انٹونیو، کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موریلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کرکے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کر سکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کر سکتا تھا کہ خدا اس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موریلا کو، انٹونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!

رہنمایانِ مُلک و مِلّت کا متفقہ اعلان

اخبار الجمعیۃ کی خدمات کا اعتراف

آج ہر شخص پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ قوموں کی مذہبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اقتصادی ترقی میں قومی اخبارات کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو لوگ دُنیا کے روزانہ انقلاب اور قوموں کے عروج و انحطاط کے حالات سے بے خبر ہیں وہ زندگی کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قومی اخباروں میں سے جو اخبار کہ قوم کی فلاح و بہبود کی جگہ اپنے مالی فائدے کو مدنظر رکھتے ہیں وہ بجائے قوم کی اصلاح کرنے کے اس کی تباہی و بربادی کے باعث بنجاتے ہیں۔

اخبار الجمعیۃ دہلی جو تین سال سے جمعیۃ علماء ہند دہلی کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اُن صحیح اور حقیقت شناس راست باز اخباروں میں سے ہے جنھوں نے حقیقی طور پر مذہب وطن کی سچی خدمت کی ہے اور ہر موقع پر نہایت دیانت اور جرأت کے ساتھ حق رہنمائی ادا کیا ہے۔ اپنے مالی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کرکے قوم کے خالص فائدے کا خیال رکھا اور طرفۃ العین کے لئے بھی جادۂ حق سے انحراف نہیں کیا۔ الجمعیۃ بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ قوم کا کوئی فرد اس کی رہنمائی سے بے بہرہ نہ رہتا اور مسلمانوں کے گھر گھر میں یہ اخبار پڑھا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسکی کما حقہ قدر نہ کی اور اس ۳ سال کے عرصہ میں اس کی اتنی اشاعت بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مصارف سے ہی بے فکر ہو جاتا۔ ہم تمام مسلمانوں سے مذہب وطن کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس معزز و مؤقر اخبار کے زریں مضامین سے فائدہ اُٹھائیں اور کوشش کریں کہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا کوئی گھر اس اخبار سے خالی نہ رہے بالخصوص معاونین جمعیۃ سے پوری اُمید رکھتے ہیں کہ ہر خریدار کم از کم دو جدید خریدار مہیا کر دینے کی کوشش کرکے اپنے مذہبی اور وطنی فریضہ کو ادا کرے گا۔ اخبار الجمعیۃ کی امداد درحقیقت مذہب وطن اور قوم کی امداد ہے اور ہر معاون تمام مسلمانوں اور مذہب وطن کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ (صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند) (سیٹھ حاجی) عبد اللہ ہارون (ایم ایل اے صدر جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولانا) حبیب الرحمٰن (صاحب صدر خلافت کمیٹی لدھیانہ) (مولانا ظفر علیخاں (صاحب۔ اڈیٹر زمیندار لاہور) (مولانا احمد سعید (صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند) (جناب) قریشی (صاحب اڈیٹر تنظیم۔ آنریری اسسٹنٹ سکرٹری آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر) (مولانا سید) سلیمان (صاحب ندوی۔ اڈیٹر معارف اعظم گڈھ) (مولانا ابو المعارف) محمد عرفان (صاحب ناظم مالیات جمعیۃ علماء ہند و ناظم جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولوی سر) رحیم بخش (صاحب سابق وزیر اعظم ریاست بھاولپور کے سی ایس آئی۔ ایم ایل سی) (مولانا سید) عطاء اللہ شاہ (صاحب بخاری) (مولانا ثناء اللہ (صاحب اڈیٹر اہلحدیث امرتسر) (مولانا) عبد الماجد (صاحب دریابادی اڈیٹر سچ و صدر خلافت کمیٹی اودھ) (ڈاکٹر) سیف الدین (صاحب کچلو امرتسر) (مولانا سید) غلام بھیک (صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ) (مولانا) غلام رسول (صاحب مہر اڈیٹر انقلاب لاہور) (سید) جالب (صاحب دہلوی اڈیٹر ہمدم لکھنؤ) (ڈاکٹر سر) محمد اقبال (صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور) بدر الحسن (صاحب جلالی اڈیٹر مدینہ بجنور) (حضرت مولانا حسین احمد (صاحب جانشین حضرت شیخ الہند) (مولانا) شبیر احمد (صاحب عثمانی دیوبند) (مولانا حبیب الرحمٰن (صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند) (مولانا) عبد الحلیم (صدیقی لکھنؤ) (مولانا ابو المحاسن محمد سجاد (صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار) (مولانا) مرتضیٰ حسن (صاحب) (صاحبزادہ) عبد القیوم (ایم ایل اے) (دیوان سید) آل رسول (صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) (مولانا پیر) محمد ضیاء الدین (صاحب سجادہ نشین سیال شریف پنجاب) (مولانا سید مناظر احسن (صاحب گیلانی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) (مسٹر) شعیب قریشی۔

(اخبار الجمعیۃ کے لئے تمام خط و کتابت منیجر الجمعیۃ۔ دہلی کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ قیمت سالانہ ۱۲ ششماہی ۷ ممالک غیر سے ۱۵۔ نمونہ مفت)

افسانہ

غضب ناک محبوبہ

L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونیو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ وہ بُت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جمائے اس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہی!

آخرکار اُس کے حواس درست ہوئے۔ اُسنے ڈانڈ اُٹھائی اور پُوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہی۔

موریلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونیو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر گئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ موریلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کر سکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہی کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

موریلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہی" انٹونیو نے پھر کہا "ابھی پُورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہو جائے گا؟ اگر تمھیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

موریلا نے سامنے نگاہ کر کے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دیے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جُھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے پر رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پُھرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونیو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کر دی۔ موریلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک موریلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے معاً انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پُوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو" موریلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا انٹونیو نے موریلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کر دیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد موریلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چُپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے۔ بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہم کچھ اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

شفق ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ موریلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونیو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہی!"

"کچھ نہیں" انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہو جائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ، میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونیو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہی۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہی۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" موریلا نے کہا، جو اب تک کھڑی بڑھیا کی باتیں سُن رہی تھی۔

خدا حافظ!" انٹونیو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

موریلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہی۔ بہت پریشان ہی۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آ رہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کنواری کے سر پر تاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہو چکا ہی!

اُس نے خیال کیا "آج دن ختم نہ ہوگا۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہو رہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پُورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ موریلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہی؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی ہو گیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہیے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال واپس کر دوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہو گیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے چاند کی دُھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

موریلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر کا رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھ دی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونیو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیج دینے والا تھا"

"رومال نہیں" موریلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں دیر سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہو کر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہی۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اس کا مستحق ہوں۔ تم ایسے وقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انھیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہیے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" موریلا نے غصے اور ہمدردی کے ملے جلے لہجہ میں کہا "میں تمھارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونیو نے ناز کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی"

یہ کہہ کر موریلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُس کی قدرت سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، مسیح!"

"نہیں معمولی سا ورم ہی۔ کل تک اُتر جائے گا" انٹونیو نے بے پروائی سے کہا۔

موریلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں لوٹ نہیں سکتے"

"اوہو، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے بے رنج کہا۔

موریلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ موریلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہو گئی۔

"موریلا! شکریہ!" انٹونیو نے آرام پا کر کہا "اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہی کہ میرا دن والا قصور معاف کر دو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز نہیں تمھارا کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنو گی......"

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہیے" موریلا نے جلدی سے کہا

مطبوعات الہــلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

سوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہــلال بك ایــجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے- اور اُسکا هر باب اپني مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا- پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں- اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچھلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چہارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الہــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البــلاغ پریس"

۱۹۲۷

جلد ۱ نمبر ۱۸

الہلال

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ - آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الکریم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۸ — کلکتہ : جمعه ۲٤ - ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الہلال چھپتا هی - اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٤۹۲ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۱۷	اردو حروف کی حق مین	٤۱۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٤٦٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۵۰	نستعلیق هون	۱۵۱

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ‌تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت فی پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

صرف لوتھر اور میلان ھي نے اِس علمي تحقيق کي مخالفت نہیں کي ' بلکه پروٹسٹنٹ کليسا کے اور بہت سے اقطاب بھي سخت مخالف رھے - چنانچه کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوين " ميں کوپر نيکوس اور اس کے هم خيالوں پر بڑي سختي سے حمله کيا ھے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار ديا ھے جو زمين کو نظام کائنات کا مرکز تسليم نہيں کرتے - وہ زبور کي آيتيں پيش کرنے کے بعد سوال کرتا ھے " وہ کون ھے جو کوپر نيکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا ھے ؟ "

کالون کے جانشين ' تريٹن کي بھي يہي رائے تھي - کيلر اور نيوٹن نے جب کوپر نيکوس اور گليليو کے نظريے پوري طرح ثابت کر ديے ' اور ان کے ليے غير متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بھي تريٹن اپني لاھوتي کتاب شايع کرنے سے باز نہيں رھا ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاھا که آسمان ' سورج ' اور چاند زمين کے گرد گھومتے ھيں ' اور خود زمين نظام کائنات کے مرکز ميں قائم و ثابت ھے !

تاريخ انگلستان ميں بھي اِس لاھوتي جد و جہد کي بہت مثاليں ملتي ھيں - ھچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " ميں ' ڈاکٹر سموئيل بيک نے " مقدس فلسفه " ميں ' ھورن ' اسقف ھورسلے ' اور وربس وغيرهم نے اپني اپني تفسيروں ميں نيوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتھه مقاومت کي ھے - کتاب مقدس کي آيتوں سے مسلح ھوکر اُس پر ٹوٹ پڑے ھيں - يہي حال ڈاکٹر جان اوين کا ھے ' جو پيورٹينين مذھب کا ايک بڑا قطب مانا جاتا ھے - اُس نے انتہائي ديده دليري سے اعلان کرديا که " کوپر نيکوس کا نظريه ' سراسر وھم و خيال ھے - کيونکه نصوص وحي کے برخلاف ھے " مشہور جان ويسلے بھي اِس گروہ سے باھر نہيں ھے - اُس کا صاف اعلان تھا " جديد فلکي نظريے کفر و الحاد کي طرف ليجانے والے ھيں "

سولھويں صدي کے وسط ميں شہر ويٹنبرگ ميں (جو پروٹسٹنٹ مذھب کا مرکز تھا) دو عالم رٹي کوس اور رينالڈ رھتے تھے - اُنھوں نے کوپرنيکوس کے مذھب کي تحقيقات کي تھي ' اور اُسے حق سمجھتے تھے - ليکن انھيں اجازت نہيں دي گئي که اپنے طالب علموں پر اپنا يه اعتقاد ظاھر کريں - رٹي کوس نے تو تنگ آکر يونيورسٹي سے استعفا ديديا ' تاکه آزادي کے ساتھه اعلان حق کرسکے - ليکن رينالڈ يه نه کرسکا - اُسے مجبور ھونا پڑا که قديم مذھب کي حمايت کرتا رھے - اُسے حکم ديا گيا تھا که اپنے درس ميں کوپرنيکوس کے مذھب کا کوئي ذکر نه کرے - اگر کبھي اِشارہ کرنا پڑے تو پھر اُس پر بطليموسي نظام کو ترجيح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کيا - ليکن اِس پر بھي تکفير سے محفوظ نه رہ سکا ' اور بالاخر ذلت کے ساتھه يونيورسٹي سے نکال ديا گيا - اُس کي جگه ايک نيا استاد مقرر ھوا تھا - اِس معلم نے اپني پہلي تقرير اِس جملے سے شروع کي تھي : " کوپرنيکوس کا نظريه ' بديہي طور پر غلط ھے - خلاف عقل ھے - ھرگز علمي مرکزوں ميں اُسکا ذکر نہيں کرنا چاھيے ! "

پروٹسٹنٹ لاھوتيوں نے صرف اِتنے ھي پر اکتفا نہيں کيا ' بلکه تعليم گاھوں ميں بھي ايسي کتابيں داخل کر ديں ' جو قديم خرافات کا مجموعه تھيں - چنانچه کاھن ھنسل نے مدارس کے ليے ايک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکھي تھي اور ثابت کيا تھا که کوپرنيکوس کے فلکي نظريے کتاب مقدس کے بالکل خلاف ھيں " خواہ رياضي کے قواعد اور دور بين کے مشاھدات کا کتناھي دعوی کيوں نه کيا جاے ' ليکن ايک ايماندار مسيحي کو کبھي تسليم نہيں کرنا چاھيے " !

يه علم دشمني صرف قرون مظلمه ھي کا خاصه نه تھي - جديد پروٹسٹنيٹ کو بھي وراثت ميں ملي تھي - چنانچه اُنيسويں صدي کے آخري برسوں ميں مشن کالجوں کے بہت سے استاذ اِس جرم پر خارج کردیے گئے تھے ' که وہ جديد علم ھيئيت پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسليے ملحد تھے !

(کليسائي علم و استدلال)

لاھوتي عدالت ميں گليليو کي سزا يابي کے بعد رومن کيتھولک کليسا کي ھدايت سے کئي کتابيں لکھي گئي تھيں ' تاکه کوپرنيکوس کي " گمراھي " مسيحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچه سيبيو مونٹي اپني کتاب ميں زمين کو ساکن ثابت کرتے ھوے لکھتا ھے :

" جو حيوانات حرکت کرتے ھيں ' اُن کے اعضاء اور عضلات ھوتے ھيں - ليکن چونکه زمين نه تو اعضاء رکھتي ھے' نه عضلات ' اس ليے وہ حرکت نہيں کرسکتي - وہ فرشتے ھيں' جو زحل' مريخ' آفتاب وغيرہ کو حرکت ديتے رھتے ھيں - اگر بفرض محال تسليم بھي' کرليا جائے که زمين متحرک ھے ' تو اُسے حرکت ميں لانے کے ليے ضروري ھوگا که اُس کے مرکز ميں ايک فرشته ھو - حالانکه معلوم ھے که فرشتے زمين کے اندر نہيں رھتے - وھاں تو صرف شيطان کا بسيرا ھے - اگر کہا جاے که شيطان زمين کو متحرک رکھتا ھے ' تو يه نا قابل تسليم ھے - کيونکه شيطان کے ايسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہيں " !

کاش اس مسيحي علامه کو معلوم ھوتا که اگر ستاروں کي حرکت کيليے فرشتوں کي تلاش ھے ' تو وہ فرشته موجود ھے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " ھے !

پرلاک اپني کتاب " کوپرنيکوس کے رد " ميں اِس طرح گہر افشاني کرتا ھے :

" کتاب مقدس کي تصريح موجود ھے که زمين ساکن ھے اور سورج چاند گردش ميں ھيں - اگر کبھي هم ديکھيں که سورج چاند متحرک نہيں ھيں ' تو کتاب مقدس کي رو سے ھميں ماننا پڑيگا که يه تبديلي کسي عظيم معجزے کي بنا پر پيدا ھوئي ھے - اس کے خلاف جتنے خيالات ھيں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک ديني چاھيے ' کيونکه اُنميں زمين کے متعلق ايک ايسي رائے پيش کي جاتي ھے جو کتاب مقدس کے صريح خلاف ھے "

پھر عقلي دلائل اور مشاھدے سے بھي استدلال کرتا ھے :

" اگر تسليم کر ليا جائے که زمين حرکت کرتي ھے تو پھر مشاھدات کي توجيه کيا کي جاسکتي ھے ؟ اگر ايک تير آسمان کي طرف پھينکا جاے ' تو وہ اپني جگه واپس آجايگا - حالانکه تير بہت دور جا کر گرنا چاھيے - کيونکه نئے نظريے کے بموجب زمين از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رھي ھے - اگر في الواقع زمين متحرک ھوتي تو زمين کا پورا کارخانه درھم برھم ھو جاتا "

اسکے بعد لکھتا ھے :

" کوپرنيکوس کے نظريے کے بموجب زمين کا متحرک ھونا ' خود زمين کي طبيعت کے بھي خلاف ھے - کيونکه زمين صرف ٹھوس

علم اور کلیسا کا معرکہ

کلیسائي جہل و جمود کے بعض تاریخي حقائق

گزشته تین صدیوں سے دین اور علم کي معرکہ آرائي کا غلغله بلند ہے - لیکن في الحقیقت یه معرکه دین اور علم میں نہیں ہے - دیني جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں ہے - اگر یه دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے ہت جائیں ' تو پھر صرف علم اور دین باقي رهجائینگے ' اور دنیا دیکھہ لیگي که ان میں کوئي نزاع نہیں ہے !

یورپ میں جب نئي علمي ترقیات نے نشو و نما پائي ' تو دین ' مسیحي کلیسا کي شکل میں موجود تھا - علمي حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود و تعصب سے ہوا ' اور اِس نے معرکۂ علم و دین کي صورت اختیار کرلي -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں ڈیلي نے اس معرکه آرائي کي داستانیں لکھیں ' اور " علم " کي فتح مندیوں اور " دین " کي ہزیمتوں کا غلغله ہر طرف بلند ہوگیا - حالانکه اس فرضي معرکه آرائي میں اُنھوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا ہے ' وہ دین نه تھا ' دیني جماعتوں کا ایک خاص نظام تھا جو کلیسا کے نام سے قائم ہوگیا ہے - اگر وہ " دین " کي جگه " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یه پورا رزم نامه اپني جگه صحیح ہوجاتا ' اور ہمیں علم کي فتح مندیوں اور کلیسا کي ہزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بھي تامل نه ہوتا - جان ڈکنسن اور پروفیسر وهائٹ نے ڈریپر اور کیلي کي یه غلط اندیشي دور کرني چاهي ' لیکن اُن کي صدائیں زیادہ بلند اور مقبول نه ہوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدي کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کي ذمه داري رومن کیتھولک کنیسے پر ڈالدي ہے اور اُسي کو علم کي دشمني اور علماء کي تعذیب کا مجرم قرار دیا ہے - گویا اِس کنیسے کے سوا کسي دوسرے مسیحي کنیسے نے علم کي کوئي مقاومت نہیں کي - لیکن یه صحیح نہیں ہے - یه تاریخي حقیقت ہے که روشن خیالي اور تسامح علمي میں سب سے زیادہ مشہور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بھي عقلي تنگ نظري اور علم دشمني میں رومن کنیسے سے پیچھے نہیں رہا - لوتھر کے جانشینوں نے بھي علم دشمني میں ویسي ہي مجاهدانه روح پیدا کرلي تھي ' جیسي صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تھي -

گیلیلیو نے جب کوپر نیکوس کے نظریے کي حقانیت ثابت کردي ' اور دور بین کے ذریعه چاند میں پہاڑ ' سورج میں دھبے ' اور عطارد کے اقمار دکھا دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنوں ہوگیا - دیني عدالت کو حکم دیا گیا که اِس " ملحد " کو گمراهي سے روکا جائے ' اور کنیسا کي اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برهان سے نہیں — جس سے کنیسا تہي دست تھا — لوہے اور آگ سے ' جس کي کنیسے کے پاس کوئي کمي نه تھي !

لیکن کیا لوتھر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تھے ؟ کیا اُنھوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراهي کے پھیلانے میں کوئي کمي کي ؟ اِس کا جواب هم خود لوتھر کي زبان سے سن سکتے هیں - کوپر نیکوس کا رد کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :

" لوگ ایک مجنون نجومي کي بکواس پر کان دھرتے هیں - حالانکه وہ ثابت کرنا چاهتا ہے که زمین گردش کرتي ہے ' نه که آسمان - واقعه یه ہے که لیاقت اور دانائي میں شہرت حاصل کرنے کا ہر خواهش مند انسان کوئي نه کوئي نیا نظریه پھیلانے کي کوشش کرتا ہے - وہ مدعي ہوتا ہے که اُس کا نظریه سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ یقیني ہے - یه آسیب زدہ انسان آج اٹھا ہے که علم هئیت کے تمام قواعد و اصول تہه و بالا کر ڈالے - حالانکه کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے که یوشع نبي نے سورج سے کہا ' ٹھہر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکه وہ خود هي ٹھہري ہوئي ہے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان کا لہجه اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتھر سے نرم ہے - لیکن وہ بھي اپني کتاب میں (جو کوپر نیکوس کي وفات کے چھه برس بعد شایع ہوئي ہے) لکھتا ہے :

" ہماري آنکھیں مشاهدہ کرتي هیں که آسمان ہر چوبیس گھنٹے میں گھوم جاتے هیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشہور کرنا شروع کردیا ہے که زمین حرکت کرتي ہے نه که فلک ثاني اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کي علانیه اشاعت اور اُن کے ذریعه مخلوق کي تضلیل ' بلند همتي اور دیانت داري کے قطعي خلاف ہے - کیونکه یه لوگوں کے لیے مکروہ نتائج پیدا کرنے والا نمونه بن جائیگا - جو کوئي بھي نیکي کا طالب ہے ' اُسے حق سے روگرداني نہیں کرني چاهئے - وہ حق ' جو خداوند خدا نے اپني کتاب میں نازل فرمایا ہے ' اور جسکے سوا سب کچھه باطل ہے "

اس کے بعد یہي مسیحي مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حواله دے کر دعوی کرتا ہے " ان سے پوري وضاحت کے ساتھه ثابت ہو جاتا ہے که زمین ٹھہري ہوئي ہے اور سورج اُس کے گرد گھومتا ہے " اِتناهي نہیں بلکه اپنے بیان کے اثبات میں وہ عقلي دلائل بھي پیش کرتا ہے ' اور پھر یه نتیجه نکالتا ہے که " زمین اُسي حالت میں ایک جگه قائم رهسکتي ہے جبکه وہ اِس کائنات کے وسط میں ہو " پھر اُسے غصه آجاتا ہے - وہ غضب ناک ہوکر کہتا ہے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دیني چاهئیں جو کوپر نیکوس کي تعلیم کي اشاعت کرتے هیں " !

سمجھتے - میں نے خیال کیا ' اپنے گاؤں کے لیے کوئي ایسي زبان ایجاد کرني چاهئے ' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم هو - اسپرنٹو ' اِسي خیال کا نتیجہ ھے "

یہ کام آسان نہ تھا - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کي تقریباً تمام زبانیں سیکھني پڑیں - سب کي صرف و نحو میں مہارت حاصل کي ' اور ایک بالکل نئي زبان اور نیا قاعدہ بنانا پڑا - سنہ ۱۸۸۵ ع میں اُس نے اپني تعلیم ختم کي تھي اور طبابت کا پیشہ اختیار کرلیا تھا - تاهم اُس کي تمام تر توجہ اِس نئي زبان کي تکمیل و اشاعت هي پر صرف هوتي رهي - سنہ ۱۸۸۷ ع میں اُس نے اِس زبان کي پہلي کتاب شائع کي - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تھا -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابي هوئي - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تھے - کوئي اُس کي مدد پر کھڑا نہیں هوتا تھا - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا ' اور اِس زبان کي ترقي کے لیے پیرس میں ایک انجمن "Esperantistes Pacifiques De Paris" کے نام سے قائم هوگئي -

سب سے پہلے سنہ ۱۸۷۸ میں دنیا نے یہ نئي زبان سني - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسہ میں اس زبان کي ایک نظم سنائي - اس کے ابتدائي بند مع ترجمہ حسب ذیل هیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پھیلانے لگا

Per de flugiloj de facila vento

هلکي هوا کے بازؤں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگہ سے دوسري جگہ اڑنے دو !

اسپرانٹو ' اِس قدر آسان زبان ھے کہ اُس کے تمام قواعد ایک گھنٹہ کے اندر معلوم کر لیے جاسکتے هیں - اُس کے الفاظ کي تعداد صرف دو هزار ھے - چند هفتے کي مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبي کي جا سکتي ھے - اُس کے تمام الفاظ یوناني ' لاطیني ' جرمن ' روسي ' فرانسیسي ' اور انگریزي زبانوں سے ماخوذ هیں - اُس میں صرف ۲۳ حرف هیں - u, s, j, h, g, c دو حرفوں کے قائم مقام هوتے هیں - کوئي ساکن حرف نہیں ھے - جو حرف لکھا جاتا ھے ' تلفظ بھي کیا جاتا ھے - شاذ افعال بھي نہیں هیں - معرفہ کا صرف ایک حرف ھے اور وہ La ھے -

الفاظ کي قسمیں اُن کے اواخر سے پہچاني جاتي هیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کي علامت ھے - Patra (ابوي) میں a نعت یا نسبت کي علامت ھے - Patre میں e ظرف کي علامت ھے - Palri میں i فعل کي علامت ھے -

حروف علت ' a, e, u, o, جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے هیں ' تو وہ لفظ یا تو صفت هوجاتا ھے یا ظرف ' فعل ' اور اسم -

فعل کي تصریف یوں هوتي ھے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا هوں	mi Amas
میں نے محبت کي	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تھا	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانٹو زبان میں مسیحي نماز کي دعا کا ترجمہ یہ ھے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے همارے باپ تو جو آسمان میں ھے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے ' تیري بادشاهي آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau, sur la tero.

تیري مرضي جیسي آسمان پر پوري هوتي ھے ' زمین پر بھي هو !

Panon mian ciu tagan donu almi hodiau.

هماري روز کي روٹي آج همیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

همارے قرض همیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح هم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا ھے !

Ni Konduku nin en tenton.

همیں آزمائش میں نہ پڑنے دے !

Sed lilerigu nin de la mallona.

بلکہ برائي سے بچا !

Amen!

آمین !

بریدِ فرنگ

اور سرد هي نهيں هے ' بلكه اپنے عناصر ميں برودت كے خواص بهي ركهتي هے - معلوم هے كه برودت حركت كو روكتي هے - بلكه أسے فنا كر ڈالتي هے - هم حيوانات ميں ديكهتے هيں كه ٹهنڈے پڑ جانے كے ساتهه هي أن كي حركت بهي موقوف هو جاتي هے - لهذا زمين كا متحرك هونا قطعاً محال هے "

" كتاب مقدس كي صريح نصوص سے ثابت هے كه آسمان زمين كے اوپر حركت كر رهے هيں' اور چونكه مدور حركت كے ليے ضروري هے كه أسكا كوئي مركز قائم هو' لهذا تسليم كر لينا پڑيگا كه زمين نظامِ كائنات كے وسط ميں ثابت و قائم هے "

يه كيتهولك كليسا كے خيالات تهے - مگر پروٹسٹنٹ كليسا بهي اس سے كچهه كم عقل مند نه تها - لوتهر كے پيرو بهي كتاب مقدس كي تفسيروں اور لوتهر كے اقوال كے اندهے مقلد تهے - كالو ليس باوجود اپنے وسيع علم و نظر كے ' لوتهر كا اس درجه مقلد تها كه أس نے بهي اِس علمي حقيقت كے تسليم كرنے سے صاف انكار كر ديا - زمين كي حركت كے خلاف أس كي سب سے بڑي دليل يه تهي :

" كتاب مقدس ميں لكها هے - خدا نے خرقيا نبي سے كها " ديكهه ميں آفتاب كے ڈهلے هوئے سايه كے درجوں ميں سے جو دهوپ گهڑي ميں معلوم كيے جاتے هيں' دس درجے پهرا كے چڑها لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں ميں ڈهل گيا تها ' أن سے دس درجے پهر چڑه گيا (اشعياء - باب ۳۸) "

• انگلستان كے مشهور لاهوتي عالم ڈاكٹر اسمتهه نے اعلان كرديا تها :

" شاهي علمي انجمن ' ملحدوں كي انجمن هے اور دين كے خلاف كوشش كر رهي هے "

جان اوين كا اعلان هے :

" نيوٹن كا نظريه كبهي صحيح علمي بنياد پر قائم نهيں هوا - وه سراسر اوهام و خرافات هے - اور كتاب مقدس كي صريح نصوص كے مخالف هونے كي وجه سے ناقابل اعتنا هے "

جان ويزلي كا مقوله مشهور هے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چيز هے ' تو انجيل كي كوئي بات بهي صحيح نهيں هے "

يه تهي مسيحي كليسا كي ذهنيت جس نے علم كے مقابله كا اعلان كيا تها ' اور يقيناً أس كے ليے اس ميدان مبارزت ميں دائمي اور هلاكت انگيز شكست كے سوا كچهه نه تها - كسي انسان كو بهي جو حقيقت اور صداقت كا احساس ركهتا هے ' اس شكست پر متاسف نهيں هونا چاهئے -

دنیا کی مشترك اور عام زبان

کیا تمام دنیا میں ایک مشترک زبان رائج هو سکتي هے ؟

اسپرنٹو

گذشته مهينے ميلان (اٹلي) ميں يورپ كي نئي مشترك زبان " اسپرنٹو " كے حاميوں كا سالانه اجتماع منعقد هوا تها جو كئي سال سے هر سال منعقد هوا كرتا هے - تازه ڈاك ميں اس اجتماع كي بعض دلچسپ تفصيلات آئي هيں - چونكه هندوستان ميں اس وقت تك اس نئي زبان كي نسبت بهت كم لكها گيا هے ' اس ليے هم بعض مضامين كا خلاصه درج كرديتے هيں :

موجوده علمي ترقيوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مواصلات كي سهولت نے دنيا كے تمام براعظموں كو باهم دگر ملا ديا هے - اِس زمانے ميں كوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق كركے زنده نهيں ره سكتي -

ليكن اِتنے قرب و مواصلت پر بهي دنيا كي قوميں اِس وقت تك ايك دوسرے سے دور هي هيں - أن ميں باهمي تعارف كے ذرائع بهت كم پيدا هوے هيں - اِس صورت حال كي بڑي ذمه داري قوموں كي علحده علحده زبانوں پر هے - هر قوم اپني مخصوص زبان ركهتي هے - دوسري قوم كي زبان سے نا واقف هے - اگر واقف هونا بهي چاهے تو بهت مشكل هے كه بهت سي زبانيں هر شخص سيكهه سكے - اِس ليے عالمگير تعارف و اجتماع كي كوئي صورت نكل نهيں سكتي -

يه حالت ديكهكر مدت سے بعض عقلاء مغرب كا خيال هے كه دنيا بهر كے ليے كوئي سهل اور مختصر زبان پيدا كي جائے - " اسپرنٹو " ايك ايسي هي نو ساخته زبان كا نام هے جو پچهلي صدي كے اواخر ميں ايجاد كي گئي هے -

اسپرنٹو كا موجد ايك روسي ڈاكٹر زمينهوف نامي هے - يه صوبۂ كروڈنو كے ايك چهوٹے سے گاؤں بيسلٹوك كا رهنے والا هے -

اِس زبان كي ايجاد كا خيال أسے أس وقت پيدا هوا ' جبكه أس كي عمر صرف دس باره برس كي تهي - أس نے يه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بيان كي هے :

" ميرے گاؤں ميں روسيوں ' يهوديوں ' پولشوں ' جرمنوں كي مخلوط آبادي تهي - ميں روز سڑكوں پر لڑائي جهگڑے كے واقعات ديكها كرتا تها - تحقيقات سے معلوم هوا كه يه جهگڑے زياده تر اِس ليے پيدا هوجاتے هيں كه باشندے ايك دوسرے كي زبان نهيں

ميں داعي بهيجے گئے - حجاز ريلوے بنائي گئي - غرض كه ايك ايسي فضا پيدا كردي گئي ' جس نے مسلمانان عالم ميں " خليفه اسلام " كي شهرت عام كردي - اِس صورت حال نے سلطان كے هاتهه ميں بظاهر ايك ايسي قوت ديدي تهي ' جس سے وه دول يورپ كو اپنے عالمگير اسلامي اثر كا يقين دلانا چاهتا تها -

اس ميں شك نهيں كه سلطان عبد الحميد كي اِس حكمت عملي نے ايك سطحي شان و شوكت اور نام و نمود ضرور پيدا كردي تهي - دنيا كي سطح بيں نگاهيں ديكهتي تهيں كه سلطنت عثماني كي بين الاسلامي مقبوليت كا دائره وسيع هو رها هے - ليكن في الحقيقت يه جو كچهه بهي تها ' محض ايك بالائي نمايش تهي - تهه ميں كوئي صحيح اور حقيقي عملي روح نه تهي - جهاں تك خلافت آل عثمان كي بين الاسلامي مقبوليت كا تعلق هے ' تيس برس كے پورے حميدي دور ميں كوئي كوشش ايسي نهيں كي گئي جس كا منشا يه هو كه دوسرے ممالك كے مسلمانوں سے صحيح بنياد پر روابط قائم كيے جائيں ' اور ان ميں اور مركز خلافت ميں معنوي اور اخلاقي معاونت كا رشته پيدا هو - ايسے دماغ قصر سلطاني ميں موجود هي نه تهے جو ان مهمات كے فهم و عمل كي استعداد ركهتے هوں - اس باب ميں جو كچهه بهي هوا ' وه اس سے زياده نه تها كه دو چار خود غرض اور خداع عرب ' صوفيت اور تقدس كے بهيس ميں قصر سلطاني تك پهنچ گئے ' اور سلطان كي توهم پرستي سے فائده اٹها كر اس پر حاوي هو گئے - شيخ ابو الهدى رفاعي ' شيخ ظافر مدني ' فضل الله مالا باري وغيرهم ' اسي قسم كي شخصيتيں تهيں - وه نه تو اسلامي ممالك ميں كوئي اثر و رسوخ ركهتي تهيں ' نه اس طرح كے كاموں كے فهم و عمل كي ان ميں صلاحيت تهي - اگر انهوں نے اس قسم كا كوئي كام انجام ديا بهي ' تو وه صرف يه تها كه عراق اور شام ميں ايسے لوگوں كي ايك جماعت پيدا كردي ' جو بيش قرار وظائف ليكر سلطان كي مدح و ثنا ميں سر گرم رها كرتے تهے ' اور تهوڑے تهوڑے عرصه كے بعد سلطان كي اطاعت و انقياد كے وجوب پر كوئي كتاب شائع هو جايا كرتي تهي - سب سے بڑا كام اس جماعت كا اور اس كے هم مشربوں كا يه تها ' كه جاسوسي اور مخفي خبر رساني كا ايك بالا تر محكمه بن گئے تهے -

سلطان عبد العزيز

شب و روز فرضي خطروں كے گڑهنے اور پهر ان كے انسداد كے ليے بڑي بڑي رقموں كے وصول كرنے ميں سر گرم رهتے - اسلامي خلافت ' بين الاسلامي مركزيت ' ديني شوكت و جبروت ' اور روحاني پيشوائي و سلطاني كا يه تمام طلسم ' صرف ان بنيادوں پر قائم تها ' كه قصر يلدز كي داخلي حكومت ترك افسروں كي جگه حبشي اور حجازي خواجه سراؤں كے هاتهه ميں چلي گئي تهي ' سلطان كا خاص باڈي گارڈ عرب سواروں كا تها ' افريقه اور هندوستان كے بعض سياحوں كو جو گاه گاه قسطنطنيه آجاتے تهے ' " نشان مجيدي " كے تمغے مل جاتے تهے ' تعليم و ترقي كي تمام راهيں يه كهكر بند كردي گئي تهيں كه " اسلامي مقاصد " كے خلاف هيں ' اصلاح نظام حكومت كو الحاد اور زندقه سے تعبير كيا جاتا تها ' تمام اصلاح طلب مسلمانوں كا شمار " مرتدين " ميں تها ' اور سب سے بڑهكر يه كه هر هفته شيخ ابو الهدى وغيره مشائخ يلدز كے خواب ميں دنيا كے تمام پيغمبر اور اوليا آكر سلطان عبد الحميد كے ليے الهي بركتوں اور غيبي نصرتوں كي بشارتيں پهنچا ديا كرتے تهے !

سلطان عبد الحميد نے اگر صرف وه قوت هي منظم كردي هوتي جو خلافت اسلامي كي بين الاسلامي مقبوليت سے پيدا هو رهي تهي ' تو في الحقيقت يه اسكے تمام جبر و استبداد كا كفاره هوتا ' اور دولة عثمانيه كے ليے مغربي طاقتوں كے غلبۂ و تسلط كا خطره همشه كے ليے دور هو جاتا ' ليكن وه تو اسلام اور اسلامي خلافت كو محض اپنے شخصي استبداد كے حفظ و بقا كا آله بنانا چاهتا تها - اوهام و خرافات كے سوا كوئي حقيقي عمل اس كے سامنے نهيں تها - چين كے پانچ كروڑ مسلمانوں نے بار بار منتيں كيں اور وفود پر وفود بهيجے كه انكي ديني هدايت و تعليم كا انتظام كيا جاے ' ليكن كچهه نهيں كيا گيا - افريقه كے مسلمانوں كے وفود چار سال تك قسطنطنيه ميں پڑے رهے تا كه انهيں مركز خلافت اپني اخلاقي سر پرستي ميں ليلے ' ليكن كوئي شنوائي نهيں هوئي - مصر اور مراكش كي سرپرستي خود اپنے هاتهوں ضائع كر ڈالي - يمن اور نجد كے قبائل محض اس ليے سركش و مخالف رهے ' كه ترك واليوں كے مظالم سے انهيں كبهي نجات نهيں ملتي تهي -

مصطفى فاضل پاشا

جس نے سلطان عبد العزيز كے نام لائحۂ اصلاحيه بهيجا تها -

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بین الا سلامي ترکي)

سنه ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷۶ ع) سے سنه ۱۳۴۶ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال یه تهي که سلطان عبدالحمید ثاني ترک مصلحین کي سعي و تدبیر سے تخت نشین هوئے - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهي اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد کي جگه

سلطان محمود مصلح
متوفي سنه ۱۸۳۹

عبد الحمید کو اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه محسوس کرتے تهے " سلطنت اور قوم کي سب سے بڑي ضرورت اصلاح اور دستور هے ' اور اُس کے لیے اِس نو جوان شهزاده کا سلطان هونا مفید هوگا -

عبد الحمید تخت نشین هوا - اصلاحات کا مزید اعلان کیا گیا - عثماني سلطنت " شخصي " کي جگه " دستوري " قرار پا گئي ' اور عثماني پارلیمنٹ کے قیام کا فرمان نافذ هو گیا -

اگر یه صورت حال جاري رهتي ' تو با وجود دول یورپ کي پے هم مقاومتوں اور جنگ پلیونا کے شدید نقصانات کے ' دولۃ عثمانیه کي نئي نشو و نما شروع هو جاتي - لیکن افسوس هے که بهت جلد سلطان کے مزاج نے پلٹا کهایا ' اصلاح پسند عنصر کي جگه قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں کا اقتدار قائم هو گیا ' اور اصلاح و تغیر کي تمام امیدیں جو سلطان محمود مصلح کے زمانے سے نشؤ و نما پانے لگي تهیں ' سنه ۱۸۸۰ میں ختم هوگئیں !

جس سال سلطان عبد الحمید تخت نشین هوا اور عثماني دستور کا اعلان کیا گیا ' اُسي سال جاپان کے نظام حکومت میں بهي

سلطان عبد المجید
جسنے اصلاحات کو مزید رونق اور ترقي دي

اصلاح هوري تهي اور دستوري حکومت کا اعلان کیا گیا تها - جاپان تیس سال کے اندر مشرق کي سب سے بڑي طاقتور حکومت بن گیا ' لیکن عثماني حکومت نے اُسي تیس سال کے اندر اپني رهي سهي طاقت بهي فنا کردي - جاپان نے دستوري حکومت قائم رکهي تهي ' سلطان عبد الحمید نے چهه ماه کے بعد اس کا خاتمه کر دیا تها !

اصلاحات کا خاتمه کر دینے کے بعد سلطان نے ایک نئي حکمت عملي ایجاد کي - یه حکمت عملي ترکي اور ترکي سے باهر " بین الاسلامي حکمت عملي " یا " اتحاد اسلامي " کے نام سے پکاري جاتي تهي - اس کا منشا یه بیان کیا گیا تها که " یه تمام مسلمانان عالم کي معنوي اور اخلاقي اعانت مرکز خلافت کے ساتهه وابسته کر دیگي "

چنانچه مدتوں کا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند کیا گیا - علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروه دارالخلافۃ میں جمع هوگیا - ابو الهدی رفاعي اور شیخ ظافر وغیره مشائخ نمایاں هوے ' عربي عنصر سے از سر نو رشتۂ ارتباط قائم کیا گیا - عزت پاشا عابد وغیره سر بر آورده عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهي بڑي بڑي تنخواهوں پر باڈي گارڈ میں داخل کیے گئے ' عربي ممالک

قدیم ترکي فوج کا ایک منظر
ینگ چري سپاهي جو اصلاح کي راه میں سب سے بڑي روک تهے

اُنهوں نے تاریخ کا سبق بهلا دیا ' اور سادہ لوحي سے یقین کر لیا که اِن نئے اصول پر چلنے سے یورپ اور سلطنت کے مسیحي عناصر مطمئن هو جائینگے ' اور اُنکا ملک خوشحال اور ترقي یافته هوجائیگا - یهي حسن ظن ' اُنکي سب سے بڑي غلطي تهي - چنانچه فوراً داخلي اور خارجي مشکلات نمودار هوگئیں - آسٹریا نے بوسینیا هرزي گونیا پر قبضه کر لیا - یونان کریت پر قابض هوگیا - اِٹلي نے طرابلس الغرب پر هاتهه صاف کیا - البانیا کٹ کر الگ هوگیا ' بلقاني ریاستوں نے یورپ کے اکثر ترکي مقبوضات هضم کر لیے - ملک کے اندر غیر ترکي عناصر نے سر کشي شروع کردي - صرف غیر مسلم جماعتوں هي میں نهیں ' بلکه مسلمانوں میں بهي نئي نئي انجمنیں قائم هوگئیں - خود دارالخلافة میں مسلمانوں کي متعدد مخالفانه انجمنیں بن گئي تهیں - مثلاً انجمن " اِخاء عربي " " عربي کلب " ' " چرکس انجمن " " کردي انجمن " " البانی انجمن " وغیرہ وغیرہ - اِن انجمنوں کے ظهور کا لازمي نتیجه یه تها که اِن اسلامي عناصر اور ترکي عنصر میں نفرت و عداوت پیدا هوگئي - یه صورت حال دیکهکر خود ترکوں میں سلطنت کي حکمت عملي کے متعلق اختلاف رونما هوگیا - ایک گروہ نے از سر نو حمیدي سیاست زندہ کرني چاهي - ایک گروہ نے " تورانیت " کا نعرہ بلند کیا - آخري گروہ کا تعصب یهانتک بڑہ گیا تها که اُسکے ترجمان اخبار " اقدام " نے تجویز پیش کردي که ترکي زبان سے تمام عربي الفاظ خارج کر دینے چاهییں !

عرض عبودیت !

سلطان عبد الحمید کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رهے هیں !

لیکن پیهم مصائب نے زمام حکومت معتدل گروہ کے هاتهه میں دیدي - " انجمن ائتلاف " نے حکومت سنبهال لي - سلطان عبد الحمید کا شاگرد کامل پاشا وزیر اعظم هوا ' کامل پاشا ایک طرف یورپ کو مطمئن کرنے لگا ' دوسري طرف ترکي کے مختلف عناصر کے سر پر بهي هاتهه پهیرنے لگا - اب چونکه " بلقاني مسئله " کے بعد " عربي مسئله " کے نام سے ایک نئي الجهن پیدا هوگئي تهي ' اور فرانس اُس سے فائدہ اُٹهانا چاهتا تها ' اس لیے کامل پاشا نے پیش بندي کرکے ۱۳۲۹ ع میں والي بیروت ادهم بک کو حکم دیدیا که صوبۂ شام کي کونسل سے مطلوبه اصلاحات کے بارے میں گفتگو کرکے رپورٹ طیار کرے - اِس پیش بندي نے ترکي کو بهت فائدہ پهنچایا - کیونکه جب فرانس نے سرکاري طور پر شام میں اصلاحات جاري کرنے کا مطالبه کیا ' تو کامل پاشا نے اِس جواب سے اُسکا منهه بند کر دیا " هم پهلے هي سے اِس فکر میں هیں "

اِدهر یه سیاسي بازي گرمي هو رهي تهي ' اُدهر انجمن اتحاد و ترقي گهات لگائے بیٹهي تهي - چنانچه موقعه پاتے هي اُسنے وزارت الٹ دي ' اور محمود شوکت پاشا وزیر اعظم قرار پائے - انهوں نے آتے هي شامي کونسل کو غیر قانوني قرار دیدیا ' اور والي کو خفیه اِشارہ کردیا که تحریک کو اُبهرنے نه دے - والي نے پوري سختي ظاهر کي ' حتی که جنگي قانون بهي جاري کردیا ' مگر اِس پر بهي شامي انجمن نے اپنا سالانه جلسه کرهي دیا - اِس جلسه میں ۸۲ نمائندے شریک هوئے تهے - اُنهوں نے اصلاحات کا لائحه منظور کر لیا - جب حکومت نے آور بهي زیادہ تشدد کیا ' تو شامیوں نے اپني موءتمر پیرس میں منعقد کي - اب انجمن اتحاد و ترقي پریشان هوئي - کیونکه ایک طرف اُسکي حریف " انجمن ائتلاف و ترقي " بر سر مخالفت تهي ' دوسري طرف عربي مسئله بین الاقوامي شکل اختیار کرتا جاتا تها - ایک عجیب اتفاق یه هوا که عربي موءتمر ' محمود شوکت پاشا کے قتل کے تیسرے دن منعقد هوئي ' جس سے حکومت آور بهي زیادہ متاثر هوي ' اور پرنس سعید حلیم پاشا وزیر اعظم صلح و آشتي کي حکمت عملي اختیار کرنے پر مجبور هوگئے - چنانچه اُنهوں نے اپنا ایک نمائندہ پیرس بهیجا ' اور عرب رهنماؤں سے گفت و شنید کے بعد مطلوبه اصلاحي لائحه کا بڑا حصه منظور کر لیا -

شامیوں کي کامیابي دیکهکر عراقیوں کے خون میں بهي گرمي پیدا هوئي ' اور طالب بک نقیب کي سر براهي میں عراق نے اصلاحات کا مطالبه شروع کر دیا - لیکن اب نوجوان ترک سنبهل گئے تهے - اُنهوں نے جاوید پاشا کو

سلطان عبد الحمید کے دور حکومت کا خاتمه

یه اُس موقعه کا مرقع هے جب قوم کا وفد پیام عزل پهنچا رها هے !

اصل یه هے که سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامي اور خلافت دیني کا مظاهره اس لیے نهیں کیا تها که في الحقیقت اس باب میں کوئي روشني اس کے سامنے موجود تهي ' اور وه کسي تعمیري جذبه سے اِس طرف قدم بڑهانا چاهتا تها ' بلکه یه تمام باتیں محض ایک طرح کے منفي اور تخریبي جذبه سے پیدا هوئي تهیں - مقصود یه تها که اِس کے ذریعه اصلاح طلب تحریک کي نشو ؤ نما کا خاتمه کردیا جائے ' اور اُس کي طرف سے عثماني رعایا کے قلوب غافل هوجائیں - یهي وجه هے که یه باتیں صرف اِسي حد تک کام میں لائي جاتي تهیں ' جس حد تک ترکي مصلحین کي مخالفت میں سود مند هوسکتي تهیں - حقیقت اور عملیت کي کوئي روح موجود نه تهي - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامي اور مرکزات خلافت کي تقویت کا واقعي طلب گار هوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادي اور شیخ محمد عبده سے بڑهکر اِس کے لیے کون داعي اور عامل هو سکتے تهے ؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپني تمام طاقتیں عبدالحمید کے هاتهوں میں دیدیني چاهیں ' لیکن ان کے ساتهه جو سلوک هوا ' دنیا کو معلوم هے - پہلے کو موت کا زهر آلوده جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطاني کي چوکهٹ تک باریابي نصیب هي نه هوئي !

مدحت پاشا
شهید راه حریت و دستور !

بهر حال سلطان عبدالحمید کا دورِ دولۃ عثمانیه کے زوال طاقت کا آخري عهد تها - سلطان کو مدحت پاشا کي جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه سلطان مصلح کي اصلاح کي تکمیل کریگا ' اور دولۃ عثمانیه کو استبدادي حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگي - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتهه دیا - ترکي پارلیمنٹ قائم کردي گئي - لیکن پهر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آ گئے - پارلیمنٹ معطل کردي گئي - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهیوں کو فرضي الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گهونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تهه و بالا هوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کي جگه " مابین همایوني " یعني قصر سلطاني کي براه راست حکومت شروع هوگئي - اس حکومت کا نه تو کوئي اصول تها ' نه قاعده - نه بجٹ بنتا تها ' نه مالیات کا کوئي تخمینه تها - خواجه سراؤں کے افسر " بهرام آغا " کے هاتهه میں سب کچهه تها - وه سلطان کے احکام باب عالي کے وزراء تک پهنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اس بنا پر هلاک کر دیے گئے ' که اُن پر اصلاح پسندي و انقلاب کا شبه تها ' کوئي ذریعه نهیں که انکي صحیح تعداد معلوم کي جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم هوا تها که صرف چهه ماه کے اندر یعني مارچ سنه ۱۸۹۸ سے ستمبر سنه ۱۸۹۸ تک تین سو اسي آدمي گرفتار کئے گیے تهے !

لیکن نه تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچهلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیاده طاقتور تها ' نه اس کي خاطر خدا کے قوانین حق و عدالت معطل هو جا سکتے تهے - بالاخر نوجوان ترکوں کي پنجاه ساله مساعي بار آور هوئیں ' اور عین اُس وقت جب که سلطان کے وهم و گمان میں بهي کسي طرح کا خدشه نه تها ' مناستر اور سلانیک میں انقلاب کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بهت کوشش کي که کسي طرح اس ناگهاني طاقت کا مقابله کرسکے مگر نه کرسکا - اور عثماني دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

یه دستور سلطان کي ذات خاص کا مخالف نه تها - لیکن سلطـــان کي مستبد روح اُس سے موافـق نـه هو سکي - بالاخر نو ماه کے بعد تصادم هوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپني مشهور عالم تیس هزار فوج کے ساتهه قسطنطنیه پهنچکر قصر یلدز کا محاصره کر لیا - تین دن کے محاصره کے بعد عثماني پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل هوے ' اور قوم کا پیغام پهنچا دیا که " آپ معزول کیے گئے ' اور شهزاده محمد رشاد تخت نشین هو رهے هیں " قصر یلدز کے اس مشهور قهرمان نے اُسوقت لرزتے هوے یه التجا کي تهي " میں اپني زندگي کیلیے تمهیں خدا کا واسطه دیتا هوں " ! یه اب اپنی زندگي کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطه دیتا تها - اُن انسانوں کو ' جنهوں نے اپني مظلوم اور بیکس زندگي کیلیے سیکڑوں مرتبه اُسے خدا کے واسطے دیے تهے ' لیکن ایک لمحه کیلیے بهي اُسکے دل میں خدا کے خوف نے جگه نهین پائي تهي !

تاریخ مشرق کا یه عبرت انگیز انقلاب جولائي سنه ۱۹۰۸ ع میں واقع هوا تها -

سلطان عبد الحمید
چالیس سال کي عمر میں

(اتحادي ترکي)

جمعیۃ اتحاد و ترقي کا دور

سنه ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنه ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقي نے برسر اقتدار آتے هي " وطنیت " " حریت " " اخوت " اور " مساوات " کي بنیادوں پر عثماني سلطنت کو استوار کرنا چاها - نوجوان ترک ' بڑے هي ذهین ' چست ' اور مخلص تهے ' لیکن مدبر اور تجربه کار نه تهے '

شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الـکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیونکے خواب گراں کے بعد اب شهر رقیم یاپیٹرا پهر بیدار هو رها هے - قدس اور لندن کي آمده اطلاعات مظهر هیں که حال میں اس قدیم شهر کے کهنڈروں میں قیمتي پتهروں اور پرانے طلائي زیورات کا ایک بهت بڑا ذخیره بدوي عربوں کے هاتهه لگا هے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شده شهر هے - سالها سال سے غیر آباد پڑا تها - کبهي کبهي صحرا گرد بدوي جنکو شاداب نخلستانوں اور سر سبز چرا گاهوں کي تلاش اِدهر اُدهر آواره رکهتي هے ' تمدن قدیم کي اس یادگار کو آدمي کي صورت دکها دیتے تهے !

(الف لیله کا طلسم)

ایک مرتبه ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کهنڈروں میں گهوم رها تها - ناگاه اوسکا پانوں ایک پتهر پر پڑ گیا - قبل اسکے که وه اس بات کا اندازه کر سکے که کیا هونے والا هے ' پتهر نیچے کو کهسکا ' زمین دهنسي ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تها - پتهر بدستور اپني جگه پر آگیا ' اور راه بند هوگئي !

اب بدوي نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ' لیکن باهر آنے کا کوي راسته نظر نهیں آتا تها -

غریب عرب ایک عرصه تک ادهر اُدهر ٹٹولتا رها - تاریکي بلا کي تهي - محض اس خوف سے که کهیں کسي دوسري نامعلوم مصیبت سے دو چار نه هونا پڑے ' اوسنے هاتهوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جهد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کي تاریکي کو ایک پهاڑي سوراخ سے نکلني والے دهندلي روشني ایک حد تک کم کر رهي تهي - روشني کا سهارا پا کر اس محصور بلا نے ادهر اُدهر آنکهیں پهاڑ پهاڑ کر دیکهنا شروع کیا - کیا دیکهتا هے که ایک گوشے میں قیمتي جواهرات اور طلائي اشیا کا ڈهیر پڑا هے - یه خزانه غالباً طائر اور صیدان کے بحري قزاقوں نے ازمنه مظلمه میں جمع کیا هوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا هوا ' اس تمام ماحول کو عالم رویا سمجهه رها تها - بالاخر اوسنے چند جواهر ریزے اپنے عمامه میں رکهه لیے ' اور باهر نکلنے کي راه تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا که روشني جس سوراخ سے آ رهي هے ' اس سے باهر نکل سکتا هے یا نهیں ؟ اس کا خیال ٹهیک تها - روشني کے نیچے ایک سنگي زینه موجود تها - به مشکل سوراخ تک پهنچ سکا - وهاں پتهر کے کئي ٹکرے ایک دوسرے پر پڑے تهے - زور کرنے سے ایک پتهر هٹ گیا اور یه باهر نکل آیا -

یه جواهرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماهرین آثار اِنهیں تورات سے بهي زیاده پرانا بتاتے هیں -

بیان کیا جاتا هے که پیٹرا کا یه کنز مخفي لارڈ کارناوان کے دریافت کرده وادي الملوک (مصر) کے خزائن سے بهي کهیں زیاده بیش قیمت هے - عجائب خانه لندن کا ایک وفد اس گم شده شهر کي تحقیقات کیلیے جا رها هے -

(جغرافیائي محل)

یه مقام ساحل بحر قلزم سے زیاده فاصله پر نهیں هے - نقشه کے دیکهنے سے بحر قلزم کا بالائي حصه دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم هوگا - اس کے شمال میں جزیره نماء سینا هے جسکي شکل مثلث نما هے - سینا کا جنوبي نوکدار کناره بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا هے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کي وه شاخ هے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم هے - آج کل یه تجارت عالم کي شاهراه عظیم هے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وه حصه هے جو خلیج عقبه کے نام سے پکارا جاتا هے - یه جگه اب متروک هوگئي هے - جهاز بهت کم آتے جاتے هیں - ایک طرف سینا کي ننگي پهاڑیاں هیں - دوسري طرف خلیج عقبه کے پهاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسله هے - اس خلیج کے ساحل پر کوئي بندرگاه نهیں هے - قصبه عقبه کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقي تمام حصه غیر آباد اور پتهریلا هے - بحر شمالي و بحر جنوبي کے دور دراز سواحل کو چهوڑ کر جهاں بمشکل ذي روح وجود کا پته چلتا هے ' دنیا کا کوئي ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نهیں هے !

لیکن پرانے زمانه میں خلیج عقبه کي اهمیت همارے زمانه کے خلیج سوئز سے کهیں زیاده تهي - تین هزار سال قبل یهاں حضرت سلیمان کے بحري مراکب هندوستان کي اشیاء تجارت بار کیے هوئے هر وقت لنگر انداز رهتے تهے - جب تک هندي و ایراني تجارتي قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رهے ' یه ملک تمدن عالم کا مرکز رها - جب شاهراه تجارت یهاں سے دوسري جانب منتقل هوگئي ' اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راسته دریافت کر لیا گیا ' تو یه ساحل رفته رفته غیر آباد هوگیا - صلیبي لڑائیوں کے زمانه میں مسیحي مجاهدین نے اس نواح میں کچهه بیداري پیدا کردي تهي ' مگر سلطان صلاح الدین کي تیغ جهاد نے یه حصۂ عالم بهي صلیبیوں پر تنگ کردیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انساني آبادي سے همیشه خالي رهے -

جنگ عظیم کے زمانه میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپني افواج کا عقبي مستقر بنایا تها - هر هفته انگریزي جنگي جهاز اور دخاني کشتیاں سامان حرب سے لدي هوئي ساحل پر آتي تهیں - سنه ۱۹۱۷ ع اور سنه ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نهایت پابندي سے قائم رها ' اور ایک

بہرام آغا خواجہ سرا
جو تمام وزراء پر حکومت کرتا تھا

عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا - اس نے آتے ہي عراقي تحریک کا خاتمہ کردیا - ساتھہ ہي بکر سامي بک کو بیروت کي گورنري پر مقرر کیا ' جو اپنے تدبر اور سخت گیري میں بہت شہرت رکھتا تھا ' اِس نے کچھہ ایسے پیترے بدلے کہ شامي تحریک بھي سرد پڑگئي ' اور پیرس کي مؤتمر میں جو کچھہ طے پایا تھا ' اُسکا اکثر حصہ کالعدم ہوگیا !

اب جنگ عمومي کي خوفناک گھٹائیں فضا میں پھیل رہي تھیں - وہ مصیبت سر پر آگئي تھي جسکا تصور بھي کبھي انساني دماغ نے نہیں کیا تھا -

تھا کہ بہت سے سر بر آوردہ شامي ' ترکي کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے ہیں - مگر اُنھوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشي کي - البتہ عیسائیوں سے پوري باز پرس کي گئي -

جمال پاشا نے صرف شام ہي میں نہیں بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں دیني جہاد کا غلغلہ بلند کردیا - کربلا ' نجف ' بغداد کے علماء کي دیني حمیت جوش میں آگئي - شریف مکہ ' سلطان ابن سعود ' ابن رشید ' امام یمن ' تمام امراء عرب کو جہاد کي دعوت دي گئي -

حسین رامي پاشا
محکمۂ جاسوسي کا سرغنہ

لیکن نو جوان ترکوں نے بہت جلد دیکھہ لیا کہ مسلمانوں اور عربوں میں اُن کي دعوت کوئي گرم جوشي پیدا نہ کرسکي - بلکہ جنسي و نسلي اور مقامي مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بھي اُن پر غالب رہا - وہ سلطنت عثمانیہ اور خلافۃ اسلامیہ کي حمایت و نصرت پر آمادہ نہ ہوسکے - ہندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزي اور فرانسیسي جھنڈے کے تلے جمع ہوکر آے ' اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

اِس نامرادي کا نتیجہ یہ ہوا کہ تُوراني تحریک کے حمایتیوں کو پھر زور حاصل ہوگیا - نا چار انجمن اتحاد و ترقي کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

جنگ عمومي کے بعد

سنہ ۱۳۳۲ ھ (۱۹۱۴) ء سے سنہ ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵) تک

دستوري نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقي کو ناکامي ہوئي - اِس تلخ تجربہ کے بعد اِس انجمن کے ارکان میں آیندہ طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا ہوا - اکثریت " تُوراني تحریک " پھیلانے کے حق میں تھي ' اور اقلیت " اتحاد اسلامي " کے فکر کو عملي جامہ پہنانا چاھتي تھي - یہ اختلاف ابھي ختم نہیں ہوا تھا کہ عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ' اور اکثریت کو اقلیت کي رائے کے سامنے جھک جانا پڑا - اب بجز اِس کے کوئي چارہ کار نہ تھا کہ تمام اسلامي عناصر ' خصوصاً عربوں کي تائید اسلام کے نام پر حاصل کي جائے -

چنانچہ انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیرہ کو شام بھیجا کہ عربوں کے اسلامي جذبات بیدار کریں - پھر جمال پاشا نے جو شام کے جنگي حاکم تھے ' عربوں کي مدارات شروع کي اور عربي تحریک سے اپني گہري دل چسپي اور ہمدردي کا اظہار کیا - فرانسیسي قنصل خانہ سے جو کاغذات دستیاب ہوئے تھے ' اُن سے اُنھیں صاف معلوم ہوگیا

غازي مصطفی کمال پاشا

عربوں کي ناعاقبت اندشي نے اور زیادہ ترکوں کو مایوس کردیا تھا - شام کے چند خود غرض اور برخود غلط افراد طیار ہوگئے کہ اس نازک وقت سے فائدہ اٹھائیں اور دول متحدہ کا ساتھہ دیکر " عربي امارت " کي بنیادیں قائم کردیں - بہت ممکن تھا کہ اِن لوگوں کے انقلابي افکار عامۃ الناس میں مقبول نہ ہوتے ' لیکن اُسي موقعہ پر حجاز میں برطاني سازشیں کامیاب ہوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حملہ کي طیاریاں کررہا تھا ' اور تمام ساز و سامان مکمل ہو چکا تھا ' اچانک اُس نے دیکھا کہ شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کي بغاوت نے اس کي تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا ہے !

افسانہ

رُوحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان پطرو دیچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سُنایا:

۱۸۸۲ء کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ وحشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس سے گزرتا، ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سُنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہوگئی۔ آج ہی توبہ کر لے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم مَوت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ اُسوقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گرا پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا "اگر اِس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہے تو بس آج ہی رات میرا خاتمہ ہے! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ کریں گی، یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی....."

میں نے دیا سلائی جلائی۔

"ہیں!" میں گلا پھاڑ کر بے خودی سے چلّایا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ سر سے پاؤں تک تمام بدن کانپ رہا تھا۔ شاید عالم گردش میں پہنچکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو! اسوقت بھی میرے بدن کے روئیں کھڑے ہوگئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب کھچی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آجتک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرایش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینھ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور کھڑا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کُتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک مکمل تابوت! اِس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کا مدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟........"

اچانک مجھے خیال آیا "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ مَوت کا تحفہ میرے لئے مہیا کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لائے؟......"

پھر میرے پراگندہ دماغ میں ایک اور خیال آیا:

"ممکن ہے یہ کارروائی اُسی روح کی ہو، جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہوگئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اُورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہوگیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئے" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن! اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہو جاؤں گا"

مگر اِس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست رستوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کنیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے مُنہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا، "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہو جائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہو گیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطان روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبالیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہوگیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی سے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں........ آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہوگئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہو چکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال دہراتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست، گوڈ ساروف یاد آگیا۔ اس نے

عارضي چهل پہل پیدا هوگئي - لیکن جنگ کے خاتمه کے بعد یه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور یه حصه پهر شهر خموشاں بن گیا -

خلیج عقبه کے دهانه سے ایک پہاڑي اور ریگستاني سلسله شروع هوتا هے جو اندرون ملک میں دور تک چلا جاتا هے - پیٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - میل کي مسافت پر واقع هیں - پہاڑوں کے درمیان اس شهر کا محل وقوع هے - بدو رهنما کے بغیر ان آثار تک سیاح کي پهونچ مشکل هے - پیٹرا سے شمال کو ۲۰ میل کے فاصله پر وادي بحر میت هے - سیدهے هاتهه یعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عریض ریگستان هے - سامنے ارض ادوم یا ادومیا کے پہاڑونکا وه سلسله هے ' جو باب الرقیم یا پیٹرا کا پهاٹک کهلاتا هے - اس سلسله کو قطع کیے بغیر پیٹرا تک پهونچنا محال هے - دوسري جانب پہاڑي مگر ڈهالو راسته هے - اس پر سے هوکر نیچے اُترتے هیں - چند گهنٹے کے پہاڑي اور پیچ در پیچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا هے - سفید ریت کے ٹیلونکے ختم هونیکے بعد ایک تنگ دره ملتا هے - یه بلند پہاڑي دیوار کا دروازه هے - یہاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - میل سے کم هوکر صرف ' ۱۲ - فیٹ رهجاتي هے - دره کي دیواریں هزارها فیٹ اونچي هیں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هیں - اس شق کي راه سے سیاحوں کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ اُفتاں و خیزاں راه طے کیا کرتے هیں - پتهرونپر چاروں طرف چهپکلیاں لپٹي هوئي هیں - هر هر قدم پر تنگناے زیاده وحشتناک هوتي جاتي هے - راسته میں ایک پہاڑي شگاف ملتا هے جس سے شفاف پاني کا چشمه موجزن هے - عرب کهتے هیں ' یهي وه جگه هے جهاں حضرت موسی علیه السلام نے عصا مارکر اپنے پیاسے همراهیونکے لئے پاني کے چشمے جاري کردیے تهے - یه وادي وادي موسی کے نام سے موسوم هے - وادي اسقدر تنگ هے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي دیواریں بخوبي چهوي جاسکتي هیں - اکثر جگه اِرد گرد کي پہاڑیاں بلند هوکر چهت کا کام دیتي هیں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهیں دیتا - سورج کي شعاع بهي یهانتک نهیں پهونچتي -

(یوناني مندر)

ایک گهنٹه کي مسافت کے بعد سیاح ایک تیز گهماؤ سے گذرتا هے - اب نظر کے سامنے ایسا دلفریب اور حیرت خیز منظر آجاتا هے جو ایک عرصه تک کیلیے از خود رفتگي کي کیفیت طاري کر دیتا هے - یوناني طرز کا ایک نفیس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا هے - اوسکا دلفریب حسن اور دلکشا طرز ' حد درجه متاثر کرنیوالا هے - عهد کهن کے صناعوں نے پہاڑوں سے کاٹ کاٹ کر یه خوبصورت عمارت تعمیر کي تهي -

ادومي پہاڑونسے یه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام لیا گیا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزین هے ' اور ریشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي هے -

دنیا کا کوئي اور پهاٹک ' دنیاء قدیم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زیاده اثر ڈالنے والا نهیں هے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سیکري بهي اسکا مقابله نهیں کرسکتا - روماني و یوناني مخلوط فن تعمیر کے طرز پر یه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پہاڑي سے طیار کیا گیا تها - اسکا عهد تعمیر روماني شهنشاه هڈرین کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا هے - اهل عرب میں اس مندر کا نام الخزینه مشهور هے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ایک دیو پیکر صراحي نما ظرف هے - عرب کهتے هیں که یه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمایه کا مخزن هے - شروع سے اِسے توڑنے کي کوششیں کي گئیں مگر کامیابي نهیں هوي - کرنیل لارنس کے ساتهیوں نے بهي هزاروں گولیاں چلائیں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زیاده اثر نه هوا - نهیں معلوم کس دیوي یا دیوتا کي یهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنیل لارنس کي راے میں مصري دیوي " ایسیس " کي پرستش هوتي هوگي - کیونکه هیڈرین کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اِسي دیوي کے سامنے سر بسجود تهے -

یهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بیضاوي نشیب میں واقع هے - سطح سمندر سے ۹- هزار فیٹ اونچے محدب حصه سے شروع هوتا هے - وادي کي بلندي صرف ایک هزار فیٹ رهجاتي هے - اِس نشیب میں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هیں - یه تمام عمارتیں پہاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهیں !

پیٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اُس سیاح کو جو مشرقي دیوار عبور کرنیکي جرأت کرتا هے ' اپني جانب مائل کرلیتي هیں - سورج کي کرنیں ارد گرد کي پہاڑیوں کو قوس قزح بنا دیتي هیں - اُنکي چمک بلوچستان کي ارغواني پہاڑیوں سے بهي کهیں زیاده دلکش هے - پہاڑیونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهریں نکلتي رهتي هیں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاریکی چها جانے سے پہلے ' ایسا معلوم هوتا هے ' گویا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجیں اُمنڈ رهي هیں !

محمد یحیی - ایم - اے - ایل - ایل - بي
وکیل بدایوں

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ کلنگہم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دیکر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز ہائی نس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

"مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختاری کے کاغذات کی صحت سے مطمئن ہوکر، ہز ہائی نس امیر فیصل بن عبدالعزیز اور سر گلبرٹ کلنگہم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اقرار کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہیگی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم عمدہ تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل سے سعی کرینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دیں جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل رہیگی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہوجائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کردیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوجائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کرلیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہوچکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سدباب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ جلد سے جلد یہ معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کردیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آجائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہیگا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۷ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے سے اعلان نہ کرے گا کہ وہ معاہدہ باطل کردینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہیگا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا، جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کردے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہوگیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلمبند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کرلی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہوگئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کرلی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہوگئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے، اور جواب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جابجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آگیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شایع ہوگئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رو سے بہت سے مشرقی ممالک، جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کردئیے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہوجائے اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہوجائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہوجائے گا جو اُس پر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کردئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ حصے پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُسنے اصل اعتراض تسلیم کرلیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کردی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا، لیکن اس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے ازحد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کرلے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اب اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک مرتبہ پھر مجبور ہوگیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کرلے جو اُس کی پرانی آرزوں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کرلی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے اُنھیں عرب کا ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کرسکتا عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کردیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دہولے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑہیں، دوسری طرف شرق اردن پر ٹوٹ پڑیں اور تیسری طرف خلیج فارس کے نیم برطانی علاقوں پر حملہ آور ہوجائیں عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارس کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں، اور قریب قریب، نجدی دعوت قبول کرچکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ ان ممالک میں قیامت برپا کردے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھائے یہ تمام بلائیں اپنے سر پر نازل کرلے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کرکے لاچار کردیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کررہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کررہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کرلیا تھا کہ اگر اُسنے اس موقعہ پر ذرا سی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس اُس پر بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کردیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہوسکے۔ برطانیہ، اسوقت روس سے ازحد خائف ہے۔ اُس کا یہ ارادہ معلوم کرکے بالکل بدحواس ہوگیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کردی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہوجائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آجائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اسوقت حجاز میں اجراء درپیش ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا، کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہا ہو۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہو۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دوڑو! دوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ سے ٹکرایا۔

"ساروف! ساروف! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست ساروف ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ ساروف نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی وحشت ظاہر کر رہی تھیں!

"ساروف!" میں پھر چلایا۔

"ریکیموف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی "ریکیموف! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑ گئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہو؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟" اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمھاری حالت کیا ہو رہی ہو؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا "ذرا دَم لینے دو۔ آہ میں اِس وقت تم سے ملکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرات ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنت! اُس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کردی ہیں؟ کیا تم یقین کروگے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا.. اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہو"!

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگذشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بزدل نہیں ہوں۔ لیکن اِس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہو جائیگا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کردئیے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہو......"

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہ بیک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اِس لئے ایک دوسرے کو مُکّے مارنے لگے تاکہ معلوم کرلیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" ساروف نے کہا "ہم مُکّے کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم و خیال نہیں ہو۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آکے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہئے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگاکر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُسپر سفید ریشمیں چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جابجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کرلے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پُورے جسم سے کانپ رہا تھا "دیکھنا چاہیے معاملہ کیا ہو؟ تابوت خالی ہو، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہو؟"

بڑے پیش و پس کے بعد ساروف نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جُھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست ساروف!

"تمھیں معلوم ہو ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہو۔ مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہو کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہو۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہوجائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہو (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہو) اب ہمارے لئے فقر و فاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ہمارے خاندان نے مشورے کے بعد طے کیا ہو کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات نکالے جاسکتے ہیں، نکال دئیے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیجدیا ہو۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتہ سے زیادہ تمھیں اسکی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکرگزار ہوں گے"

تمھارا مخلص "ایوان گودین"

(۹)

اِس واقعہ کے بعد تین مہینے تک میں اپنے اعصاب کا علاج کرتا رہا۔ اُبتک یہ حالت ہو کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دروازے پر خوف سے رُک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آجایا کرتا ہو۔

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدہ کے قلم سے)

معاہدہ جدہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اِس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت و شنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی و اقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے اِس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دُنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھکر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہو۔

دراصل ۱۵ء کا معاہدہ جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اِس لئے مجبور ہوکر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کرلیا تھا لیکن جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اِس سے بے پروا ہوگئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کرلئے۔ اِسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کردی، اور برطانیہ کے پروردۂ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کردیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہوچکا تھا، اور اِس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اِس کے لئے گذشتہ ماہ مئی ۲۷ء میں گفت و شنید شروع ہوگئی اور اب ۲۴ ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہوگیا ہو۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہو:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آئرلینڈ، برطانی مقبوضات ماوراء البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہو کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اِس غرض کے

سینہ میں چھپالیے، اور وقتِ مناسب کی منتظر رہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۳۰ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرونِ شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جس میں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا"

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرائی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیجدیا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ہولناک رات آگئی جو مرحوم اور اُس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیج دیئے گئے تھے۔ لیکن اُن کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ اپنے معتمد دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک نہ پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فخری نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آگیا تھا۔ اُسنے اس مسودہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشت حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانہ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی سنہ ۱۹۰۹ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعر مذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اُسوقت ان اوراق کا مصنف ملک ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۰ سال اس راہ میں بسر کر دیئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعہ طائف کے قید خانہ میں اُسوقت لکھے تھے، جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا، اور وحشی و جاہل پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُس پر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رُک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک، جابر و مستبد پادشاہ اور اُس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکام ہر آن اُس کے انفاس حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اُسوقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے اُنھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انہی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو رات کے ۶ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانہ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کرینگے جو قلعہ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر سنہ ۱۲۳۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

سنہ ۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقہ لودین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اُسنے اُس رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلبا کو ایک علحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اُسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا۔ اُس دن سے "شفیق" کی جگہ "مدحت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

سنہ ۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقہ ودنجہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ ودنجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب سنہ ۱۲۵۴ھ میں حکومت نے "مدرسہ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

سنہ ۱۲۵۷ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اُس کی عملی زندگی، اس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفاتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن سنہ ۱۲۵۸ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر سنہ ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ سنہ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبہ قسطمونی میں گیا۔ سنہ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُس پر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

سنہ ۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے جنگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانہ حکومت کے ۲۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۲۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو سنہ ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منجیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی اناطول میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفےٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بُنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولوالعزم شخصیت نمودار ہو، جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشو و نما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفےٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہو سکی۔ مصطفےٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور "لائحۂ اصلاحیہ" پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشو و نما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بار آور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُر فریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دیئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ٹرکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری الیٹ (انگریزی سفیر متعینۂ قسطنطنیہ) نے ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی ذاتی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے۔ جہاں تک مشرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُسوقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اُردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُسوقت دُنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقتِ حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایتہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیل ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے، مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا، جیسا "اصلاح" اور "دستور"، یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمالِ حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ٹرکی اور ٹرکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خریدلی گئی تھیں، اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدحت سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پرجوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یورپ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایتہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری الیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشاف حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ ان خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ریاست کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ ان سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہونچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیجدیئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری ناتمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا۔ علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمال حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور سنہ ۱۹۰۶ء میں پیرس سے شائع کی۔ پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی اڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقتِ حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دیئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۲۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مسخر نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

سنہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوشِ صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت اپنے

برید فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی ۔ قیصر کے موجودہ خیالات ۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کرچکا ہوں ۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر ضرور واپس آجائے گا ۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے ، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی ۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مُدت میں دو سال کا مزید اضافہ کردیا ہے ۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کر رہے ہیں ؟

یہ واقعہ ہے کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہوجاتی تھی ۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کردی ۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی ۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے ۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہوجائیں گے ، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہوجائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہوجائے گا ۔

دراصل قیصر ولہلم نے اُسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کردیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے ۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہوگئی ۔

قیصر نے انکار کیوں کیا ؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی ؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا ۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اُس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں ۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے ۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہوگئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کے لئے میدان صاف کرے ۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے ۔ لیکن اب یہ نزاع کلیۃً دُور ہوچکی ہے ۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہوگئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کر رہے ہیں ۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں ۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا ۔ اب قیصر نے اُسے معزول کردیا ہے ۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے ۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزار دئے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی ۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کرلی ہے ۔ قیصر کے مخالفوں کا سب بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا ۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دُور کردیا ہے ۔ اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے ۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کردیا :

" میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا ۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے ۔ اُس نے خود ذلت اُٹھانا گوارا کرلیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے ۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہوجاتیں کیونکہ اُس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی ۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کرکے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں ۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کردیا تھا "

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کردیا ہے ۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں ، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں ۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی ۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دُور کردیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اوڑھ لی ہے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کرلیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے ، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرادی ۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کردیا ۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں ۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کردی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کر دیا ہے ۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا ۔ (ریاست سکسونی میں بالشویک خیالات مقبول ہوگئے ہیں اور وہاں عنقریب سوویٹ حکومت قائم ہوجانے والی ہے) صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا ۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہو رہا ہے ۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں ۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں ۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں ۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دُنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے ۔ اس سلسلہ میں اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دُور کردے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں ۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے ۔ دُنیا کی عام رائے اب قیصر کی اُتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی ۔

ایک دوسری انجمن کا نام " شعبۂ خارجیہ " ہے ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے ۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دُول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے ۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی ۔ رُوداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے ۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے ، الّا یہ کہ مسٹر لائیڈ جارج پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی امید نہیں ۔

تیسری انجمن کا نام " انجمن مظاہرات " ہے ۔ اس کا کام یہ ہے کہ پورے جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے ۔ چنانچہ کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں ۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے ۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں ۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے ۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں ۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کر رہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کرچکی ہے ۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو ۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہوچکے ہیں

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے ۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اُس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہوگئے ہیں ۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہوچکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹرسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحدیں خالی کردیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے ۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہے کہ اسوقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ ۱)

وطن کردیں ۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا ۔ سلطان نے اُسے صوبہ بروسہ کا حاکم مقرر کرکے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہوجائے حسین عونی بیمار تھا ۔ مگر سلطان نے اُسے جبراً بھجوا دیا ۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا ۔

کچھ مدت بعد حسین عونی پاشا بروسہ سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ عام رائے سلطان کے معزول کردینے پر مصر ہے ۔ اُسنے اس بارے میں بعض سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا ۔ سب نے بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی ؛

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ سالاری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرا دینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات رومیلی کا حاکم بنا کر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والی امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ نکل آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کردیئے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہوچکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو عدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کرلیا، اور ۱۲۷۱ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۲ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کرلیا۔ ۲۸ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قید خانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دیئے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہوگئی جو بلقان کی اس بیچیدگی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے آب محمد پاشا بھی معزول ہوچکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلالیا۔ مدحت آفندی نے رومیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا، حکومت نے اسے تشکر کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ حالات اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہوسکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سود مند نہیں ہوسکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس صورت حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہوگیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دار الحکومت سے غیر حاضر ہوگیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا، اپنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کردیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کرلیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہوگیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہوگیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کرلیا کہ "مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہوگیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کرڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کردی اور ثابت کیا، کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے آدمیوں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کرلی، اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کردیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہوکر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کردیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کردی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبد المجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرادیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہوچکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کردینے کا ارادہ کرلیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہوچکے تھے۔ چنانچہ ۱۲۷۴ھ میں یورپ روانہ ہوگیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ٹرکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوچکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہوگیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کرلی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

۱۲۷۵ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہوچکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہوگئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبد المجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبہ نیش کی حکومت سپرد کردی جائے۔ چنانچہ ۱۲۷۷ھ میں مدحت آفندی اس صوبہ کا والی مقرر ہوگیا۔ اور سلطان عبد المجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبد العزیز

سلطان عبد العزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت ازحد زبوں ہوگئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہوگئیں، اور یورپ نے متحد ہوکر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھے۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کررہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہوگئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کررہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا، نہ کسی کی نصیحت سنتا تھا نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کردیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزی گوینا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہوگئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے، اورنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ "باغیوں نے تمھارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کر ڈالے" طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کردیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کررہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقعہ ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کرکے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کردیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کردیئے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلی کا رکن مقرر ہوگیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کردیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانہ سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کرلیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کردیا کہ دار السلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کے قتل کی عام طیاریاں کررہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے ۵۰ مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کردیئے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کردی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کردیا اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کردینے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بازاروں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہوسکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کردینے سے عام رائے مطمئن ہوجائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس پورے تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو جلا

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رح نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہو؟" میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی:

"دُنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ مُنہ سے لگا ہو۔ نہیں معلوم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارکباد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہو۔

تعظمنی ذنبی فلما قرنتہ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی پادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی پادشاہی جا رہی ہو! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہو!"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہو" اس پر روح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہو؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہو کہ مغنی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہو تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہو۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے مُنہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

۲۲۱ھ (۸۳۵ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی مقابرہم ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اُٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلّایا:

"اے وہ جس کی پادشاہی لازوال ہو، اُس پر رحم کر جس کی پادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"محمد شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد پادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اُٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دُنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب ہوئی اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۹ھ - ۸۶۳ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرّد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہو گیا ہو، حتیٰ کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حسّاس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد محسوس کرنے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

أترجو ان تکون، وانت شیخ کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہو کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبت، نفسک لیس ثوب دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہو۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہو؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولہواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُسنے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی وخذ صفوہا ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تأمن الدہر الذی قد امنتہ فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دُنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا دیکھ اُسنے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع عدوا ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع فشردتہم غربا، ومزقتہم شرقا!

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، اُنھیں پراگندہ کرکے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزا ورفعۃ وصارت رقاب الخلق اجمع لی رقا

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما، فاخمد جمرتی فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا ألقی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھ، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد لذی ملک منہا، ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القی الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہوچکا ہے، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہے؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شایع کی ہے۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے"، قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علیحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلا وطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہوجائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہوجائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہوجائینگے۔ بہت سی سلطنتیں نابید ہوجائیں گی۔ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہے۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہے۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفار کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر سلطنت نے مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کرلئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پُوری طرح طیار ثابت ہوں"

یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہے مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہے جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہے؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دَوران گفتگو میں میں نے پُوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہے۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہوگئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہوگیا ہے!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی فوجوں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دَر اصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہے۔ سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آئندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفرار دول کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادّوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہے کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوا بازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کر دی ہے ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سُنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرأت سے ثابت کردیا ہے کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہے۔ آئندہ جنگ ایسے ہوا باز پیدا کرے گی جو سمندر کی موجوں پر ہنسیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کردیں گے کہ، سمندر پار رہکر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زیپلن نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زیپلن وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہوجائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہوسکتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کردے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کردے سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمھیں اُن قوموں کے نام بھی بتادے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلا وطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھاکر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سُلگا رہی ہیں!"

"آئندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صُور پھنکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قوتیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سوگنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کردے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہے، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پُوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہوجائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسوں کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہے۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہے۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتحیاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دَوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اُس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُودادیں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہوجایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اسوقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہے۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منتظم ہے۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہے۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے۔ حالانکہ اگر ان سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوششیں بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہوسکتی ہیں اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن و سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دُنیا سے الگ کردیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کرچکے ہیں جس میں معاہدہ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہوسکے، ضمیمہ میں اُنکے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کردئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۳ ستمبر ۲۷ء موصول ہوا ہے۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہ موجود ہے جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کردی ہے جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہے جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہے۔

پہلا خط سر گلبرٹ کلیٹن کا (مورخہ ۱۹ مئی ۲۷ء) ہے جسمیں وہ لکھتا ہے: "آپکی تجویز ہے کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دُور کر دی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہوسکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں آپ کو اطمینان دلادوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی مانعت اب اُٹھادی گئی ہے؛ اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہے۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ مئی کو لکھا گیا:

"آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحۂ جنگ کی خرید اور انکا ورود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہے" شکریہ ادا کیا جاتا ہے"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہے۔ حکومت حجاز مصر تھی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۳۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ اسپر ۱۸۔ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مُصر ہے۔ چونکہ بحالت موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہے، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کردیا جائے، اور آئندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلۂ اسلحہ کا تعلق

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارھائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ايـــجنسي

(حلقه نمبر ٢٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اُسکا هر باب اپني مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنھیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں ' کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چھارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

۱۹۲۷

جلد ۱

نمبر ۱۹

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گز اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوتهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوست بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جوگرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٩ — کلکته : جمعه ١ . جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 28, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قاريين الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٥٨٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٢٥	اردو حروف کی حق مین	٤٢٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٥١٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٥١٠
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٦١		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	-	-	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ور نہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جدید ترکي)

سنه ۱۳۴۲ ھ (۱۹۲۳ع) سے ابتک

مصطفیٰ کمال پاشا نے نئي قومي حرکت کا علم بلند کیا ' اور عثماني شہنشاهي کے کھنڈروں پر جدید ترکي سلطنت کي بنیادیں تعمیر کردیں !

ترکوں کو خاص اپنے آبائي وطن پر یونان کي غاصبانه حکومت سے سخت اذیت هوئي تهي - وہ کسي طرح بهي یه ذلت برداشت نہیں کر سکتے تهے - وہ منتظر تهے که کوئي مرد میدان آتهے ' اور یه اُسکے زیر علم قومي جہاد شروع کر دیں - ضرورت نے مصطفیٰ کمال پاشا کو پیدا کر دیا ' اور ترکي قوم نے پوري خود فروشي کے ساتهه اُس کا ساتهه دیا -

اُس وقت قسطنطنیه پر دول اِتحاد کا قبضه تها - سلطان اُنکے هاتهه میں کٹهه پتلي سے زیادہ وقعت نہیں رکهتا تها - جوں هي دول متحدہ نے اناطولیه میں بےچیني دیکهي ' سلطان نے ایک فرمان شائع کرا دیا جس میں مصطفیٰ کمال اور اُسکے تمام ساتهي باغي اور مستحق قتل قرار دیے گئے تهے - یه پہلا موقعه تها که ترکوں کو آل عثمان کے خلاف بغاوت کا خیال پیدا هوا ' اور اُنهوں نے اِس خاندان سے همیشه کیلیے پیچها چهڑا لینے کا عزم کرلیا -

سنه ۱۹۲۰ - میں اناطولیه کي مجلس قومي نے منظم فوج طیار کرنے کا فیصله کیا - اُس وقت تک لوگ کمالیوں کي مجاهدانه جرأت پر هنستے تهے - یہانتک که سنه ۱۹۲۱ - میں " آرین نو " کے معرکه میں عصمت پاشا نے عظیم الشان فتح حاصل کي - اب دنیا کي نظریں مجلس قومي کي طرف اُٹهه گئیں - اُسے عزت کي نگاهوں سے دیکها جانے لگا - وہ ترکي قوم کي نمائندہ تسلیم کرلي گئي !

شروع میں مصطفیٰ کمال پاشا شخصي ترفع و ظهور سے تنفر ظاهر کرتے رهے - وہ کہا کرتے تهے ' میں یه مهم ختم کر کے کسي دیہات میں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگي بسر کرونگا - لیکن جوں جوں کامیابي یقیني هوتي گئي ' اُن کے خیالات میں بهي نمایاں تغیرات هوتے گئے - یہانتک که صاف کہنا شروع کردیا " مجلس قومي کي حکومت ' سلطنت آل عثمان کے کهنڈروں پر قائم کي گئي هے " اِس تصریح سے اُنهوں نے اپني نیت کا صاف اظهار کر دیا تها که اب وہ آل عثمان کي حکومت نہیں چاهتے - پهر فروري سنه ۱۹۲۳ع میں سمرنا کي اقتصادي مؤتمر میں اِس سے بهي زیادہ صاف الفاظ اختیار کیے گئے " اِن سلاطین نے ملک کي تمام دولت اپني عیاشیوں میں برباد کر ڈالي - قوم کو فقیر اور قلاش کرکے چهوڑ دیا ! "

اُنهوں نے یهي نہیں کیا که انگورہ کو حکومت کا مرکز قرار دیا اور خود مجلس کے صدر منتخب هو گئے ' بلکه مجلس میں اپني هي جماعت کو اکثریت بهي دلائي - اب اُنکے اختیارات بے روک تهے - اُنهوں نے فوراً آل عثمان کي حکومت ختم کرکے جمهوریت کا آخري اعلان کر دیا ' اور خود جمهوریت کے پہلے صدر منتخب هو گئے !

کمالي اصلاح کي راہ میں " خلافت " ایک روک سمجهي جاتي تهي - چنانچه اُسے بهي انهوں نے هٹا دیا - پهر قوانین سلطنت کي بهي ترمیم و تنسیخ کي - ملک کي اجتماعي زندگي کي هر شاخ میں بهي انقلاب عظیم پیدا کردیا - اب وہ ایک ایسے راسته پر چل رهے هیں جو اُنکے نزدیک بہترین راسته هے - مستقبل فیصله کریگا که یه راسته صحیح هے یا غلط ؟ لیکن اس میں شک نہیں که جهانتک ملک کے اجتماعي اور معاشرتي انقلاب اور یورپ کي مقلدانه روح کا تعلق هے ' اِن کي راہ اعتدال و صواب کي راہ نہیں هے -
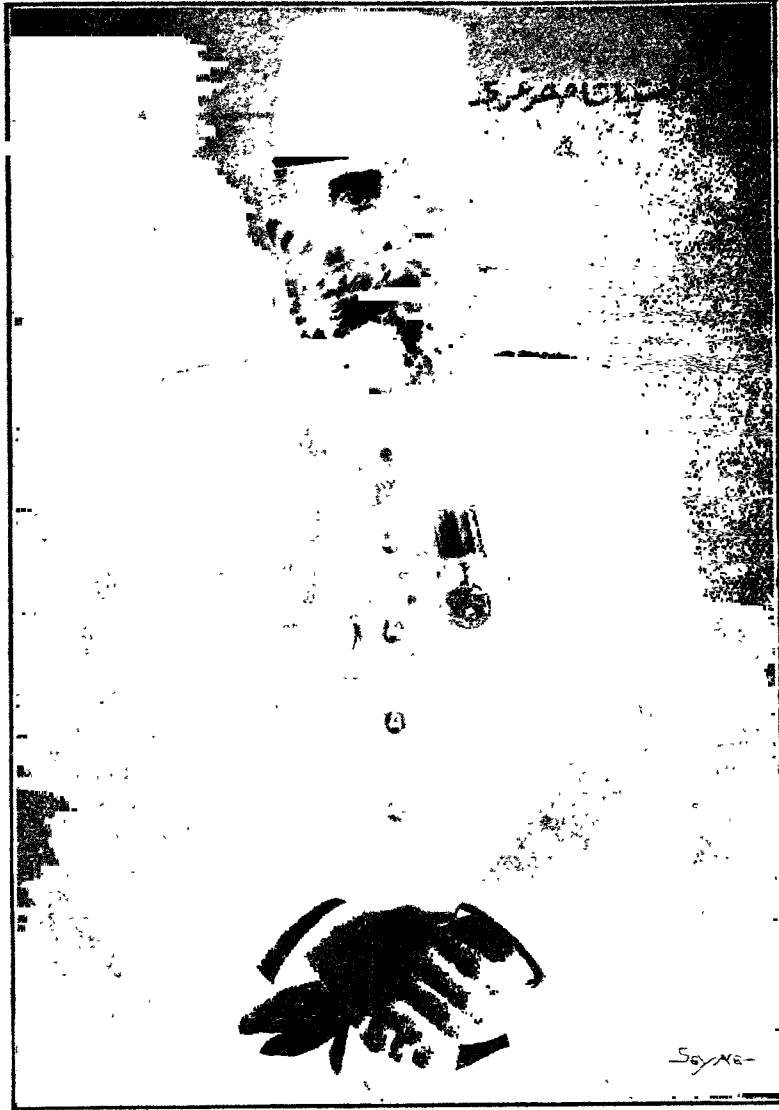
سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک!

(۱) محمود شوکت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقي کي دستوري حرکت کے فوجي مظهر تهے - جنهوں نے سنه ۱۹۰۸ میں بغیر کسي کشت و خون کے سلطان عبد الحمید مرحوم کو معزول کردیا -

(۲) غازي مصطفیٰ کمال پاشا جو ترکوں کي جمهوري تحریک کے باني و زعیم هیں - انهوں نے سنه ۲۴ - میں نه صرف عثماني خلیفه بلکه عثماني خلافت کا منصب هي ختم کردیا -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۳)

تورانی دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ء) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸) تک

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اُسے سنا - مگر زیادہ مانوس نه هوئي - کیونکه اِس برق کے پھونکنے والے اگرچه

طلعت بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن

نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور ان پر ترکوں کو پورا بھروسه نه تھا - وہ بارها دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عهد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھه رهے تھے - اِن میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغاییف بک تھے -

لیکن چونکه یه نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذهنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد توحش دور هوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع هونے لگے - وزارت داخلیه ' مشیخة اسلامیه ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منهه اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یهي نهیں بلکه تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " ' " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف هوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اُجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں -

جاوید بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشته انگورہ میں پھانسي دي گئی -

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگا اور دعاۃ بھیجے گئے - غرضکه ایک نئي حرکت پیدا هوگ بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ،

تھوڑي هي مدت بعد بظاهر کامیابي کے آثار نم زمانه میں روس کا انقلاب ظهور میں آیا اور بالشویک هوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توران گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچه سنه ۱۹۱۷ کي میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوا اور بڑے جوش و خروش سے " اتحاد توراني " کے راگ

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں بڑي - ایسي شکست ' که قریب تھا ' ت همیشه کیلیے خاتمه هو جائے - سنه ۱۹۱۹ - دارالخلافه پر قابض هوگئیں ' اور وہ وقت آگیا که ی اور غیر معمولي قوت پیدا هوکر ترکي حکومت کیلیے بهم پهنچا دے ؟ یا چهه سو برس کي یه تاریخ عظمت کیلیے ختم هو جائے !

جمال پاشا

جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچھہ عرصہ کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع هوگیا - اهل اسیریا نے رفتہ رفتہ ان کے ممالک - چھین لیے - ادومیا بھي باجگزار بن گیا - اهل اسیریا کو جب میدیا والوں کے هاتھوں شکست ملي ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسماعیل کے ۲۲ - لڑکے تھے - " نابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بھائیوں کي اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں - بنو نابت کو نبطي یا بنو نبابوط بھي کہتے هیں - نبطیوں نے نہایت ترقي کي - ابتداًء ان کا پیشہ بحري قزاقي تھا - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشي ' شیشہ سازي ' ظروف سازي ' پارچہ بافي ' میں ان کا کوئي ثاني نہ تھا -

انباط کي سلطنت بہت وسیع تھي - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پھیلے هوئے تھے - پیٹرا یا رقیم اُن کا دارالسلطنت تھا - ادومي و نبطي عہد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تھا - پیٹرا کے عروج کے وقت وادي موسی دنیا کي مشہور ترین شاهراہ تھي - کاروانوں کے گھنٹوں کي غیر منقطع جھنکار اور پے درپے قافلوں کے شور و هنگاموں نے اهل روما کو بھي متحیر کردیا تھا - انباط کا آخري بادشاہ حارث رابع تھا - یہ بادشاہ حضرت یحیی اور حضرت عیسی (علیهما السلام) کا هم عصر تھا - اس نے یہودیوں کے بادشاہ هیرودتس قاتل حضرت یحیی پر فوج کشي کي ' اور میدان جنگ میں هزیمت دي - پولوس حواري اسي حارث کے یہاں قید تھا ' اور جیل خانہ سے اسي نہ کسي طرح فرار هوگیا تھا - حارث کے بعد کوئي طاقتور حکمران پیدا نہیں هوا - دولت انباط اهل روما کي نا قابل تسخیر قوت کي تاب مقاومت نہ لا سکي ' اور همیشہ کے لیے اپني آزادي کھو بیٹھي -

" الدیر "

عہد نامہ عتیق میں " سلاع " کے نام سے اس شہر کا تذکرہ ھے - عبراني زبان میں سلاع کے معني پہاڑي کے هیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردي تھی ' تو یہ شہر بہت زمانہ سے آباد تھا ' اور پرانا شہر کہلاتا تھا - بعض روایات میں آیا ھے کہ بنو اسرائیل نے صحرا نوردي سے تنگ آکر اهل پیٹرا سے پناہ کي درخواست کي تھي ' لیکن اُنھوں نے اپنے دروازہ ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسي لیے انبیاء بني اسرائیل نے اهل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کي تھیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصري تمدن کے زیر نگیں رھا - مصریوں سے اهل پیٹرا کے تجارتي تعلقات جاري رهتے تھے - ادوم کے بادشاهان قدیم کي شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں هوتي تھیں - فن سنگ تراشي میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچھہ سیکھا تھا - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کي تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شہروں میں پیٹرا مضبوط ترین شہر سمجھا جاتا تھا - سکندر اعظم نے بھي اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بھیجي تھي ' لیکن پہاڑي دیوار عبور نہ کرسکي - اگرچہ یوناني تلوار پیٹرا کو فتح نہ کرسکي ' لیکن یوناني تمدن نے اُسے مفتوح کرلیا - یوناني علوم و فنون یہاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشہ گاهوں ' عریض محلوں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کي هوئي عیش و عشرت نے ' اُسے سیاحان وقت کا کعبہ سفر بنا دیا تھا - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکھتے تھے - تجارتي لحاظ سے یہ نبطي شہر دنیاء قدیم کا قرطاجنہ تھا - یا وسطي یورپ کا برلن -

حریص اهل روما پر پیٹرا کي شہرت نہایت شاق گزرتي تھي - بالآخر انھوں نے ایک طاقتور بحري بیڑے کي مدد سے سنہ ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالي فتح کرلیے - اب یہ حصۂ ملک " اریبیا پیٹرا " کے نام سے روماني سلاطین کا ایک صوبہ بن گیا تھا - روماني عہد حکومت میں بھي پیٹرا عرصہ دراز تک عرب ' فارس ' هند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کي کارواني تجارت کا مرکز رھا - لیکن بعد کو شاهراہ تجارت کي تبدیلي اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقالہ مولوي محمد یحیی صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزي رسائل سے اخذ کر کے لکھا ھے ' جو بعض جزئي ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسلہ میں چند امور کي وضاحت ضروري ھے :

(۱) پیٹرا کے یہ آثار مقامي عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشہور هیں - گذشتہ صدي کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسي نام سے اسکي تحقیقات کي ھے - سنہ ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابہ " کي نسبت حکومت مصر اور دولۃ عثمانیہ میں نزاع هوئي تھی ' اور ایک مشترک ترکي مصري کمشین تحقیقات کے لیے متعین هوا تھا ' تو اُسوقت بھي " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا هوے تھے -

(۲) تورات میں بھي " رقیم " کا ذکر موجود ھے -

(۳) قران حکیم نے سورۂ کہف میں جہاں " اصحاب کہف " کا ذکر کیا ھے ' وهاں " الرقیم " کا لفظ بھي آیا ھے : ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۸ : ۱۸) کہف کے لفظ کے معني واضح تھے کہ غار کے هیں ' مگر " الرقیم " کے مفہوم کے تعین میں اختلاف هوا - عربي میں رقیم کے معني ایسي چیز کے هین جو لکھي هوئي هو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا کہ رقیم سے مقصود یہ ھے کہ اصحاب کہف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اُس غار پر جس میں اصحاب کہف کي نعشیں تھیں ' کوئي کتبہ لکھکر لگا دیا هوگا - چنانچہ امام بخاري نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ایک قول بہ روایت سعید بن جبیر نقل کیا ھے کہ اصحاب کہف کا حال ایک پترے پر کھود کر نصب کر دیا گیا تھا - اسي لیے " رقیم " کے لقب سے مشہور هوگئے -

(۳) عجب نہیں اس خیال کا باعث وہ عام شہرت هو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے هي واقعہ کي نسبت موجود تھي - قدیم لاطیني تحریرات میں ایک ایسي تحریر

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۲)

(قربان گاہ)

پہاڑیوں سے تراشی ہوئی سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل ہے ' پیٹرا کی چوٹیوں تک پہونچا دیتی ہیں۔ انمیں سے اکثر سیڑھیاں عہد عتیق کی ان مرتفع قربانگاہوں سے گزرتی ہیں جہاں ہزارہا سال پہلے اہل پیٹرا اپنے مراسم مذہبی بجا لاتے تھے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر واقع ہیں - ایک زینہ اوس مندر تک پہنچتا ہے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم ہے - اسکی ڈیڑہ سو فیٹ اونچی گلابی رنگ ایک پہاڑ سے تراش کر بنائی گئی ہے - اسکی چوٹی پر بھی ایک صراحی نما ظرف ہے - عرب اسے بھی جواہرات کا مخزن کہتے ہیں - دوسرا زینہ جبل قربانی کا راستہ ہے - یہ پہاڑی بالکل علحدہ ہے - اس پر سے پوری وادی کا منظر نظر آجاتا ہے - اسکے بالائی حصہ میں دو قربان گاہیں ہیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تھی - دوسری میں ان جانوروں کا خون جمع ہوتا تھا جو قربان کیے جاتے تھے - قربان گاہ کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار ہیں - پہاڑ کے عقب میں ایک دوسری مرتفع چوٹی ہے جسپر ایک صلیبی نائٹ کے قلعہ کے بعض آثار نظر آتے ہیں - مگر اس نائٹ کا نام معلوم نہیں -

قربان گاہ

(مدفن حضرت ہارون)

یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ایک سیاہ پہاڑ کا عکس سا معلوم ہوتا ہے - اسکی چوٹی پر ایک سفید گنبد تعمیر ہے - ریگستانی سورج کی کرنیں اسے اور زیادہ چمکدار بنادیتی ہیں - اہل عرب کا قول ہے کہ یہی جگہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا مولد و مدفن ہے - اس سفید گنبد میں ایک چھوٹی سی مسجد اور چھوٹا سا مقبرہ بھی ہے - یہ پہاڑی جبل حور کے نام سے پکاری جاتی ہے - اس وادی خاموش میں ہر جگہ مندروں اور محلوں کی کثرت ہے -

(اثری تحقیقات)

ایک صدی کا عرصہ ہوا ' اسکاٹ لینڈ کے مشہور سیاح عرب ' جان برکات نے اس شہر کا معائنہ کیا تھا - سنہ ۱۸۴۶ میں ہلینا مارتینا نامی ایک سیاح عورت نے بھی یہ کھنڈر دیکھے تھے - دو یا تین سال ہوئے ' دو جرمن ماہرین آثار نے بھی چند مساحت دانوں کی معیت میں اس وادی کی تحقیقات کی تھی ' اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تھے -

(تاریخی حالات)

اگر تورات کے موجودہ نسخے پر اعتماد کیا جاے ' تو " رقیم " کی ابتدائی تاریخ حسب ذیل ہے :

قطورا حضرت ابراہیم کی تیسری بیوی تھیں - ان کے بطن سے مدین پیدا ہوا - مدین کی اولاد پھلی پھولی ' اور اتنی بڑھی ' کہ بالاخر ایک قوم بن گئی - بنو مدین ' سنہ ۱۷۰۰ قبل مسیح میں پانچ قبائلی شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تھے - ایک بادشاہ کا نام رقیم تھا - پہلی صدی قبل مسیح کا اسرائیلی مورخ یوسیفس لکھتا ہے کہ اسی مدیانی بادشاہ نے رقیم آباد کیا تھا - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکھا تھا - یونانی زبان میں پیٹرا پتھر کو کہتے ہیں - غالباً اس شہر کا سنگستانی ماحول اس نام کیلیے محرک ہوا ہوگا -

مدیانی قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط ہوگئے - حضرت ابراہیم کی زوجہ اولی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے تھے - حضرت اسحاق کے دو لڑکے ہوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انہیں ادوم کی نسل سے تھے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصہ تک رقیم پر حکمرانی کی - آخری ادومی پادشاہ ہدار کے زمانہ میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکہ آرائیاں ہوئیں - شاول (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے ہزیمتیں دیں - بالاخر نویں صدی قبل مسیح میں امو صیا پادشاہ یہود نے رقیم فتح کرلیا -

میں زور سے چلا اُٹھی " نہیں ، نہیں ، میں مرد ہونا نہیں چاہتی ! "

" اب یہ زنانہ کپڑے اُتار دو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ہاتھہ رکھکر کہا " اب ہمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - آج کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچی ایڑی کا جوتا نہ پہننا ! اب تم ہماری طرح مرد ہوگئی ہو " !

میری مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی - مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھی باقی تھا !

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگی " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں — ؟ اُف ! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتہائی حسرت و یاس سے لڑکھڑاتی آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رہی — ہماری شادی ناممکن ہے ! — "

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ہاتھہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگی سے تمام واقعہ سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصہ سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ؟ " میں نے جیب سے طبی سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہ گیا - ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے - بار بار اُس پر ایک غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی - ہم دونوں اپنی پچھلی محبت پر غور کرتے تھے ، اپنے وعدے یاد کرتے تھے ، مستقبل کا خیال کرتے تھے ، اور یہ سب کچھہ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا - ایسی غمناکی یعدمی) دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوئی ہوگی !

میں اگرچہ اب مرد ہو چکی تھی ، لیکن اپنے منگیتر کی محبت میرے دل میں بالکل اُتنی ہی اور ویسی ہی تھی ، جتنی اور جیسی عورت ہونے کی حالت میں ہوسکتی ہے - میری حسرت بے حساب تھی - میں خیال کر رہی تھی کہ میرا عاشق اگر چاہے ترکسی دوسری عورت کو اپنی بیوی بنا لے سکتا ہے ، لیکن میں کتنا ہی چاہوں ، اب کسی مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی !

" کچھہ پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہو گیا - " اگر تم مرد ہوگئی ہو تو کوئی پروا نہیں - میں تم سے اب بھی محبت کرونگا - اگر تم میری بیوی نہیں بن سکتی ، تو دوست تو بن سکتی ہو؟ میں تم سے ایسی محبت کرونگا ، جیسی محبت اِس آسمان کے نیچے کسی نے بھی اپنے دوست سے نہیں کی ہوگی ! میں زندگی بھر تمہارے نام پر کنوارا رہونگا ! "

پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا - لیکن کیسا مصافحہ ؟ مردانہ مصافحہ !

جب میں نے پہلی مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے ، تو بے اختیار دل بھر آیا ، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - آیئنہ میں جب میں نے اپنی صورت دیکھی ، تو رنج و غم کی شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے - آج میں بازاروں میں اپنی سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتی ہوں - ہر عورت کے نسوانی وجود کا منظر میری آنکھوں کے لیے غم ناک ہے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے !

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھہ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھہ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے ، اب مجھہ سے کہتے ہیں ، آؤ ہمارے ساتھہ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکہ تم بھی ہماری ہی طرح مرد ہوگئے ہو ! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکی ہوں ، مگر اب تک میرے جذبات نسوانی ہی ہیں - میں ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتی ہوں - وہ مجھے اپنی رقیب معلوم ہوتی ہے !

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو پہلے سے مختلف پاتی ہوں - اب زندگی میرے لیے ویسی رحیم و شفیق نہیں رہی جیسی پہلے تھی - اب خود مجھے دوسروں کی حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں - حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میری حمایت کرنے کی فکر میں رہتے تھے - مجھے اپنی تزئین و آرائش کے سوا کوئی فکر نہ تھی - اب مجھے اپنے ساتھہ تھیٹر جانے والی عورتوں کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں ، حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے - لیکن ساتھہ ہی مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میری آزادی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے - اب میں اپنی زندگی کی مالک ہوں - آزادی سے جہاں چاہوں جاسکتی ہوں ، اور جتنی دیر چاہوں ، گھر سے باہر رہ سکتی ہوں -

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ، دونوں مجھہ سے نفرت کرینگے - میری یہ جنسی تبدیلی کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی - مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا - دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں - مرد اس لیے کہ مرد ہوگئی ہوں اور ان کی صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کی طرح حصہ لینے لگی ہوں - عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنہی کی طرح عورت تھی میری طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگی ہیں اور مجھہ سے محبت کی طالب ہیں - لیکن عورتوں کی یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتی - کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے - مگر میرا احساس هنوز یہی ہے کہ میں عورت ہوں !

جونہی اخبارات نے میری اِس " بد نصیبی " کی خبر شائع کی ، یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں - جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھہ سے شادی کرنے کے لیے طیار ہیں - مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھہ سے شادی کیوں چاہتی ہیں ؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا " ہم تم سے اس لیے شادی پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں ، اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبی واقف ہو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتی ہو "

لیکن میں کسی عورت سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی - میں نے قسم کھا لی ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسی کی طرح میں بھی عمر بھر بغیر شادی کے رہوں گی !

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میری یہ تبدیلی نہایت ہی حیرت انگیز ہے . .منی کی ایک یونیورسٹی مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رہی ہے کہ موت کے بعد اپنی نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میری جسمانی ساخت کا معائنہ کرسکے - ہر طرف سے لوگ مجھے لکھہ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑی دولت جمع کرلونگی - ایک سینما کمپنی کی بھی درخواست آئی ہے - وہ میری تصویریں لیکر تماشا گاہوں میں دکھانا چاہتی ہے - لیکن میں اِس قسم کی کوئی بات بھی منظور نہیں کرونگی - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاہتی ! "

اِس وقت تک موجود هے - خیال کیا جاتا هے که پانچویں صدی مسیحی میں انطاکیه کے ایک بطریق نے یه تحریر لکھی تھی - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کراتیمری نامی کا (جسے عربی میں قطمیر کرلیا گیا هے) قصه بیان کیا گیا هے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود رهي شهر هے ' جس کا ذکر عهد عتیق اور یوسیفس کی تاریخ میں هے ' تو " رقیم " عبرانی لفظ هے نه که عربی ' اور اس لیے عربی ماده کی اس کے لیے جستجو سود مند نهیں - عبرانی میں یه لفظ " راقیم " تھا - عربی میں " رقیم " هوگیا -

(۵) عرب شعراء جاهلیة کے کلام میں جس طرح کهف کا ذکر پایا جاتا هے ' رقیم کا بھی ذکر موجود هے - امیه بن ابی الصلت کهتا هے :

و لیس بها الا الرقیم مجاوراً
رصیدهم ' و القوم في الکهف همّد

اس سے معلوم هوتا هے که اسلام سے پہلے عرب جاهلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کهف کے قصه کی بھی شهرت تھی - البته تمام پرانے واقعات کی طرح یه واقعه بھی بهت کچھه معرف هوگیا تھا ' اور طرح طرح کی کهانیاں مشهور هوگئی تھیں - قرآن حکیم نے اصلی واقعه آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبه اغلب یهی هے که " الرقیم " سے مقصود یهی شهر هو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کی وجه سے وهاں کے حالات قدرتی طور پر اهل عرب کے علم میں آتے رهتے تھے - اگر عام مفسرین اور مورخین کا یه خیال تسلیم کرلیا جائے ' که اس واقعه کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومی شهر ایفی سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتی طور پر یه اعتراض وارد هوتا هے که عرب جاهلیت میں ایک رومی شهر کا واقعه جو یونانی زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشهور هوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھی ایک جماعت اسی طرف گئی هے - چنانچه امام ابن جریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے هیں -

(۸) مضمون میں ایک پهاڑی چشمه کا ذکر هے جسکی نسبت عربوں میں مشهور هے که حضرت موسی علیه السلام والا چشمه هے - یه شهرت بے اصل نهیں معلوم هوتی -

حضرت موسی علیه السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھه لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پهنچتے پهنچتے دو واقعات پهاڑی چشموں کے بهنے کے پیش آئے - پهلا واقعه وادی سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کی فصل ۱۷ - میں هے - دوسرا واقعه وه هے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعه پر پیش آیا تھا جهاں سے " جبل هور " قریب تھا - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰- میں هے - یقیناً یه دوسرا واقعه شهر رقیم هي سے تعلق رکھتا هے ' اور اسی لیے اسکا نام وادی موسی مشهور هو گیا هے -

(۹) تورات میں جس پهاڑ کا ذکر " جبل هور " کے نام سے کیا گیا هے (جو عبرانی لفظ هے) وهی آج کل " جبل حرور " کے نام سے عربوں میں مشهور هوگیا هے - یه خیال که یهاں حضرت هارون علیه السلام دفن هوے تھے ' غلط نهیں هے - تورات سے پوری طرح اِس کی تصدیق هوتی هے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت هارون کی وفات کا ذکر موجود هے - اُس سے معلوم هوتا هے که ٹھیک اسی جغرافیائی محل میں ' جبل هور کی بلندیوں پر ' حضرت هارون نے وفات پائی تھی - اسلامی عهد میں بھی یه مقام اس حیثیت سے مشهور تھا - چنانچه غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانه میں وهاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی - مسجد اسوقت تک موجود هے -

اب مین مرد هون !

ایک عورت کے خیالات مرد هو جانے کے بعد !

اِٹلی میں رینا ٹیگرا زیانا نامی ایک اٹھاره سال کی دوشیزه لڑکی تھی - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلی شروع هوئی - اب وه پورے معنی میں مرد هوگئی هے - چنانچه ڈاکٹروں نے اُسے مرد هونے کی سند دیدی هے !

پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسی نے یه خبر تمام دنیا میں مشتهر کردی تھی - اب اسکی مزید تفصیلات اِنگلستان کے اخبارات میں آ گئی هیں :

یه حیرت انگیز واقعه گزشته ماه اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزه اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا هے - اِس مضمون میں وه مرد هو جانے کے بعد اپنے تأثرات بیان کرتا هے - چونکه وه ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاهر کرتا هے ' اسلیے بهتر هے که هم بھی اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھه کریں - وه لکھتی هے :

" بچپن هي سے میرے دل میں یه تمنا موجود تھی که کاش میں مرد هوتی ' تاکه مردوں کی سی آزاد زندگی بسر کر سکتی - لیکن اب جبکه قدرت نے میرے لڑکپن کی یه طفلانه آرزو پوری کر کے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعه دکھا دیا هے ' میری خواهش بالکل برعکس هو گئی هے - کاش میں دوباره عورت هو جاتی !

مسلسل تین هفتے اطباء کی ایک بڑی مجلس ' میرا طبی معائنه کرتی رهی - بالاخر متفقه طور پر اُس نے فیصله صادر کر دیا که میں عورت نهیں رهی - مرد هوگئی هوں - قارئین اندازه کر سکتے هیں که یه عجیب فتوی سن کر میری حیرت کا کیا حال هوا هوگا ؟ میں مبهوت هوکر ره گئی - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - میں نے اپنا منهه دونوں هاتھوں سے چھپا لیا - میری هچکی بندھ گئی -

کے بالائي حصه پر پہنچتا اور اُس ایوان میں داخل هوتا جس میں بادشاہ ' ولي عہد ' اور ارکان سلطنت بڑے جاہ و جلال سے بیٹھے ہوتے تھے - شاهي استقبال کے بعد سفیر اپني تحریر اسناد سناتا تھا اسکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاہ کے حضور اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یہ جلسه بہت دیر تک رهتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع هو جاتي تھي - بعض سفیر اِس قدر بھڑکیلي اور بھاري وردیاں پہنے ہوئے تھے که اُنکے بوجھه سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور هوتے تھے که دستر خوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جاکر اپنا لباس بدل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپني سرکاري وردي پہن لیتا اور ولي عہد اور وزراء وغیرہ سے ملاقات کرتا - یہ ملاقتیں بھي اتني لمبي هوتي تھیں که سفیر تھک جاتا تھا ' اور کھانے کے کمرے میں دو بارہ جاکر کچھه کھا پي لیتا تھا -

لیکن اب یہ طریقے موقوف هوگئے هیں - آج کل یورپ میں یہ دستور هے که نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت خانه جاتا هے - سفیر اور اُس کا عمله سرکاري وردیاں پہنے اُس کا استقبال کرتے هیں - چند منٹ بعد سرکاري گاڑیاں اور باڈي گارڈ بھیج جاتا هے ' اور سفیر صدر جمہوریت یا پادشاہ کي ملاقات کے لیے محل کو روانه هو جاتا هے - سفیر کے پہنچنے پر جنگي موسیقي کے ذریعه اُسے سلامي دي جاتي هے - جس ملک کا سفیر هوتا هے ' پہلے اُسي ملک کا گانا گایا جاتا هے - پھر قومي گیت بجایا جاتا هے - موسیقي سے فارغ هوکر سفیر اور اُس کے ساتھي گاڑیوں پر سے اترتے هیں - زینوں سیڑھي پر دو فوجي افسر استقبال کرتے هیں اور سفیر کو مع اُس کے همراهیوں کے استقبال کے کمرے میں لیجاتے هیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا پادشاہ اور ارکان حکومت هوتے هیں ' دوسري طرف سفیر اور اُس کے ساتھي - دونوں کے بیچ میں حاجب اور مترجم کھڑے هو جاتے هیں - حاجب سفیر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا هے - پھر سفیر اپنے کاغذات پیش کرتا اور لکھي هوئي تقریر پڑھ کر سنادیتا هے - صدر جمہوریت یا پادشاہ جوابي تقریر کرتا هے - پھر رسمي گفتگو هوتي هے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جاتا هے اور مصافحه پر تقریب ختم هوجاتي هے -

علوم مادیه کی ترقی

اور

علماء کے حوصلے

عقل انساني کس حد تک ترقي کرتي چلي جائیگي ؟ مادي علم کي تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گي ؟ علماء کے حوصلے کیا هیں ؟

علم کي موجودہ حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یہ سوال هر شخص کے ذهن میں پیدا هوجاتا هے - لیکن جواب بہت مشکل هے - اجمالي طور پر یہ کہا جاسکتا هے که علم ' کائنات فطرت کے جمله مادي و روحاني راز معلوم کرلینا چاهتا هے - اگرچه وہ اِس وقت تک صرف چند گوشوں هی پر سے پردہ اُٹھا سکا هے - في الحال علماء کے سامنے اهم ترین مسائل حسب ذیل هیں :

(۱) شباب کي تجدید
(۲) زندگي کي زیادہ سے زیادہ تطویل
(۳) حسب مرضي نسل کي تولید
(۴) زندگي کي تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگي کا اعادہ

علم اور علماء کے یہ حوصلے ' کچھه نئے نہیں هیں - قدیم ترین زمانوں سے یہ مسائل زیر بحث هیں - البته پہلے دنیا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتي تھي اور اُن پر هنستي تھي - لیکن اب نه کوئي هنستا هے ' نه جنون سمجھتا هے - بلکه سب حیرت کے ساتھه زیادہ سے زیادہ حیرت انگیز علمي انکشاف دیکھنے کے منتظر رهتے هیں - کیونکه گزشته ۱۵ برس میں علم نے زیادہ سے زیادہ ناممکن باتیں ممکن کر دکھائي هیں -

ڈاکٹر وورو نوف نے اب بکثرت عملي تجارب سے ثابت کردیا هے که شباب کي کامل تجدید ' وهم و خیال نہیں هے جیسا که پہلے سمجھا جاتا تھا ' بلکه واقعه و مشاهدہ هے - اِس ڈاکٹر نے از کار رفته بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا هے - وہ اب تک زندہ هیں اور صحیح معنوں میں جوان هوگئے هیں -

حال هي میں یہ علمي انکشاف بھي هوا هے که ایک مرے هوئے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک پوٹاس ' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند هي لمحے بعد ' دل میں زندگي کے آثار ظاهر هوگئے - وہ زندہ دل کی طرح حرکت کرنے لگا - کئي گھنٹے تک زندہ رها ، حالانکه کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا !

قلب کو زندہ کردینے کا یہ پہلا تجربه نہیں هے - اس قسم کے بے شمار تجربے هوچکے هیں - یہ عمل مدت سے جاري هے که موت

مطبوعات جدیدہ

سفیرون کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمنی میں شایع ہوي ہے : " ازمنۂ وسطی کے شاہي مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمہ مصري معاصر المقتطف نے شائع کیا ہے - ذیل کا ٹکرہ اُسي سے ماخوذ ہے :

قدیم زمانہ میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑي شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اهتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانہ میں اگرچہ وہ پراني شان و شوکت باقي نہیں رهي ' تاهم سفراء کي ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود ہیں ' جن کي پابندي ضروري سمجھي جاتي ہے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامي زبان میں " پروٹوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(عربي سفرا)

عربي عهد حکومت میں سفراء کو غیر معمولي اهمیت حاصل تھي - موجودہ زمانہ کي طرح اُس وقت بھي سفیر دو قسم کے ہوتے تھے : عارضي اور دائمي - عارضي سفیروں کا کام کسي خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئي خاص مہم انجام دینا ہوتا تھا - دائمي سفیروں کو دوسري سلطنتوں میں همیشہ حاضر رهنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کي تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یہ شرطیں قرار دي تھیں : " خوبصورت ہو - اُس کا نام خوشگوار ہو - متدین اور پارسا ہو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت ہو - حاضر جواب ہو - معاملہ فہم ہو - خوشامد کا عادي نہ ہو - رشوت قبول نہ کرے - ڈرپوک نہ ہو ... "

عرب خلفاء بیروني سفیروں کي بڑي خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمي عهد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت ہي شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا کہ اُن کي زیادہ سے زیادہ عزت کي جائے -

استقبال کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سفیر سپہ سالار کي قسم سے ہوتا ' تو اُس کے پہنچتے ہي خلیفہ ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجي آدمي نہ ہوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانہ میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئي شخص بھي اُس سے نہیں مل سکتا تھا - چوتھے دن خلیفہ کا دربار آراستہ کیا جاتا - جنگي افسر رعب و داب سے صفیں باندہ کر کھڑے ہو جاتے - بادشاہ اپني پوري شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل ہو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفیر کو لیے دربار میں داخل ہوتا - جوں ہي خلیفہ کا چہرہ دکھائي دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسہ دیتا - پھر ادب کے ساتھہ آہستہ آہستہ وسط دربار میں پہنچتا ' اور وہاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفہ سے هم کلامي کرسکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رهتا - اس کے گرد شاہي حاجب اور مترجم دست بستہ کھڑے ہوتے - خلیفہ جب گفتگو کي اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفہ اُس بادشاہ کے درجہ کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپني جیب سے بادشاہ کا خط نکال کر اپني آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفہ کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفہ کو اُس بادشاہ کي عزت افزائي منظور ہوتي ' تو کھڑے ہو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑي دیر معمولي سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کي اجازت ملتي - وہ آداب بجا لاکر اپني جگہ بیٹھہ جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانہ بھیج دیا جاتا تھا - نج کي ملاقاتیں بعد میں ہوتي تھیں -

(فرانس کے شاہي رسوم)

فرانس میں جب شاہي قائم تھي ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقہ یہ تھا کہ پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا کہ بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاہي گاڑیاں سفیر کي قیام گاہ پر پہنچتي تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کي مہماني کے خاص محل میں لیجاتي تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان ہوتا تھا - یہ محل نہایت آراستہ ہوتا تھا اور مہمان کي تواضع میں غیر معمولي فیاضي سے کام لیا جاتا تھا - روزانہ دعوتیں ہوتي تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کي پوري کوشش کي جاتي تھي -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا ہوتا تھا ' اُتني ہي زیادہ اُس کي خاطر مدارات کي جاتي تھي - مورخین کا بیان ہے کہ ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانہ ۵۰۰ اشرفي خرچ کرتا تھا - سنہ ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریست کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریست سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف ہوے تھے - یعني کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیہ خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ سفیر کے دستر خوان کے تماشہ کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکي موجودگي میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھہ دیر ٹھہرنے کے بعد شاہي سواریاں اُسے لینے آتي تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کي سڑکوں پر تماشائیوں کا هجوم ہو جاتا تھا -

ورسلز کے شاہي محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیروني میدان میں سفیر کو صف بستہ فوجیں نظر آتي تھیں - اِنسے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا محل

اُس وقت سردي نا قابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑہ جائیگي - جب خط استوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جایگي -

ظاهر ہے کہ فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي ہے - یہ بخار پاني برساتا ہے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا ہے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بھي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بھي نہیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وہ بھي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکہ اُس وقت زمین پر زندہ رهنا مشکل هوجائے گا - یہانتک کہ جب سورج کي آخري شعاعیں بھي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریہ)

ڈاکٹر منڈلسن جرمني کا مشہور محقق ہے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاذ ہے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے -

وہ کہتا ہے کہ قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آلہ نہیں ہے بلکہ دوسرے درجہ کي چیز ہے - زندگي کي اصلي بنیاد ' قلب پر نہیں ' بلکہ جسم کي اُن خلایا پر ہے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یہ ہے کہ بہت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زندہ رهتے هیں - حالانکہ اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پہنچا نہیں سکتا - نیز ایک ثبوت یہ بھي ہے کہ بہت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مردہ سمجھہ کر دفن کر دیے جاتے هیں ' حالانکہ وہ در اصل زندہ هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا ' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بھي ختم هوجاتي ' حالانکہ ایسا نہیں هوتا -

(ایک عجیب مخلوق)

آسٹرین اخباروں نے یہ عجب خبر شایع کي ہے کہ ابواني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یہ بندر سے بہت مشابہ تھا - والدین نے اُس کا نام الکزنڈر رکھا - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑھتي گئي ' بندر سے مشابہت بھي بڑھتي گئي - حتی کہ اب جوان هوے پر وہ بالکل بندر هوگیا ہے - صرف صورت و شکل هي میں نہیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بھي بندر ہے - وہ آدمیوں کي طرح رهنا پسند نہیں کرتا - بول بھي نہیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچھلتا کودتا ہے - پچھلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کر دیا تھا - کیونکہ آدمیوں کو تکلیف پہنچانے لگا تھا - ایک دن اتفاق سے چھوٹ گیا اور سڑک پر پہنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجھہ کر ڈر گئے اور بھاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتھہ بوداپست لے گئي ہے - ڈاکٹر متعجب هیں کہ کیا رائے قائم کریں ؟ وہ آدمي نہیں ہے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا ہے ؟ یہاں قانون وراثت سے بھي کوئي بحث نہیں کي جاسکتي - کیونکہ ڈارون کے متبعین بھي یہ نہیں کہتے کہ انسان بندر سے پیدا هوا ہے - بلکہ یہ کہتے هیں کہ بندر اور انسان ایک هي مورث اعلی کي اولاد هیں -

(کیا کھانے کي ضرورت باقي نہیں رہے گي ؟)

علماء کي رائے ہے کہ ویٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر ہے - اِسي پر زندگي کا دار و مدار ہے - ویٹامین کي بہت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکھدیا گیا ہے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان ہے کہ ایک جرمن کیمیائي کو ویٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي ہے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینہ کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وہ لکھتا ہے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوی صحیح ہے کہ اُس نے ویٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کر لي ہے ' تو اس کے معني یہ هیں کہ هم عنقریب جملہ میوؤں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچھلي کے تیل وغیرہ غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نہیں رہے گا - انسان کي غذا ' ویٹامین کي ٹکیاں هونگي ' اور بہتر سے بہتر خوراک کا کام دینگي -

" اِتنا هي نہیں بلکہ پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجودہ ترکیب میں بھي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نہیں رهیگي - ایک زمانہ ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معدہ بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ - ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل ہے - پہلے بیڑي بیري مرض کے اِشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پھر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکتہ میں عام شکایت ہے - اب اگرچہ بخار اُتر چکا ہے ' مگر اُس کي وجہ سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي ہے - یہي وجہ ہے کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بھي وہ حصہ نہ لے سکے ' بجز ورکنیگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنھي کے مکان میں منعقد هورهے هیں -

جن حضرات کے خطوط اس دو هفتہ کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وہ جواب نہ ملنے کي وجہ سے پریشان خاطر هونگے - براہ عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکہ مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وہ بہ اطمینان خطوط کا جواب لکھوا سکیں -

منیجر

طاري هونے کے بعد سينه چير ڈالتے هيں اور خاص طريقوں سے دل کو ملنا شروع کر ديتے هيں - تهوڑي دير ميں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتهه هي تمام جسم ميں زندگي واپس آجاتي هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانۂ سينٹ تهامس ميں ايک عورت مسز اڈيلڈ ايک خطرناک عمل جراحي ميں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سينه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندرہ منٹ بعد عورت بالکل زندہ هوگئي تهي - البته وہ بيهوش رهي ' اور تيس گهنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پهر مر گئي -

اِس سے بهي زيادہ عجيب تجربه علماء نے يه کر دکهايا هے که جانداروں کے سر کاٹ کر ايک دوسرے کے جسم ميں لگا ديے هيں اور وہ زندہ رهے هيں ! چنانچه پچهلے دنوں لندن ميں علماء کے ايک جم غفير کے سامنے ايک ڈاکٹر نے بہت سے جهينگروں کے سر کاٹ ديے - پهر ايک کا سر دوسرے ميں جوڑ ديا - حاضرين يه ديکهه کر حيرت زدہ رہ گئے که چند لمحے بعد تمام جهينگر اپنے نئے سروں کے ساتهه کودنے لگے تهے ! تجربه يہيں پر ختم نہيں هوگيا بلکه کچهه مدت بعد جهينگروں ميں جنسي تبديلي بهي ظاهر هوئي - يعني جن ميں مادہ کے سر لگا ديے گئے تهے ' وہ مادہ هوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

يه شعبدہ نه تها - ايک علمي تجربه تها - علماء کي نظر ميں اِس تجربے کي بہت اهميت هے - کيونکه اُن کے خيال ميں يه تجربه حسب مرضي نسل پيدا کرنے کا دروازہ کهول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر يا مادہ اولاد پيدا کر سکے گا -

اِسي سلسله ميں يه علمي تحقيق بهي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر ليا هے که اگر مچهر کي پرورش سرد مقام ميں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پيدا هوتي هے - برخلاف اس کے گرم جگه ميں رکهنے اور زيادہ خوراک دينے سے اولاد زيادہ تر مادہ پيدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقيقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں ميں مرد زيادہ پيدا هوتے هيں ' اور امن و راحت کے دوران ميں عورتيں زيادہ هو جاتي هيں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نہايت کوشش کررهے هيں که مادي و دماغي ' هر اعتبار سے انسان کي آئندہ نسليں زيادہ ترقي يافته پيدا کريں - ڈاکٹر شٹناخ اور وورو نوف وغيرہ علماء کي کوششوں سے يه اميد پيدا هوگئي هے که اِس مقصد ميں ضرور کامياب هو جائينگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوي هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هوجائيگا - اور پهر بہت جلد يه صورت پيدا هو جائيگي که انسان ڈيڑہ سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کر سکے گا -

ليکن اِن تمام حيرت انگيز کاميابيوں کے باوجود علم معترف هے که وہ ابهي تک اپنے عهد طفوليت هي ميں هے ' اور قدرت الهي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابهي اُس کا سواں حصه بهي انسان نے حاصل نہيں کيا هے !

(جب سورج بجهه جائيگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فيصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کيونکه اُس کي حرارت ميں لگا تار کمي واقع هورهي هے - ايک دن ايسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائيگي - وہ بجهه جائيگا - بالکل ٹهنڈا پڑجائيگا - اُس وقت همارا يه کرۂ زمين اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاريک هوجائينگے - غذائي مادے کم هوکر بالکل ناپيد هوجائينگے - مهلک وبائيں پهيل جائينگي - انسان ' حيوان ' نباتات ' کوئي ذي روح ' بهي باقي نہيں رهيگا - کيونکه زمين ' زندگي پيدا کرنے اور قائم رکهنے کي صلاحيت سے قطعي طور پر محروم هو جائيگي !

علماء کے خيال ميں يه نتيجه لازمي هے - دنيا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - ليکن يه بربادي کب هوگي؟ کيا هم يا هماري قريبي نسليں يه هولناک نتيجه ديکهه سکيں گي ؟

نہيں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتايا هے که ابهي آفتاب ميں اِتني قوت موجود هے ' که وہ کم سے کم ۱۰'۰۰۰'۰۰۰'۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زندہ رکهه سکتي هے !

ليکن آفتاب اچانک نہيں بجهه جائيگا - بتدريج بجهے گا - کيونکه وہ بتدريج اپني قوت و حرارت کهو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دهر نہيت کے مقياس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خيال هے که جب يه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي ' تو کرۂ ارضي کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نيچے گر جائيگي - ظاهر هے که اِس صورت ميں کوئي انسان بهي خط عرضي کے درجه ۶۰ سے اوپر زندہ نہيں رہ سکے گا ' (بجز سکنڈناويا کے جهاں سمندر کا وہ دهارا موجود هے جسے " خليج کا دهارا " کہتے هيں اور جو اِتني حرارت باقي رکهے گا که زندگي برقرار رهے) الا يه که جنوب سے غذا مهيا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خيال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائيگي ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائينگے -

اُنهيں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگيں برپا هونگي - کيونکه آدمي زيادہ هونگے ' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالينگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بهي اطمينان نصيب نه هوگا - کيونکه سورج برابر ٹهنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائيگي ' اور زندگي کے ليے انسانوں ميں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتهه آفتاب کي روشني بهي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدريج آسمان کا نيلا رنگ بدل کر تيز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بهي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعيں حسب ذيل ترتيب سے زائل هو جائينگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعيں
(۲) بنفشي شعاعيں
(۳) نيلي شعاعيں
(۴) اودي شعاعيں
(۵) سبز شعاعيں
(۶) زرد شعاعيں
(۷) نارنجي شعاعيں
(۸) سرخ شعاعيں

جب آفتاب کا نور بہت کم هوجائے گا ' تو اُس کي شعاعيں سراسر سرخ هوجائينگي - پہاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ يا زرد دکهائي دے گي !

عالم مطبوعات و صحائف

روح

ساٹھ اطبّاء عصر کے مباحث

حال میں آمریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کئے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

۶۰ مشہور طبیبوں نے اِن دونوں سوالوں کے جوابات دئے ہیں سب نے بالاتفاق تقریبًا ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادّی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقاء علم کا فیصلہ ہے

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اِس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہوجانے سے ڈرتا ہے۔ اِس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہیئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ میں رُوح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں اِن سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہوجاتی ہے اِس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اِس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعًا عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اُسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اِس لئے ہم اُس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ رومی مقرر سیسرو کا یہ قول مجھے ازحد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی فلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اِس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء رُوح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اِس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشو و ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے غامض علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ رُوح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار راز اب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم انھیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار، جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اِس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصوّر نہیں کرسکتی کہ جسم کے فنا ہوجانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے ابتک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کابٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اِس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اِس لئے کہ میرا وجدان مجھے اِس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کرسکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ بہرحال میں بقاء رُوح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کرلیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے آمریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بناء پر بقاء رُوح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈاروِن کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کرسکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہوپڑی ہو۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشو و ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اِس مرئی و مادّی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانش مندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہوگیا ہے کہ بقاء رُوح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلاسبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کرسکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہوجاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادّی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہوسکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بناء پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹامز نَنڈ نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اِس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کالوِج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادّی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہوجاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اِس مادّی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لامتناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کائل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اِس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادّی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اِس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ علم اور دین کو علٰحدہ علٰحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہے گی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کردیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کرسکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کرسکتا مگر مجھے اُس پر کامل یقین ہے رُوح، مادّی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادّیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرہ و یاد آوری کی مستحق ھے

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکی نسبت یورپ کی تازہ ڈاک میں بعض نئی تفصیلات آئی ھیں - معلوم ھوا ھے کہ فرانس کے ایک دارالاشاعت نے انسے یہ فرمائش کی تھی کہ وہ خود اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلی اور اب وہ بیک وقت فرانسیسی اور عربی ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رہے ھیں -

پیرس کی مسجد اور عربی چمنستان کا مصور نمونہ ' جسکی تکمیل کیلیے اس ھفتہ سلطان مصر نے ایک لاکھ فرانک دیا ھے

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے، یہی لئے وہی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے طیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور اُس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ "سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے" اُسنے پُورے یقین کے ساتھ اپنے اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اُس کا اعلان کر دے گا۔ ہم خدام سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیار دولت کا جو خواب خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور اُمت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دئے، تو روس نے چند نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمیٰ کے ۶ سفیروں کا اجتماع ہوا اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تجویزوں کا ماننا، بلقان سے ہاتھ دہونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کر کے نئے بنک نوٹ جاری کر دئیے۔

دستور اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستور اساسی کا مسودہ ایک مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر پُوری بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجدیا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ ذی الحج ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پُوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اس اثنار میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جرأت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پُورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہے تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دُول یورپ ہمارا انکار سُن کر بہت برہم ہوئیں، اور اپنے اپنے سفرار واپس بُلالئے۔ اس کارروائی کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت شنید شروع کر دی۔ اُنھیں نرم گرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔ ساتھ ہی دستور اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس (پارلیمنٹ) کے لئے انتخابات شروع کر دئیے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہونچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا ہوں مجھے یورپ چلا جانا چاہئیے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار جدّوجہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آگیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل و جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضایع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آکر کہا کہ دستور اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رُو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کر دیں، جسے پولیس کا افسر اعلیٰ سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سُنا "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا سعید پاشا نے کہا "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا "سلطان کے سلام کا شکریہ! مگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں ان محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُس وقت میں تباہی روک نہ سکوں گا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بےچینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستور اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اُس پر زور دے رہا تھا۔ یہ بےچینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شایع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلاوطن کر دیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افترا پردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر یورپ کے اخبارات، حقیقت حال سے واقف تھے: اُنھوں نے صحیح خبر شایع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اس لئے اُن پر عتاب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سُنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پُوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات اور ساقط مقرروں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر حملہ شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا۔ کل تک یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھے شیطان قرار دینے لگے! اُس وقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "و اذا اراد اللہ بقوم سوءًا فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال"

رُوس کا اعلان جنگ

میری جلاوطنی کی خبر سٹپٹرزبرگ (دارالحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کر لے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اسپر روس نے اعلان جنگ کر دیا، اور دریائے ڈینوب کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کر ڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شایع کرنا سر دست ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور ردیف پاشا کو معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ ان کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُس وقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضاکاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی شخصی مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضاکار فوجیں منتشر کر دی گئیں نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اسپر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار سلطنت کو خطرہ سے بچالیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پُوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آگیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُس وقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھ کو سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دُول یورپ سے گفت شنید کا کوئی حق نہ تھا تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بےچین ہو گیا اور میں نے جدوجہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن، تمام مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزرار سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر ازحد افسوس ہے۔ عین اُس وقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، میں نے آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری ان خدمات کا اثر، سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھ بے گناہ کو انتہائی "رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ دو سو پونڈ ماہوار کا وظیفہ

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے مل کر طے کیا کہ ۵ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشاء راز کا حال معلوم ہوگیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکا کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں (مدحت پاشا) اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہوگئی؟"

"مجمع، از حد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بےچینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی حسین عونی پاشا اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی تخت نشینی کا اعلان ہوگیا۔ اُسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دارالخلافہ میں جشن شروع ہوگیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہوگئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دئیے، لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اُسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ نار روس نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو اُن کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دئیے گئے، لیکن اُن کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دئیے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصلحت کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول پادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دستِ خاص سے مبارک باد کا خط لکھا، اور محل طوب قپوسے "فرعیہ" میں منتقل کر دئیے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہوگئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بےخود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ اُن کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع از حد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کرتا تھا۔ نحیف سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت بُرا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سُنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن اُن میں جنون کی علامتیں ظاہر ہوگئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو اُن کے جنون کا حال معلوم ہوگیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہوگیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہوگئے۔ حتیٰ کہ سفراء دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک رات میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا ایڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اسنے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا حسین عونی پاشا پر پستول نکالکر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور اُن کا کام تمام ہوگیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے انھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اُسنے تعاقب کیا۔ میرا خادم احمد آغا اُس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اُسنے ۵ آدمی اور قتل کر دئیے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اُسنے انھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہونچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بےنظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کے فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورشیں

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ مانٹی نگرو، سرویا، بلغاریا اور کریٹ میں شورشیں برپا ہوگئیں۔ ہمارے عزم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی معزولی

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصل حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھو لیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور بحرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جا رہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ لہذا اُن کے لئے تجدیؔ خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۵۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شائع کیا گیا ہے اور وہ بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹ کر بطور خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جا سکے گی الا یہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دُور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی روداد میں مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شائع کیا ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعۂ حمیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعویٰ پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہو سکتی۔ الا یہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق آرا یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً باز پرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتویٰ صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کر سکیں، تو اُنھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی کی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت بیس دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شائع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابو حسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن)۔ باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبد الغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد اللہ بن حسن	(صدر)
(۲) شیخ محمد العلی الترکی	(کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی	(رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر	(〃)
(۵) شیخ سعید ابو الخیر	(〃)

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف، ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد رہے گی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) اِن مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی و غمی میں خلاف شرع رسموں میں باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دستگیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے۔ نہ کہ امور اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ اِن مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد الرحمن لشناق	(صدر)
(۲) 〃 عمر فقیہ	(رکن)
(۳) 〃 محمد لوز کتبی	(〃)
(۴) 〃 محمد شیروانی	(〃)
(۵) 〃 اسعد شفیع	(〃)
(۶) 〃 عبد اللہ بن عمار	(〃)
(۷) 〃 عبید اللہ بن مطلق	(〃)
(۸) 〃 سلیمان الصنیع	(〃)
(۹) 〃 محمد الخضری	(〃)
(۱۰) 〃 محمد عبد الرحمن العقل	(〃)

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ٹرکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ "انعام" دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال سنہ ۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ در اصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دیئے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہوگئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سر نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دارالخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلا وطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی بادشاہی کا اعلان کر دوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیج دیا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُسوقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی۔ مگر دارالخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبد الحمید بالکل کھُل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اسپر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دور ہو چکا تھا۔ سلطان عبد الحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا اُنھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

*

٭ مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبد الحمید نے مرحوم عبد العزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبد العزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، ردیف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلا وطن کر دیئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبد العزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آجتک شائع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آ کر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے" مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبد العزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقع دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔

میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۴ مارچ کو جبکہ میں سمرنا کے دارالحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت مکان کا ۳ پلٹنوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیج دیا گیا۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہوگئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدّباب پر کمر بستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش والاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دیئے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔

درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلی۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اسوقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا تھا۔ دادخواہوں کو سخت پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دیئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ اِن کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام مکمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

لاتنہ عن خلق وتاتی مثلہ عار علیک اذا فعلت عظیم

..حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہو کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہو۔ دین میں سے نہیں ہو۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دئیے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہو کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہو۔ ہمارا دین، اسلام ہو۔ ہماری کتاب قرآن ہو۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہو: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے، مگر خدا نے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے؛ مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اُس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں کئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اُس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہو۔ ہم نے جماعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر قائم کر دی ہو۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے"

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں۔ الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہو، بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہو تمھاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری سنو، کیونکہ میں تمھیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہو کہ احکام حکومت پر عمل کریں۔ حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہو۔ اگر ہم اللہ اور اُس کے رسول کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدا نخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو نہ اطاعت کرو!"

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ر اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتینہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کر دوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہو۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اُسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کر کے لیجائے۔ یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آ کر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہو جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔

جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا، کیا دیکھتا ہو کہ وہ چارپائی پر پڑا ہو۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہو؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی شکلیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: بہت کم"

"نام؟"

"فریڈریک سٹابس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہو؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہو؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہو!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ بُرائی کی ہو؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہو؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کر کے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں، میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کروگے، اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں" بکور فیزار کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہو؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہو" نوجوان نے خوش ہو کر نپولین سے کہا:

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو اُنھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر ملک و مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح ناانصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب سے مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت وجماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیادی حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور اُنہی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء وقضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کردئیے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کردئیے ہیں۔ متعدد مصری وشامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کرلی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جارہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہورہی ہے۔ اس راستے میں جابجا دُور دُور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کردی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جارہا ہے۔ آئندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اب موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۳ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ابتک اُس کی آبادی وترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایۂ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہے تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جاکر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہوگئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین امور اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کردی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہے کہ بیت اللہ کی رونق وعظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کرکے منہدم کردئیے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہوجاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور اُن پر ۸½ مٹر لمبا شامیانہ نصب کردیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۵ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہوسکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھادئیے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کردیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آگئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں کمی کردی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کردئیے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) مکبروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کل ۲۸ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کرسکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوون اُس میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر اُنھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کل عمق ۴۲ مٹر ہے۔ ۳۲ مٹر میں پانی ہے، باقی دس مٹر اُس کی دیوار ہے۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہے، حتیٰ کہ پورا شہر اُس سے سیراب ہوسکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلادئیے جائیں اور اُن میں پانی جاری کردیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جسوقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جارہے ہیں۔ وادی نعمان، شہداء، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہوچکا ہے۔ لیکن صرف ان کنووں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہوجاتا۔ بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کردینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت وترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ مٹر تک کھلی ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مرجائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اُسمیں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائے گی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ، اور جدہ کے مابین حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کرسکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس نئے انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دُور ہوجائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمۂ حق کا اعلان ہے۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ، کلمۂ حق کے اظہار حکام، ورعایا کی نصیحت وہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے تابع ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا، اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول وبیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم؟" عربی شاعر کہتا:

احرار اسلام

اوائل عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُر جوش خطبوں اور رجزیہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہوگئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کرلی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دورِ حریت ختم ہوچکا تھا، اور امیر معاویہؓ رومی و ایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کر چکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کردیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ　　یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً، والحسین، ورہطہ　　واقصد لہند وابنہا بہوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کردے۔

ان الامام اخو النبی محمد　　علم الہدیٰ ومنارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقہ الحتوف وسر امام لوائہ　　قدماً بابیض صارم وسنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی"، سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بولکر معذرت کر سکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے"، سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!"، امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جاسکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخراً لتأتم الہداۃ بہ　　کأنہ علم فی رأسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا"، امیر نے تصدیق کی۔ "اچھا، کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو"، سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکّام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں، جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں۔ ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کردو اور ہمارے شکریہ کے مستحق بنو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیجدوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکالیا۔ پھر سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالٰہ علی جسم تضمنہ　　قبرٌ فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل اُسمیں مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لایبغی بہ بدلا　　فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا"۔ اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُسپر لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءہم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہوا ہے، محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کردیا۔)

"میں نے امیر المومنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُسپر اُنھوں نے نہ تو کوئی مُہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دُور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کردیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پوری قوم کے لئے؟" سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلهٔ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارهائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـــجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE. PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع لئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البــلاغ پریس"

بر ۲۰ — جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنه

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۰ — کلکته : جمعه ۸ ـ جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ـ

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ـ

پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ـ

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ـ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین ـ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای بھی همین اطلاع دیجیی ـ یاد رکھیی ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۵۰ مراسلات وصول هوی هین ـ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۳۵	اردو حروف کی حق مین	۴۲۸
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۵۵۴	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ـ

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ـ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ـ آینده اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ـ الهلال

- هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت فی پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے
کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں
انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور
خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو
وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ
اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر
بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے
هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع
دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے
تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر
پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته
ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض
(مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے
ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت
کے مصارف کا بار پڑیگا -

اُس نے مذهبي انبساط ' بهادرانه جوش ' اور متوسط طبقے کي بلند خیالي ' خود بیں تخمینۂ و شمار کے آب سرد میں غرق کردي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لین دین کي ایک جنس بنا دیا - اور تمام بیش قیمت آزادیوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کی صرف ایک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض اُسنے کمزوروں کے اُس قدیم خود غرضانه استعمال کي جگه جسپر مذهب و سیاست کي دلفریبیوں کا نقاب پڑا هوا تها ' ایک نیا برهنه ' وحشیانه ' بے شرم ' اور کهرا خود غرضانه استعمال ایجاد کر دیا -

سرمایه دار طبقے نے اُن تمام پیشوں کي خوبیاں ملیامیت کردیں جو پہلے عزت کي نظر سے دیکهے جاتے تهے - اُسنے ڈاکٹر ' وکیل ' پروهت ' شاعر ' فلسفي ' غرضکه سب کو محض ایک اجرتي مزدور بنا کے چهوڑ دیا !

سرمایه دار طبقه نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بهي نکال پهینکے ' اور اُنکي جگه ایک خالص مالي لین دین کا رشته قائم کر دیا !

سرمایه دار طبقه نے بتا دیا که وحشیانه اظهار طاقت ' جسے قرون وسطی کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تهے ' کامل سهولت کے ساتهه انکے عهد میں کس درجه کامیابي حاصل کر سکتا هے -

یه طبقه ' سب سے پہلا طبقه تها جسنے ثابت کر دکهایا که انسان کي سرگرمي کیا کچهه کر سکتي هے - اسنے مصري اهرام ' رومن نهروں ' اور گوتهک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پیدا کئے ' اور قدیم هجرتوں اور مذهبی جهادوں سے بالکل مختلف قسم کي مهمیں جاري کیں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولین شرط یه تهي که پیداوار کے اگلے طریقے برقرار رهیں - لیکن سرمایه دار طبقه کي زندگي ناممکن هے جب تک که آلات پیداوار ' طریق پیداوار ' اور تمام اجتماعي رشتوں میں برابر انقلاب نه هوتا رهے - چنانچه طریق پیداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام کي پیهم برهمي ' دائمي بے چیني ' اور کبهي نه ختم هونے والي بے اطمیناني ' یهي وه چیزیں هیں جو سرمایه دار عهد کو تمام دیگر زمانوں سے امتیاز دیتي هیں -

تمام جچے تلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرر و محترم عقائد و خیالات کے فنا کردیے گئے هیں اور ان کي جگه جو رشتے اور خیالات رائج کئے گیے هیں قبل اس کے که چمکیں ' پرانے هوچکے هیں - جو کچهه بهي ٹهوس اور مقبول تها ' مٹ چکا هے - جو کچهه بهي مقدس تها ' ناپاک کردیا گیا هے - اور اب انجام کار انسان مجبور هوگیا هے که اپنے حالات زندگي اور حقیقي معاشرتي تعلقات ' کهلي آنکهوں سے دیکهے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمایه داروں کو اپني پیداوار کے لیے ایک برابر بڑهتے رهنے والے بازار کي ضرورت ' دیوانه کیے هوئے هے - انهیں هر جگه اپنا آشیانه بنانا ' هر مقام پر ڈیره ڈالنا ' چپه چپه سے ناتا جوڑنا ضروري هے -

سرمایه دار طبقه نے عالمگیر بازار غصب کرکے تمام ممالک کي درآمد و برآمد قومي اور ملکي قیود سے آزاد کردي هے - رجعت پسندوں کي امیدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نیچے سے اُس کي بنیادیں نکال کر پهینک دي هیں - قدیم اور مروج صنعتیں برباد کي جا چکي هیں ' اور جو باقي هیں برابر برباد کي جارهي هیں - ان کي جگه نئي صنعتیں رائج کي جارهي هیں که جن کا رواج تمام مهذب اقوام کے لیے ایک نهایت هي اهم اور قابل غور مسئله هے ' کیونکه اِن صنعتوں کي حالت یه هے که صرف یه اپنے هي ملک کي خام پیداوار استعمال میں نهیں لاتیں ' بلکه دور دراز علاقوں کي بهي خام پیداوار چاهتي هیں ' نیز انکي کثرت کي وجه سے اُن کي کهپت صرف انکے هي علاقے میں نهیں بلکه دنیا کے گوشه گوشه میں هوني چاهیے -

پراني ضروریات کي جگه جو ملکي پیداوار سے رفع هوجاتي تهیں ' نئي ضروریات پیدا هوگئي هیں جو اپنے رفع هونے کے لیے دور دراز ممالک کی پیداوار کا بهي مطالبه کرتي هیں -

یه حال صرف مادي پیداوار هي کا نهیں ' بلکه ذهني پیداوار کا بهي هے - ایک قوم کي دماغی پیداوار ' تمام قوموں کي عام ملکیت بن گئي هے - محدود تخیل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي هے ' اور قومي و مقامي ادبیات سے ایک عالمگیر ارضي علم ادب پیدا هو رها هے -

سرمایه دار طبقه ' آلات پیداوار کي تیز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانیوں کے ذریعه وحشي سے وحشي اقوام کو بهي تهذیب کي طرف کهینچ رها هے - سامان تجارت کي ارزاني هي وه بهاري توپ هے جس کے زور سے نهایت سرکش قوموں کو بهي اطاعت پر مجبور کردیا گیا هے - تمام اقوام کو موت کي دهمکي دي جارهي هے که سرمایه دارانه طریق پیداوار اختیار کرلیں ' اور نام نهاد تهذیب قبول کرکے مهذب بن جائیں -

سرمایه دار طبقه نے دیهات کو شهر کا تابع بنا دیا هے - بکثرت نئے شهر پیدا کردیے هیں - دیهات کے مقابله میں قصبات کي آبادي میں حیرت انگیز اضافه هوگیا هے - اور اس طرح دنیا کي بهت بڑي آبادي کو دیهاتي زندگي کي سادگیوں سے محروم کردیا هے -

اُس نے جس طرح دیهات کو شهر کا محتاج بنایا هے ' ٹهیک اُسي طرح وحشي اور نیم وحشي ممالک کو مهذب ممالک کا دست نگر بهي بنا دیا هے - کاشتکار قوموں کو سرمایه داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا دیا هے -

سرمایه دار طبقه ذرائع پیدوار ' ملکیت ' اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا هے - اُس نے آبادي گنجان کردي هے - ذرائع پیداوار میں مرکزیت پیدا کردي هے - اور ملکیت کو سمیٹ کر صرف چند هاتهوں کے اندر محدود کردیا هے -

اِس صورت حال کا لازمي نتیجه ' سیاسي مرکزیت تهي جو سرمایه دار طبقه کے هاتهوں وجود میں آچکي هے ' آزاد اور نیم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانین ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تهے ' کهینچ تان کے ایک قوم بنا دي گئي هیں ' ایسي قوم جس کي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ایک هیں -

سرمایه دار طبقه نے اپنے صد ساله جماعتي عهد حکومت میں ایسي عظیم الشان بار آور قوتیں پیدا کردي هیں جنهیں تمام پچهلي نسلیں بهي پیدا نه کرسکي تهیں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضه کیا ' علم آلات اور کیمیا کا صنعت و زراعت میں استعمال کیا ' دخاني جهاز ' ریلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کیے ' زراعت کے لیے تمام براعظموں کي صفائي کي ' دریاؤں کي نهر بندي کي ' اور زمین کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بهلا کسي

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات "کمیونیزم" کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ھے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع هوچکي هیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونسٹ رهنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین هیں' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کردي ھے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت هو گئي ھے ' اور هر ملک کیلیے ضروري هو گیا ھے کہ نہ صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکہ علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعہ کرے' اور نقد و بصیرت کے ساتھہ صحیح راے قائم کرے - جہانتک همیں معلوم ھے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں هوئي ھے جس میں صحت کے ساتھہ اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذهب کي حقیقت واضح کي گئي هو - یہ نیا مجموعہ دیکھکر همیں خیال هوا کہ کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع هیں - هم ان مقالات میں سے ایک مقالہ الهلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے هیں - اس کے مطالعہ سے نہ صرف اس مذهب کے اصول و عقائد بلکہ اسکے ظهور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح هوجائیگي -

یہ واضح رھے کہ اس مقالہ اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یہ ھے کہ وقت کي ضروري معلومات اردو خواں طبقہ کے لیے مہیا هوجائے - یہ مقصود نہیں ھے کہ یہ خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں کہ وہ یک قلم مقبول اور پسندیدہ خیالات هیں - همارے خیال میں "کمیونیزم" موجودہ تمدن کي سرمایہ دارانہ بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ھے' اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایہ داري افراط کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچ چکي ھے ' اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطہ کا ظهور ھے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں هوسکتي ' وہ همیشہ درمیان کي راہ هوتي ھے !

---

(۱)

(سرمایہ دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ھے -

آزاد اور غلام ' شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے اور بنجارے ' مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم' همیشہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رھے ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رھے جو کبھي علانیہ تھي اور کبھي خفیہ ' مگر جسکا خاتمہ همیشہ یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں هوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً هر جگہ سوسائٹي مختلف درجوں اور گروهوں میں بٹي هوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي هوئي نظر آتي ھے - قدیم روم میں هم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے هیں - قرون وسطی میں جاگیردار' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشہ ' اور خدمتگار دکھائي دیتے هیں - صرف یہي نہیں بلکہ اِنمیں سے هر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ھے -

موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر هوئي ھے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہیں کیں ' بلکہ پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ' ظلم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے هیں -

البتہ همارے موجودہ سرمایہ دار عہد نے یہ امتیاز ضرور حاصل کیا ھے کہ اُس نے جماعتي اختلاف محدود کردیے هیں ' اور تمام سوسائٹي سمیت کے دو بڑي حریف جماعتوں : "سرمایہ دار" اور "مزدور" میں تقسیم کردي ھے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي نمائندوں کي ابتدا هوئي ' اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایہ دار طبقہ کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکہ کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے هوئے سرمایہ دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکہ کے استعمار' مستعمرانہ تجارت ' نیز ذرائع تبادلہ اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت' جہاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانہ نظام وہ بڑھتي هوئي ضرورتیں پوري نہیں کر سکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھہ پیدا هوگئي تھیں - نتیجہ یہ هوا کہ دست کاري کے نظام نے اُسکي جگہ لے لي ' تجارتي مکھیے معزول هوگئے ' متوسط صنعتي طبقہ اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم هوگئي -

سرمایہ دار طبقہ نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیر دارانہ ' بزرگانہ ' مذهبي ' اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے "فطري سرداروں" سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشتہ کے سوا کوئي رشتہ باھمي روابط کا باقي نہ چھوڑا جسے برھنہ خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشتہ کہتے هیں -

ادنی اور متوسط طبقه ' چهوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پیشه ' زمیندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوري پیشه طبقه میں جذب هو رهے هیں - کچهه تو اس وجه سے که اُنکا معمولي سرمایه موجوده صنائع کیلیے ناکافي هے اور بڑے بڑے سرمایه داروں کے مقابله میں بیکار هوجاتا هے ' اور کچهه اس وجه سے که اُنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاهر هوکر بے قدر کر دیا هے - اس طرح مزدوروں کا یه طبقه صرف مزدوروں هي سے نهیں بلکه آبادي کے هر حصه سے مرکب هے -

(۲)

مزدوري پیشه طبقه مختلف تدریجي مرحلوں سے گزر کر اِس درجه تک پهنچا هے - سرمایه دار کے بر خلاف اُسکي جد و جهد اُسکي پیدائش کے وقت هي سے شروع هوگئي هے -

سب سے پہلے یه جد و جهد ایک فرد واحد مزدور کي جد و جهد کي حیثیت سے شروع هوئي ' پهر کسي ایک کارخانه کے مزدوروں کي جد وجهد بني ' پهر کسي خاص نواح کے تمام هم پیشه مزدوروں کي جد و جهد کي صورت میں تبدیل هوگئي ' جسکا مقصد سرمایه داروں سے جنگ کرنا تها جو ان سب کو براه راست تباه کر رها تها -

اِس منزل میں مزدور ' سرمایه دارانه طریق پیداوار پر نهیں بلکه خود آلات پیداوار پر حمله کرتے تهے - بیروني مال برباد کر ڈالتے تهے ' مشینیں توڑ پهوڑ ڈالتے تهے ' کارخانوں میں آگ لگا دیتے تهے ' اور کوشش کرتے تهے که طاقت کے زور سے اپني وه حیثیت پهر قائم کردیں جو قرون وسطی میں ضائع هوچکي تهي - لیکن باوجود متحده مقصد رکهنے کے ' اِس منزل میں ' مزدور ایک غیر متحد بهیڑ کي شکل رکهتے تهے جو تمام دنیا میں پهیلی هوئي تهي ' اور جسکے اندر باهمي مقابله کے جذبه نے پهوٹ ڈال دي تهي -

اِس دور میں مزدور جب منظم هوے کیلیے متحد هوئے ' تو یه اُنکے اپنے اتحاد کا نهیں ' بلکه سرمایه دار طبقه کے اتحاد کا نتیجه تها - وه اپنے سیاسي مقاصد کے حصول کیلیے مجبور هو جاتا تها که مزدوروں میں ایک نئي حرکت پیدا کردے -

اِس منزل میں مزدور براه راست اپنے دشمنوں سے نهیں لڑتے تهے ' بلکه ان کي جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے هوتي تهي ' یعني مطلق العنان شاهي سے ' زمینداروں سے ' غیر صنعتي اور چهوٹے چهوٹے سرمایه داروں سے -

اس طرح مزدوروں کي یه پوري تاریخي تحریک ' سرمایه دار طبقه هي کے هاتهوں میں رهي هے ' اور تمام کامیابیاں جو اُسے حاصل هوئي هیں ' سرمایه داروں هي کي کامیابیاں هیں -

صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي کمیت میں صرف افراد هي کا اضافه نهیں هوا ' بلکه بڑي بڑي جماعتیں بهي اس میں شامل هوتي گئیں اور ابتک هو رهي هیں -

اس کي طاقت روز بروز بڑه رهي هے اور وه اپني طاقت کي افزوني برابر محسوس کر رها هے -

جوں جوں مشینري ' محنت کے امتیازات مٹاتي جاتي هے اور اُجرت هر جگه کم سے کم کرتي جاتي هے ' اسي قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگي میں بهي یکسانیت پیدا هو رهي هے -

سرمایه دار طبقه میں مقابله کي روح جس قدر ترقي کرتي جاتي هے اور تجارتي مشکلات جسقدر بڑهتي جاتي هیں ' اسي قدر مزدوروں کي اجرت میں اتار چڑهاؤ زیاده هوتا جاتا هے - مشینري کي مسلسل اور تیز ترقي مزدوروں کي روزي کو برابر غیر محفوظ بنا رهي هے ' اور انفرادي مزدور اور انفرادي سرمایه دار کا شخصي تصادم ' جماعتي تصادم کي صورت اختیار کرتا جاتا هے - ایک طرف مزدور ' سرمایه داروں کے خلاف متحد هو رهے هیں - دوسري طرف سرمایه دار شرح اجرت برقرار رکهنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتها بندي کر رهے هیں - انهوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کي صورت میں منظم کرلیا هے ' تاکه اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رهیں - کهیں کهیں یه باهمي لڑائي بغاوت کي صورت میں بهي پهوٹ چکي هے -

کبهي کبهي مزدوروں کو فتح حاصل هوجاتي هے ' مگر محض تهوڑي مدت کے لیے - اس سے همیں گهبرانا نهیں چاهیے - کیونکه ان کي جد و جهد کا اصلي ثمره فوري کامیابي نهیں بلکه اُن کے بڑهتے هوئے اتحاد میں هے - اِس اتحاد کو موجوده ذرائع آمد و رفت سے جو موجوده صنعت کي ایجاد هیں ' بهت مدد مل رهي هے - مختلف ممالک کے مزدور باهم دگر مل رهے هیں ' اور اِس طرح وه کام انجام پا رها هے جس کي ازحد ضرورت تهي - وه اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطی کے شهریوں کو اپني خراب سڑکوں کي وجه سے صدیاں لگ جاتیں ' موجوده مزدوروں کو ریلوے کے ذریعه چند سالوں کے اندر حاصل هوگیا هے -

مزدوروں کي جماعتي اور سیاسي تنظیم خود اُن کے باهمي مقابله کي وجه سے همیشه رک رک جایا کي هے ' لیکن هر مرتبه زیاده قوت ' زیاده استقلال ' اور زیاده استحکام کے ساتهه اُبهري هے - سرمایه داروں کي باهمی پهوٹ سے اُسے کافي فائده پهنچا هے ' اور وه هر موقعه پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانوني اعتراف پر مجبور هوگئے هیں -

قدیم سوسائٹي میں جماعتوں کا باهمي تصادم ' مختلف طریقوں سے مزدوري پیشه طبقه کو بڑها رها هے - خود سرمایه دار بهی مجبوراً اسکي ترقي کا باعث هوئے هیں - وه اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے هیں - ایک طرف خانداني اِمارت هے ' دوسري طرف خود سرمایه داروں کي وه جماعتیں هیں جنکے مفاد صنعتي ترقي کے منافي هیں - تیسري طرف بیروني ممالک کے سرمایه دار هیں جو هر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار هیں - غرضکه سرمایه داروں کو هر طرف لڑنا اور هر ایک سے نبرد آزمائي کرني پڑتي هے - ظاهر هے ' وه تن تنها اتنے دشمنوں کا مقابله نهیں کر سکتے ' اور مجبور هوتے هیں که مزدوروں سے اعانت کي اپیل کریں - اِس طرح وه خود هي مزدورونکو سیاسي اکهاڑه میں کهینچ لاتے هیں ' اور اُن کیلیے اجتماعي تعلیم کے عناصر مهیا کردیتے هیں - وه خود هي مزدوروں کے هاتهه میں وه هتیار دیدیتے هیں جو خود اُن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یهي نهیں بلکه صنعت کي ترقي نے حکمراں طبقه کے تمام حصوں کو بهي عجلت اور گهبراهت کے ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي طرف دهکیلنا شروع کر دیا هے ' یا کم از کم انکي زندگي خطره میں ڈالدي هے - یهي وجه هے که یه حکمراں جماعت مزدوري پیشه طبقه کیلیے ترقي کے بے شمار پرزے مهیا کر رهي هے -

پچھلي نسل کو یه رھم بھي گزرا تھا که اجتماعي محنت کي گود میں ایسي بار آور قوتیں پڑي سو رھي ھیں ؟

گزشته بیان میں ھم واضح کر چکے ھیں که ذرائع پیداوار اور تبادله جن کي بنیادوں پر سرمایه دار طبقه نے اپني عمارت کھڑي کي ھے ' اگرچه جاگیرداري کے عہد میں پیدا ھوئے تھے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئي فائده نه اُٹھا سکي بلکه اُلٹے اُنکے گرداب میں پڑکر تباه ھوگئي ' کیونکه یه ذرائع پیداوار اور تبادله جب اپني ترقي کي ایک خاص منزل پر پہنچ گئے ' تو وه حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائٹي پیدا کرتے اور تبادله کرتے تھے ' یعني کاشتکاري و دستکاري کا جاگیر دارانه نظام ' ترقي یافته قوتوں کے سامنے ٹھہر نه سکے - وه پیداوار کو سہارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجھل بیڑیاں بن گئے ' جن کا توڑ کرنا ضروري تھا - چنانچه اُنکي جگه آزاد مقابلے اور سرمایه دار طبقه کي اقتصادي و سیاسي حکومت نے لے لي -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعاده پھر شروع کیا ھے ' جو کچھه جاگیر داروں پر گزرا ھے ' وھي اب سرمایه داروں کو درپیش ھے :

سرمایه دارانه حالات ' پیداوار ' تبادله ' سرمایه دارانه املاکي رشتے ' غرضکه پوري موجوده سرمایه دار سوسائٹي جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے ھیں ' سخت مصائب میں مبتلا ھے - اسکي مثال اُس جادوگر کي سي ھے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا ھے مگر انپر قابو نہیں رکھه سکتا -

بہت زمانه تک صنعت و تجارت کي تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کي موجوده حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کي عام تاریخ رھي ھے - اس سلسله میں اُن تجارتي مشکلات کي طرف اشاره کردینا کافي ھوگا جو وقتاً فوقتاً پوري سرمایه دار سوسائٹي کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کردیا کرتي ھیں -

لیکن باوجود اِن ھولناک خطروں کے ایک عام اجتماعي وبا پھیلي ھوئي ھے جسکا نام " زائد پیداوار " ھے اور جو پچھلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم ھوتي -

اِس صورت حال کا نتیجه یه ھے که سوسائٹي اپنے تئیں اچانک ایک عارضي وحشیانه حالت میں مبتلا پاتي ھے - قحط اور بربادي کي ایک عالمگیر جنگ برپا ھو جاتي ھے - معلوم ھوتا ھے که صنعت و تجارت اور زندگي کے تمام ذرائع تباه ھو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے که تہذیب بہت زیاده ھوگئي ھے ' ذرائع زندگی بہت زیاده ھوگئے ھیں ' صنعت بہت زیاده ھوگئي ھے ' تجارت بہت زیاده ھوگئي ھے !

اِن خطرات کا مقابله سرمایه دار کیونکر کرتے ھیں ؟ اِس طرح که ایک طرف تو بہت سي بار آور قوتیں بجبر برباد کرڈالتے ھیں ' دوسري طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے ھیں - اِسکے معني یه ھیں که وه اور بھي زیاده وسیع اور زیاده برباد کن مشکلات کیلیے راسته ھموار کررھے ھیں اور ساتھه ساتھه وه ذرائع بھي مٹائے جاتے ھیں جنسے یه مشکلات رفع کي جاسکتي تھیں -

غرضکه وه ھتیار جنسے سرمایه داروں نے جاگیرداري پر فتح حاصل کي تھي ' اب خود انھیں پر اُلٹ پڑے ھیں -

لیکن سرمایه داروں نے صرف یه مہلک ھتیار ھي نہیں گڑھے ھیں ' بلکه وه لوگ بھي پیدا کردیے ھیں جو یه ھتیار استعمال کرینگے - وه کون ھیں ؟ موجوده مزدور !

جس تناسب سے سرمایه اور سرمایه داروں نے ترقي کي ھے ' اِسي تناسب سے مزدوروں نے بھي ترقي کي ھے - اِس طبقه کي زندگي اُسي وقت تک ھے جبتک اُسے کام ملتا رھے ' اور کام اُسي وقت تک ملتا ھے جبتک وه سرمایه کو بڑھاتا رھے - یه مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کردیے گئے ھیں ' تجارت کي دوسري چیزوں کي طرح ایک جنس ھوگئے ھیں اور مقابله کے ھیر پھیر اور نرخ کے چڑھاؤ اُتار سے ھمیشه مصیبت جھیلتے رھتے ھیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کي تقسیم کے باعث اپني انفرادي شخصیت سے محروم ھوگیا ھے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئي خاص کشش نہیں رکھتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمه بنا دیا گیا ھے ' جس سے نہایت آسان کام کي خواھش کي جاتي ھے - جسکا نتیجه یه ھے که اب اُسکي قیمت گھٹ کر بس اِتني ھي ره گئي ھے که مزدور بمشکل اُس سے اپني قوت لایموت کا سامان کرسکتا ھے -

اب ایک مصنوعي برتن اور مزدور ' دونوں ھم درجه چیزیں ھوگئي ھیں جنکي قیمت اُنکي لاگت کے حساب سے ھوتي ھے - یہي سبب ھے که جوں جوں محنت سستي ھوتي جاتي ھے ' مزدوري بھي گھٹ رھي ھے - پھر تماشه یه ھے که جسقدر کام کي تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑھتا جاتا ھے ' اِسي قدر کام کا بوجھه بھي بڑھ رھا ھے ' یا تو کام کے گھنٹے بڑھا دیے جاتے ھیں ' یا زیاده کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا ھے ' یا مشین کي رفتار میں اضافه کردیا جاتا ھے ' (وغیره وغیره)

موجوده صنعت نے نیک آقا کي چھوٹي سي دکان کو صنعتي سرمایه دار کے بڑے کارخانه کي صورت میں بدل دیا ھے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بھرے ھوئے ھیں جن کي تنظیم سپاھیوں کي طرح کي جاتي ھے ' اور جو سپاھیوں ھي کي طرح چھوٹے بڑے افسروں کي ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجه میں جکڑ دیے گئے ھیں - وه نه صرف سرمایه دار طبقے اور سرمایه دار حکومت کے غلام ھوتے ھیں ' بلکه انھیں شب و روز ھر سرمایه دار صناع کي بھي غلامي کرني پڑتي ھے -

جسقدر کھلے الفاظ میں یه خود سر حکومت اعلان کرتي جاتي ھے که خود غرضي اور منفعت شخصي اس کا مقصد ھے ' اُسي قدر وه حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف ده ھوتي جاتي ھے !

دستي مشقت میں قوت اور چستي کي ضرورت جتني کم ھوتي جاتي ھے ' یعني موجوده صنعت جس قدر زیاده ترقي کرتي جاتي ھے ' اُسي قدر مردانه محنت کي جگه زنانه محنت کو دي جارھي ھے - مزدوري پیشه طبقه کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئي معاشرتي اھمیت نہیں رکھتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے ھوگئے ھیں جن کي قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گھٹتي بڑھتي رھتي ھے -

جوں ھي مزدور کو اپنے سرمایه دار آقا سے مزدوري ملتي ھے ' فوراً دوسري سرمایه دار جماعتیں اُس پر ٹوٹ پڑتي ھیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساھوکار ' غرضکه سب کے سب اُس کے لوٹنے کھسوٹنے کو آ موجود ھوتے ھیں -

عظمت کا باب اِسي وقت سے شروع هوتا هے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' محققانه روح ' اور عزم و همت کي قوت ظاهر هوتي هے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بهي سیکهني پڑتي هیں - فارسی زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً هندوستان میں ٹهیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تهي !

غرضکه ابن بطوطه اپنے مشرقي سفر پر روانه هوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا راستے کے جمله حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پهر دجله و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل هوا ' اور شیراز و اصفہان وغیرہ کی سیر کي - لیکن وہ آگے نہیں بڑها بلکه لوٹ کر پهر دجله و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کی حالت نہایت زبوں تهي - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافه ویران هوگیا تها - ابن بطوطه یہاں بہت متأثر نظر آتا هے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظہار کرتا هے -

بغداد سے سباح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کی یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع هوجاتی هے - نہیں معلوم کیوں ' وہ پهر بغداد اور بغداد سے مکه پہنچ جاتا هے - وہ هم سے صرف اِس قدر کہتا هے که دوسري مرتبه مکه معظمه اِس حال میں پہنچا که سخت بیمار تها - چنانچه کامل ایک سال جوار بیت الله میں مقیم رهتا هے - اِس طویل اقامت کے بعد پهر اُس میں نیا جوش پیدا هوتا هے اور پہلے سے بهي زیادہ طویل سفر پر روانه هوجاتا هے -

چنانچه وہ یمن پہنچتا هے - پهر سومال جاتا هے - پهر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کی سیر کرتا هوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا هے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا هے - مگر ٹهرتا نہیں اور صحراء طے کرکے سه بارہ مکه معظمه میں وارد هوتا هے - یہاں ملک الناصر شاہ مصر سے اُس کي ملاقات هوتي هے

حج کے بعد پهر سفر شروع کرتا هے اور اِس مرتبه بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد نوبه ' صعید مصر کی سیاحت کرتا هوا قاهرہ پہنچتا هے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکه شام چلا جاتا هے اور ساحل لاذقیه سے جہاز پر بیٹهه کے سنه ۷۳۳ ھ (سنه ۱۳۳۳ع) میں ساحل اناطولیه پر قدم رکهتا هے -

(اناطولیه)

اُس وقت اناطولیه میں سلجوقی امراء و سلاطین کا دور دورہ تها - لیکن آل عثمان کا قبیله عروج حاصل کررها تها - آهسته آهسته سلجوقي امراء اُس کے سامنے هتیار رکهتے جاتے تهے - سلطنت عثمانیه کے باني اول عثمان نے بیزنطینی شہنشاهي میں ابهي دور تک هاتهه پاؤں پهیلا دیے تهے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایۂ تخت بروسه تها اور ابن بطوطه کے زمانے میں سلطان آرخان بن عثمان کی حکومت تهي -

آرخان کے علاوہ سلجوقي امراء میں سب سے زیادہ طاقتور محمد اُزبک خاں شاہ شمال تها - یه شہنشاہ قسطنطنیه کا داماد بهی تها - ابن بطوطه یه ملک دیکهه کر بہت متعجب هوا - کیونکه اگرچه یہاں اِسلام کو غلبه حاصل هوچکا تها مگر نومسلموں کے عادت و اطوار عجیب طرح کے تهے - اِبن بطوطه نے پورے ملک کي سیاحت کي هے اور بڑی تفصیل سے جمله حالات بیان کیے هیں - یه عجیب بات هے که هر ملک میں وہ قصر شاهي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تها - یہاں کے بهي تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں

(قسطنطنیه)

اناطولیه سے وُہ قسطنطنیه کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکه " خاتون بیلون " بهي اپنے باپ شہنشاہ قسطنطنیه کي ملاقات کو جا رهي تهي - اِبن بطوطه اِسي شاهي قافله میں داخل هوگیا اور سنه ۷۳۳ ھ - سنه ۱۳۳۳ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیزنطیني پایۂ تخت میں داخل هوا -

سیاح خود اپني زبان سے یه واقعه اِس طرح بیان کرتا هے :

" هم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمیٰ میں داخل هوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رهے تهے که در و دیوار تک گونج اٹهے تهے - هم قصر شاهي کے پہلے پهاٹک پر پہنچے - وهاں سو سنتري اپنے سپه سالار کے ساتهه کهڑے تهے اور آپس میں کهه رهے تهے " سراکنون ' سراکنون " جس کے معني هیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام هے - شاید اِبن بطوطه نے یهي لفظ سنا هوگا)

پهر وہ شہنشاہ سے اپني ملاقات کا حال لکهتا هے :

" چوتهے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل هندي میرے پاس بهیجا - وہ مجهے قصر شاهي میں لے گیا - هم چار پهاٹکوں سے گزرے - هر پهاٹک میں مسلح سپاهي موجود تهے - پانچویں پهاٹک پر غلام مجهے چهوڑ کر چلا گیا - پهر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنهوں نے میري تلاشي لي که کوئي چهري تو چهپي هوئي نہیں هے - افسر نے بتایا که یہاں کا دستور ایسا هي هے - جو شخص بهي بادشاہ سے ملنا چاهتا هے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي هے - پهر پهاٹک کهولا گیا - میں اندر داخل هوا - چار آدمیوں نے مجهے گهیر لیا - دو مجهے آگے سے پکڑے تهے ' دو پیچهے تهے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراسته تهیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تهیں - بیچ میں فوارہ تها - دونوں جانب سپاهي صف بسته کهڑے تهے اور بالکل خاموش تهے - وسط میں تین اور آدمي کهڑے تهے - اِنهوں نے مجهے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کرلے چلے - انمیں ایک یهودي تها - یهودي نے مجهه سے عربي میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان هوں " پهر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاہ مع اپني ملکه کے تخت شاهي پر جلوہ افروز تها - داهنے طرف چهه آدمي کهڑے تهے - بائیں طرف چار آدمي تهے - سب هتیار بند تهے - بادشاہ کے قریب پہنچنے سے پہلے مجهه سے کہا گیا که تهوڑي دیر بیٹهه کر حواس درست کرلو - پهر میں تخت شاهي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - پادشاہ نے بیٹهنے کا اِشارہ کیا - مگر میں بیٹها نہیں - پادشاہ نے مجهه سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچها - مقدس چٹان ' مولد مسیح ' بیت لحم ' شهر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پهر دمشق ' مصر عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچهے - میں نے هر سوال کا جواب دیا - یهودي ترجمه کرتا جاتا تها - شاید شہنشاہ کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچه اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکهو - پهر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراسته گهوڑا اور چهتر بهي عنایت کیا ' جو شاهي امان کي علامت هے "

اِس شہنشاہ کا نام اِبن بطوطه نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکها هے - ممکن هے یه اُن کے مسیحي نام هوں - ورنه

جس طرح پچھلے زمانه میں شرفاء کا ایک حصه سرمایه داروں میں آ ملا تھا ' اسي طرح اب سرمایه داروں کا ایک حصه مزدوروں میں آ رہا ہے ' خصوصاً وہ مفکر حصه جسے اِس تاریخي تحریک کا نظري علم حاصل ہوگیا ہے -

تمام جماعتیں جو دي الحال سرمایه دار طبقه سے برسر جنگ ہیں ' انمیں صرف مزدوري پیشه جماعت ہي ایک حقیقي انقلابي جماعت ہے - باقي تمام دوسري جماعتیں موجوده صنعت کے سامنے سڑتی اور گلتي چلی جاتي ہیں - اور یه کچھه عجیب نہیں' کیونکه مزدوري پیشه طبقه ہي صنعت و حرفت کي خاص اور براه راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقه ' جھوٹے چھوٹے دستکار ' معمولي دکاندار ' زراعت پیشه زمیندار ' تو یه سب سرمایه دار طبقه سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں که متوسط طبقه کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپني حیثیت برقرار رکھیں - یه جماعتیں انقلابي نہیں بلکه قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہي نہیں بلکه رجعت پسند بھي ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کي کوشش کر رہي ہیں ; اگر وہ کبھي انقلابي ہو بھي گئیں ' تو صرف اس خوف سے ہونگي که مبادا مزدوري پیشه طبقه میں جبراً دھکیل نه دي جائیں -

گزشته سوسائٹي کے معاشرتي حالات اب مزدوروں کے معاشرتي حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوري پیشه طبقه بغیر کسي ملکیت کے ہے ' اسکے اپنے بیوي بچوں سے رشتے سرمایه دارانه خانداني رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجود صنعتي محنت اور سرمایه داري نے انگلینڈ ' فرانس ' امریکه ' اور جرمني میں مزدوروں کے تمام قومي اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون ' اخلاق ' مذہب ' تتلیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایه دار اُنھیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشته جماعتوں نے طاقت پاکر ہمیشه یہي کوشش کی ہے که اپني حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹی کو اپنے ہي طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھي اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹي کي بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک که سبے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نه کردیں - خود مزدوروں کے پاس کوئي ایسی چیز نہیں جسکی انہیں حفاظت کرني ضروري ہو - انہیں شخصی ملکیت کي تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کردني چاہئیں -

تمام پچھلي تاریخي تحریکیں یا تو آبادي کي اقلیت کي تحریکیں تھیں یا انکے مفاد کیلیے تھیں لیکن مزدوروں کي تحریک بالکل دوسري ہي نوعیت کی ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کي ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوري پیشه طبقه ' موجوده سوسائٹي کي سب سے نچلي پرت ہے - وہ اُس وقت تک نہیں اٹھه سکتا ہے ' جبتک که اوپر کے وہ تمام پرت جنسے حاکمانه سوسائٹي مرکب ہے ' پرزے پرزے کرکے اڑا نه دیے جائیں -

اگرچه مزدوروں کا قیام قومي بنیادوں پر نہیں ہے ' لیکن سرمایه داروں کے برخلاف انکی جد و جہد ضرور قومی ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو قدرتي طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایه داروں سے نپٹ لینا چاہئے

ابن بطوط کی سیاحت

(ایشیائي تاریخ میں اُس کا مرتبه)

(عبد الله عنان ایک مصري اہل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکه مارکو پولو نے اپني ایشیائي سیاحت ختم کي ' طنجه (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا (۷۰۳ ھ - سنه ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد الله محمد بن عبد الله تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطه کے نام سے جانا - آٹھویں صدي ہجري کي چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کي بھي ہے -

ابن بطوطه کي طفولیت اور ابتدائي تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے که اُس نے دیني علوم میں پوري طرح مہارت حاصل کرلي تھی - ہم اُن اسباب سے بھي ناواقف ہیں جنھوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آماده کیا - زیاده سے زیاده ہم یه جانتے ہیں که ۲۲ سال کي عمر میں اُسے حج اور بیت الله کي زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسي ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کي مادي طیاري کافي نه تھي - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصیٰ کے بڑے بڑے شہر : تلمسان ' الجزائر ' بجایه ' قسطنطنیه سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطني کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے که جب تیونس میں اُسے کسي نے اجنبیت کي وجه سے سلام نه کیا " تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاري ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا ! "

حاجیوں کے قافله کے ساتھه وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریه پہنچا - یه اُس کے سفر کا دسواں مہینه تھا - اسکندریه اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نه کیا که سرسري طور پر دیکھه کر آگے بڑھ جائے - چنانچه وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کي طرح شہر اور اُس کے آثار کي تحقیقات شروع کردي - یہاں سے فارغ ہوکر قاہره پہنچا پایۂ تخت کي عمارتیں ' مسجدیں ' ہرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کي اِسي قدر نہیں بلکه وہ مصر کے علماء ' امراء ' حتیٰ که بادشاہ تک سے ملا - یه زمانه ملک ناصر بن قلاوون کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کي راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامي اور مسیحي مقامات مقدسه کی سیر کي - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

ہم کہه چکے ہیں که اُس نے حج کي نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسي زمانے میں اُسے مشرقي دنیا کی سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچه وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یه مرحله بہت ہي سخت تھا - اب تک اُسے کوئي ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ بے خوف و خطر روانه ہوجاتا ہے - درحقیقت ابن بطوطه کي سیاحت اور

هوائی سفر کا ایک نیا تجربه !

سائنٹفک امریکن کي آخري اشاعت نے امریکه کے ایک نئے فضائي تجربه کي روئداد شایع کي هے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے هیں ؟ یه واقعه اس حقیقت کي ایک تازه مثال هے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحري تنگ نائے پر بجلي کے تاروں کا سلسله قائم هے - یه تار معمولي کھمبوں پر نصب هیں - جس طرح کے کھمبے هر جگه تار کا سلسله قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے هیں - پچھلے دنوں بجلي کے کارخانه کے بعض افسروں نے اراده کیا که اگر تار کا تمام سلسله رنگ دیا جاے تو حفاظت اور پائداري کے لیے بهتر هوگا - لیکن مشکل یه پیش آئي که موجوده نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر هو ؟ تار کا بڑا حصه تنگ نائے کے اوپر سے گزرا هے ' اور نهایت بلندي پر واقع هے - کوئي کشتي ' کوئي جهاز ' کوئي سواري ' اس غرض کے لیے کام نهیں دے سکتي تھي - بالاخر انهوں نے غور کرنا شروع کیا که خاص اس غرض کے لیے کوئي نیا ذریعه پیدا کیا جا سکتا هے یا نهیں ؟ تھوڑي سي کاوش کے بعد وه ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعه پیدا کرنے میں کامیاب هو گئے - نوعیت کے اعتبار سے یه نهایت سهل اور ساده قسم کي چیز هے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائي تجربه کا دروازه کھول رهي هے - اس تجربه سے ثابت هو گیا که اگر ضرورت پیش آجاے ' تو ایسي فضاي سواري استعمال کي جا سکتي هے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ایک نقطه سے دوسرے نقطه تک بغیر کسي خطرے کے سوار کو پهنچا دے !

تصویر میں یه سواري تار پر چلتي هوئي نظر آ رهي هے - دوسري تصویر میں وه ابتدائي نقطه دکھلایا گیا هے جهاں سے روانگي شروع هوئي هے ' اور پهلي میں درمیاني حالت دکھلائي هے - یه ایک پتلا سا تخته هے جس میں هاتھه سے چلانے کي چرخي لگي هے ' اور چھوٹے چھوٹے پهیوں سے تار پر دوڑ رها هے - سائنٹفک امریکن کا نامه نگار کهتا هے " دو آدمي اس آله پر سوار هوے اور بغیر کسي حادثه کے تار پر سفر کرتے هوے چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت هو گیا که تار پر معلق چلنے والي ٹرینوں کي تجویز پوري طرح کامیاب هو سکتي هے - نیز اگر ضرورت پیش آجاے ' تو دنیا کي بڑي بڑي بحري آبنائیں معلق سواریوں کے ذریعه به آساني زمین سے ملا دي جا سکتي هیں -

معلوم ہے کہ اُس عہد کے قیصر کا نام اندرو نیکوس ثالث تھا اور
اُسکا باپ اندرونیکو ثانی تھا -

اُس زمانے میں قسطنطنیہ اپنی سابق عظمت سے بہت کچھہ
محروم ہوچکا تھا - ستر برس پہلے صلیبی مجاہدوں نے آکے فتح کیا
اور بہت کچھہ برباد کرکے چلے گئے - تاہم اب بھی وہ عروس البلاد
تھا - ابن بطوطہ نے پوری تدقیق سے اُس کا حال لکھا ہے - ایک
جگہ کہتا ہے :

" یہ شہر بہت ہی عظیم الشان ہے - دو حصوں میں منقسم
ہے - وسط میں ایک بہت زیادہ مد و جزر رکھنے والا دریا موجزن ہے -
(یعنی قرن الذهب) اِس دریا کا نام " ابسمی " ہے - شہر کے
ایک حصے کا نام " اصطنبول " ہے اور دریا کے مشرقی کنارے
پر آباد ہے - اِسی میں قصر شاہی اور امراء کے محل ہیں - یہ حصہ
بہت آباد ہے - بازار پر رونق ہیں - سڑکیں کشادہ اور پختہ ہیں -
شہر ایک پہاڑ پر آباد ہے جو نو میل تک سمندر میں پھیلتا چلا گیا ہے -
اُس کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا قلعہ اور شاہی محل ہے - ایک
دیوار اِس پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہے اور سمندر کی طرف سے اُسے
مسخر کرنا نا ممکن ہے - اِسی حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا ہے -
شہر کے دوسرے حصے کا نام " غلطہ " ہے - وہ دریا کے مغربی
کنارے پر ہے - اِس حصے میں فرنگی نصاری رهتے ہیں - چنانچہ
جنیوا ، وینس ، روم ، فرانس ... کے باشندے موجود ہیں "

عرب سیاح نے بڑی تفصیل سے قسطنطنیہ کے گرجوں اور
خانقاہوں کا حال لکھا ہے - خاص شاہی اذن سے اُس نے ترجمان
کے ساتھہ اِن تمام مقامات کی سیر کی تھی -

قسطنطنیہ میں چند ہفتے مقیم رہا - یونانی تمدن کا اُس کے
دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پھر وہ دو بارہ اناطولیا طے کرکے ترکستان
کی طرف بڑھا اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یہ صوبہ مذکور الصدر
سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تھا - یہاں سے بخارا پہنچا - شہر
تاتاری حملہ سے برباد ہو چکا تھا - عرب سیاح نے حضرت امام
بخاری جامع حدیث کی قبر کی زیارت کی - پھر بلوچستان
ہوتا ہوا ہندوستان میں داخل ہوا ، اور سنہ ۷۳۴ ھ میں پنجاب
پہنچ گیا -

ابن بطوطہ کا سفر ہندوستان بہت طویل تھا - اُس نے اِس
بر اعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا -
حتی کہ سیلون تک پہنچا - ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں سے
ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاہ سے بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا -
یہاں وہ کئی سال رہا اور منصب قضاء پر مامور ہوگیا - نیز کئی
سیاسی سفارتوں پر بھی گیا ، اور بادشاہ کی بہت سی خدمات
بجا لایا -

ہندوستان کے حالات ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان دیے
ہیں - ہندؤں کے رسم و رواج ، عبادات ، عادات پر بحث کی ہے -
ہندوستان میں ایک مرتبہ اُسے ڈاکوں نے لوٹ لیا تھا - اُس کے
کاغذات بھی لے گئے تھے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف
ہے - کیونکہ اُن میں اُس کے سفر کی یاد داشتیں بھی تھیں -

ہندوستان سے وہ جاوا اور سماترا گیا - پھر شمال کی طرف روانہ
ہوا - وہ ہم سے کہتا ہے کہ یہ سفر چین کا تھا - مگر تفصیل سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ چینی ہندوستان اور جنوبی چین سے آگے نہیں
بڑھا - شمال میں اُس کا سفر بہت ہی محدود تھا - چین سے
پھر جاوہ کی طرف لوٹا - جاوہ سے ہندوستان آیا - پھر فارس ، عراق ،
شام ، مصر ہوتا ہوا تیونس پہنچا - تیونس سے جہاز پر بیٹھا ، اور
سنہ ۷۵۳ ھ میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد
وطن واپس ہوا !

لیکن اپنے وطن طنجہ میں اُس کا قدم زیادہ دن تک نہیں جما -
اندلس کی سیاحت پر روانہ ہوگیا - اُس وقت یہ اسلامی سلطنت
سمٹ کر غرناطہ کے علاقہ میں محصور ہوگئی تھی - سلطان
ابو الحجاج ، یوسف بن الولید النصري کا زمانہ تھا - ابن بطوطہ نے
وہاں کے علماء و فقہاء سے ملاقاتیں کیں ، قدیم آثار دیکھے ، پھر
مراکش واپس آ گیا -

مگر یہ واپسی بھی عارضی تھی - تھوڑے ہی عرصہ بعد
صحراء اعظم کی راہ سے سوڈان کے سفر پر روانہ ہوگیا - لیکن یہ
اُس کا آخری سفر تھا - سلطان ابو عنان شاہ مراکش مزید سفر سے
مانع ہوا اور اپنی مصاحبت پر اصرار کیا - یہ واقعہ سنہ ۷۵۵ ھ کا ہے -
ابن بطوطہ نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کی - ۲۲ برس کی
عمر میں سیاحت شروع کی اور ۵۵ - برس کی عمر میں ختم کی -

ابن بطوطہ سلطان مراکش کا درباری بن گیا - سلطان اُس کے
حالات سفر سن کر بہت مسرور ہوتا تھا - بعض لوگ ابن بطوطہ
کی صداقت میں اُسی طرح شبہ کرتے تھے ، جس طرح اِس کے
پیشرو مارکو پولو کو اُس کے ہم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تھا -
ابن بطوطہ کو ابناء زمانہ کی اِس بے قدری پر بہت افسوس تھا -
ایک جگہ وہ نہایت رنجیدہ ہوکر لکھتا ہے " خدا جانتا ہے میرے
بیانات صحیح ہیں - خدا کی گواہی میرے لیے کافی ہے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپنی تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کی ،
تو ابن بطوطہ اور اُس کی سیاحت کا قصہ تازہ تھا - وہ اپنے مقدمہ
میں لکھتے ہیں :

" سلطان ابو عنان کے عہد میں طنجہ کا ایک شخص ابن بطوطہ
نام مراکش میں آیا - یہ مشرق میں سیاحت کرچکا تھا - عراق ، یمن
ہندوستان وغیرہ ممالک میں پھرا تھا - شاہ ہند کے پایۂ تخت دھلی
میں بھی گیا تھا ، اور سلطان محمد شاہ کا مقرب ہوگیا تھا ، حتی کہ
عہدۂ قضا پر بھی مامور ہوگیا - سفر سے واپسی کے بعد اُسنے سلطان
ابو عنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وہ اپنے عجیب عجیب
مشاہدے بیان کیا کرتا تھا - حتی کہ بہت سے لوگ اُسے جھوٹا سمجھنے
لگے تھے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے
میں گفتگو کی اور بتایا کہ لوگ کس طرح اُس کی تکذیب کر رہے
ہیں - وزیر نے مجھے جواب دیا " تمھیں اُن سلطنتوں کے حالات کا
انکار نہیں کرنا چاهیے جن سے ناواقف ہو "

ابن بطوطہ کو مارکو پولو پر کئی حیثیتوں سے امتیاز حاصل ہے -
آخر الذکر نے بر اعظم ایشیا کا صرف وسطی حصہ دیکھا تھا - لیکن
ابن بطوطہ کی سیاحت بہت طویل تھی - ایشیا کے علاوہ افریقہ کے
بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیہ اور اندلس کی بھی اُس نے
سیر کی تھی - پھر اُس کے مشاہدات بہت زیادہ محققانہ تھے -
اُس کا سفرنامہ اُس عہد کے ایشیا اور افریقہ کی تاریخ اور جغرافیہ
میں بہت زیادہ اهمیت رکھتا ہے - اُس کا اسلوب بیان بھی زیادہ
شگفتہ ، مکمل ، اور علمی ہے -

صلیب اور خون

(بیوریا میں ایک پر اسرار عورت !)

یورپ کي عقل پرستي اور مشرق کي توهم پرستي کا غلغله صدیوں سے بلند هے - مشرقي ممالک میں عام طور پر یه خیال پیدا کردیا گیا هے که هرطرح کي توهم پرستي اور غیر معقول خوش اعتقادي صرف مشرقي اقوام هي میں پائي جاتي هے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ اِن تمام امراض سے محفوظ هیں ! لیکن واقعه یه هے که سنه ۱۹۲۷ کے یورپ میں بهي هزاروں لاکهوں انسان ایسے موجود هیں ' جنکي مذهبي توهم پرستیاں کسي طرح بهي مشرقي اقوام کي خوش اعتقادیوں سے کم نهیں هیں !

یورپ کي پچهلي ڈاک کے اخبارات سے معلوم هوتا هے که بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کي لڑکي تهریسا نیومین نامي کي نسبت هزاروں لاکهوں انسانوں کا اعتقاد هے که وه ایک مسیحي معجزه کے اعلان کے لیے بهیجي گئي هے - دور دور سے لوگ اُس کي زیارت کے لیے آتے هیں ' اور یقین کرتے هیں که اُس کي زیارت سے اور اس کا دامن چهو لینے سے هر طرح کي بیماریوں سے نجات مل جاتي هے !

یه " مسیحي معجزه " کیا هے ؟

بیان کیا جاتا هے که تهوڑے تهوڑے وقفه کے بعد یه لڑکي بے هوش هو جایا کرتي هے - اور بے هوشي کي حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑجاتے هیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بهي جاري هو جاتا هے - جب هوش میں واپس آتي هے ' تو صلیبي نشان معدوم هو جاتے هیں ' اور خون کا بهنا بهي بند هو جاتا هے - اخبارات کا بیان هے که نه صرف علاقه کے پادریوں نے بلکه سرکاري افسروں نے بهي بے هوشي کي حالت میں اِس لڑکي کا معائنه کیا هے ' اور سب متفقه طور پر تصدیق کرتے هیں که صلیب کے نشان جسم پر نمایاں هو جاتے هیں - عجب نهیں یه لڑکي هسٹریا یعني اختناق الرحم کي کسي غیر معروف قسم میں مبتلا هو -

تهریسا بے هوشي کي حالت میں

بائیں جانب تهریسا هے - دهني جانب ایک راهبه هے جو اُسے گرجا لے جا رهي هے !
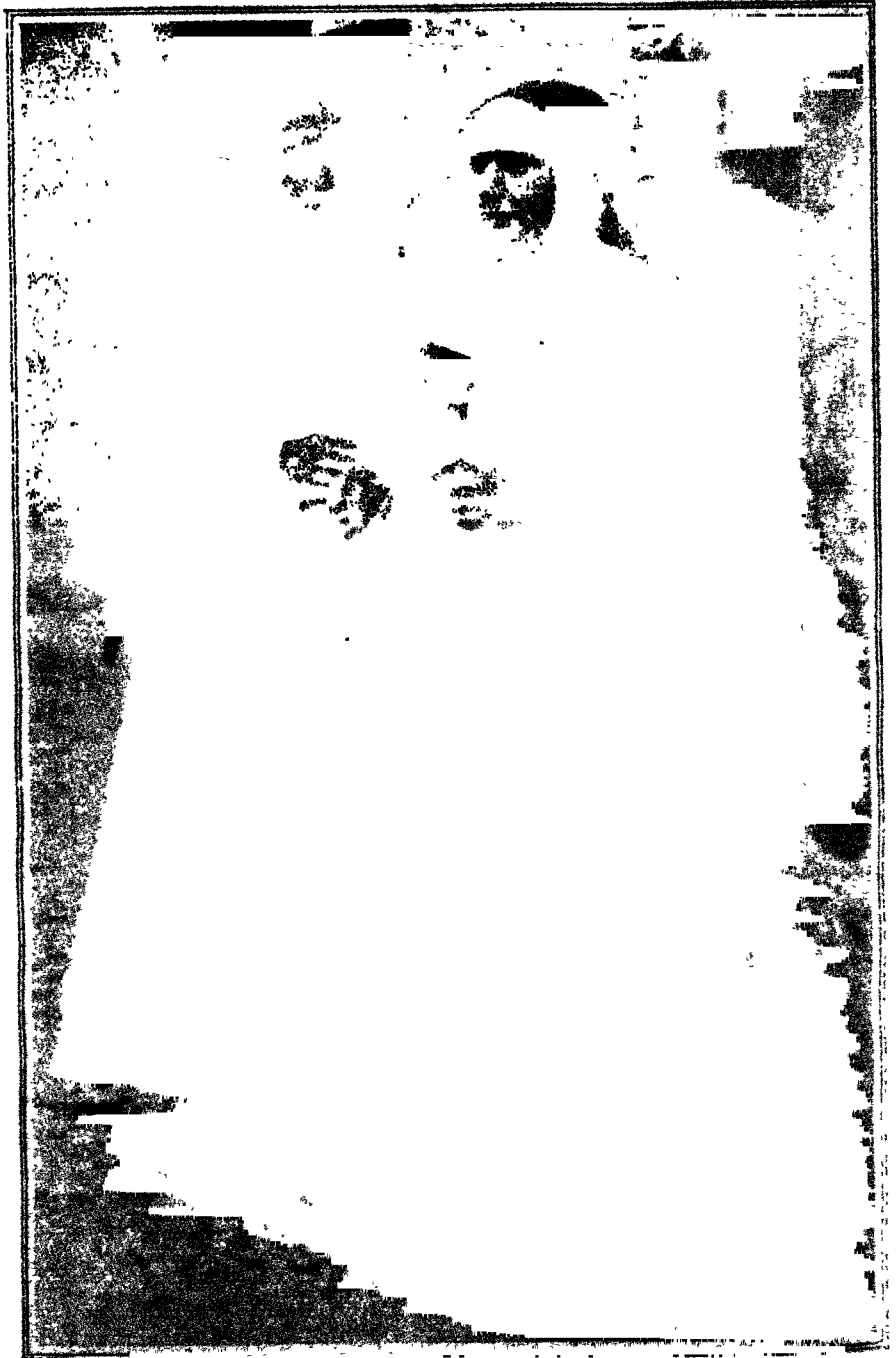
بالشویك روس کی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھہ رهي هے !

ابھي تھوڑا عرصہ ھوا ' خبر آئي تھي کہ حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا ھے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یہ مرقع اُسي مقدمہ سے تعلق رکھتا ھے - ازرگریفک لندن کے نامہ نگار نے مرسکو سے بھیجا ھے -

روسي تبلیغ و اشاعت
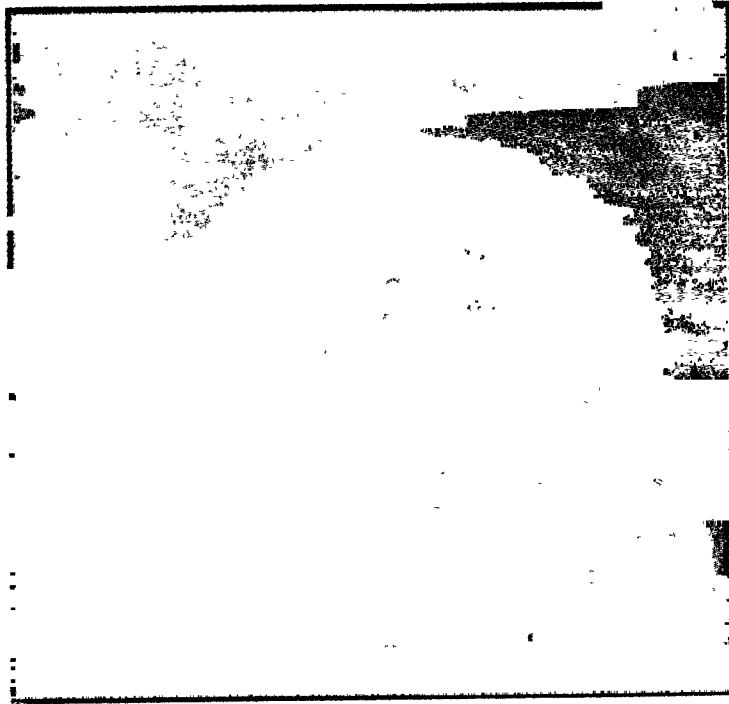
حال میں روسیوں نے ایک قومي میلہ کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمہ " سرمایہ داري " کا طیار کیا تھا جو ایک موٹر کار پر نصب تھا اور تمام قصبوں اور قریوں میں اُسکي نمایش کي گئي تھي - یہ مجسمہ کرہ کا ایک ڈھانچا ھے ' جسکے اوپر ایک انسان بیٹھا ھوا ھے - کرہ سے مقصود تمام دنیا ھے ' اور انسان سے مقصود " سرمایہ داري " کي طاقت ھے - گویا سرمایہ داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضہ میں کر رکھا ھے !

" سرمایہ داري " کي ھمہ گیري و عالم افگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی
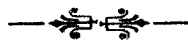
یہ دو تصویریں " لا سلکي عکاسي " کے تجارب کا آخري تجربہ پیش کرتي ھیں - " لا سلکي عکاسي " سے مقصود وہ نیا انکشاف ھے جس کے ذریعہ دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي ھے - امریکہ میں اس کا تجربہ نہایت تیزي سے ترقي کر رھا ھے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتھہ لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر ھے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصلہ پر تھي - تصویر نمبر ۲ بھي ایک ایسي ھي تصویر ھے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابي ھوي ھے - یہ تجربہ جب پوري طرح کامیاب ھو جایگا ' تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعہ دنیا کے ھر حصہ کي صدائیں سن لي جا سکتي ھیں ' اُسي طرح ھر منظر اور وجود کي تصویر بھي بہ آساني کھینچ لي جائیگي !

(۱)

(۲)

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قیدخانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

"آج بچّوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمھارے خطوں کے جواب بھیجدیئے تھے۔ معلوم ہوتا ہو نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استامبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ، اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علحدہ علحدہ حجروں میں قید کردیا۔ مجھسے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہو سلطان عبد العزیز نے خودکشی نہیں کی ہو۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشارے سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے اُنھیں قتل کرایا ہو۔ اور یہ کہ خود میں، خیر اللہ آفندی، اور رشدی پاشا بھی اِس قاتلانہ سازش میں شریک ہیں۔ پھر کہا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد، مصطفےٰ جزائری، سلطان عبد العزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہو کیونکہ یہ تینوں شخص، عبد العزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبد العزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کئے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کرلینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہو۔ مگر چونکہ سلطان عبد الحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمر بستہ تھے۔ اِس لئے عدالت نے ۱۱۔ آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اِس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدر دانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قیدخانے بھیجدیئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر تیسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور طفل تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہونچا کہ سلطان کو میری اِس مصیبت کا نہایت قلق ہو۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہوگئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہو کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہو کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ رودس یا عکّا کو جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کردیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کُرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دہوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دُنیا سے مجھے نفرت ہوگئی ہو اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عز الدین" پر سوار کردیئے گئے کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جارہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتارے گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہو۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہونچا۔ ہمارے کمرے پائخانوں کے قریب تھے بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہوگئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہو۔ مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کردیئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قیدخانہ میں علحدہ علحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کردیئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہو کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اِس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہونچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم جلاوطن) ہیں۔ اندیشہ ہو بھاگ جائیں گے۔ پوری سختی سے نگرانی ہونی چاہئے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشن دانوں کو بھی بند کرادیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دی گئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اِس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کرسکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہوگئی ہو یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچّے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جُرم کیا ہوتا تو اِس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہو، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہو۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہو۔ اگر یہی جرم ہو، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم والم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہو لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہو۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کرچکا ہوں۔ اِس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہو؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کرلوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہو خدا نے یہ اُسی کا سامان کردیا ہو!

مدّت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کردوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کرلیا ہو۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ، یہد قلبہ" ہر لحمہ میرے پیش نظر رہتی ہو۔ مجھے اِس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہو۔ اپنے رب پر متوکل ہوگیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کردیا ہو۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہو، تو وہ تمھاری اور بچّوں کی جدائی کا ہو۔ خداوند جل و علا سے دعا ہو ہم سب کو پھر جمع کردے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ میں نے سمنا کو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ زرد رنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کررہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ والدہ کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے منیجر کے پاس چھوڑ آیا تھا ان میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کردی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تاکہ اُسے یاد دہانی کروں"

هندوستان اور مجموعهٔ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۱)

(هندوستان کا رقبه)

ملک	رقبه ایکڑ کے حساب سے
هندوستان	۱،۱۶،۲۹،۱۹،۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲،۰۷،۲۵،۰۰۰
یورپ	۲،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۷،۷۱،۵۲،۰۰۰
ولایات متحدهٔ امریکا	۱،۹۰،۳۲،۶۹،۰۰۰
استریلیا	۱،۹۰،۳۶،۶۴،۰۰۰
کینڈا	۲،۳۹،۷۰،۸۲،۰۰۰
جرمني	۱۳،۳۵،۹۴،۰۰۰
فرانس	۱۳،۰۸،۵۴،۰۰۰
چین	۲،۵۰،۴۷،۲۸،۰۰۰
جاپان	۱۶،۶۸،۷۲،۰۰۰

هند ر تان ' جرمن شهنشاهي سے ۷ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جزائر برطانیا سے ۱۵ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان میں ۷،۰۰،۰۰۰ دیہات هیں -

هندوستان میں ۶۷۷ دیسي ریاستیں هیں -

برطانوي هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ' تهانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبه ۴،۴۰۰ مربع میل هے -

هندوستان کي دس میں نو حصه آبادي دیہاتوں میں رهتي هے -

هندوستان میں ۷ لاکهه دیہات هیں - اس کے معنی یه هیں که اگر کوئي آدمي هر قریه میں صرف ایک دن ٹهرے ' تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱،۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکهه سے زیاده آبادي رکهنے والے ۳۱ شهر هیں -

(هندوستان کي آبادي)

کل دنیا	۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰
کل هندوستان	۳۱،۹۳،۶۱،۰۰۰
برطاني هندوستان	۲۴،۷۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۴،۲۹،۱۹،۷۰۰
جاپان	۶،۱۰،۸۱،۹۵۴
جرمني	۵،۱۸،۷۰،۷۲۲
فرانس	۳،۹۲،۰۹،۵۱۸
اتلي	۴،۲۱،۱۵،۶۰۶
سوویٹ روس	۱۳،۲۰،۰۰،۴۱۳
چین	۴۳،۶۰،۹۴،۹۵۳
ولایات متحدهٔ امریکه	۱۱،۲۷،۸۶،۰۰۰

هندوستان کي آبادي ' دنیا کي مجموعي آبادي کا پانچواں حصه هے -

هندوستان کي آبادي ولایات متحده کي آبادي سے ۳ گني زیاده هے -

هندوستان کي آبادي فرانس کي آبادي سے ۸ گنا زیاده هے -

صرف مدراس اور میسور کي آبادي ' جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئي کي آبادي ' اسپین اور پرتگال کي مجموعي آبادي سے زیاده هے -

هندوستان میں هر مربع میل کي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ' تو پورے هندوستان کي آبادي دیکهنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانه درکار هوگا !

(دنیا کي آبادي رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا کي آبادي : ۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰)

سفید فام	۹۳،۶۰،۰۰،۰۰۰
زرد فام	۵۱،۷۴،۸۸،۰۰۰
سیاه فام	۲۴،۳۰۶۰،۰۰۰

(سفید فام)

هندوستانی	۲۴،۵۰،۰۰،۰۰۰
تیوتانک	۲۶،۶۷،۰۰،۰۰۰
سلاوي	۱۷،۶۰،۰۰،۰۰۰
لاطیني	۱۷،۲۰،۵۰،۰۰۰
یوناني	۹۵،۰۰،۰۰۰
باسکس	۴،۰۰،۰۰۰
افغان	۷۵،۰۰،۰۰۰
ایراني	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
عرب اور بربر	۲،۴۰،۰۰،۰۰۰
یهودي	۱،۵۰،۰۰،۰۰۰
قبطي	۸،۵۰،۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰،۰۰،۰۰۰

(زرد فام)

چیني	۳۲،۳۰،۰۰،۰۰۰
جاپاني	۵،۶۵،۰۰،۰۰۰
کورین	۱،۷۰،۰۰،۰۰۰
ترک	۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
امریکن دیسي ' اهل ملایا ' اور فلیپائن	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰
منگولي	۳۰،۰۰،۰۰۰
کرغیز وغیره	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
ماگائر	۹۵،۰۰،۰۰۰
فنس	۳۵،۰۰،۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰،۰۵،۰۰۰
سیامي	۸۵،۰۰،۰۰۰
برمي	۷۸،۹۰،۰۰۰
تبتي	۶۵،۰۰،۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شایع کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ تعجب یہ ہو کہ فرانس کے اخبار "طان" تک کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُسنے بذریعہ تار آستانہ کے اخباروں سے دریافت کیا۔ اس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہوگیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہو؟

طائف۔ ۲۳ر صفر سنہ ۱۳۳۶ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"۔۔۔۔ قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہوجائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صرف ذات الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال ضروری ہو:

لا یغرن امرأ عیشہ — کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہو۔ بلکہ ایک پُل ہو جس پر سے انسان گزر جاتا ہو۔ زندگی کی حرص و طمع، لاحاصل ہو۔ ان مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کردیتا ہو۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہو۔ ان میں اکثر قیدخانوں ہی میں مرے۔ امام ابوحنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہو۔

میری حالت اسوقت یہ ہو کہ ہر لحہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہو۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیس میں ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۶۰ سے زیادہ ہوگئی ہو۔ اب مجھے ہر لحۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہئے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہئے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں آپ کا مجموعۂ رسائل بھی ہو۔ اس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہو لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کرسکتا، لہذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجئے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہو۔ میں یہاں دور سے بھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ، جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعہ ہدایت دیجئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجئے۔ میں بے صبری سے آپکے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قیدخانۂ طائف۔ ۱۹ شوال سنہ ۱۳۳۶ھ

(۸)

نعیمہ خانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا پہلو میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہو اور وہ بھی نومشق ہو۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والی مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آرہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کردیا اور ہمارے نوکر بھی علٰحدہ کردیئے گئے۔ میں بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک افسر نے آکر حکم پہونچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہو۔ لہذا بازار سے کوئی چیز نہ خریدو تمھارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ قیدخانہ کے برتنوں میں کھاؤ پیو کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑینگے" پھر اُسنے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمد للہ میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دیئے تھے، ورنہ انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور دو برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ اُنھیں بھی نکال دیا گیا۔ اس وقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہو کہ ہم جلد سے جلد مرجائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھا کر ضرور ہلاک ہوجائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جارہی ہو کیونکہ حکومت کو شبہ ہو کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب سے میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہو، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں۔

اس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہوگئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہو۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہوگیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیجدیا تھا تاکہ آستانہ پہونچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن آنے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہو۔ اس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہونچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اب مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہو۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بے کار ہو۔ روپیہ اس لئے بیکار ہو کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دُھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھو کر پہننا ہیں۔ اس حالت میں پُرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہو وہ صرف شوربا ہو۔ ایک ظرف میں ۸ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہو اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہو۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ بہت ناتوان ہوگئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہو۔ دیکھنا چاہئے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہو۔"

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ر جمادی الآخر سنہ ۱۳۰۱ھ

(۹)

نعیمہ خانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہو۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہوچکا ہو اور سخت تکلیفیں دی جارہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ ہمیں زہر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جو اب میرے ہی ساتھ قید ہو) کی وفاداری اور بے داری کی وجہ سے ابتک اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ۲ دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر اُسکے ہٹتے ہی اُس میں زہر ڈال دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اعتراف کرلیا ہو کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آرہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔ چنانچہ عثمان پاشا والی مکہ نے تحریک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجدیا ہو اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہو۔ ظاہر ہو ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ موت یقینی ہو۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے اُمید ہو یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مر رہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہو کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ لے جائے اور تمھارا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ خانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ر رجب سنہ ۱۳۰۱ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کرکے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیجدینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کرینگے۔ میں ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مرجاؤں تو فقراء پر دس پونڈ خیرات کردینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا تو سمرنا سے روپیہ طلب کرلینا۔ فوراً آجائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعا کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہو۔ بلاضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہوگئی ہو۔ والسلام

---

(۲)

"رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچّوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہو۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہو۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو رقم، قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اسمیں سے کچھ بھی باقی نہیں ہو۔ وجہ یہ ہو کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمّہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہو۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میں اور محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ اُنھیں کپڑے بھی بنا دئیے ہیں ہمیں قیدخانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہو۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ اِن حالات کی بنا پر، ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہو۔

ہمارے رفقاء میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں اُنھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہو۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہوجاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہو۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہو کہ اُن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند، غریبوں کی دست گیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہو۔ انسانیت کا تقاضہ ہو کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہذا فوراً ۵۰ پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہوجاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کرینگے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار"

مدحت

قلعہ طائف کا قیدخانہ

۲۵ر اگست [illegible]ء

(۳)

"... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبدالمطلب) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں مطمئن سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ۲ توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قیدخانے میں قیدی بنے چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہو شریف کا جرم یہ ہو کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اس شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُسپر ڈال دی جسمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہو۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہو۔ سو برس کا بوڑھا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہو۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہو جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہو کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

مدحت

(۴)

"گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمت گار ہم کو علٰحدہ کردئے گئے ہیں۔ حال میں آستانہ سے عمر بک نام ایک شخص خاص اس غرض سے بھیجا گیا ہو کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو پوری کر دے۔ اس شخص کی عمر، زیادہ ہو، مگر عقل کم ہو۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہوسکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تُلا ہوا ہو، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہو یا مزید مقبولیت اس ذریعہ سے حاصل کرنی چاہتا ہو۔ اُس کا خیال ہو کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائے گی۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہو جس سے میری، محمود پاشا کی، اور خیرالدآفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہوجائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہو "تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہوگے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جاسکتے۔ اِن کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کرسکو" چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلاکر کہا "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہوجائیں"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کردیا ہو۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کردیا۔ اسپر اُنھیں بھی سخت تکلیفیں دی جارہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جارہی ہو۔ ایک طرف دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہو، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہو۔ یہ سمجھتا ہو اس طرح دین اور دُنیا، دونوں اُسے حاصل ہوجائینگے!

ہم ڈیڑھ برس سے یہاں ہیں مگر آجتک قلعہ کا پھاٹک تک دیکھ نہ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک اجنبی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کردیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہو کہ ہمیں جلد اس دُنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفص میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہو کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے، تو یہ کوشش بے سود ہو۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہوچکی ہو۔ اخبارات کے صفحوں پر آچکی ہو۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کردے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قیدخانۂ طائف ۵ محرم [illegible]ھ

(۵)

والئ حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپنے رسالہ دار محمد بک کے نام جو خط لکھا ہو، اُس میں شکایت کی ہو کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہو۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہتیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہو۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہو تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہو۔ بظاہر آپ کو یقین ہو کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہو۔ لہذا میں مجبور ہوگیا ہوں کہ حقیقت ظاہر کردوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض، ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہو۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلّے بندھوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کردیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

احباب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہوگئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہو۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہو کہ خبریں معلوم کرکے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کرسکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جاسکتا ہو کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ اِدھر اُدھر جاسکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کردئیے گئے ہیں، اور ایک قفص میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کرسکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہو جسے دنیا کا کوئی قانون، کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ نئی تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہو کہ ہماری عزیزوں کو خط و کتابت بھی موقوف کردی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہو؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہو کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت [illegible] تمھاری جہالت کی دلیل ہو۔ میں صوبہ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کرلیا۔ مجھے قید کرکے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سُنتا تھا، مگر اُنھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں

اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہو۔ میں دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہو تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور اب تم ہماری زبانیں بند کردو گے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہمپر حکومت ہو۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہو۔ تم ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہوسکتے۔ لیکن میں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دارالحکومت میں مجھ سے کی تھی تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ اِن صفات کے مطابق ہو؟

قیدخانہ طائف، صفر [illegible]ھ

(۶)

نعیمہ خانم کے نام

"... پچھلے دنوں مشہور کردیا گیا کہ میں ہندستان یا یورپ بھاگ گ

سراسر بنگال اور کرناٹک کے عظیم خزانوں کی لوٹ سے شروع ہوئی جنگ پلاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی
(ڈیگبی)

تین کروڑ انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کر لی گئی تھی ... قدیم زمانوں میں معمولی مظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کر دیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت ہلنے والی نہ تھی۔ یہ حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔
(لارڈ کلائیو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالامال خزانے، کروروں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لندن اُسی طرح بھیجدی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدئے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ ضرور کروروں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اُسوقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔ (بروک آڈم)

جب میں سنہ ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر نہ صرف دولت میں بے شمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کر دی (برک)

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہو ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے مہیا ہوئی ہو ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہو نہ کسی زمانہ میں۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت سنہ ۱۸۱۳ء)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعویٰ کیا جاسکتا ہو کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جاچکا تھا۔ (میجر ونگیٹ)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۵۰ کرور روپیہ دے چکا ہو۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۳۰ کرور روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہو۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہو۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بے شمار فقیروں کو روٹی مل رہی ہو۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور بااثر بنا رہا ہو۔ تمام اعلیٰ خیالات، مسیحی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کرکے، ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے۔ انگریز بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار ہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اڑنے نہیں دیں گے!
(میجر ونگیٹ سنہ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہو کرۂ زمین پر ہمیں ویسا ہی مہتم بالشان جزیرہ بنا دیا ہو جیسا جاپان کو اُس کے جزائر نے۔ ہم اتنی بڑی سلطنت ہو گئے ہیں جتنی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکرگزار رہنا چاہیئے۔

(سر جارج برڈوڈ)

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہیئے۔
(لارڈ سالسبری سنہ ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے مالابار کی مخلوق فنا ہو گئی اور ملک برباد کر ڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اُس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کر ڈالا ہو۔
(فرانسس براؤن: سیلکٹ کمیٹی رپورٹ سنہ ۱۸۵۳ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کر دیتا ہو۔ ملک سے زیادہ اُس کے عام باشندے اُداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ اُنکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کے لئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔
(سر فریڈرک ٹریویس سنہ ۱۹۲۰ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہو؟ اب وہ اُس مطمئن اور خوش و خرم قوم کی نمائندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں شکستہ روح، پست دماغ، خستہ حال غریب رعیت کی ایک یہی آرزو رہ گئی ہو کہ آئندہ فصل ملنے تک وہ بھوکوں نہ مرجائے۔ (دی تھری پریسیڈینسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہو رہی ہو کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہو۔ عیش و عشرت تو درکنار، ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کی شکم پری کرسکتا ہو"
(لارڈ لارنس سنہ ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑہانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہو۔ حالانکہ یہ برطانوی قساوت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہو کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول لگا کر ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ (مسٹر شور)

---

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ روپیہ بھر وزن کی روئی سے ۴ میل سے بھی زیادہ لمبا سوت طیار کرسکتی ہیں۔ (جیمس ٹیلر)

وہ انگریزی حملہ ہی تھا جسنے چرخہ ہلاک کر دیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کر دیا۔ اُسنے اس ملک میں اپنا سوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سوت غائب ہو گیا۔ یہ ملک جو روئی کا مرکز تھا، بدیشی سوت کا دست نگر ہو گیا۔ سنہ ۱۸۱۸ء سے سنہ ۱۸۳۷ء تک ہندوستان میں انگریزی سوت کی درآمد ایک سے شروع ہو کر ۵۲۰۰ گنا ہو گئی! (کارل مارکس: برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہو۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہو۔ ہم وہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں۔ باوجود موجودہ زمانہ کی تمام لفاظیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک مادی بنیاد پر قائم ہو جسے ان لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہو کہ ہم تمہاری حفاظت کریں، تم ہمارا مال خرید۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑ دیں تو اس سے نہ صرف ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہونچے گا بلکہ لنکا شائر کے ایک کرور ۲۰ لاکھ آدمی بھوکوں مرجائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہو اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہو"! بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (مسٹر رہائٹ سنہ ۱۸۴۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد ۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ)

سنہ ۱۷۶۰ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرعی ملک تھا۔ (بنگال کی تحقیقات سنہ ۱۸۲۴ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگا دیا ہو کہ اُنکے اور اُنکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔
(سر ڈبلیو۔ ہنٹر سنہ ۱۸۷۵ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دوہری مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا فقدان اور بارش کی کمی۔
(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کر ڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سرچشمہ ہیں جنگل، اوس پیدا کرتے ہیں اور موسم کا آثار چڑھاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہو جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔ (")

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۳)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے، پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۳۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔
(" ")

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہاں نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈوڈو)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان اب تک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے نام نہاد "وحشی" پرانے حکمران رعایا کی منفعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے اُس زمانہ میں پوری یورپین جنگی قوت قائم ہوسکتی تھی۔ (تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مُدبّروں اور مُصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مُدبّروں کی شہادات

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر سے مقابلہ کرسکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جملہ سامان بآسانی مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ ہوگا۔ سنہ ۱۵۰۳ء" (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو جھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کرکے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔"
(پائٹرو لڈویل سنہ ۱۶۲۳ء)

"بادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں، نگار خانۂ چین ہو رہے تھے، محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُسمیں صرف کی گئی تھی۔ عظیم تخت شاہی، جو "کوہ نور" ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور دو عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں... اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گینی)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی بہت پرمنفعت تجارت تھی۔ روئے زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات اور کمالیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے ان سب کچھ مہیا کر دیا تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لاانتہا ہی خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دُنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے" (کلایو کے خطوط سنہ ۱۷۶۶ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۹۴-۱۶۸۰) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (جے ٹیلر)

"شہر ڈھاکہ میں ۵۲ بازار اور ۵۳ سڑکیں تھیں (")

شہر مرشدآباد اس قدر دلچسپ اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کرسکتے ہیں"
(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلایو کی شہادت سنہ ۱۷۶۶ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لانبی، تین سو میل چوڑی اور دُنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے۔ جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑھ کرور جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے، یہی نہیں بلکہ اس سے دوگنی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دُنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے۔" (ڈاؤ سنہ ۱۷۸۱ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تصدیق کرینگے کہ یہ دُنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی، تجار اور امراء دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (سنہ ۱۷۷۲ء)

"پبلک کو ہر طرح پریشان کرکے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں وہ دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اُجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلا وطن یا برباد کر دیا گیا تھا"
(ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال سنہ ۱۷۷۲ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی پہلے بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہو جاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی ... اس صورت حال سے موجودہ زمانہ کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑلیسہ کی نظامت بھلکے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہو گئے ہیں؟" (دیو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سرجان میکوم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جسمیں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔

. . . .

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی الجھن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

. . . .

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا.... (ایکسپینشن آف انگلینڈ۔ پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُسپر فاتحانہ حکمرانی نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے" (")

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بُنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی سنہ ۱۷۶۰ء میں پڑی تھی۔
(مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی نمائندہ مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی برتری

احرارِ اسلام

عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا۔ "تونے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیرالمومنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیرالمومنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہوگیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تونے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آبار واسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض وانکار کیا تھا اسپر خدانے تمھاری قسمتیں بگاڑدیں۔ تمھیں ذلیل وخوار کیا۔ حق، حق دار وں تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفرمندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور ومرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز وپسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا، جنت ہے۔ تمھاری انتہا دوزخ ہے!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے، بے اختیار پکار اٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص حسب نسب رکھتا ہے نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جاچکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ حکم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہے"

پھروہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تونے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے، حالانکہ تیری ماں اُحد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی۔

نحن جزینا کم بیوم بدر   والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلے رکھتی ہے۔

ماکان عن عتبۃ لی من صبر   ابی دعمی داخی وصہری

عُتبہ (ہند کا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہوسکتا تھا۔ میرا باپ، چچا، بھائی، خسر، انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری   شفیت نفسی وقضیت نذری

(اے وحشی (قاتل حمزہ) تونے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کردی۔

فشکر وحشی علیّ عمری   حتی تغیب اعظمی فی قبری

"وحشی" کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہوجائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یا بنت رقاع عظیم الکفر   خزیت فی بدر وغیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر   بالہاشمین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری   حمزۃ لیثی وعلیّ صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہؓ، میرا شیر ہے اور علیؓ میرا باز ہے۔

ہتک وحشی حجاب الستر   مااللبغایا بعدہا من فخر

وحشی نے بے آبروئی کرڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمھارا بُرا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کردیا اور یہ باتیں سنوائیں"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس بند کرو"

"مجھے دوہزار، دوہزار، دوہزار، پورے ۶ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دوہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین یا کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دوہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کردوں گی"

"بہت خوب! اور تیسرے دوہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمھاری خاطر ہمیشہ مدنظر ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہکر امیر نے پھر سوال کیا:

"بخدا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے"

"سچ ہے" اروی نے فوراً جواب دیا "علی، امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تونے اپنی امانت ضائع کردی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کرکے بیان کردئے ہیں۔ مگر تونے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کردئے ہیں۔ مگر افسوس تمھاری لڑائی نے انھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے دانت ٹوٹیں اور تیری مصیبت سخت ہوجائے تو اپنی زبان پر علی کا نام لاتا ہے!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھے:

اَلا یا عین ویحک اسعدینا   الاوابکی امیرالمومنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیرالمومنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا   وفارسہا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھودیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

ومن لبس النعال اواحتذاہا   ومن قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین   رایت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہے جو سب دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا   وحسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں، واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا   بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے انھیں ۶ ہزار دینار دیدئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے، اپنے بھتیجے کو لکھنا، وہ ہر طرح تمھاری مدد کریگا"

ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پُرانے ہندوستانی بادشاہوں کی رعایا پروری کی خوب نقل اُتاری ہے۔ یہ بھی کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس نقالی میں وہ اپنے پیش رَو "تاتاری" حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (〃)

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل و حرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل و حرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ اُنھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہازرانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مدمقابل ہوجاتے اور وہ نفع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طرق مواصلات اور نقل و حرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سد راہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود اُنکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے اُنھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں طیار کرنے میں غفلت کی۔ (سر آرتھر کاٹن: بلو بک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستان کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر بٹلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے حد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارا جس قدر کم ہوگا مویشی اُسی قدر کمزور ہونگے اس میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچے گا۔

(سر چارلس الیٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقاء کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے! میں بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈربرن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گائے باہر جاتی ہے۔
(بلو بک ۱۸۸۰ء)

۱۸۸۲ء میں تمام بیرونی دُنیا سے انگلستان کو ۲۹۸۶۵۴۷۰ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱۱۸۶۸۳۴۷۰ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی ۱۸۸۲ء)

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	〃 〃	۶۵ 〃
دال مسور:	〃 〃	۵۵ 〃
دال اُرہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
موم پھلی:	〃 〃	۵۵ 〃

(سرکاری اعداد و شمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں دل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔

(ایچ، ڈبلو، بیلو سنیٹری کمشنر پنجاب کا خط ۱۸۹۱ء)

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (〃 〃)

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

زمانہ	چاول	گیہوں	سرسوں کا تیل
۱۷۳۸ء	۲ من ۳۰ سیر	۲ من ۳۰ سیر	۱۲ سیر
۱۷۵۰ء	۲ من ۱۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	۱۰ سیر
۱۷۵۵ء	۱ من ۳۰ سیر	۱ من ۲۵ سیر	۸½ سیر
۱۷۸۲ء	۱ من ۵ سیر	۱ من ۵ سیر	۷ سیر
۱۸۲۵ء	۳۰ سیر	۳۲ سیر	۶ سیر
۱۸۵۵ء	۱۵ سیر	۱۸ سیر	۵ سیر
۱۸۸۰ء	۱۲ سیر	۱۱ سیر	۴½ سیر

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے۔ اسی غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے (لفٹنٹ میکارلین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۴ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا پکاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہونچتی۔ (〃)

گزشتہ ۵۵ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (〃)

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اوس کی کمی نہیں۔ کیونکہ خراب سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اِٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کے لئے کروڑہا ہندوستانی کسان جدوجہد کررہے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی کوشش اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی بلا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات بحساب فی منٹ

ہر منٹ میں	۲۳	جوان
〃 〃	۴	بچے
〃 〃	۲	دق میں
〃 〃	۷	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	〃 〃
۲۰۰	مائیں	〃 〃

(سرکاری اعداد و شمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔

(ڈاکٹر مین لی پیج)

شرح آمدنی

آمریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ
فرانس	〃	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	〃	۶ 〃 ۶ 〃
جاپان	〃	۴ 〃 ۱۱ 〃
ہندوستان	〃	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت ۱۸۹۰ء)

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اُسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظانِ صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سر ڈی، ہلٹن)

"لڑاؤ اور حکومت کرو"، کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہئے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔

(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ "ایشیاٹک جرنل" ۱۸۲۱ء)

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائے گا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم ابتک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ اُنکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔

(سر ایل، اسمتھ ۱۸۳۱ء)

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ مندر سومناتھ کو پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ بنابریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندؤں کو خوش رکھیں۔

(لارڈ ایلنبرو ۱۸۴۳ء)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود لاثانی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم ڈوآتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپکو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجیے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفراں مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجیے فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کردینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتادے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۷ء معہ جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی
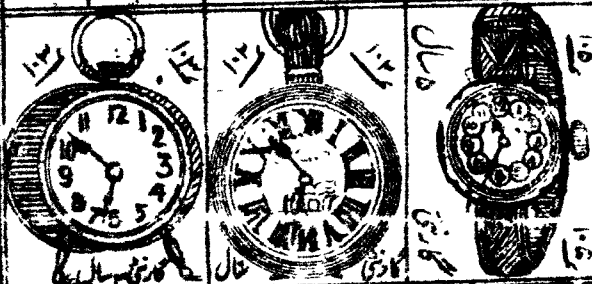
نہیں گر آپ نے یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ علیحدہ گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے اُن سے بجنسہٖ قیمت علیحدہ علیحدہ لی جائے گی۔ و محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

ایجنٹ امریکن واچ ہاؤس ایسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ہاؤس ۸۳ مقام دہلی

اشتہار کے لئے

رنگ دیکھ لو

دو روپے تولہ سونا

گھِسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ ان کے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جاسکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام صرف سات روپے (عہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱ لاہور

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوو ارتقا کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشوو ارتقا پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے ازسرِ نو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریباً تیس چالیس علمارِ فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کردیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بہ یک نظر معلوم ہوجائے گا کہ بحالت موجودہ ڈارون کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کردیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے :—

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوءِ انسانی کی تاریخ، عالم وجود میں آئی۔ آج میرا موضوعِ بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈارون نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈارون کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوالئے۔ تقریباً ۶۹ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پُرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اُڑایا تھا کہ انسان ادنیٰ مخلوقات سے ترقی کرکے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنس ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈیمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر مسٹر ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اسقدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی اُمید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشوو ارتقار کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہے) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اسپر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کردیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور توراۃ کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیانِ توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کررہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دُنیا نے تسلیم کرلیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شایع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے، اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انتھروپوئیڈ" ہے۔

اصلِ انسان

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اُس عہد کی عقل انسانی یہ نظریہ (نظریۂ نشو) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈارون کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کردینگے۔

نظریۂ نشوءِ انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈارون کا دُنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈارون اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کررہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کردیا۔ ڈارون نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کردی تھی۔ کامل ۲۷ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلان جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اڑا ہوا تھا۔ ڈارون نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شایع کی۔ یہ اُس کا فیصلہ کن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہوکر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈارون کے قدم ایسے گڑے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے۔ آج ۵۶ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہوچکے ہیں مگر ڈارون اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و راسخ ہے۔ اور ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈارون کے بعد علما نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ اُنھوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علمار کی تحقیقات، عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جسمیں زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈارون کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر ادجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام "پتھکانتھروپس" یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ موئر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوءِ انسانی پر ڈارون کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسل انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوچکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشوو ارتقار اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈارون سمجھتا تھا۔ پہلے علمار خیال کرتے تھے کہ ارتقار، کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقار، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف موثرات کے ماتحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقار کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہوچکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضار میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کرکے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضار ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہوجاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی:

ڈارون کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹڈن (یعنی ڈارون کی قیامگاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک پتھرائی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر وڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علمار کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دو نہیں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ اُنہیں معلوم ہوجاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہجاتے ہیں۔ ارتقار کی یہ بے ضابطگی بندر نما انسان میں زیادہ واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی سی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انکشاف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قدیم ترین عہد میں انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ بیچ میں تھی۔

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دىبي علوم ے بيش بہا جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم ے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف ے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت ے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه " سلسلۂ تراجم " بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب " زاد المعاد " ے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ " وسيله " كي بحث ے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام ے اصل الاصول " توحيد " كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورۃ الكوثر — امام ابن تيميه ے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقى — خالق و مخلوق ے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام ے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس ے خريدار كو هم ے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات ے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين ے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه ے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency, "

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس ے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه ے هوتے تهے - اور آسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات ے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير ے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نہيں - اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب ے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب ے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں ے اِس ے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں " البـلاغ پريس " كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال ے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم ے كوشش كي كه شايقين علم و ادب ے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں ے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان ے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره ے حاصل كرے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه — الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه

" " " چهارم ١٠ روپيه — " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد " البـلاغ " (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول ے هر جلد ے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين ے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس ے علاوه هے -

منيجر " البـلاغ پريس "

۱۹۲۷

جلد ۱

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین
القرآن الکریم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۱ کلکتہ : جمعہ ۱۵ ۔ جمادی الاولی ۱۳۴٦ ھجری جلد ۱
Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الہلال

قارپین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۰	اردو حروف کی حق مین	۴۳۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق ہون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸

مسلمان بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۶۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئي	۱۶۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
یو ' پي	۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بهار اوڑیسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبهٔ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطاني هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) میں

صوبه	دیوانے		بهرے گونگے		اندھے		کوڑھي	
	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۶۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۱۶۹۶۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
یو ' پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۶۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۵۲۸۸	۶۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بهار اوڑیسه	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي ' پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۳۷۴۷	۳۴۵۹	۳۲۰۸	۰۱۱۰۲
کل برطاني هندوستان میں	۴۴۶۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۶	۶۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بیواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي				۱۵۱۳۹
۵	برس سے	۱۰	برس تک کي	۱۰۲۲۹۳
۱۰	"	۱۵	"	۲۷۹۱۲۴
۱۵	"	۲۰	"	۵۱۷۸۹۸
۲۰	"	۲۵	"	۹۶۶۶۱۷
۲۵	"	۳۰	"	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰	"	۳۵	"	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	"	۴۰	"	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

	آبادي	سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۵ میں
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۹٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۱٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۶٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۳۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنه ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ع)

(سال)

انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدهٔ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی ' عمرانی ' اور اقتصادی لحاظ سے هندوستان کی موجوده حیثیت کیا ہے ؟

(۲)

(برطانی شهنشاهی کی قومیں)

(مجموعی آبادی ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستانی	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسی	۱۰۰۰۰۰
یهودی	۱۰۸۴۰۰۰
دوسری قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یوروپین)

برطانی' فرانسیسی' کنیڈی ' بوئر ' وغیره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سیاه فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستانی	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپوئنس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسی	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایو وغیره	۹۵۵۶۰۰۰
برمی	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چینی	۲۳۰۸۰۰۰
تبتی	۳۰۰۰۰۰
موئر	۵۳۰۰۰
دیسی امریکن	۱۵۶۰۰۰

(دنیا کی آبادی هر مربع میل کے حساب کے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمنی	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحدهٔ امریکا	۳۱

(هندوستان کی آبادی مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ میں	سنه ۱۹۱۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسی	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائی	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یهودی	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کی آبادی جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستانی صوبوں کی آبادی	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئی	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یوپی	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑیسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۲۳۸۲۳
صوبۂ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدی	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کی آبادی زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستانی	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالی	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹی	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابی	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستانی	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناری	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتی	۹۵۵۱۹۹۲
برمی	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولی جاتی هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهه آدمیوں سے زیاده کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنه ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کی مجموعی تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کی مجموعی تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

هو سکتي جبتک که مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي ميں مهارت حاصل نه کريں - چنانچه سنه ۱۳۱۱ع ميں پوپ اکلمنٹس پنجم کي زير صدارت وائنا ميں کانفرنس منعقد هوئي ' اور اُس نے فيصله کيا که فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپين کے علمي مرکزوں ميں ' عربي ' عبراني ' اور سرياني ' زبانوں کي باضابطه تعليم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسۂ طب)

اِس سے پہلے مونپليه (فرانس) ميں ايک طبي مدرسه سنه ۱۲۲۰ع ميں قائم هوچکا تها - اُس ميں تعليم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تها - عربي زبان کي باقاعده تعليم هوتي تهي تاکه طبي و عقلي علوم کي تحصيل کامل طور پر هو سکے - سنه ۱۳۶۱ع ميں وسطي يورپ کي پہلي يونيورسٹي کراکو (پولينڈ) ميں قائم هوئي - اِس کے چارسال بعد وائنا کي يونيورسٹي وجود ميں آئي -

سلوسٹر دي ساسي
جس نے جديد مشرقيات کي بنياد رکهي

(اسلامي فلسفه اور مسيحي کليسا)

اِس کے بعد جب يورپ ميں تعليم گاهوں کي کثرت هوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعليم بہت عام هوگئي - مگر اب پادريوں کي جماعت عربي سے خوف کهانے لگي تهي - ابن رشد ' ابن سينا ' رازي ' ابن زهر ' وغيره حکماء اسلام کي تصانيف ' اُن کے خيال ميں کفر و الحاد کا منبع تهيں - اِس ليے وه طالب علموں کو بڑي سختي سے اِن تصانيف کے درس و مطالعه سے روکتے تهے -

(اٹلي ميں عربي زبان کي مقبوليت)

ليکن پادريوں کي يه مخالفت زياده کار آمد نہيں هوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي هي کرتا گيا - چنانچه اُسي زمانے ميں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اِس قدر دلداده هوگئے تهے که اُسے اپني تحرير و تقرير کي زبان قرار ديدينا چاهتے تهے - اُن کے محلوں ميں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نہيں جاتي تهي - اُن کے درباروں ميں عرب علماء کا هجوم رهتا تها -

(شاہ سسلي اور شريف ادريسي)

اِن امراء ميں رچرڈ دوم شاه سسلي بہت زياده مشهور هے - يہي وه بادشاه هے جسے شريف ادريسي نے چاندي کا کره نذر کيا تها - اِس ميں زمين کے پہاڑ ' سمندر ' اور اقليم ميں صاف صاف دکهائي گئي تهيں - نيز اُسي کے نام پر ادريسي نے اپني مشهور کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " تصنيف کي تهي - ادريسي نے اِس بادشاه کي بہت تعريف لکهي هے ' اور اُسے روم کے بادشاه سے زياده عادل اور نيک بتايا هے -

ايٹين کاترمير
جسنے مقدمه ابن خلدون شائع کيا

صفدي نے " الوافي بالوفيات " ميں لکها هے که " بادشاه نے ادريسي کو طلب کرکے کہا تها - ميں زمين کے چشم ديد حالات معلوم کرنا چاهتا هوں نه که صرف کتابوں ميں لکهے هوئے حالات - چنانچه ادريسي کے مشوره سے بادشاه نے عقلمند آدمي دنيا کے مختلف ممالک کے مشاهدے کے ليے بهيجے - هر ايک کے ساتهه ايک مصور بهي کرديا تها ' تا که هر جگه کي تصويريں اور نقشے طيار کرتے جائيں - يه تمام معلومات ' تصويريں ' اور نقشے ' ادريسي کے پاس جمع هوتے رهے ' يہاں تک که بادشاه کي آرزو پوري هوگئي " نيز صفدي نے لکها هے که بادشاه ' ادريسي کي ازحد تعظيم و تکريم کرتا تها - حتي که اُسے اجازت دے رکهي تهي که وه اپني سواري هي پر دربار تک چلا آيا کرے اور خود بادشاه کے ساتهه تخت پر بيٹهے !

(سب سے پہلا مطبوعه قرآن)

اِسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطين کو بهي عربي زبان سے بہت محبت تهي - فرڈريک دوم (جو چهٹي صليبي کا سپه سالار تها) عربي ميں پوري طرح ماهر تها - اِسي قدر نہيں بلکه مطبع کي ايجاد کے بعد هي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بهي شروع کردي - بحر ادرياٹک پر پہلا مطبع شہر رانو ميں قائم هوا (سنه ۱۶۲۴) يه مطبع خاندان مڈيسيس نے قائم کيا تها - اِس ميں قران مجيد اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابيں چهاپي گئي تهيں -

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقريباً تمام بڑي بڑي تعليم گاهوں ميں اُس وقت عرب اساتذه درس ديتے تهے - واقعه يه هے که يورپ ميں سب سے پہلے اٹلي هي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائده اٹهايا - لاطيني زبان ميں بہت سي عربي کتابوں کے ترجمے کيے گئے - بقراط اور ارسطو وغيره کے عربي ترجمے اور شرحين ترجمه هوئيں - گيرارڈو کريمونا نامي ايک اٹالين نے ستر سے زياده علمي کتابيں عربي سے لاطيني ميں منتقل کي تهيں - اصل عربي کتابيں اب مفقود هيں - مگر يه ترجمے موجود هيں -

(پادريوں کا مدرسه)

سنه ۱۵۸۴ع ميں پوپ گيريگوري سيزدهم نے روم ميں پادريوں کے ليے ايک مدرسه قائم کيا - اِس مدرسه نے عربي زبان کي بہت خدمت کي - اِس کے تعليم يافته لوگوں ميں جبل لبنان کے تين نوجوان ' جبرائيل صيهوني ' ابراهيم حلاقاني ' سمعان سمعاني بهي تهے - اُنهوں نے بہت سي عربي کتابيں ' لاطيني ميں ترجمه کيں -

(اسپين اور پرتگال)

يه عجيب بات هے که اسپين اور پرتگال نے عربي زبان سے بہت کم دلچسپي لي - حالانکه اسپين ميں کامل آٹهه سو برس تک عربي تمدن قائم رهچکا تها - عربي عهد ميں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تهي - خود اسپيني امراء بهي عربي سيکهنے اور بولنے کو باعث فخر سمجهتے تهے - مگر پهر بهي اسپينيوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نہيں هوا - مسيحي اسپين ميں پہلا عربي مدرسه طليطله ميں قائم هوا - يه گيارهويں صدي مسيحي کے

(برطاني هندوستان ميں شرح پيدائش و موت سنه ۱۹۲۴ ع)

صوبه	آبادي	تناسب پيدائش	مجموعي تعداد پيدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعي تعداد اموات	بخار سے	هيضه سے	چيچک سے	تنفس کي بيماريوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۹۰۶	۳۴:۹	۱۴'۳۰'۸۵۸	۲۴:۵	۱۷۹:۰۲	۱۰'۰۹'۰۴۳	۳'۲۴'۲۵۶	۵۱'۹۷۱	۱۸'۸۱۰	۶۴'۷۸۲
بمبئي	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵:۶	۶'۷۹'۳۲۱	۲۷:۶۳	۱۹۰:۳۶	۵'۲۹'۵۷۶	۲'۱۴'۵۶۳	۸'۲۳۶	۱۱'۱۵۲	۲۸'۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹:۵	۱۳'۷۰'۱۱۴	۲۵:۹	۱۸۳:۹	۱۲'۰۳'۲۴۱	۹'۱۲'۴۰۳	۴۸'۵۱۴	۵'۵۹۷	۲۶'۶۴۹
يو ' پي	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴:۷۲	۱۵'۷۳'۸۱۰	۲۸:۲۹	۱۹۱:۶۰	۱۲'۸۳'۸۷۲	۹'۴۷'۸۰۷	۶۷'۰۰۰	۲'۷۲۴	۲۷'۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰:۱	۸'۲۱'۶۸۵	۴۳:۴۳	۲۱۲:۴۹	۸'۹۱'۰۲۶	۴'۵۲'۱۸۷	۳'۳۵۱	۴'۰۴۰	۵۴'۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷:۴۰	۲'۹۳'۵۸۵	۲۱:۵۱	۱۹۷:۰۲	۲'۳۳'۱۶۴	۷۵'۲۸۸	۸'۰۸۳	۲'۵۰۱	۱۱'۰۹۸
بهار اڑيسه	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵:۷	۱۲'۱۴'۱۴۶	۲۹:۱	۱۵۸:۲۰	۹'۸۹'۷۶۳	۱'۱۰'۶۳۵	۷۷'۴۸۰	۶'۹۳۲	۶'۹۰۶
سي ' پي	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴:۱۸	۳'۱۴'۶۶۸	۳۲:۵۹	۲۳۴:۵۰	۴'۵۲'۳۶۲	۲'۴۰'۹۴۴	۹'۷۰۴	۹۷۸	۳۷'۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۲	۳۱:۰۴	۲'۱۲'۷۵۵	۲۷:۳۰	۱۸۴:۳۴	۱'۸۷'۱۲۷	۱'۱۳'۱۹۸	۱۹'۱۸۲	۱'۶۴۷	۶'۷۰۸
کل برطاني هند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱:۴۴	۸۳'۱۷'۴۰۳	۲۸:۴۹	۱۸۸:۳۳	۶۸'۷۹'۲۸۶	۴۰'۰۷'۶۶۲	۲'۹۳'۷۰۷	۵۵'۳۸۰	۳'۳۳'۶۳۶

مستشرقين اور استشراق

(عربوں اور اهل يورپ کے علائق)

عربوں کا اهل يورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع هوتا هے ' جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومي مقبوضات پر فاتحانه اقدام کيا تها - اسپين اور پرتگال کي فتح نے عربوں کو خود يورپ ميں پہنچا ديا - پهر جب دوسري ' تيسري ' اور چوتهي صدي هجري ميں بنو اميه نے اپني خلافت اندلس ميں قائم کرلي ' تو يورپ سے تعلقات اور بهي زياده هوگيے - تيسري صدي ميں جزيرۂ سسلي کي فتح اور جنوبي اٹلي ميں عربي اثر نے يه تعلقات اور زياده وسيع کر ديے -

اِس کے بعد صليبي جنگوں کے زمانے ميں تصادم و اتصال نهايت سخت هوگيا - اهل يورپ مشرق کا تمدن ' اخلاق ' اور علوم ديکهه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتهه ' تمدني ' علمي ' اخلاقي فوائد بهي بے شمار حاصل کيے - بہت سے صليبي مجاهدين نے عربي زبان کي باقاعده تحصيل کي - اُن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربي زبان اور عربي تمدن کے دل سے حامي هوگئے -

(يورپ پر عربوں کا علمي اثر)

يورپ ميں عربي زبان اور تمدن کي مقبوليت کا آغاز اِس سے پہلے هوچکا تها - يورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامي اسپين ميں آتے تهے اور مسلمان اساتذه سے تعليم حاصل کرتے تهے - خود پوپ سلوسٹر دوم ' جو سنه ۹۹۹ ع ميں پاپائيت کے منصب پر پہنچا ' عربوں کا شاگرد تها - اِس نے قرطبه اور اشبيليه ميں مسلمان علماء سے رياضي ' هيئت ' اور جغرافيه کي تعليم حاصل کي تهي - اِسي طرح شاه ليون اور اسٹوريا نے بهي قرطبه ميں علم طب حاصل کيا تها -

والٹير کا بيان هے که قديم زمانے ميں تمام يورپين پادشاه ' عرب اور اُن کے شاگرد يہودي اطباء اپنے درباروں ميں رکهتے تهے - اور اسپين اور اُس کے پڑوسي ممالک کے بکثرت مسيحي باشندے بهي عربي زبان کي تحصيل کرتے تهے ' تاکه عربي سلطنت ميں ملازمت حاصل کر سکيں يا عربي ممالک ميں تجارت کريں -

(مسيحي تبليغ اور عربي زبان)

چودهويں صدي کے اوائل ميں عربي زبان کے ليے يورپ ميں ايک خاص سرگرمي پيدا هوگئي - روم کے پوپ نے قرون وسطى ميں رهبانيت کا ايک نيا نظام جاري کيا تاکه ايشيا ' افريقا ' اسپين اور سسلي کے غير مسيحي باشندوں ميں مسيحيت کي تبليغ کي جائے - ليکن تجربے سے معلوم هوگيا که اِس مقصد ميں کاميابي نہيں

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تعمیر ' جیسا کہ بیان ہوا ' ظالم اور مظلوم جماعتوں کي باهمي دشمني کي بنیادوں پر هوئي تهي - لیکن کسي جماعت پر ظلم جاري رکھنے کیلیے کم سے کم یه ضروري هے که اُسے اُن حالات کي ضمانت دیدي جائے ' جو اُسکا غلامانه وجود برقرار رکھه سکیں - قدیم سوسائٹي میں یه بات حاصل تهي ' چنانچه لگاني اسامیوں نے جاگیر داري کے عهد هي میں نیابي مجالس کي ممبري کا حق حاصل کر لیا تها - لیکن موجوده سرمایه دار عهد میں مزدوروں کا معامله اس سے بالکل مختلف هے - وه صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه بڑهنے اور اونچا هونے کي جگه اپنے معاشرتي حالات کے بهنور میں اور بهي زیاده غرق هوتے چلے جاتے هیں - حتی نان شبینه تک کو محتاج هوگئے هیں - انکي محتاجي کهیں ختم نهیں هوتي ' بلکه آبادي اور دولت کي ترقي سے بهي زیاده تیزي کے ساتهه بڑه رهي هے !

پس یه بات صاف هے که اب سرمایه دار نه تو سوسائٹي کے اندر اپني حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کي اهلیت رکھتے هیں ' اور نه اپنے جماعتي معاشرتي نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے هیں - اب وه حکومت کرنے کے قابل هي نه رهے :- وه اپنے غلاموں کو انکے غلامانه وجود کي بهي ضمانت نهیں دے سکتے - اب سوسائٹي هرگز سرمایه دار طبقه کے ماتحت نهیں ره سکتي - کیونکه اسکا وجود سوسائٹي کیلیے مفید نهیں رها -

سرمایه دار طبقه اور سرمایه دار حکومت کي بنیاد اُجرتي محنت پر هے ' اور اُجرتي محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باهمي مقابله پر هے - صنعت کي ترقي ' جسکا خود ساخته اور نا قابل مقابله ایجنٹ سرمایه دار هے ' مزدوروں کي باهمي پهوٹ کو ایک انقلابي اتحاد سے بدل رهي هے ' اور وه انجمنوں کي صورت میں ظهور پذیر هو رها هے -

لهذا موجوده صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه سرمایه دار طبقه کي وه بنیاد بهي کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رهي هے جسپر اسکي پیداوار اور تصرف کا نظام قائم هے - وه اسکي پیداوار هي هے جو اب سب سے زیاده اسکي دشمني پر تل گئي هے اور اسکي لاش کیلیے قبر کهود رهي هے - سرمایه داروں کا زوال اور مزدوروں کي فتح دو برابر درجه کي اٹل چیزیں هوگئي هیں -

(٤)

جب جب معاشرتي حالات میں کوئي تاریخي تبدیلي هوئي هے ' تو تمام املاکي رشتوں میں بهي مسلسل تاریخي تبدیلیاں رونما هوئي هیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایه دارانه ملکیت کي حمایت میں جاگیر دارانه ملکیت منسوخ کردي تهي -

کمیونزم کی امتیازي خصوصیت عام ملکیت کي منسوخي نهیں هے ' بلکه صرف سرمایه دارانه ملکیت کي منسوخي هے - موجوده سرمایه دارانه ملکیت ایک انتهائي اور کامل ظهور هے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا ' جو سراسر جماعتي نزاع اور باهمي تخریب پر مبني هے -

کمیونسٹ اپنے نظریه کو صرف ایک جمله میں بیان کر سکتے هیں - " سرمایه دارانه نج کي ملکیت کي منسوخي "

هم کمیونسٹوں کو ملامت کي جاتي هے که هم شخصي ملکیت منسوخ کر دیني چاهتے هیں جو محنت سے حاصل کي گئي هے ' اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا هے که شخصي آزادي ' جماعتي جد جهد اور قومي خود مختاري کي بنیاد هے -

" بڑي دشواري سے حاصل کي هوئي ' خود کمائي هوئي ' خود جمع کي هوئي ملکیت ! " کیا اِس قول سے تمهارا مقصود چهوٹے چهوٹے سوداگروں اور کسانوں کي ملکیت هے جو سرمایه دارانه ملکیت کا هیولی پیش کرتي هے ؟ همیں اسکے منسوخ کرنے کي کوئي ضرورت نهیں - صنعت کي ترقي نے خود هي اُسے منسوخ کردیا هے اور برابر کر رهي هے -

یا تمهارا مقصود موجوده سرمایه دارانه ملکیت هے ؟

کیا اجرتي محنت ' یعني مزدور کي محنت خود مزدور کیلیے کوئي ملکیت پیدا کرتي هے ؟ هرگز نهیں - وه تو صرف " سرمایه " پیدا کرتي هے - یعني " ملکیت " پیدا کرتي هے جو اجرتي محنت سے فائده اٹهاتي هے ' اور صرف اسي حالت میں بڑه سکتي هے جبکه اجرتي محنت کي نئي نکاس برابر هوتي رهے - ملکیت اپني موجوده شکل میں سرمایه اور اجرتي محنت کي باهمي نزاع پر قائم هے - آؤ هم اِس نزاع کے دونوں پهلوؤں کي جانچ کرلیں !

سرمایه داري في نفسه کوئي شخصي پیداوار نهیں هے ' بلکه سرتاسر اجتماعي حیثیت رکھتي هے - کیونکه سوسائٹي کے بے شمار ارکان کے متحده عمل سے وجود میں آتي هے -

اسي طرح سرمایه بهي شخصي نهیں هے ' بلکه ایک اجتماعي طاقت کا نام هے -

لهذا جب سرمایه ' عام ملکیت کي صورت میں بدل دیا جاتا هے ' یعني سوسائٹي کے تمام ارکان کي ملک بنا دیا جاتا هے ' تو یه کهنا صحیح نهیں که شخصي ملکیت عام ملکیت بنا دي گئي - کیونکه یهاں شخصي ملکیت کا وجود هي نهیں تها - البته جو چیز بدلي جاتي هے ' وه ملکیت کي صرف معاشرتي حیثیت هے - یعني ملکیت سوسائٹي میں اپني انفرادي طاقت کهو دیتي هے -

اب هم اجرتي محنت کا مسئله لیتے هیں :

اجرتي محنت کي اوسط شرح کم سے کم هے - یعني مزدور کو اتني رقم ملتي هے ' جس سے وه بمشکل اپني زندگي قائم رکھه سکتا هے - پس اس طرح مزدور اپني محنت سے جتني اجرت حاصل کرتا هے ' وه اتني کم هوتي هے ' جس سے اسکي نهایت ساده زندگي کي ضمانت هو سکتي هے - هم کسي طرح بهي محنت کي پیداوار کا یه شخصي استعمال منسوخ کرنا نهیں چاهتے - ایسا استعمال جو انساني زندگي کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر هے - البته هم اِس استعمال کي وه افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دیني چاهتے هیں جسکي وجه سے مزدور صرف سرمایه بڑهانے کیلیے زنده رهتے هیں ' اور صرف اتنے عرصه تک زنده رهتے هیں ' جبتک حکمران طبقه کے مفاد کو انکي ضرورت رهتي هے -

سرمایه دارانه سوسائٹي میں همیشه ماضي ' حال پر حکومت کرتا هے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹي میں حال ' ماضي پر حکمراں هوتا هے - سرمایه دارانه سوسائٹي میں سرمایه ' آزاد اور مستقل

دوزی
جسنے قاموس کا تتمہ مرتب کیا

اوائل کا واقعہ ہے - پھر سنہ ۱۲۵۴ ع میں اشبیلیہ میں ایک عربی لاطینی تعلیم گاہ بھی جاری ہوگئی ' مگر کوئی خاص ترقی نہ ہوسکی -

(عربی کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرھویں صدی یا چودھویں صدی سے یورپین قوموں نے عربی کتابیں مشرقی ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لوئس نہم شاہ فرانس نے سب سے پہلے عربی کتب خانے قائم کرنے کی رسم جاری کی - یہ خیال اُسے اِس طرح پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں بعض یورپین نے دیکھا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے ہیں ' جن میں بیٹھکر وہ بہ اوقات فرصت کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں - لوئس نہم نے یہ سنا تو اُس نے خود بھی اپنے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا - یہ واقعہ تیرھویں صدی کا ہے - اِس کے بعد لوئس چہاردھم نے ایک آسٹرین عالم کو مشرقی ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا کہ اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِس طرح انیسویں صدی کے وسط ھی میں یورپ میں عربی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھ پچاس ہزار قلمی کتابیں کتب خانوں میں داخل ہوگئی تھیں -

(یورپ میں عربی کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربی کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شہروں میں موجود ہیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں :

لینن گراڈ ' برلن ' پیرس ' لندن ' لیپزیک ' مونیخ ' وائنا ' لیڈن ' آکسفورڈ ' ایڈنبرا ' ڈبلن ' کیمبرج ' نیویارک ' شیکاگو ' کلیفورنیا وغیرہ -

ہر کتب خانے میں مرتب و منضبط فہرستیں موجود ہیں - ہر کتاب پر مفصل تقریظ لکھی گئی ہے - بعض فہرستیں عام ہیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون کتاب کس اس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یہ کتب خانے برابر ترقی کر رہے ہیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولی جد و جہد اور صرف کثیر سے جمع کی جاتی ہیں -

(عربی کی باقاعدہ تدریس)

یورپ کو دینی تعصبات سے جب نجات ملی اور اُس کی جگہ ملک گیری کی ہوس نے لیلی ' تو عربوں اور دوسری مشرقی قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کی عام طور پر ضرورت محسوس ہونے لگی - چنانچہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کی صورت اختیار کرلی ' اور اُسکی باضابطہ تعلیم و تدریس ہونے لگی -

سب سے پہلے سنہ ۱۷۵۳ ع میں آسٹریا نے مشرقی زبانوں کا ایک مدرسہ قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دی جاتی تھی - سنہ ۱۷۹۵ع میں فرانس نے اِسی مقصد سے ایک تعلیم گاہ جاری کی - سنہ ۱۸۸۷ع میں جرمنی نے اِس کی تقلید کی -

ہرٹویک ڈیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربی ادب و تاریخ کی شائع کیں

اس کے بعد روس ' انگلستان ' اور اٹلی نے بھی ادھر توجہ کی - لیکن یہ واقعہ ہے کہ سولھویں صدی سے یورپ کی ہر یونیورسٹی میں ' خصوصاً انگلستان ' جرمنی ' اور ہالینڈ کی درس گاہوں میں عربی زبان داخل نصاب ہوچکی تھی -

(ائمۂ مستشرقین)

یورپ کو مشرقی زبانوں سے جو شغف رہا ہے ' اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے ' جنھوں نے اپنی پوری زندگی اِن علوم کے لیے وقف کردی ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقی زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن لوڈلف مشرق و مغرب کی ۲۵ زبانوں کا عالم تھا - سلوسٹر دی ساسی فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماہر تھا - یہی حال سوئٹزر لینڈ کے واں برسمی اور جرمن محقق ہومل کا تھا - ڈچ عالم ڈوزلی سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازی کرتا تھا ' گویا اُس کی مادری زبانیں ہیں - یہی حال ہنگریــن پروفیسر ویمبری کا تھا - وہ ہنگرین ' ترکی ' عبرانی ' اور لاطینی زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربی کے مدارس قائم کرنے ھی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ مشرقی زبانوں کی بحث و تحقیق کے لیے علمی انجمنیں بھی قائم کیں - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۸ع میں ہالینڈ نے بٹاویا (جاوہ) میں اِس قسم کی انجمن قائم کی تھی - پھر سنہ ۱۷۸۴ع میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں قائم ہوئی - سنہ ۱۸۰۵ میں ایک ایسی ھی انجمن بمبئی میں بنالی گئی -

پیرس کی انجمن سب سے زیادہ اہم ہے - یہ سنہ ۱۸۲۲ ع میں قائم ہوئی - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشہور ترین مستشرق اور عربی زبان کا فاضل ' سلوسٹر دی ساسی تھا - اسی سے جرمن ' ڈچ ' سولڈش ' اور اٹالین مستشرقین نے استفادہ کیا - در حقیقت انیسویں صدی میں عربی زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یہی شخص تھا اس نے عربی کی تحصیل علماء یورپ کے لیے نہایت آسان کردی -

جی - براؤن
مشہور انگریز مستشرق

يورپ ميں ايک مشرقي درويش

علماء و اطباء كي حيراني

طاهر بے جو زمين ميں زنده مدفون هوجاتا هے !

قارئين الهلال كو ياد هوگا كه گزشته سال رپوتر ايجنسي نے پيرس سے يه خبر شائع كي تهي كه " طاهر بے نامي ايک مشرقي درويش كے اعمال نے تمام پيرس ميں دلچسپي پيدا كردي هے - بڑے بڑے ڈاكٹروں كي ايک جماعت نے اس كے اعمال كا مطالعه كيا هے ' اور ان كے بے لاگ هونے كي شهادت دي هے "

آج كل يه شخص انگلستان ميں هے - گريفک كے مقاله نگار نے ايک مبسوط مقاله لكهه كر اس كي شخصيت سے دنيا كا تعارف كرايا هے اور اس كے مختلف اعمال و غرائب كي تصويريں بهي شائع كي هيں - مقاله نگار لكهتا هے :

" پيرس ميں گزشته دو سال سے وقتاً فوقتاً ايک پر اسرار شخصيت ديكهنے ميں آئي هے - يه ميانه قد آدمي جسكے بدن كا رنگ زيتون كا سا اور ڈاڑهي سياه هے ' پوري مغربي نفاست كے ساتهه ملبوس رهتا هے - اس كے مطمئن چهرے سے ظاهر هوتا هے كه اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل كي صفائي كا راز جان ليا هے - يه پر اسرار شخص مشهور درويش طاهر بے هے ' جس نے گذشته ڈهائي سال سے يورپ كو اپنے كمالات سے حيرت ميں ڈال ديا هے -

طاهر بے

يه سنه ١٨٩٧ع ميں طنجه ميں پيدا هوا - اسكي پيدائش كے وقت هي اسكي ماں كا انتقال هوگيا تها - اسليے تعليم و تربيت كے لئے قديم دستور كے مطابق فقراء كے گروه ميں ركهديا گيا ' اور اس طرح ابتدا هي سے فقيري كي آب و هوا ميں نشو و نما پائي - سنه ١٩٠٥ - ميں قسطنطنيه آيا اور تركي لڑكوں كي طرح معمولي تعليم حاصل كي - اسكے بعد اس نے علم طب پڑهكر طبيب كي سند حاصل كرلي -

اسكي زندگي خاموش مطالعه اور غور و فكر ميں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے ابا ؤ اجداد كا پر اسرار علم حاصل نهيں كر ليا ' لوگوں كو اس كے كمالات كي كوئي خبر نهيں هوئي - سنه ١٩١٩ع ميں اس نے ايک جمعيت قائم كي جسكا مقصد يه تها كه دنيا كے تمام ڈاكٹروں اور فلسفيوں كے سامنے روحانيت كے مسائل اور تجارب پيش كرے -

يورپ ' جنوبي امريكه ' اور انگلينڈ كے بڑے بڑے شهروں ميں طاهر بے نے صرف ڈاكٹروں هي كو نهيں بلكه عامة الناس كو بهي عجيب عجيب اعمال دكهلائے هيں جنكي كوئي علمي توجيه ابتک نهيں كي جا سكي -

پہلے پهل جولائي سنه ١٩٢٥ ميں يه پيرس ميں وارد هوا - وه چند ماه اٹلي ميں بهي گزار چكا تها - روم ' نيپلس ' پيلرمو ' فلورنس ' اور بولونا ميں اس نے اپنے تجربے علم كے بڑے بڑے ماهرين كو دكهلائے تهے - كئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس كے كارناموں سے لبريز رهے - روم ميں اركان حكومت اور سفارتي عمله كے سامنے اس نے اپنے فن كے مظاهرے كيے - خود مسوليني نے بهي چند بار چيگي محل ميں اس كا استقبال كيا تها - شاه وكٹر ايمينوئل نے بهي اپنے حضور ميں بلايا - شاه جارج پنجم نے بهي جو اُن دنوں پيلرمو ميں مقيم تهے ' اس كے اعمال ديكهنے كي خواهش ظاهر كي -

پيرس ميں پہلے علماء نے ايک خاص جلسه ميں اسكے كمالات كا مشاهده كيا تها جهاں پيرس كے مشهور اخبارات كے نمايندے بهي بلائے گئے تهے - يه واقعه هے كه فرانسيسي علماء اس كے اعمال ديكهكر حيرت زده هو گئے اور متفقه طور پر يه رائے قائم كي كه " اسكے اعمال شعبده بازي سے پاک هيں " لندن كے ايک بڑے تهيٹر ميں بهي جهاں كي ايک كرسي بهي خالي نهيں رهي تهي ' اسكے كمالات ديكهے گئے - چونكه تقريباً تيس آدمي بيهوش هوگئے تهے ' اسليے اسكا عام مظاهره بند كرديا گيا !

خود طاهر بے كا بيان يه هے كه " ميرے كام ميں كوئي شعبده نهيں هے - ميں اپنے اسرار ظاهر كر دينے كے ليے راضي هوں ' مگر ميرا دعوى هے كه سوائے خاص خاص فقراء كے اور كوئي شخص يه كمالات حاصل نهيں كر سكتا "

وه كهتا هے " فقيروں كي روحاني قوت بهت مضبوط هوا كرتي هے - اُنكي تعليم تين مهينے كي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

شخصیت رکھتا ہے - لیکن زندہ انسان محکوم ہوتے ہیں اور اپنی شخصیت سے محروم رہتے ہیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کی منسوخی کو انفرادی شخصیت اور آزادی کی منسوخی بتاتے ہیں ' بلاشبہ اِس سے انکی مراد سرمایہ دارانہ شخصیت ' سرمایہ دارانہ خود مختاری ' اور سرمایہ دارانہ آزادی کی منسوخی ہے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادی کے معنی " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ہیں -

لیکن اگر خود تجارت ہی مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقی رہتی ہے ؟ ہمارے سرمایہ دار جس طرح دوسری آزادیوں کے متعلق بے معنی ڈینگ مارا کرتے ہیں ' اسی طرح آزاد تجارت کے متعلق بھی انکی ڈینگ بالکل بے معنی ہے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھہ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھہ اُسکا موازانہ کیا جاتا ہے ' تو اسکے کچھہ معنی ہوتے ہیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے ' تو وہ ایک بالکل بے معنی چیز رہ جاتی ہے -

تم خوف زدہ ہو رہے ہو کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو' تمہاری موجودہ سوسائٹی میں ۹/۱۰ حصہ آبادی کی ملکیت پہلے ہی سے منسوخ ہوچکی ہے ' اور اب سوسائٹی کی بقاء کے لیے نا گریز ہے کہ یہ باقی ایک حصہ کی ملکیت بھی جلد سے جلد ختم ہو جائے - تم ہمیں ملکیت کے اُس طرز کی منسوخی پر ملامت کرتے ہو' جس کے وجود کی اولین شرط ہی یہ ہے کہ سوسائٹی کی بہت بڑی اکثریت بلا کسی ملکیت کے باقی رہے ؟

سچ یہ ہے کہ تم ہمیں اس لیے ملامت کر رہے ہو کہ ہم تمہاری سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کر دینی چاہتے ہیں - بے شک ہمارا یہی ارادہ ہے !

جس لمحہ سے محنت کی تبدیلی ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کی صورت میں نہ ہو سکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسی اجتماعی طاقت کی صورت میں بدلی نہ جا سکے جو اجارہ داری کے لائق ہو' جس لمحہ سے شخصی ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا نا ممکن ہو جائے ؛ اُسی لمحہ سے تمھیں واویلا کرنے کا حق ہے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا چاہتے ہیں - لیکن اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر تم گویا اعتراف کرتے ہو کہ " فرد " سے تمہاری مراد صرف " سرمایہ دار" ہے - یعنی صاحب جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاہئے !

کمیونزم کسی کو بھی اس کی اجتماعی پیداوار میں تصرف کی طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دینا چاہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کی محنت پر قابو حاصل کرتے ہیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شخصی ملکیت کی منسوخی کے ساتھہ ہی ہر قسم کی جد و جہد بھی موقوف ہوجائیگی ' اور سوسائٹی پر ایک عام اُداسی اور کاہلی چھا جائیگی -

لیکن اگر حقیقت حال ایسی ہوتی تو سرمایہ دار سوسائٹی سستی کی وجہ سے ابتک کب کی برباد ہوچکی ہوتی - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ہیں ' وہ کچھہ بھی نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ' وہ کچھہ بھی محنت نہیں کرتے -

در اصل تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ہے کہ جب سرمایہ باقی نہ رہے گا تو اجرتی محنت بھی موقوف ہو جائیگی ' اور اس طرح سرمایہ داری کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ہیں ' وہی اس کی دماغی پیداوار اور اس کے استعمال پر بھی کیے گئے ہیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کی ملکیت کا معدوم ہو جانا ' خود پیداوار کی معدومی ہے ' اُسی طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کی بربادی پوری تہذیب کی بربادی ہے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھہ ماتم کر رہے ہیں ' کیا ہے ؟ وہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ہے ' جو بے جان مشین کی طرح محنت کرنے کی طرف لے جاتا ہے !

تمہیں اُس وقت تک ہم سے بحث کرنے کا حق نہیں ہے جبتک تم اپنی سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کی بنا پر اعتراض کرتے ہو - کیونکہ تمہارے یہ اصول بھی محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ہی کے انڈے بچے ہیں - عدل کیا ہے ؟ صرف تمہاری جماعت کی خواہش کا نام ہے جسے قانون بنا دیا گیا ہے ' اور جسے تمہاری جماعتی زندگی کے مادی حالات نے گڑھلیا ہے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کی طرح تم بھی اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ہوے ہو کہ اپنے معاشرتی اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کی صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئی نکتہ چینی سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھہ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ہو' اس کے تسلیم کرنے کی جرأت سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کی منسوخی !" زیادہ سے زیادہ جمہوریت پسند بھی کمیونسٹوں کی اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ہو جاتے ہیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعنی سرمایہ دارانہ خاندان کی بنیاد کس چیز پر ہے ؟ سرمایہ پر اور شخصی ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپنی پوری ترقی یافتہ شکل میں بھی خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ہی کے لیے ہے ؟ اور کیا یہ بھی صحیح نہیں کہ اپنی ترقی و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کی خاندانی زندگی کی عام بربادی کی ضرورت ہے ؟

تم ہمیں ملامت کرتے ہو کہ ہم اولاد کا خود غرضانہ استعمال روکنا چاہتے ہیں - ہم اس جرم کا اقبال کرتے ہیں !

تم کہتے ہو کہ ہم خانگی تعلیم کی جگہ معاشرتی تعلیم عام کرکے نہایت ہی پاک خاندانی رشتے بھی برباد کر ڈالنا چاہتے ہیں - لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بری ہو؟ کیا تمہاری تعلیم کو بھی تمہاری سوسائٹی نے مقید نہیں کر رکھا ہے ؟ کیا موجودہ تعلیمی نظام میں سوسائٹی بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رہی ہے ؟ کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں میں تعلیم مقید نہیں ہو چکی ہے ؟ تعلیم میں سوسائٹی کی مداخلت کچھہ کمیونسٹوں ہی کی ایجاد نہیں ہے - وہ تو پہلے سے ہی موجود ہے - کمیونسٹ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اِس مداخلت کی نوعیت بدل دیں ' اور تعلیم کو حکمران طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

حجة ابراهيمى

آيۀ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الكلام)

الهلال نمبر (۱۵) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب كا جو استفسار آيۀ مندرجۀ عنوان كي نسبت شائع هوا تها ' أس كا جواب حسب ذيل هے :

(۱) قرآن حكيم كے مطالعۀ و تدبر ميں آپ كو جو مشكلات پيش آرهي هيں ' وه أس تك پيش آتي رهينگي ' جب تك كه اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نهيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب كا نهيں هے - مختصراً يوں سمجهيے كه صدر اول كے بعد سے قرآن حكيم كے فهم و تدبر كي راهيں دو هوگئي هيں - ايک " قرآني " هے - دوسري " غير قرآني " قرآن كے فهم و تدبر كے ليے غير قرآني طريقه كيونكر هو سكتا هے ؟ ممكن هے اس پر آپ كو تعجب هو - اس ميں شک نهيں يه معامله فكر انساني كے عجائب تصرفات ميں سے هے - مگر ايسے تصرفات اس كثرت سے هوچكے هيں كه انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي همیں متعجب نهيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن كے مطالعۀ و فهم كا وه طريقه هے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر كے اثرات كو أس ميں دخل نه تها - عربي لغة كے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال كے بے تكلف اور ساده محاورات ' صدر اول كا بے لاگ ذوق و فهم ' اور انبياء كرام كا فطري اور غير صناعي أسلوب بيان ' اس طريقه كي خصوصيات تهيں - سلف امت كا طريق تفسير يهي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وه تمام طريقے هيں جو قران سے نهيں بلكه مفسرين قرآن كے ذوق و فكر سے پيدا هوے - يه علوم وضعيه كي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن كے اقتباس ' اور عجمي اقوام كے اختلاط كا قدرتي نتيجه تها - مفسرين كے هر گروه نے قرآن كے مطالب أسي شكل و نوعيت ميں ديكهے ' جيسي شكل و نوعيت كي فكري حالت أن كے اندر پيدا هوگئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي كه قرآن كے الفاظ ' تراكيب ' اسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حكم ؛ سب نے ايک دوسري هي طرح كي نوعيت پيدا كر لي - قرآن كي تعليم و بيان كي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية كي سادگي پر تهي - علوم و فنون كي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية كے تعمق اور كاوش پر هے - نتيجه يه نكلا كه جوں جوں وضعية كا انهماک بڑهتا گيا ' فطرية كے فهم و ذوق كي استعداد كم هوتي گئي - يهانتک كه وه زمانه آگيا ' جب لوگوں كے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث كے عادي هوگئے ' كه كسي اهم اور عظيم بات كو أس كي ساده اور سهل صورت ميں ديكهه هي نهيں سكتے تهے - ذهن كي كاوش پسندي جو علوم وضعيه كے اشتغال كا لازمي نتيجه هے ' آسان اور سهل مطالب كي طرف متوجه هي نهيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي كو پيش نهيں آئي ' بلكه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي كو پيش آچكي هے ' اور منجمله أن اسباب كے هے جو هميشه كتب و اديان كي تحريف كا باعث هوتے رهے هيں - يهي وجه هے كه داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير كيا ' اور فرمايا كه هلاكت كي راهوں ميں سے ايک راه يه بهي هے جيسا كه متعدد موقوفات ميں وارد هے - يه موقعه تشريح كا نهيں - اگر آپ دقت نظر سے كام لينگے تو ان چند جملوں كے اندر اصول تفسير كي ايک اصل عظيم آپ كے سامنے آ جائيگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلكه علم و نظر كے بے شمار گوشوں ميں آپكي رهنمائي كر سكتي هے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر كاوش پسند هوتا گيا هے ' اتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا هے -

بهر حال يه دوسرا " غير قراني " طريقه أن تمام طريقوں پر مشتمل هے جو صدر اول كے بعد پيدا هوے - متكلمين مفسرين كا طريق تفسير كم و بيش يهي هے - كوئي اس طريقه ميں ايک خاص حد تک گيا هے ' كوئي بهت زياده دور تک - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راه كے شهسوار هيں - ان كے بعد اكثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته أنهي كا نقش قدم اختيار كر ليا - قاضي ابن رشد كي كشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس كي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متكلمين سے پہلے لكهي گئي هيں - أن كے مطالعه سے هم معلوم كر سكتے هيں كه متكلمين اشاعره ' فلاسفۀ اسلام اور معتزله سے كتنا هي انكار كرتے هوں ' ليكن وه خود بهي اسي طريقه كي پيداوار تهے - بهتر قسم كي نهيں - ناقص اور كمزور قسم كي پيداوار -

ايک سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه كي مقبوليت كا باعث هوئي ' متاخرين كا يه خيال تها كه وقت كي علمي ضرورتوں كيليے سلف كا طريقه سود مند نهيں هے - يه بات ضرب المثل كي طرح أن كي زبانوں پر جاري هوگئي تهي كه " سلف كا طريقه ايمان كيليے بهتر هے مگر استدلال كيليے مفيد نهيں " حالانكه اگر ايمان كو جهل سے نهيں بلكه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين كے ليے سود مند هوگا ' وه استدلال و برهان كيليے كيوں غير مفيد هو ؟ جهانتک نام نهاد علمي ضروريات كا تعلق هے ' واقعه يه هے كه متاخرين كے طريقه سے بڑهكر كمزور اور نا مراد طريقه كوئي نهيں هو سكتا - وه " استدلال " كو فنون وضعيه كے " منطقي استدلال " سے باهر نهيں ديكهه سكے ' اور وجدان و طبيعت كي حقيقي شهادتوں سے آنكهيں بند كر ليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لكها هے كه " امام رازي رحمة الله عليه كا طريقه موجوده زمانے ميں سود مند نهيں " ليكن ميں كهتا هوں اس تقييد كي كيا ضرورت هے ؟ يه طريقه تو كسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - كيا يه طريقه أس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لكهي هے ؟ اس كا حال خود أنهي

اُسکا دعوی ہے کہ اُنہیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نہیں ہوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کی سی حالت طاری کر دے سکتے ہیں - سانس روک لیتے ہیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے ہیں - اپنی زندگی اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے ہیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے ہیں "

" زندگی کا ابدی معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کی عمیق غار میں اترتے ہیں - جس طرح غواص سمندر کی تہ تک پہنچ جاتا ہے - ان کی جسمانی موت ' غفلت اور نسیان کی نیند کو ایک ایسی حد تک پہونچا دیتی ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کی تفریق شروع ہوجاتی ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ ہونا چاہتی ہے "

طاہر بے اپنے ابتدائی اعمال کی نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کی خواہش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ ہوتا ہے - اُس پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے - اُس کے کان ' ناک ' اور منہ روئی سے بند کردیے جاتے ہیں - اُس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اُسے ۰بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے - جب وقت پورا ہوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاہر بے کا سکتہ ختم ہوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا ہو جاتا ہے - طاہر بے کے بیان کے مطابق رنگ کی یہ تبدیلی اس لیے واقع ہوتی ہے کہ جتنی دیر تک وہ تابوت کے اندر رہتا ہے ' دوران خون بند ہوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کی حالت طاری نہ کروں تو ہوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھی مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کی سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کی تھی - کیونکہ زندگی کی قدر و منزلت جو دینی طور پر ضروری سمجھی گئی تھی ' کسی انسان کیلیے سزائے موت جائز نہیں رکھتی تھی - مجرم صرف عارضی طور پر دفن کر کے پھر باہر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسی سزا متواتر دی جائے اور مجموعی سزا کا وقفہ ایک سال ہوجائے ' تو مجرم کی عمر طبیعی دو سال گھٹ جاتی تھی ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کی حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کی قوت کم ہوجاتی تھی -

لیکن انہیں ساحروں کا یہ مقولہ بھی ہے کہ اگر یہ دوا چھوٹی چھوٹی خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید ہوتی ہے -

ایک مزید انکشاف طاہر بے کے تجربوں کیلیے باقی ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹی کے اندر مدفون ہوجاتا ہے تو دماغ کی نشو ونما تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وہاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رہیگا جنکا مجموعی وقفہ تین سال تک کا ہوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آہستہ آہستہ متغیر ہو جایگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقی کر جائے گا !

طاہر کی عمر تیس سال کی ہے مگر علمی تجربوں کیلیے وہ اپنی زندگی کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقی نہیں رہیگا - جوانی گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسمانی سکون و جمود کی حالت برداشت نہیں کر سکتا -

طاہر بے کے اعمال موجودہ انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں - وہ ایک ایسی راہ کا سالک ہے جسکا مغربی دماغ ادراک نہیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوہے کی سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باہر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزی سے خون کی دھار بہنے لگتی ہے - اور جب تماشائی یقین کر چکتے ہیں کہ واقعی خون ہی ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپنی نبض کی رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوہے کی نوکدار کیلیں جڑی ہوئی ہوتی ہیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوہے کے بھاری ہتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپنی اصلی حالت میں واپس آ جاتا ہے !

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا کوئی نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمی عمل سے مسحور کر دیے جاتے ہیں ' اور انہیں وہی نظر آتا ہے جو عامل چاہتا ہے !

طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رہا ہے

گذشتہ سال لندن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاہر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا کہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اُسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انہیں غش آ گیا - وہ بہ مشکل اس لایق ہوئے کہ واپس آ کر اُسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھہ سکیں - انہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتی علوم سے واقف ہوتے ' اور اُنہیں معلوم ہوتا کہ حبس نفس کی مشق علم وظائف اعضا (فزیا لوجی) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتی ہے ' تو وہ طاہر بے کے اِن اعمال پر متعجب نہ ہوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوہاب شعرانی نے قاہرہ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکی صحیح تعلیل نہ کر سکے -

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قیدخانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہی:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقار، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہی۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہوگیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے مُنہ سے یہ بات سُنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈار بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "طائف کی فوج مرتب کرنے اور طربہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا"

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے حسب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کمانڈار نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈار نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈار سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈار فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دار الخلافہ سے حکم آیا ہو کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علٰحدہ کر دئیے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہو۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی"

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈار کو بہت سخت سُست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دئیے گئے۔ کمانڈار نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہو مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے۔

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفار، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے "جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمد اللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دُور ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہو!" وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کمانڈار بکر آفندی نے کہا وہ ۲۰ رابیع کو مکہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہو مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سُنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

"کمانا عبد الحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہو۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہو دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیرخواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہو۔ مدحت پاشا کو معلوم ہو کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہو۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہو۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہو، صرف اسی مطلب سے ہو۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سرِوری آفندی نے ہمیں زہر دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سرِوری آفندی کی حالت کیا ہو؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہو! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہو؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہو اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہو! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہو۔ تم مسلمان ہو قرآن پڑھے ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہو" ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذاباً عظیما" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، اُس کی سزا، جہنم ہو جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہو!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہو کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دئیے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہو کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہوگئی۔ تقریباً شفا حاصل ہوگئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہوگیا اور بڑی مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہوگیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام مُنہ کڑوا ہوگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سب نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہوگئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

سے پوچھہ لینا چاهیے - اُن سے بہتر اُن کي نا رسائیوں کیلیے کوئي شاهد نہیں هو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائي اور درمیاني عہد کي کاوہ کندنیوں میں سے هیں - آخري عہد کي مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں ھے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ھیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیه و المناهج الفلسفیه ' فما رأیتها تشفی غلیلاً ' و لا تروی غلیلاً ' و رأیت اقرب الطرق ' طریقة القرآن - أقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ' و أقرأ فی النفی : لیس کمثله شیء - و من جرب مثل تجربتی' عرف مثل معرفتي "
یعنے میں نے علم کلام اور فلسفه کے تمام طریقوں پر غور کیا ' لیکن معلوم هوا که مشکلات راہ کیلیے کچھہ سودمند نہیں هیں - سب سے بہتر طریقه قرآن هي کا طریقه ھے !

فن المحبت ما ادق بیانه
متحیر فیه امام الرازی !

اِمام صاحب کا یه اعتراف بعینه وهي اعتراف ھے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کي زبانوں پر بهي طاري هوچکا ھے - یه مذهبي مباحث کي راہ سے اِس کوچه میں آئے تھے' اسلیے الاهیات کي اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رھے هیں - لیکن لامارک ' هیگل ' اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کي جستجو میں نکلے تھے ' اسلیے وہ اِن مصطلحات کی جگه دوسري طرح کے الفاظ استعمال کرتے هیں ' لیکن اعتراف عجز کي ایک هي طرح کي روح دونوں کے اندر بول رهي ھے - لامارک کے اس قول میں که " همارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں ھے که جهل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں که " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں هم اِسکے سوا کچھہ نہیں کہہ سکتے که هم کچھہ نہیں جانتے " اور اِمام رازي کے اس اعتراف میں کیا فرق ھے که :

نهایـــة اقدام العقـــول عقال
و اکثر سعی العالمیـــن ضــلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیه قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کي تفسیر خالص قرآني طریقه پر نہیں کي جائیگي ' مشکلات راہ حل نہیں هوسکتیں -

(۲) ایک اهم اور بنیادي کام اِس باب میں یه ھے که قرآن حکیم کے الفاظ ' تراکیب ' اور اُسلوب بیان کو تمام وضعي اور خارجي عوارض سے پاک کر کے اُنکي اصلي صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہي یه اصلیت نمایاں هوگئي ' تمام اشکال خود بخود دور هو جائینگے -

قرآن حکیم عربي زبان میں نازل هوا - اُسکے الفاظ عربي زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنهي معاني کیلیے استعمال کیے گیے تھے ' جن معاني کیلیے عربي لغت میں مستعمل تھے - قران نے خود جابجا اپنے عربي زبان میں هونے ' نہایت کھلے اور دلنشین هونے ' اور مطالب کے سہل اور زود فہم هونے کا ذکر کیا ھے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا که " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر به المتقین " هم نے قرآن تمهاري زبان میں سہل کردیا تا که متقي طبیعتوں کیلیے اس میں هدایت کي بشارت هو - ظاهر ھے که قرآن کا یه عظیم اور ابتدائي وصف باقي نہیں رهتا ' اگر ایک لمحۂ کیلیے بهي یه فرض کر لیا جاے که اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معاني کے علاوہ کوئي دوسرا مفہوم بهي رکھتے تھے جو عرب جاهلیت کي لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکه مسلمانوں کا ذوق خارجي اثرات سے متاثر نہیں هوا تھا ' اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوي معاني میں قائم رھے - بلاشبه اُس عہد میں بهي هر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تھا ' الفاظ قرآني کے مجازات سے واقف تھا - لیکن یه زبان اور بول چال کے ویسے هي صاف اور سادہ مجازات تھے ' جو دنیا کي هر زبان میں هوتے هیں ' اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبهي کسي اهل زبان کو کسي فلسفیانه فن بلاغت و بیان کي ضرورت نہیں هوتي - حضرت عبد الله ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیه یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ' تو بغیر اسکے که فلسفیانه دقیقه سنجیوں سے آشنا هوں اور ید و علو کے نفي و اثبات کي بحثوں میں اُلجھیں ' اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھہ لیتے تھے جو هر غیر متکلف عربي داں سمجھہ لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیله کي (یعنے اُن علوم و فنون کي جو باهر سے عربي زبان میں منتقل هوے) اشاعت هوئي ' اور وضعي علوم کي اصطلاحات اور نظري مباحث کي منطقي تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا هوگیا ' تو ایک بڑي جماعت اُن لوگوں کي پیدا هوگئي جنهوں نے قرآن کو اهسته اهسته منطقي و فلسفي جامه پہنانا شروع کر دیا ' اور به تدریج اسکے الفاظ عربي لغت سے هٹ کر منطقي تعریفات و حدود کي نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک که کچھہ عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وهي معاني سمجھے جانے لگے ' جو علوم وضعیه میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یه تبدیلي الفاظ اور مطالب ' دونوں میں هوئی - مطالب میں بنیادي چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال ھے - ایک عظیم اور اصولي غلطي متاخرین سے یه هوئي که وہ قرآن کے فطري اور وجداني اُسلوب بیان کي اهمیت معلوم نه کرسکے - یوناني فلسفه کے اشتغال نے اُن میں منطقي استدلال کا ذوق پیدا کردیا تھا - انهوں نے کوشش کي که جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئي بیان ھے' اُسے کھینچ تان کر منطقي استدلال کي شکل دیدیں -

حالانکه انبیاء کرام کے علوم کي راہ وضعي و منطقي طریق استدلال کي راہ سے بالکل مختلف ھے - انبیاء کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکه قلوب سے هوتا ھے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکه عامة الناس کے لیے هدایت و سعادت کي راهیں کھول دینے کے لیے آتے هیں - اُن کا مقصود یه نہیں هوتا که اشیاء کي حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے هیں که اعمال اور ان کے نتائج کي حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپني تعلیم و هدایت میں کوئي ایسا طریقه اختیار نہیں کرتے ' جسے کسي طرح کي بهي مشابهت منطقي طریق بحث و استدلال سے هو - اُن کا طریقه سیدھا سادھا فطري طریقه هوتا ھے ' جسکے لیے نه تو انسان کے بنائے هوئے علوم و فنون کي تحصیل ضروري هوتي ھے ' نه پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے هیں ' اور نه کسي طرح کي ذهني کاوش اور نظري سلوک کي قید هوتي ھے - هر انسان اپنے وجدان کي قدرتي استعداد اور طبعیت بشري کے فطري طلب و داعیه سے اُسے سننے هي قبول کر لے سکتا ھے ' اور ایک فلسفي و حکیم سے لیکر ایک بادیه نشیں دهقان تک ' هر درجه ' هر طبقه اور هر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا ھے !

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ - عید آستانہ - ترکی طبی کانفرنس - ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے - مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے - اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دیئے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں -

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا - اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی - ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی - ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے - ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے عنقریب بازار میں آجائے گا -

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سنا ہوگا - حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے - عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ر اکتوبر کو بڑی دہوم دھام سے منائی جاتی ہے - پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی - تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی -

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التواء جنگ کا معاہدہ طے کیا - اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دیئے - ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں - انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کرلیا - فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر - ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہوکر لنگر انداز ہوگئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کردیں - پھر ان کی بری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کردی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں - ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا - مسلّح سپاہی اور مسلّح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے بہت سے مارے گئے - بہت سے قید کئے گئے - بہت سے جلا وطن کئے گئے کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا -

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں - کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں - وہ بالکل خاموش ہوگئے - اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کرلیا - دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبّار قوم ہماری غلامی پر قانع ہوگئی - مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی - ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہوجاتی ہے - جب ترک کو چپ سناٹے میں دیکھو، تو اُس سے بھاگو - کیونکہ وہ غصہ ہوگیا ہے - قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں - آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہوگئے، مگر اُن کی روح بول رہی تھی - اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے - یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا - اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا - کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے - مگر جاتا تھا - یہ تاریخی حقیقت ہے -

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا - اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے، بدتر تھی - دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں - یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں - اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے - مگر وہ ڈرے نہیں - خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا - مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا -

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے - مگر وہ واقعہ تھا - ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے - جسوقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا -

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھتی اور بھاگتی نظر آئیں - ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آرہی تھیں - بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا - اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ر اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اُس کا افتتاح کیا - کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی نیازی بک کی روداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے - اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں - یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اردفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہے - رشاد رضا بک اور موسی کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطینیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ - آدمی مرچکے ہیں - پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں - یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں -

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدّت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہوگئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں - اس ہفتہ میرزا فروغی خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں - ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے - موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کُرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں - ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں - میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں - مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں - اگر واقعہ یہی ہے تو ہم اُنھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہوگئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں -

---

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ر مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہے - اسمیں ۴،۰۱۶،۰۰۰ مسلمان ہیں - ۱۰۸،۰۰۰ ایسی یہودی ہیں - ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں - ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں -

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی - اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہوگیا ہے -

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں - زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے - ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی - صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بلاکر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں ہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کما نڈا کو دیا کرتا ہو۔ لیکن چیپنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہو زہر، تانبے کے کساؤ سے پیدا ہوگیا ہو تم ابھی جاکر کما نڈار کو خبر کردو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کہ کما نڈار ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پُوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سُنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سُن چکے تھے کہ کما نڈار اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا "اِن لوگوں نے دودھ تو کھالیا ہوگا؟ کیا مرگئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہو؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقار نے مسموم دودھ کما نڈار کے پاس بھیجدیا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے۔ لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کردیا۔ اور کہا "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کردیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگادی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہوگیا کہ زہر ملادیا گیا ہو۔ بعد میں مُش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست دقے میں مبتلا ہوگئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہو۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑدیا اور اچھے ہوگئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملادیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اُسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ ۳۱ مارچ ۱۳۰۱ھ کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۴۰ سپاہی داخل کردئیے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کرکے کہا "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلادو تو تھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہوگیا ہو۔ اُسے ۶۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کرڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سُنادیا۔ اُنھوں نے باقی رفقار کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑگئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہوچکے تھے۔ اپنی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پُورے قلعے میں فوج لاکر بھردی اور محاصرہ کرلیا۔ مگر کامیاب نہ ہوسکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کردیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بُلاکر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کردینا چاہتے ہیں۔ اب سے پہلے تم زہر لے گئے اور پکا وعدہ کیا، مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کرکے سو گے تو ہم سے بُرا کوئی نہ ہوگا"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشار کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہورہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

"آپ لوگ جُدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبراگئے اور اُنھوں نے طے کرلیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مُش آغا ایک افسر نے آکر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہو۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کما نڈار نے آکر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہو۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہو جسے پورے سمندر کا پانی بھی دھو نہیں سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہو لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں بالکل جھوٹ ہیں اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جُرم کی رات

۱۱ رجب ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کرڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہو:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کما نڈار، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کردی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کردیئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگاکر پکڑلے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کردیئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کردیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ ناجی پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سورہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک کو اُٹھالے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہو۔ نہ کہ ارتکاب جرم!" لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہوگئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھاکر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ محمد آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلائے "امان اللہ!" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر اللہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہو" مگر وہ اس قدر مرعوب ہوگئے تھے کہ بیہوش ہوکر گرپڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھالے گئے۔ رات ہی کو علی بک بروسہ لی کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کردیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگادیئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا "مدحت پاشا ۲۶ مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۲ مئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کررہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہوجاتی ہو۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہو: گلا گھوٹنے کی موت یا گولی کی موت؟ یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہو۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہوکر پھر دُور ہوگیا۔ ہماری وجہ سے کئی معصوم یہاں قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر اللہ آفندی کو ۴۰ پونڈ دئیے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیر اللہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کردی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مرگئے۔ لیکن دُنیا نے یہ جھُوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہوگئی۔

سلطان عبد الحمید، اِن دونوں شہیدانِ وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پُوری تحقیقات کی۔ مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہو کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کرکے روانہ کردیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہو، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کے لئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اُکھاڑ ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کردیں۔

یہ عجیب بات ہو کہ اس واقعہ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز، مرض فالج میں مبتلا ہوگیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دُنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا"

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہو۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیادی افعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہو کہ کیمیادی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور دونوں خون اپنی کیمیادی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشو و نما پاتا ہو، ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشو و نما حاصل کرتا ہو۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضار بھی موجود ہیں اور نظریہ نشو و ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہو، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہو۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہو۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہو؟

دماغ انسانی کا نشوو

بندر کے دماغ میں کوئی جزء ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزء انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزاء اور اُن کی ترکیب موجود ہو، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہو۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہو۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہو۔ بلا شبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہو۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزاء میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہو۔

ڈاروین نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہو نہ کہ نوعیت میں۔ ڈاروین کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہو کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہو، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہو۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہو اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہو کہ عہد میوسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہو۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ باز کی؟ سر دست ان سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلن کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہو، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہو جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہو۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہو، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہو کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہلٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہو، بلکہ مقصود یہ ہو کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہو، اور مندرجہ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہو۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہو جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ ایلن اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوتے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہو۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہو۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہو۔ جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہو، بہت ممکن ہو کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہو!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں ابتک اس پر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کے مخلوق کی عادت ہو کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہو میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہو گئی۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمھارے سامنے انسان کی ایسی خصلتیں پیش کر رہا ہو جن کا ظاہر ہنسانے والا ہو، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رولانے والا ہو، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمھارے سامنے موجود ہو۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہو۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہو۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہو جو متوسط طبقہ تو نہیں ہو مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہو۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلن موجود ہو۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہو۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہو۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہو مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہو۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہو۔ پھر بیک وقت اس رشک ماہ کا اُستاد، مربّی، اور عاشق بنجاتا ہو۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہو۔ پیرس کی ایک تھیٹر کی کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہو۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہو۔ ماں اُسے بڑے ہی تاثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہو اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہو۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہو۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پھرتیلی خادمہ کو سناتی ہو۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

کی ایک کان ملی ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

سنہ ۱۹۱۳ء سے ابتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
۱۹۱۳ء	۱۴۲
۱۹۲۲	۵۱۴
۱۹۲۳	۵۰۸
۱۹۲۴	۳۰۳
۱۹۲۵	۶۲۶
۱۹۲۶	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
۱۹۲۱	۱۲۱۹	۷۵۳
۱۹۲۵	۱۷۵۴	۹۵۳
۱۹۲۶	۲۴۰۴	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد ۴۰ ملین فرنک تھی۔ سنہ ۱۹۲۶ میں ۱۲۷ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہے۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہے جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی قیمت سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۰،۲۵،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۴۶ ہزار فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہے۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۶۴ ملین قرضہ تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہوگئی ہے۔ حکومت مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ میں حکومت کی آمدنی ۲۶،۷۶،۴۲،۳۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ سنہ ۲۶ میں آمدنی ۴۰،۶۹،۱۵،۷۷۲ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸۴،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ لائن دو قسم کی ہے: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہے اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہے:

خط	درازی
دار بیضاء سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ 〃
قنطرہ سے وزان تک	۱۵۸ 〃

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

طنجہ۔ فاس لائن۔ یہ ایک فرانسیسی اسپینی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی درازی ۴۰۶ کیلومیٹر ہے۔

قنیطرہ۔ رباط لائن۔ یہ دار بیضاء اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ۔ فاس ریلوے سے ملجاتی ہے۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکوم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
۱۹۰۷ سے ۱۹۱۱ء	۱۲۶
۱۹۱۲ 〃 ۱۹۱۴	۵۹۸
۱۹۱۵ 〃 ۱۹۱۹	۱۴۱۰
۲۰	۴۹۰۸
۲۱	۴۷۸۲
۲۲	۴۳۶۱
۲۳	۳۹۳۵
۲۴	۳۳۳۸
۲۵	۹۰۴۲
۲۶	۱۴۰۵۶

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہے۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہے کہ صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کر کے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملا دیا جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہوگیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحرا کا تمام غیر آباد حصہ آباد حصہ ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی خط تجارت

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مشکلات

نظریۂ ارتقاء کے تحقق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جبکہ زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کرلی ہے۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہے۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں ممکن ہے یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈہائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہے اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسان کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اُسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہمیں اُن کے جسم کے صرف وہی اجزاء مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر سے انکار نہ کرسکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہے کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہے جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل، انتھروپوئڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہے۔ بنا بریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہے۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہے۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے کے

شدید حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہو۔ فاسق عاشق اس شوہر کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہو، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہو کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہو!

عاشق رخصت ہوتا ہو ایلین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہو گفتگو جاری ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بھی اچانک کہدیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہو۔ خوف سے کانپنے لگتی ہو مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہو "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہو!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہو، واقعی اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہو۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہو کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کوڑہ کرکٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سست کہنے لگتی ہو۔ اسپر شوہر کا پیمانہ صبر بھی لبریز ہو جاتا ہو۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہو۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلّاتا ہو "میری دیوسی دیکھے گی!" عورت لرزہ براندام ہو۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہو۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہو۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہو۔ غیرت سے انتقام پر تُلا ہوا ہو۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہو۔ معافی کا ارادہ کرتی ہو۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہو۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اسپر ٹوٹ پڑنے کو ہو۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہو، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہو "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا۔" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہو۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہو!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُسپر چلی جانا" مگر اب موٹر کہاں؟ ایلین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی دیوسی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہو، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ ایلین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

ایلین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیوں کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آگئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالامال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اُس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ء سے ۲۴۱ء ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسنی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، رُوم کے قبضہ میں آگیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، رُوم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہو۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہو۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پیرینیز کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑ کو عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ اُنھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازمین کا معرکہ، جو ۲۱۸ء ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کانی" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔

مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متوروس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثناء میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ء ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار شیپون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ، یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر اُسنے ۱۸۳ء ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ء — ۱۴۶ء ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجے کی لڑائی سمجھی جاتی ہو، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے جو آجتک تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور یہ دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہو۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہو۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل ہو کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہو۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہو کہ

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اِس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سُننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تأثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا نا پسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگتی۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا الین دولتمند مداحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفارِ راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو مگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹھکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دَوڑی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں عوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا مینجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آموجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے جلسۂ خانہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے اثنا سے پتہ چلتا ہو کہ لڑکی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پُرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک بتام ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ الین بھی اپنی آرائش میں مصروف ہو۔ تھیٹر کے مینجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آگئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کمسن خادمہ شوقِ خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفہ کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنھیں بہ مشکل پہچان سکتے ہو۔ دولت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئیے ہیں۔ اب غربت کی مسکینی کہیں نظر نہیں آتی۔ الین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا مسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ شب و روز من برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا ادھیڑ عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں رہیں۔ اب پھرتیلی اور چُست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ الین کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں الین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے مینجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ الین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں کھیلتے ہیں، مذاح کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ الین کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہو گیا ہو جس میں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری تھی کہ الین کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ الین اپنے دولت مند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ الین اور اُس کے دوست میں گفتگو چھڑتی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ الین کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آگیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدّراہ ہو جاتا ہو!

یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر الین اسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی مذاح کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ پس و پیش کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اسے "الین کا شوہر کہتے ہیں"۔ اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتّر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دُور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُسمیں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہو، وہ سوچتا ہو کل الین جُوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی، شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن الین چالاک ہو۔ شوہر عاشق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک دفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم الین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اِس طرح حاصل ہوا کہ الین اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا اُسنے احباب کے ساتھ الین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہو۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ الین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سُنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن الین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اِس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سُنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

اشتہار کے لئے

ہم بحری تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیرِ اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہٰذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے عملاً دو مرتبہ اُس پر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آرہا ہوں۔ اپنی ان دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پامال کردیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کرلی اور کسی "جائز سبب" کی جستجو شروع کردی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کردیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتیار، روم کے حوالہ کردیئے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہوگیا ہے۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کردیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دُور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تُل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کرلئے اور تیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

" دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالامال رکھا لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کرلی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کرسکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کردیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مرجائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہوگئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کرلیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کردی۔ لیکن سخت جدّوجہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کرلئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہوگئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہوگئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگادی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں ابتک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربارِ خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

" زرقاء کی تقریر کسے یاد ہے"؟ امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

" ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

" اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

" اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

" بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا " کیا میرے جیسے شخص کے لئے روا ہے کہ حاکم ہوچکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بُلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کردو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہوگئی۔

" اہلاً و مرحبا!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا " خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

" اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

" جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

" میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

" میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

" اے امیر المومنین! سر مرگیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقاء نے جواب دیا۔

" سچ ہے" امیر نے کہا " مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

" نہیں"

" لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا " واللہ میں نے سُنا تم کہہ رہی تھیں:

" اے لوگو! تم ایک ایسے فتنہ میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جسمیں نہ کوئی کسی کی سنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کرسکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے، یقین چاہتا ہے ہم سے یقین لے۔ حق گم ہوچکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر رہے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہوچکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کرکے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہوکر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے، مردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

" اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کرکے کہا " تم ہر خون میں کی شریک بن چکی ہو"

" اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

" تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

" ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کردے"

" واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا " اپنی حاجت بیان کرو"

" میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کرونگی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دیدی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بہا جواھر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت کے ليے نہايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح کا كام دے :

آسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شہرہ آفاق كتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" كي بحث کے علاوہ امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ـــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامه ـــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بہترين تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام كيا هے - اسكے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وہ اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پہلا نمونه تهيں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بہت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نہيں - اِس كي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں کا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پہلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نہيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحدہ كرنے كيليے تيار نہيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوبارہ چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيرہ کے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پہلے پہونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه   " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس کے علاوہ هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنٰا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

(مینجر الہلال کلکتہ)

١٩٢٧

نمبر ٢٢

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الکریم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ — کلکته : جمعه ۲۲ . جمادی الاولی ۱۳۴٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 18, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الہلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر این . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٦۵۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۲	اردو حروف کی حق مین	۴۴۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٦۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۸	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آیندہ اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی ارڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تھا " اُس وقت دنیا میں کوئي دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے هم دونوں تھے - هم ایک ایسي پاک محبت کے مزے لوت رهے تھے ' جیسي خواب میں بھي کسي انسان نے نہ دیکھي هوگي ... اکثر هم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑهتے اترتے - بارها هم دن دن بھر مخلوق کي نظروں اور شهر کے شور و غل سے دور بیتھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اِس دو شیزہ کی یاد محو کردي اور اُسے اپني ایک هم وطن لڑکي سے عشق هوگیا - نپولین شروع هي سے مستبد تھا - اُس نے اپني محبوبہ کو سختي سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسي کو بھي مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکي کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا هوگئي ' اور اُس کے پنچہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زهر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادهیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادهیڑ عورت " میڈیم پرموں " سے محبت هوگئي ' اور اس قدر بڑھي کہ ایک لمحہ بھي اُس کي جدائي گوارا نہ تھي - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادي کرلینے کي درخواست کي - عورت نے اِس خواهش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف هوگئے هو ! مضحکہ بننا چاهتے هو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوي هونے کے بجائے میں تمهاري ماں بننے کے زیادہ قابل هوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزري اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کي عادت تھي کہ تعلقات بڑهائے جاتا تھا ' اور جب عورت اُس کے دامِ محبت میں پھنس جاتي تھي ' تو بے اعتنائي سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈیم ولسکا " پولینڈ کي ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافي ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاها - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کي بہت کوشش کي ' مگر وہ برابر بیزار رهي - آخر ایک دن غضبناک هوکر چلایا " تو دیکھہ لیگي - میں تجھے کس طرح زیر کرتا هوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ ' یہ میرے هاتھہ میں گھڑي ہے ' جس طرح میں یہ گھڑي چور چور کیے ڈالتا هوں ' اُسي طرح پولینڈ کا ملک بھي پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑي زور سے دیوار پر مار دي - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر هوا کہ وہ بے هوش هوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑي -

لیکن چند دنوں کے بعد هي نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھي اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور هیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائي مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاري " کے خاندان سے اُن کا تعارف هوگیا - اِس تاجر کي دو لڑکیاں تھیں - بڑي کا نام " جولیا " تھا - چھوٹي کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائي نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپني محبوبہ سے سیر هوگیا ' اور بھائي کي محبوبہ پر قبضہ جمانا چاها - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے ' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمهاري محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج هیں - لیکن مجھہ میں اور میري محبوبہ مین استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ هم تم مبادلہ کر لیں تا کہ تمهارا نقص جولیا پورا کر دے ' اور میں ڈیزیرا کي کمي پوري کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائي کي محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسي کو بھي مخالفت کي جرأت نہ هوئي !

لیکن تھوڑے هي زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کي راهیں اُس کے سامنے کھلي هوئي هیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا ' اور اُس کي منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھي خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کي طبیعت کچھہ ایسي بیچین واقع هوئي تھي کہ ایک هي حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار هونے کے تھوڑے هي دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ هوگیا - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ١٧٩٥ - میں جب نپولین بام عزت کي ابتدائي سیڑهیوں پر تھا ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کي تلوار واپس مانگي - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونت الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسي انقلاب کے زمانے میں پھانسي دیدي گئي تھي - نپولین بچہ کي جرأت و فصاحت سے بہت خوش هوا اور اُس کي درخواست منظور کر لی - دوسرے دن اُس کي ماں شکریہ ادا کرنے آئي - یہي جوزیفائن تھي - نپولین پہلي هي نظر میں اس پر عاشق هوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعي بہت خوبصورت تھي ' ساتھہ هي عقلمند بھي تھي - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کي چشم و ابرو کا شکار هوگیا ہے - چونکہ اسراف کي وجہ سے سابق شوهر کي تمام دولت خرچ کرکے مقروض هوچکي تھي ' اِس لیے اس نے بھي اس نئي دعوت عشق کا پوري سرگرمي سے استقبال کیا اور تعلقات بڑهانا شروع کردیے - چند ماہ کي آمد و رفت کا نتیجہ یہ هوا کہ مارچ سنہ ١٧٩٦ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کي شادي هوگئي - دلہن کي عمر دولها سے سات سال زیادہ تھي ' مگر نکاحنامہ میں اُس کي عمر ٢٩ - برس لکھي گئي اور نپولین کي ٢٦ برس !

شادي کے دو دن بعد نپولین کو اٹلي کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھي ' مگر جوزیفائن کي یاد هر وقت تازہ رهتي تھي - هر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا ' اور اپني حالت سے اُسے آگاہ کرتا رهتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر هاتھہ رکھتا هوں ' تم اُس میں موجود ملتي هو جس سے مجھے بڑي تسکین هوتي ہے - اِس دنیا میں اگر کوئي غم ہے تو صرف تمهاري فرقت کا "

جوزیفائن کي تصویر هر وقت اُس کے پاس رهتي تھي - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا ' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے هاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کي طرف سے

نپولين اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

ميدان جنگ اور حجلۂ هوس !

انسان ذهن و جسم کي کتني هي عظمتيں حاصل کرلے ' ليکن روح اور اخلاق کي ادنی سے ادنی پاکيزگي بهي حاصل نهيں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحاني هدايت کي روشني سے محروم هے !

انسان کے ليے يه سهل هے که تمام دنيا فتح کرلے - سکندر نے دنيا کي تمام سلطنتيں تهه و بالا کرڈالي تهيں - انسان کے ليے يه بهي دشوار نهيں که ذهن و فکر کي ايسي بلنديوں تک پهنچ جائے جهاں تک دوسروں کے قدم نه پهنچ سکے هوں - ارسطو ' اقليدس ' سولن ' اور سنيکا جيسے فاتحين علم کي فتح منديں لا زوال هوچکي هيں ' اور دنيا منطق ' رياضي ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق ميں آج تک ان کي پس رو هے - انسان کي اولو العزمي ان بلنديوں پر بهي نهيں رکتي - کچهه مشکل نهيں اگر وه آگ کے شعلوں ميں کود پڑے ' سمندر کي موجوں کي هنسي اڑائے ' پهاڑوں کي صفيں چير ڈالے - ليکن هاں ' يه مشکل هے ' بهت هي مشکل هے ' که وه اخلاق اور روحاني پاکيزگي کي راه ميں اپني کسي ايک خواهش نفس کا بهي مقابله کرسکے - اس کي ساري اولو العزمي اور کوه همتي جو دنيا کي ساري رکاوٹوں کا تن تنها مقابله کرسکتي هے ' هوائے نفس کي ايک ادنی سي رکاوٹ بهي اپني راه سے هٹا دينے پر قادر نهيں هوتي - سکندر تمام دنيا کي تسخير کي محنت سے نهيں تهکا ' ليکن بابل کي ايک عورت جب اس کے سامنے آئي ' تو اپني خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگيا - سنيکا نے تمام نوع انساني کو اخلاق اور اخلاقي سعادت کي دعوت دي ' ليکن خود اپنے آپ کو ايک دوسرے انسان کي منکوحه عورت سے باز نه رکهه سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بهي دنيا گن چکي هے ' اور يونان کي ايک قديم ضرب المثل هميں بتلاتي هے "بڑا انسان بنو - اگر نيک انسان نهيں بن سکتے" !

في الحقيقت انساني زندگي کي يهي اخلاقي اور عملي نامرادي هے ' جو الهامي هدايت کي کسي بالاتر قوت کي ضرورت تسليم کرنے پر مجبور کر ديتي هے - انسان اپنے ذهن و جسم کي قوتوں سے سب کچهه کرلے سکتا هے ' ليکن تکلف اور بناوٹ سے بهي اپنے آپ کو نيک نهيں بنا سکتا - اگر انساني زندگي کي سعادت کيليے اُس عملي صداقت کي کچهه بهي ضرورت هے جسے نيکي کے لفظ سے تعبير کيا جاتا هے ' تو ناگزير هے که عام انساني سطح سے کوئي بلند تر ذريعه ارشاد و هدايت کا هو - مذهب اور الهام اسي ذريعه هدايت کا نام هے -

(نپولين اعظم)

اٹهارهويں صدي ميں نپولين بونا پارٹ کا ظهور بهي انساني اولوالعزمي کا ايک عظيم ظهور تها - شايد هي يورپ کے کسي انسان کي نسبت دنيا نے اسقدر کها اور سنا هو ' جسقدر اِس غير معمولي انسان کي عجيب و غريب دماغي قوتوں کي نسبت کهه سن چکي هے - تاهم انساني عظمت کي اخلاقي نامرادي کا يه کيسا عبرت انگيز منظر هے که يهي نپولين جب ميدان جنگ سے باهر اپنے گهر کي محفوظ زندگي ميں ديکها جاتا هے ' تو اِس ميں اتني قدرت بهي نظر نهيں آتي که نهايت ادنی درجے کي اخلاقي کمزوريوں سے اپنے آپکو باز رکهے !

حال ميں جرمني کے ايک اهل قلم گيرٹرڈ ارٹيز Gertrude Aretez نے ايک کتاب " نپولين اور اُسکي دوست عورتيں " لکهي هے ' اور اُس ميں مستند تاريخي ذرائع سے وه تمام شهادتيں جمع کردي هيں جو نپولين کي عاشقانه بو الهوسيوں سے تعلق رکهتي هيں - اِس کتاب کا انگريزي ترجمه بهي شائع هوگيا هے ' اور دو تين هفته سے انگلستان اور يورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث هے - هم اُس کي بعض تاريخي داستانيں قارئين الهلال کي عبرت و بصيرت کيليے درج کرتے هيں -

(سوله برس کي عمر ميں عشق)

محبت کے باب ميں نپولين کي طرف يه قول منسوب کيا جاتا هے که " محبت کاهل آدمي کا دل بهلاوا هے " ممکن هے ' نپولين نے يه اُس وقت کها هو ' جب وه پاک دامن تها - ليکن بعد ميں — اگر مخالف مورخين کي روايت تسليم کرلي جائے تو — اُس نے اِس قول کي بنا پر حسن و هوس کي زندگي سے اجتناب نهيں کيا ' وه همشه کسي نه کسي حسينه سے وابسته رها -

آغاز شباب ميں نپولين مارسيلز اور پيرس کي سڑکوں پر پهٹے پرانے کپڑے پهنے پهرا کرتا تها - نه تو اُس کي هيئت سے کسي کو دولتمندي کا شبه هوسکتا تها ' نه اُس ميں ظاهري حسن و جمال هي کچهه ايسا غير معمولي تها که کسي کو اپني طرف متوجه کرلے - تاهم يه واقعه هے که اُس زمانه ميں بهي بکثرت عورتيں اُس پر عاشق هوگئي تهيں - کيونکه في الواقع اُس ميں کوئي ايسي نامعلوم کشش موجود تهي ' جو دلوں کو لبها ليتي تهي - ممکن هے ' اُس کا شرمگيں انداز اور اُسکے پر غور چهره کي عجيب اداسي اُس کے ديکهنے والوں کے دلوں ميں محبت پيدا کر ديتي هو -

کها جاتا هے که نپولين سوله برس کي عمر ميں جب والنسا ميں رهتا تها ' تو وهاں کي بهت سي حسين عورتيں اُس پر فريفته هو گئي تهيں - مگر خود اُسے بجز ايک کے کسي سے دلچسپي نهيں هوئي - اس دوشيزه کا نام " کارولين کولومبيا " تها - وه نهايت نازک اندام اور خوبصورت تهي - ايک مرتبه خود نپولين نے اِس لڑکي کے

حجة ابراهيمى

آيۂ کريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

قرآن حکيم کا اُسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير کا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الکلام)

(۲)

(۴) انبياء کرام (عليهم السلام) حکماء کے وضعي طريق استدلال کي جگه فطري طريق تلقين کيوں اختيار کرتے هيں ؟ ميں اسکی تشريح يهاں نهيں کرونگا ' کيونکه اول تو يه تحرير تشريح کي متحمل نهيں ' ثانياً آيۂ زير بحث ميں بهي اسي حقيقت کي طرف اشاره کيا گيا هے اور اسکي تشريح آگے آئيگي - البته ترتيب بيان کيليے مختصر لفظوں ميں يوں سمجهيے که :

اولاً ' انبياء کرام کي تعليم کا مقصود بحث و نظر نهيں هوتا ' ايمان و يقين هوتا هے - ايمان و يقين کيليے وضعي علوم کا طريق استدلال کسي حال ميں بهي سود مند نهيں - انبياء کرام کے تمام احکام کا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر هے جسے قرآن حکيم نے عالم " غيب " سے تعبير کيا هے - عالم " غيب " کے معاملات خلاف عقل نهيں هيں مگر ما وراء عقل ضرور هيں ' اسليے انکا عام نظري استدلال کے ذريعه نهيں بلکه صرف وجداني شهادت کے ذريعه حاصل هو سکتا هے - وه وجداني شهادت جو فطرة انساني ميں وديعت کردي گئي هے اور جسکا اذعان قدرتي طور پر هر انسان کے اندر موجود هے - پس انبياء کرام کا طريق ارشاد يه هوتا هے که وه انسان کے وجدان سے خطاب کرتے هيں ' نه که مجرد ذهن و ادراک سے -

---

بيوي کے پاس ليجائے - ليکن جب ڈاکٹر ملکه کے پاس پهنچا ' تو اُسے ايک کانے عهده دار سے تعشق کرتے پايا - ملکه نے نپولين کا پيغام سن کر کها " ميں نے اُسکي محبت کبهي اپنے دل ميں محسوس نهيں کي - اگرچه ميں يه هميشه ياد رکهنے پر مجبور هوں که وه ميرے لڑکے کا باپ هے "

مذکورۂ بالا عورتوں کے علاوه اور بهي بهت سي عورتوں سے نپولين کو محبت هوئي يا انهوں نے اُس سے محبت کي - اِنميں سب سے اهم اور قابل ذکر تين عورتيں هيں - ميڈيم پولين ' ميڈيم ڈي استايل ' اور مسز اربل - هم اُنکے واقعات بالاختصار بيان کرينگے -

---

ثانياً ' ايک اصل عظيم اس باب ميں يه هے که انبياء کرام کا طريق تعليم " مقدمات " کا طريقه نهيں هوتا - " براه راست " تلقين کا طريقه هوتا هے -

عام بول چال ميں اس کا مطلب يوں سمجهنا چاهيے که کسي بات کے ثابت کرنے اور منوا دينے کے طريقے دو هيں : ايک طريقه يه هے که پہلے مخاطب سے چند ايسے باتيں منوالي جائيں جوگو اصل مدعا نهيں هيں ' ليکن انکے تسليم کرلينے کے بعد مدعا کا تسليم کر لينا ضروري هوجايگا - يه طريقه " مقدمات " کا طريقه هے - دوسرا طريقه يه هے که جو بات مخاطب کے دل ميں اُتارني هو ' وه ايسي شکل و نوعيت ميں بيان کر دي جاے ' که بغير کسي دوسري بات کے سهارے کے ' خود بخود دل نشيں هوجاے - اُس بات کے سمجهنے ' مان لينے ' اور شک و انکار سے محفوظ هوجانے کيليے کسي دوسري بات کے سوچنے سمجهنے کي ضرورت هي نه هو - يه طريقه " براه راست " تلقين کا هے - کيونکه اس طريقه ميں اثبات مدعا کيليے جو کچهه کها جاتا هے ' مقدمات کا محتاج نهيں هوتا - پهلا طريقه علوم وضيعه اور نظار کا هے - دوسرا طريقه طريق فطري اور انبياء کرام کا هے -

انبياء کرام اگر اپني تعليم ميں مقدمات کا طريقه اختيار کرتے ' تو ظاهر هے که اُن کا خطاب عام نوع بشر سے نهيں هوسکتا تها - کيونکه بجز چند افراد کے جنهوں نے علوم وضيعه کے طريقه پر مقدمات کے بحث و نظر کي استعداد پيدا کرلي هو ' عامة الناس نه تو ان کي تعليم سمجهه سکتے ' نه ايمان کے ليے مکلف هوسکتے - انبياء کے ليے ضروري هوتا که وه ايمان کي براه راست دعوت دينے کي جگه پہلے مدرسوں ميں وضعي علوم کي تعليم ديتے پهرتے ' پهر تعليم کے بعد مقدمات ترتيب ديکر اثبات مدعا کي شکليں بناتے ' پهر اُن مقدمات ميں سے ايک ايک مقدمه پر لڑتے جهگڑتے - پهر جب مخاطب اُن مقدمات کے جال ميں اُلجهه جاتا ' تو اُسے بے بس کرکے اقرار کرا ليتے - يه طريقه حکماء کي بحث و نظر کا هے - " دعوت " کا نهيں هے - اور انبياء کرام " داعي " هوتے هيں - " مناظر " اور " نظار " نهيں هوتے !

ثالثاً ' مقدمات کا طريقه جيسا کچهه بهي هو ' يقين نهيں پيدا کر سکتا ' عجز پيدا کر ديتا هے ' اور دونوں ميں فرق هے - انبياء ' اپنے مخاطبين ميں يقين پيدا کرنا چاهتے هيں - بحث ميں عاجز کرکے چپ کرا دينا نهيں چاهتے - مقدمات کا طريقه پيچ در پيچ اور چند در چند نظري مسلمات پر مبني هوتا هے - اگر مخاطب اِس پيچ و خم کا شاطر نهيں هے ' تو بهت جلد لاجواب هوکر چپ هوجائيگا - يه " چپ هو جانا " نه که " مطمئن هوجانا " طريق مقدمات ميں مناظر کي فتح سمجهي جاتي هے - ليکن انبياء کرام زبان نهيں ' دل جيتنا چاهتے هيں ' اور زبان کے بے بس هو جانے سے دل ميں يقين نهيں پيدا هو جاتا - تم ايک تيز زبان آدمي سے گفتگو ميں بازي نهيں ليجا سکتے ' اس ليے هار مان ليتے هو ' مگر اس سے دل کا اعتقاد تو نهيں پيدا هو جائيگا ؟

رابعاً ' مقدمات کے طريقه کا تمام تر دار و مدار وضعي علوم کے نظري مسلمات پر هوتا هے ' اور يه مسلمات نه تو هر حال ميں حقيقي هيں ' نه هر زمانے کي علمي استعداد يکساں طور پر ان کا اعتراف کرسکتي هے - بهت ممکن هے که کل تک جو بات مسلم طور پر ماني جاتي تهي ' آج اتني کمزور هوجائے که لوگ اُس کي

بالکل نا امید هو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمھارے پر هوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آ جاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپني رنگ رلیوں میں مصروف تھي - نپولین کي اُسے ذرا بھي پروا نه تھي - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑي عزت حاصل هوگئي تھي - اچھے اچھے لوگ اُس کي خوشامد میں لگے تھے - چند هفته کے اندر نپولین نے اٹلي میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاها - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتي رهي - آخر نپولین نے سختي سے لکھا که فوراً چلي آؤ - اِس مرتبه اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا که میں سفر نہیں کر سکتي کیونکه حمل سے هوں - نپولین کو اس جھوٹي خبر سے بڑي هي خوشي هوئي - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کي - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکه تم بیمار تھیں - سچ هے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتي هے ... کاش ایک هي دن کیلیے میں تمھارے پہلو میں هوتا ! "

نیز اپنے بھائي کو لکھا " جوزیفائن کي علالت نے میرے هوش اڑا دیے هیں - کاش میں اُسے دیکھ سکتا - اُس کي محبت جنون کے درجه تک پہنچ گئي هے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواسته اگر وہ مرگئي تو زندگي میں میرے لیے کوئي لطف باقي نہیں رهے گا ! "

لیکن چند هي دن بعد نپولین کو معلوم هوگیا که جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھي هے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رهي هے - اب اُسکے غصه کي کوئي حد نه تھي - اُسنے فوراً تلخ لہجه میں خط لکھا ' اور حکم دیا که بلا کسي عذر کے روانه هوجائے - جوزیفائن بادل ناخواسته روانه هوگئي - میلان میں نپولین نے بڑي مسرت سے استقبال کیا - مگر چند هي دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکه فوج ایک خطرہ میں پھنس گئي تھي - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائي کے وقت تمھارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میري عقل جاتي رهي تھي - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ' تاکه مرنے سے پہلے هم کہه سکیں که هم نے بھي چند دن خوشي کے دیکھے هیں " مورخ میسن کا بیان هے که نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا هوتا تھا ' گویا کسي مقدس دیوي کے حضور میں کھڑا هے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوهر کے حسب الحکم جنگي پڑاؤ میں آگئي - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبه افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتی که کہا جاتا هے ' نپولین کي فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمي کوئي نه تھا - جوزیفائن دیکھتے هي فریفته هوگئي - یا تو فوج میں رهنے سے بیزار تھي ' یا اب فوج سے جدا هونا گوارا نہیں کرتي تھي - دونوں میں شناسائي هوئي ' تعلقات بڑھے ' اور اِتنے بڑھے ' که خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصه هوا مگر ضبط سے کام لیا - البته اِتنا ضرور کیا که اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا که آئندہ احکام کا منتظر رهے - اپنے شوهر کي اِس کارروائي سے جوزیفائن کو سخت صدمه هوا - مگر مجبور تھي - کچھه کر نہیں سکتي تھي - وہ اپني پھوپھي کو ایک خط میں لکھتي هے " زندگي سے اُکتاگئي هوں - موت کي تمنائیں کر رهي هوں ! "

جنگ اِٹلي سے فارغ هوکر دونوں میاں بیوي بڑي شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے هي دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ هونا پڑا - وہ مصر کي مهم پر روانه هوگیا ' اور بیوي سے وعدہ لے لیا که جنگ ختم هوتے هي مصر چلي آئیگي - مگر ابھي وہ مالٹا هي پہنچا تھا که اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ' اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر هر دلعزیز هوگیا تھا که اُسکي بیوي کي آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رها تھا - مگر خود اُسے کچھه پروا نه تھي - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم هوگئي - کہا جاتا هے که اِسي زمانه میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا هوا تھا -

جوزیفائن سمجھتي تھي که نپولین شاید کبھي واپس نه آئیگا ' یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسي لیے بالکل بیباک هوگئي تھي - مگر اچانک اُسے خبر ملي که اُسکا شوهر مصر سے آگیا هے ' اور عنقریب پیرس پہنچنے والا هے - بہت خوفزدہ اور پریشان هوئي - ایک طرف اپني بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسري طرف سخت مقروض بھي هوگئي تھي - حیران تھي شوهر کو کیا جواب دے گي ؟ مگر تھي چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانه هوگئي - نپولین کو بھي اُسکي روانگي کي خبر مل گئي تھي - اُسنے بالکل مختلف راسته اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپني تدبیر میں ناکام هوکر سرعت سے لوٹي ' اور سیدھي محل کي طرف روانه هوگئي - مورخ میسن کا بیان هے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑي دستکیں دیتي رهي - مگر نپولین نے کوئي شنوائي نہیں کي - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھي سپه سالار نے مطلقاً پروا نه کي - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ' مگر دروازہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئي - ناامید هوکر واپس جانے والي تھي که اُسکي ایک سہیلي اُسکے دونوں بچوں اوجین اور هورتانس کو لے آئي - اُنھوں نے رجوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپني ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کي آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھه فرنک قرضه بھي ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھه رهي - جب وہ تخت نشین هوا ' تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاهي کي عزت و عظمت کے ساتھه زندگي بسر کرتي رهي - یہانتک که نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کي فکر هوئي - اِس خیال نے دوسرے سیاسي مصالح کے ساتھه ملکر اُسے جوزیفائن کي طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچه طلاق دیدي گئي ' اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کي لڑکي میري سے شادي کرلي -

مشہور هے که آسٹرین بیوي کو اپنے شوهر سے ذرا بھي محبت نه تھي - بلکه سخت نفرت کرتي تھي جیسا که ابھي بیان هوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ هیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کي تھي که موت کے بعد اُسکا دل شیشه میں رکھکر اُسکي

فانما يسرناه بلسانک لعلهم يتذکرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي يتزل علی عبده آيات بينات ليخرجکم من الظلمات الی النور (۵۷ : ۹) قرانا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانک لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزيل رب العالمين - نزل به روح الامين - علی قلبک لتکون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل وما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اُسکي تعليم بالکل کهلي هوئي اور اسکا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اُتر جانے والا هے - سچائي اس ميں کهول دي گئي هے - حقيقت کے ليے اُس ميں کوئي نقاب نهيں - اُس کا بيان يکقلم سيدها سادها هے - کسي طرح کي تيڑهه اور پيچيدگي اُس ميں راه نهيں پا سکتي - اُسکے سمجهنے بوجهنے کيليے صرف اس بات کي ضرورت هے که دل لگنے والا اور کان سننے والا هو اُسے صرف سن لينا هي اُسے پا لينا هے ' اور اُسے ديکهه لينے سے انکار نه کرنا ' اسکي شيفتگي اور عشق کا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه کهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذکر " هوں ' " تبياناً لکل شي " هوں ' " تذکره " هوں ' " هدي و رحمه " هوں ؛ اور يه ظاهر هے که جو بات وعظ هو ' تذکير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل کے روگوں کي ـعا هو ' وه منطقي شکلوں کا اُلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں کا کارخانه نهيں هو سکتي !

(۷) ضرورت هے که مختصراً اس معامله کي توضيح کے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متکلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا کا اختيار کيا تها ' اُس ميں سب سے زياده اُن کا اعتماد حدوث عالم کے اثبات پر تها - يعنے عالم قديم (مصطلحۀ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم کے ليے سب سے زياده قوي استدلال حرکت اور تغير کا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شکل رٹي تهي : " العالم متغير ' و کل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونکه متکلمين کے دماغ ميں اثبات مدعا کي يهي شکليں بسي هوئي تهيں ' اسليے اُنهوں نے قرآن کے استدلالات کو بهي کهينچ تان کر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حکيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (علی نبينا و عليه الصلوة و السلام) کي ايک " حجة " کا ذکر کيا هے ' اُسي طرح سورۀ انعام ميں ايک دوسري " حجة " کا بهي ذکر کيا هے : وتلک حجتنا اتيناها ابراهيم علی قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حکيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " کيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم کے مشاهدۀ " ملکوت السماوات و الارض " کے واردات کا ذکر هے : فلما جن عليه الليل ' رای کوکبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديکها ' اور جب اُن ميں سے هر کوکب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونکه اس معامله کو قرآن نے " حجة " کے لفظ سے تعبير کيا تها ' اور جيسا که آگے چل کر معلوم هوگا ' متکلمين نے " حجة " مستعملۀ قرآن کو وهي حجة قرار دے ليا تها جو اُن کي مصطلحۀ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت کي تفسير کرتے هوے اپنے منطقي استدلال کي شکل يهاں بهي چپکا دي - مطلب يه قرار ديا که حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حرکت و تغير سے استدلال کيا هے - يعني اُن کي حجة بهي يهي تهي که " العالم متغير و کل متغير حادث " انهوں نے کواکب کے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال کيا هے که اُن ميں حرکت هے - حرکت تغير کو کهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سکتا ! اس تفسير پر همارے متکلمين کو اس درجه وثوق بلکه فخر هے که حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث کو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حکيم رباني جس نے اس حکمت سے مخلوق کو آشنا کيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهی اِس سے قطع نظر کيجئے که اِس استدلال کي کمزوريوں کا کيا حال هے ' اور اسکا صغری اور کبری هي کونسا قطعي اور مسلم هے که نتيجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه کيجئے که اِس طرح کا استدلال انبياء کرام کي طرف منسوب کرنا طريق دعوت نبوت سے کس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور کيجئے که لغت و عربيت کے لحاظ سے اِس تفسير کا کيا حال هے ؟ آيت کريمه ميں کوکب ' چاند ' اور سورج کا ذکر هے ' اور تينوں کيليے " افل " کا لفظ آيا هے - متکلمين کي يه تفسير " افول " کے معني حرکت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه دیے جائيں ' اُن کے گڑهے هوے استدلال کي ديوار کهڑي نهيں هو سکتي ' ليکن جزم و قطع کے ساتهه کها جاسکتا هے که عربي لغت ميں کسي ايسے " افُول " کا وجود هي نهيں جو حرکت و تغير کے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اُسکے معني تو کسي چيز کے چهپ جانے اور غائب هو جانے کے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس کے سوا کوئي معني اس لفظ کے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت کا صاف مطلب يه هے که جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے کها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں کو دوست نهيں رکهتا - يهاں حرکت و تغير کي مصيبت کهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے که " حرکت " سے بهي انکا مقصود حرکت لغوي نهيں هے - بلکه حرکت مصطلحۀ فلسفه هے - يعنے وه حرکت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال کو کهتے هيں ' خواه مکان ميں هو يا زمان ميں ' اور کم ميں هو يا کيفيت ميں - مثلاً درخت کا نمؤ بهي حرکت هے ' اور يه حرکت في الکم هے ' اور کسي رنگ کا تغير بهي حرکت هے ' اور يه حرکت في الکيف هے - ظاهر هے که اگر " افول " کے مفهوم ميں کسي نه طرح کهينچ تان کر حرکت کي دلالة پيدا بهي کرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه کيسا صريح اتهام هوگا که حرکت کا يه فلسفيانه مفهوم اُن کے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متکلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے که حضرت ابراهيم عليه السلام کا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه کواکب کو صانع کائنات نهيں سمجهتے تهے که اُنکے ليے اِس مزعومه استدلال کي ضرورت هوتي - اُن لوگوں کا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج کي نسبت وهي تها ' جو دنيا کي تمام مشرک عقول کا اپنے اپنے ديوتاؤں کي نسبت رهچکا هے اور اب تک هے - يعنے يه ايسي روحاني اور ملکوتي هستياں هيں جنهيں دنيا کي تدبير و

هنسي اوڑائيں - ايمان کي بنياد ايسي متغير اور متلون بنياد پر نہيں هو سکتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقه ' اور هر زمانه کے ليے ايک يکساں حقيقت هے - يہ محل تفصيل کا نہيں ' ورنه مثالوں سے يه بات بالکل واضح هو جاتي - همارے حکماء اور متکلمين نے حدوث عالم اور اثبات صانع کے کتنے هي استدلال ترتيب دیے تھے ' جن کي بنياد اُس وقت کے مذاهب فلسفه کے نظري مسلمات پر رکھي گئي تھي ' ليکن آج هم کسي پڑھے لکھے آدمي کے سامنے اُنہيں دهرانے کي جرأت نہيں کرسکتے !

(۵) صرف يہي نہيں که قرآن کا يه طريقه نہيں هے ' بلکه اُس نے واضح طور پر اس طريقه کي مذمت کي هے ' اور اسے بھي اُنہي طريقوں ميں سے قرار ديا هے جو اُس کے نزديک " جدل " کے طريقے هيں ' اور جو طريق " دعوت " و " هدايت " کے ساتھه جمع نہيں هو سکتے - يه طريقه جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پيچ ميں مخاطب کو کس دينے کے ليے ضرور مفيد هے - مگر اذعان و يقين کيليے که طريق دعوت و هدايت کا مقصد وحيد هے ' کچھه مفيد نہيں - بلاشبه اس طريق کا عامل ايک علمي قسم کا جھگڑالو آدمي بن جاتا هے ' ليکن مرشد اور هادي نہيں بن سکتا - اس کي طبيعت کبھي اِس طرف نہيں جاتي که سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اسي کا عادي هو جاتا هے که اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑھے هوے مقدموں ' اور منوائي هوي اصطلاحوں سے کسي نه کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفته رفته خود اُسکا قلب بھي حقيقت سے نا آشنا اور اُسي قسم کي باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگريزي ميں " ٹکنيکل " قسم کي باتيں کہتے هيں (لفظ صناعي اسکا پورا مفہوم ادا کرنے کيليے کافي نہيں ' الا يه که اختيار کرليا جاے) اگر وہ ايک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور يقين کي راہ ميں اُس سے نزاع کر رها هے ' صرف ايک لفظ کي غلطي ' يا کسي اصطلاحي قاعده کي نا آشنائي ' يا ترتيب مقدمات کے پيچ و خم کے اُلجھاؤ سے شرمنده کردے سکے اور لاجواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھے گا هے ' اور اسے " مناظره ميں هرا دينے " سے تعبير کريگا - ليکن ايک لمحه کيليے بھي يه نہيں سونچے گا که اِس نام نهاد فتح و شکست سے حقيقت اور سچائي کا فيصله کيونکر هوگيا ؟ يه زياده سے زياده مناظره کي جيت هے - ليکن حقيقت کا فيصله تو نہيں هے ؟ اگر وہ اِس مناظرانه کج انديشي کي مدهوشي سے افاقه پائے اور خود اپنے دل کي گہرائيوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے که جس بات کے منوانے کيليے وہ ايک عالم کو چپ کراتا پھرتا هے ' خود اُسي کے دل کو اُسير قرار نہيں هے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم هوتا هے که يه ' اور اِس طرح کے تمام طريقے ' نه صرف حصول مقصد کيليے سود مند نہيں هيں ' بلکه هدايت و يقين کي راهوں سے دور کر دينے والے هيں - قرآن اِن تمام طريقوں کو " خصومت " اور " جدل " يعني لڑنے جھگڑنے کي راہ قرار ديتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعيت کے اعتراضات اور تشکيکات نقل کي هيں - پھر بتلايا هے که يه حق و هدايت کي راہ نہيں هے ' خصومت اور جھگڑنے کي روش هے - سورۂ ياسين ميں منکرين کا يه استفهام تشکيکي نقل کرنے کے بعد که " و يقولون متى هذ الوعد ان کنتم صادقين ؟ " فرمايا " ما ينظرون الا صيحة واحدة ' تاخذهم و هم يخصمون ! " " خصومت " کا لفظ يهاں اِسي حقيقت کي طرف اِشاره هے - سورۂ زخرف ميں منکرين کا يه انداز سخن نقل کيا هے که " ولما ضرب ابن مريم مثلاً ' اذا قومک منه يصدون - و قالوا : الهتنا خير أم هو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوہ لک الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " يعني منکروں کي يه فکري حالت که وہ بات کي حقيقت پر غور کرنے کي جگه فرضي اور تخميني صورتيں پيدا کرکے کج بحثي کرني چاهتے هيں ' راستي و حق پرستي کا طريقه نہيں هے - " جدل " کا ڈهنگ هے -

چنانچه يہي وجه هے که قرآن حکيم نے دعوت الي الحق کا طريقه واضح کرتے هوے کہا : ادع الى سبيل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة ' و جادلهم بالتي هي احسن (۱۶ : ۱۲۶) اِس آيت ميں بالترتيب تين طريقوں کا ذکر کيا هے : حکمت - موعظۂ حسنه - اور جدل - ليکن جدل کو " بالتي هي احسن " کے ساتھه مقيد کر ديا هے - يعني ايسا جدل جو اچھے طريقه پر کيا جاے - اِس سے معلوم هوا که قرآن کے نزديک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہيں هے ' الا يه که " بالتي هي احسن " هو -

جس آيت کي نسبت آپنے استفسار کيا هے ' دراصل وہ اسي حقيقت کا ايک بہترين نمونه پيش کرتي هے - وہ واضح کرتي هے که انبياء کا طريق دعوت و هدايت کا هے - جدل کا نہيں هے - اور تشريح اسکي آگے آئيگي -

(۶) ليکن افسوس هے که متکلمين کا منطقي ذوق طريق قرآني کي اهميت و حقيقت معلوم نه کرسکا - اُنہوں نے قرآن کو بھي وهي منطقي جامه پہنا دينا چاها ' جو خود انهوں نے علم و نظر کے هر گوشے ميں پہن ليا تها - چونکه يه طريقه قرآن کيليے ايک مصنوعي طريقه تها ' اسليے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پيش آئيں - لغت ساتهه نہيں ديتي تهي ' عربي اُسلوب بيان قطعاً مخالف تها - سباق و سياق کا مقتضا کچھه اور هي کہتا تها - سب سے بڑهکر يه که قرآن کا عام نظم بيان اس طريق کے ساتهه چل نہيں سکتا تها - تاهم وہ اپني موشگافيوں اور کوه کندنيوں ميں برابر بڑهتے هي گئے ' اور کسي نه کسي طرح کهينچ تان کر ايک نيا کارخانۂ استدلال گڑهکر کهڑا کر ديا - اب دنيا کہتي هے که قرآن کي مشکلات حل نہيں هوتيں - ليکن کوئي نہيں جو اس حقيقت پر سے پرده اُٹهائے که مشکليں قرآن کي مشکليں نہيں هيں - مفسرين کي پيدا کي هوئي مشکليں هيں - اگر ايک بات کو اُس کي زبان ' اُس کے اُسلوب ' اور اُس کے قدرتي معاني سے هٹا کر ايک دوسري طرح کي شکل ديدي جائيگي ' تو يقيناً وہ صاف نہيں رهيگي ' مشکلات کا ايک معما هي بن جائيگي !

ياد رکهنا چاهيے که قرآن کے ساتهه هم دو هي طرح کا سلوک کرسکتے هيں - يا تو اس کي سچائي تسليم کريں - يا انکار کرديں - اگر هم اس کي سچائي تسليم کرتے هيں تو ضروري هے که وہ تمام اوصاف بهي تسليم کرليں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بيان کيے هيں - اِن اوصاف ميں سب سے پہلا اور بنيادي وصف يه هے که وہ هر اعتبار سے سهل هے - کسي اعتبار سے بهي مشکل نہيں - پس قرآن سب کچهه هو سکتا هے مگر مشکل اور پيچيده نہيں هوسکتا - کوئي تفسير ' کوئي تاويل ' کوئي ايسي بات جس سے اُس کي کوئي ايک سورت ' کوئي ايک رکوع ' کوئي ايک آيت ' بلکه اُس کا کوئي ايک لفظ بهي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے ليے سچي تفسير اور سچي بات نہيں هو سکتي - يقيناً وہ سچي نہيں هوسکتي - اس ليے که قرآن جسے سچ هونا چاهيے ' بار بار کہتا هے : ولقد يسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر (۵۴ : ۱۷)

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایه دار عورتوں کي عمومیت بهي رواج دوگے "

ایک هي طرح کے سر میں تمام سرمایه دار یه راگ آلاپ رهے هیں !

چونکه سرمایه دار اپني بیوي کو بهي پیداوار کا ایک آله تصور کرتا هے ' اس لیے جب کبهي سنتا هے که آلات پیداوار عام ملکیت هوجانے والے هیں ' تو قدرتي طور پر خیال کرتا هے که عورتوں پر بهي اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبهي یه خیال نہیں گزرتا که کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر هے که عورت پیداوار کا محض ایک آله نه سمجهي جائے - وه عورتوں کي موجوده حیثیت بدل دیني چاهتے هیں -

همارے سرمایه داروں کے اس عیارانه خوف سے زیاده کوئي چیز مضحکه انگیز نہیں جس کي وه اس باطل دعوی میں نمائش کر رهے هیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کي کیا ضرورت هے جب که ان کي یه صورت حال تقریباً همیشه موجود رهي هے اور آج بهي موجود هے !

همارے سرمایه دار بزرگ کیا کر رهے هیں ؟ اپنے مزدوروں کي عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضهٔ و تصرف میں رکهنے سے سیر نه هوکر نیز باضابطه عصمت فروشي پر بهي قانع نه هوکر ' وه اب آپس میں ایک دوسرے کي بیویوں سے علانیه تعلقات پیدا کر رهے هیں ' اور یه تعلقات سرمایه دار سوسائٹي کي بهترین معاشرتي دلچسپي هیں !

خود سرمایه دارانه شادي بهي در حقیقت عورتوں کي عمومیت هي هے - کمیونسٹوں کو زیاده سے زیاده الزام یه دیا جاسکتا هے که وه عورتوں کي موجوده ریاکارانه اور خفیه عمومیت ختم کر دیني چاهتے هیں - ظاهر هے که پیداوار کے موجوده نظام کي منسوخي کے ساتهه اس کا نتیجه یعني عورتوں کي عمومیت بهي معدوم هو جائیگي ' اور اُس وقت عام عصمت فروشي کا بازار بهي گرم نہیں هو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یه الزام بهي لگایا جاتا هے که وه وطني و قومي روح فنا کردیني چاهتے هیں -

مزدوروں کي نه تو کوئي قوم هے نه وطن - پس جو چیز اُنهیں ملي هي نہیں ' چهیني بهي نہیں جاسکتي !

مزدوروں کو پہلے سیاسي طاقت حاصل کرني چاهیے ' پهر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاهیے - یه کام بذات خود ایک قومي کام هے ' اگرچه سرمایه دار اُسے کچهه نه سمجهیں -

جوں جوں سرمایه دار ترقي کرتے جاتے هیں ' آزاد تجارت پهیلتي جاتي هے ' عالمگیر بازار کهلتے جاتے هیں ' صنعتي پیداوار میں اضافه هوتا جاتا هے ' قومي اختلافات بهي کم هوتے جاتے هیں ' اور حالات زندگي میں همرنگي و یکسانیت بڑهتي جاتي هے -

مزدوروں کي فتحمندي ان اختلافات کو اور زیاده کم کردیگي ' کیونکه ان کي تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحده عمل اولین شرط هے -

افراد کے باهمي خود غرضانه استعمال میں جس قدر کمي هوتي جائیگي ' اسي قدر قوموں کا باهمي خود غرضانه استعمال بهي کم هوتا جائیگا -

جوں جوں فرقه بندیاں معدوم هوتي جائینگي ' قوموں کي باهمي دشمني بهي مٹتي جائیگي -

رهے باقي الزام جو کمیونزم پر مذهبي ' فلسفي ' اور نظري نقطهٔ نظر سے لگائے گئے هیں ' تو وه اس قدر پوچ هیں که کسي سنجیده بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجهنے کے لیے کسي گہري بصیرت کي ضرورت هے که مادي حالات زندگي اور اجتماعي نظام کي تبدیلي کے ساتهه انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی که ضمیر و وجدان تک بدل جاتا هے ؟

خیالات کي تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتي هے که دماغي پیداوار ' مادي پیداوار کے ساتهه همیشه بدل جاتي هے ؟ هر عهد کے حکمراں خیالات همیشه وهي رهے هیں ' جو اس کے حکمراں طبقه کے تهے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے هیں جو سوسائٹي میں انقلاب پیدا کردیا کرتے هیں ' تو یه حقیقت صاف ظاهر هو جاتي هے که پراني سوسائٹي کے اندر هي نئي سوسائٹي کے عناصر کي تکوین پوشیده تهي ' اور یه که قدیم خیالات کے انحلال کے ساتهه هي قدیم اجتماعي رشتے بهي پراگنده هوجاتے هیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کي آخري گهڑیوں سے گزر رهي تهي ' تو قدیم مذاهب بهي ایڑیاں رگڑ رهے تهے - یہاں تک که مسیحیت نے ظاهر هوکر انهیں نگل لیا - اسي طرح جب اٹهارهویں صدي میں مسیحي خیالات کي جگه عقلیت نے لے لي ' تو جاگیر دار سوسائٹي نے اُس وقت کے انقلابي سرمایه داروں سے فیصله کن لڑائي لڑي - پهر مذهبي آزادي اور وجداني آزادي کے خیالات نے عام کي علمداري اور آزاد مقابله کا اصول ظاهر کر دیا -

تصرف میں دخل ہے ' اور اسلیے اُنکی پرستش ضروری ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ہی نہ تھے ' تو اُنکے محدث و مخلوق ہونے کے دلائل پر حضرت ابراهیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجۃ اتیناها ابراهیم علی قومه " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئی ایسی بات آئی تھی ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ہونے کا بطلان ثابت ہوتا ' کیونکہ اُنکے ہم وطنوں کی اصلی گمراهی یہی تھی -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنہ یہی ایک تفسیر اِس حقیقت کی توضیح کیلیے کافی تھی کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو بر تو پردے ڈالدیے هیں' اور اُنکی ذهنیت معارف قرآنیہ کی روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ہے - فی الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اهم ترین دلائل قرآنیہ کے ہے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معنی منطقی استدلال کا جامہ پہنا کر اُس کی ساری دلاویزی اور خوبی غارت کردی ہے' جو کسی طرح بھی اُس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ہے کہ یہ استدلال حضرت ابراهیم کی طرف اِس جوش و سرگرمی کے ساتھہ منسوب کیا جاتا ہے ' گویا انکے لیے ابراهیم خلیل کی جگہ امام الحرمین یا امام رازی بن جانا کوئی بڑی ہی فضیلت کی بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کی جگہ امام الحرمین اور امام رازی اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراهیم کی طرف منسوب کی گئی ہے ' وہ اِتنا وزن بھی نہیں رکھتی ' جسقدر عامۂ حکماء کی عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سچ کہا ہے کہ " متکلمین نے طریق قرآنی اسلیے ترک کیا ' تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھہ چل سکیں ' مگر افسوس کہ یہ بھی نہ کرسکے - اِنکی خام خالیوں سے تو پھر حکماء کی باتیں غنیمت هیں "

یا مثلاً قرآن حکیم نے اللہ تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ہوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معنی اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ہوا ہے ' اسکے سوا کچھہ نہیں هیں کہ یہ صفت ' تعدد کی نفی کرتی ہے - یعنی وہ ایک ہے' اکیلا ہے ' اسکا کوئی شریک نہیں - کوئی عرب یا عربی داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسی مفہوم کا تخیل ہی نہیں کرسکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معانی اور التزامات پیدا کرلیے ' اور بلا تکلف اُنہی معانی میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے هیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نہ ہوسکے ' پس معلوم ہوا کہ وہ جسم نہیں ہے ' کیونکہ اجسام قابل انقسام هیں - همیں بھی اِسکا شوق نہیں کہ خدا کی جسمیت ثابت کی جاے ' لیکن یہ قطعی ہے کہ قرآن نے عربی کا لفظ " احد " اِس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ' اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کی دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئی تعلق ہے -

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلی معنی کسی چیز کے نصب ہونے کے تھے - مصور صورت بنا دیتا ہے ' اس لیے آسے ممثل کہنے لگے - مثل الشی - ای انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لها بشراً سویا " یعنی آدمی کی شکل میں نمایاں ہوا - پھر اسی نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھی ہونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعنی اُس جیسی ہے - تاج محل کے مثل کوئی عمارت نہیں - یعنی اُس جیسی کوئی عمارت نہیں - قرآن نے بھی جا بجا مثل کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ہوگئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ہونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقی اطلاق پیدا کرکے آسے مماثلۃ فی الجوهر' مماثلۃ فی الکیفیۃ ' مماثلۃ فی الکمیۃ ' مماثلۃ فی القدر و المساحۃ : وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھی وہی استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثله شي " میں " مثل " کو وہی " مثل " مصطلحہ قرار دیتے هیں ' اور اسپر اپنی تمام فلسفہ آرائیوں کی عمارت اُستوار کرتے هیں - وہ کہتے هیں - تمام اجسام متماثل هیں ' اور جسم وہ ہے جو جواهر فرد سے مرکب ہو ' یا جسکی طرف اِشارہ کیا جاسکے ' اور جسکی مقدار ہو ' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثله شي " تو اِس سے اُن تمام جسمی (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کی نفی ہوگئی جو جواهر میں یا اعراض میں ہو سکتی هیں - فلو کان جسماً لکان له مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفی ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئی شے نہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ " لیس کمثله شي" میں قرآن نے عربی کا جو لفظ استعمال کیا ہے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے' وہ کیا تھا؟ کیا وہ یہی مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھی ؟ حاشا و کلا - عربی میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنہی سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ' جن معنوں میں ہم آجکل اُردو میں بولا کرتے هیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئی عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ مماثلۃ فی الجوهر یا مماثلۃ فی الکمیۃ ' یا مماثلۃ فی الکیفیۃ ' یا مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ' یا مماثلۃ فی ای معنی اصطلاحی فلسفی کی نفی کر رہا ہے - بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسی خوشنمائی رکھنے والی کوئی دوسری عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھی ٹھیک ٹھیک اِسی سادہ اور لغوی معنی میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آ گئیں ؟

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معنی لغت اور زبان میں طول عہد کے هیں ' اور اِسی نسبت سے وہ همیشگی کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - لیکن یہ همیشگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بول چال میں ہم کہتے هیں " یہ آدمی همیشہ کلکتہ ہی میں رهیگا " اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ ابد تک رهیگا اور مستقبل میں کوئی وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو ' بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ یہیں ٹھہرا ہوا ہے اور عرصہ تک یہیں ٹھہریگا - قرآن نے بھی جا بجا اسی معنی میں یہ لفظ استعمل کیا ہے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ہوگئیں ' تو " خلود " کے معنی ایسی همیشگی کے ہوگئے جسکی کوئی نہایت نہ ہو -

یا مثلاً ' عربی میں لفظ " قدیم " کے وہی معنی هیں ' جو اردو میں " پرانے " کے هیں " یہ مکان بہت قدیم ہے " یعنے بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کی خاص مصطلحات اختیار کیں' اور اسلیے " قدیم " کی بھی ایک خاص منطقی تعریف بن گئی - اب کتاب و سنۃ کا مستعملہ " قدیم " بھی اسی معنی میں لیا جانے لگا !

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رسالہ نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیہ کی جدید نسوانی تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا ھے - مقالہ نگار حال میں قسطنطنیہ اور قاھرہ کے سفر سے واپس آیا ھے - وہ لکھتا ھے :

" سنہ ۱۹۲۷ کی جو فکری لہر قاھرہ اور قسطنطنیہ کی عورتوں کے دماغوں میں دوڑ رھی ھے ' اُسے میں لفظوں میں منتقل کردینا چاھتا ھوں "

مقالہ نگار کے تاثرات کا خلاصہ حسب ذیل ھے :

(۱) ترک اور مصری عورتوں میں نئے خیالات کی نشؤ و نما اگرچہ گذشتہ صدی کے اواخر سے شروع ھوگئی تھی ' مگر وہ ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھسکی - سنہ ۱۹۰۰ تک قسطنطنیہ اور قاھرہ میں نئی قسم کی خواتین کا مطلب صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ فرانسیسی زبان سے واقف ھیں ' مغربی روش کا لباس مشرقی اصلاحات کے ساتھہ پسند کرتی ھیں ' اور اُن میں اھل قلم عورتوں کی بھی ایک محدود تعداد پیدا ھوگئی ھے -

(۲) لیکن موجودہ صدی کے اوائل سے صورت حال میں نئی نئی تبدیلیاں رو نما ھوئیں - اِن تبدیلیوں میں سب سے زیادہ اھم تبدیلیاں دو تھیں - ترک اور مصری خواتین کا یورپ میں آزادانہ سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچہ سنہ ۱۹۰۵ سے لیکر سنہ ۱۹۰۸ تک ترکی اور مصر کی پچاس سے زیادہ خواتین یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں دیکھی گئیں - ان میں بڑی تعداد اُن کم عمر خواتین کی تھی جو تعلیم کی غرض سے یورپ آئی تھیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوی کی بھی بعض خواتین تھیں -

جدید مصری خاتون
بیگم زغلول اپنے معمولی لباس میں

مصری خواتین کا نقاب جواب رخصت ھو رھا ھے !

(۳) سنہ ۱۹۰۸ع میں جب ترکی میں انقلاب دستوری ھوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسری ھی صورت اختیار کرلی ' اور ترکی کے خواتین کی معاشرتی زندگی میں انقلاب عظیم ھوگیا - اُس وقت تک دار الخلافہ میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تھے ' اور جتنے بھی تھے ' زیادہ تر امریکن مشنیری جماعتوں کے قائم کیے ھوئے تھے - لیکن اب یکایک زنانہ کلبوں کی تعداد میں عظیم اضافہ ھوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقی نے زنانہ کلب قائم کیے - پھر عام تحریک شروع ھوگئی ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم ھوگئے ' جن کے ارکان کی تعداد سیکڑوں سے بھی متجاوز تھی - اُسی وقت سے ترک خواتین نے ملک کی سیاسی و معاشرتی تحریکات میں بھی علانیہ حصہ لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کی بھی پیدا ھوگئی جن میں ایک کافی تعداد ترکی زبان کے اچھے خطیبوں اور اھل قلم کی تھی - چہرہ کا نقاب بھی تمام تعلیم یافتہ خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البتہ باھر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جھم پوش لباس پہن لیا جاتا تھا جس سے نہ صرف تمام جسم اور لباس کی آرائش چھپ جاتی تھی ' بلکہ سر کے بال بھی پوشیدہ رھتے تھے - صرف نصف پیشانی سے لیکر ٹھوڑی تک چہرہ کھلا رھتا تھا -

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذہبی ' اخلاقی ' فلسفی ' سیاسی ' اور قانونی خیالات تاریخی ترقی کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ' مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھی مذہب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کی حقیقت کبھی نہیں بدلی ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقی رہیں - مزید براں کچھہ اٹل سچائیاں بھی ہیں ' جو تمام اجتماعی نظاموں میں ہمیشہ قائم رہی ہیں اور اُن میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئی بنیادوں پر قائم کرنے کی جگہ اُنہیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ھے ' اور یہ ایک ایسی بات ھے جو تمام تاریخی ترقیوں کے بالکل مخالف ھے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تاریخ ' جماعتی نزاع کی تاریخ ھے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتی نزاع نے کوئی شکل بھی اختیار کی ہو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ھے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹی کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ھے - لہذا کچھہ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعی ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ھے کہ اِس اجتماعی ضمیر کی تبدیلی اسی وقت ممکن ھے ' جب جماعتی نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ھے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتی رشتوں کا ایک براہ راست طبعی انفجار ! لہذا کچھہ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقی میں تمام روایتی نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کی پروا نہیں کرنی چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ مزدوری پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ ھے کہ وہ حکمراں طبقہ کی حیثیت حاصل کرلے - یعنی حقیقی جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور ' سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپنی سیاسی طاقت استعمال کرینگے ' یعنی پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہی حکمراں طبقہ ہونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کی مجموعی مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ھے کہ پورا نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھی اقتصادی حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروری ہو جائینگے - اِس سے مقصود وہی ذرائع ہیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتی طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقی یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ھے :

(۱) زمین کی ملکیت کی منسوخی اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاری اور برابر بڑھنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کی منسوخی -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کی ضبطی -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کی مرکزیت ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومی بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داری کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کی حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومی کارخانوں اور آلات پیداوار کی توسیع ' اور بنجر زمینوں کی ایک عام اجتماعی خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتی فوجوں کی تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعی اور صنعتی محنت کی آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کی باہمی تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقی میں جماعتی اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کی بڑی اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگی ' تو عام اجتماعی طاقت اپنی سیاسی حیثیت کھو دیگی - سیاسی طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ھے تا کہ دوسری جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتی طور پر وہ موجودہ جماعتی نزاعات اور خود جماعتوں کو بھی برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپنی جماعتی حکمرانی کی حیثیت بھی مٹا دینگے -

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں!

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال در اصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہے۔ (برنس سنہ ۱۸۲۴ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہے جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہے۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔

(ہیرو ڈوٹس سنہ ۴۵۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ہندوستان اور بابل کے مابین سنہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ سنہ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری مویا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہے کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہے کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہے ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجی ٹیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹریری)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی برسوں (یعنی قبل مسیح ۲۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہے۔

(کیمپر صفحہ ۳۰۶)

فینی مسیح سے ۲۰۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہے۔ (جمس ٹیلر)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکو پولو سنہ ۱۲۹۰ء)

سنہ ۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رُو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر سنہ ۱۷۰۱ سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا"

(سر جارج بڈوڈ)

"مسیحی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ سنہ ۱۷۶۶ میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے سنہ ۱۷۰۰ء اور سنہ ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رُو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعًا ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بُننے، رنگوں کے ملانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہے۔

(پروفیسر ویبر)

سنہ ۱۷۸۹ء سے سنہ ۱۸۰۳ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ عین اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی برآمد خانی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے ماتحت روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگا دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر قیبرا)

سنہ ۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "منچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے، ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مدافعت کا یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبرًا اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کرکے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ("ہسٹری آف انڈیا از مل")

سنہ ۱۸۲۷ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۷ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱، تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہے جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک نہ تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورۂ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہے کہ جنگل باڑی کے سات سو نور بافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔

(بولٹ کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نور باف جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کرکے قیمت ضبط کر لیتے۔ ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ ریشم تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آباد جگہ میں کوئی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے بیپاریوں اور دلالوں کو نور بافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جس کی رو سے اُنھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ عہدنامہ [illegible]

پايگا - اب مشرق كي ساري چيزوں كي طرح مشرق كي عورت بهي تقريباً نابود هوگئي هے - وه وقت دور نهيں هے جب اُس كا سراغ ڈهونڈهنے كيليے مورخين كو كتابوں كے سيكڑوں اوراق الٹنے پڑينگے - اب انگوره ' قسطنطنيه ' اور قاهره هي ميں نهيں ' بلكه بغداد اور شام ميں بهي "مشرقي عورت" بغير ڈهونڈهے نهيں مل سكتي - گذشته سال ميں نے بيروت ميں بهت كوشش كي كه كسي ايسے امير گهرانے كا سراغ لگاؤں جهاں مجهے كامل مشرقي زندگي نظر آے - كچهه عرصه كے بعد ايك دوست نے رهنمائي كي ' اور ميں ايك گهرانے ميں مدعو كيا گيا - يه گهرانا بيروت كے ايك قديم امير خاندان كا گهرانا تها - اسكے اركان مغربيت كے دلدادوں ميں " قدامت پرستي " كيليے بدنام هيں - يه مخالفانه شهرت سنكر مجهے بڑي خوشي هوئي تهي - ميں نے خيال كيا تها كه بيسويں صدي ميں كم از كم ايك مرتبه " الف ليله " كے عالم ميں واپس جا سكونگا - ليكن آپ ميري مايوسي كا اندازه كرسكتے هيں ' جو اُس وقت مجهپر طاري هوئي ' جب ميں نے اس " قدامت پرست " گهرانے ميں اپنے آپكو ايك كامل قسم كے فرانسيسي ايوان ملاقات كے صوفے پر پايا ' اور صاحب مكان نے يه كهكر اپني دوازده ساله لڑكي كي تقريب كي كه " يه ميڈ موزيل ...... هيں ! "

يه بيروت كا قدامت پرست گهرانا هے ! بعد كو مجهے معلوم هوا كه اس گهرانے كي ساري قدامت پرستي اس سے زياده نهيں هے كه اس كي مسن عورتيں مغربي لباس نهيں پهنتيں ' اگرچه اپني لڑكيوں كے ليے اسي كو پسند كرتي هيں !

مقاله نگار نے آخر ميں افسوس كيا هے كه مشرق نے مغرب كي تقليد كے شوق ميں اسكي بالكل پروا نه كي كه مغربي معاشرت كي بے اعتداليوں سے اپني نگهداشت كرے - وه كهتا هے " بلا شبه مشرقي عورت كو مغرب سے بهت كچهه حاصل كرنا تها ' ليكن ساتهه هي اپني قديم زندگي كي بهت سي قيمتي چيزيں محفوظ بهي ركهني تهيں جن كے فقدان پر آج مغرب افسوس كر رها هے "

سنه ۱۹۲۱ ميں قسطنطنيه كي مسلمان عورتوں كا مظاهره

سب سے زياده اهم تبديلي يه هوئي كه مسلمان خواتين نے سركاري دفاتر ميں كام كرنا شروع كرديا جس كي كوئي سابق مثال موجود نه تهي - ٹيلي فون اور ٹيلي گراف كے اكثر مراكز ميں عورتيں هي عورتيں نظر آنے لگيں - دفاتر ميں ٹائپسٹ عورتيں بهي پيدا هوگئيں - اس صورت حال نے مشرقي ممالك ميں بهي اُس اسلوب حيات سے عورت كو آشنا كرديا ' جو اس وقت تك صرف يورپ اور امريكه هي كي مضطرب آباديوں ميں محدود تها۔

(۴) ٹركي كي اس تبديلي نے قاهره پر بهي اثر ڈالا جهاں مغربيت كهيں زياده قوت و وسعت كے ساتهه نشو و نما پا رهي تهي - سنه ۱۹۰۱ - ميں جب قاسم امين بك نے مسلمان عورتوں كي معاشرتي زندگي ميں اصلاح كي ضرورت محسوس كي تهي ' اور پرده كے خلاف اپني مشهور كتابيں شائع كي تهيں ' تو اُس وقت مصر كے اندر بمشكل پچيس مسلمان عورتيں ايسي نكل سكتي تهيں جو بغير نقاب كے گهر سے باهر نكلنا گواره كرتيں ' ليكن اب ايك بڑي تعداد ايسي عورتوں كي پيدا هوگئي ' جو بغير كسي جهجهك كے كهلے منه باهر نكلنے لگي تهيں ' اور اُنهوں نے پوري طرح مغربي لباس اختيار كرليا تها - سنه ۱۹۱۲ - ميں جب ميں قاهره گيا تها ' تو مجهے يه ديكهكر تعجب هوا تها كه نئے تعليم يافته طبقه كي عورتيں تمام قديم رسوم و عوائد ترك كرچكي هيں ' اور بجز خال خال گهرانوں كے قديم مصري زندگي كا نظاره كهيں دكهائي نهيں ديتا - بعض گهرانوں كي خواتين سڑكوں پر بالكل كهلے ڈلے نكلنے سے پرهيز كرتي تهيں ' ليكن اپنے گهر ميں اُنهيں اس سے انكار نه تها كه ايك يورپين خاتون كي طرح مهمانوں كي پذيرائي كريں ' اور اُن كي صحبتوں ميں اپنے شوهروں اور عزيزوں كے ساتهه شريك هوں -

(۵) جنگ كے بعد دنيا ميں جو تعجب انگيز تغيرات هوے هيں ' شايد اُن ميں كوئي چيز بهي اس درجه موثر اور قابل غور نهيں هے ' جسقدر مشرقي عورت كي كامل مغربيت هے - اب هميں وه تمام پر اسرار اور قصه نما تذكرے بهلا دينے چاهئيں ' جو كسي زمانے ميں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں كي داستانوں ميں هماري تعجب آميز دلچسپي كا ذريعه هوا كرتے تهے ' اور هر مغربي سياح جو مشرق كا قصد كرتا تها ' سمجهتا تها كه وه

(ب) ہندستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندستانی ہونے کے بجائے انگریز ہوجائیں گے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہوگئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہوجائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدّت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ھ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہوسکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندستان کا دماغ بھی فتح کرلیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کرلو۔ قوم پر بھی حکومت کرسکو گے۔ (لواسٹ ڈومینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جاسکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کرسکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کرلیا ہے اور ہندستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہوکر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند رُوداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوائے جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہوچکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعر ذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوائے جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدہ التوا کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہوگئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہوگئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہوجائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کردی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقہ پونتوس کو آزاد کردے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبان انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کرچکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کرسکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے:
"انگلستان کی سرپرستی قبول کرلی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کرلی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کردی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:
"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کردی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اناطولیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہوگئے علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کرکے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کردیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہوگیا تاکہ آزادی سے جدوجہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہوگئی۔ میں نے اُن سے صاف کہدیا کہ تاریخ ثابت کرچکی ہے کہ کوئی قوم کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی جبتک ایک قابل مستقل مزاج، اور چست سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پاگئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کرسکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہوجانا چاہئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہئے۔ کپتان رؤف بک، جنرل رافت پاشا، خالدہ ادیب خانم (زوجۂ عدنان بک) اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے ارکان مجلس سے درخواست کی کہ سر دست یہ مسئلہ ملتوی کردیا جائے۔ میری درخواست منظور کرلی گئی۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوالیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کر دیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری بھاری جُرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے۔۔۔۔ نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں۔۔۔۔ جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کر دینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۱۱ء کی کمرشیل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جُرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مارنے نوربافوں کی نسل معدوم کر دی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہوگئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے۔۔۔ جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے!

(جیمس ٹیلر)

مسٹر برد کل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنابریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کر دی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو ازسرِنو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہوجائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور مانچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"

مسٹر برد کل ہرسٹ:

آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہو سکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی ہی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے"

مسٹر برد کل ہرسٹ:

۱۸۳۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس وقت تجارتی کا سوال درپیش نہیں ہے جو واقع ہوچکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہوگئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب ہی ہیں، اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"

(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱	۵۳۴۴۹۵ ״	۱۰۱۳۸۷۲۶ ״
۱۸۲۸	۴۲۲۵۰۴ ״	۴۲۸۸۲۲۰۷۷ ״
۱۸۳۵	۳۰۶۰۸۶ ״	۹۱۷۷۷۲۷۷ ״

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۵	״	۸۰۰۰۰۰ ״
۱۸۳۰	״	۴۰۵۰۰۰۰ ״

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۱۲)

ڈاکٹر ٹیلر نے ۱۸۳۶ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کر سکتی"۔ (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہوگیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (״)

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۴۲۸۲۹۴ من تک پہنچ گئی۔ ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہوگئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کرکے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔

(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا یہ پُرانا حسرت مقولہ یاد آجاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔" (ڈاکٹر سی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے الیٹ ٹیلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہوتی ہے تو یقین کر لینا چاہئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کرے گی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کر ڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سمیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبّر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔ (ہندوستان میں کیری ۶ کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کردگے۔ تم نے اُن کا ملک لُوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہم وطنوں کو برباد اور ذلیل کر دیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ، خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!

(سر تھامس ٹریٹین ۱۶ مارچ ۱۸۱۳ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہیئے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہئے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں! (ٹھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسبِ ذیل ہیں:

(الف) انگریزی تعلیم کی روح ہمارے قبضہ کے لئے مفید ہوگی۔

کئے۔ ٹرکی میں جو اعلان شایع کیا تھا، وہ اِس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اِس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہے!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ر اپریل ۱۹۲۱ء کا ہے۔

اِس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا "میں نے اُنھیں تھریس کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اِسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا اِس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اِس کے بعد کاظم قارا بکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سوا اس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی"

اِس کے بعد غازی نے وہ رُودادیں پڑھیں جو مشہور خائن سعید مُلّا، انگریز راہب فرد کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اِس کے بعد غازی نے اِس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اِس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک عَلَم کے نیچے جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک وہم اور جنون تھا۔ لہٰذا ہمارے لئے اِس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کر سکے"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہو جائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحید الدین نے ہماری ضد پر فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شایع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، ادا بازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد اور ففر، سیورک، الیغین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ اِن تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور "محاکم استقلال" مرتب کر دیئے گئے۔

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے تھریس اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بارآور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کر لیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کر دینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہو گئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کر لیں۔ مگر ہم اِن دونوں مشکلوں پر بھی غالب آ گئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اب ہمیں اِس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کر لیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اِس کا نتیجہ معاہدہ کومری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اِس معاہدہ کی رُو سے ترکی سرحدیں وہی ہو گئیں جو ۱۸۷۶ء میں تھیں اِس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہو گیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کر لیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اِس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہو گئے۔

قونیہ کی بغاوت

اِس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اِس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کر کے ماسکو کی سفارت پر بھیج دیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہو گئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این آدنی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اِس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کر دیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اِس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بر وقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اِس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہہ دیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ٹرکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کر دیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کر دیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ مگر دملوپنیا میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بُلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہو گئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اُس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہو گئے!"

اِس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار ہوں اور وہ خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اِس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اِس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہو گئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ر جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۱۴ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اِس پار آکر رُکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اِس شرط پر یہ منصب قبول کر لیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کر لی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کر دیئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لی اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جس نے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اِس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کر لیا۔ ٹرکی کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہو گیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنہی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اِس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اِسی جماعت کی طرف تھا جو ازحد نامبارک

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ مشرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کر دے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کر دے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کر دیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعًا ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اسمیں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کر سکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پُوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کر دیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہو جائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جدوجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اعتراضات، اختلافات، سوءِ ظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دَوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فورًا اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دَوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کرے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھسے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تار برقی کے آلہ پر ۹ گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کر دیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کر کے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کر دیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدیے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کر لی اور سلطانی حکومت کے شر سے اُنھیں باخبر کر دیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کر دینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتیٰ کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متأثر کر دیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲؍ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کر دی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہو جائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہو۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کرے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کر دئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دہوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کر سکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کر لیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھسے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مر گئی!"

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ تونیہ کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں لولو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کر دیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کر دی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کر دیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کر لیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کر لیا۔ نیز یہ طے پا گیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پُوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب رہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کر دیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کر دیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہو جائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کر دیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کر سکوں مگر اُسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کر سکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

عالمِ مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربر آوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جینوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خودغرضی کے لئے بنائی ہے۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کر رہی ہیں۔ مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہے اور اُن کی کھال کھینچکر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہوسکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ نا ممکن ہے۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہوچکی ہے۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہوگئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کردیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے ہلکڑ بری دے دی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا: دول عظمیٰ نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کردی ہے۔ وہ تمام اضطراب اور بےچینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا عَلم ہالینڈ بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ ۱۹۲۶ء والا جینوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہے۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دول عظمیٰ نے اختیار کرلیا ہے جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد بھی دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کرسکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲,۹۰۰,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہے جتنی ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۳۰,۱۴۰,۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہے۔

حالانکہ معلوم ہے جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی، اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہے۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور ازیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کرسکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہے اور یورپ میں بھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہے، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہے!

نظریہ یہ ہے کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہے۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ رُوح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوجاتی ہے۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہے اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کرجاتی ہے۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو آدمی مجنون ہوجاتا ہے۔ پس جنون کی علت یہ ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کرگئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہوگیا ہے کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہے۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہے اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دُنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہوکر اُنھیں مجنون بنا دیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہے یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہے۔ بعض جسموں سے یہ مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کرجاتی ہیں اور وہ صد درجہ جنون میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہے میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے!"

رُوح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں۔ لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ بّری حیوانات اپنی طبعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریئے قائم کئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہوئیل مچھلی کو مستثنیٰ کرکے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

حیوان	عمر
کچھوا	۳۰۰ برس
طوطا	۳۰۰ 〃
کوّا	۳۰۰ 〃
بَط	۳۰۰ 〃
ہاتھی	۲۰۰ 〃
شکرا	۱۶۲ 〃
گدھ	۱۰۴ 〃
شتر مرغ	۷۰ 〃
بُوم	۷۰ 〃
بگلا	۶۰ 〃
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰ 〃
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰ 〃
مگرمچھ اور میڈک،	۴۰ 〃
جنگلی سور،	۳۰ 〃
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵ 〃
گوریا	۲۰ 〃
ہرن	۱۶ 〃
کتا اور بھیڑیا،	۱۵ 〃
لومڑی	۱۰ 〃
چوہا	۳ 〃

اور فتح سے ناامید تھی۔ حالانکہ اب ہم کافی طاقتور تھی۔ ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمربستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کردئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ر اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کرڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی۔ دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور ادرنہ سے دست بردار ہوجائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہوگیا!

دوعملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دوعملی کا خاتمہ کردوں چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت، غصب کرلی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کرلینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کررہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہرحال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کردیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کردیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہوکر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ٹرکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحیدالدین، منصب خلافت سے ہٹادیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۲۸ر نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دورہ شروع کیا۔ عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہاچکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء و حیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی:

"۲۰ر اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کردینا ہوگا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی اُمور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے از سر نو انتخابات کا فیصلہ کردیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کردئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہوجائے گا!"

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے"

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا اب تک یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی مشکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کردی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفہ رسول اللہ عبدالمجید بن عبدالعزیز خاں" اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیتہً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کرلیا تو رافت پاشا نے اسے "لطف الٰہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں۔ اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزر لینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مرچکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کرلی، دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مرگئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گُنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہوگیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کرسکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتیٰ کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ "ہنی مون" رویرا کے ساحلوں پر گذار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پُرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُسنے اتنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں، وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبدالمجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کررہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توام تارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ پلاسکٹ نے ایک عجب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توام ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گُنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گُنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ، ۱۷،۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کرلیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱،۵۳۰،۱۲۸ میل ہے۔

مطبوعات جامعہ

تاریخ الامت ۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اُردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہو۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمہ تعلیم صوبۂ متوسط برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہو:۔

(۱) حصہ اوّل سیرۃ الرسول عـہ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ عـہ
(۳) حصہ سوم خلافت بنی اُمیہ عـہ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ عـہ
(۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عـہ

دیوان غالب اُردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہو۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہو دیوان مکمل ہو جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد، اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سُرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

تاریخ فلسفۂ اسلام ... ۔ دی بوئر صاحب کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیم و ناظم اُردو اکاڈمی جامعہ ملیہ قیمت (عـہ)

برہان ۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہو۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عـہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات ۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اُردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عـہ)

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۶	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۶	۳۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۳	۳۳٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳۰	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۳۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۶٫۱۵
الہ آباد	۱۴۵۶۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۶۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۳۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۳۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۵۷۶۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶٫۲۱	۴۳٫۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۳۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۴۶٫۳۳	۲۹٫۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۳۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶٫۶۰	۲۶٫۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲٫۹۷	۳۴٫۹۰
ناگپور	۱۱۲۴۵۰۳	۱۰۶۴۴۲	۱۲۷۷۳۴	۶۰٫۰۳	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۶	۳۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

عمر ۲۰—۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴
بمبئی	۱۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۴۳۳۰	۲۷۳۲۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۷۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۳	۷۲۱۳۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۷۴۸۷۶
سی پی	۲۸۳[illegible]	۲۹۷۷۳	۵۸۳۲۷
آسام	۲۹۹۴۷	۲۳۱۵۲	۴۳۴۹۹
کل برطانی ہند	۶۰۰۸۹۳	۶۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

ملک	آمدنی	
امریکہ	۳۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	"
فرانس	۱۲۹۲	"
اٹلی	۵۴۰	"
جاپان	۱۱۸۰	"
ہندوستان	۳۰	"

فی کس روزانہ آمدنی

ملک	آمدنی
امریکہ	[illegible]
برطانیہ	[illegible]
فرانس	[illegible]
اٹلی	[illegible]
جاپان	[illegible]
ہندوستان	ا ر

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۹۱۳-۱۴ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۳-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۱۹۲۰-۲۱	۲۳۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۳-۰-۰	۱۴۵-۰-۰	۴-۸-۰
سنہ ۱۹۲۲-۲۳	۲۶۱-۱-۰	۱۵۶-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
سنہ ۱۹۲۴-۲۵	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۶۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

پیشہ	ہندوستان (مجموعی آبادی ۳۱۹۳۶۱۰۰۰)	جزائر برطانیہ (مجموعی آبادی ۴۷۳۰۷۰۰۰)
زراعت پیشہ	۷۱٫۸	۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۳	۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۳	۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶	۵٫۶
نیچ کی نوکریاں	۱٫۵	۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵	...
کان کن	۱٫۱۷	۶٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۶۸۸۶۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو.
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں ؟

ایسا مقام موجود ہے !

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے !

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

نفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدارکو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه　　الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه　　" " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچهٔ ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲)

(مینجر الہلال کلکتہ)

۱۹۲۷

نمبر ۲۳

جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ - آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی . ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۷۴۲ مراسلات وصول هوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۴۵۲
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۶۸۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق هون	۱۶۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکھا ہے کہ احمد باشا نے اپنی دوستی کا حق اِس طرح ادا کیا کہ مصری امیر کو زہر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائی)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئی مصیبت دیکھی - مجبوراً مصر بھاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشہور خاندان بکری کے سجادہ نشین شیخ السادات کی خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسی پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شہر کے باہر کھڑے تھے - سید بکری بھی موجود تھے - وہ نپولین کی سواری کے لیے ایک گھوڑا بھی لے گئے تھے - گھوڑے کی لگام ' رستم کے ہاتھہ میں تھی - نپولین نے گھوڑا شکریہ کے ساتھہ قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کی فرمائش کی - سید بکری نے دو غلام حاضر کر دیے - انہی غلاموں میں ایک رستم تھا - نپولین نے اپنی خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائی دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخلہ)

فرانس کی واپسی میں رستم بھی نپولین کے ساتھہ تھا - راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا - البتہ ایک دن نپولین کے ساتھیوں نے سنانے کیلیے کہدیا کہ " جنرل تمہیں اِس لیے ساتھہ لیے جاتا ہے ' تاکہ پیرس کے جلسے میں تمہاری بھینٹ چڑھائے " سادہ لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت ہنسا - اور وہ تمام رقم اُسے بخش دی ' جو دوران سفر میں اپنے ساتھیوں سے جوئے میں جیتی تھی !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چھوڑ دیا - ہر طرف لوگوں کی نظریں اُس پر پڑتی تھیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقی اطوار اور چرکسی چشم و ابرو اُنکے لیے نئی قسم کی چیز تھی - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وہ پیرس روانہ ہوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کی مرصع تلوار اور چھہ ہزار فرنک کی تھیلی بھی چھین لی -

جوزیفائن ' نپولین کی بیوی ' رستم کو دیکھہ کر بہت خوش ہوئی اور اپنی خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کیں - کہا گیا کہ جوزیفائن غلام پر عاشق ہے - اِسی قدر نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ نپولین رستم کو محض اِسی نیت سے لایا تھا ' تاکہ جوزیفائن کیلیے دلچسپی کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کی نگرانی اور رشک سے آزاد ہو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچھہ ہی سبب ہو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظہور نے نپولین کی عظمت میں غیر معمولی اضافہ کردیا تھا - رستم اپنے بیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتھہ ساتھہ پھرا کرتا تھا اور پیرس کی مخلوق اُسے دیکھہ کر متحیر رہجاتی تھی !

شیخ خلیل بکری نقیب السادات مصر
جس کے ذریعہ نپولین کو رستم ملا

قنصل مقرر ہونے کے بعد نپولین اُس محل میں اُٹھہ گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تھا - رات کو اُس کے خاص کمرے کی نگہبانی رستم ہی کے ذمے تھی - وہ رات بھر دروازے پر پڑا رہتا تھا ' اور کسی کو اندر جانے نہیں دیتا تھا -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم ہوا کہ نپولین کے ساتھہ ایک عورت موجود ہے - وہ غصے میں بھری ہوئی اٹھی اور کمرے میں گھس پڑنا چاہا - مگر رستم دروازے پر سو رہا تھا - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تھے کہ جوزیفائن ڈر گئی - شمع ہاتھہ سے گر پڑی ' اور بدحواس اُلٹے پاؤں بھاگی !

دن کے وقت رستم کے فرائض یہ تھے کہ صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تھا - نپولین نہایت تنک مزاج تھا - بار بار چلا اٹھتا تھا " گدھے ! آئینہ سیدھا کر - خوش قسمتی سے تیرا آقا مصری نہیں ہے ورنہ گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نہلاتا تھا - پھر اُس کے ساتھہ دفتر جاتا تھا اور ایک لمحہ کیلیے بھی جدا نہیں ہوتا تھا -

کلیپر کہتا ہے :

" نپولین نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی - لیکن وہ اپنی فیاضی سے دوسروں کی محبت خرید لیا کرتا تھا - ہمیشہ جوئے میں اپنی تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبہ پانچ دن کے اندر تین ہزار فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کی وجہ سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تھے - صرف خادم ہی نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمی بھی جلتے تھے - اُن کا خیال تھا - رستم کی یہ تمام قدردانی صرف اِس لیے ہے کہ وہ اُس کے دشمنوں کو خفیہ قتل کر ڈالتا ہے -

رستم نپولین کے ساتھہ سایہ کی طرح لگا رہتا تھا - حتی کہ فوج کی قواعد کے وقت بھی آقا کے گھوڑے کے پہلو میں اُس کا عربی گھوڑا نمایاں نظر آتا تھا - گھوڑے پر چیتے کی کھال کا زین ہوتا تھا - زین پر سونے کا کام تھا - خود رستم کا لباس ' ریشم کا کارچوبی ہوتا - دور دور تک اُس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی - وہ اِس قدر شاندار ہوتا تھا کہ رستم ' عرب پادشاہ معلوم ہوتا تھا ' اور نپولین اُس کا فرنگی سپہ سالار - تھیٹر میں بھی وہ نپولین کے پہلو میں بیٹھتا تھا - تمام نظریں غلام کی شان و شوکت کے تماشہ میں محو ہوجاتی تھیں ! "

جب کبھی وہ راستے میں تنہا ہوتا ' مخلوق ہجوم کرکے ساتھہ ہوجاتی - مسرت کے نعرے بلند ہونے لگتے - اپنے فاتح آقا کی طرح یہ غلام بھی اپنی عظمت و غرور میں مدہوش رہتا تھا - وہ بالکل پروا نہ کرتا کہ لوگ اُس کی تعریف میں نعرے لگا رہے ہیں ' یا تضحیک کر رہے ہیں !

مطبوعات جدیدہ

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الہلال کے گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک جرمن اہل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشہور گوشہ ھاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي ہے - ابھي اس کتاب کي بہت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي ھیں ' لیکن ھم چاھتے ھیں ' مجلس کے تبدیل ذائقہ کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصہ پر قارئین الہلال کو توجہ دلائیں - یہ حصہ بھي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچھلي داستانوں سے کمتر نہیں ہے - اِس میں نپولین کي درباري زندگي کی ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے اُنکي تقریب ھوگي - یہ شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب ھستي کا درجہ رکھتي تھي - حالانکہ اُسکي ابتدائي زندگي اس طرح شروع ھوي تھي کہ وہ مصر کا ایک چرکسي غلام تھا !

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکھا ہے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تھي کہ آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکھے ھیں - جرمن مصنف ھمیں بتلاتا ہے کہ یہ کتاب اسکے پیش نظر ہے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشتہ صدي کے اوائل میں روئے زمین پر ایک طوفاني آندھي آئي - اُس نے بادشاھوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یہ ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سر بسجود ھوگیا تھا - اِس مہیب آقا کے ساتھہ ھمیشہ ایک عجیب و غریب غلام بھي دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الہیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کوہان سنہ ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ہوا اُس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ہوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نہیں چھوڑا - وہ نہ تو شاعر ھوا ' نہ مصور - اُس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکرٹري میذول نے اپنے روز نامچے میں لکھا ہے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اُسے تاجر بھي بتایا ہے - اُس کے چار اولاد تھي - انمیں ایک رستم تھا - سنہ ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھہ رھا "

رستم بن رضا

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکھا ہے کہ وہ اپني ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہي محبت اُس کي تمام مصائب کا سبب ھوئي - باپ نے اُسے گھر سے نکال دیا اور وہ آوارہ گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اُسي زمانے میں وھاں کے اُمراء میں خانہ جنگي شروع ھوگئي - رستم اس جنگ میں قید ھوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعہ میں بند رھا - پھر وھاں سے بھاگا تا کہ اپني ماں کي کفالت کرے - اب وہ اپنے شوھر سے علحدہ ھوگئي تھي اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ لے کر کسي طرف چلي گئي تھي - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پتہ لگالیا اور اُس کے ساتھہ رھنے لگا - کچھہ عرصہ کے بعد اُس نے ارادہ کیا کہ کسي شہر میں جاکر آباد ھو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھہ لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافلہ گرفتار ھوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اُس کے شوھر کو گھر میں اِس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار ھوئي - اُس نے مصر کے ایک امیر کے ھاتھہ بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھہ مکۂ معظمہ لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ھوئے - مگر ابھي راہ ھي میں تھے کہ معلوم ھوا ' نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا ہے - امیر نے فیصلہ کیا کہ مصر نہ جائے اور اپنے دوست احمد باشا جزار والي

اُس نے کہا " تمہارا فرض ہے کہ اِس نازک وقت میں اپنے مہربان آقا کا ساتھہ نہ چھوڑو" نپولین کو امید نہیں تھي کہ رستم لوٹے گا - مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ موجود تھا - اُس نے اپنے بلا اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا دل اُسکي طرف سے صاف ہوگیا -

اِسي اثنا میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب ہوکر زہر کہا لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اُسکي جان بچالي - ایک دن اُس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیہ سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا تمہیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حوالہ کر دیا - تاکہ وہ خود کشي کرلے -

اِس واقعہ کو رستم نے حیلہ بنایا ' اور نپولین سے ہمیشہ کے لیے علحدہ ہوگیا - جلا وطن ہوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کي بابت سوال کیا - اور جب اُس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور پر بہت رنجیدہ ہوا -

رستم کي بے وفائي اِسي پر ختم نہیں ہوگئي ' بلکہ وہ دو مرتبہ انگلستان بھي گیا - وہاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاہي خلعت پہنکر جایا کرتا تھا - انگریزوں کے ہاتھہ اُس نے اپنے آقا کي بہت سي یادگاریں بھي بیچ ڈالیں - اِنھي میں سونے کا ایک ٹکڑہ بھي تھا - اِس پر لکھا تھا " نپولین کي یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے "

٧ - دسمبر سنہ ١٨٤٥ع کو اُس کا انتقال ہوا - اُس کي قبر ابتک پیرس میں موجود ہے ' اور اُس پر یہ عبارت کندہ ہے :
" یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رہا ہے "

اُس کي زندگي ھي میں اُس کے دونوں لڑکے مر چکے تھے - صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رہي - لڑکي کي شادي ایک فرانسیسي تاجر سے ہوگئي تھي -

الہلال کو

اشاعت کي کمي کي شکایت نہ ہوتي ' اگر مصارف کي زیادتي پیش نہ آتي - سنہ ١٩١٤ع میں الہلال کي یہي قیمت تھي - یعني بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتي اشیاء کي قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھي تھي - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ' لیکن مصارف کي زیادتي کي وجہ سے اب تک آمدني اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اس معاملہ پر توجہ ضروري نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروري سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الہلال)

حجۃ ابراہیمی

ایۂ کریمہ " الم تر الی الذي حاج ابراہیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(٣)

افسوس ہے کہ محل اِس کا متحمل نہیں کہ مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنہ آپ دیکھتے کہ تفسیر قرآن کا کوئي گوشہ بھي ایسا نہیں ہے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نہ ہو چکا ہو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نہ پڑگئے ہوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفہاني کي مفردات ھي اُٹھا کر دیکھہ لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ عام ہے ' تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ نہ صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي ہے ' بلکہ اُسکے تمام الفاظ کے لیے بھي ایک نیا فلسفیانہ قاموس ترتیب دیدیا گیا ہے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " ہونے پر ناز تھا ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بنکے رہگئي ہے !

(آیۃ زیر تدبر)

اب جب کہ یہ تمہیدي مطالب ایک حد تک واضح ہوگئے ہیں ' آیۂ زیر تدبر کي تفسیر نہایت سہل ہے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور ہو جائینگي - البتہ تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بھي ضروري ہے :

(١) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے عہد کے ایک انسان کا مکالمہ نقل کیا ہے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجہ سے تمام مشکلیں پیدا ہوگئي ہیں ' یہ ہے کہ مکالمہ کي نوعیت ھي غلط سمجھہ لي گئي ہے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا ہے : الم تر الی الذي حاج ابراہیم في ربہ - یعني کیا تمہیں اُس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تھي ؟ چونکہ مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا ہوا تھا ' اور انبیاء کرام کے حجج و براہین نظریہ کو بھي وہي جامہ پہنانا چاہتے تھے ' اس لیے انہوں نے اس مکالمہ کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پھر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و اداب اُس پر

(رستمي فيشن)

پیرس کي نازنینوں کے لیے رستم ایک متحرک فتنه بن گیا تھا - وہ اُن کی نظر میں مشرقي حسن و جمال کا ایک پر اسرار پیکر تھا - یہاں تک کہ اُس کے لباس کي بھي نقل اتاري جانے لگي - پیرس کا سب سے زیادہ مقبول فیشن " رستمي فیشن " ھوگیا - خود جوزیفائن اِس لباس پر فخر کرتي تھي - فرانس سے نکل کر یہ فیشن جرمني پہنچا ' اور لوئزا ملکۂ پروشیا تک نے اختیار کر لیا - عورتوں کي طرح مرد بھي اس کي تقلید کرنے لگے تھے - یہ بیماري ایسي عام ھوئي کہ خود نپولین بھي مبتلا ھوگیا - اُس نے بھي رستم کا سا لباس اپنے لیے بنوایا تھا اور بڑے بڑے جلسوں میں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماھر مصوروں نے رستم کي تصویریں اُتاریں - اخبارات و رسائل نے خاص اهتمام سے شائع کیں - پورے یورپ میں اُس کي شہرت عام ھوگئي -

جب نپولین کي تاج پوشي قریب آئي ' تو اُس نے درباري درزي کو حکم دیا کہ رستم کے لیے بیش قیمت خلعت طیار کرے - یہ خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات ھزار تین سو فرنک خرچ ھوے تھے - جوتے کي قیمت ایک سو بیس فرنک تھي - یہ رقم اُس زمانے میں ایک شاھي لباس ھي پر خرچ ھو سکتي تھي !

تاج پوشي کے جلوس میں رستم اپنے خاص لباس میں ملبوس شہنشاہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھي اپنے گھوڑے پر ایک شہنشاہ معلوم ھوتا تھا - ھر طرف اُس کے اعزاز میں تالیوں کا شور بلند تھا !

(منتہاء عروج)

رستم نے اپني زندگي کے بہترین ایام شہنشاہ نپولین کے زیر سایہ بسر کیے - دربار میں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولین جب کوئي شہر فتح کرتا تھا تو شاھي گاڑي میں فاتح کے پیچھے رستم ھي بیٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خیال کرتے تھے - بہت سے لوگ اُس کي خوشامدیں کرتے ' تا کہ اس کے ذریعہ نپولین کي خوشنودي حاصل کرلیں !

جب نپولین پیرس میں ھوتا تو رستم کو دو گھنٹے تفریح کي اجازت ملتي - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جایا کرتا جن کے یہاں خوبصورت عورتیں ھوتیں - لیکن میدان جنگ میں اُسے ایک لمحہ کي بھي فرصت نہیں ملتي تھي - کیونکہ اُس کے فرائض ھر لمحہ اُسے شہنشاہ کے ساتھہ رھنے پر مجبور کرتے تھے - وھي اس کے لیے کھانے کا بھي انتظام کرتا تھا -

نپولین کے کھانے کا کوئي وقت مقرر نہ تھا - بسا اوقات وہ کھانے بغیر ھي سو جاتا - ایک مرتبہ ایسا ھوا کہ نپولین آدھي رات کو اپنے بستر پر گیا اور کھانا طلب نہ کیا - رستم نے خیال کیا ' اب وہ کھانا نہیں کھائیگا - اُس نے بھني ھوئي مرغي خوشي خوشي کھانا شروع کردي - لیکن ابھي آدھي مرغي بھي کھانے نہیں پایا تھا کہ نپولین نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرایا ' مگر اب کر ھي کیا سکتا تھا ؟ وھي بچي ھوئي مرغي لیکر حاضر ھوگیا - نپولین دیر تک مرغي دیکھتا رھا - پھر غلام پر غضبناک نظریں ڈالیں اور کہا " میں نہیں جانتا تھا کہ بعض مرغیوں کا صرف ایک ھي بازو اور ایک ھي ٹانگ ھوتي ھے - مجھے کبھي اِس بات کا وھم بھي نہیں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑیگا ! "

رستم ڈر گیا - رنگ فق ھوگیا - کانپتي ھوئي آواز میں کہنے لگا " مہربان آقا ! میں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھي میں نے کھا لیا ! " نپولین چپ ھوگیا ' اور مرغي کھالي ' صبح اُس نے ایک سپہ سالار کو بعض احکام دینے کیلیے طلب کیا - رستم بھي سامنے کھڑا تھا - نپولین نے سپہ سالار سے کہا " تم نے کچھہ سنا ؟ کل رات میں نے آقائے رستم کا پس ماندہ کھایا تھا ! ملعون ! ادھر آ - میں تیرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھي ایسي حرکت نہ کرنا ! " یہ کہکر نپولین زور سے ھنس پڑا -

(شادي)

رستم ' اپنے آقا کو روز پیرس کي عورتوں سے اپنے عشقیہ معرکوں کي داستانیں سنایا کرتا تھا - نپولین کو ان واقعات سے بڑي دلچسپي ھوتي تھي اور وہ غلام کي همت افزائي کیا کرتا تھا - آخر رستم کا یہ شوق رنگ لایا - اور وہ ایک عورت پر عاشق ھوگیا - اُس نے شہنشاہ سے شادي کي درخواست کي - نپولین نے پوچھا " وہ کچھہ مالدار بھي ھے ؟ " رستم نے جواب دیا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا ھوں ' مجھے مال کي کیوں فکر ھو ؟ " نپولین کو یہ جواب پسند آیا اور شادي کي اجازت دیدي -

یکم فروري سنہ ۱۸۰۶ع میں الکزندرائن دوربل سے رستم کي شادي ھوگئي - خود شہنشاہ جلسہ میں شریک ھوا ' اور تمام خرچ اپني جیب خاص سے ادا کیا - شادي کے ایک برس بعد لڑکا پیدا ھوا - رستم نے اُس کا نام ایشیل رکھا - نپولین کو یہ بچہ بہت پیارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھیلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا' تو اُس کي دونوں مٹھیوں میں اشرفیاں ھوتي تھیں !

نپولین کو رستم اِس قدر عزیز تھا کہ سفر اٹلي کے موقعہ پر جب وہ بیمار ھوگیا تو نپولین نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نہ کرنا - میں جلد واپس آؤنگا - میري بیوي تمھاري خبر لیگي - "

خود رستم نے اپني یاد داشت میں لکھا ھے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع میں نپولین نے اُس کي کوئي تنخواہ مقرر نہیں کي تھي - ایک دن اتفاق سے یاد آگیا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر دیے - تھوڑي ھي مدت بعد یہ رقم دوگني کردي گئي - یعني ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نیز ۲۴۰۰ فرنک شکار میں بادشاہ کي بندوق اٹھانے کیلیے ' اور ۹۰۰ فرنک دائمي انعام کے طور پر بھي ملتے تھے - اسکے علاوہ کھیل میں جسقدر روپیہ نپولین جیتتا تھا ' سب اسے دیدیتا تھا - عیدوں اور جشنوں کے موقعہ پر بھي بہت کچھہ دیتا تھا - چنانچہ ۲۰۰۰ فرنک سنہ ۱۸۰۸ع میں دیے - ۳۰۰۰ سنہ ۱۸۱۰ میں دیے - ۴۰۰۰ سنہ ۱۸۱۱ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۳ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۴ع میں دیے - پھر معزولي سے پہلے ایک مرتبہ یکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کیے !

(رستم کا خاتمہ)

لیکن افسوس ھے کہ مصیبت کے وقت رستم بے وفا ثابت ھوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھیر لیا !

۶ - اپریل سنہ ۱۸۱۴ میں نپولین کو تخت سے دست بردار ھونا پڑا تھا - وہ جب جزیرۂ البا کي طرف روانہ ھونے لگا ' تو رستم ' بلا اجازت اپني بیوي سے مشورہ کرنے چلا گیا - بیوي شریف تھي -

مجیب کے فرائض هیں - جو مدعي هو' اسے دلیل پیش کرني چاهیے - جو منکر هو' اسے توڑ کرنا چاهیے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم ھے - یعنی مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هیں - امام رازي نے جب اسے مناظره قرار دیا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے میں ڈهال کر دکھا دي جائے - بات اُس سانچے میں ڈهلتي نہیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا هوگئي هیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکھتے هیں :

" یه در اصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظره ھے ' جسمیں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي ھے اور حضرت ابراهیم اُس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں "

یه جو آپ نے " در اصل مناظره ھے " کہدیا' بس یهي تمام فساد کي جڑ ھے - " مناظره ھے ' تو حضرت ابراهیم کي حیثیت ایک مناظر کي ھے - اگر وہ مناظر هیں ' تو چاهئے که اُن قواعد کلام سے سرمو تجاوز نه کریں جو فن مناظره کے ساخته پرداخته هیں - یا مثلاً رشیدیه میں درج هیں - اور چاهیے که بد بخت نمرود بھي اُنھي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغیره میں پڑہ چکے هیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یهي هیں ' اور آپ بھي اُنھي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هیں - سوال یه ھے که حضرت ابراهیم " مناظر " مصطلحۂ قوم کیوں هوں ؟ اور اگر وہ مناظر هوں ' تو کیوں اُن تمام گڑھے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضیعه کي تدوین کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکھے هیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود ھے که حضرت ابراهیم کو بھي اُن قواعد کلام کي پابندي کرني چاهیے جو مناظره رشیدیه میں هم رٹ چکے هیں ' یا جنھیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکھا ھے ؟ " مناظر کے لیے یه جائز نہیں " اور " مستدل کے لیے یه ضروري ھے " سوال یه ھے که کیوں جائز نہیں ؟ کیوں ضروري ھے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبیاؑ رسل پابند هوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نه هو که سرمو اِن سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت ھے که قرآن عربي زبان میں اُترتا ھے - تمام فصحاء قریش اُس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هیں ' لیکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرین بحث کرتے هیں که سیبویه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وہ ٹھیک ھے یا نہیں ؟ چار هزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدایت کا دروازه کھولتا ھے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگه یقین و ایمان کي راہ دکھلادیتا ھے' لیکن پانچویں صدي هجري میں امام رازي آ کر بحث کرتے هیں که منطقي طریق مناظره کے مطابق یه مکالمه صحیح ھے یا نہیں ؟ اور پھر چودھویں صدي میں آپ آتے هیں اور کہتے هیں که مشکلات حل نہیں هوتیں - مشکلات حل هوں تو کیسے هوں جب صدیوں سے مشکلات هي کو بلاوا دے دے کر سمیٹا گیا ھے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت اور صناعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم هوگئي ھے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یہاں اُلجھاؤ پیدا کر رهي ھے ' حضرت ابراهیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت ھے - مفسرین سے ایک سخت تسامح قرآن حکیم کے اُن مقامات کي تفسیر میں هوا ھے ' جہاں بابل کے اس پادشاه کا (جسے نمرود کہتے هیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچھه بھی اُس کا نام هو) ذکر کیا گیا ھے - قرآن حکیم نے اُن کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا ھے ' جن سے معلوم هوتا ھے که وہ اُس خدا کے اقرار سے منکر تھے جسکي دعوت حضرت ابراهیم اور حضرت موسیٰ علیهما السلام نے اُنکے سامنے پیش کي تھي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعویٰ رکھتے تھے - چونکه مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نه تھیں ' اسلیے وہ صحت کے ساتھه اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نه کر سکے - یه خیال پیدا هوگیا که یه دونوں پادشاه اپني خدائی کے اس معني میں مدعي تھے که وهي صانع کائنات هیں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یهي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي ھے اور اسیلیے حضرت ابراهیم اور حضرت موسیٰ (علیهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پہلو سے دیکھے جاتے هیں - چونکه یه بات حقیقت حال کے خلاف ھے ' اسلیے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے اُلجھاؤ پیدا هوگئے هیں - واقعه یه ھے که نه صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر ' بلکه خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کہا جاسکتا ھے که دنیا میں آج تک کسي انسان نے بھي اس معني میں خدا هونے کا دعویٰ نہیں کیا ھے که وهي صانع کائنات ھے - ایسا دعویٰ کرنا ' بلکه ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف ھے که کوئي انساني هستي اِسکي جرأت هي نہیں کرسکتي -

تحریر اندازه سے زیاده بڑھتي چلي جاتي ھے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نہیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجھنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹھوکریں کھائي هیں ' من جمله اُن کے ایک عالمگیر گمراهي شاهیت و الوهیت کا تشابه ھے - یعنی شاهیت کے اختیارات نے بھي ما فوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کرلي تھي - جب کبھي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے پادشاه بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وہ دیوتاؤں کا انساني مظہر ھے ' بلکه خود بھي دیوتا ھے - پھر جب شاهیت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اِس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجھا جانے لگا - رفته رفته اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیده کي نوعیت پیدا کرلي که پادشاه انسان نہیں ھے - انسانیت سے بلند تر هستي ھے - اُسکي طاقت بھي الهي طاقت ' اور اُسکا حکم بھي حکم خداوندي ھے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بیان کیا ھے ' اُنکي اور اُن کے قوم کي گمراهي یهي تھي - وہ اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تھے - اس لیے نہیں که اِن دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعویٰ کیا تھا ' بلکه اس لیے که وہ پادشاه تھے ' اور پادشاه کیلیے ایسا هي اعتقاد پیدا هو گیا تھا -

ثانیاً ' اس سے یه بات بھي واضح هوگئي که مفسرین کا یه سمجھنا که فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تھے ' صحیح نہیں ھے - جس طرح کي خدائي کے یه مدعي تھے ' اُس طرح کي خدائي کا اعتقاد اُس عہد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کیلیے رہ چکا ھے - هندوستان میں بھي پادشاه کے لیے ایسا هي اعتقاد موجود تھا - حتیٰ که اُن کا سلسلۂ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تھا - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بھي

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نه هوسکے تو لا یعني اور دور ازکار توجیهیں کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمة الله علیه اس آیت کي تفسیر میں سب سے پہلي بات جو کہتے هیں ' یہي ھے که " و القصه الاولی مناظرة ابراهیم صلی الله علیه و سلم مع ملک زمانه " (جلد ۲ : ۳۱۷) جونہي اُنھوں نے اس معامله کو " مناظره " کے لفظ سے تعبیر کیا ' حقیقت سے الگ هوگئے ' اور پہلا قدم هي اُلٹا پڑ گیا- اب جس قدر آگے بڑھتے جاتے هیں ' حقیقت سے زیاده دور هوتے جاتے هیں ' اور یکے بعد دیگرے اُلجھاؤ پر اُلجھاؤ پڑتے جاتے هیں - اُنھوں نے اپني عادت کے مطابق " المسئلة الاولی " اور " المسئلة الثانیه" اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسله یہاں بھي پوري قوت اور وضاحت کے ساتھه جاري رکھا ھے ' لیکن جب جواب کا موقعه آیا ھے ' تو پانچ پانچ اور چھه چھه وجوه اشکال بیان کرنے کے بعد ایک شافي جواب بھي نہیں دے سکتے' اور ایک ایسے طریقه سے جو پڑھنے والے کو حیرت و ارتیاب میں غرق کردیتا ھے ' رخصت هو جاتے هیں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرین پیدا هوئے ' سب نے اس مکالمه پر اسي حیثیت سے نظر ڈالي - البته حافظ عماد الدین ابن کثیر جو شیخ الاسلام ابن تیمیه کے تلامذه میں سے هیں ' اس سے مستثنی هیں - وہ سلف کے طریق تفسیر سے آشنا هوچکے تھے ' اس لیے ان موشگافیوں میں نہیں پڑے - بلکه صاف صاف کہدیا " وهذا التنزیل علي هذا المعني احسن مما ذکره کثیر من المنطقیین " (حاشیه فتح البیان جلد ۲ : ۱۵۶) یعنے یه مطلب اس سے کہیں زیاده بہتر ھے جو بہت سے منطقیوں نے قرار دیا ھے - لیکن افسوس ھے که منطقیوں کے طریقه سے لگ رهکر بھي وہ پوري طرح اُن کي لغزشوں سے محفوظ نه رهسکے - یعني اس الجھاؤ سے وہ بھي نه نکل سکے جو حضرت ابراهیم کے ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل اختیار کرنے کے معامله میں پڑ گیا تھا -

یه بات معلوم کرنے کیلیے که متاخرین کي پیدا کي هوي مشکلات سے متقدمین کس طرح محفوظ تھے ' امام ابن جریر طبري کي تفسیر پر نظر ڈالیے جو محدثین کے صاف اور ساده طریق پر روایات جمع کر دیتے هیں - انھوں نے سرے سے یه فتنه انگیز لفظ " مناظره " استعمال هي نہیں کیا ھے - وہ " حاج ابراهیم في ربه " کا ترجمه " الذي خاصم ابراهیم في ربه " کرتے هیں ' جو في الحقیقت اس محل کیلیے خود قرآن کا بتلایا هوا لفظ ھے ' اور پھر سیدھا سادھا مطلب بیان کرکے خاموش هو جاتے هیں -

یه واضح رھے که همیں یہاں مناظره کے لغوي اطلاق سے اختلاف نہیں ھے ' بلکه اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف ھے - وضعي علوم کي اصطلاح میں " مناظره " ایک خاص فن ھے جسمیں مباحثه کے اصول و آداب وضع کیے گیے هیں ' اور اس کا مقصود اِسکات خصم ھے - یعنے جھگڑنے والے کو چپ کرا دینا - نه یه که اسکے شکوک دور کردینا - نه صرف یه که انبیاء کرام کا طریق بیان یه نہیں هوتا ' بلکه قرآن بتلاتا ھے که کسي طالب حق کا بھي طریقه یه نہیں هونا چاهیے - کیونکه یه طلب حق اور علم حقیقت کي راه نہیں ھے - " جدل " اور " خصومت " کي راه ھے - اب غور کیجیے - یه کیسي مصیبت ھے که جس طریق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹھہراتا ھے - اسي کو همارے مفسرین متفلسفین محمود و مطلوب قرار دیتے هیں ' اور قرآن کے تمام دلائل اور انبیاء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو اُسي شکل و صورت میں آراسته کرنا چاهتے هیں ' اور پھر ذهن کي اس کجي اور فکر کے اِس مرض کو علم و معرفت کي ایک ایسي عظمت سمجھتے هیں ' جسے ابراهیم خلیل علیه الصلوۃ و السلام کے منه سے نکلوا دینا ' انکي بزرگي کي بڑي هي دلیل اور اُنکے مرتبهٔ نبوت و خلت کي بڑي هي خوبروئي ھے !

اس سے بھي بڑھکر اعجب العجائب معامله یه ھے که قرآن حکیم اس مقام پر جس حقیقت کا اعلان کر رھا ھے ' وہ یہي ھے که انبیاء کرام کا طریق دعوت ' " هدایت " کا طریقه هوتا ھے - " جدل " و " خصومت " کا نہیں هوتا - چنانچه حضرت خلیل نے با وجود اسکے که ایک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تھا ' سر رشتهٔ هدایت هاتھه سے نه چھوڑا ' اور مجادلانه نزاع کي جگه طریق هدایت سے اُسے اعتراف حق پر مجبور کر دیا - لیکن متکلمین هیں که عین اسي مقام کو مجادلانه انداز استدلال کی شکل دے رھے هیں ' اور بڑي کوه کندنیوں اور کاه براوردنیوں کے بعد ثابت کر دینا چاهتے هیں که اصل حقیقت یه نہیں ھے - بالکل اس سے اُلٹي ھے - یعني طریق ' طریق جدل اور مناظره ھے - نه که ارشاد الی الحق اور هدایت الی المقصود !

تفسیر کبیر کا یه پورا مقام پڑھ جاییے - معلوم هوتا ھے ' حضرت خلیل اور نمرود کا مکالمه منطقیوں کي ایک اچھي خاصي مجلس مناظره ھے - ایک طرف نمرود بیٹھا ھے ' اور ایک پخته کار فلسفي کي طرح شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا ھے - دوسري طرف حضرت ابراهیم هیں ' اور امام رازي اور قاضی عضد کے علم کلام کا ایک ایک لفظ نوک زبان رکھتے هیں - نمرود ایک سوال کرتا ھے - یه اُس کا جواب دیتے هیں - وہ اِن کے جواب کا توڑ کرتا ھے ' اور نئے مقدموں میں اُلجھانا چاهتا ھے - یه ایک شاطر مناظر کي طرح فوراً پیترا بدلتے هیں ' اور اُنھي مقدمات کے داؤ سے اُسے گرا دینا چاهتے هیں - وہ سبب اور واسطه کے طرف رخ کرتا ھے - یه حرکت افلاک کا پیچ کس دیتے هیں - سبحان الله ! حضرت ابراهیم علیه السلام کي دعوت نبوت نه هوئي - میر زاهد اور سیالکوٹي کا مباحثه هوگیا ! حاشا و کلا که انبیاء کرام جو تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے لیے آتے هیں ' یه مجادلانه انداز سخن اور مخاصمانه طریق مخاطبت رکھتے هوں - اگر ایک لمحه کے لیے بھي یه طریق تفسیر تسلیم کر لیا جاے تو ساتھه هي یه بھي تسلیم کر لینا پڑیگا که دنیا کے سارے نبیوں اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي یه تھي که وہ منطقی اور متکلم هوں - لیکن اگر یہی معیار نبوت ھے ' تو دنیا کا سب سے بڑا نبي ارسطو تھا جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنیا کو آشنا کیا ' نه که ابراهیم خلیل اور محمد بن عبد الله علیهما الصلوۃ و السلام ' جن کا لکھنے پڑھنے کے طریقے سے آشنا هونا بھي ثابت نہیں !

(۲) اب غور کیجیے - اس مکالمه کو " مناظره " قرار دیکر کس طرح انھوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حواله کر دیا ھے ؟ اگر یه " مناظره " ھے ' اور حضرت ابراهیم کي بڑي فضیلت یہي ھے که مناظرین کي طرح مخاطب کو سخن پروري میں هرا دیں ' تو ضروري ھے که مناظره کے جو اصول و آداب وضع کیے گئے هیں ' اُنھیں کسي نه کسي طرح اس مکالمه پر منطبق کیا جاے - مصیبت یه ھے وہ منطبق نہیں هوتے - کیونکه سرے سے یه مناظره مصطلحهٔ قوم تھا هي نہیں - نتیجه یه ھے که مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر نہیں آتا - فن مناظرهٔ وضعیه کے لحاظ سے پہلي چیز فریقین کي حیثیت کا تعین ھے - یعنے اُن میں سے کون مدعي ھے کون منکر - کون مثبت ھے ' کون منفي - پھر مستدل کے واجبات هیں ' اور

علم الاثار مصر کا جدید ذخیرہ

فراعنۂ مصر کے عظیم ہیکل

ریمسیس ثانی اور اسکی لڑکی کا مجسمہ، جسکے محل میں حضرت موسی علیہ السلام پیدا ہوے تھے !

گذشتہ دس سال کے اندر علم الاثار مصر میں جدید انکشافات کا جو اضافہ ہوا ہے، وہ نہایت قیمتی ہے، اور علماء آثار کا خیال ہے، اس سے مصری اثریات میں تحقیق و نظر کا ایک نیا دور شروع ہوجایگا ہے - وادی الملوک اور الاقصر کے دو مقبروں کا حال نہایت تفصیل کے ساتھہ دنیا کے علم میں آچکا ہے، لیکن ان مقبروں کے علاوہ اور بھی بے شمار نئی نئی چیزیں ہیں جو تاریخ مصر کے بعض اہم زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں، اور اسلیے علماء آثار اُن کے درس و مطالعہ میں مشغول ہیں -

آج ہم قارئین الہلال کی دلچسپی کے لیے ان میں سے بعض اہم آثار کا مرقع شائع کرتے ہیں -

سب سے پہلے آپ کی نظر دو چھوٹی چھوٹی تصویروں پر پڑیگی، جن میں سے ایک پر منقش تصویریں ہیں - دوسری میں ایک شکستہ مجسمہ نظر آ رہا ہے - پہلی تصویر ابیڈس مندر کی ایک دیوار کا مرقع ہے جس میں فرعون "ستی" اول اپنے معبود کے سامنے کھڑا ہے، اور اُسے نذر پیش کر رہا ہے - مرقع میں فرعون کی صورت اور وضع اپنی نزاکت اور خوبی کے ساتھہ کندہ کی گئی ہے کہ مصر کے تمام حجری مرقعوں میں صرف چند تصویریں ہی اس کا مقابلہ کرسکتی ہیں - اس مرقع میں ہمارے سامنے چار ہزار برس پہلے کا ایک انسان اپنی اصلی صورت و وضع میں کھڑا ہے !

دوسرا مرقع مصری دیوتا " ممنن " کا بت ہے - اس کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس میں سے الہی نغموں کے ترانے بلند ہوتے تھے - اب یہ بالکل ٹوٹی پھوٹی حالت میں برامد ہوا ہے - لیکن علم کی خوش قسمتی سے اس کے کتبے محفوظ ہیں، اور پوری طرح پڑھے جا سکتے ہیں -

ان کے بعد آپ دو بڑی تصویریں اوپر تلے دیکھہ رہے ہیں - پہلی تصویر ابیڈیس مندر کی ایک دیوار پر کندہ ہے - اس میں مصریوں کے دو دیوتا دکھائے گئے ہیں - ہورس اور اوسائرس - ہورس ہر طرح کی اچھائیوں کا معبود تھا - اوسائرس سورج دیوتا تھا - مصری یقین کرتے تھے کہ سورج دیوتا کی بہن اور لڑکی " آئی سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر ہمیشہ کیلیے دریاے نیل کو شیریں اور مقدس بنا دیا ہے !
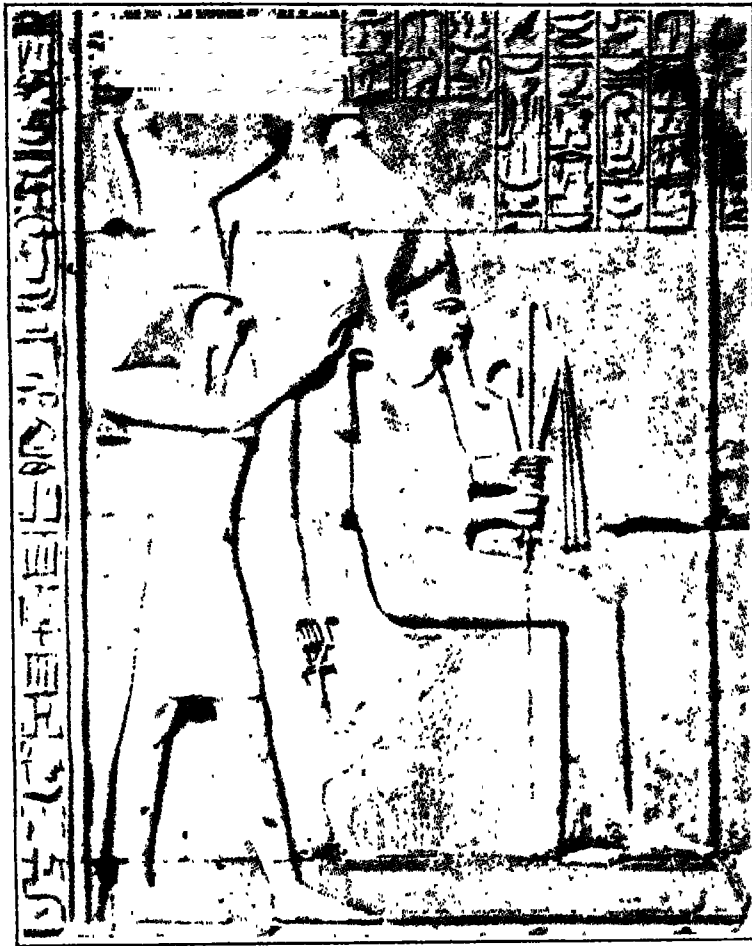
دوسرا مرقع ایک عظیم مجسمہ کا نہایت قیمتی ٹکرا ہے جو الاقصر سے بر آمد ہوا ہے - نقوش کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ در اصل فرعون ریمسس دوم کا مجسمہ تھا - تصویر میں صرف کمر سے لیکر پانوں تک کا حصہ نمایاں ہے - پانوں کے پیچھے ایک عورت کا چھوٹا سا مجسمہ ہے جو کھڑی ہے - یہ ریمسس کی لڑکی ہے - ریمسس دوم وہی فرعون ہے، جس کے محل میں حضرت موسی علیہ السلام کی پیدایش ہوئی تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ یہی لڑکی محل شاہی کی وہ عورت ہے، جس نے دریا سے حضرت موسی کو نکالا تھا !

اسكي شهادت ديتي هے - بنو اسرائيل نے جب فلسطين اور شام پر قبضه كيا تو جو قوميں وهاں آباد تهيں ' أن كا بهي اپنے پادشاهوں كي نسبت ايسا هي خيال تها - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسى عليه السلام كي مصري زندگي كے جو واقعات بيان كيے هيں ' أن كا تعلق بهي ايک پادشاه سے نہيں هے - دو پادشاهوں سے هے جو يكے بعد ديگرے تخت نشين هوئے تهے- ايک فرعون وه هے جس كے محل ميں حضرت موسى پيدا هوئے - دوسرا وه هے جو أن كا تعاقب كرتا هوا خليج سوئز ميں غرق هوا - اگر فرعون كے ادعاء الوهيت سے مقصود يه هوتا كه وه كسي ايک انسان كا شخصي ادعا تها' تو ظاهر هے' بغير كسي امتياز كے دونوں كي نسبت ايک هي طرح كي ادعائي ذهنيت قرآن كيوں ظاهر كرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي ليے أن كے ناموں كي جگه أن كا عام لقب " فرعون" استعمال كيا - كيوں كه كسي ايک پادشاه كا تمرد و طغيان دكهلانا مقصود نہيں تها - تمام فراعنه كا طغيان دكهلانا مقصود تها -

بهر حال قرآن حكيم نے اِن دونوں پادشاهوں كا ذكر اس ليے كيا هے كه انساني گمراهي كي ايک خاص حالت كا نمونه دكهلا دے - اس نوع كي گمراهي كے ليے يه كامل قسم كے نمونے تهے - اس ليے انهي كو بطور مثال كے چن ليا گيا -

باقي رهے فرعونوں كے وه متكبرانه اور مدعيانه اقوال جو قرآن حكيم نے نقل كيے هيں ' تو أن ميں ايک جمله بهي ايسا نہيں هے جس كا مطلب يه هو كه وه اپنے آپ كو خدا بمعني صانع كائنات سمجهتے تهے - چونكه مفسرين نے يهي مطلب ٹهرا ليا تها ' اس ليے ان كي نظر آيات كے صاف صاف مطلب كے طرف نہيں گئي - دوسري واديوں ميں پهنچ گئے - ليكن يه محل تفصيل كا نہيں هے -

ثالثاً ' آيت زير تدبر ميں جس پادشاه كا ذكر كيا گيا هے ' اُس كي شخصيت بهي صحيح طور پر متعين نہيں كي گئي- عام طور پر مشهور هے كه وه نمرود تها - ليكن بابل اور نينوا كے آثار قديمه سے جس قدر معلومات فراهم هوچكي هيں ' أن سے اس خيال كي تصديق نہيں هوتي - " نمرود" سے مقصود وه پادشاه هے' جس كے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حكمراني كي تهي - اس خاندان كا سب سے زياده مشهور شخص " اور" پنجم تها جس كے سوانح حيات كي منقش اينٹيں جرمن وفد كي كوششوں سے سنه ۱۹۰۴ع ميں برامد هوئي هيں- اِن اينٹوں كي عبارت سے جو خط مسماري ميں كنده هيں' معلوم هوتا هے كه نمرود اور اُسكے خاندان كا زمانه دو هزار سات سو برس قبل مسيح تها - اگر تورات كے سنين تسليم كرليے جائيں' تو حضرت ابراهيم عليه السلام كا زمانه دو هزار تين سو برس قبل مسيح كا زمانه هے - ظاهر هے كه اِس حساب سے حضرت ابراهيم كا ظهور نمرود سے كئي سو برس بعد هوا هے - أن كے زمانه ميں نه صرف نمرود كي ' بلكه اُس كے خاندان كي بهي حكومت باقي نہيں رهي تهي -

خاندان نمرود كے دو سو برس بعد بابل ميں ايک نيا سلسلهٔ شاهي قائم هوا جسے " ايلامي " خاندان سے تعبير كيا جاتا هے - اس خاندان كا ايک پادشاه دو هزار تين سو برس قبل مسيح بابل ميں حكمراں تها جس كا نام " كادولا اومر" تها - غالباً يهي بادشاه حضرت ابراهيم كا معاصر تها ' اور اسي سے أن كا يه مكالمه هوا هے - بابل كے آثار ميں اس پادشاه كی تصويريں اور بعض فرامين كي اينٹيں بهي ملي هيں - اِن كتبوں سے معلوم هوتا هے كه وه نهايت خود سر اور جبار تها - اُس كي نسبت يقين كيا جاتا تها كه آسماني ديوتاؤں كا قهر و جبروت اُس كے اندر مجسم هوگيا هے -

يه اوصاف ٹهيک اُس متكبرانه انداز سخن كے مطابق هيں جو اس مكالمه سے ظاهر هوتا هے -

ايسا معلوم هوتا هے كه جس طرح عربوں ميں شاهان روم ' قيصر ' شاهان ايران كسرى ' اور شاهان مصر فرعون كهے جاتے تهے ' اسي طرح بابل كے پادشاهوں كے ليے " نمرود " كا لفظ بطور لقب كے مشهور هوگيا تها - يه تلقب بے اصل بهي نه تها ' كيونكه جس طرح روم ميں سيزر اور ايران ميں خسرو پادشاهوں كا نام رهچكا تها ' اُسي طرح بابل كے پہلے فرمانروا كا نام نمرود تها - پس ابتدا ميں جب لوگوں نے يه كہا هوگا كه مكالمه نمرود سے هوا ' تو أن كا مقصد يه هوگا كه بابل كے ايک پادشاه سے هوا - يه مطلب نه هوگا كه نمرود نامي انسان سے هوا تها -

رابعاً ' يوناني مورخوں كے بيانات اور علم الاثار كي تحقيقات سے معلوم هوتا هے كه اهل بابل كواكب پرست تهے - اسي كواكب پرستي نے اُنهيں علم هئيت كے علمي مباديات سے آشنا كيا تها - أن كا اعتقاد تها كه اجرام سماويه كائنات كي ايسي ملكوتي هستياں هيں' جنهيں تدبير و تصرف عالم كي تمام قوتيں حاصل هيں - دنيا ميں جو كچهه هوتا هے' اُنهي كے عمل و تصرف سے هوتا هے - اِن ميں سات ستارے بڑے ديوتا هيں ' اور سورج ان سب ميں بڑا هے - آج كل علم نجوم كے نام سے جو خرافات دنيا ميں پهيلے هوئے هيں ' يه هندوستان اور بابل هي كي كواكب پرستي كا بقايا هيں - اپنے پادشاهوں كي نسبت أن كا بهي وهي اعتقاد تها ' جو اُس عهد كي تمام قوموں كا رهچكا هے - يعنے وه سورج ديوتا كے زنده مظهر سمجهے جاتے تهے - ان كي تقديس بهي اُسي طرح كي جاتي تهي ' جيسي تمام ديوتاؤں كي كي جاتي تهي -

(۳) مكالمه كے آخر ميں هے : " فبهت الذي كفر " يعني جب حضرت ابراهيم نے دوسري دليل پيش كي تو مجادل كچهه نه كهه سكا - هكا بكا هوكر رهگيا - مفسرين نے اس مكالمه كو منطقي مناظره بنا ديا تها - مناظره اور جدل كا ما حصل يه هے كه مخاطب كو لا جواب كر ديا جاے - اس ليے انهوں نے " فبهت الذي كفر " كا مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم كي دوسري دليل كے جواب ميں وه كوئي بات نه بنا سكا - اس ليے مبهوت هو كر رهگيا - اس ميں كوئي شبه نہيں كه حضرت ابراهيم كي بات كا وه كوئي جواب نہيں دے سكا تها - اور شوخ چشمي اور كج بحثي كي جگه اُس پر حيرانگي كي حالت طاري هوگئي تهي ' ليكن يه حيراني محض اس بات كا نتيجه نه تهي كه وه سخن پروري ميں لا جواب هو گيا تها - كيونكه ابهي تفصيل كے ساتهه آپ سن چكے هيں كه انبياء كرام كي مخاطبت بات ميں لا جواب كر دينے كے ليے نہيں هوني - يقين و ايمان كے ليے هوتي هے - پس اُس كے مبهوت هو جانے كا سبب يه تها كه حضرت ابراهيم كي دوسري بات اُس كے دل ميں اُتر گئي - پهلي بات پر تو اُس نے مجادلانه كج بحثي كركے جواب ديديا تها - كيونكه اپنے جهل و ضلالت كي وجه سے اُسكي حقيقت سمجهه نه سكا تها - ليكن دوسري بات اُسكی فكري اور اعتقادي استعداد كے مطابق كچهه ايسي دل كو لگتي هوئي تهي ' كه سنتے هي متاثر هوگيا ' اور تير نشانه پر لگ گيا - نتيجه يه نكلا كه مبهوت هوكر رهگيا - يعنے وه سچائي جسے اپني كور چشمي كي وجه سے ابتک نہيں ديكهه سكا تها ' اب يكايک اُس كے سامنے چمک اُٹهي اور با وجود كمال تمرد اور ضلالت كے اُس ميں جهٹلانے اور شوخ چشمي سے كج بحثي كرنے كي جرأت باقي نه رهي !

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگھم کے بشپ کا کفر اور زندقہ !

تھوڑا عرصہ گزرا ہے ' لندن سے ریوٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشہور کردی تھی کہ برمنگھم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ہوئے ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے' جس نے یورپ کے تمام کلیسائی حلقوں میں ہلچل ڈالدی ہے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا ہے کہ پیدایش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنی تورات کی کتاب پیدایش کا بیان) قابل ترمیم ہے ' اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذہبی تاویلوں کے ذریعہ تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعنی تسلیم کرلیں کہ تورات کی کتاب پیدایش کا بیان ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے !

پادری کینن ویسٹر بشپ کے زندقہ کا اعلان کرکے سینٹ پال سے واپس جا رہا ہے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعہ کی خبر مشتہر ہوئی - یہی بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررہا تھا تو اچانک ایک واقعہ نے تمام مجلس میں اضطراب پھیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا اُٹھی " یہ بدعت و زندقہ کا معلم ہے " لوگوں نے جب اُس طرف نظر اُٹھائی ' تو معلوم ہوا ' پادری کینن ویسٹر غیظ و غضب کی شدت سے بے قابو ہوکر کھڑا ہوگیا ہے ' اور واعظ کے کفر و زندقہ کا اعلان کر رہا ہے - اس پر غضب طریقہ سے مجلس کو اپنی طرف متوجہ کرکے اُس نے بشپ پر لعن و طعن کی بوچھاڑ شروع کردی ' اور پھر یہ کہکر کہ " ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں " اپنی جماعت کے ساتھ گرجے سے رخصت ہوگیا !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معاملہ کی تمام تفصیلات آگئی ہیں - در اصل یہ معاملہ بھی اُسی سلسلۂ بحث کی ایک کڑی ہے جو سر آرتھر کیتھ کی تقریر (مندرجۂ الہلال) سے تمام یورپ اور امریکہ میں چھڑ گیا ہے - بشپ اف برمنگھم کا نام ڈاکٹر بارنس ہے - اُس نے اسی تقریر کا حوالہ دیکر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے - معاملہ کا اہم اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ اعتراف برطانی کلیسا کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص کی زبان سے ہوا ہے - اُس نے بڑی دلیری کے ساتھ وہ خیال علانیہ ظاہر کردیا ' جو آج ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت ہے !

یقیناً قارئین الہلال خواہشمند ہونگے کہ بشپ کی تقریر سے واقفیت حاصل کریں - ہم اختصار کے ساتھ اُس کا خلاصہ درج کردیتے ہیں -

بشپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا :

" اِس عہد کے انسانوں سے میں کیا کہوں ؟ کیا یہ کہوں کہ قدیم عقیدہ ہی پر اُستوار رہو ؟ ہرگز نہیں - میں اُن سے جو کچھہ کہہ سکتا ہوں ' وہ اِس کے سوا کچھہ نہیں ہے کہ حق کی تلاش کرو - خوش ہو ' کیونکہ تم ایک ایسی صدی کی مخلوق ہو ' جو اپنی علمی ترقیوں کی وجہ سے تاریخ کی سب سے زیادہ عظیم الشان صدی ہے - میں اُن سے کہتا ہوں ' جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کی تعظیم کرو - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اِس تمام علمی ترقی کے پیچھے ہم برابر ایک کثیف پردہ پڑا دیکھتے ہیں - یہ پردہ ' زندگی کے تمام بنیادی مسائل کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے ' اور ہماری نظروں کو اُن کی حقیقت معلوم کرنے سے روک رہا ہے - تم پر فرض ہے کہ اِن مسائل سے قریب تر ہو - تمہارا قلب ایمان سے لبریز ہو جائے - تمہاری رہبر ' عقل ہو ' نہ کہ خوش اعتقادی - اگر تم ایسا کروگے ' تو تمہارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف ہوگا جن میں سے ایک نے مغرورانہ انکار کی اور دوسری نے جاہلانہ خوش اعتقادی کی غلطی کی ہے ! "

" سر آرتھر کیتھ کے خطبہ کے بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ مذہب نشوء و ارتقاء کے مقابلہ میں ہمارا مسلک کیا ہونا چاہیے ؟ کیا ہم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چھپا دیں ؟ میں تم سے آج یہ کہنا چاہتا ہوں ' کہ تم اِس روشن زمانے کی مخلوق ہو کر حقائق سے تجاہل نہیں برت سکتے ! "

" کیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ لوگوں کی عقلوں میں شک پیدا کردیں ' حالانکہ یہاں شک کا کوئی موقعہ ہی نہیں ؟ کیا یہ مناسب ہے کہ مسیحی عقائد کی تاریخ محض اس لیے بدل دی جائے کہ ڈارون کا مذہب نیا نہیں ہے ' پرانا مذہب ہے ؟ یا یہ مناسب ہے کہ جدید حقائق تسلیم کرتے ہوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کرلیں ' اور تسلیم کرلیں کہ مسیحی عقائد کی بعض تقلیدی آراء قابل تبدیل ہیں ؟ "

" میرے خیال میں آخری تجویز بہتر اور مناسب ہے - آؤ ' ہم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا ہی خیر مقدم کریں ' جیسا کہ وہ علمی حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکھہ رہے ہیں - تمام اہل علم متفق ہیں کہ انسان نے بندر کی ایک قسم سے ترقی کی ہے ممکن ہے ' انسان کی یہ ترقی دس لاکھہ برس پہلے شروع ہوئی ہو - تمام حیوانی اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقی کی ہے ' لیکن انسان کی حقیقی ترقی اُس کے دماغ اور فکری مرکزوں میں واقع ہوئی ہے - اسی لیے وہ اپنے ہم جنس حیوانوں پر بازی لیگیا - بندر کی دوسری قسموں نے اَور قسم کی ترقی کی - چنانچہ

یورپ کا ایک نیا نقشہ

تجارت کي حفاظت اور آزادي کا حصار

مطالب کے بیان و تفہیم کا ایک موثر ذریعہ

بحث طلب مطالب پر تقریر کرتے ہوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کي جدولوں یا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام لیا کرتے تھے - پھر میجک لینٹرن استعمال کیا جانے لگا - ایسے مطالب جن کے فہم میں تصاویر کا معائنہ مدد دیتا تھا ' فانوس کي تصویروں کے ذریعہ ذہن نشین کیے جاتے تھے - حال میں سینما کي ایجاد نے بھي ایک زیادہ موثر اور اصلیت نما ذریعہ بہم پہنچا دیا ہے - امریکہ میں بحث و تقریر کے بے شمار کلب' سینما کا اسي طرح استعمال کرتے ہیں' جس طرح عام طور پر میجک لنٹرن استعمال کیا جاتا ہے -

لیکن جو طریقہ حال میں سر آرتھر کلایو ماریسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے تمثیل مطالب کے لیے اختیار کیا تھا ' وہ ان تمام طریقوں سے جدا گانہ قسم کا ہے ' اور چونکہ نہایت آسان اور سادہ قسم کا ہے' اس لیے نہایت درجہ پسند کیا گیا ہے - اُن کي تقریر کا موضوع یہ تھا کہ تجارت کي آزادي اور بندش کے لحاظ سے اِس وقت یورپ کي مختلف قوموں کا حال کیا ہے ؟ اور کس طرح یہي چیز آئندہ ایک بین الاقوامي جنگ کا دروازہ کھول دینے والي ہے؟ اس حقیقت کي وضاحت کے لیے انہوں نے یورپ کا ایک نقشہ اس طرح کا طیار کرایا ' کہ سرحد کے خطوط کي جگہ حصار کي دیواریں کھڑي کر دي گئیں ' اور تمام یورب ٹیڑھي سیدھي چار دیواریوں کا مجموعہ بن گیا - نقشہ کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي ' تو معلوم ہوا ' جو حقیقت ایک بہت بڑي کتاب لکھکر بھي واضح نہیں کي جاسکتي تھي' اب وہ صرف اس نقشہ پر ایک نگاہ ڈال لینے سے سامنے آجاتي ہے - جنیوا کے پچھلے اجلاس کے موقعہ پر یہ نقشہ حاضرین کے معائنہ کے لیے ایک نمایاں موقعہ پر رکھدیا گیا تھا -

اِس نقشہ کا عکس آپکے سامنے ہے - اگر یورپ کا نقشہ آپکے کمرے میں آویزاں ہے' تو پہلے اُس پر ایک نظر ڈال لیجیے - پھر اِسے دیکھیے - یہ ٹھیک وہي نقشہ ہے - فرق صرف اسقدر ہے کہ اُس میں حدود کي وضاحت کیلیے لکیریں کھینچ دي گئي ہیں - اِس میں لکیروں کي جگہ دیواریں کھڑي ہیں - یہ دیواریں کیا ہیں ؟ تجارت کي حفاظت کي دیواریں ہیں جنھوں نے ہر قوم کو دوسري قوم کا دائمي رقیب بنا دیا ہے - فوجي اور ملکي حفاظت کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے ' تو یہي دیواریں متقابل دشمنوں اور حریفوں کو ایک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رہي ہیں - یہ دیواریں کب تک قائم رہینگي ؟ سر آرتھر کہتے ہیں " انہیں توڑ دو " لیکن اگر انسان اِسکے لیے آمادہ نہ ہوا ' تو عجب نہیں ' قدرت کي خانہ بر اندازیاں خود ہي انہیں توڑ کر تمام یورپ کو ایک کھلي زمین کي شکل میں منقلب کر دیں !

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مورّخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہے کہ ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اُسی پر پورا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کردینا چاہئے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاط" پر اُتار دی گئی جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ انویل کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اُس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اُسنے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اُس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

انویل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادّوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادّوں کو مورّخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا، جس کے ذریعہ اُسنے ۶۶۸ء اور ۷۱۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادّے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا۔ یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ اور تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا وہی استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعے سے اس کی حقیقت معلوم کرلی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلے میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اس اسلحہ کو قدیم یونانی طریقہ سے زیادہ مکمل اور دور رس بنا دیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اُترے یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اُسوقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اُسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اُس کے حوالہ کردے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کیجا سکی اور صلیبیوں نے اُس پر قبضہ کرلیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور پادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کردیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ وہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مورخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک اُنھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کردیا۔ آقائے نامدار والٹر دوکیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اسوقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا ہمیں کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں کھڑے رہیں گے تو جلکر خاک سیاہ ہوجائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابدالآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہوجائے گی۔ لہذا اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں، اور اُس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے"

چنانچہ ہم نے اس دانشمندانہ رائے پر عمل کیا۔ جب ہم پر آگ کی پہلی بارش ہوئی اور برج میں ہمارے سامنے آگری، تو ہم نے خداوند کے حضور سجدہ کیا اور نالہ و زاری کرنے لگے۔ آگ بجھانے والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک عظیم مرتبان کی صورت میں سیدھی نکلتی ہے۔ لمبے نیزے کی طرح ایک بڑی سی دُم اُس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اُس کی آواز، بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی جناتی درندہ ہوا میں اُڑا چلا آتا ہے۔ روشنی اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں دن نکل آتا ہے۔ مسلمانوں نے ہم پر یہ آگ اُس رات تین مرتبہ بڑے بڑے آلوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے آلوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آرہی ہے تو اپنے فرش سے اُترکر زمین پر کھڑا ہوجاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچالے!" مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آکر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اُس برج کے قریب آگری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہوجائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی تعداد میں آگ پھینکنا شروع کردی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا میں آگ کا دریا ہم پر اُمڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھادی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کردی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کردیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ اُنھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کردئیے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو اُن سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ پُل کے قریب بھی منجنیقیں لگادیں۔ پُل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہوگئی کہ کوئی آدمی نہ پُل کے قریب جاسکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اُسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے جہازوں سے منگادیں تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے اور نہر کو عبور کیا جاسکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اُسوقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پچھلی شکست کا غم اُس سے دور ہوجائے چنانچہ یہی کیا گیا، اور برج اُس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کردیں اور بیک وقت سب کے دہانے کھول دئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہوگئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کردی اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہوگیا!"

اسی طرح یہ مورخ بڑی تفصیل سے دوسرے تمام معرکوں میں بھی اس "یونانی آگ" کا ذکر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ یہ آگ پورے مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی اور خود بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مصر اور شام کے مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی۔ پھر دوسری اسلامی سلطنتوں نے بھی اسے معلوم کرلیا۔

بتدریج شمپانزي ' گوریلا ' اورانگ ' اور اوتان کي قسموں نے ظہور کیا - یہ تمام بندر انسان کے قریبي عم زاد هیں - علماء اِس ترقي کي جزئیات میں کتنا هي مختلف هوں ' لیکن کوئي دو مستند عالم بهي اِس معاملہ میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انسان نے بندر هي سے ترقي کي هے - اور یہ ' کہ یہ ترقي ' ایک مسلم و ثابت حقیقت هے - ڈاروین کا مذهب پچاس برس سے موجود هے اور پوري طرح صحیح ثابت هو چکا هے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت هو چکا هے کہ شر اور برائي کا میلان انسان کي طبیعت میں فطري هے ' اور یہ اُس نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا هے - یہ بالکل یقیني هے کہ انسان ' ایک حیوان هي هو ' اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقي کرکے خالص حیوانیت سے اِس درجہ تک پہنچ گیا هو - وہ کوئي دیوتا نہ تها ' جو طہارت و تقوي کے لباس میں ملبوس ' آسمان سے زمین پر اتر پڑا هو - انسان کي روحي ترقي هي نے اُسے باقي تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا هے "

" همیں همیشہ حق کي جستجو میں لگے رهنا چاهیے - جب کبهي کبهي حقیقت پر سے پردہ اٹهے ' تو قدیم سے قدیم تقلیدي خیال کے بهي ترک کر دینے میں همارے اندر کوئي پس و پیش نہیں هونا چاهیے ' اور نہ اس تبدیلي پر کسي طرح کا رنج محسوس کرنا چاهیے "

جب کبهي کوئي حقیقت ظاهر هوتي هے ' تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اٹهتے هیں : " ایمان خطرے میں پڑ گیا هے ! "

" لیکن میرا تاریخي مطالعہ مجهے بتاتا هے کہ ایمان صرف اُس وقت خطرے میں هوتا هے ' جب عقل قید کر دي جاتي هے ' اور دماغ پر مہر لگا دي جاتي هے - بعض لوگ کہتے هیں " همیں مسیحي حقائق کو اُسي طرح محفوظ رکهنا چاهیے ' جس طرح همارے عقائد چلے آتے هیں " لیکن میں من گڑهت حقائق کے وجود سے اپني لا علمي کا صریح اعلان کرتا هوں - بعض لوگ کہتے هیں " جدید خیالات کفر و الحاد هیں " لیکن میں کہتا هوں " آج کا کفر ممکن هے ' کل کا ایک راسخ دیني عقیدہ بن جائے ! "

" تمام وہ مسیحي جو تقلیدي بندشوں سے آزاد هیں ' جانتے هیں کہ مذهب نشوء و ارتقاء اور حقیقي مسیحي تعلیم میں کوئي نزاع نہیں هے - کیونکہ خدا اپني قدرت تدریجي ترقي میں بهي اُسي طرح ظاهر کر سکتا هے ' جس طرح فوري تخلیق میں "

یہ پہلا موقعہ نہیں هے کہ اِس موضوع پر اِس بشپ نے اظہار خیال کیا هے - اب سے دو سال پہلے بهي اِسي قسم کے خیالات ظاهر کیے تهے - اُس زمانے میں امریکا کے پروفیسر سکوپس پر اس لیے مقدمہ چلایا گیا تها ' کہ اُس نے ایک سرکاري مدرسہ میں اپنے شاگردوں کے سامنے ڈاروین کا مذهب پیش کر دیا تها - اِس مناسبت سے رسالۂ " نیچر " نے بشپ مذکور سے اِس مسئلہ کي نسبت استفتا کیا تها - بشپ کا جواب حسب ذیل تها :

" یہ جاهلانہ تعصب جس نے مذهب نشوء و ارتقاء کي تعلیم کو امریکا کے سرکاري مدارس میں ممنوع قرار دیدیا هے ' ایک سخت مذموم تعصب هے - میں آزادي خیال کا حامي هونے کي حیثیت سے نہایت نا پسند کرتا هوں کہ ایک انگلو سکسن جماعت قانون کے زور سے علم کي اشاعت روکے - میں ایک مسیحي هونے کي حیثیت سے هر ایسي تحریک کو انتہائي رنج و غم سے دیکهتا هوں ' جو مسیحي دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتي هے "

" بے شمار دلائل سے ثابت هو چکا هے ' اور متمدن دنیا میں هر مستند عالم اس کا اعتراف کر رها هے ' کہ انسان نے ایک ایسي مخلوق سے ترقي کي جو بندر سے مشابہ تهي ' انگلستان میں هر روشن خیال مسیحي کا اعتقاد یہي هے - یہاں کے تمام مشاهیر لاهوتي علماء بهي اس راے کو خیال صحیح سمجهتے هیں - یہ اعتراف مسیحیت کو اور بهي زیادہ مستحکم کر دے گا - کیونکہ یہ اُس روحاني اساس کو جو هم مسیح سے اخذ کرتے هیں ' اس درجہ معقول بنا دیتا هے کہ کوئي بهي اُس سے انکار نہیں کر سکتا "

" هم کتنا هي انکار و مغالطہ کام میں لائیں ' مگر مسیح کي تعلیمات سے جو عہد جدید میں موجود هیں ' هرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد قدیم کي کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح هے - لوگ یہ بهول گئے کہ کتاب مقدس روحي حقائق کا خزانہ هے ' نہ کہ تعلیم و تدریس کي کوئي علمي کتاب هے - لوگ یہ مسیحي عقیدہ بهي بالکل بهول گئے کہ " روح القدس برابر لوگوں کي عقلیں وسیع کرتي رهیگي تا کہ وہ حق تک پہنچ سکیں " یہ لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے هیں ' کیونکہ سمجهتے هیں ' حق کے اعتراف سے مسیحي عقیدہ کمزور هو جائے گا - مگر یہ اُن کي غلطي هے - علم کي اِس مقاومت کا نتیجہ اِس کے سوا اور کچهہ نہیں هو سکتا کہ هزارها طالب علم ' مسیحیت کے دائرے سے یہ یقین کرتے هوے نکل جائیں کہ مسیحیت کي بنیاد سراسر جہل و خرافات پر هے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ' خیر مشترک هے (نارمن انجل)

اشتراکیت کي سب سے بہتر مجمل تعریف یہ هے کہ وہ سوسائٹي کے مادي اقتصادي قوی کو منظم کر کے انساني قوی کے ماتحت کر دینا چاهتي هے (رامسے میکڈانلڈ)

اشتراکیت کي غرض بجز اسکے کچهہ نہیں هے کہ انسان کیلیے ایک نیا عالمگیر ضمیر پیدا کر دے (ولز)

اشتراکیت ' تعلیمات مسیح کي عملي صورت هے - (چارلس امرن)

عملي اشتراکیت ' حد سے زیادہ سادہ چیز هے - یعني عالمگیر انساني تعاون کا نظام ایک حکومت کے ماتحت (رابرٹ)

اشتراکیت ' ایک ایسي مثل اعلی هے جسے ابتک دنیا کي آنکهوں نے نہیں دیکها (هاڈجس)

اشتراکیت ' عنقریب محنت کو اِس طور پر منظم کر دیگي ' کہ هر آدمي محسوس کرنے لگے گا ' وہ اپنے عمل سے پوري نوع انساني کي خدمت کر رها هے (روڈن) !

اشتراکیت کا مقصود یہ هے کہ اعلي نظام جمہوري کے ساتهہ زمیں اور سرمایہ کو قوم کي ملکیت بنا دے (برٹرنڈ رسل)

	درآمد
مجموعی درآمد:	،،

تفصیل

ریلوے کا سامان	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف	۶۵۲۹۳۰۰۰
سوت	۷۱۳۴۲۷۰۰۰
ریشم	۳۲۶۵۴۰۰۰
خام ریشم	۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر	۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۴۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزار، رنگ اور سمیات وغیرہ	۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی	۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ	۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان	۵۱۲۷۰۰۰
صابن	۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو	۲۲۶۱۸۰۰۰
دیاسلائی	۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب	۳۵۴۸۷۰۰۰
مجموعی برآمد:	برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ	۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت	۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام	۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے	۲۲۰۴۰۰۰۰۰
خام چمڑا	۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا	۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج	۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس	۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ	۳۱۹۸۱۰۰۰
کیمیاوی اجزار، سمیات اور دوائیں	۳۵۱۳۰۰۰
ابرک وغیرہ	۵۸۶۴۰۰۰۰

دُنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰٫۳	۵۱٫۶	۱۱۱٫۹
کوبا	۷۳٫۱	۴۰٫۷	۱۱۳٫۸
برازیل	۶۸٫۶	۴۸٫۶	۱۱۷٫۲
ڈنمارک	۵۸٫۷	۷۱٫۱	۱۲۹٫۸
سویڈن	۶۸٫۰	۶۸٫۷	۱۳۶٫۷
آسٹریا	۴۳٫۶	۶۶٫۳	۱۰۹٫۹
زیکوسلاویا	۹۱٫۶	۶۴٫۷	۱۵۶٫۳
اسپین	۵۰٫۸	۱۰۶٫۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶٫۲	۸۲٫۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷٫۰	۹۷٫۶	۱۹۴٫۶

ملک	برآمد	درآمد	میزان
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹٫۳	۶۵٫۸	۱۶۶٫۱
آسٹریلیا	۱۲۷٫۸	۱۰۳٫۱	۲۳۰٫۹
روس	۸٫۶	۲۹٫۳	۳۷٫۹
بلجیم	۱۰۵٫۰	۱۵۷٫۲	۲۶۲٫۲
ارجنٹائن	۱۲۴٫۷	۱۳۹٫۴	۲۶۴٫۱
اٹلی	۱۰۳٫۸	۱۷۰٫۶	۲۷۱٫۴
ہالینڈ	۱۰۵٫۴	۱۷۶٫۲	۲۸۱٫۶
چین	۱۲۲٫۸	۱۷۷٫۲	۳۰۰٫۰
کنیڈا	۱۹۸٫۲	۱۷۰٫۸	۳۶۹٫۰
جاپان	۱۷۹٫۵	۲۰۷٫۳	۳۸۶٫۸
جرمنی	۱۹۴٫۳	۳۰۳٫۵	۴۹۷٫۸
فرانس	۳۷۷٫۹	۴۷۳٫۵	۸۵۱٫۴
ولایاتِ متحدہ امریکہ	۸۶۶٫۰	۸۲۸٫۰	۱۶۹۴٫۰
برطانیہ	۸۲۳٫۲	۱۰۰۳٫۱	۱۸۲۶٫۳
ہندوستان	۱۸۰٫۹	۱۵۷٫۴	۳۳۸٫۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈو چائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایاتِ متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۶۸۷۰۰	۴۶۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۴۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یو۔پی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اوڑیسہ	۱۳۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۹۷۰۰۰
سی۔پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۳۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	،،
بنگال	۶۴	،،

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۷ کرور من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۶۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۶۱۴۶۹۸	۳۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۴۳۸۴	.....
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۲۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۶۵	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۶۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۶۶۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۴۲۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۲۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۴۹۹۱۷۶۷۱	۱۴۷۲۵۶۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۳۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۴۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۲۲۹	۹۸۶۷۳۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۷۵۳

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی، سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دوکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دوکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۲۷۵۳۵	۳۰۰۶۹۴
مدراس	۱۶۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۶۸۷۶
بمبئی	۶۲۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۶۵۷۵۴	۵۹۸۰۴۶۰
بنگال	۳۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۴۴۵۶۲۲	۸۰۵۷۲۳۷
یوپی	۴۳۴۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۶۴۶۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۲۵۴۳۱۲
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۶۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۳۵	۵۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۲۳۵۴	۳۰۱۹	۱۰۵۵۸۶۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۴۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کورگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۹۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱و۲۲	سنہ ۲۲و۲۳	سنہ ۲۳و۲۴	سنہ ۲۴و۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۴۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۲۳۴۵۷۳۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۵۴
میزان	۶۳۴۳۷۸۴۸	۶۸۲۴۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴و۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ:	۳۱۲۶۰۰۵۱۷۵ - روپیہ
انگلستان سے لیا گیا:	۳۴۱۰۴۰۴۳۰ - پاؤنڈ
میزان کل:	۸۲۵۱۶۱۴۶۲۴ - روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰ - روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۲ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۲۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	×	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی ”		۵۳۷۵۰۰۰۰
کوئلہ		۳۲۲۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات		۲۴۴۶۱۱۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہو۔ لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو دل صوبی کی آواز ہو۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب ہانم نے اعتراض کیا ہو اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہو جو گویا برطانیہ کی آواز ہو۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ اُنھوں نے سنہ ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ٹرکی اپنی سرحدوں میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہو، جس سے ارمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمایندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہو"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہو کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شایع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہو۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شایع کر دیا ہو، جو بعینہ وہی ہو جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہو۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہو جو اُنھوں نے ۷ ر نومبر سنہ ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہو "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب ہانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہو "میں ہرگز امریکن حمایہ کی موید نہیں تھی، جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہو۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہو۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ امریکن حکمرداری کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہو۔ لندن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہو، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہو، محض اُنہی کی ہمت و تدبیر سے ہوا ہو!" لیکن ساتھ ہی ان لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہو:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہو۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہو کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، مدلل کہا ہو۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہو۔ اور ہر طرف سے اُن کے پاس پیغام آرہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد، خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کرے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شایع کر دیا ہو۔

ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہو:

"خلق فرقہ سی" کیا ہو؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہو۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہو کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہو۔ یہی باعث ہو کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہو اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہو"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہو تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجراء اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اُس کا عدالتی مسلک ہو۔ وہ چاہتی ہو جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آجائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات؛ اُس کا خارجی مسلک ہو"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہو کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہو کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہو۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہو۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہو۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ ر اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہو کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ہو۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۹ لاکھ ۵۰ ہزار ہو۔

میں ایک صحافی کی طرح نقل روایت کا فرض انجام دیتا ہوں نقد و بحث میرا کام نہیں ہو۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس سے متفق نہیں ہو۔ بیرونی دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہو۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکۂ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلّم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور وزیر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں تھوڑی بہت سیاسی اصلاحات جو ڈیوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امرا کو اُسی نے قتل اور جلاوطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی، تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کرکے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائینگے، دوسری طرف جرمن ہیڈکوارٹر جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجدیتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سر مو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شائع کرکے دُنیا کو بتلایا ہو کہ "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص ابھی یورپ میں موجود ہو، جو روسیا کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہو۔ یہ پرنس یوسوپوف ہو۔ اسکا

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ ۔ مسئلۂ خلافت ۔ خطبہ کا عام اثر ۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک ۔ ترکی کی نئی مردم شماری ۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں ۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں ۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام" ۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا ، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے ۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے ۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی ۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہوگئی ۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلات بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور آنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں ۔ ممکن ہے ، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکرٹیری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے ، لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے ۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں ، اس طرز عمل کے ذریعہ غازی مصطفٰے کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے ، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب ، پیسہ پیسہ اور پائی پائی ، قوم کے سامنے پیش کر دے ۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کر دیا ہے ، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہو جاتیں ، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں !

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کر دی انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے اُنھیں جسقدر بھی مکانات اور آراضی دی ہیں ، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے ، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کر دی ہے ، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا ، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں !

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا :

"لوزان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہو گئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں ۔ استعفا دیدینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے ، حالانکہ ملک میں عام رجحان ، جمہوریت کی طرف پیدا ہو چکا تھا ۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیر اعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت ، انگورہ ہی رہے ۔ مگر مخالف جماعت مُصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہیے ۔

لہذا اب ضروری ہو گیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ ہی کر دیا جائے ۔ چنانچہ میں نے ۲۸ اکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہو گئی ہیں ۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہو گیا ، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کر دی گئی ۔ عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے ، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے ۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت ، انتہائی مسرت کے ساتھ سُنا مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی ، اور اخبارات میں اپنی دعایتہ وسیع پیمانہ پر شروع کر دی ۔ اس جماعت کے سرگروہ ، رؤف بک ، رفعت پاشا ، ڈاکٹر عدنان بک ، کاظم قرہ بکر پاشا ، اور علی فواد پاشا تھے ۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے ۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے ، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں ۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے ، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہیے ، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا ، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں ۔ ان لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے ۔

ذاتی طور پر ، رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہیے لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے ۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں ۔

اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہوگا ، لہذا میں سمجھ گیا اور یقین کر لیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آ گیا ہے ۔ پھر میں نے عصمت پاشا ، فوزی پاشا ، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا ۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کر دیا جائے ۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی :

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے ۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں ۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے ۔

یہ تجویز ، مباحثہ کے بعد منظور ہو گئی ۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کر لوں مگر میں نے ان لفظوں میں انکار کر دیا :

"دوستو ! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں ، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر ، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں ۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے ۔ ان اوہام پر یقین ، سراسر غفلت و ضلالت ہے !"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی ۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں ۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرا دیں ۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کر دیا ۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں ، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کر دی یہ کہنا ضروری نہیں کہ ان سازشوں میں بھی یکے بعد دیگرے ناکام ہوئے ۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی :

"نوجوان ترکی ! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کر اور ابد الآباد تک جمہوریت برقرار رکھ !"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہو گئی ۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ پھر اُنھوں نے کہا :

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے ۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے ۔ اے نوجوان قوم ! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے ۔ ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے تاکہ تجھے اُس سے محروم کر دیں ۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہو جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی پس و پیش نہ کرنا ۔ ممکن ہے ، حالات از حد نازک ہوں ، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کر چکا ہو ، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جا چکے ہوں ، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہو چکی ہوں ، ممکن ہے تیری تمام زمین چھن گئی ہوں ، بلکہ میں کہتا ہوں ، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آ کھڑی ہو ۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگاتار جان دیتی رہے ۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے ، وہ کہیں باہر نہیں ہے ، خود تیرے خون میں موجود ہے ۔ وہ خون جو لے حضرات ! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے !"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے ابتک آیا ہے ۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کر دی :

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیتہً دیا تھا ۔ نیز بروصہ ، طرابزون ، ارض روم انطاکیہ ، قونیہ ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے ۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد ، میری نہیں ہے ۔ میں اسے "خلق فرقہ سی" (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں !"

غازی مصطفٰے کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہے:

" قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف و حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گر نہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہے لیکن واقعہ ہے کہ اس عالم ترقی میں ہی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہو گئے ہیں، اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دُور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑے گا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہے۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دُنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہے اور آبادی بھی دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی ہے۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۴۶۴ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۰۰۰،۰۰۰،۶۰،۰۰۰،۶ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی، صرف اُتنی آبادی کی قوت پر قائم ہے، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہے!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہے۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دُور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم اور ہجرت کے عملی نظام پر غور کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کر دی جائے کہ نہ کہیں زیادہ ازدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہے کہ برطانی مدبروں کو اسمیں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہ و بالا کر ڈالے گی!

یہ کس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہے:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں یکقلم صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یک قلم زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف دیہات خالی ہو گئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہے، جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہو جائیں گے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت و حرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ترقی عارضی ہے، اور مستقبل قریب میں اپنی طبیعی حالت پر آجانے والی ہے۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہو جائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر، دونوں کی طاقت سے باہر ہو جائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہو سکی۔ صنعت و حرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہے، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دُور ہو جائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ممالک کی ملکگیری میں سب سے زیادہ چست و چالاک ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز ہو رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں کیونکہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کر کے شہروں میں پہنچ گئی ہے اور صنعت پیشہ بن گئی ہے۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے۔ آبادی شہروں میں جمع ہو گئی ہے۔ چنانچہ صرف دو شہروں، یعنی ملبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہے، جو پُورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہے حالانکہ معلوم ہے، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہے کہ برطانیہ اتنے آدمی کہاں سے لائے گا جو ان وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب برطانیہ کے پاس سردست کوئی نہیں ہے!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی، سب سے پہلے برطانی ہونی چاہیے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ نمایاں اور غالب رہنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ورنہ وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہو جائے گی۔

آخری برٹش امپیریل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیراعظم نے تقریر کرتے ہوئے اس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا "میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہے!"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہے۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ برطانی شہنشاہی میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالات اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہو گئی ہے، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہے۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہیے۔ ورنہ ظاہر ہے کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کر لی گئی ہے کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہے، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اسی بات پر موقوف ہے کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہو جائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصّوں میں مناسب طور پر تقسیم کر دئے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بُنیاد ہے، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبر اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہے کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ محیط اٹلانٹک کی طرح محیط پیسفک بھی صنعت و حرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکز سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کر جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خام پیداوار حاصل کر سکیں اور بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہونچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ اسوقت بھی پیش آرہا ہے۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں، اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہو جائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے لئے خالی کر دینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے، اور دُنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غفلت و غرور ہے۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں ڈالتے خصوصاً امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دُنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہے، اور قریب ہے کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

ان حالات کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو رہا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہو گئی ہیں"

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہے۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی، ادبی ... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی ترقی و مقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہے میرے دوست یہ سُنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی ۰۰۰،۰۰۰،۲۷۵ روپیہ ہے، اور اس کا دسواں حصہ خالص بچت ہے!

میرے دوستوں کا تعجب اس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہے۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کرور سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ ولایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریباً بارہ کرور ہے۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخباروں کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہے؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہے۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزانہ اخبار ہیں اور ۲۸۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ ان کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کرور ہے۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ شائع ہوتا ہے!

اس ترقی کا اصلی راز یہ ہے کہ جاپان میں تعلیم عام ہو گئی ہے۔ اعدا

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و عبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "وہ قتل کر دیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ "راسپوٹین قتل کر دیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہی۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہی۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہی۔ اسمیں وہ اعتراف کرتا ہی کہ "راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہی:

"میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبور ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کر ڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کر کے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ باہمگر تعلقات بڑہانے میں صرف کر ڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پوری طرح مجھ پر بھروسہ ہو گیا، اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا"

اس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہی:

"گیارہ بجے رات کو سپر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں۔ ان میں ہر قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز ہر قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے..."

"میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اسمیں ۹ کیک تھے۔ ڈاکٹر لازوورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر "سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دئیے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہی کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہی۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کر لی تھیں"

"جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑہائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہی کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیا لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کر دیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رعب طاری کر دیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص ولی اللہ ہی، اور زہر سے واقف ہو گیا ہی۔ میں نگاہیں خوف سے نیچی کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھا لیا "تمھاری خاطر سے!" اور بلا تأمل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہی۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنسکر باتیں کر رہا ہی!"

"پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے کھڑا ہو گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مر جائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کر دئیے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

"ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کر دیا "باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہیے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا "خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو مُردہ پڑا ہوگا!"

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہو گیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کر دیا"

"پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹا لیں اور صلیب پر جما دیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی، دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مر گیا!"

"میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہو گئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا"

"راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جا کر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہو گئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا!"

"وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا"

"اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مر چکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تأثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہی، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہو جایا کرتی ہی۔ دراصل خوف و دہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُسوقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہو چکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جسقدر قاب اُٹھا کر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھایا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہو جایا کرتی ہی

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہی کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلین کو بلاطہ (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہی۔ خیال کیا جاتا ہی، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہو چکی ہی کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کر لیا ہی کہ یہ دیوی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویر نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

اشتہار

کے لئے

دشمار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۱ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی، اور اعلیٰ تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۵ ہزار ہے۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۵ لاکھ سے زیادہ رہتی ہے۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہے۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ۱۹۲۵ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں مختلف علوم و فنون پر ۸۲۰۰۰ کتابیں شایع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی، اور چین سے ۷۵ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہو گئیں۔ جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلان کتابوں ہی کے شایع ہوتے ہیں، اور اُنہی سے زیادہ اُجرت حاصل ہوتی ہے۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہے۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانیچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۳ لاکھ ہے اور آخر الذکر کی ۸ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی" دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہے۔ میرے خیال میں دُنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانیچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لندن کا "ڈیلی میل"، اور پیرس کے "جرنل" اور "پتی باریزان" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۱۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵ لاکھ سے ۱۱ لاکھ تک ہے!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہے، اور ۸ بڑے صفحوں میں نکلتا ہے۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُر امن جنگ جاری ہے۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہے۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

۱۹۲۴ء میں اخبار "مانیچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کر دیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ۵ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اس پر اخبار اوساکا اساہی نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا، ٹوکیو اور سندائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کر دیا!

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ تمام بڑے بڑے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شایع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانیچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شایع کرتا ہے۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں وہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانیچی" کمپنی نے ۱۹۲۳ء کے جاپانی زلزلے کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۴ ہزار پونڈ خرچ کئے تھے۔ اسی طرح ۱۹۲۶ء میں جب مشہور ہوا کہ شہنشاہ جاپان، حالت نزع میں ہے، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ دو فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کر کے شایع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہے، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی، یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہو جائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں"

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

تازہ ڈاک کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہے:

"ہنسی کیا ہے؟

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنجی حالت ہے جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہے۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہے کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر منہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھُل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہے۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہے، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہے۔ پھر تشنجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہے۔ انسان بے خود ہو کر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہے، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہے۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہے، لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کرلے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہے۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہے۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کر دی جاتی ہے۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گدگدی کا اثر اس امر کی علامت ہے کہ جسم، زندہ اور حساس ہے۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہو جاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہے جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہے۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہے۔ علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ہنسی صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں ہے، جیسا کہ قدماء خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اپنی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنس کر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی، درحقیقت چہرہ، آنکھوں، اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک دعوت ہے!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں وہ خاص حالات میں اپنا منہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہے۔ اُسکا بیان ہے کہ لندن کے زندہ عجائب خانے میں اُسنے متعدد شیانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہے۔ بندر پروفیسر موصوف سے جان پہچان رکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہے کہ اُسنے بہت سے بندروں کو بغل میں اُسی طرح گدگدایا، جس طرح آدمی آدمی کو گدگداتا ہے۔ اُس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہے۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہے کہ کُتّے بھی ہنستے ہیں۔ لیکن کتّوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف منہ کھُلتا ہے اور دانت نکل آتے ہیں۔

مدبرین انگلستان کی بعض اقوال

ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کر دیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۳ء)

"لڑاؤ اور حکومت کرو"، قدیم رومن مقولہ ہے اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے ... مجھے یقین ہے کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہو جائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب رکھیں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ ممکن ہے میں اس باب میں اپنا یقین پوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی ۱۸۵۸ء)

ہماری بہترین حکمت عملی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات پوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو"، ہماری حکومت کا حکومت کا اصول اصلی ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کر دیا گیا۔

(ہنٹر ۱۸۶۹ء)

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازہ معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنسي

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البـــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
,, ,, ' ,, چهارم ۱۰ روپیه ,, ,, ,, پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـــلاغ پریس"

۱۹۲۷

جلد ۱

نمبر ۲٤

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۴ — کلکتہ : جمعہ ٦ ۔ جمادی الثانی ۱۳۴٦ ھجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 2, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الھلال

قارئین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۸۴۰ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق ھون	۱٦۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئي چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنه ۱۷۹۸ - کو اسکندریه پہنچا اور فرانسیسي جہاز " شاسور " نامي پر سوار هوگیا - اِس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یه دیکھکر نہایت متعجب تھا که اُس کا جہاز سیدھا راسته اختیار کرنے کي جگه کچھه عجیب پیچ و خم کے ساتھه جا رہا ھے - اُس نے کپتان سے پوچھا ' تو اُس نے کہا " انگریزي بیڑہ ھر طرف منڈلا رہا ھے - اُس سے بچ کر چلنا ضروري ھے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ھوا تھا - اُس سے کہدیا گیا تھا که جہاز انگریزوں کے ھاتھه قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچه ایسا ھي ھوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزي بیڑہ میں قید تھا - انگریزي جنگي جہاز " لیون " نے فرانسیسي جہاز دیکھه لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا ! -

(۵)

یه کہنا غیر ضروري ھے که اِس حادثه سے غریب فوریس کو کس درجه صدمه ھوا ؟ ایک طرف اپني رفیق حیات کي جدائي کا صدمه مارے ڈالتا تھا - دوسري طرف اپني سرکاري مہم کي ناکامي کا داغ تھا - وہ انگریزي جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راسته اختیار نه کیا ھوتا تو یه روز بد نه دیکھنا پڑتا - بڑي مصیبت یه تھي که اب ایک بڑي مدت تک کے لیے وہ آزادي سے محروم ھوگیا تھا - کیونکه وہ جنگي قیدي تھا - اسلیے اس کي رھائي صرف دو ھي صورتوں میں ھوسکتي تھي - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ھوجائے ' یا باھمدگر جنگي قیدیوں کا مبادله کیا جائے - لیکن یه دونوں صورتیں قریب الوقوع نه تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اُس کي کوٹھري کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ھوا - یه اُس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنٹ تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اُس کي صورت دیکھتے ھي خیال کیا که غالباً یه اِس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کریگا - جو سرکاري مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاري کے وقت ھي اُس سے لیلي گئي تھي - سب سے زیادہ صدمه اُسے اسي مراسلت کے دشمنوں کے ھاتھه پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اھم راز ھونگے جو افسوس که دشمنوں کے علم میں آ گئے - بہر حال خواہ کچھه ھي کیوں نه ھو ' میں اِن ام بختوں کے سوالات کا کوئي جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ھوگیا ' جب اُس نے دیکھا که جان بارنٹ نے وھي مراسلت جیب سے نکالي ' اور فوریس کو دیتے ھوئے کہا :

" میرے دوست ! یه تمھارا سربه مہر لفافه موجود ھے - دیکھه لو ! ھم نے کھولنے کي بالکل کوشش نہیں کي - اِس کي تمام مہریں اپني اصلي حالت میں قائم ھیں - ھمیں کوئي ضرورت نه تھي که اِس کے مضامین سے واقف ھوں - یه مراسلت تمھیں واپس دیدي جاتي ھے - اِسے لیلو - شاھي حکم کي رو سے اب تم آزاد ھو - تمھیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یه بات صورت حال کے اِس درجه خلاف تھي ' که کئي لمحه تک فوریس باور نه کرسکا - آخر اُس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعي یھي مطلب ھے که یه مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اُتار دیا جائیگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ھوئے کہا " اِس لیے که میرے دوست ! جب تم قاھرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھه لوگے که تمھاري بیوي بونا پارٹ کي آغوش میں ھے ! "

(٦)

اصل واقعه یه ھے که نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کي پوري سرگزشت انگریزي جاسوس نے معلوم کرلي تھي - اسکندریه اور دمیاط میں اُن کے آدمي موجود تھے ' اور الفي بک مملوک کي اعانت سے تمام مصر کي خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنٹ کو معلوم ھوا که نپولین نے فوریس کو اس لیے روانه کردیا ھے تاکه مصر سے دور ھوجائے اور وہ خود اُس کي بیوي کے ساتھه بے غل و غش عیش کرے ' تو اُس نے انگریزي بیڑہ کے افسروں کو اِس کي اطلاع دیدي - جب فرانسیسي جہاز کي گرفتاري کے بعد فوریس کا نام معلوم ھوا تو فوراً پہچان لیا گیا که میڈم فوریس کا شوھر یھي ھے - وہ اُسے گرفتار رکھنا نہیں چاھتے تھے - کیونکه اِس طرح وہ نپولین کے دلي مقصد کي تکمیل کر دیتے - اُنھوں نے فیصله کرلیا که جہانتک جلد ممکن ھو ' اِسے مصر واپس کر دیا جاے ' تاکه نپولین کے سر پر مسلط ھو جاے - انگریزوں کو یقین تھا که فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اِس طرح اِس بلا سے اُنھیں نجات مل جائیگي -

(۷)

اُدھر مصر میں یه ھوا که فوریس کے روانه ھوتے ھي اُس کي بیوي نپولین کے قبضه میں آگئي اور شب و روز ساتھه رھنے لگي - نپولین کا اب اُس سے تعلق بالکل علانیه تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یه خبر پھیل گئي ' اور سپاھي میڈم کو " ھمارے مشرق کي ملکه " کھکر پکارنے لگے !

لیکن ابھي چند ھفتے بھي اِس حالت پر نہیں گزرے تھے که اچانک فوریس قاھرہ پہنچ گیا - انگریزي جہاز نے نه صرف اُسے مصر پہنچا دیا ' بلکه اسکندریه میں ایک انگریزي جاسوس نے تمام ضروري معلومات بھي بہم پہنچا دیں - اُسے معلوم ھوگیا که نپولین نے قاھرہ میں ایک خاص مکان اُسکي بیوي کیلیے مخصوص کر دیا ھے ' اور وہ بڑے امیرانه ٹھاٹھه سے وھیں رھتي ھے -

وہ سیدھا اُس مکان کي طرف چلا - واقعي اُسکي بیوي قیمتي لباس میں ملبوس موجود تھي - شوھر کو اِس طرح اچانک دیکھه کر ڈرگئي ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اُس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک که مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ھو کر گر پڑي -

اِسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ اُنکي تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ھے - ایک یه که فوریس نے طلاق کي درخواست پیش کرکے اپني بیوي سے علحدگي کرلي تھي - دوسري یه که فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصه تک زندہ رہا تھا -

جان بارنٹ کا خیال، تھا که فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسي ھستي نه تھي جو آس آساني سے قتل کر ڈالي جاتي - ابھي اُسے زندہ رھنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !

نپولين اور اسكي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

ميدان جنگ اور حجلهٔ هوس !

(ميڈم پولين سے محبت)

اِس عورت سے نپولين كو مصر ميں عشق هوا تها -

گيرٹرڈ اريٹز Gertrude Aretez جسكي جديد الشيوع كتاب كا ذكر ان صفحات پر هو چكا هے ' ميڈم پولين كي نسبت لكهتا هے :

اس معامله كي تفصيل يه هے كه ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع كو نپولين مصر كي فتح كيليے روانه هوا - وه اپنے دو دشمنوں سے بهت زياده خائف تها ' اور اُنكي آنكهه بچا كر نكل جانا چاهتا تها - يعني انگريزي امير البحر نلسن' اور انگريزي جاسوس ٭بان بارنٹ -

اِس سفر ميں نپولين نے چند خاص عورتوں كے سوا عورتوں كي رفاقت ممنوع قرار ديدي تهي - جن عورتوں كو چلنے اجازت دي گئي تهي ' اُن ميں خود اُسكي داشته ميڈم ورڈيا بهي تهي جسے وه اٹلي سے اپنے ساتهه سے لايا تها -

(۲)

اِس فوج ميں ليو فوريس نامي ايك فوجي افسر تها - اُسنے حال هي ميں شادي كي تهي - اُسكا دل اپني بيوي كي جدائي پر كسي طرح راضي نهيں هوتا تها - مگر مشكل يه تهي كه عورتوں كو ساتهه ليجانے كي ممانعت تهي - آخر اُسنے يه تركيب نكالي كه بيوي كو سپاهي كي وردي پهنا كر اپنے ساتهه لے ليا - تاكه دونوں بے روك ٹوك ساتهه ره سكيں !

اُس وقت كے اكثر مورخين كا بيان هے كه ماه اگست ميں نپولين نے قاهره كے باهر ايك جلسه كيا تها ' جس ميں اُسكا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتيں شامل تهيں - اِسي جلسه كے موقعه پر نپولين نے ميدان ميں اپني فوج كا ايك دسته گدهوں پر سوار ديكها - سپاهيوں ميں ايك شخص غايت درجه خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تها - نپولين نے جنرل برتيه كو حكم ديا كه اِس شخص كا پته لگائے - اُسي دن شام كو جنرل نے يه عجيب خبر سنائي كه " وه سپاهي مرد نهيں هے - عورت هے - اور بائيسويں رساله كے ايك افسر كي بيوي هے "

دوسرے دن نپولين نے جنرل كو ايك دعوت منعقد كرنے كا حكم ديا - اِس ميں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنكي عورتيں مدعو كي گئی تهيں - خصوصاً ميڈم فوريس بهي خصوصيت كے ساتهه بلائي گئي تهي !

(۳)

چنانچه دعوت كا جلسه منعقد هوا - ميڈم بغير اپنے شوهر كے بلائي گئي تهي - اُس كے شوهر نے شروع ميں تو جانے سے منع كيا - ليكن پهر ڈرا ' اور اجازت ديدي - چنانچه تمام مهمان جمع هوئے - حسب معمول نپولين بر آمد هوا - سب تعظيماً كهڑے هوگئے - وه لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تك پهنچا ' جسكے پاس ميڈم فوريس اور متعدد ممتاز سپه سالار كهڑے تهے - جنرل قائد اعظم كا خير مقدم بجا لايا ' تشريف آوري پر شكريه ادا كيا ' اور ايك پيالي چائے نوش كرلينے كي درخواست كي - درخواست منظور هوئي ' اور نپولين بيٹهه گيا - ميڈم بالكل اُسكے مقابل كهڑي تهي -

ميڈم فوريس نے ديكها ' سپه سالار اُسے پر معني نظروں سے ديكهه رها هے - وه بهت كم عمر تهي - شرما گئي - نپولين اُسكي حالت كا بغور مطالعه كرتا رها - مگر بالكل خاموش رها - چائے جلدي سے پيلي ' اور بغير ايك لفظ كهے جلسه سے اٹهه گيا -

مهمانوں نے رات كا كهانا كهايا ' اور كافي پينے لگے - ميڈم فوريس جس ميز پر تهي ' اُس كے ايك طرف جنرل ڈي بوي بيٹها تها - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذكر نے كافي كي بهري هوئي پيالي جان بوجهه كر اس طرح ميڈم فوريس پر گرا دي ' كه سب نے اسے اتفاقي حادثه سمجها - لوگ لپكے اور خاتون كا لباس صاف كرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت كا اظهار كيا - فوراً كافي كا دهبه پاني سے دهلوايا گيا جس سے ميڈم كا لباس اور زياده بهيگ گيا - اِس پر جنرل نے كها " آپ كپڑا خشك كرنے كے ليے مكان كي بالائي منزل پر چلي جائيے " ميڈم چلي گئي - وهاں نپولين منتظر بيٹها تها !

(٤)

دعوت كے تيسرے دن ميڈم كے شوهر فوريس كو حكم ملا كه جنرل برتيه سے ملاقات كرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر كا خير مقدم كيا ' اور كها " دوست ! تم بڑے هي خوش نصيب هو - كيونكه فرانس جا رهے هو - سپه سالار تمهيں ايك خفيه مهم پر پيرس بهيج رها هے - ايك گهنٹه كے اندر روانه هو جاؤ - يه لو ' اسكندريه كے سپه سالار كے نام حكم هے كه تمهارے سفر كيليے هر طرح كي سهولتيں بهم پهنچا دے "

فوريس بد حواس هوگيا - حيران تها ' كيا جواب دے ؟ آخر كار افسردگي سے جنرل كا شكريه ادا كيا اور كها " اگر مجهے فوراً هي روانه هو جانا هے تو ميں اپني بيوي كو بهي ساتهه لے جاؤنگا "

جنرل نے غصه سے كها " بيوي ! كيا تم يه سمجهتے هو كه ايك ايسے نازك كام ميں اپنے ساتهه اپني بيوي كو ليجا سكتے هو ؟ خصوصاً جب كه راسته ميں انگريزي بيڑه موجود هے اور تمهيں قيد كر لے سكتا هے ؟ "

چراغ پا هو رهے هیں - لیکن اُنهیں معلوم نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یه هے که اگر نو سو ننانوے باتیں کهکر چهوڑ دینی پڑیں' اور هزارویں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا هو سکے' تو اُنهیں ایسا کرنے میں بهي کبهي تامل نه هوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چهوڑتے چلے جائینگے - یہانتک که مخاطب کے دل کا دروازہ کهل جاے اور حقیقت اور سچائي کي جهلک دیکهه لے!

(طبیب اور داعي)

افسوس' قرآن کہاں لیجانا چاهتا تها ' اور دنیا نے اُسے سر پر رکهکر کدهر کا رخ کیا! همارے مفسرین متکلمین ارسطو کي منطق اور یونانیوں کي دانش فروشیوں میں ایسے گم هوگئے که اُنهیں دوسري راهوں کي خبر هي نه رهي - حالانکه دنیا میں صرف مناظر اور منطقي هي نہیں هوتے - طبیب اور معالج بهي هوتے هیں - طبیب کا فرض کیا هوتا هے ؟ کیا یه هوتا هے که مریض سے اُس کي جہالت اور نا داني کي ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' هزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق هے ' تو اس کي ساري قابلیت صرف اسي ایک نقطه میں مرکوز رهیگي که کسي طرح مریض کو شفا حاصل هو جاے ' اور کسي طرح موت کي جگه زندگي کا دروازہ اُس پر کهل جاے - بسا اوقات ایسا هوگا که وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا هوگي - لیکن طبیب بہتر نسخه اور بہتر غذا تجویز کر سکتا هے - بہتر معدہ خلق نہیں کر دے سکتا - بہت ممکن هے ' مریض کا معدہ اِتنا قوي نه هو' که اِس درجه کي مقوي غذا کا متحمل هوسکے - جونهي طبیب کو معلوم هوگا که میري تجویز کي هوئي غذا اُسے پچ نہیں سکتي ' وہ فوراً اُسے ترک کر دیگا ' اور دوسري غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسري غذا بهي مریض هضم نه کرسکا ' تو عجب نہیں تیسري غذا تجویز کر دے - بلکه هوسکتا هے ' چوتهي اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا هضم نه هو سکنے کي شکایت کرتا رهیگا ' طبیب غذا بدلتا رهیگا - وہ کبهي یه نہیں کریگا که ایک هي غذا تجویز کرکے اُس پر اَڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض هضم کرسکے یا نه کرسکے ؛ یه رهي لقمے اُسکے حلق میں ٹهونستا رهے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نه هوگا ' نوع انساني کا سب سے زیادہ جاهل فرد اور سب سے بڑا قاتل هوگا!

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیئے اگر انسانوں کے کسي عمل سے مشابهت پیدا کي جا سکتي هے ' تو وہ حکماء کي حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں هے - اطباء کا معالجه هے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاهتا هے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاهتے هیں - اُن کا سلوک بهي اپنے مریضوں کے ساتهه همیشه ویسا هي هوتا هے - جیسا ایک طبیب کا هونا چاهیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاهتے - اسے تندرست کرنا چاهتے هیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کي ایک دماغي غذا مریض کے سامنے رکهتے هیں - غذا هر طرح مفید اور بہتر سے بہتر هوتي هے - لیکن اُنهیں معلوم هوجاتا هے که جهل و ضلالت نے مریض کي فکري حالت اس درجه خراب کردي هے ' که یه غذا اُس کا دماغ هضم نہیں کرسکتا - یعنے اُس کي سمجهه کي کجي اور دل کي گمراهي ساتهه نہیں دیتي - جونهي اُنهیں اس حالت کا احساس هوتا هے' ایک طبیب حاذق کي طرح فوراً غذا بدل دیتے هیں ' اور کوئي دوسري غذا جو اُس کا معدۂ فکر هضم کرسکے' سامنے رکهدیتے هیں - اُنهیں اِس بات کي بالکل پروا نہیں هوتي که پہلي غذا کیوں بدلني پڑي ؟ اس لیے که مقصود کسي خاص غذا کا کهلادینا نہیں هے' بلکه ایسي غذا کا کهلانا هے جو مریض ٹهیک طور پر هضم کر سکے - هضم کي استعداد کے لحاظ سے هر مریض کي حالت یکساں نہیں هوتي - ایک مریض کے لیئے دودهه سے زیادہ زود هضم غذا کوئي نه هوگي - لیکن یہي دودهه دوسرے مریض کے لیے ناقابل هضم هوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا هے - وهي حال دماغ کے لیے فکر کا هے - ذهن و فکر کا ایک بیمار ایسا هوگا جو ایک خاص طرح کي دانائي قبول کرلے سکتا هے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وهي بات ناقل فہم و تاثر هوگي - انبیاء کرام علم و یقین کي بہتر سے بہتر دانائي رکهتے هیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودهه کے بہتر غذا هونے پر کون حرف لا سکتا هے؟ لیکن اِس کا کیا علاج که بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کهو دیا هے اور وہ دودهه جیسي عمدہ اور زود هضم غذا بهي هضم نہیں کرسکتا؟ یہي معني هیں اس آیت کریمه که : **انك لا تهدى من احببت ، و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم !** (۲۸ : ٥٦) حالانکه انبیاء کرام کے هادي هونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا هے که : **و انك لتهدى الى صراط مستقيم !** (۴۲ : ٥۲) تو مطلب یہي هے که پہلي قسم کي آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کي نفي هے ' اور دوسري میں استعداد رکهنے والوں پر سچائي کي راہ کهولدینے کا اثبات هے -

(بابل کا طبیب حق)

کئي هزار برس گزرے ; اس بیمارستان هستي میں ایک طبیب حق ابراهیم خلیل بهي تهے ؛ اُن کا سابقه بابل کے ایک مریض سے پڑا - یه پادشاهي کے گهمنڈ کا روگي ' اور جهل و طغیان کي بیماریوں سے بد حال تها - انهوں نے اُس کے سامنے علم و بصیرت کي ایک غذا رکهي : " ربی الذي یحیی و یمیت " میرا تو اُس پروردگار پر ایمان هے جس کے قبضۂ و تصرف میں هماري موت و حیات هے - یه بہتر سے بہتر غذا تهي جو شک اور انکار کے کسي مریض کے لیے هوسکتي هے - لیکن مریض اپنے معدہ کي صلاحیت بالکل کهو چکا تها - وہ اتني هلکي اور سادہ غذا بهي هضم نه کرسکا - جهل و طغیان کے هیجان میں بول اٹها " انا احي و امیت " اگر تمهارے پروردگار کي یہي صفت هے تو یه بات تو مجهے بهي حاصل هے - لاکهوں انسانوں کي جان میرے قبضۂ اختیار میں هے - جسے چاهوں هلاک کر ڈالوں - جسے چاهوں ' زندگي بخش دوں - یه جواب سن کر حضرت ابراهیم کو معلوم هوگیا که غذا گو بہتر تهي ' لیکن مریض کے معدے میں اتني بهي صلاحت نہیں که اسے هضم کر سکے - اُنهوں نے فوراً پہلي قاب هٹالي ' اور ایک دوسري غذا پیش کردي : " فان الله یاتي بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب !" اچها ' اگر ایسا هي هے ' تو دیکهو ' یه سورج همارے سروں پر چمک رها هے - یه هر روز پورب سے نکلتا هے اور پچهم کي طرف ڈوب جاتا هے - تم اسے ایک مرتبه پچهم سے نکال دکهاؤ! یه غذا ٹهیک اُسکے معدہ کي استعداد کے مطابق تهي - حلق سے اُتري ' اور هضم هوگئي : " فبهت الذي کفر" اب اُس میں کچھ بحثي کا دم خم نه رها - دم بخود هوکر رهگیا!

خدا را غور کیجیے - بات کتني صاف اور دلاویز تهي ' اور مفسرین نے اُسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکهه دهندا بنا دیا هے ؟ اگر حضرت ابراهیم کا طریق بیان مجادلانه هوتا - هدایت کا نه هوتا - تو وہ اپني پہلي بات هي پر مخاصم سے اُلجهه پڑتے '

حجة ابراهيمى

ايۂ کريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

قرآن حکيم کا اسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير کا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الکلام)

(٤)

(آيۂ زير تدبر کي تفسير)

اب آيت زير تدبر پر غور کيجيے :

الم تر الى الذى حاج ابراهيم فى ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهيم : ربى الذى يحيي و يميت . قال : انا احى و اميت ـ قال ابراهيم : فان الله ياتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذى كفر ، و الله لا يهدى القوم الظالمين ! (۲ : ۲٦۰)

اے پیغمبر ! کیا تمھیں اُس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے محض اِس وجه سے که خدا نے اُسے پادشاهت دے رکھي تھي ' جهل و غرور میں سرشار هوکر ابراهيم سے اُس کے پروردگار کے بارے میں حجت کي ؟ جب ابراهيم نے کہا : میرا پروردگار وہ هے جو زنده کرتا هے اور مارتا هے - تو اُس نے کہا ' یه تو میں بھي کر سکتا هوں - میں جسے چاهوں ' ماردوں - جسے چاهوں زندگي بخش دوں -

اِس پر ابراهيم نے کہا : اچھا ' اگر ایسا هي هے تو خدا همیشه سورج کو مشرق سے نکالتا هے - تم مغرب سے نکال دکھاؤ ! یه سنکر وہ هکا بکا رهگیا - اور الله کا قانون یه هے که ظلم کرنے والوں پر هدایت کي راہ کبھي نہیں کھلتي !

(۱) سب سے بڑا الجھاؤ جو اس آیت کي تفسیر میں پڑگیا هے ' وہ حضرت ابراهيم کا انداز سخن هے - جب مخاطب نے ایک ایسي بات کے جواب میں جو اثبات مدعا کیلیے قطعي اور نہایت درجه واضح تھي ' جهل و غرور سے ایک نہایت لغو بات کہدي ' تو حضرت ابراهيم نے نه تو اپني بات کي مزید تشریح کي ' نه مخاطب کو اُس کے جهل و نافهمي پر متنبه کیا ' بلکه فوراً پہلي بات چھوڑ کر ایک دوسري بات کہدي - " فان الله یأتي بالشمس - الخ " مفسرین نے طرح طرح کي توجیهیں کي هیں ' مگر سر رشتۂ تفسیر میں کچھه ایسي گرہ پڑگئي هے که کوئي ناخن تاویل بھي اُسے نہیں کھول سکتا - بڑي تحقیق کي بات جو حضرت امام رازي نے ڈھونڈھه نکالي هے ' یه هے که یه دو مختلف دلیلیں نہیں تھیں - ایک هي دلیل کي مختلف مثالیں تھیں - لیکن اول تو دونوں دلیلوں میں ربط و مناسبت پیدا کرنے کے لیے سبب و واسطه اور حرکت افلاک کي بحثیں پیدا کي گئي هیں ' اور وہ اس قدر دور ازکار اور بے معني هیں که اُنھیں تسلیم کرلینا قرآن کو قرآن کي جگه کوئي دوسري چیز بنا دینا هے ـ ثانیاً ' خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض کي زباني همیں سنا چکے هیں که رجوع خواہ دلیل سے کیا جاے خواہ مثال سے ' لیکن مستدل کے لیے ضروري هے که معارض کے جواب کي غلطي ظاهر کر دے ' ورنه اُس کا عجز ثابت هوجایگا - پس اگر دلیل کو مثال بنانے کي یه ساري مصیبت گوارا بھي کرلي جائے ' جب بھي بات بنتي نہیں - اعتراض جوں کا توں باقي رهجاتا هے -

اصل یه هے که یه ساري مصیبت اسي لیے پیش آئي هے که اس مکالمه کو منطقي " مناظرہ " قرار دیدیا گیا هے - مناظرہ کا مقصود انکشاف حق نہیں هوتا - اِسکات خصم هوتا هے - اس لیے مناظر کا فرض هوتا هے که ایک بات پیش کرکے اُس پر اس طرح جم جائے ' که خواہ زمین و آسمان اپني جگه سے ٹل جائیں ' لیکن وہ اپني جگه سے نه هلے - اگر مخاطب کي سمجھه ساتھه نہیں دیتي ' تو هزار مرتبه نه دے - اُس کي بلا سے - وہ اُس کا جهل ثابت کردیگا ' اور مخاطب کا جهل ثابت کرکے اُسے ذلیل اور لا جواب بنا دینا هي اُس کي بڑي سے بڑي جیت هے - باقي رهي یه بات که جو بات مخاطب کے ذهن نشین کرني تھي ' وہ اُس کے دل میں اُتر سکي یا نہیں ؟ تو مناظر کو نه تو اِس کي پروا هوتي هے ' نه فن مناظرہ کا یه مقصود هے - مناظر صرف یه چاهتا هے که مخاطب کو میدان سخن میں هرا دے - یه مقصود جس طرح بھي حاصل هوجائے ' اُس کي جیت هے - همارے متکلمین کي نظر میں چونکه انبیاء کرام کي بھي سب سے بڑي فضیلت یهي تھی که وہ مناظر اور منطقي هوں ' اس لیے اِسي اعتبار سے اس مکالمه پر بھي نظر ڈالتے هیں ' اور قدرتي طور پر چاهتے هیں که ایک شاطر مناظر کي طرح حضرت ابراهيم بھي اپني بات پر اڑ جاتے ' اور خواہ اُن کا مخاطب سمجھه سکتا یا نه سمجھه سکتا ' یه اُسي پر لڑتے جھگڑتے رهتے - اگر اُس نے جهل و غرور سے ایک لغو بات کہدي تھي ' تو چاهیے تھا که یه اُس کي لغویت اور جهالت پر ایک لنبي چوڑي تقریر فرماتے - پھر اگر وہ اُس کے جواب میں بھي کوئي بکواس کر دیتا - تو یه اُس کے جواب الجواب میں آستنیں چڑھا لیتے - یہاں تک که صرف اپني دلیل کي شرح و توضیح اور رد و جواب هي میں شام کر دیتے !

لیکن همارے مفسرین بھول گئے - اُنھیں یاد نہیں رها که ابراهيم خلیل ' داعي حق تھے - مناظر و مجادل نه تھے - اور اِسي ایک بنیادي فرق نے اُنکي راہ مناظرہ و مجادله کي ساري راهوں سے الگ کردي تھي - اُنکا کام یه نه تھا که کسي خاص دلیل پر اڑ جائیں ' یا مخاطب کے اِظهار جهل و عجز کا کوئي موقعه هاتھه سے نه دیں - اُن کا کام یه تھا که برگشته دلوں کو سچائي کي راہ دکھلا دیں - وہ دلیلوں کے تحفظ کیلیے بلکه حق اور ایمان کي حفاظت کیلیے لڑتے تھے - اِس مکالمه میں تو حضرت ابراهيم نے صرف اِتنا هي کیا که ایک بات چھوڑ کر دوسري بات کہدي ' اور اِسي پر همارے مفسرین

هدایت یہي هے که جن لوگوں نے ظلم و طغیان کي راہ اختیار کرلي هے ' اُن پر هدایت و سعادت کي راہ نہیں کھلتي !

(منطقي شبہات)

(۴) همارے مفسرین کو صرف اسي کي فکر نہیں هے که حضرت ابراهیم کو منطقي اور مناظر ثابت کر دکھائیں ' بلکه وہ نمرود کے لیے بھي بہت متفکر هیں - اُن کي کوشش یه هے که اُس کي کوئي بات بھي فلسفیانه دقیقه سنجي سے خالي نه جائے - چنانچه اُس کے اس قول کي توجیه میں که " انا احي و امیت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي کاوشیں کي هیں ' اور بالاخر اِسے واسطه اور سبب کے جھگڑوں میں لے گئے هیں - لیکن اب آپ سمجھه گئے هونگے که یه تمام کاوشیں قطعاً دور از کار اور بے معني هیں - قرآن حکیم اس جاهل متمرد کا جہل و غرور دکھلا رها هے - همارے متکلمین کي طرح اُسے فیلسوف ثابت کرنا نہیں چاهتا - یه تمام توجیہیں بھي که اُس نے ایک واجب القتل قیدي کو چھوڑ دیا تھا اور ایک کو قتل کردیا تھا ' قطعاً غیر ضروري اور مکالمه کي حقیقت سے دور لیجانے والي هیں - " انا احي و امیت " کا صاف مطلب وهي هے جو ایک مغرور اور بر خود غلط پادشاہ کا همیشه ایسے متکبرانه دعوؤں سے هوا کرتا هے -

(۵) اب آپ نے سمجھه لیا هوگا که جس قدر شبہات پیدا هوئے تھے ' في الحقیقت اُن میں سے کسي شبه کي بھي یہاں گنجایش نہیں - بڑے شبہات امام صاحب کے اور آپ کے پیدا کیے هوئے یه تھے که نمرود اگر مدعي تھا تو دلیل اُسے پیش کرني تھي' نه که حضرت خلیل کو' اور جب حضرت خلیل نے ایک دلیل پیش کردي تو اُس سے رجوع کیوں کیا؟ لیکن یه تمام شبہات غیر متعلق هوجاتے هیں جب واضح هوجاتا هے که نه تو یه مناظرہ مصطلحۂ فن تھا ' نه مخاصم کي حیثیت مدعي کي تھي ' اور نه انبیاء کرام مناظرانه طریقه سے رد وکد کرتے هیں - باقي رها یه شبه که جب مخاصم نے پہلي بات کے جواب میں ایک جاهلانه دعوی کردیا تھا ' تو دوسري بات کے جواب میں بھي کوئي نه کوئي بات کہدے سکتا تھا ' تو اس شبه کي بھي اب کوئي گنجایش نہیں رهي - یه شبه اس لیے پیدا هوا تھا که " فبهت الذي کفر " کے معني مناظرہ میں لا جواب هوجانے کے سمجھے گئے تھے - لیکن جب واضح هوگیا که " بہت " سے یہاں مقصود بات بنانے میں لا جواب هوجانا نہیں هے ' بلکه ایک سچي بات سے متاثر هو کر هکا بکا رهجانا هے ' تو ظاهر هے ' یه شبه کیوں وارد هو؟ جب ایک حقیقت جس کے جھٹلانے اور نه دیکھنے کي وہ کوشش کر رها تھا ' اس کے سامنے بے نقاب هوگئي ' تو اُس میں کج بحثي کا دم خم باقي نه رها - لاچار اور دم بخود هوکر رهگیا -

جدید مذهب روحی

تاریخ ظہور ' موافقین و مخالفین ' اور نقد و تبصرۂ

تقریباً تین ماہ گزرے ' مطبوعات جدیدہ کے سلسله میں ایک کتاب کا ذکر ان صفحات پر کیا گیا تھا ' جس میں سر کونن ڈائیل کے بعض مضامین یورپ کے جدید مذهب روحي کي تائید میں شائع هوئے تھے - اس تحریر کے آخر میں هم نے وعدہ کیا تھا که آیندہ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھه نظر ڈالینگے -

اس تحریر کي اشاعت کے بعد ' قارئین الهلال میں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غیر معمولي دلچسپي ظاهر کي' اور بار بار اصرار کیا که اس بارے میں تفصیل کے ساتھه بحث کي جاے - آج هم چاهتے هیں ' ایک سلسلۂ مقالات اس موضوع پر شروع کریں - اس سلسله میں حسب ذیل امور یکے بعد دیگرے بحث و بیان میں آئینگے :

(۱) جدید مذهب روحي کے ظہور و اشاعت کي مختصر تاریخ

(۲) موافق اور مخالف علماء کے آراء

(۳) بعض مشہور اور علمي نوعیت کے تجارب اور عملیات

(۴) موافقین و مخالفین کي رائیوں کا موازنه اور تبصرہ

(ظہور و اشاعت کي تاریخ)

سنه ۱۸۵۶ - میں نیو یارک امریکه کے ایک گاؤں هیڈس ویل نامي میں ایک عجیب واقعه پیش آیا - جان فاکس نامي ایک شخص کا خاندان هر روز اپنے گھر میں ایک خاص قسم کي کھٹ کھٹ سنا کرتا تھا - ایک دن مسز فاکس نے جرأت کرکے اس آواز کو مخاطب کیا :

" کیا تم کوئي روح هو؟ "

پھر اُس سے طے کیا که جواب میں اثبات کي علامت ایک خاص طرح کا کھٹکا هے ' اور نفي کي علامت ایک خاص طرح کا - چنانچه سوال و جواب هوتے رهے ' اور عورت کو معلوم هوگیا که آواز واقعي ایک روح کي هے جو اِسي گھر میں رهتي هے - پڑوسیوں نے ایک آدمي اِس مکان میں قتل کرکے دفن کر دیا تھا اور اُس کا مال لوٹ لیا تھا - یه اُسي کي روح هے -

عورت نے فوراً پولیس کو خبر پہنچائي - حکام نے آکر اُسي طریقے پر روح کا بیان اپنے کانوں سے سنا - پھر وہ مقام کھودا گیا جہاں روح نے لاش مدفون بتائي تھي - لاش مل گئي ' اور بالآخر قاتلوں کا پته بھي چل گیا !

وہ کہتے "میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ھی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھہ سکا ہے ' تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراہیم کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں ' جب بھی انھیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کی تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھہ لیجیے :

" أن آتاه الله الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کردی - جس انسان نے حضرت ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی ' قرآن واضح کردینا چاہتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسی چیز تھی جس نے اُسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کردیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعووں سے باز نہیں آیا ؟ " أن آتاه الله الملک " ! - یہ سب کچھہ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اور حکومت کے فانی اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور برخود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان آتاه الله الملک " پس معلوم ہوا ' یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراہیم فی ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراہیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمھارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو ' اور مجھہ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سرزنش کرنے کی جرأت کرتے ہو ؟ حضرت ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربی ' الذی یحیی و یمیت " تمھارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراہیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسی سیدھی سادی بات کہدی تھی ' جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کردی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھہ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کردینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراہیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احی و امیت " واہ ' یہ تمھارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراہیم نے کیا بات کہی تھی ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراہیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھہ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی ' لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کرسکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان اللہ یاتی بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہوگئی ' اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی ' لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی ' کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ھی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ اوقع فی النفس تھی ' کہ حقیقت کی طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا ' اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ھی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا ' اور مغرب ھی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ہمیشہ سے ' ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران ' دنیا کا کوئی شہنشاہ ' دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہوگئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا : " فبہت الذی کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و اللہ لا یہدی القوم الظالمین " خدا کا قانون

پھر جب یہی عالم رائل سوسائٹی کا صدر منتخب ہوا ' تو اُس نے اپنی صدارتی تقریر میں اِس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا :

" میں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذہب کی تحقیق کی ہے - بہت سی نئی معلومات بھی حاصل کی ہیں - میں عنقریب ایک نئی کتاب شایع کرنے والا ہوں "

اِس مذہب کے ابتدائی ماننے والوں میں ایک جلیل القدر نام الفرڈ رسل ویلس کا بھی ہے - یہی وہ مشہور عالم ہے جس نے ٹھیک اُسی زمانہ میں مذہب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کیا تھا ' جبکہ ڈاروین کو اُس کا سراغ ملا تھا - اِس نے اِس مذہب کے بارے میں دو مستند کتابیں " دور جدید کے معجزات " اور " مذہب روحی کی مدافعت " کے نام سے شایع کیں - اول الذکر کتاب میں لکھتا ہے :

" میں سراسر ملحد تھا - اپنے مادی مذہب کے سوا کسی بات پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا - میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِس عالم میں مادہ اور اس کی قوت کے سوا کوئی روحانی زندگی بھی موجود ہے - لیکن میں نے بے شمار تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا کہ اِس جدید مذہب کی تصدیق کروں - ...... یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں روح کے وجود کا قائل نہ تھا - بہت مدت کے بعد مجھے ماں لینا پڑا کہ یہ امور واقعی روح ہی کے ذریعہ واقع ہوتے ہیں ' کیونکہ اُن کی کوئی دوسری تعلیل ممکن ہی نہیں ہے "

مشاہیر علماء میں ایک اٹالین عالم لومبروزو Lombroso ہے - یہ علم الجرائیم کا بانی ہے - پہلے یہ اِس مذہب کا سخت مخالف تھا اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار دیتا تھا - لیکن تحقیقات اور ذاتی تجربہ کے بعد اُس کا پر جوش حامی بن گیا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکیات فلا مریون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈیمی کے پروفیسر چارلس ریشیے کے ساتھہ ملکر اِس مذہب کا طویل مطالعہ کیا اور اپنی تحقیقات کے نتائج ایک کتاب کی صورت میں شائع کیے - اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتا ہے :

" اپنی خاص علمی تربیت اور نفسی میلان کی بنا پر میں مذہب روحی کا سب سے بڑا دشمن تھا - مجھے یہ بات بالکل بدیہی معلوم ہوتی تھی کہ ہر قوت مادہ ہی کا ایک خاصہ ہے ' اور ہر فکر ' دماغ ہی کا ایک فعل ہے - اس کے سوا میں کچھہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا - میں اِس مذہب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا - لیکن حق و حقیقت پر میری فریفتگی بالاخر میرے میلان نفس پر غالب آگئی - مسلسل تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اب مجھے اس پر پورا یقین ہے "

اِن کے بعد پروفیسر ہاڈسن ' پروفیسر میرس (کیمبرج) سٹنٹون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغیرہ انگریز علماء اور مدبروں نے بھی اِس کی تحقیقات کی ' اور اعتراف پر مجبور ہو گئے -

اِسی طرح فرانسیسی علماء میں قابل ذکر چارلس ریشیے ' کیمیل فلا مریون ' ڈاکٹر مکسویل ' پیبیر گانیہ ' پیر دورو ' پاراٹوک وغیرہ ہیں - جرمنی اور امریکا کے بہت سے اقطاب علم بھی اِس کے معتقد ہو چکے ہیں - اُن کے نام اور مباحث آیندہ اپنے محل میں آئینگے -

مشہور فرانسیسی عالم فلسفہ ' جان رینو نے سنہ ۱۸۹۵ع میں کہا تھا :

" یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام علماء فریب اور تدلیس کے ذریعہ ' اوہام و خرافات کی برباد شدہ حکمرانی پھر قائم کر دینی چاہتے ہیں - اِس خیال کی بھی گنجائش نہیں کہ یہ لوگ بالکل سادہ لوح ہیں ' اور اپنی حماقت کی وجہ سے اِن امور پر یقین لے آئے ہیں ' کیونکہ علمی تجارب میں ان اکابر علم کی دقت نظر معلوم و مسلم ہے "

علم نفسیات کا مشہور ماہر پیر جانی اپنی کتاب میں جو اِسی موضوع پر ہے ' لکھتا ہے :

" مذہب روحی ' ہر اعتبار سے دقیق مطالعہ اور اصولی بحث کا مستحق ہے - اِس میں شک اور تضحیک کی بالکل گنجائش نہیں ہے - ہمیشہ فریب ' فریب ' پکارتے رہنا بھی صحیح نہیں ہے - کیونکہ یہ تحریک جس نے یورپ میں اپنے بے شمار مراکز قائم کرلیے ہیں اور عقلاء و علماء کا ایک جم غفیر اُس کا علم بردار بن گیا ہے ' سراسر دھوکا اور فریب نہیں ہوسکتی - ضرورت ہے کہ منکرین ایمانداری کے ساتھہ اُس کا مطالعہ کریں "

پروفیسر چارلس ریشیے (رکن فرانسیسی اکاڈیمی اور مدرس طبی یونیورسٹی) اپنے ایک مقالہ میں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ میں شایع ہوا ہے ' لکھتا ہے :

" یہ ناممکن ہے کہ انگلستان ' امریکا ' فرانس ' جرمنی ' اٹلی کے یہ تمام علماء و فلاسفہ فریب خوردہ ہوں - منکرین ' روحی مذہب پر جتنے بھی اعتراض کرتے ہیں ' سب کے سب اِن علماء کے پیش نظر تھے - فریب سے بچنے کے لیے بھی یہ پوری احتیاط برتتے تھے - میں ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ تمام عقلاء سراسر وہم و مکر کا شکار ہوگئے ہوں "

مشہور فرانسیسی عالم گبریل درلاں اپنی کتاب میں جو محاضرات ارواح پر لکھی ہے ' لکھتا ہے :

" جب رابرٹ ہیر ' موابس ' اور اڈمون کے درجہ کے لوگ امریکا میں ' اور کروکس ' ویاس ' لواج ' انگلستان میں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس میں ' فیشنر ' زولڈ ' جرمنی میں ' کسی بات کی صحت پر زور دیں ' تو ہم یہ تسلیم کرلینے پر مجبور ہو جائینگے کہ یہ بات ضرور کوئی علمی حقیقت ہے ' اور ہر لحاظ سے بحث و نظر کی مستحق ہے - مذہب روحی کا بھی یہی حال ہے - یہ علماء اُس کے معتقد ہیں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دینا ' عقلمندی سے بعید ہے "

یہ عجیب بات ہے کہ اِس مذہب کے تقریباً تمام ماننے والے مشاہیر علماء ' شروع شروع میں اِس کے سخت مخالف تھے ' اور اِس کی تحقیق پر محض اِس لیے مستعد ہوئے تھے کہ روحانیات کا فریب طلسم توڑ کر ضعیف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائیں ' مگر تحقیقات کے بعد اُن کی رائے بدل گئی ' اور خود معترف و مصدق ہوگئے !

روح کا ابتدائي ظہور
جیسا کہ استحضار ارواح کے معتقدوں کا خیال ہے

اِس واقعہ کے بعد روح کي بے قراري دور ہوگئي' لیکن مسٹر جان فاکس کي دونوں لڑکیوں کے پاس وہ برابر آتي جاتي رہي - یہاں تک کہ یہ لڑکیاں اُس سے از حد مانوس ہوگئیں - پھر اُس کے ساتھہ کئي دوسري روحیں بھي آنے لگیں' اور بات چیت کا طریقہ بھي زیادہ صاف اور معین ہوگیا - صورت یہ ہوئي کہ ایک بہن حروف ابجد ایک ایک کرکے پڑھتي جاتي تھي' اور ہر حرف پر روح ایک یا دو مرتبہ کھٹکھٹا دیتي تھي - اِس طرح تمام حروف کي علامتیں طے پا گئیں' اور گفتگو آساني سے سمجھي جانے لگي -

ایک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کي کہ وہ ایک اعلان عام کے ذریعہ نیویارک کے کسي بڑے ایوان میں لوگوں کو جمع کریں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پیش کر دیں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کیا - وہ ڈرتي تھیں' لوگ اُنھیں جادوگر خیال کرینگے - لیکن روح نے اصرار کیا " میں انسانوں کو یقین دلانا چاھتي ہوں کہ روح کبھي فنا نہیں ہوتي - محض اِسي غرض سے میں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کي یہ سخت تکلیف برداشت کي ہے - اب اگر تم میري درخواست منظور نہیں کروگي' تو تم سے قطع تعلق کر لونگي " بہنوں نے اب بھي انکار کیا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کر دي !

دونوں بہنیں روح کي ناراضگي سے نہایت غمگین ہوئیں - کیونکہ وہ اُس سے حد درجہ مانوس ہوچکي تھیں - مجبوراً اُنھیں روح کا کہنا ماننا پڑا' مگر اِس شرط پر کہ پہلے وہ تھوڑے آدمیوں کے روبرو یہ بات پیش کرینگي - پھر بتدریج عام مجمعوں کے سامنے ظاہر ہونگي - روح نے یہ شرط منظور کرلي' اور دونوں بہنوں نے نیچ کے مکانوں میں خاص خاص علماء کے سامنے یہ حیرت انگیز امور ظاہر کرنا شروع کر دیے - پھر بتدریج جرأت پا کر عام اجتماعوں میں بھي تقریریں کیں - لوگوں نے یہ تمام امور دیکھے' اور ہر طرح کي احتیاطیں کي گئیں' مگر کسي فریب کا پتہ نہ لگا سکے - تھوڑي ھي مدت میں یہ خبریں تمام ملک میں مشہور ہوگئیں' اور ہر جگہ اُن کا چرچا ہونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امریکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معاملہ کي تحقیقات کا خیال پیدا ہوا - اُس نے علمي طور پر ہر پہلو سے جانچ کي - لیکن بالآخر اُس کي صحت پر ایمان لے آیا' اور اپني تحقیقات کے نتائج اخبارات میں شائع کر دیے - اس تحریر کے شایع ہوتے ھي تمام امریکہ میں ہلچل پڑ گئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کر دي - بالآخر وہ مجبور ہوا کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہوجائے اور آزادي کے ساتھہ اِس حقیقت کي مزید تحقیق و تجربہ میں مشغول ہوجائے - چنانچہ اُس کي سعي و ہمت سے اِس نئے مذہب کو بہت شہرت حاصل ہوگئي -

اُس کے بعد پروفیسر مابس' جو امریکن اکاڈیمي میں علم کیمیا کے ماہر تھے' اِس جانب متوجہ ہوئے - اُنھوں نے بھي اس کي تصدیق کي' اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شایع کر دیے -

اِن کے بعد پروفیسر روبرٹ ھیر اِس میدان میں آئے - طویل بحث و نظر کے بعد یہ بھي اس کے قائل ہوگئے - اور ایک نفیس کتاب " نفسي ظواہر پر مباحث " کے نام سے شایع کي -

اِن تحریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام بحث شروع ہوگئي - امریکہ میں کوئي عالم بھي ایسا نہ تھا جس نے موافقت یا مخالفت میں کچھہ نہ کچھہ نہ لکھا ہو -

امریکا سے یہ مذہب انگلستان پہنچا - یہاں سب سے پہلے مشہور کیمیاوي ولیم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگریز رسیطوں کے ذریعہ خود بھي تجربے کیے - بالآخر اس کي صداقت کا معترف ہوگیا' اور ایک کتاب بھي اسکي تائید میں لکھکر شایع کي - اِس کتاب کا نام بھي " نفسي ظواہر پر مباحث " تھا - اِس میں وہ ایک مقام پر لکھتا ہے :

" چونکہ میں اِن واقعات کي پوري طرح تحقیق کر چکا ہوں' اِس لیے یہ میري سخت اخلاقي بزدلي ہوگي اگر اپني شہادت محض اِس خوف سے مخفي رکھوں' کہ لوگ اُس کا مضحکہ اڑائیں گے - یہ وہ لوگ ھیں جو اِس بارے میں کوئي علم نہیں رکھتے - اُن کے پاس کوئي یقین اور برہان نہیں ہے - لیکن میں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقیق کرلي ہے' اور اُس کي حقانیت پر پختہ یقین رکھتا ہوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جیسا کہ اِس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

حجاز اور سمر قند!

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ ھیں - ممکن ھے ' بعض نگاھوں کیلیے عبرت انگیز بھي ھوں !

ایک مصور رسالہ نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي ھیں ' اور اُن کے لیے یہ سرخي تجویز کي ھے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر ھے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے ھیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ھے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي ھیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف ھوں - حتی کہ باشندگان حجاز کے لیے ڈاڑھي منڈانا بھي حکماً روک دیا ھے -

دوسري طرف ترکستان کے مشہور تاریخي شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے - یہ اجتماع مردوں کا نہ تھا خانہ نشیں عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے " بازار سراے " میں جمع ھوا تھا ' تاکہ " آیندہ کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعہ کي اطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ھوچکي ھے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي ھیں -

قارئین الہلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کردي جاتي ھیں - پہلي تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي ھے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا ھجوم نمایاں ھے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رہا ھے -

میڈونا کیلیے ھندوستاني نمونہ

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب اپسٹین Jacob Epstein کچھہ عرصہ سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمہ طیار کرنے میں مشغول تھا جسکي شہرت نے نہ صرف بر اعظم یورپ کي بلکہ امریکہ کے ماھرین فن کي بھي توجہ اور دلچسپي حاصل کرلي تھي -

رفتہ رفتہ یہ شہرت یہاں تک بڑھي کہ ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں ھوا تھا کہ امریکہ کے قدر شناسان فن نے مجسمہ اپني سرزمین کے لیے حاصل کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمہ لیکر نیو یارک جا رھے ھیں ' تاکہ وھاں پہلي مرتبہ اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچہ ایسا نہیں ھے جس نے اس معاملہ سے اپني دلچسپي ظاھر نہ کي ھو -

معاملہ کا نہایت دلچسپ پہلو یہ ھے کہ صناع نے " میڈونا " اور اُسکے بچے کیلیے ایک ھندوستاني خاتون اور اس کے دہ سالہ بچے کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا ھے - خیال کیا جاتا ھے کہ اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي " مقدس کنواري " کا یہ پہلا مجسمہ ھے ' جسکے خال و خط میں ھندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ھے - یہ آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ھے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکہ کے ماھرین فن نے ایک طول طویل سلسلۂ نزاع جاري کردیا ھے - اُمید کي جاتي ھے کہ نیو یارک کي نمایش کے بعد یہ نزاع اور زیادہ وسعت اور اھمیت پیدا کرلیگي !

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجري کي عجیب و غریب آشیاء

حال میں فرانس کي ایک جدید اثري دریافت نے علمائے آثار کي غیر معمولي توجه حاصل کرلي ھے -

فرانس کے وسطي حصه میں ایک غیر معروف قریه گلوزل Glozel نامي واقع ھے - یہاں ایک کاشتکار اپني زمین کا ایک حصه کسي ضرورت سے کھدوا رھا تھا - یکایک اس طرح کي علامتیں نمایاں ھوئیں ' جیسے یہاں کبھي پتھر کي دیواریں رہ چکي ھوں - زیادہ کھودنے سے ایک ایسي راہ پیدا ھوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دھانے سے مشابہہ تھي !

جب یه خبر مشہور ھوئي تو حکام نے موقعه پر پہنچکر تحقیقات کي - کھدائي کا کام جاري رکھا گیا ' اور غار میں اتر کر اس کي اندروني ساخت اور حالت کا پته لگایا گیا - مختصر یه که معلوم ھوگیا ' یه حصه کسي قدیم زمانه کي انساني یادگاروں کا ذخیرہ ھے جسے انقلابات زمانه نے زیر زمین دفن کردیا - یہاں نه صرف پتھر کي دیواروں کے آثار ملے ' بلکه تاریخي اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعه بھی برآمد ھوا - یه پتھر کي بني ھوئي بےشمار چیزیں ھیں جن میں سے کچھه تو اوزار ھیں جن کي نوعیت اچھي طرح سمجھه میں آجاتي ھے ' لیکن بڑي تعداد اس قسم کي چیزوں کي ھے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصلیت کا پته لگانا دشوار ھے - بعض مدور ھیں - بعض مربع ھیں - بعض پر اس طرح کے نقوش ھیں که معلوم ھوتا ھے ' شاید ان کے ذریعه کسي عجیب الهئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشه دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ایسے ھیں جنھیں کسي خاص وضع و ھئیت کي شکل نہیں دي گئي ھے ' مگر اُن پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ھیں -

یه تمام چیزیں بعض محققین علم الاثار کے سامنے پیش ھوئیں اور انھوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعه شروع کردیا -

علماء آثار میں سے ایک گروہ کي رائے میں یه چیزیں قبل از تاریخ عہد کي ھیں - یعني دس سے تیرہ ھزار برس پیشتر تک کي پراني ھیں - وہ اسے نیولیتھک (Neolithic) عہد کا بقایا قرار دیتے ھیں - یعنے ابتدائي انسان کے حجري عہد کا ' جب که وہ اپني ضروریات زندگي کے لیے صرف پتھر ھي استعمال کرنا جانتا تھا -

لیکن ایک دوسرا گروہ انھیں اس قدر اھمیت نہیں دیتا - وہ کہتا ھے ' یه زیادہ سے زیادہ سوله سترہ سو برس کي پراني چیزیں ھیں جب سر زمین گال پر رومیوں کا قبضه ھوا تھا - وہ اپني اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا ھے - پتھر کي بني ھوئي عجیب الهئیت صورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلي اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومي عہد کي ایسي ھي عجیب الهئیت صورتیں نکل چکي ھیں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا ھے که یه رومي ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان صورتوں کے ذریعه اپنے سحري علمیات انجام دیا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ھیں ' فینیقي خط کے ھیں ' اور ظاھر ھے که یه خطوط صرف رومیوں ھي کے ذریعه فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشیاء میں مچھلي کے شکار کي ایک بنسي بھي نکلي ھے جو ھرن کي ھڈي کي بني ھوئي ھے - اس سے بھي دوسرے گروہ کے خیال کي تصدیق ھوتي ھے -
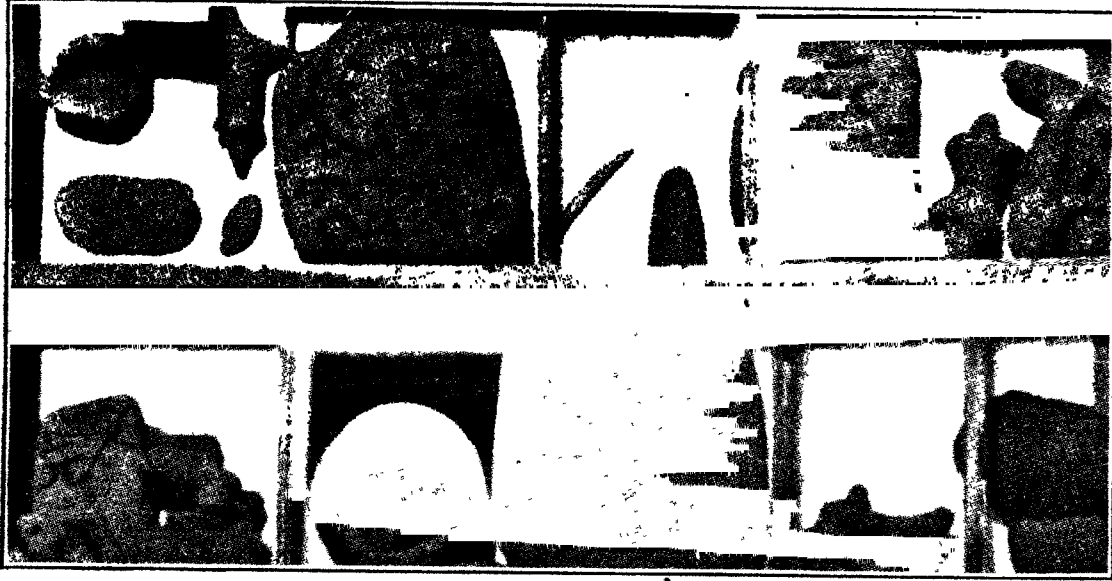
گلوزل کے آثار کا ایک حصه ' جسمیں منقش پتھر دکھائے گئے ھیں -

لیکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے اُن بے شمار آلات سے ھے ' جن کي نوعیت اُن کے حجري عہد سے تعلق رکھنے کا پوري طرح یقین دلاتي ھے -

حال میں ایک مشہور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیاں نے ان آثار کي نسبت اپني تحقیقات کا خلاصه شائع کیا ھے - یه تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفي بخش ھوسکتي ھے - ڈاکٹر موصوف کا خیال ھے که دونوں رائیں اپني اپني جگه صحیح ھیں - اس لیے که دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشیاء ھي پر مبني ھے - پہلا گروہ حجري آلات و اسلحه کي نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا ھے - دوسرا اُن مورتیوں اور نقوش سے جو بلا شبه رومي ساحروں کے آلات سحر ھیں - لیکن کیا یه ممکن نہیں که قدیم زمانے کے کسي حادثه نے یه دونوں قسم کي چیزیں اس محل میں یک جا کردي ھوں ؟ حجري آلات و اسلحه عہد حجري ھي کا بقایا ھوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومي عہد کي ھوں ؟

تاریخ و عبر

عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء و سلاطین کی فصاحت و بلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیرالمومنین کا اپنے ساتھ چاہتے ہو"

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپنے جواب میں یہ آیت لکھ دی:

"فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعملون" (اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بَری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

"ایسا گھر بنالے جو تجھے بادِسموم اور مینہ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

"ضرورت بھر کا حکم بھیجے دے دیا ہے۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجائش نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہوچکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

"بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہے"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

"کامل مکمل آدمی اس دنیا میں کہاں ہے؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

ربیعہ یربوعی نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجئے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا البصرہ، تمھارے گھر میں ہوگا؟"

عبدالملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے رقعہ کی پشت پر لکھ دیا:

"نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے۔ سختی میں برائی ہے"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر ڈالے۔ عبدالملک نے لکھا:

"مبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفین کو بھی اُنس ہوجائے۔ منحوس حاکم وہ ہے جس سے موافق بھی بددل ہوجائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعیٰ لاجبر عظمہ حفاظاً و ینوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہوگیا ہے جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبدالعزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

"جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہے"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، رہا ہوجا"

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم دونوں حق میں یکساں ہو"

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"قید، حق پر ہونی چاہیئے"

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی فریاد کی۔ جواب دیا:

"اگر میں نے تیری فریاد نہ سنی تو ظالم ہوں"

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہے۔ جواب دیا:

"عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کردے"

سفاح (اول خلیفۂ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

"میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا"

اہل انبار نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہے اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کردینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہوجانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر۔ نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس لئے جواب دیا

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کردی ہے اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تونے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہوکر قتل عام کردیا۔ خلیفہ نے لکھا:

"تیرا بُرا ہو، بے گناہوں کو کیوں مارا؟"

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھ لے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہے کہ بالادستوں پر ظلم کرتا ہے اور زیردستوں کا ظلم سہتا ہے"

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا۔

"میں تجھے اُسوقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ پر ہے"

رستمی کی شکایت آئی۔ اسپر لکھا:

"یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ تہی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو"

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا۔

"اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ، کیونکہ ظلم اسے گرادے گا"

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سُنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ" (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

"اگر آپ معاف کردیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے"

خلیفہ نے جواب لکھا۔

"انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کردیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہے"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھالئے۔ مامون نے لکھا:

"کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہم پر واجب ہے آدھا محصول معاف کردیا جائے"

بہر حال ہمارے لیے فنون لطیفہ کي اس سنجیدہ نزاع میں تو کوئي دلچسپي نہیں ھے' البتہ یہ سوال یقیناً دلچسپي سے خالي نہیں کہ " مقدس کنواري " کے اس نئے مجسمہ کے لیے جس ھندوستاني خاتون کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا گیا ھے' وہ کون ھے ؟ رسالہ اسفیر ایک مرقع شائع کرتے ہوئے ہمیں بتلاتا ھے کہ یہ ایک ھندو خاتون مقیم انگلستان ھے جس کا نام سنیتا Sunita ھے' اور اُس کے دہ سالہ لڑکے کا نام " انور " ھے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئي غلطي نہیں کي ھے تو " سنیتا " کے ساتھہ " انور " کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعہ ھے' اور یقیناً قارئین الہلال کے لیے یہ کوئي ناپسندیدگي کي بات نہ ہوگي ' اگر وہ اِن دونوں صورتوں کا نظارہ کر سکیں - ہم اسفیر کا مرقع بجنسہ نقل کر دیتے ھیں - یہ اُس موقعہ کي تصویر ھے جب صناع امریکہ کے لیے روانہ ہورہا ھے' اور اسفیر کے لفظوں میں " ھندوستاني لیڈي اور اُس کا لڑکا انور " اس کے ساتھہ کھڑے ھیں -

---

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتي جس کا نام " بیت داؤد " ھے !

—∘∘∘—

موجودہ زمانہ میں یہ بات کس درجہ عجیب سمجھي جائیگي کہ انسانوں کي ایک جماعت کرۂ ارضي کي تمام خشکیوں سے الگ ہوکر دریا میں آباد ہوجانا چاھتي ھے - کیونکہ " قدیم طوفان نوح کي طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کي

جیکب اپستین ' سنیتا ' اور انور

ایک اِسرائیلي فرقہ کا رہنما جو ایک علمگیر طوفان کے ظہور کا اِنتظار کر رہا ھے !

بربادي کے لیے عنقریب ظہور میں آنے والا ھے ! "

بات کتني ھي عجیب سمجھي جائے ' لیکن واقعہ یہ ھے کہ یورپ میں ایک جماعت ایسي موجود ھے ' اور وہ نہایت خوف و اضطراب کے ساتھہ اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رھي ھے !

یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ھے - اِس نے اپنا یہ ہولناک اعتقاد عہد عتیق کي بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا ھے - انگلستان میں اس فرقہ کي کافي تعداد موجود ھے - اس فرقہ کے سردار نے حال میں ایک نئي کشتي بھي طیار کرائي ھے جس کا نام " ھاؤس اف ڈیوڈ " یعنے " بیت داؤد " ھے - یہ کشتي آجکل دریاے ٹیمس میں موجود ھے - یہ فرقہ یقین کرتا ھے کہ آنے والے طوفان میں محفوظ رہنے کے لیے نئي دنیا کے ترقي یافتہ جہاز اس قدر مفید ثابت نہیں ہونگے ' جسقدر قدیم وضع کي یہ کشتي مفید ہوگي - کیونکہ یہ " اُن تفصیلات کے ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کي گئي ھے ' جو حضرت نوح علیہ السلام کي کشتي کي نسبت عہد عتیق میں موجود ھیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے ھے ' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقہ کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اهتمام دیکھہ رہے ھیں !

الہلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک جو حضرات فروخت کرنا چاھیں دفتر الہلال کو اطلاع دیں -

منیجر

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچ گئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان بھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف حبشی عرب بردہ فروش کبھی کبھی اُسی کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اِس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) ازحد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا ایک طرف موسم اور آب ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہرطرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بڑی و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اِس ولی زمین میں تھے۔ اِس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصوّر بھی نہیں کرسکتی!

(۲)

کامل ۱۰۱ ماہ کی ہولناک جدوجہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوار کے ایک جدید علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کرکے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کردیا، تمام مورچے جلا دیئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کرلئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مرگئے تھے۔ صرف بیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ اِن میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عددی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ اِن دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اِس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عددی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اِس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمربھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کردیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اِس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے اِن دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

دُنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	سنہ ۱۹۱۳ء میں		سنہ ۱۹۲۲ء میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰	"	۲۶۰۰۰۰۰	"
مصر	۶۸۰۰۰۰۰	"	۳۲۰۰۰۰۰	"
ولایات متحدہ امریکہ	۶۱۴۰۰۰۰۰	"	۴۱۶۰۰۰۰۰	"
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰	"	۱۰۰۰۰۰۰	"
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰	"	۱۵۰۰۰۰۰	"

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یُو، پی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھننے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	...	۱۲
پنجاب	۱۲۰	...
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	...
حیدرآباد	۱۴۷	...
بڑودہ	۸۳	...

ہندوستان میں روئی کی درآمد برآمد

درآمد

سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	"

برآمد

خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	"
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	"

دنیا کی ۱/۵ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے سنہ ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۴۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یو، پی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی، پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دُنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۲۴۰۰۰	۰۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰۰	۲۶۱۰۰۰۰
آسٹریا	۱۴۷۰۰۰	۰۰۰۰

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یو، پی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۶۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی، پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۱۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۲۱۲۹۸	۲۳۲۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یو، پی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳	۵۱۱۰ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
سنہ ۲۴	۲۱۱۳۴ "	۵۲۴۷۰۰۰ "	۷۲۹۰۰۸ "	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ "

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۶۷۳۱۰۰۰	۹۶۶۹۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
سنہ ۲۴	۳۴۰۱۰۶۹۳۵	۳۳۳۹۲۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۶۲۸۳۰۰۰

دنیا میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۳۴۳۰۰۰

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید الشیوع کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۱۸۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ ترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب اُنھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجدیا ہے۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہے۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض نامور انگریزوں نے انکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ ویسرائے ہند نے ۱۲ر جولائی ۱۸۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا دینے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ر اگست ۱۸۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا، تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلا تمیز پھانسی دئے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے انکے خلاف بڑا شور مچایا۔ اور وائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آ رہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہوئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعہ جانکاہ کو "نفاق کا قتل" سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ لنڈن ٹائمز نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہے کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے گھبرا گئے اور اپنی پلٹنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آگیا اس کی جان سلامت نہیں ہوگی۔

لفٹنٹ رابرٹ جو بعد میں فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا، اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہے۔

"میری پیاری ہریٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہوگیا ہوں کہ مجھے ان کی بے کسی پر مطلق رحم نہیں آتا جب کوئی قیدی گرفتار کر کے پیش کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اُٹھتا ہوں" فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"۔

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہے:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہے"

گریٹ ہیڈ ایک خط میں اس افسر کے رائے کی تاکید کرتا ہے۔

سر جان کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کر کے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا لیکن جب اندر سرکشی پھیل گئی تھی۔ تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہو چکی ہے تو پھر انکا باغیوں سے جا ملنا اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہے کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کر دیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلا تمیز قتل کرتے رہے!

ملکہ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ اُنھوں نے سخت بے رحمی سے بدلہ لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہاں لعن طعن کیا جاتا ہے۔ عوام الناس کی رائے ہے کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتظامات کئے تھے، وہ بالکل ضروری تھے اور اگر یہ افسر سختی سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو نہ ہوتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہے۔

"یا تو یہ محض ایک فوجی بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت فرو کرنے میں انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کسی قدر تہذیب سے گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کریں۔ لیکن تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ اہمیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے اسمیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہوگئی ہے کہ اس کے دور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہئے باہمی اعتبار بالکل زائل ہوگیا ہے۔ اور اُمید نہیں کہ وہ پھر عود کرسکے"

ہومز ایک جگہ لکھتا ہے:

دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیدیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اُٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہے:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہے کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کر دیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کرسکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو واجب القتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے، اُنھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے علم میں آئے ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا بعض لوگ خیال کرینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی لیکن میں نے اس لئے یہ داستان غم از سر نو تحریر کی ہے تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہو جائے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو اب تک ۱۸۵۷ء کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں لکھی جا رہی ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رُخ نمایاں کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں، اور وہ بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک اُنکے خیالات و احساسات کی بالکل شنوائی نہیں ہوئی۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق یہ معاملہ یک قلم بھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹ کے وہ خطوط جو غدر ۱۸۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے، اب ۱۹۲۳ء میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہے۔ میں نے جان بوجھکر نیل (Neill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہے۔ نہ ہی میں نے ہاڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہے۔ میں نے

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ گئے۔ وحشی فاتح جب اُنھیں اپنے لشکر میں لئے جا رہے تھے، تو بخیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں اِن قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو اِن سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے انھیں دھوکہ دیدوں"، مصری از حد خائف تھا۔ تقریبًا مجنون ہوچکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس طرح ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کرکے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُر مسرت نعرے ہواؤں میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فورًا مرگیا مگر دوسرا ۵ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اِس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مر نہیں چکے تھے، زندہ جلا دئے گئے۔ پھر اِن دونوں دوستوں، یعنی شعبان عدوی اور بخیت کوکو کی باری آئی۔ بخیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کرکورو[۱] کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑ لے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہوگئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مار دوگے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کرلیا۔ زیادہ تر اِس خیال سے کہ اِن سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اِس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اِسپر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے نا امید ہوگیا تھا۔ بخیت کوکو ایکدن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندھی اور اپنے گلے میں پھندا لگاکر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور غوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اُٹھیں۔ اتفاق سے بخیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سُنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان، نیچے گرا۔ بخیت بھی ساتھ ہی پھاندا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بخیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہوگیا تھا۔ بخیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کرلیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھادیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نَم نَم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہے"

"میں نَم نَم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہوکر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" بخیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نم نم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھالیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہوجاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہوگیا۔ کچھ مدت بعد لوٹا کی بندوقیں اور کارتوس آگئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمریں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ سستالیں، بخیت کوکو چلایا "فورًا درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہوگیا۔ مگر بخیت دوڑکر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھاکر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فورًا ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور ۳ گولیوں میں حیوان کو گرادیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بنالیتے تھے۔ اور دریا عبور کرجاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نم نم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہیے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھری بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدھا بندھا تھا۔ اُنھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدھا باندھ کر اور گٹھری سر کے نیچے رکھ کر آرام کے لئے لیٹا ہوگا، مگر کسی درندے نے اُسے مار ڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھری کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدھا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدھا نا پید ہے"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں؛ مگر فورًا ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر ببر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا مگر وہ ڈرے نہیں۔ فورًا بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نم نم کا پائے تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گانوں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بخیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سُنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کردیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بخیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدھا اصل میں میرے اِس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہوکر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اِس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کرلیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مار ڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جہنمی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیتًہ پیش کرتا ہے!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کرلئے۔ پھر بخیت کوکو نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہوکر بادشاہ کے رُوبرو اُسے دوڑلائے۔ شعبان گدھے پر سوار ہوگیا۔ مگر سوء اتفاق سے گدھا چلّانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سُنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بخیت کوکو نے دوڑکر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہوگیا ہے! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہوجائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہے اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہے"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غصہ ظاہر ہوا۔ بخیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مار کر گدھے کا خاتمہ کردیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس درست ہوئے۔ اُس کا غصہ دور ہوگیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھونس کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پرتکلف دعوت کی۔ اپنے دس سب سے زیادہ موٹے کتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر طرف پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندھ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہوجاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے۔ خود بادشاہ کے محل میں ۴۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کرلی اور اپنے دوست بخیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

---

[۱] کرکورو یا قورقرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزء ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہاں کے باشندے بہت سرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

بریدِ شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں مکہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینہ منورہ گئی ہے۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں مجلس نے مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے۔ جتنی بُرائیاں دکھائی دیں گی، دُور کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہے، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دل میں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہے، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہوگئی ہے۔ اگر تم اب بھی خاموش رہو گے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کرو گے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پر تاسف کرنا"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبدالعزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔

نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنجائیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں شقاق سے بچیں۔ قیل قال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمھاری دستگیری کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو اُنھوں نے حاکم مدینہ کے نائب کے لئے لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:

"امن و امان قائم کرنے میں پُوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہے تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہے اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہے کہ شعائر دین قائم کرو، اوامر الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومتہ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ اُنھیں اپنے پاس بلاکر نصیحت کرو۔ اگر اسپر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دُور سے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پایۂ تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہے۔

عسیر کے لئے طبی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہے، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبی وفد بھیجا جارہا ہے تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے ڈاکٹر خیری بے اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمہ حفظان صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا۔ لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ کا ایک صراف جدہ سے آرہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضایع ہوگئی؟ اچانک اُس کے [illegible]

عالم مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے؟

امریکہ سے یورپ تک ڈھائی گھنٹے میں!

امریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہورہا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے، اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور امریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہے، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ امریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف ڈھائی گھنٹے میں طے کرلی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے علمی جدوجہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی [illegible] ماہر ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہے۔

حال میں پروفیسر ماکس ولیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہے) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہے۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہے۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہے"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنا چاہئے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے"

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگادئے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہے کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچادیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑادیتی ہے۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُسپر کوئی اثر نہیں پڑے گا"

ایک اور پروفیسر برتویل کا خیال ہے۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۵ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۵۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ۹½ ٹن سے زیادہ نہ ہو، تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۸ گھنٹے میں طے کرسکتا ہے۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، درجہ ۸۰ کے زاویہ پر، ہوا میں پھینکا جائے، تو ۷ اسکنڈ کے

کئی چشمدید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دیئے ہیں جن کا بیان ہے کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہوگئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن یہاں سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے"، کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کرکے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۴ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکہ بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا مار دیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۶۸ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزیں ہوگئے لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے اور انھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ تاریخ کو پہنچ گیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن و امان ہوگیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اُڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرپور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اُڑا دیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۱۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدیئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اُڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق باز پرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۱۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر برا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرا دیا"۔ ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اُسنے آتے ہی کووَن پر حملہ کرکے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کر دیا۔ فارستھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیدیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دیئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔

"میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرزِ عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا"

چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اُسنے بھی انہیں سزائے موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کر دیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ برُوک والسرائے ہوئے تو فارستھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بناکر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کووَن اور فارستھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا دہشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یاد ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارستھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے:

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانے سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرا دیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کردی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دُہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کویگنری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کویگنری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھا کر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کرلیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کرکے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگلیریگر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہو جائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہے کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہیے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے بُرے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں اُن کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بنادٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"،

ہاورڈ ہنسین جو اخبار پائنیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، اُنھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہوگیا ہے"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں اُبتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہے۔

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہو جائے گی۔ ۵۳ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۵ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہو جائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ۱½ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۱۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُسوقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علمار یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہو جائے گا یعنی جل جائے گا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کرلی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہے!

جرمن ہواباز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہو کر گزرتا ہے، تو، رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ توس قزح میں بھی یہی ساتوں رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔

سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزا میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹو گراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماورا بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متاثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متاثر نہیں ہوتی، اسی لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہو جائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان پایرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متاثر کردیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہو چکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہو جاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سمٹ آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متاثر ہو جاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق استعمال حاصل کرلئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدوجزر کی طرح زلزلے میں بھی مدوجزر ہوتا ہے۔ حالت مد میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علحدہ علحدہ مدت علمار نے ۷ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہم گہرا قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علمار یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علمار طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کرسکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہو جایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم انکشاف ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہو جاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہو جائے، تو باسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہو جائے"!

گزشتہ ماہ شہر برگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اماموراٴ بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سوناکاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۸۹۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر اکیمونو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینوگراف" ہے۔ یہ دلیا آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہو جاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ امریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے، جس میں ۱۳۸۵۰۰۰۰۰ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اس کی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کردیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلا دیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماورار بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزا کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے۔ یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلا کر سفید رنگ کی آگ بنا دیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجہ سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصور نہیں کیا جاسکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم و فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں لیکن حالات نے ایسی نوعیت نہیں اختیار کی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہیے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہو جائے کہ یورپ کی مشہور درس گاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسی

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماعي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم ور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے بازخوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه ما

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں - پچھلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدللّٰه یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اس علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیدے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے! ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بلدہ آنے (۱۲)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب تر دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

۱۹۲۷

نمبر ۲۵ — جلد ۱

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ — کلکته : جمعه ۱۳ . جمادی الثانیه ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای . پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۲۰۲۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۳۲۰	نستعلیق هون	۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا متناهي اور سراسر مجہول عالم پر سرسري نظر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے "

سر اولیور لاج اپني کتاب " روح انساني کي ابدیت " میں لکھتا ھے :

" بہت سے عجیب و غریب حوادث کي صحت ثابت ھو چکي ھے - یہ حوادث ھر قوم اور ھر زمانے میں پیش آتے رھے ھیں - ممکن ھے ان کا بڑا حصہ اوھام و خواطر پر محمول کرکے رد کر دیا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دینا ناممکن ھے - موجودہ علمي ترقي کي روشني میں کوئي دعوی نہیں کر سکتا کہ انساني روح کے تمام اعمال و خواص سے ھم واقف ھو چکے ھیں ' یا انساني روح کا علم ھم نے اِس درجہ منضبط اور آسان کر دیا ھے کہ ھرکس و ناکس اُسے سمجھہ لے - لیکن عجیب بات یہ ھے کہ بعض لوگ ایسا ھي یقین رکھتے ھیں - وہ ھر روز بغیر کسي اظہار حیرت کے علم الحیات ' کیمیا ' اور علم الالات کے زیادہ سے زیادہ معیر العقول اکتشافات پر ایمان لاتے رھتے ھیں' اور کبھي یہ نہیں کہتے کہ ھم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ھو گئے اور اب کوئي نیا اکتشاف قبول نہیں کرینگے - لیکن مذھب روحي کا نام آتے ھي ان میں انکار اور تعدي کا جوش پیدا ھو جاتا ھے - وہ بغیر کسي تامل کے مدعیانہ انکار کر بیٹھتے ھیں - یہ یقیناً ایک سادہ لوح ایمان ھے - یہ اِس بات کي دلیل ھے کہ لوگ بلا دلیل عقیدہ قائم کرنے کي کتني زیادہ استعداد رکھتے ھیں ؟ لیکن یاد رھے ' اُن کا یہ دعوی ' سراسر اساس علم کے خلاف ھے - وہ صرف اُسي حال میں کیا جا سکتا ھے جبکہ اپنے مخالف دلائل و براھین سے بلا کسي بحث کے اعراض کر لیا جائے "

پروفیسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسیہ " اپنے سنہ ۱۸۸۲ کے خطبۂ صدارت میں کہتا ھے :

" اب یہ سخت فضیحت کي بات ھوگي کہ اِن روحي حوادث کي صحت میں جھگڑا کیا جائے جن کي تصدیق بڑے بڑے مسلم علماء کر چکے ھیں - یہ شرم کي بات ھے کہ مذھب روحي کے خلاف علمي دینا اپنے احمقانہ انکار پر مصر رھے ... اب سے تیس برس پہلے لوگ خیال کرتے تھے کہ مسمریزم اور متحرک میزوں کا اعتقاد ' عملي تہذیب کے نقص و فقدان کا کافي ثبوت ھے - لیکن جب مشہور حکماء نے یکے بعد دیگرے اپنے تجارب و مشاھدات کي بنا پر اِن امور کي تصدیق کر دي ' تو منکروں نے اپنا انکار جاري رکھنے کیلیے نئے وجوہ کي تلاش میں مضحکہ انگیز مہارت کا ثبوت پیش کیا - اِنھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ علماء ' علماء نہیں ھیں ' بلکہ دجال ھیں - یا صرف علم کي بعض شاخوں میں دخل رکھتے ھیں - لہذا اُن کي شہادت معتبر نہیں - پھر جب اسکے بعد ایسا ھوا کہ ایسے ایسے لوگوں نے شہادت دي ' جن کي فضیلت عالمگیر طور پر مسلم ھے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کر دیا ' اور اِسے ایک افسوسناک واقعہ قرار دیا ! "

اِس مجمل بیان سے اندازہ ھوگیا ھوگا کہ مذھب روحي نے اِس قلیل مدت میں کتني ترقي حاصل کرلي ھے - پروفیسر رسل ریلس اپني کتاب " عصر جدید کے معجزات " میں کہتے ھیں کہ اِس مذھب کے معتقد صرف یورپ میں اِس وقت دو کرور سے بھي زیادہ آدمي ھیں !

آخری مملوک سلطان مصر

ساڑھے چار سو برس پہلے ایک مغربي سیاح مشرق میں

ایک سیاح کي چشم دید شہادت اور اھم تاریخي فوائد

یورپ میں چھاپہ خانے کي صنعت کا رواج چودھویں صدي مسیحي سے شروع ھوا ھے - چودھویں صدي سے لیکر سترھویں صدي کے وسط تک مطبوعات کي رفتار بہت سست رھي - تاھم اِس ابتدائي زمانے میں بھي ایک کافي تعداد ایسي کتابوں کي شائع ھوتي رھي ھے' جو علمي اور تاریخي حیثیت سے موجودہ زمانے میں بھي اپني قدر و قیمت رکھتي ھیں -

جنیوا کي ایک علمي انجمن کچھہ عرصہ سے اس قسم کي قدیم اور ناپید مطبوعات کا سراغ لگا رھي ھے - اس سلسلہ میں کئي نادر اور قیمتي چیزیں گوشۂ گمنامي سے نکل چکي ھیں - ازانجملہ مشرقي ممالک کے سفر نامے ھیں جو چودھویں اور پندرھویں صدي مسیحي میں لکھے گئے تھے ' اور جن میں مشرقي ممالک کے امراؤ سلاطین اور وھاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ایسي چشم دید تفصیلات موجود ھیں ' جو کسي دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ھو سکتیں - آج ھم اُن میں سے ایک خاص سفر نامہ کا مختصراً ذکر کرنا چاھتے ھیں -

یہ سفرنامہ کئي اعتبار سے مخصوص تاریخي اھمیت رکھتا ھے - سنہ ۱۵۱۱ ع میں وینس کي جمہوري حکومت نے (جو اُس وقت یورپ کي ایک طاقتور حکومت تھي) ایک سفارتي وفد مصر بھیجا تھا جس کا رئیس اُس عہد کا مشہور مدبر ڈومینکو تریویزان تھا - یہ سفارت مصر پہنچي ' سلطان مصر کے دربار میں باریاب ھوئي ' اور ایک کافي عرصہ کے قیام کے بعد وینس واپس گئي - سفارت کا سکریٹري وینس کا ایک امیر جاکر باگاني نامي تھا - اِس شخص نے واپسي کے بعد اپنے سفر کي یاد داشتیں سفر نامہ کي صورت میں مرتب کر لیں' اور وہ تمام قلمي تصاویر بھي شامل کر دیں جو سلاطین و امراء مصر کي اُس نے طیار کي تھیں - سفر نامہ کچھہ عرصہ تک وینس کے سرکاري کتب خانہ میں محفوظ رھا - پھر سنہ ۱۵۳۵ ع میں سفارت کے سفر سے تقریبا بائیس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاري مطبع میں چھپوا کر شائع کر دیا - اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھہ وہ تمام تصاویر بھي چھاپي گئي تھیں جو اصل نسخہ میں محفوظ تھیں -

(سفر نامہ کي اھمیت)

یہ سفر نامہ في الحقیقت ایک نہایت قیمتي تاریخي شہادت ھے - یہ اب سے ساڑھے چار سو برس پیشتر کي ایک اسلامي حکومت کے اُن چشم دید حالات کا ذخیرہ ھے جن کا علم کسي دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا - مورخ اور سیاح میں یہي فرق ھے ' اور اسي لیے مورخ کي کتاب سے کہیں زیادہ ایک مستند سفر نامہ کا بیان قیمتي ھوتا ھے - مورخ کي نظر جزئیات پر نہیں جاتي - وہ صرف علمي ترتیب بیان کے ساتھہ بڑے بڑے واقعات جمع کر دیتا ھے - لیکن سیاح زیر سیاحت شہر کے ایک ایک کوچہ کي سیر کرتا ھے ' اور ایک ایک جزئي معاملہ میں دلچسپي لیتا ھے - وہ بسا اوقات بہت سي ایسي جزئیات بیان کر دیتا ھے ' جن سے

جدید مذهب روحی

تاریخ ظهور - موافقین و مخالفین - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یہ دعوت پہنچي ' تو علماء میں سخت بیچیني پیدا هوگئي - وہ ڈرے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوهام کي جس سلطنت کا اُنہوں نے خاتمہ کردیا تھا ' وہ اب پھر نئے هتیاروں سے مسلح هوکر علم کے مقابلے میں آرهي ہے - لہذا اُنہوں نے چاها ' قدم جمنے سے پہلے هي اِس کا خاتمہ کر دیں - چنانچہ بے شمار علماء نے رائل سوسائٹي سے درخواست کي کہ اِس مذهب کے متعلق اپني رائے ظاهر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلي ' اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کي ایک منتخب مجلس قائم کردي - اِس مجلس میں رسل ریلس ' ولیم کروکس ' ٹنڈل ' لارڈ اوبري ' اور هکسلے جیسے ائمۂ علم و حکمت بھي شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس تحقیقات کرتي رهي - چالیس جلسے منعقد کیے ' اور ایک ضخیم کتاب میں اُنکي روداد شایع کي - یہ روداد دنیا کي اکثر زبانوں میں ترجمہ هوچکي ہے - اِس کي ذیل کي عبارت قابل غور ہے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکہ مخفي آلات کے ذریعہ فریب کہانے کا احتمال باقي نہ رہے - نیز اُن وسیطوں سے بھي کام نہیں لیا جو پیشہ ور وسیط سمجھے جاتے هیں - خود ارکان هي میں سے ایک شخص وسیط بنایا تھا گیا - یہ شخص سوسائٹي میں بہت عزت و احترام رکھتا ہے - اپني ایمانداري اور اخلاق میں غیر مشتبہ ہے - مال و دولت کي بھي اُسے کوئي طمع نہیں - کیونکہ خود مالدار ہے - هم نے وہ تمام احتیاطیں بھي برتلیں ' جو همارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروري تھیں - بار بار تجربے اور مشاهدے کیے - اِس روداد میں هم نے صرف اُنھیں مشاهدات کا ذکر کیا ہے جو حواس کے ذریعہ واقع هوئے ' اور جن کي صحت پر همیں کامل یقین ہے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے ..... یہ سب کے سب اِس مذهب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل یقین رکھتے تھے کہ یہ عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجہ هیں یا وهم کا ' اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسي غیر معمولي حرکت پیدا هو جانے کي وجہ سے اِس طرح کی حرکات ظهور میں آجاتي هیں - یہ حد سے زیادہ منکر اُس وقت تک قائل نہ هوئے ' جبتک کہ بکثرت مشاهدات اُنھوں نے اِس طرح نہ دیکھہ لیے ' کہ کسي قسم کا شک و شبہ وارد نہیں هو سکتا تھا - بالاخر اُنھیں تسلیم کرلینا پڑا ' کہ جو کچھہ اُنھوں نے بار بار دیکھا ہے ' وہ حقیقت ہے ' اور اُس کي صحت میں کلام کي گنجائش نہیں ... "

اِسي قدر نہیں بلکہ سنہ ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم هوئي - اِس کا نام " انجمن مباحث نفسیہ " رکھا گیا - اِس کا مقصد یہ تھا کہ مذهب روحي کو رسمي علم سے قریب ترکیا جائے اور علمي اصول پر اُسے اس طرح مرتب کردیا جائے کہ لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اِس انجمن میں انگلستان ' امریکا ' اور فرانس کے مشاهیر علماء و فلاسفہ داخل هیں - اِس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کر چکي ہے -

نمونہ کے طور پر اِس انجمن کے بعض ارکان کي چند تحریروں کا ترجمہ دیا جاتا ہے - اِس سے معلوم هوگا کہ اُن کا طریق بحث کیا ہے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹي) جو اس انجمن کا ممتاز رکن ہے ' لکھتا ہے :

" سنہ ۱۸۷۳ع میں جبکہ مذهب مادي همارے ملک کي عقلوں پر پوري طرح حاوي هوچکا تھا ' کیمبرج میں احباب کي ایک مجلس منعقد هوئي ' اور طے کیا گیا کہ مذهب روحي ' جس پر اِس قدر بحث و نزاع جاري ہے ' هماري توجہ و تدقیق کا مستحق ہے - میري رائے تھي کہ اِس مذهب کي بحث میں نہ تو اساطیر اولین کي ورق گرداني مفید هوسکتي ہے ' نہ معتقدین کي روایات کي تحقیق ' اور نہ منکرین کي تضحیک و انکار هي کار آمد ہے - اس کي بحث و تحقیق کي صرف یہي صورت ہے کہ هم خود تجربے کریں ' اور اپني آنکھوں کے مشاهدات پر بھروسہ رکھیں - اگر عالم روحاني واقعي کوئي اصلیت رکھتا ہے ' تو تمام دوسري حقیقتوں کي طرح اُس کا ثبوت بھي تجربۂ و مشاهدہ پر مبني هونا چاهیے - چنانچہ اِسي اصول پر هماري اِس انجمن نے اپني بحث و تحقیق کا سلسلہ جاري کر دیا "

اِس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

" میں اِس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یہ سوال ہے جو هر علمي بحث کے وقت هر ایمان دار آدمي کے سامنے هونا چاهئے - مذهب روحي کي بحث میں اِس کي اور بھي زیادہ ضرورت ہے - مجھے اعتراف کرنا چاهئے کہ میرا علم اور میري معلومات جو یقیني نہیں هیں' بلکہ مرجح یا غیر مرجح هیں' کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر هیں - اُن میں کوئي بھي علمي یا منطقي دلیل موجود نہیں ہے جس کي بنا پر میں اپنے مشاهدات کي تردید کروں - خصوصاً ایسي حالت میں جب کہ دیکھتا هوں' یہ تمام مشاهدات ' دوسرے یقیني مشاهدات و اصول سے کوئي تناقض نہیں رکھتے - علمي دلائل و براهین کا دائرہ کتنا هي وسیع اور یقیني هو ' مگر پھر بھي تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جیسا کہ خود اس سفر نامہ میں جا بجا یہي نام استعمال کیا گیا ھے -

مصر اور یورپ کے تعلقات کي یہ ابتدائي تاریخ بیان کر دینے کے بعد ہم اُن واقعات کي طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بیان کیے ہیں -

سنہ ۱۵۰۵ ع میں کئي سال کي پادشاہ گردي کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصوہ غوري تخت نشین ہوا - اِس پادشاہ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ایسے حوادث پیش آئے ' کہ یورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع ہوگئے -

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ھے ' اُس زمانے میں مصر' ہندوستان اور یورپ کي تجارت کي درمیاني کڑي تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازراں ہندوستاني مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وہاں سے وینس ' جنیوا ' اور فرانس کے تاجر بیش قرار قیمتیں دیکر اپنے اپنے ملکوں کیلیے حاصل کرلیتے تھے - خود مصري حکومت کے بھي بے شمار جہاز تھے - یہ سوئز سے لیکر کالي کٹ اور چٹاگاؤں تک سفر کرتے رہتے - سنہ ۱۵۰۳ ع میں ایسا ہوا کہ واسکو ڈي گاما کا بیڑہ بحر ہند میں پہنچ چکا تھا - مصري جہازوں سے اس کي مڈ بھیڑ ہوگئي - یہ جہاز ہندوستان سے مال تجارت سوئز لیجا رہے تھے - پرتگالي بیڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ' آدمي گرفتار کرلیے ' اور جہاز ڈبو دیے -

سلطان مصر کے وزراء

یہ خبر جب سلطان غوري کو پہنچي ' تو قدرتي طور پر نہایت برہم ہوا - اُس نے ارادہ کیا کہ تمام یورپین تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - لیکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ھے کہ " اُس غیر معمولي عقل و بصیرت سے کام لیکر جو مشرق کے اس عظیم الشان پادشاہ کے حصے میں آئي ھے ' اُس نے اس کار روائي میں جلدي نہیں کي ' اور خیال کیا کہ پہلے اصلاح حال کي کوشش کرلي جاے " چنانچہ اس نے ایک سفیر یورپ روانہ کیا تا کہ اٹلي ' فرانس ' اور جنیوا ' جائے ' اور ان ملکوں کي حکومتوں کو حکومت پرتگال کي ان زیادتیوں پر توجہ دلائے - یہ مصري سفیر بیت المقدس کي مسیحي خانقاہوں کا رئیس اعظم تھا - سفیر پہلے وینیس گیا - حکومت وینیس نے اس کے استقبال کے لیے ایسے انتظامات کیے ' جیسے پادشاہوں کے استقبال کے کیے جاتے ہیں - پھر جمہوریت کے دسوں ممبر جمع ہوئے ' اور سفیر کے پیام پر غور کیا - سفیر کا پیام یہ تھا کہ " اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کي تلافي نہ کي اور آئندہ مصري جہازوں کو کسي طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے ارادہ کرلیا ھے کہ بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیگا ' اور تمام یورپین تاجروں کو اپني مملکت سے نکال دیگا " حکومت جمہوریہ نے مصر کي شکایات کے حق بجانب ہونے کا اعتراف کیا ' لیکن چونکہ اُسے پرتگال پر کوئي اقتدار حاصل نہ تھا ' اس لیے سفیر کو پوپ جولیس دوم کے پاس جانے کا مشورہ دیا ' اور اپنے سفرا بھي ساتھہ کر دیے - پوپ نے سفیر سے مل کر جب تمام حالات معلوم کیے ' تو بہت خائف ہوا - وہ سلطان مصر کي ناراضي کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ایک تہدیدي مراسلت روانہ کي - اسکے بعد مصر کا سفیر اسپین اور فرانس ہوتا ہوا مصر واپس آگیا -

لیکن ابھي مصري سفارت یورپ سے واپس پہنچي ہي تھي ' کہ اچانک بعض حوادث ایسے پیش آگئے ' جنکي وجہ سے سلطان کا غیظ و غضب پھر یورپ کے برخلاف بھڑک اٹھا ' اور اصلاح حال کي وہ تمام کوششیں ضائع گئیں ' جو مصري سفارت کے ذریعہ انجام پائي تھیں - اِن حوادث میں سب سے زیادہ اہم حوادث چار ہیں ' جنھیں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑي تفصیل کے ساتھہ لکھا ھے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگالیوں کي دوبارہ تعدي تھي جو مصري جہازوں پر کي گئي - یہ جہاز کالي کٹ سے سوئز واپس جارھے تھے -

دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ جزیرۂ روڈس کے نائٹوں کا ایک بیڑہ اسکندریہ کے قریب پہنچ گیا - اُنھوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کر دیا جو مراکش کے حاجي واپس لیجا رہے تھے -

اِسي اثنا میں ایک تیسرا واقعہ بھي پیش آگیا - مصر اور ترکوں میں مخالفت جاري تھي - سلطان مصر کو معلوم ہوا کہ کمال پاشاء فوجي سامان و اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اناضول سے قسطنطنیہ لے جانے والا ھے - اس نے اپنے تیس جہاز گیلي پولي کي طرف روانہ کر دیے ' تاکہ اِس ذخیرہ پر قبضہ کرلیں - اتفاق سے روڈس کے بحري نائٹوں کے ایک بیڑہ سے اُنکا مقابلہ ہوگیا - مقابلہ میں مصري جہازوں کو شکست ہوئي ' اور کئي جہاز بالکل تباہ ہوگئے -

چوتھے حادثہ کي نوعیت ان تمام حوادث سے مختلف قسم کي تھي ' لیکن سلطان کي طبیعت پر اُس کا سب سے زیادہ اثر ہوا - عراق کے بعض سرحدي اضلاع میں مصري حاکم نے ایک یوناني کو مشتبہ حالات میں دیکھا اور گرفتار کرلیا - گرفتاري کے بعد تلاشي لي گئي ' تو اس کے کپڑوں میں سے ایک مخفي کاغذ نکلا - یہ شاہ اسماعیل صفوي کا خط تھا ' جو ٹامس کونڈرین قنصل وینیس متعینۂ اسکندریہ کے نام لکھا گیا تھا - حاکم نے یوناني قاصد مع خط کے قاہرہ بھیجوا دیا - جب سلطان نے یہ خط پڑھا ' تو اسے معلوم ہوگیا کہ حکومت ایران ' یورپ کي حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کر رہي ھے ' اور وینیس میں اور ایران میں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاري ھے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو یورپین حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کردیا ' کہ اُس نے حکم دیا - بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیا جائے ' تمام یورپین قنصل اور تاجر گرفتار کرلیے جائیں ' اور آئندہ کوئي فرنگي حدود مملکت میں قدم نہ رکھے - اُس نے بیت المقدس اور شام کي مسیحي خانقاہوں کے تمام راہبوں کي گرفتاري کا بھي

تاريخي مسائل کي عظيم کليات طيار کرلي جاسکتي هيں - هندوستان کے عہد تغلق کي متعدد تاريخين خود اُسي عہد ميں يا اس کے بعد لکهي گئي هيں ' ليکن ابن بطوطه کي زباني هميں جيسي چلتي پهرتي تصوير اُس عہد کی نظر آجاتي هے ' وہ برني اور فرشته کے صفحات پر نظر نہيں آسکتي !

(سفرنامه کا عہد)

اِس کے علاوہ اُس عہد کي مخصوص اهميت نے بهي اس سفر نامه کي قدر و قيمت بڑها دي هے - يه وہ وقت تها' جب في الحقيقت دنيا آنے والے انقلاب کے ليے پہلي کروٹ بدل رهي تهي - مشرق کا دور اقبال رو به تنزل تها ' اور يورپ کا عہد عروج طلوع هو رها تها - اسپين ميں اسلامي عہد تمدن کا آخري نقش قدم بهي مٹ چکا تها ' اور غرناطه ميں مسلمانوں کا قتل عام هو رها تها - يورپ اور مشرق بعيد کي راہ تجارت بهي ايک نئے انقلاب کي طياريان کر رهي تهي ' اور پرتگاليوں کے بيڑے هندوستان کي بحري راہ دريافت کرنے کے ليے ايک کے بعد ايک روانه هو رهے تهے - ٹهيک ٹهيک يهي زمانه تاريخ تجارت عالم کا وہ عظيم الاثر زمانه هے' جب واسکو ڈي گاما نے ايک عرب معلم کے ذريعه راس اميد عبور کرکے سواحل مالابار کا رخ کيا تها ' اور اس ايک واقعه نے تمام دنيا کي سياسي اور اقتصادي عظمت کي تاريخ پلٹ دي تهي !

(سفارت کا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت کے مقاصد شرح و بسط سے بيان کيے هيں - مختصر لفظوں ميں اُن کي توضيح همارے ليے بهي ضروري هے - کيونکه اس سے وقت کے بعض اهم تاريخي حالات پر روشني پڑيگي -

ليکن قبل اسکے که مصنف کے بيان کرده اسباب پر متوجه هوں ' اُس عہد کے اُن سياسي و تجارتي تعلقات کي مختصر تاريخ بيان کرديْنا ضروري هے جو يورپ اور مصر ميں قائم تهے -

صليبي لڑائيوں کا سلسله تيرهويں صدي مسيحي تک جاري رها - يورپ کا آخري صليبي حمله وہ تها ' جو فرانس کے لوئس نهم نے مصر پر کيا تها - اس کا خاتمه منصورہ کي لڑائي پر هوا جس ميں توران شاہ نے لوئس کو گرفتار کر ليا - اسکے بعد سلطان بيبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خليل ' يکے بعد ديگرے تخت مصر کے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں کے بعد سنه ۱۲۹۰ ميں تمام بلاد شام سے صليبي خارج کر دئيے گئے - آخري جائے پناہ جو انکے هاتهه باقي رهگئي تهي ' عکا کا ساحلي شہر تها - اسي کو انهوں نے اپني مشرقي تجارت کا برزخي محل قرار ديا تها - ليکن يه بهي سنه مذکور ميں انکے هاتهه سے نکل گيا - اسکے بعد کچهه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات ميں مشغول رها - ليکن سنه ۱۳۴۰ - ميں جب ملک الناصر کي حکومت استوار هوئي ' تو اُس نے محسوس کيا که يورپ کے صليبي ولولے اس وقت تک فرو نہيں هو گئے هيں - وہ رهکر اس طرح کے واقعات ظهور ميں آتے رهتے هيں جن سے اُنکي معاندانه سرگرميوں کا پته چلتا هے - چنانچه اس نے حکم ديا که شام اور مصر سے تمام يورپين تاجر اور يورپين حکومتوں کے وکلاء چلے جائيں - اس سال کے بعد سے يورپ اور مصر کے تمام علائق منقطع هو گئے -

يهي وہ صورت حال هے جس نے يورپ کے دو مختلف تجارتي حلقوں ميں يه خيال پيدا کر ديا تها که قديم عرب جغرافيه نويسوں اور ملاحوں کے اشارات کے مطابق مشرق بعيد کا براہ راست بحري راسته ڈهونڈہ نکاليں اور مصر کے محتاج نه رهيں - چنانچه کولمبس نے بحر اطلانطک ميں عرب رويه جا کر' مشرق کي جهت سے هندوستان پهنچنا چاها ' اور پرتگالي بيڑوں نے افريقه کے گرد طواف کرتے هوے بحر هند کا نقطۂ اتصال دريافت کرنا چاها - کولمبس هندوستان کي جگه امريکه پهنچ گيا - ليکن بر تلم دياز نے سنه ۱۴۸۶ - ميں راس اميد کا سراغ پا ليا - پهر سنه ۱۴۹۷ - ميں واسکو ڈي گاما اسے عبور کر کے مالا بار پهنچ گيا !

بهر حال تقريباً نصف صدي تک مصر اور يورپ کے علائق (بلکه کہنا چاهيے مشرق اور يورپ کے علائق کيونکه تمام مشرق اور يورپ کے تجارتي علائق مصر هي کے ذريعه تهے) منقطع رهے - يه صورت حال يورپ کيليے ناقابل برداشت تهي - اُسکے تمام بازار بے رونق هو گئے - بڑي بڑي منڈياں بند هو گئيں - يورپ اُس وقت تجارت اور مصنوعات ميں مشرق کا اسي طرح محتاج تها - جس طرح آج مشرق يورپ کا محتاج هے - بے شمار روز مرہ کي ضرورتوں کي مصنوعات تهيں ' جو مشرق هي سے جاتي تهيں اور يورپ کے هر امير و غريب گهر ميں برتي جاتي تهيں - اب انقطاع تجارت سے ايک عالمگير تجارتي قحط کي مصيبت پيدا هو گئي - يه صورت حال ديکهکر يورپ کي تمام بڑي بڑي حکومتيں مجبور هوئيں که کسي نه کسي طرح مصر کا بند دروازہ پهر کهلوايا جائے - ان حکومتوں ميں سب سے پيش پيش وينس کي جمهوريت تهي - يه اُسوقت يورپ کي بحري تجارت کا سب سے بڑا طاقتور مرکز تهي - حکومت وينس نے پے در پے سفارتيں بهجوائيں - عثماني اور صفوي حکومتوں کو درميان ڈالا ' قيمتي تحائف سے لبريز جهاز پر جهاز بهيجے ' پوپ کي طرف سے بهي پيام امن و صلح بهجوايا گيا - يورپ کي تجارت کے کهل جانے ميں مصر و شام کے وطني تاجروں کا بهي عظيم الشان نفع تها ' اسليے اُنهوں نے بهي کوششيں کيں - غرضکه ايک مدت کي سعي اور تدبير کے بعد مصر اور يورپ کے تجارتي اور دوستانه تعلقات پهر از سر نو قائم هو گئے -

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

يهي زمانه هے جب مصر دنيا کا سب سے بڑا تجارتي مرکز بن گيا تها - هندوستان اور يورپ کي تجارتي کڑي يہيں آکر ملتي تهي - اُس کے باشندوں کي خوشحالي اور تاجروں کي شاهانه دولت کے افسانے جنيوا اور وينس کے بازاروں ميں قصوں کي طرح سنائے جاتے تهے - يورپ ميں عام طور پر قاهرہ کا نام " قاهرہ عظيم " تها - يعني

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اِس کی کوئی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی - قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کی حفاظت اور اپنے تجارتی مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھی یورپ کی کوئی قوم شرارت کرتی تھی ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کی دھمکی دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اُس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھہ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیت کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جا رہے تھے ' کیا کارروائی کی ؟

اِس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندی کا وہ زہرہ گداز تاریخی مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اِسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقری نے تصریح کی ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکی نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دی تھیں :

لکل شئی اذا ما تم نقصان
فلا یغر بطیب العیش انسان
اصابها العین فی الاسلام فارتزأت
حتی خلت منه أقطار و بلدان
علی دیار من الاسلام خالیة
قد اقفرت و لها بالکفر عمران
حیث المساجد قد صارت کنائس ما
فیهن الا نواقیس و صلبان
بالامس کانوا ملوکا فی منازلهم
والیوم فی بلاد الکفر عبدان
فلو ترا هم حیاری لا دلیل لهم
علیهم فی ثیاب الذل ألوان
لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

قصیدہ کے آخر میں یہ اشعار فی الحقیقت مسلمانان عالم کے نام مظلوموں کا پیام الغیاث تھا :

یا راکبین عتاق الخیل ضامرة
کانها فی مجال السبق عقبان
و حاملین سیوف الهند مرهفة
کأنها فی ظلام النقع نیران
و راتعین وراء البحر فی دعة
لهم باوطانهم عز و سلطان
أعندکم نباء من اهل اندلس ؟
فقد سری بحدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و هم
قتلی و أسری فما یهتز انسان
ما ذا التقاطع فی الاسلام بینکم
و انتم یا عباد الله اخوان
الا نفوس أبیات لها همم ؟
أما علی الخیر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندی تلواروں کی چمک دمک سے اُنکے ہاتھہ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائی کی پر عیش زندگی بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامی میں ایک صدا بھی انکی حمایت میں بلند نہ ہوی !

بہر حال جہانتک مصری حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسی تفصیلات روشنی میں آجاتی ہیں ' جو اس وقت تک تاریکی میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتی فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کی تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوری کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سر زمین صرف مسیحیوں ہی کیلیے مخصوص ہوگئی تھی - یہ حالت دیکھکر مراکش ' تیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کی خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکی مدد کی جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوری نے اُن کا بہت اچھی طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوری دلچسپی ظاہر کی - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائی کے نتائج پر نظر ڈالی ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندی کے خلاف ہوگا - اسی اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھی امراء مراکش کی کوششوں پر مطلع ہوگئی - شاہ فردی نند اور ملکہ اِزابیلا کو خبر ملگئی کہ اُمراء مراکش مصر کو اپنی اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھی فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کی اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دی پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کی آمد کی باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دی ' اور درخواست کی کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداری مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کی اطلاع ملی ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشی وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتی طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دی کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداری نہیں بھیجا -

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامہ کا مصنف لکھتا ھے کہ " انھوں نے خزائن بیت المقدس کي بڑي مقدار دیکر اپني جانیں بچا لیں "

اس واقعہ نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈي گاما نے اگرچہ ھندوستان کا براہ راست بحري راستہ معلوم کرلیا تھا ' لیکن ابھي اس راہ سے ھندوستاني مال کي آمد و رفت شروع نہیں ھوئي تھي ' اور یورپ کي مشرقي تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونھي مصر کا دروازہ بند ھوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اس پر بند ھوگیا ھے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کي تمام تجارتي منڈیاں بند ھوگئیں ' اور یورپ میں مشرقي مصنوعات کا پھر قحط شروع ھوگیا -

یہ حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کي حکومتیں مجبور ھوئیں کہ کسي نہ کسي طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانہ تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یہ سفارت (جس کي سیاحت مصر کي روئداد اس سفر نامہ میں قلمبند کي گئي ھے) اسي مقصد سے روانہ کي گئي تھي - قریب قریب اسي زمانے میں فرانس کي سفارت بھي روانہ ھوئي - سفر نامہ میں جا بجا فرانسیسي سفارت کے معاملات کا بھي ذکر کیا گیا ھے ' اگرچہ انداز بیان مخالفانہ جذبات سے خالي نہیں ھے - فرانسیسي سفارت شویلیر کونت اندري کي زیر ریاست بھیجي گئي تھي -

وینیس کي یہ سفارت ۲۳ - جنوري سنہ ۱۵۱۲ع - کو وینیس سے روانہ ھوئي ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتي ھوئي ' ۲۰ - مئي سنہ مذکور کو اسکندریہ پہنچي -

(سفرنامہ کے تاریخي فوائد)

سفر نامہ اس عہد کي ملکی اور معاشرتي حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملو ھے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - ھم مختصراً بعض اھم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوري اور وزراء کي تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ھے کہ اسے مصوري میں کافي دخل تھا - اس کا ثبوت ان تصاویر سے ملتا ھے جو اس نے سفر نامہ کے ساتھہ شامل کي ھیں - ھم ان میں سے دو تصویروں کي نقل اس تحریر کے ساتھہ شائع کرتے ھیں - پہلي تصویر سلطان قانصوہ غوري کي ھے - دوسري اس کے وزراء کي ھے - مصنف لکھتا ھے " میں نے سلطان سے اس کي اور اس کے درباریوں کي تصویر کھینچنے کي اجازت حاصل کرلي تھي "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کي جو وضع و ھئیت نظر آرھي ھے ' یہ اس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھي - سلاطین و امراء عثمانیہ کا لباس اور عمامہ بھي تقریباً ایسا ھي تھا - یہ عمامہ جو اسقدر بلند اور عریض ھوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور ھلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا ' کہ کوئي غیر معمولي وزن سر پر محسوس نہیں ھوتا تھا - ھندوستان میں یہ بات دلچسپي کے ساتھہ معلوم کي جائیگي کہ اکثر حالتوں میں یہ کپڑا ھندوستاني ساخت کا ھوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوري جسکي تصویر آپکے سامنے ھے ' در اصل مصر کے چرکسي مملوکوں کا آخري فرمانروا ھے - سنہ ۹۲۲- ھجري مطابق ۱۵۱۶- ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حملہ کیا ' تو تخت مصر پر یہي سلطان متمکن تھا - یہ " مرج دابق " کے معرکہ میں پوري شجاعت اور پامردي کے ساتھہ لڑا ' لیکن بالاخر شکست کھائي ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گرکر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائي نے کچھہ عرصہ تک لڑائي جاري رکھي ' لیکن مصر کي آخري لڑائي میں اس نے بھي شکست کھائي ' اور ھمیشہ کیلیے چرکسي مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم ھو گیا -

سلطان غوري سنہ ۹۰۶- ھجري مطابق ۱۵۰۱- ع میں تخت نشین ھوا تھا - اس حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رھا

سفرنامہ کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولي اوصاف شاھانہ کي بہت تعریف کی ھے ' اور اسے " حزم راے اور دقت نظر " میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ھے - مصر کے عام مورخین بھي اس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے ھیں -

(سقوط غرناطہ اور مصر)

من جملہ تاریخي فوائد کے ایک نہایت اھم اور عبرت انگیز واقعہ اس سفارت کا ھے ' جو غرناطہ اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجي تھي ' اور جسکي تفصیلات سے مصر کي تمام تاریخیں خاموش ھیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخري اخراج سنہ ۱۴۹۱- ع میں ھوا ھے - یہي سنہ ھے جب تمام اسلامي حکومتوں کي اعانت سے مایوس ھوکر ابو عبد اللہ نے غرناطہ فرڈنینڈ کے حوالہ کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم ھوتے رھے ' جنکي کوئي دوسري نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخري حکم سنہ ۱۵۰۹ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زي مینس اور فرڈینینڈ ڈي ٹالاویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامي تمدن و آبادي کا آخري نقش بھي مٹا دیا تھا - یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک وھي زمانہ ھے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قاتیبائي کے بعد پادشاہ گردي شروع ھوگئي ھے ' اور کئي سال کي طوائف الملوکي کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوري کو تخت نشین کیا ھے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالي ذکر ھم پڑھچکے تھے - ایک یہ کہ جب سلطان ابو عبد اللہ " فرڈیننڈ کے مقابلہ سے عاجز ھوگیا ' تو اس نے دو سال کیلیے عارضي صلح کرلي ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کي طرف سفارتیں روانہ کیں تا کہ انھیں مسلمانان اندلس کي نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھہ سلطان عثماني اور سلطان مصر سے اعانت کي توقع تھي - لیکن دو سال کي مدت گزر گئي ' اور کسي نے بھي انکي خبر نہیں لي - دوسرا واقعہ سقوط غرناطہ کے بعد کا ھے - جب ابو عبد اللہ کي جلا وطني کے بعد اسپین کي حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کي آزادي و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع ھوگیا ' تو یہ حالت دیکھکر مراکش اور تیونس کے سلاطین مضطرب ھوگئے - انھوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور انھیں مسلمانان اندلس کي بے بسي اور مظلومیت پر توجہ دلائي - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و امراء سے مرکب تھي ' قاھرہ بھیجي گئي تھي - یہ سلطان قانصوہ غوري ھي کا زمانہ تھا - تاریخ کے صفحات ھمیں بتلاتے ھیں کہ سفارت قاھرہ پہنچي ' اور

روسی انقلاب کی جوبلی

(دسویں سالگرہ کا جشن)

قارئین الهلال کو اخبارات کے ذریعہ معلوم هو چکا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں روس کي سوویت حکومت نے آخري انقلاب روس کي دسویں سالگرہ منائي تهي ' اور اس تقریب کو " کمیونیزم کي دہ سالہ جوبلي " سے تعبیر کیا تها - اس تقریب میں شرکت کیلیے بعض هندوستاني رهنماؤں کو بهي دعوت دي گئي تهي ' لیکن اُن میں سے کوئي شخص بهي نہ جا سکا - وقت کي کمي ' حالات کي ناموافقت ' اور زیادہ تر هندوستاني حکومت کے پروانۂ راهداري دینے کے اشتباہ سے کسي شخص نے قصد هي نہیں کیا -

اب یورپ کي پچهلي ڈاک کے اخبارات میں اس تقریب کي نہایت دلچسپ اور موثر تفصیلات آ گئي هیں - معلوم هوتا ہے کہ موسکو کا یہ اجتماع دنیا کے عظیم الشان اجتماعات میں سے تها - نہ صرف تمام روسي صوبوں سے ' بلکہ دنیا کے دور دراز حصوں سے بهي نمایندوں کي بے شمار تعداد شریک هوئي تهي - وسط ایشیا کي تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تھے - قفقاز اور ارمینیا نے علانیہ اسمیں حصہ لیا تها - ایران سے بهي ایک وفد گیا تها - چین اور جاپان کے بهي نمایندے موجود تھے -

تقریب کے رسوم و اعمال نہایت طول طویل تھے جو کئي دن تک متصل جاري ہے - سب سے زیادہ اهم اور عظیم اجتماع بین الاقوامي جلوس کا تها جس سے جوبلي کي تقریب کا افتتاح هوا - اس جلوس کي عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اسکے شرکاء کي تعداد دس لاکهہ آدمیوں سے بهي زیادہ تهي ' اور بیس گهنٹے سے زیادہ وقت اسکے گذرنے میں لگ گیا تها - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شریک هوے تھے ' انهوں نے پورا ایک دن اور ایک رات سڑکوں پر بسر کر دي - جلوس کا ایک سرا شہر کے ایک کنارہ سے شروع هوا تها ' اور دوسرا سرا کئي چکر کها کر دوسرے سرے پر ختم هوا تها !

اس موقعہ پر یہ بات یاد رہے کہ موسکو کي آبادي عرض کي جگہ زیادہ تر طول هي میں واقع هوئي ہے - وہ دنیا کے اُن شہروں میں سے ایک ہے جو سب سے زیادہ لنبے واقع هوئے هیں -

جلوس کے بعد سوویت کي بین الاقوامي مرکزي

لیکن ساتھہ هي صاف لفظوں میں انکار بھي نہیں کیا - جب کبھي قنصل کي جانب سے عرضداشت پہنچي ' کسي نہ کسي طرح ٹالدیا گیا " ۔

" لیکن کچھہ عرصہ کے بعد سلطان نے محسوس کیا کہ علماء و امراء کا مشورہ مصالح حکومت کے مطابق نہیں ہے - یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ حالات نے جو موقعہ یورپین حکومتوں سے مطلب براري کا پیدا کردیا ہے ' اُسے ضائع کردیا جائے - چنانچہ اُس نے اسپیني سفیر کے لیے پروانۂ راهداري بھیجوا دیا - وہ اسکندریہ سے چل کر ۱۶ - جنوري سنہ ۱۵۰۲ع - کو قاهرہ پہنچا - قاهرہ میں سرکاري ترجمان اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا - حسب معمول شاهي مہمانسرائے میں اُتارا گیا - اور ایک هفتہ کے بعد دربار شاهي میں پیش ہوا "

" اس موقعہ پر اس عظیم الشان مشرقي فرمانروا نے جو طرز عمل اختیار کیا ' وہ اُس کي سیاسي مہارت اور شاهانہ حکمت عملي کا بہترین نمونہ ہے - وہ علماء و اعیان سلطنت کو اپنا مخالف بنا لینا پسند نہیں کرتا تھا ' جو قدرتي طور پر مسلمانان اسپین سے همدردي رکھتے تھے اور اُن کي حمایت و اعانت کے دل سے خواهشمند تھے - دوسري طرف اس کے لیے بھي طیار نہ تھا کہ ایک دور دراز ملک کے مسلمانوں کے لیے خواہ مخواہ جنگ و خونریزي کے خطرات میں مبتلا ہو' اور اپنے مصالح و فوائد کو نقصان پہنچائے - پس اُس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ' جس سے ایک طرف علماء و امراء سلطنت کو بھي شکایت کا موقعہ نہیں ملا - دوسري طرف یورپ سے بھي اچھے تعلقات قائم ہوگئے - اُس نے اسپیني سفیر کو پہلي مرتبہ بر سر دربار بلوایا - اس موقعہ پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تھے - جب اُس نے اپنے پادشاہ کا سلام عرض کیا ' تو سلطان نے نہایت غضب ناک لہجہ میں اُس کا سلام قبول کرنے سے انکارکردیا ' اور کہا ' میں ایسے پادشاہ کا سلام نہیں سن سکتا جس نے مسلمانوں کے ساتھہ ظالمانہ سلوک کیا ہے اور جس کي حکومت میں اس وقت تک مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے - لیکن پھر دو دن بعد پوشیدہ محل میں بلا کر دوبارہ ملاقات کي ' اور اس ملاقات میں نہ صرف پادشاہ اسپین کا سلام پوري بشاشت و مرحمت کے ساتھہ قبول کرلیا ' بلکہ اُس کے جواب میں اپني جانب سے بھي دوستانہ تعلقات کا پوري طرح یقین دلایا - اس کے بعد سفیر اور سلطان میں اور بھي کئي پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں - بالاخر اس سفارت کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا - یعنے سلطان نے اسپین سے دوستانہ معاهدہ کرلیا ' اور کچھہ عرصہ کے بعد تمام یورپ سے بھي از سر نو معاهدات کي تجدید ہوگئي - مراکش کا وفد کئي سال تک قاهرہ میں پڑا رہا - آخر مایوس ہوکر واپس چلا گیا "

اس بیان پر کسي اظہار رائے اور بحث کي ضرورت نہیں ہے - جو معاهدہ اسپین اور سلطان غوري میں اس سفارت کے ذریعہ ہوا تھا ' اور سفارت نے جو تحریر سرکاري طور پر سلطان کے سامنے پیش کي تھي ' اس کا اصلي نسخہ اس وقت تک اسپین کے شاهي کتب خانہ واقع اسکوریال میں موجود ہے -

مذاکرۂ علمیہ

قدماء کي مفقود صنعتیں

یہ مسلم ہے کہ قدیم قومیں بہت سي ایسي صنعتوں سے واقف تھیں جو اب مفقود ہو چکي هیں - حال میں امریکہ کے ایک محقق علوم قدیمہ نے ایک مقالہ میں اُن پر نہایت دلچسپ بحث کي ہے - وہ لکھتا ہے :

بعض قدیم مصري قبروں میں قرمزي رنگ کا نہایت شفاف شیشہ پایا گیا ہے - علماء عصر حیران تھے کہ یہ کیونکر بنایا جاتا تھا ؟ بیان کیا جاتا ہے کہ پندرھویں صدي میں چینیوں کو اس صنعت کا طریقہ معلوم تھا - خوش قسمتي سے اب سر هربرٹ جیکسن نے اسے معلوم کرلیا ہے ' اور لندن کي رائل سوسائٹي کے سامنے پیش کرکے اُس کي تصدیق بھي حاصل کرلي ہے -

یوناني اب سے دو هزار برس پہلے بھیڑ کي اون سے ایک خاص قسم کا تیل بناتے تھے - یونان کي بربادي کے بعد یہ صنعت مفقود ہوگئي - یہاں تک کہ انیسویں صدي کے علماء اس کا کچھہ پتہ نہ لگا سکے - یہ روغن " لانولین " کے نام سے مشہور ہے -

روم کے معمار ایک ایسا روغن جانتے تھے' جو دیوار پر لگاتے هي فوراً خشک ہوجاتا تھا - صدیوں تک مفقود رهنے کے بعد یہ راز سنہ ۱۹۰۸ع میں ایک انگریز رنگساز نے از سر نو معلوم کرلیا -

روم کے صناع ایک ایسا شیشہ بھي بناتے تھے جو لچکدار ہوتا تھا - سنہ ۱۹۱۲ ع میں فلورنس کے ایک باشندے نے اس شیشے کا ذکر کیا ہے - وہ لکھتا ہے " شہنشاہ تیبیرس کے عہد میں روم والوں نے ایک لچکدار شیشہ ایجاد کیا تھا - مگر اب یہ رازگم ہوچکا ہے - اگر یہ همیں معلوم ہوجائے ' تو شیشہ کي قیمت ' چاندي سونے سے بھي زیادہ ہو جائیگي "

لیکن عین اُسي زمانے میں جبکہ فلورنس کا باشندہ یہ سطور لکھہ رہا تھا ' ایران میں یہ صنعت موجود تھي - چنانچہ سنہ ۱۶۱۰ ع میں شاہ ایران نے فلیپ سوم شاہ اسپین کو لچکدار شیشے کے چھہ جام بھیجے تھے - یہ جام کسي طرح بھي ٹوٹ نہیں سکتے تھے !

یہ راز صنعت بالاخرگم ہوگیا - یہانتک کہ کئي صدي کے بعد اب پچھلے سال ایک اسٹرین عالم نے اسے دوبارہ معلوم کر لیا ہے - اس شیشے کا خاصہ یہ ہے کہ شیشے کي طرح شفاف ہوتا ہے ' مگر لچک اتني زیادہ ہوتي ہے کہ ایک پورا قاب انگلي پر رکھہ کر تہہ کرلے سکتے هیں ! قاب تہہ کر لینے کے بعد گیند کي طرح گول ہو جاتا ہے - یہ گیند اگر زمین پر زور سے مارا جاے تو ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس طرح اچھلتا ہے ' جیسے ربڑ کا گیند اچھلتا ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا اس صنعت سے بہت فائدہ اٹھائیگي - اس سے موٹریں بنائي جائینگي ' اور اُنکے ٹوٹ جانے کا خطرہ دور ہو جائیگا -

اسي طرح قدیم زمانے میں تانبے کے اُسترے بنائے جاتے تھے جو لوہے کے اُستروں سے زیادہ اچھا کام دیتے تھے - مدتوں کے بعد اب معلوم ہوا ہے کہ امریکا کے ایک قیدي نے یہ صنعت ژندہ کرلي ہے - اُسے قید سے رہا کر دیا گیا ہے تاکہ اسے مکمل کر لے -

سنه ۱۹۱۳ - میں ترک خواتین کي ایک انجمن کا اجلاس

سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوری انقلاب ہوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بھي ایسي نہیں تھي جسے قسطنطنیه کي سڑکوں پر بغیر یشمک (ہلکے نقاب) کے نکلنے کي جرأت ہو - لیکن پانچ سال کے اندر ھي اندر یه حالت ہوگئي که فی صدي پچھتر نوجوان لڑکیاں ایسي تھیں جنھوں نے یشمک کي جگه ایک ایسا بالائی لباس اختیار کرلیا تھا جو اُن کے چہرہ کے کناروں کو ڈھانپ لیتا تھا ' اور درمیاني حصه بالکل کھلا رہتا تھا - چند سالوں تک یه وضع نہایت مقبول رھي - بڑے بڑے پاشاؤں کے گھرانے میں بھي اسي وضع کا لباس ڈرائینگ روم کي ملاقاتوں کے لیے پہنا جاتا تھا - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع ہوئي ' تو بہت سي نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکي تھیں - ایک بڑي تعداد ایسي لڑکیوں کي موجود تھي جس نے اسے ترک کردیا تھا - وہ اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچھي طرح ڈھانپ لیتیں ' لیکن چہرہ ٹھوڑي کے پاس پوشیدہ نہیں کیا جاتا - وہ پوري طرح کھلا رہتا تھا "

" جہاں تک عام لباس کا تعلق ہے ' ترکي کي شہري عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کي عورتیں ایک عرصه سے یورپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکي تھیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسي عورتیں زیادہ نه تھیں ' جنھوں نے کامل طور پر یورپین لباس اختیار کر لیا ہو - عموماً اس طرح کا لباس پہنا جاتا تھا ' جو یورپین لباس ہونے پر بھي بعض مشرقي قسم کي خصوصیات رکھتا تھا - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت ہونے لگیں - یہاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گھرانوں میں نئي نسل کي لڑکیوں نے کامل فرانسیسي لباس اختیار کرلیا - ترکي زبان میں بھي لباس اور فیشن کے ترکي رسائل اُسي طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے ھیں - دارالحکومت سے باہر بھي تمام بڑے بڑے شہروں میں کامل قسم کا یورپین لباس رائج ہوگیا - گذشته سال مجھے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم ہے ' بتلایا تھا که سمرنا کے ترک گھرانوں میں پیرس کے تازہ ترین زنانه فیشن سے ویسي ھي دلچسپي لي جاتي تھي ' جیسي دلچسپي یورپ کے کسي شہر میں لي جاسکتي ہے - فرق صرف اتنا تھا که پیرس کا جو فیشن ایک هفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یہاں پہنچ جاتا تھا ' اُسے سمرنا تک پہنچتے پہنچتے کئي هفتے لگ جاتے تھے ! "

" تاہم یه ساري تبدیلیاں گھر کي چار دیواري کے اندر ھي ہوتي رھیں - یه ممکن نه تھا که کوئي ترک عورت گھر سے باہر بھي اُسي لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وہ گھر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتي تھي - باہر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بہت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تھا ' جسے کمر کے پاس پیٹي سے کس لیا جاتا تھا ' اور وہ ہمارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کي سي ہیئت پیدا کرلیتا تھا - فرغل پہن لینے کے بعد نه صرف جسم ھي کامل طور پر چھپ جاتا تھا ' بلکه لباس کي تمام آرائش بھي پوشیدہ ہوجاتي تھي - امیر ہو یا غریب ' جوان ہو یا بوڑھي ' تعلیم یافته ہو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گھر سے باہر ہر ترک عورت ایک ھي طرح کے لباس میں نظر آئیگي - سنه ۱۹۱۲ - میں جب نوجوان

غازي مصطفی کمال پاشا اور اُنکي سابق بیوي لطیفه هانم

مجلس کا اجلاس شروع ہوا - ممکن نہ تھا کہ کوئي عمارت اتنے بڑے اجتماع کي گنجايش رکھتي - اس ليۓ ايک کھلے ميدان ميں منعقد ہوا - اجتماع کئي ٹکڑوں ميں تقسيم کرديا گيا تھا ' اور ہر ٹکڑے کے وسط ميں لينين کا ايک مجسمہ رکھا گيا تھا - لينين کا ايک بہت بڑا مجسمہ ميدان کے دروازہ پر بھي نصب کيا گيا تھا ' جو روس کے ايک بہت بڑے صناع نے سنہ ۱۹۲۴ ميں بنايا تھا - يہ ايک بہت بڑے قطر کا کرۂ ارضي ہے ' اور اُس کے قطبي حصہ پر لينين کھڑا ہے - مجسمہ کي يہ صورت اس رمز کي طرف اشارہ کرتي ہے کہ کميونزم کي دعوت تمام کرۂ ارضي کي سرمايہ پرستي پر غالب آ گئي ہے !

ہم نے صفحات الہلال کے ليے دو مرقعوں کا انتخاب کيا ہے - پہلا مرقع اُس موقعہ کا ہے جب سوويت کے اعلی حکام جلوس ميں شريک ہونے کي طياري کر رہے ہيں - بائيں جانب سياہ استر خاني ٹوپي اوڑھے ہوۓ صدر سوويت کھڑا ہے جسے آج کل تمام يورپ "کميونزم کے زار" سے تعبير کرتا ہے - اس کے ساتھ جديد کميونسٹ فوج کي وردي پہنے ہوۓ ' سوويت ارکان حکومت ہيں -

دوسرا مرقع جلوس کا ايک خاص حصہ ہے - اِس ميں زيادہ تر يورپ اور انگلستان کے نمايندے ہيں - اگر آپ بائيں جانب غور سے ديکھيں تو مسٹر سکلت والا کا چہرہ صاف دکھائي دے رہا ہے -

ترکی کی نسوانی تحریکات

الہلال نمر (۲۳) ميں عنوان مندرجۂ صدر سے ہم ايک فرانسيسي اہل قلم کے مقالات کا خلاصہ درج کرچکے ہيں - اب اس سلسلۂ مقالات کي تيسري قسط بھي شائع ہوگئي ہے - اِس ميں زيادہ تر ترکي کي موجودہ نسواني تحريکات اور اُنکے مقاصد پر نظر ڈالي ہے -

بلاد اسلاميہ کے جديد معاشرتي تغيرات کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامين مشرق و مغرب کے اخبارات ميں شائع ہوتے رہتے ہيں ' اکثر حالتوں ميں صورت حال کي معتدل اور حقيقي نوعيت پيش کرنے سے قاصر رہتے ہيں - عموماً ايسا ہوتا ہے کہ مضمون نگار کوئي خاص

جديد ترکي خواتين
سنہ ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

نقطۂ خيال رکھتا ہے ' اور اسي کے مطابق صورت حال کا نقشہ کھينچنا چاہتا ہے - مثلاً جب کبھي موجودہ عہد کا کوئي يورپين سياح ترکي اور مصر کي سير کريگا ' اور وہاں کي جديد معاشرتي تحريکات پر نظر ڈاليگا ' تو چونکہ پيشتر سے اس بارے ميں ايک خاص نقطۂ خيال قائم کر چکا ہے ' اسليے تغير و اصلاح کي ہر حرکت کو اُسي روشني ميں ديکھيگا ' اور مجموعي حيثيت سے ايک ايسي تصوير طيار کر ديگا ' گويا ترکي اور مصر کي جديد جماعتوں نے بہ يک دفعہ ارادہ کرليا ہے کہ مشرقيت اور اسلاميت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار ہو جائيں !

دوسري طرف بعض مسلمان اہل قلم ہيں ' جو ہندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کي رعايت کرني چاہتے ہيں - اسليے پسند نہيں کرتے کہ نئي تحريکات کي حد سے بڑھي ہوئي آزادانہ صورت اُنکے سامنے عرياں ہو - وہ ہميشہ ان تحريکات کے متعلق ايسي مبہم اور گول مول باتيں کہہ جاتے ہيں ' جن سے صورت حال مشتبہ ہو جاتي ہے ' اور لوگ خيال کرنے لگتے ہيں کہ ترکي اور مصر کي جديد تحريکات کي نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' صداقت سے يک قلم خالي ہے -

جديد ترکي نسبت کئي سال سے ايسا ہي ہو رہا ہے - ايک طرف وہ بيانات ہيں جو دنيا کو يقين دلانا چاہتے ہيں کہ جديد ترکي اپنے آپکو مسلمان کہنے کے ليے بھي طيار نہيں - دوسري طرف وہ خوش عقيدہ مسلمان ہيں جو اردو اخباروں کے مضامين پڑھکر خيال کرنے لگتے ہيں کہ ترکي کے نئي معاشرتي انقلاب کي نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' محض يورپين نامہ نگاروں کا سياسي پروپگنڈا ہے - حقيقت سے اسے کوئي لگاؤ نہيں -

اس فرانسيسي مقالہ نگار کي يہ خصوصيت قابل ذکر ہے کہ اِس نے اپنے تاثرات کو کافي حد تک اس طرح کي بے اعتداليوں سے محفوظ رکھا ہے ' اور کوشش کي ہے کہ بلاد اسلاميہ کي موجودہ انقلابي ذہنيت کا صحت نظر و تشخيص کے ساتھہ مطالعہ کيا جاۓ -

ہم اس مقالہ کا مختصر خلاصہ يہاں درج کرتے ہيں ' تا کہ مسلمانان ہند جديد ترکي کے فکري تغيرات صحت کے ساتھہ معلوم کرسکيں -

مقالہ نگار لکھتا ہے :

" گذشتہ دس سال کے اندر ترکي کي معاشرتي زندگي ميں جو انقلاب رو نما ہوا ہے ' اُس کا اندازہ کرنے کے ليے ہميں نوجوان ترک عورت کي نئي تاريخ حيات پر نظر ڈالني چاہئے -

تاریخ و عبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے داعوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانکاہ اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کرسکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جرنیل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہوچکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کردئیے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کر رہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اتار دئیے گئے۔ قریبًا ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین و مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہوگئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہوگیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت تھی، اس سے اسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہونچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرسکا، اور نہ کسی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کی تائید کی۔ اس موقعہ پر بھی انگریزوں نے ہندوستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبراگئی لیکن اسے بھی مصلحتًہ ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھکر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کردی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کرلی کہ تمام انگریز گھبراگئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جرنیل ڈائر کے واسطے ۲۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فورًا ایک معمولی بات پر مشتعل ہوجایا کرینگے جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہوکر قتل عام کردیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں [illegible] اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کیجائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت و ہمت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی ہونگی۔ میں نکلسن کا [illegible] تھا۔ میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آسکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپادی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے، سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تندخو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اسنے لارنس کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک، اور ہاڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت و سنجیدگی کے ساتھ درج کردی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنالیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا"

مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کر رکھی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کردی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کرگئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کردیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کرڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کرلئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی سی تعریف کردیتے ہیں۔ مثلًا جھانسی کی رانی کے متعلق تقریبًا سب متفق ہیں کہ "ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیوروز نے (جسنے رانی موصوف کو شکست دی تھی) ایک دفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی [illegible]

ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے۔

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا ' اور غریب خاندانوں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور ٹیلی فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ' تو اُس وقت بھی اُنہیں اس بات کی جرأت نہیں ہوئی تھی ' کہ یورپین عورتوں کی طرح اپنے آرائشی لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کی بے شمار عورتیں ہیں ' جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتی ہیں ' اور اپنی بالوں کی آرایش اور لباس کی دیکھہ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسی خادمائیں رکھتی ہیں ' تاہم وہ بھی جب گھر سے باہر نکلتی ہیں ' تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسی لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتی ہیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ہوتا ' جب تک کہ وہ گھر کی چاردیواری کے اندر واپس نہ آ جائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومی تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے ' اور جو اب نہایت تیزی کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کی معاشرتی ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنھوں نے تغیر و انقلاب کی بہت بڑی مسافت طے کرلی ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کی نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپنی آزاد خیالی اور ذہنی استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقی عورتوں سے بالکل مختلف قسم کی ذہنیت رکھتی تھی ' تاہم اُس میں موجودہ عہد کی وہ بے خوف روح نہیں پائی جاتی تھی جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوری طرح آزاد ہو چکی ہے - اُس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقی تھا ' جس کے اندر روح قدامت کی ایک دھندلی سی تصویر نظر آجاتی تھی - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کی ترقی یافتہ ترک عورت کامل معنوں میں آزاد خیال ہے - اُس کا تذبذب مٹ چکا ہے - اُس میں اضطراب فکر کی جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ہوگیا ہے - وہ وقت کی روح سے لبریز ہے ' اور صرف مستقبل ہی کی طرف نگاہ رکھتی ہے - بلا شبہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ہی میں محدود ہے - متوسط طبقہ کی عورتیں عموماً پچھلی حالت ہی میں باقی ہیں - لیکن اگر ترکی کی موجودہ حکمران جماعت کو فوری زوال پیش نہ آگیا ' تو یہ بات یقینی ہے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکی میں پھیل جائیگی "

جنگ سے پہلے ایک زنانہ اسکول کی ترک لڑکیاں

" اب نو جوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھی ترک کرتی جاتی ہیں ' جو باہر نکلنے کیلیے اُنکی لازمی پوشش تھی - اسکی جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ہے جو گھر اور گھر سے باہر ' دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ہے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ہوئی تھی کہ ارکان حکومت کی بیویاں بغیر فرغل پہنے ہوئے باہر نکلتی تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کی گیلریوں میں بیٹھی نظر آتی تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے ' اور اعلی طبقہ کی کوئی ترک عورت ایسی نہیں ہے جو قدیم فرغل استعمال کرتی ہو "

خالدہ ادیب خانم

عہد حاضر کی مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے

"کیا ٹیگور وفادار ہے؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالباً یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہو جائے۔ تو بلاشبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کر سکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جا سکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فچنٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کر دیئے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی اُنھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہیئے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکسر تبدیل کر دیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کر دی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اُٹھا کر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اُگلا جاتا ہے۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا حادثہ بالکل بھول جانا چاہیئے جس طرح کہ ہم ستر موپلہ قیدیوں کا ریل گاڑی میں دم گھٹ کر مر جانے کے واقعہ فوراً بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہیئے۔ جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگزاریاں فراموش کر چکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سر چارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کرو گے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رستے دکھائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرلے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جا رہی ہے۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ دہکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رومیش دت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہیے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سُنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کر دینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقیناً طیار ہو جائے۔

(مترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفٰے کمال پاشا کا از سر نو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ٹرکی کی آبادی۔ ٹرکی اور امریکہ۔ ترکی میزانیہ۔

غازی کا از سر نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا از سر نو افتتاح ہو گیا غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہے۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کرکے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اُس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے، جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں، اس منصب کے لئے منتخب کرلیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفٰے کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دیئے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے اُنھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ اُنھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اُس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اُس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کر دوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو اُنکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہو جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں اُن تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کماحقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کر دی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی بجا ثابت کر دوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوششیں پورے اطمینان سے پسند کرتی ہے۔ میری مسلسل کوشش رہے گی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمتیں انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور نعمتمندی پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کر دی ہے، قوم کی اُمیدوں اور آرزوؤں کے بالکل

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوگئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کردی گئی تھیں۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی پسند نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہوگیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اسنے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک فسانہ بن گیا ہے۔ بعض شعرانے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۶۴ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا[له] کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستان کس قدر دل ہلا دینے والی ہوگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلا تمیز قتل کرڈالنا کس قدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہوکر برسر پیکار ہوجاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبے کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہوگئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر لکھتا ہے:

"۱۰ دن کے اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہوگیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کردیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا۔ لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بسا اوقات نقصان پہنچا تھا"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کرڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کرسکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہوگیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہوگئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہوگئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہوگیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر زبر کردیئے۔ جھانسی اور کانپور کے حوادث تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہوجاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور اُن کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کررہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہوجاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اُسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اُٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل وعیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہونچا ہو، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دُور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دُور تھی۔ باایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سدِ راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کردیں تو بہت سے انگریز اسے بنظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو صحت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن وامان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ وپکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا بہم پہونچنا تقریباً ناممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل علحدہ ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کلی اعتماد ہوتا ہے وہ اپنی برادری سے علحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا خوشامدی آدمی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ ورسم پیدا کریں تاکہ ان کے اصلی اخلاق وعادات سے واقف ہوسکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں دہشتناک واقعات سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل وخونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:۔ تھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہوگئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اُس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اُٹھا کر گھر تک پہونچادے۔ لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرات نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گذاردی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادہر اُدہر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت اُنھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اُس کی زخمی ٹانگ سیدھی کردی۔ وہاں ایک بارہ[۱۲] برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ غدر کے تاثرات دو پشتوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کررہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاست داں ہو۔

[له] [illegible] (الہلال)

بُرطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۱۹۲۵ء)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو، پی	پنجاب	سی، پی	بہار اور اڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر لڑکے	۱۶۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۸۶۲	۳۵۸۲۵۸	۲۴۶۲۵۶	۷۹۷۴۶۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۶۰	۴۷۴۷۰	۵۸۱۵۲	۱۹۱۱۶	۶۶۶۸۱	۱۱۹۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۷۷۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۰۱۳	۳۳۷۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۶۷	۱۵۶۱۶	۲۰۶۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں ۲۵-۱۹۲۴ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجنیری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی مڈل اسکول	دیسی مڈل اسکول	ابتدائی مدارس	[illegible]
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	۰۰۰۰
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۶۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	.....
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۶۷۷	[illegible]
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۶	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو، پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۳٫۴
بہار، اڑلیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۲۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی، پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۲	۴۱۶۸	۲۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی ۲۵-۱۹۲۴ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۷۱۳۸۵۴۸	۳۴۰۹۷۳۴	۱۲۲۴۲۹۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۳۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۴۷۱۶۵	۱۲۴۸۰۹۳	۳۹۱۸۷۱۲	۶۰۱۳۹۶۹	۴۳۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۳۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو، پی	۱۶۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۴۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۲۱۵۹۳	۲۳۴۰۵۲۶۶
برما	۶۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۲	۶۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۵	۱۴۵۵۱۰۵۳
سی، پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۴۹۸۰۵۹	۶۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار، اڑلیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۶۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۲۳۷	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۲۶۲۲۴۶	۴۴۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۴	۴۲۶۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۶۸۶۳۱۸۲	۳۴۷۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ ۔ انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جسمیں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری، ایم۔ اے، ایل، ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے اُنکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب ولایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: "۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۱۵ اپریل ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہئے۔ (۳) طلباء اور دیگر تمام حضرات اسمیں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولنا عبدالماجد صاحب، بی، اے، مدیر "سچ" لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ۔ [illegible]

"ناظم انجمن اتحاد"

مطابق ہے۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک رہیگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو، ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی وخارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب ہماری دوستی رہے۔ امن وامان کی کوششیں ہم سے ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم، امن وسلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے بُرپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا:

"عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی وسعادت کے اسباب کی تحقیق وبحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

"عزیزان وطن! میرا اس دَور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن وسکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحۂ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم وحزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کردے گا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈکٹیٹرشپ کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفے کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں رہیگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزیں چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفے کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ترکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب آستانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اُڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھُل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سُنادیا۔ عنقریب اس کا اجراء ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دُنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک کے اعداد وشمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۳۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	"	۵۵۵۷۴۳۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۲۲۷۵۳۰۰۰	"
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کالنسا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۴۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۶۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۶۴۴۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۱۴۲۰۷۰۰	"
یاقوت وزمرد	۲۵۴۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شوری	۳۷۳۰۰۰	"	۵۴۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۴۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار سنہ ۱۹۲۳ء میں: ۵۳۰۶۲۹ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرنسوال	۲۸۴۰۹۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
آسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۶۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۳۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۶۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۶
فلپائن	۷۰٫۵	۶۱
فرانس	۹۶٫۵	۹۴

ٹرکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد وشمار اب شایع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی، ۱۳۶۰۰۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت واطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سر نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُسنے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بناکر انگورہ بھیجا ہے۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۴۹۱۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۶۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے۔ اُسنے آخری سوال یہ کیا "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہوجائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد باشا کے گھر خفیہ جلسے ہورہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو آگاہ کردیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کردیں یہ ۱۱ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا یہی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کردیا اور ۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد باشا، علی شعراوی باشا، اور عبدالعزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعویٰ لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اُنھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چین بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کردیا کہ اپنی حکومت سے گفت و شنید کرکے جواب دوں گا۔

مصری وفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے اُنھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد باشا، مجلس تشریع کے سکرٹیری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رُکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور اُنھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد باشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کرلیں چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شایع کیا کہ اس وفد کو آزادی کی جد و جہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد باشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی۔ وزیر اعظم نے ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے از سرِ نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں، جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کرچکی ہے!

۳ر دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رُکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے۔"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کرلی اور وفد نے اپنی جدّ و جہد شروع کردی۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے، اس جذبے نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پالیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہوچکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہوجانا چاہئے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہوسکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں"!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نامنصفانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کردی، مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے روبرو اس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوگئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی حمایت میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کرلے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزو ہیں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرأت کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۷ر فروری ۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی مسٹر برونیٹ نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سُنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کردی ہے مصر سے کبھی رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہوگئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جاسکے"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کردیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۶ر مارچ ۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا مُنہ بند کردیا "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلاوطنی

اس واقعہ کے دوہی دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، حمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کردیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہوگئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کرڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کرسکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور اُنھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلاوطن کردیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ النبی مصر پہنچے، اور اُنھوں نے یقین کرلیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ ۷ر اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلاوطن قومی نمائندوں کو آزاد کردیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسپر قانع نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ ۱۱۔ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعویٰ پیش کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد باشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہوگئے۔ سعد باشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلاوطنی تو ختم ہوگئی۔ مگر اُس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہمپر قوم کی جانب سے عائد ہوگئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دول اتحادی کے مدبر، صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہمپر بند کردئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شایع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں ان الفاظ سے دول متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہوگیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کردیا۔ اسپر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے۔ برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سُننے پر مجبور ہوجانا پڑا۔ اُسنے پھر فریب دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس دلچسپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی آج

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہے، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دَور کا افتتاح ہے۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریت فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہے کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہے۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتے ہیں۔ شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جا کر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

بادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہے کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہے، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریباً ۵۰ برس سے اُس کے چنگل میں ہے، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہے، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہے۔ مصری قوم پوری طرح بیدار ہو گئی ہے اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُس وقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہے۔ لیکن حالات اُمید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہے:

".. ہز ایکسلینسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہے۔ اُمید ہے اس گفت و شنید نے ہمیں اُس صحیح بنیاد تک پہونچا دیا ہوگا جس پر مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہے جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے"

دوسرا بیان خود مصر کا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہے:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طول طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہ ہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہد نامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کرلے"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیئے جائیں تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہے کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا، جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پاسکا، تو یقیناً یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکہ ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہے، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبّار سے اپنی آزادی تسلیم کرا لے سکتی ہے۔ مگر ہندوستان، جو ایک پورے براعظم کا درجہ رکھتا ہے، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہے، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہے!

ہندوستان کو دہوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن انگلستان سے آرہا ہے۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہے۔ دیکھنا چاہئے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ بُرا ہوتا ہے؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہے۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہے کہ "ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہے تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصطفے نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پاگئے۔ مصطفے پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں۔ یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنے جماعت وفد میں بھی اور پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفے نحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی تاریخ ہے جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفے نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہے۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا سکتا ہے اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہے۔ ایسا قوت کی یہ کوششیں کبھی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیتُ الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح صورت میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ اُبھرتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صُور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحاد کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا۔ جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑھے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُس وقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی، جن کی شخصیت مسلم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں، جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُس وقت مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رُکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اُس رکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہے

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام بحث کی تکمیل

(از مولانا ابوالکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کر دینی چاہئے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو گو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیجدیا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو برا بھلا نہ کہیں تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اسپر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسے رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کر دینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست کے کسی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہے کہ "اسلام کا قانون یہ ہے" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے" تو قدرتی طور پر اُن تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیرؤں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اُسی طرح تعزیر و سیاست کے بھی یہ احکام دیدئیے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سنتا ہے کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے" تو وہ خیال کرتا ہے، اسلام نے اپنے پیرؤں کو حکم دیدیا ہے کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات مُنہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھ دیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصور بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہے۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیرؤں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں۔ وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہے۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہے کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہے، نوع کا قتل ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاھا، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیرا منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵: ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر ان دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کر ڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلاشبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جاسکتا ہے کہ ترغیب دی ہے، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دُنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب! (۲: ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہے، لیکن فی الحقیقت اسی میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہے!

قرآن بتلاتا ہے کہ یہ ناگزیر صورتیں تین ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کر سکتا جس کا نام انسان ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہے، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہرحال تعزیری احکام قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہے؟ بلاشبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہاء اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اُنھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُنکے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہے، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہے:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعۂ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بنا کر نافذ کر دیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دُنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہو سکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کر لی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کر دئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جا سکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔ پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک کامل ذخیرہ مدوّن ہو گیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے براہ راست احکام نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہے، اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ پہلے قسم کے احکام اس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں بے شمار کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہو گئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد اُمت کے لئے نہیں ہوتے۔ جیسے نماز روزہ کے احکام کی طرح ان کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ انھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پوری قوم متحد و متفق ہی، اور بیک زبان "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہی!

ملنر کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے" کمیشن مایوس ہوکر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لندن میں دعوت دینی پڑی! ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہوگیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہی۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہی۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی رو داد میں تسلیم کرلیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی وطنی حرکت ہی، اور یہ کہ وفد مصری، پورے ملک کا صحیح نمائندہ ہی۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دوسری فتح

جد و جہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کردیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ ہی!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نااتفاقی نے حالت بدل دی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہوسکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نااتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کرلئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سر نو دور دورہ شروع ہوگیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لندن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کرلی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جاکر اپنی رو داد شائع کردی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلہ مصر کا ایک ہی حل ہی۔ اور وہ یہ ہی کہ مصر کی کامل خود مختاری تسلیم کرلی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت فائدہ پہنچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے، حقیقت حال سے واقف ہوگئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا نووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا نووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۸ء میں شایع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور آرٹ، کتابت و طباعت کا بہترین نظر فریب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہی استدعا کی جاتی ہی کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۱۰ دسمبر ۱۹۲۷ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہی۔ وہ آفتاب سے ۴۸۳۰۰۰۰۰۰ میل دور ہی۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کردی ہیں۔ وہ کہتا ہی، مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہی کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہی، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہی کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہی۔

مشتری کا فلک ۲۷۱۷۰۰ میل کے دائرے میں ہی۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہی۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہی۔ اپنے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہوجاتی ہی۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہی۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہی۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ۴ بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گہن کے اختلاف نے پروفیسر ردمر کو موقعہ دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فلکی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہی کہ کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے انھیں جذب کرلیا، یہاں تک کہ اب قریب ہی کہ انھیں بالکل جذب کرجائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رقبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہوجاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جاسکی۔ علماء کا خیال ہی کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہی۔ یہ بھی عجیب بات ہی کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بعد سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہی۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہی۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہی کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہی۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ ابر، آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہی۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہی کہ اُس کا پورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزا بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دوری پر ہی، بہت ہی عظیم ہی۔ علماء کا خیال ہی کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہی۔

انسان کا مستقبل

سر فلیپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہی۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورۂ بالا عنوان پر ایک مضمون شایع کیا ہی۔ وہ لکھتا ہی:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کرکے سخت خطروں میں پڑ گیا ہی۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کرکے مسخر کرلے، یا خود مغلوب ہوکر برباد ہوجائے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہی کہ قدرت سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کردیا جائے یعنی التواء جنگ ہوجائے، تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لاسکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہوکر رہ جائے گا اور فتح تباہ کن شکست بنجائے گی!"

"لیکن یقین نہیں کہ دنیا اس تجویز پر عمل کرسکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب روکنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزارہا برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہوگیا ہی۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہی"

"اب انسان کی کوشش یہ ہی کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جسپر اب تک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہی کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہی کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکیف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہی، چنانچہ اب وہ چاہتا ہی کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے"

"انسان نے اب معلوم کرلیا ہی کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سراسر اُن غدد یا گلٹیوں سے وابستہ ہی، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں اگر مادا کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادا بنا دیا ہی، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دیجائیں جن کی وجہ سے ذی روح نر ہوا کرتا ہی، تو فوراً جنسیت بدلجائے گی یعنی مادا، نر بنجائے گی اسی طرح نر کو مادا بنا دیا جاسکتا ہی۔ اب معلوم ہوچکا ہی کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادّہ خارج ہوتا ہی، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہوجاتا ہی۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کردی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہوجا سکتا ہی۔ اب قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہی کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ انھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں یہی حال ... اور کوئی حل نہیں رکھتا۔ انسان کتنا ہی بلند ہوجائے، پھر بھی فضاء قدرت اتنی ہی بلندی پر ہوگی، جتنی بلندی پر ہمیشہ سے چلی آتی ہی!

حقوق سے محروم ہوگئی!

لیکن اسلام نے مذہب اور اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا۔ اُسنے مذہبی رُواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کردی، جس کا اُسوقت تک دُنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۵۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب ملت کے لوگ آباد تھے، اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کرسکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے، اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بت پرستی کے اعتراف سے تو انکار کردیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضاؤ رغبت مسلمان ہوگئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کرسکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بہ حیثیت شہری ہونے کے اُنھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اُنھیں "ذمّی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمّہ لیا تھا۔ اصل اس بارے میں وہ طرز عمل ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُن پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہار نے اُنھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد و میثاق کے ذمّہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اُنھیں پُوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادت گاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ سنکھ بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ لا یغیّر ما کانوا علیہ۔

(۲) اُنھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: لا یفتنوا عن دینھم)

(۳) ان کی جان و مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ انہیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔

(۵) اُنھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح، ہوگی اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار، اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے قرار دئے گئے ہیں ان سے عُشر بھی نہیں لیا جائے گا۔

(۹) وہ فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہ اُن معاہدات کا خلاصہ ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو ۹ سنہ ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پُورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی و حقوق کی وہ تمام باتیں پُوری صراحت کے ساتھ تسلیم کرلی گئیں، جو آزاد باشندوں کا شہر کے لئے اُس عہد میں ہوسکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجایش نہ تھی مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُسکا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لئے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب سے پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمّہ لیا ہے" ذمیوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔

آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جا رہا ہے کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو اس لئے مار ڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہے، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش آج معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہے جسنے اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں، جب دُنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تحمل بھی نہیں کرسکتی تھی، اس قانون کا اعلان کیا تھا کہ من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، ودیتہ کدیتنا"(سلہ) ایک غیر مسلم ذمّی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہے جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خوں بہا بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمیوں کا قتل اس لئے جائز رکھا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھکر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہوسکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کردیا تھا۔

بہرحال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ اُسکے عہد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیدیو) نے ان لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہے "اسلام نے ذمیوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیدیئے تھے۔ یعنے وہ بادشاہ نہیں ہوسکتے تھے"

ان تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کرلینا چاہیئے۔ اسلامی حکومت قدرتی طور پر اُن سے اس سلوک کی توقع رکھتی تھی کہ:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصوّر کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رُواداری کا برتاؤ کریں گے جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص ان توقعات کو بے اعتدالی قرار دے سکتا ہے؟ چھٹی صدی مسیحی کی دُنیا میں جب اسلام نے ان قوانین کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دُنیا میں کون قوم اور مذہب ہے جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہے؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمّی اور اُن کا ذمّہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہوجائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟ فقہار کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس پر بھی اُنھیں قتل نہیں کرنا چاہیئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہیئے جس سے اس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدباب ہوجائے۔ امام ابوحنیفہ، اور فقہاء شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ گذشتہ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انکا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُسنے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سبّ و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جاسکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا "شرعاً میں یہی سزا تجویز کرسکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دے دیجئے" سلطان خاموش ہوگیا!!

لیکن فقہار کی دوسری جماعت اس طرف گئی کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیئے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہے۔ اُن کی نظر اس طرف گئی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیدیئے ہیں، اور باشندۂ ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے۔ اس طرز عمل کے بدلے نہ صرف یہ چاہا گیا ہے کہ جس طرح اُنکے مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں، اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر ایسے ذمیوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے منہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے اُسے قتل کرنا چاہیئے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہے، اس سے واضح ہوگیا ہوگا کہ:

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسلام کا کوئی براہ راست منصوص قانون نہیں ہے، بلکہ تعزیر و سیاست کا ایک فرعی حکم

سلہ حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک فیصلہ نقل کیا ہے جو اُنھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں صادر کیا تھا، اور مسلمان قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابل عمل ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انہیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکام قضاء پر (جسے آج کل کے اُردو اخباروں کی زبان میں "عدالتی کارروائی" کہنا چاہیے) اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی اُس عہد میں دُنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظم سیاست یہ ہے کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہے جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عدالت کے سوا کوئی نہیں جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے، اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہے۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکم عدالت کو کارروائی کرنی چاہئے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہے، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہے کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علٰحدہ کردیئے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہے، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کر دی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہے لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رُو رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھے!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کر لیا جا سکتا ہے کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہیے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہے کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا کا دینا جائز رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً قتل کی سزا جو انتہائی سزا ہے؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے وہی قوانین سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا، تو یقیناً وہ اُسی طرح قتل عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دُنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہے۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا "اسلامی قانون" ہونا دُ نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہے، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہے، اس لئے چاہئے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہے کہ اُنھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہاء اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالت موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے، اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تامل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی، صلاح کار اور مصالح وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی اداب حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہے کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو آئمۂ سلف کی نسبت جا بجا منقول ہے کہ بعض دقیقہ سنجان فقہ کی ایسی کاوشیں ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کر کے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہے؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالہ دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظم شرع یہ ہے کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہو، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہے، وہ وقت کا حکم نہیں ہے۔ پس جب ایک بات موجود حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنائے کار قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں کے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورت حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ اسلامی حکومت ہو، اُسنے غیر مسلموں کی حفاظت جان و مال کا ذمہ لیا ہو، اور ذمیوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کر سکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورت حال باقی ہی نہیں ہے۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے۔ نہ شرعی ذمہ ہے۔ اور نہ ذمی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہئے اور کس میں نہیں دینی چاہئے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، اور اُنھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کر دیئے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانین و عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدی پر اتر آئیں تو اُنھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہے، اور نہ غیر مسلموں کا ذمہ باقی رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام قوانین یک قلم غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انھیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر پکارنا کس قدر بے معنی بات ہے؟ ایسی ہی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت غیروں کی نظروں میں مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور اُس کی صاف اور روشن تعلیم پر طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑ گئے ہیں۔

اصل سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے متعلق جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہے، اُس کا جواب بغیر کسی تامل کے یہ ہے کہ نہ تو اسلام کا یہ قانون ہے اور نہ کوئی ایسا قانون اسلام کا قانون ہو سکتا ہے۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُسکا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہے کہ قطعاً نہیں، اور تفصیل اسکی اوپر گزر چکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک بالکل دوسری قسم کی صورت ہے، اور وہ بلاشبہ فقہ اسلامی کے قوانین میں موجود ہے۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمی (غیر مسلم باشندہ) اپنے مذہب کے مجنونانہ تعصب کی وجہ سے، یا مسلمانوں کے بغض و عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا رویہ اختیار کرلے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سب و شتم کرنے لگے۔ یعنے گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بدزبانی کرنے لگے جو صریحاً سب و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس طرز عمل کے بعد اُس کا ذمہ و عہد باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جس باہمی سلوک کے معاہدہ پر ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی دی تھی، اور اُس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، وہ خود اُسی کی طرف سے شکست ہو گیا، اس لئے اُسے قتل کرنا چاہئے۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمہ شکست نہیں ہوتا۔ اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس سے اس کا سدباب ہو جائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام شافعی کی (کتاب الام میں) ہے۔ دوسری رائے حضرت امام ابوحنیفہ کی ہے اور حنبلیہ و شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

جو فقہاء اس طرف گئے کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیے، اُنھوں نے جن حالات میں اور جن وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر اُسے سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُسوقت تک نہیں ہو سکے گی، جبتک کہ یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمہ" اور "ذمی" سے مقصود کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب و اعتقاد کا اختلاف انسانی قتل و خونریزی کا سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حکومت کا اقتدار حاصل کر کے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ انصاف کر سکتی ہو۔ جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کر لیتے تھے، وہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ رومیوں کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی گئی ہے، لیکن اُس کا بھی یہ حال تھا کہ جبتک اپنے قدیم مذہب پر قائم رہی، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے امن نہ تھا۔ جب مسیحی مذہب قبول کر لیا، تو تمام غیر مسیحی رعایا زندگی اور معیشت کے

جلد آرڈر دیجئے
جلد آرڈر دیجئے
سونے کی چوڑیاں
زبردست رعایت
یعنی
تین روپے کے بجائے سوا روپیہ میں

ہے جسمیں خود فقہاء کی رائیوں میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہے۔ دوسری کو اس سے اختلاف ہے۔ پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہے۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہیے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سبّ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "سبّ" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) بہرحال کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہے کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دُور کی مناسبت بھی نہیں، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورت حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہے۔ بسا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہے ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جا سکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانونِ وقت کا فرض ہے کہ اس قسم کی دلآزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دلآزاری میں امتیاز کرے، لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز کی بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجئے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کر دیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی، اور "تحفظ ناموس رسول" کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے "ناموس رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آسکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہے کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعیٔ اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جس طرح ہمیشہ بُری زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہے جسمیں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہے، تو چاہیے کہ اُس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بدزبانی ہے، وہ بحکم "کالائے بد بریش خاوند" اُنہی کے لئے چھوڑ دینی چاہیے۔

اعلان-۱

قارئین الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی شش ماہی جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید وسعت کی گنجایش ہے۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کر دی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کر لیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی شش ماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جا رہا ہے۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی۔ پی کی درخواست کی ہے، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی شش ماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اسکا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ شش ماہی اختتام و آغاز ہوتا رہے گا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو ۶ کو واقع ہوگا، نئی شش ماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقعہ مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی شش ماہی سے الہلال کے ترتیب مضامین اور حسن طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ ادہر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہے، اُمید ہے کہ قارئین الہلال نے محسوس کر لی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہے، جسکی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُنکی چھپائی بھی خاص طریق طباعت اختیار کر لینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہو گئی ہے۔ اُمید ہے کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید رونق و اہتمام پیدا کر دیگی۔ "مینجر الہلال"

اعلان-۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہے کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورت حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کئی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم اُٹھا کر پھر رک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گذار ہوں جو زیادہ تر میرے خاص مضامین کے شوق میں الہلال کی ورق گردانی کرتے تھے، تاہم اُنھوں نے رشتۂ انتظار ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ اگر میرے خاص مضامین کی قلت نہ رہی ہوتی تو بہ حیثیت مجموعی الہلال کے مضامین کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہے، وہ اس کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُن دوستوں نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑی بہت مہلت ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کر دیا، اور اب اُمید ہے کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے ساتھ جاری رکھ سکوں گا۔ افسوس ہے کہ وقت کے حالات و مسائل کے متعلق بے شمار ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو نہ لکھی جا سکیں۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی میں نہ ہو سکا، اس کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند الفاظ الہلال کی موجودہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کی قیمت بارہ روپیہ سالانہ اور ساتھ روپیہ شش ماہی تھی۔ ۱۹۱۶ء میں البلاغ نکلا، تو اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھی گئی۔ لیکن دونوں حالتوں میں جو عظیم فرق ہو چکا ہے، وہ شاید بہت کم لوگوں نے محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اس کی تشریح کر دوں۔

۱۹۱۴ء میں (یعنی جنگ سے پہلے) چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح تمام چیزوں کی قیمت دوگنی سہ گنی ہو گئی ہیں، سامان طباعت کی بھی ہو گئی ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت ۶ ہزار روپیہ تھی۔ اب بارہ ہزار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی۔ اب اُسی کاغذ کی سات روپیہ ہے۔ روشنائی جو اُسوقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آتی ہے۔ اُسوقت سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصویروں کے بلاک اُسوقت ۲ آنہ اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی اُجرت آٹھ آنہ سے بھی زیادہ ہے۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُجرت اُسوقت ۴۔۵ روپیہ جزء سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی اُجرت بھی اچھے خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ الہلال کی جو قیمت ۱۹۱۴ء میں قرار دی گئی تھی، وہ ۱۹۲۷ء میں کیونکر موزوں ہو سکتی ہے؟ بیجا نہ تھا اگر اب بارہ روپیہ کی جگہ ۲۴ روپیہ قیمت رکھی جاتی لیکن مناسب معلوم نہ ہوا کہ سابق قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اسوقت کسی اُردو رسالہ کی نہ ہوگی، اب تک اُس کے مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہو سکی!

یہ بھی یاد رہے کہ ۱۹۱۴ء میں اس کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی۔ اور اب کم از کم ۲۴ ہے۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ وہ ۱۲ روپیہ سالانہ یا ۵ رفی پرچہ قیمت دیکر الہلال کے ساتھ کوئی فیاضانہ سلوک کر رہے ہیں، تو اُمید ہے کہ اپنے اس خیال میں نظر ثانی کرنے سے انکار نہ فرمائیں گے!

ابوالکلام

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی آثار کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکّے، اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہی۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصّوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہی
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہی کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواھر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

أئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے- اسکے علاوہ أئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنـسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

النحر المحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه ما

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں- اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں- اِنکي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں ... سو شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سیٹ ... روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے ... کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ... چار سو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس ... پرچے بحفاظت جمع ... کرنے کیلیے تیار کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي ... نهیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" ... جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ ... کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا ... سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ... ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - ... اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البلاغ پریس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولٰنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بلدہ آنے (۱۲) (منیجر الہلال کلکتہ)

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما :

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رقیع تبصرہ کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات رقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضہ کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں، یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات پیدا کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپکو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه سب باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے او پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.